۲۲۰۶۵ ۲۴۴ ۹۶۰۳

یہ کتاب اُس تاریخ کو جو سب سے آخیر میں ڈالی گئی ہے
واپس کرنی ہے، ورنہ پانچ پیسے روزانہ کے حساب سے
ہرجانہ ادا کرنا ہوگا

فہرست مضامین جلد چہارم

رسالۂ اسوۂ حسنہ میرٹھ

من ابتدائے اگست سنہ ۱۹۱۲ء لغایت جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

تبصرہ

(از ایڈیٹر)

مطبوعات

کتب

موقت الشیوع

معارف القرآن

السیرۃ المحمدیۃ وخصائص النبوۃ

تعلیمات اسلام

حکمت و موعظت

عقائد اسلام

اصلاح الاخلاق

تذکرۃ السلف

اسوۂ حسنہ کا اصلاحی نظام العمل

اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھو اور سچے مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ زبانی دعووں ہی سے نہیں بلکہ کردار و اطوار سے بھی اپنے خیر الامم ہونیکا ثبوت دو۔ قرآن پاک اور اسوۂ حسنہ نبی کریم کو زندگی کے ہر ایک شعبہ میں اپنا رہنما بناؤ۔ مادیت اور لامذہبی کے جراثیم سے اپنے قلوب کی حفاظت کرو۔ گوشہ نشین بزرگوں کے راہبانہ رویہ کو قابل اتباع نہ سمجھو۔ دین و دنیا میں تفرقہ نہ کرو۔ جائز دنیا طلبی کو عین دین تصور کرو۔ تعصب اور کورانہ تقلید سے بچو۔ غیروں کے مفید طریقے اختیار اور اپنی مضر رسومات کو ترک کرو۔ نااہل پیرزادوں کی نذریں بند کر کے ان سے مفت خوری کی عادت چھڑاؤ۔ جو لوگ فروعی مسائل میں شاخسانے نکال کر مسلمانوں کو آپس میں لڑواتے ہیں ان کی اعانت ترک کرو۔ اس حقیقت کو ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ اسلام میں حقوق العباد کا درجہ حقوق اللہ پر مقدم ہے۔ دولت وقت اور قوت کو بیدردی سے نہ لٹاؤ۔ عیش پسندی کاہلی۔ پست ہمتی۔ تلون مزاجی۔ غرور و نخوت۔ اسلاف کے کارناموں پر گھمنڈ اور خیالی پلاؤ پکانے کی عادت چھوڑو۔ مآل اندیش۔ جفاکش۔ اولو العزم۔ مستقل مزاج۔ پاکباز اور کفایت شعار بن جاؤ۔ اپنی مدد آپ کرو۔ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو۔ بے محل خیرات۔ رسومات شادی و غمی۔ نمود و نمائش۔ فیشن پرستی۔ مقدمہ بازی۔ شراب خواری۔ عیاشی اور قمار بازی میں دولت صحت اور عزت کو برباد نہ کرو۔ باہمی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں سے مخالفین کے حوصلے نہ بڑھاؤ۔ ایک دوسرے کے غمگسار بنکر رہو۔ تحصیل و اشاعت علم میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤ۔ موجودہ درسگاہوں کی اصلاح اور نئے مکاتب و مدارس جاری کرو۔ عربی اور انگریزی دونوں زبانیں سیکھنے کی کوشش کرو مگر کارآمد علوم و فنون کیلئے ذریعہ تعلیم صرف اپنی مادری زبان قرار دو۔ مصنفین و مؤلفین کی اعانت و حوصلہ افزائی کرو۔ سیاسی مصلحتوں پر تعلیمی فوائد کو قربان نہونے دو۔ جبریہ اور مفت ابتدائی تعلیم ملک میں رائج کراؤ۔ عورتوں کی تعلیم کو مردوں کی تعلیم سے کچھ کم ضروری نہ سمجھو۔ قوانین حفظان صحت پر پورے طور سے عمل کرو۔ آئندہ نسلوں کی تندرستی کا خیال رکھو۔ قوت ضائع کرنے والی شرمناک عادتوں سے تائب ہو۔ زوجین کے انتخاب میں طبی معائنہ کو بھی ایک ضروری شرط قرار دو۔ ملازمت ہی پر ٹوٹ کر نہ گرو۔ زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت کی طرف بھی توجہ کرو۔ تمام قومی کاموں کو مرکزی وابستگی کے ساتھ متدین کارکنوں سے انجام دلانیکی کوشش کرو۔ رہنمایان قوم پر اعتماد اور انکی عزت کرو۔ تخریبی نکتہ چینی سے محترز رہو۔ اپنے جائز حقوق کی حفاظت میں صداقت۔ مآل اندیشی اور استقلال سے کام لو۔ غیر ضروری خوشامد اور بیجا جوش و خروش سے محترز رہو۔ حکومت اور دیگر اقوام کی کارروائیوں کو خواہ مخواہ بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھو۔ جن اصلاحات ملکی میں تمہارا بھی نفع ہے ان کی محض اس بنیاد پر مخالفت نہ کرو کہ دوسری قومیں تم سے زیادہ نفع اٹھائینگی۔ اپنے آپکو دوسروں کے سامنے ایک ایسا پسندیدہ نمونہ بناکر پیش کرو کہ تمہارے دین کی عظمت و وقعت ان کے دلوں میں راسخ ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان تمام اوصاف حمیدہ سے متصف ہو جاؤ جو ایک اصلح انسان میں ہونے چاہئیں۔ تاکہ وراثت زمین کے مستحق سمجھے جاؤ۔ اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ،
حُسنِ سیرت و معاشرت کا رُوحانی خطیب۔ اخلاقی و
تمدنی امراض کا مذہبی معالج۔ مسلمان مردوں کا رہبر، عورتوں کا
معلم، بچوں کا اتالیق۔ مفید اصلاحی مضامین کا دلکش مجموعہ
ہر شمسی مہینے کی پہلی تاریخ کو شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک
قسم اول [illegible] + قسم دوم [illegible]
قیمت فی پرچہ [illegible]

محال است سعدی کہ راہِ صفا + تواں رفت جز در پے مصطفٰے
خلاف پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اُسوۂ حسنہ کے مقاصد

یہ رسالہ خالص مذہبی [illegible] مسلمان ہائے [illegible] اخلاق و اعمال [illegible] اسوۂ حسنہ [illegible]
وہ خصلتیں [illegible] کو سامنے رکھ کر [illegible] اہتمام کرنا [illegible] کریں [illegible]
باتوں کے اختیار کرنے [illegible] کی [illegible] وقت اور قوت [illegible] کو [illegible]
[illegible] جماعتوں کو [illegible] کریں [illegible] اتفاق [illegible] اتحاد و اتفاق اور ہمدردی و خلوص [illegible]
[illegible] کی عادت [illegible] مستقل [illegible] اور کفایت شعار [illegible] اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالیں اپنی مدد آپ کرنے [illegible]
[illegible] میں [illegible] مشغول ہوجائیں صنعت و حرفت [illegible] توجہ کریں [illegible] اسوۂ حسنہ کے کارناموں پر [illegible] تمام [illegible]
[illegible] خرافات [illegible] ناجائز رسوم کو ترک کریں [illegible]
[illegible] کی عادت [illegible] ایسے صوفیوں اور ایسی انجمنوں [illegible] کو چندہ دینا بند کردیں جو مسلمانوں [illegible]
[illegible] خود غرض ملت فروش اور نام نہاد [illegible] لیڈروں کے پھندے میں نہ پھنسیں سیاسی شورش [illegible] مفید قومی اور دینی کاموں کو
[illegible] تمام اوصاف [illegible] کریں جو ایک [illegible] مسلمان میں ہونے چاہئیں تاکہ زمین کی وراثت کے وہ مستحق سمجھے جائیں اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

قواعد و ضوابط

(۱) اُسوۂ حسنہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو (ان شاء اللہ) شایع ہوا کرے گا اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہونچے تو انہیں ۱۰ تاریخ تک منگا لینا چاہیئے ورنہ پھر شاید قیمتاً بھی نہ مل سکے۔ (۲) اُسوۂ حسنہ دو قسم کے کاغذوں پر چھپتا ہے قسم اول کے پرچہ کی سالانہ قیمت ۱۲/ اور قسم دوم کے پرچہ کی ۱۰/ مع محصول ڈاک مقرر ہے جو بہر حال پیشگی آنی چاہیئے۔ (۳) جو حضرات بطور اعانت و امداد اُسوۂ حسنہ کی سالانہ قیمت بجائے [illegible] روپئے یا اس سے زائد عطا فرمائیں گے وہ معاونین خاص سمجھے جائیں گے۔ ان کے اسمائے گرامی اسوۂ حسنہ میں شایع ہوا کریں گے اور ان کو طلباء و غیر مستطیع حضرات کے لیئے اسوۂ حسنہ کی معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائے گی (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں نہیں پہونچے گی تو ہم آیندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لیئے وی۔ پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے اور خریدار کو یہ وی۔ پی قانوناً وصول کرنا ہوگا۔ (۵) اُسوۂ حسنہ کا نمونہ اس شرط پر مفت دیا جاسکتا ہے کہ اگر نمونہ دیکھنے کے بعد رسالہ کی خریداری منظور نہ ہو تو اسے واپس کردیا جائے ورنہ ایکسال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا وی۔ پی ادا کردی جائے (۶) جواب طلب اُمور کے لیئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔ شکایتی خطوط میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے اور نام و پتہ صاف و خوشخط لکھنا چاہیئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی (۷) اُسوۂ حسنہ میں اشتہارات چھپوانے والوں کے لیئے مطبوعہ نرخنامہ موجود ہے دفتر سے منگا لیا جائے

مضمون نگاروں کیلیئے

اُسوۂ حسنہ کے قلمی معاونین کو مندرجہ ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا چاہیئے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول عنہ کا حوالہ ضرور دیں (۳) ایسے مضامین اُسوۂ حسنہ کے لیئے نہ بھیجیں جو غیر ضروری۔ بے نتیجہ اور غیر محققانہ ہوں یا اُسوۂ حسنہ کے مقاصد کے خلاف یا کسی طرح منافی ہوں یا جن میں لفاظی و تخیل زیادہ اور مفید علمی و اصلاحی مطالب کم ہوں یا جو مناظرہ و مجادلہ بازی کے رنگ میں لکھے گئے ہوں۔ (۴) اگر مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شایع ہوچکا ہو یا شایع ہونے کیلیئے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو بغرض اطلاع اس کی تصریح کردینی چاہیئے ورنہ رسالہ کی بدنامی کی ذمہ داری ان پر عاید ہوگی (۵) مضمون لکھنے سے قبل اُسوۂ حسنہ کے مقاصد کا پڑھ لینا ضروری ہے جو اس کے صفحہ اول پر چھپے ہوئے ہیں (۶) اُسوۂ حسنہ میں مختلف النوع مضامین کے لیئے ابواب و فصول مقرر ہیں مضامین میں ان کی مناسبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (۷) طویل اور غیر دلچسپ مضامین حتی الامکان اُسوۂ حسنہ کے لیئے نہ لکھے جائیں چھوٹے چھوٹے [illegible] انگریزی و عربی رسائل کے مفید تراجم دلی شکریہ کے ساتھ قبول کیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ کوئی اصلاحی، علمی یا مذہبی خصوصیت رکھتے ہوں (۸) دلکش اصلاحی اور تاریخی نظمیں بشرطیکہ [illegible] اسلام سے پاک ہوں اُسوۂ حسنہ میں نہایت شوق سے شایع کی جائیں گی •

منیجر



چھ مشہور دواؤں کا بکس



ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لیئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر نئے احباب کے لیئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہوگئے ہیں یقین دلانے اور آزمائش کے لیئے یہ مندرجۂ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ بکس) بنائے ہیں جس میں اس قدر کافی ہر ایک دوا ہے کہ آزمائش پورے طور سے ہوسکتی ہے یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند بھیجی ہیں جن کے ساتھ اُن کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ گھرباریوں کے لیئے یہ انمول ہے۔ اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے +



دواؤں کے نام

دمہ کی دوا دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے۔ **کولا ٹانک** ہر ایک کیلیئے طاقت بڑھانے کی دوا۔ **مقوی باہ کی گولیاں** جیسا نام ویسا فائدہ۔ **عرق کافور** ہیضہ اور گرمی کے دستوں کی ایک ہی دوا ہے **جلاب کی گولیاں** شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے۔ **عرق پودینہ سبز** درد شکم اور ریاحی درد کی دوا۔ **نوٹ**۔ پوری حالات کی فہرست بلاقیمت طلب کر کے دیکھئے۔ اور یہ ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ براہ راست کارخانہ سے طلب کیجیئے۔ **قیمت فی بکس** ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ) محصولڈاک (۸؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ



باغ و باغچہ



لگانے والوں کو مژدہ

رہنمائی باغبان اس میں ہر قسم کی ترکاریوں، میوہ دار درختوں اور ہر قسم کی پھلواری پیدا کرنیکے طریقے۔ بونے کا موسم اور بہت سی متفرق باتیں درج ہیں تاکہ ہر شخص باغبانی کے عام اصول اور بھیدوں سے مستفید ہوسکے اور باغبان کی خوشامد سے بچے قیمت ۲؍ صفحے ۶ مجلد مع محصول ۱۱؍ **سیر و سیاحت** ہندوستان و پنجاب کے ۶۶ نامی و چیدہ چیدہ مشہور شہروں کا حال جو سیاح کو رہنما کا کام دیں ہر جگہ کی تجارت، مشہور عمارات کا مفصل حال سفر کا آرام قابل دید قیمت صرف محصول مجلد کتاب (۱۲؍) ہے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے جلدی کرو۔ جو اکثر سفر کرتے ہیں ضرور خریدیں **نعمتوں کا طلائی تھال** قسم قسم کے کھانے اور مٹھائیاں بنانے کی لاجواب کتاب یا نیا بھر کے ہر قسم کے کھانے مٹھائیاں، تیٹھا، مربہ، اچار، پاپڑ، چٹنیاں، ترکاریاں وغیرہ خود بناؤ عبارت عام فہم لکھی گئی ہے تاکہ عورتوں کو بھی آسانی ہو۔ عمدہ سے عمدہ لذیذ کھانے بنالو قیمت (۱۱؍) **پھلجھڑی** نادر کتاب ہے دوستوں کو ہنسانی ہے پژمردہ دلوں کو شگفتہ کرتی ہے غمگین اور رنجیدہ کو باغ باغ کرتی ہے۔ قابل دید مہذب عمدہ لطائف کا مجموعہ ضخامت ۱۲۵ صفحے۔ قیمت مع محصول گیارہ آنے (۱۱؍) ہے۔ کتابوں کے ملنے کا پتہ

مینیجر قیصر ہند ایجنسی نمبر ۱۹ سہارنپور



عید کا تحفہ

شراب جلال



جس کی

مقبولیت کا اندازہ ہمارے دفتر میں خطوط دیکھنے سے ہوسکتا ہے۔ بفضلہ اسکی قدر ہماری امید سے زیادہ ہو رہی ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا شربت ہے جس کے ذائقہ نے شراباً طہورا کا پرکیف لطف حاصل کرا دیا ہے اس کے پیتے ہی طبیعت مسرور ہو جاتی ہے۔ دماغ شاداب گلشن کی طرح مہکنے لگتا ہے۔ چہرے پر سرخی اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے گرمی کے تمام عوارض اس کے پیتے ہی دور ہو جاتے ہیں۔ پیاس بالکل معلوم نہیں ہوتی۔ خصوصاً رمضان شریف میں ہر مسلمان اس کو استعمال کرے تو روزے باسانی رکھے جائیں گے۔ عید پر دوستوں اور عزیزوں کو بطور تحفہ دیجیئے۔ رمضان شریف ملنے اسکی قیمت عہ کی بجائے ۱۲؍ لی جائے گی۔ محصولڈاک ہر حالت میں بذمۂ خریدار ہوگا

مینیجر دواخانہ قاسمی بازار سیتارام دہلی

رسالہ اسوہ حسنہ میرٹھ بابت ماہ اگست ۱۹۱۶ء مطابق یکم شوال المکرم ۱۳۳۴ھ لغایت یکم ذیقعدہ الحرام ۱۳۳۴ھ

جلد ۴ | فہرست مضامین | نمبر ۲۵

معاملہ کی بات

جن حضرات کا سال خریداری اس پرچہ کے پہونچنے پر ختم ہو جائے گا اگر وہ آیندہ سال کے لیئے خریداری جاری رکھنا چاہتے ہیں تو براہ کرم مبلغ عہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ ۱۵ اگست تک سال آیندہ کی قیمت موصول نہ ہوئی اور کوئی اطلاع انکاری بھی دفتر میں نہ پہونچی تو ضابطۂ دفتر کے بموجب ستمبر کا رسالہ وی پی بھیجکر سالانہ قیمت عہ قسم دوم کے خریداروں سے اور مبلغ ستے قسم اول کے خریداروں سے وصول کر لی جائے گی۔ اگر آپ کسی مجبوری سے آیندہ سال کے لیئے (خدانخواستہ) رسالہ نہیں خرید سکتے تو بواپسی ڈاک ایک کارڈ لکھکر ہم کو مطلع کر دیجیئے۔ کہ آیندہ آپ کے نام اسوۂ حسنہ نہ بھیجا جائے۔ ایک پیسہ کا کارڈ لکھدینے میں آپکا اتنا نقصان نہیں ہوگا جتنا کہ وی پی کے واپس آنے سے ہم کو تکلیف اور زیر باری ہوگی۔ ہمارا آپ کا ایک سال (یا اس سے بھی زیادہ) سے تعلق ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اس تعلق کا خیال رکھیں گے اور وی۔ پی واپس کر کے خواہ مخواہ ہم کو نقصان نہ پہونچائیں گے۔

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُسوۂ حسنہ

اشتہارات

دیباچہ

یہ زمانہ تجارت، طباعت و مطبوعات حصوصاً بوقت اشیوع پرچوں کے لیے کئی وجہ سے اس قدر خطرناک و پرآشوب ہے کہ مالکان مطابع و جرائد کو ایک ایک ہفتہ کیا ایک دن کا بھی خیریت سے گزر جانا بہت غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے اُسوۂ حسنہ کے تیسرے سال میں داخل ہونے اور اُس کی چوتھی جلد کا پہلا نمبر شایع ہونے کی تقریب مسعود پر ادائے شکر و امتنان کے لیے ہمیں درگاہ رب العزت میں سربسجود ہونا چاہیے۔ کہ اُس کی بےکس نوازی و دستگیری و پروری نے ہمیں سال گزشتہ کے مصائب و مشکلات پر غالب آنے اور خطرات سالِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے کمرہمت باندھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اُمید ہے کہ فضل ایزدی آئندہ بھی ہمارا معین و مددگار رہے گا اور وقتی حوادث و آلام کے تیز و تند جھونکوں سے ہمارے پائے ثبات کو جنبش نہ ہوگی +

جلد سوم کا گیارہواں نمبر بعض ناگزیر موانع کی وجہ سے دیر میں شایع ہوا تھا۔ اس لیے ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں تاخیر کا یہ سلسلہ طول نہ کھینچے۔ مگر بفضلہ تعالےٰ اگست کا رسالہ وقت پر تیار ہوگیا اور ہمیں زیادہ عرصہ تک اپنے محترم معاونین کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑا۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام اس رسالہ کے وقت پر پہونچنے سے خوش ہوں گے +

اس نمبر میں سب سے اچھا مضمون "رضا و تسلیم" ہے جسے مولٰنا عباسی مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اور جو اُمید ہے کہ نہایت دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب کا مضمون "قرآن اور فلسفۂ السنہ" بھی خوب ہے اگرچہ کسی قدر طویل ہوگیا ہے۔ مولوی نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری نے "معجزۂ شق القمر" پر نہایت قابلیت سے اور بہت عمدہ پیرایہ میں بحث کی ہے جو قابل دید ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب متعلم مدرسہ الٰہیات نے وجود ملائکہ کے منکروں کے دلائل کی کمزوری کو ثابت کیا ہے۔ مولوی حاجی عبدالحئی صاحب فاروقی۔ مولوی حافظ محمد عبدالتواب صاحب اور مولوی شیخ نورالدین صاحب کے مضامین بھی اپنے اپنے رنگ میں مفید و دلچسپ اور قابل مطالعہ ہیں۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام اس رسالہ کو مطالعہ سے بھی حسب معمول محظوظ و مسرور ہوں گے اور اُسوۂ حسنہ کی ناچیز خدمات پر نظر کر کے اسکی توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں گے +

رسالۂ ہذا کے ساتھ مضامین جلد سوم کی مفصل فہرست منسلک ہے۔ ناظرین کرام اس کو تیسری جلد کے پہلے نمبر کے ساتھ شامل کر کے مجلد کرالیں۔ اکثر صاحبان سالانہ فہرست کو ضایع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ نہایت کارآمد چیز ہے +

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

(قرآن مجید) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اُتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اس کے مطالب سے) نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

تفسیر الفاتحہ

[سلسلہ کے لیے دیکھو اسوۂ حسنہ بابت ماہ جولائی ۱۹۶۱ء]

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝

نَعْبُدُ

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ عبادت کیا چیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عبادت اُس اطاعت کا نام ہے جو نہایت خشوع و خضوع کی جائے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک عبارت معنی مراد کا پورا پورا نقشہ کھینچ دیا کرے اور اُس کو ایسی وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کر دے جس میں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہ رہے۔ کیونکہ اکثر اشیاء کی تفسیر و تعریف انکے لوازم رسوم کے ذریعہ سے کی جاتی ہے بلکہ بعض تات تو محض تعریف لفظی ہی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک لفظ کے معنی کی تشریح میں کوئی دوسرا قریب المعنی لفظ لے آتے ہیں۔ اس قسم کی ناقص تعریف کا نمونہ وہ مندرجۂ بالا عبارت ہے جس کے ذریعہ سے عبادت کے معنی کی تشریح کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں اجمال و اختصار اور اہمال انگاری سے کام لیا گیا ہے۔

جب ہم آیات قرآنی اور محاورات زبان کی چھان بین کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ لفظ عبادت اور اُس کے مماثل و قریب المعنی الفاظ مثلاً خضوع۔ خشوع۔ اطاع اور ذل وغیرہ کو اہل عرب کن معنوں میں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں ان لفظوں میں ایک بھی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو عبد کا قایم مقام بنکر اُس کی بجائے استعمال ہو سکے اس لیئے مفسرین نے کہا ہے کہ لفظ عباد۔ عبادت سے ماخوذ ہے کیونکہ اکثر اس کی اضافت خدائے تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے اور لفظ عبید چونکہ زیادہ تر غیر خدا کی جانب منسوب ہوتا ہے اس لئے وہ عبودیت بمعنی رقیت سے ماخوذ ہے۔ یہی فرق عبادت اور عبودیت کے معنوں میں بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبادت خدائے عز و جل کے لیے مخصوص ہے اس لیئے وہ غیر خدا کی جانب منسوب نہیں ہو سکتی مگر قرآن مجید میں اس کے خلاف عبادت کا استعمال ہوا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ عاشق اپنے معشوق کی رضا جوئی اور تعظیم اور اُس کے سامنے عجز و انکسار کرنے میں کس قدر مبالغہ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی خواہش کو معشوق کی خواہش میں فنا کر کے اور اپنے ارادہ کو اُس کے ارادہ میں جذب کر دیتا ہے با ایں ہمہ عاشق کی اس عجز و انکسار کو حقیقی معنوں میں عبادت نہیں کہتے۔ علیٰ ہذا جو لوگ حد سے زیادہ امراء و رؤساء اور بادشاہوں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ہر وقت ان کے سامنے عاجز اور ذلیل بنے رہتے ہیں اُن کا سا خشوع و خضوع صوفیان چلہ کش میں بھی نظر نہیں آتا معمولی عبادت گزاروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ لیکن اہل عرب نے کبھی اس عجز و انکسار اور تعظیم و تکریم کا نام عبادت نہیں رکھا۔

صحیح محاورات اور زمانہ عرب کے استعمال پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خضوع ہی کی ایک قسم کا نام عبادت ہے۔ خضوع کے اُس انتہائی اور آخری درجہ کو عبادت کہتے ہیں جو دل میں کسی معبود کی عظمت کا احساس اور اُس کے غلبہ و تسلط کا اعتقاد ہونے سے پیدا ہو۔ اور غلبہ و تسلط معتقدہ کی ماہیت و حقیقت کا علم نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ عابد یہ جانتا ہو کہ عظمت و عزت و غلبہ و تسلط معبود میں موجود ہے لیکن ادراک سے بالاتر ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کے سامنے نہایت ہی عاجز اور ذلیل ہو جائے اور حد سے زیادہ انکسار و فروتنی کو کام لائے۔ یہاں تک کہ اُس کے نقوش قدم تک کو چومنے لگے تو جب تک اس عجز و تذلل کی یعنی بادشاہ کے ظلم خاص کا خوف اور اُس کے محدود کرم کی اُمید مشہور و معلوم ہو اُسوقت تک یہ نہیں کہا جائے گا کہ ایسا شخص بادشاہ کی عبادت کرتا ہے۔ ہاں جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ملک ایک غیبی اور آسمانی قوت ہے جو ملاء اعلیٰ سے بادشاہوں پر اُتاری گئی ہے اور جس نے شاہان زمانہ کو تمام اہل دنیا پر فوقیت و بزرگی دی ہے

اس لیے اُن کا عنصر تمام مخلوق سے پاکیزہ اور اُن کا جوہر سب سے مکرّم ہو۔ تو ایسے لوگوں کی تعظیم و تکریم اور عجز و تذلل پر عبادت کا گمان ضرور ہوگا۔ چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اس قسم کے عقیدوں کی نوبت شرک والحاد تک پہونچی۔ اور جنہوں نے انجام کار بادشاہوں کو اپنا معبود بنا کر اُن کی حقیقی عبادت کی۔

ہر مذہب میں عبادت کے لیے مختلف صورتیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ اُن کے ذریعہ سے انسان کا دل حق تعالیٰ کی ہستی کی عظمت و عزت اور غلبہ و تسلط کا اور شعور پیدا ہو جو روح عبادت اور سر پرستش ہے عبادات جس قدر بھی ہیں ان سب سے غایت اخلاق کی درستی اور اُس کے نفس کی اصلاح میں اثر پڑتا ہے اور یہ امر محض اُس روح و شعور کی بدولت پڑتا ہے جس کی نسبت ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ تعظیم اور تکریم و خضوع و خشوع کا سرچشمہ ہے۔ پس جو عبادت اس روح سے خالی ہو جائے وہ عبادت ہی نہیں بلکہ شبیہ عبادت ہے جس طرح انسان کی شبیہ اور تصویر انسان نہیں کہی جا سکتی اسی طرح بے معنی اور بے روح عبادت کو بھی عبادت کہنا صحیح نہیں ہے مثال کے طور پر نماز ہی کو لو اور دیکھو کہ پروردگار عالم نے اس کے قائم کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ محض اُس کے کرنے کا۔ اور کسی چیز کے قائم کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس کو ایسی کامل اور پختہ طور پر کیا جائے کہ وہ خود صادر ہو جو علت و سبب ہو اور اُس سے پھر اُس کے آثار صادر ہوں نماز کے آثار و نتائج وہی ہیں جن کا مندرجۂ ذیل آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ✣ | بے شک نماز فحش اور بُری باتوں سے بچاتی ہے ✣

پھر فرمایا گیا ہے :-

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ✣ | بیشک انسان تھڑ دلا پیدا ہوا ہے کہ جب اسکو نقصان پہونچتا ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسکو فائدہ پہونچتا ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر نماز گزار ایسے نہیں ہیں ✣

جو لوگ حرکات و الفاظ کے ذریعہ سے محض نماز کی تصویر تارتے ہیں اور عبادت کی اس روح سے غافل ہیں جس سے ان کو عبادت کے ثمرات حاصل ہوتے ہیں اُن کو مندرجۂ ذیل آیتوں میں تنبیہ کی گئی ہے :-

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ | ان نمازیوں کی تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو ریا کرتے ہیں۔ اور خیر کے اسباب کو روکتے ہیں ✣

نماز سے غفلت کرنے والوں کو مصلّین اس لیے کہا گیا کہ وہ بظاہر نماز ادا کرتے ہیں اور ہم خود اپنے آپ کو نمازی سمجھتے ہیں مگر پھر انہی کی نسبت ساہون فرمایا گیا کیونکہ وہ حقیقی نماز سے محض غافل ہیں اور حقیقی نماز وہی ہے جو دل کو خدا کی طرف متوجہ کر دے۔ اس کی ہیبت یاد دلائے اور اُس کی عظمت و سطوت کو راسخ کر دے۔ حقیقی نماز سے غافل ہونے کا نتیجہ بھی اسی سورت میں ذکر فرما دیا کہ وہ ریا اور منع ماعون ہے ✣

علامہ ممدوح فرماتے ہیں کہ ریاکاری دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ریا و نفاق یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرنا اور دوسری ریا رعادت یعنی محض عادت کو طور پر کام کرنا اور اس امر کا لحاظ نہ رکھنا کہ کام کا فائدہ اور نتیجہ کیا ہے۔ وہ کس کے لیے کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ سے کس کا تقرب حاصل کرنا منظور ہے۔ اکثر لوگ اسی ریا رعادت میں مبتلا ہیں کیونکہ عقل و شعور کے زمانہ میں بھی ان کی نماز بعینہٖ ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ بچپن کے زمانہ میں ہوتی تھی۔ جبکہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتا ہوا دیکھکر ان کی نقل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اب تک وہ اسی عادت کے تقاضہ سے نماز پڑھے جاتے ہیں اور عقل و سمجھ سے کچھ کام نہیں لیتے۔ ظاہر ہے کہ ایسی نماز میں جو محض عادتاً پڑھی جاتی ہے خدا تعالیٰ کے لیے کوئی عمل نہیں ہے۔ اکثر حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جس نمازی کی نماز اسکو فحش اور بُری باتوں سے باز نہیں رکھتی وہ خدا تعالیٰ سے اور زیادہ بعد پیدا کرتی ہے اور ایک پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے مُنہ پر مار دی جاتی ہے۔

ماعون سے مراد معونت و خیر ہے جس کا کہ آیۂ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا میں ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اسباب خیر کو روکتا اور فائدہ پہونچانے میں بخل کرتا ہے۔ مگر جو لوگ حقیقت میں نماز گزار ہیں وہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں ✣

نستعین

استعانت کے معنی ہیں مدد طلب کرنا۔ اور مدد سے مراد کمزوری و کم مائیگی کو دور کرنا اور جس کام کے انجام دینے سے مدد چاہنے والا خود عاجز و قاصر ہو اس کے پورا کرانے میں اس کا ہاتھ بٹانا ✣

اس کے بعد علامہ ممدوح نے یہ بحث چھیڑی کہ عبادت و استعانت خدا تعالیٰ ہی کی ذات کے واسطے مخصوص و منحصر ہے کیونکہ ضمیر ایاک جو مفعول ہے فعل سے پہلے لائی گئی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا :-

"خدا تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں کیونکہ غیبی قدرت جو اسباب ظاہری کے ماتحت ہے وہ سوائے خدا عزّوجل کے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اور چونکہ اُس کی غیبی قدرت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے اس لیے بندوں کی تعظیم عبادت میں بھی کسی دوسرے کو شریک ہونے کا حق نہیں ہے۔ اسلئے عبادت حقیقی کا مستحق محض ربّ العالمین ہی ہے ✣

حکم ہم کو یہ ملا ہے کہ ہم سوائے خدا کے کسی سے بھی مدد نہ مانگیں اور یہ مضمون کسی قدر تفصیل طلب ہے کیونکہ اور آیات میں ہمیں باہمی امداد و استمداد اور معاونت و مساعدت کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے :-

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى | اور ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر

اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ استعانت کا محض خدا پر منحصر ہونا کیا معنی رکھتا ہے درآنحالیکہ نفی حصر کی آیات بھی موجود ہیں؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ انسان جو کام بھی کرتا ہے اُس کا ثمرہ و نتیجہ موقوف و منحصر ہوتا ہے ایسے اسباب کے حصول پر جنہیں حکمت الٰہیہ نے اُس نتیجہ یا ثمرہ تک پہونچنے کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور نیز اُن موانع کے رفع ہونے پر جو بمقتضائے حکمت کامیابی و مقصد براری میں مخل و مزاحم ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انسان کو علم و قوت عطا فرما کر بعض موانع کو رفع کرنے اور بعض اسباب کو حاصل کرنے کی قدرت اُس کو بخشی ہے۔ اور بعض اسباب و موانع اُس کے علم و قدرت سے باہر ہیں۔ پس جو اُمور ہماری قدرت و امکان میں داخل ہیں اُن کو کام میں لانا اور انجام

کاموں کی درستی و انجام دہی میں تمام امکانی قوتوں کو صرف کر دینا ہمارا فرض ہے۔ خواہ اس فرض کے پورا کرنے میں ہمیں ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ لینی پڑے۔ البتہ جو امور ہماری قدرت و اختیار سے باہر ہیں اور جنہیں ہم خود نہیں کر سکتے تو ہمیں قادر مطلق ہی پر چھوڑ دینے چاہئیں اور اُسی سے ہم کو التجا کرنی اور مدد مانگنی چاہیئے کہ وہ ہمارے کام کو پورا کرا دے اور اس کے ثمرات سے ہمیں بہرہ اندوز فرمائے۔ اس لیے کہ تمام انسانوں کو جو اسباب بہم پہنچا دیئے گئے ہیں اُن کے علاوہ اور جس قدر اسباب ہیں اُن پر سوائے مسبب الاسباب اور رب الارباب کے کوئی قادر نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ایاک نستعین تتمہ ہے ارشاد سابق ایاک نعبد کا۔ کیونکہ ان معنوں میں استعانت سے یہی مراد ہے کہ دل قطع اسباب کے ساتھ خدائے عزوجل کی طرف رجوع ہو جائے اور نفس محض اُسی سے اپنا تعلق پیدا کرے اور یہی عبادت کا لب لباب ہے۔ اگر بہ ایں صورت استعانت کے لیے کوئی بندہ غیر اللہ کی جانب متوجہ ہوگا تو اُس کا یہ فعل اسی قسم کی بُت پرستی میں شمار ہوگا جو نزول قرآن کے زمانہ میں اور اُس سے قبل پھیلی ہوئی تھی۔

اس استعانت کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا گیا کہ جاہل کفار جنہوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا ولی بنا رکھا ہے اور ان اسباب میں جو طاقت بشری سے خارج ہیں اُن سے استعانت کر رہے ہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ استعانت بھی ویسی ہی ہے جیسے تمام انسانوں سے عالم اسباب کے حصول میں کی جاتی ہے۔ پس حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس دھوکے سے محفوظ رکھنے کے لیے بیان کر دیا کہ ایسے امور میں جو انسانی طاقت و امکان سے خارج ہیں۔ انسان سے مدد مانگنا بھی مقررہ اسباب ہی کے استعمال کی ایک صورت کا نام ہے۔ اور اس قسم کی مدد مانگنا اُن آلات ہی کی مد میں شمار کیا جائے گا جو کہ ایسے کام کے لیے مطلوب ہوتے ہیں جو اوزار و آلات کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے اور یہ استعانت اُس استعانت سے بالکل مختلف ہے جو ایسے اسباب کے حصول کے لیے کی جاتی ہے جو طاقت بشری سے خارج ہیں۔ مثلاً کوئی دوا تو کرے نہیں اور اس بات کا طالب ہو کہ اُس کا مرض اچھا ہو جائے یا بغیر سامان و لشکر کے فراہم کیے دشمن پر فتح پانے کی استدعا کی جائے۔ اس قسم کی اعانت کے لیے بجز شہنشاہ حقیقی کے اور کسی کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسے امور میں عالم کے کسی فرد کا زور نہیں چلتا۔ اس مضمون کی توضیح کے لیے شیخ نے دو مثالیں بیان کی ہیں کہ کسان کھیتی کرے۔ اس میں کھاد ڈالے اور اس کو پانی دینے اور بار آور بنانے میں اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے اور پھر خدا سے دعا کرتا ہے کہ اُس کو اپنی کوشش میں کامیابی ہو اور اُس کی کھیتی آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہے یا مثلاً ایک تاجر جو اپنے لیے کسی خاص قسم کی تجارت کو منتخب کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیتا ہو اور فن ترویج و تشہیر میں کافی مہارت بہم پہنچا چکا ہو اور ان کے بعد خدا پر بھروسہ کر کے اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ اس قسم کی استعانت سوائے خدا کے کسی اور سے جائز نہیں ہے۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اپنی مشکلات کے حل ہونے، بیماروں کو شفا پانے، حاجات کے پورا ہونے، کھیتی کے نشو و نما اور دشمنوں کی ہلاکت کے لیے مزارات اور اہل قبور سے استعانت کرتے ہیں وہ توحید کی سڑک سے بھٹک گئے ہیں اور خدا کی یاد سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

چھٹا اسا کلمہ ایاک نستعین ہمیں دو ایسی عظیم المنفعۃ باتوں کی تلقین کرتا ہے جو ہمارے لیے دنیا و آخرت میں باعث فلاح و سعادت ہیں۔ ایک یہ کہ ہم سودمند کاموں میں مصروف ہوں اور جہاں تک ہم سے ہو سکے اُنکو عمدگی سے انجام دینے کی کوشش کریں کیونکہ دوسروں سے امداد اسی حالت میں طلب کی جا سکتی ہے جبکہ اپنی پوری کوشش و طاقت صرف کرنے کے بعد بھی آدمی کو ناکامی یا کامیابی نہ ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور اس لیے وہ کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے دوسرے کی امداد و اعانت کا طالب ہو۔ دیکھیے لکھنے میں اگر کسی کے ہاتھ سے کاغذ پر قلم گر پڑے تو اُسے مدد طلب کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن اگر بھاری گٹھڑی کسی کے سر سے نیچے گر پڑے اور وہ اپنی تمام قوت صرف کرنے پر بھی اکیلا اُس گٹھڑی کو اُٹھانے سے قاصر ہے تب البتہ اُسے بوجھ اُٹھوانے میں دوسروں کی مدد لینی پڑے گی۔ اور یہی امر یعنی اپنی پوری طاقت و کوشش صرف کرنے کے بعد دوسروں سے مدد لینا دُنیوی سعادت کا زینہ اور اُخروی سعادت کا رکن ہے۔

دوسری بڑی بات جو اس آیت سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ طاقت بشری سے جو کام بالاتر ہیں اُن میں سوائے خدا کے کسی سے استعانت نہ کرنی چاہیئے۔ یہ تعلیم روح مذہب ہے جس سے وہ خالص توحید کمال کو پہنچ جاتی ہے جو اپنے معتقدوں کے نفوس کو اوج رفعت پر پہنچاتی اور غیر دینی غلامی سے آزاد کراتی ہے اور وطنی رئیسوں اور جابر بادشاہوں کی قید سے ان کے ارادوں کو خلاصی دیتی ہے اور جھوٹے محافظوں کے پنجہ سے خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ ان کے عزائم کو نجات دلواتی ہے۔ یہی توحید خالص کامل پر اعتقاد رکھنے والا موحد گو لباس میں تو سچا آزاد اور بزرگ سردار بن کر رہتا ہے لیکن خدائے عزوجل کے مقابلہ میں نہایت ہی عاجز و مسکین بندہ۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔ جسنے اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کی اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ (باقی آئندہ)

صادق البیانی و ایفائے وعدہ

زمانہ جاہلیت کے عربوں میں تمام عیوب تھے لیکن وعدہ کے وہ سچے ہوتے تھے اور کذب کو نہایت مذموم جانتے تھے۔ باوجودیکہ اس کے متعلق عربوں کو چنداں تعلیم کی ضرورت نہ تھی پھر بھی قرآن میں اس کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں۔ اگر عربوں کی حالت اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کی سی ہوتی تو شاید قرآن کے دو حصوں میں عقد بیوگان اور ایفاء وعدہ کے احکام ہوتے اور ایک حصہ میں دیگر احکام درج کیے جاتے۔ قرآن کی آیتیں جو اس کے متعلق ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

"مسلمانو اپنے قراروں کو پورا کرو"

"تمہاری لایعنی (یعنے غیر ارادی) قسموں پر اللہ مواخذہ نہیں کریگا ہاں پکی قسموں کا تم سے مواخذہ کرے گا اور اس کا کفارہ ہے دس مساکین کو بیچ کا کھانا کھلانا۔ یا ایک بردہ آزاد کرنا۔ پھر جسے یہ مقدرت نہ ہو وہ تین دن روزہ رکھے"

"جب کہو تو قرابت مند ہی کیوں نہ ہو انصاف کی کہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو"

"مسلمانو! خدا سے ڈرو اور سچ بولنے والوں میں رہو"

"اور جب تم آپس میں قول و قرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو اور قسموں کو جب پکی کر لو نہ توڑو۔ حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔ اللہ تمہارے افعال سے ضرور واقف ہے" (الاسلام)

قرآن اور فلسفۂ السنہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

سر عنوان فقرہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے اس میں یک موقعہ خاص پر فرمایا گیا ہے کہ:

"ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے یا بتا دیئے"

اس آیت کریمہ کی فلاسفی صرف مذہبی حد ہی پر ختم نہیں ہو جاتی اور صرف اس قصہ خلافت انسانی کے ساتھ ہی اس کی خصوصیت نہیں بلکہ اس آیت میں اس فلسفی اور اس رمز کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو ابتدائی دنیا کا شروع اور علمی و عملی کائنات کی ابتدا ہے اور جس پر انسانی کمالات اور فضائل کا انحصار ہے۔ اور جس کے بغیر انسان اس شرف سے محروم رہتا ہے جس پر آج سے اور کائنات کے مقابلہ میں فخر ہے۔

انسان کو دوسری کائنات پر اس واسطے بھی فخر ہے کہ وہ بمقابلہ دیگر کائنات کو اپنے رنگ میں اعلیٰ ہے۔ گو دوسری قسم مخلوق بھی اپنے اپنے رنگ میں ایک قسم کا نطق رکھتی ہے مگر یہ خصوصیت نطقِ انسانی کو حاصل ہے وہ کوئی اور نطق نہیں رکھتا اور اس خصوصیت کی وجہ ہی سے انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ اور اس کی تعریف اس خاصہ سے پہچانی جاتی ہے۔ اگرچہ اور جاندار مخلوق کی بھی اپنے اپنے رنگ میں بولی ہوتی ہے لیکن اس کا بولنا انسانی محاورے کے رو سے نطق نہیں کہا جاتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

جتنی زبانیں اس وقت اس کائنات انسانی میں بولی جاتی ہیں وہ سب اپنی اپنی حدود میں بہت کچھ ذخیرہ الفاظ رکھتی ہیں۔ اگر ہم تمام دنیا کی کل زبانوں کے ذخائر الفاظ کا اندازہ لگائیں تو ہزاروں تک نوبت جا پہنچے گی۔ یہ ظاہر ہے کہ قبل از خلافت انسانی کے ان الفاظ کا ذخیرہ کسی اور مخلوق کی جانب سے موجود نہ تھا۔

قدرت کی جانب سے اور اشیاء کی طرح الفاظ اور لغات کا کوئی سرمایہ یا کوئی سٹور یا کوئی کارخانہ مہیا نہیں کیا گیا تھا۔

اور کائنات میں سے کوئی دوسری مخلوق انسانی الفاظ میں گفتگو یا بات چیت کرنے کی عادی نہیں تھی۔

آسمان سے الفاظ کی بارش نہیں ہوئی اور نہ زمین سے لفظ اُگتے ہیں۔

اگر ہم ذخائر انسانی کے سوائے ایک نقطہ بھی ساری دنیا کی دوسری شاخوں میں دیکھنا یا لینا چاہیں تو نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ لیا جا سکتا ہے۔

ایں حالات ثابت ہے کہ یہ سب زبانیں اور ان سب زبانوں کے الفاظ صرف انسان ہی کے تخیر طبیعت اور عقل و ذہن کا ثمرہ ہیں۔ انسان ہی ان کا موجد ہے اور انسان ہی ان کا بانی اور مخترع۔ جب اس کائنات میں انسان نہیں تھا تو اس وقت یہ زبانیں اور ان زبانوں کے الفاظ بھی نہیں تھے۔ انسان کے ساتھ ہی ان کا بھی ظہور ہوا۔ اور انسان کی ہستی ہی سے ان کی ہستی بھی نکلی۔

دیکھو۔ جہاں انسان نہیں وہاں نہ تو کوئی زبان ہے اور نہ کوئی نطق و ذخیرہ الفاظ ہے۔ بے شک دیگر ہستیاں ہوں گی لیکن ان کی زبانوں سے یہاں بحث نہیں۔ انسانی رنگ کی زبان کہاں ایسے کُرہ میں ہوگی جہاں انسان نہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ انسانی زبانوں کا موجد انسان ہی ہے۔ اور یہ محض ذہانت انسانی کا اثر نہیں بلکہ اس عطیہ اور اس بخشش و ودیعت کا اثر ہے جو قدرت کی جانب سے بموجب آیت مندرجہ عنوان انسان کی طبیعت میں رکھی گئی ہے۔ انسان کو یہ ذہنی ملکہ اور طبعی یا فطرتی قوت حاصل ہے کہ وہ تکوین الفاظ اور تدوین زبان پر قدرت رکھتا ہے۔ آیت مندرجہ عنوان کا مطلب یہ ہے کہ:-

قدرت کی جانب سے انسانی طبیعت میں یہ ملکہ رکھا گیا ہے کہ وہ مختلف اسماء کی تکوین یا تدوین پر قادر ہو سکے۔

ضرورت پر وہ اپنی طبیعت سے ایسے الفاظ نکال سکے یا ایسے الفاظ گھڑ سکے۔ یا ایسے الفاظ بول سکے جو ضروریات زندگی کے کفیل ہوں اور جن سے اغراض زندگانی بہ خوش اسلوبی پوری ہو سکیں۔ جو علمی و عملی رنگ میں کام دے سکیں۔

جب ہم مختلف السنہ کے الفاظ پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں شکرگزاری کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ قدرت نے انسان کو جو قوت اور جو ملکہ دیا تھا اس کی بدولت خوش اسلوبی اور کثرت کے ساتھ ذخیرہ الفاظ مہیا ہوتا جاتا ہے۔ اور مختلف رنگ کی زبانیں انسانی کائنات میں نشوونما پا رہی ہیں۔

آیت مندرجہ عنوان میں الفاظ ذیل قابل غور اور قابل بحث ہیں:-

عَلَّمَ - آدَمَ - اَسْمَآء - كُلَّهَا

لفظ علّم سے بوضاحت ثابت ہے کہ قدرت ہی اس تعلیم الفاظ میں انسان کی معلم اور رہبر ہوئی ہے۔ یعنی قدرت ہی سے انسان کی طبیعت میں ایسا ملکہ رکھا گیا ہے جو ضرورت پر الفاظ بنا سکے یا بتا سکے۔ علّم کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کو چند الفاظ بالخصوص سکھائے اور بتائے گئے تھے۔ یا حضرت آدم علیہ السلام کو چند الفاظ یاد کرا دیے گئے تھے بلکہ مطلب علّم کا یہ ہے کہ اس کی ذات میں تکوین الفاظ اور تدوین اسماء کا ملکہ رکھا گیا ہے۔ تعلیم سے مراد محض چند باتوں کا سکھا دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک ملکہ پیدا کرنا بھی ہے یا کسی ملکہ میں ترقی کرنے کے وسائل کا بتا دینا یا سمجھا دینا۔ دیکھو جب کوئی لڑکا مدرسہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ علم سیکھنے یا علم کی باتیں یاد کرنے کا ملکہ یا ذہن اپنے ساتھ ہی لاتا ہے۔ استاد صرف چند قواعد سے اس کو آشنا کرتا ہے

بہرحال ملکہ سے مراد تکوین ملکہ کی ہے جو تخلیق اسمار اور تدوین الفاظ پر قادر ہو سکے ✦

آیت کریمہ میں لفظ آدم کا لایا گیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام ہی مراد ہیں لیکن قرآنی طرز، روتیہ اور شان کے مطابق اس آیت کریمہ میں نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام ہی مراد ہیں بلکہ کل وہ ذریات اور کل وہ نسل مراد ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے نکلی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کل انسانی نسلیں۔ گو بظاہر اس آیت میں مخاطب حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں۔ لیکن اصل میں کل انسان مخاطب ہیں۔ دو نسبتوں سے۔

(الف) نسبت مورثیت سے۔

(ب) نسبت عام فیضان سے۔

یعنی مورث اعلیٰ کی طبیعت میں یہ ملکہ رکھا گیا تھا ضرور ہے کہ اُس کی نسل اور ذرّیات بھی نسلاً بعد نسلٍ اُس میں حصہ دار اور اس سے متمتع ہو ✦

عطیۂ قدرت ایسے اُمور میں ہمیشہ عام ہوتا ہے اور ایک نوع کے کل افراد کے حصہ میں دیا جاتا ہے ✦

آدم ہی نہیں بلکہ تعبیر یہ ہوگی کہ کل انسانی طبایع کے اندر یہ ملکہ رکھا گیا ہے اور ہمارا ایسا کہنا یا ایسا سمجھنا بلا دلیل نہیں ہے بلکہ چند دلائل اور براہین کے ماتحت ہم اس کی بابت یوں اطمینان کر سکتے ہیں کہ:-

جس قدر زبانیں بنی یا بنائی گئی ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام یا کسی مورث انسانی کے وقت میں موجود نہ تھیں، بلکہ رفتہ رفتہ معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ جب وہ حضرت مورث اعلیٰ کے عہد میں نہیں تھیں اور اب اُن کا انسانوں میں وجود پایا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ بعد کے زمانوں میں اور بعد کی نسلوں کی کوشش اور ضرورت سے پیدا ہوئی ہیں۔ جیسے نسلیں مختلف ہیں ایسے ہی زبانیں بھی مختلف ہیں۔ جو دلیل ہے اس بات کی کہ ہر نسل نے اپنی اپنی ضروریات کے ماتحت ان زبانوں کی داغ بیل ڈالی ہے۔

ہر زبان میں کچھ نہ کچھ اُن لوگوں یا اُن نسلوں کی خصوصیات اور باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں وہ بولی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دلیل اس بات کی ہے کہ ہر ایسی زبان خود اُن ہی کی ترتیب دادہ ہے۔ ہر زبان کے بہت سے الفاظ اُس کی بولنے والی قوم کے لب و لہجہ سے ایک خاص مناسبت رکھتے ہیں یہ بھی ایک دلیل اس بات کی ہے کہ یہ سب زبانیں انسانی ساختہ ہیں ✦

وہی قوم اور وہی نسلیں جو اس وقت اُس زبان کو بولتی ہیں اُس زبان میں رفتہ رفتہ نئے نئے الفاظ داخل کرتی رہتی ہیں ✦

جو لڑکے لڑکیاں اچھی طرح ابھی بول بھی نہیں سکتے ہیں مُنہ سے کوئی نہ کوئی لفظ نکال دیتے ہیں حالانکہ اُنھوں نے وہ الفاظ کبھی سُنے بھی نہیں ہوں گے جو وہ بول رہے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ قدرت نے اُن کی طبائع میں ملکۂ تکوین رکھ چھوڑا ہے اس سے زیادہ اور کون سی دلیل اس بات کی ہوگی کہ انسان کی طبیعت میں ہی ایسا ملکۂ تکوین رکھا گیا ہے اور انسان اپنی طبیعت میں ہی ایسی قوت رکھتا ہے جو ضرورت پر الفاظ بنا سکتی یا گھڑ سکتی ہے۔

یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ قرآن مجید کے پہلوئے بیان سے بھی لفظ آدم میں کل انسانی نسلیں شامل ہیں اور یہ ذکر کل انسانوں کا ہے یا انسانی ذریات کا۔ یہ کہنا کہ صرف حضرت آدم علیہ السلام ہی کو یہ ملکہ دیا گیا تھا درست نہیں بلکہ انسانی فطرت میں ہی یہ ملکہ بطور ایک زینہ کے ودیعت کیا گیا ہے۔

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ ✦

تیسرا لفظ اس آیت کریمہ میں اسمار کا وارد ہوا ہے۔ یہ فرمایا گیا ہے کہ سب چیزوں کے اسمار سکھائے یا بتائے گئے" اس میں لطافت اور خوبی یہ ہے کہ علمی یا ادبی دنیا کا شروع بڑنگ اصطلاح اسمار ہی سے ہوتا ہے۔ اوّل اسم ہے اور ازاں بعد فعل۔ دیکھو صرف و نحو میں سب سے پہلے اسم ہی کی بحث پڑھائی جاتی ہے۔ اسم ہی کا یہ سب ظہور ہے اور اسم ہی کے ساتھ یہ تمام ہستیاں وابستہ ہیں۔ انسان کو سب سے اوّل اسمار کی ضرورت تھی۔ اور اسمار ہی سے اُس کے تمام کاروبار شروع ہوتے ہیں۔ اسمار ہی پر اُس کا دارومدار ہے اور اسمار ہی اُس کا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ افعال اسمار کے تابع ہیں۔ انسان بذاتِ خود ایک اسم ہی تو ہے۔ اس واسطے لازمی تھا کہ ملکۂ تکوین اسمار ہی اُس کی طبیعت اور اُس کے ذہن میں رکھا جاتا۔ اُس کا کام اسم ہی سے شروع ہوتا ہے اور اسم پر ہی ختم بھی ہو جاتا ہے ✦

چوتھا لفظ " کلّہا" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سب اسمار یا سب اشیاء کے نام اُسکو سکھائے یا بتائے گئے۔ سکھانے اور بتانے سے وہی مُراد ہے جو ہم اوپر کی سطروں میں ظاہر کر چکے ہیں یعنی ایک ملکۂ تکوینی انسان کی طبایع میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس اصول کے ماتحت اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک چیز کے نام حضرت آدم علیہ السّلام کو حفظ کرائے گئے تھے۔ کیونکہ اُس وقت تو سب چیزیں موجود بھی نہ تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں ملکۂ تکوینِ الفاظ اس خوبی۔ عمدگی۔ وسعت اور جامعیت سے رکھا گیا ہے کہ احساسِ ضروریات پر انسان ہر ایک قسم کے الفاظ بنا سکتا ہے ✦

اب ہر ایک شخص عملی رنگ میں یہ دیکھ سکتا ہے کہ ضرورت کے پیش آنے پر انسان ایسا کر سکتا ہے اور روز کرتا ہے جب ہم کسی نئی چیز کو دیکھتے ہیں اور اُس کی تعریف اور اُس کے نام سے ناواقف ہوتے ہیں تو اُسکو دیکھتے ہی ہمارے دل میں آتا ہے کہ اس کا نام اور اس کی کیفیت دریافت کریں جب ہمیں کوئی دوسرا شخص بھی اس کا نام بتانے سے قاصر رہتا ہے تو پھر ہم خود اپنے ہی اجتہاد سے اُسکا کوئی نہ کوئی نام رکھ دیتے ہیں اور اجتہادی تعبیر کرنے کے بعد اُس کی اشاعت میں مصروف ہو جاتے ہیں ✦

ہم ضرورت کے احساس پر ایسا کرنے یا ایسا سوچنے کے کیوں عادی ہیں۔ اس واسطے کہ قدرت نے ہماری فطرت میں ایسا ملکۂ تکوین ودیعت کر چھوڑا ہے۔ یہ کل زبانیں اور کل زبانوں کے الفاظ اسی طرح بنے اور بنائے گئے ہیں۔ پہلے پہل لوگوں نے اشارات کنایات سے کام لیا اور رفتہ رفتہ ملکۂ تکوین کا دور اور ظہور ہوتا گیا۔ جس طرح اب بھی بچے اشارات اور کنایات سے اوّل اوّل کام لیتے ہیں اور تھوڑا سا ہوش پکڑنے کے بعد مُنہ سے الفاظ بھی نکالنے لگ جاتے ہیں۔ شروع شروع میں تلفظ کچھ درست نہیں ہوتا رفتہ رفتہ وہ بھی صحیح اور درست یا پختہ ہوتا جاتا ہے۔ شروع شروع میں بچے پانی (اِتّا۔ مَتّا) کہکر مانگتے ہیں۔ ذرا ہوش سنبھالنے پر پانی کہنے لگ جاتے ہیں۔ بیشک یہ بھی درست ہے کہ ماں باپ یا اور گھر والوں سے سُن سُن کر پانی کہتے ہیں مگر بحث تو یہ ہے کہ خود اُن کی طبیعت بھی تخلیق الفاظ کا ملکہ اور مادہ رکھتی ہے اور وہ اُن کے عمل سے ثابت ہے۔ شروع شروع میں جس کے مُنہ سے اُس ضرورت پر لفظ " پانی" نکلا تھا وہ بھی کچھ اور ہی بولا ہوگا۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ اُس کا یہ تلفظ ہو گیا۔ بچوں کی کیفیت اور حالت اس پر شاہد ہے کیونکہ ہم بھی سب کے سب بچے ہی تو تھے اور اُسی رنگ میں بولنا جانتے بھی تھے ✦

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن کی فلسفی کیسی اعلیٰ اور کیسی واضح ہے اور کس خوبصورتی اور وسعت سے انسان اُس پر عمل کر رہا ہے۔

یہ سب زبانیں اور ان سب زبانوں کے الفاظ انسان ہی کی طبیعت کا اثر اور نتیجہ ہیں جس ملکہ کی بدولت انسان ان کے بنانے پر کامیاب ہوا ہے وہ ملکہ خود قدرت نے اُسکی طبیعت میں ودیعت کیا ہے۔ اور اُس میں باوجود خرچ کرنے کے بھی کمی نہیں آتی بلکہ بڑھتا جاتا ہے یہ وہ کمال انسان کے حصہ میں آیا ہے کہ دوسری ساری کائنات سفلی اس سے محروم ہے +

انسان جو کچھ بولتا ہے اور جو کچھ اُس کے منہ سے نکلتا ہے یہ سب ملکۂ تکوین کا اثر اور ثمرہ ہے۔ ہم جو کچھ کہتے اور جو کچھ سنتے ہیں یہ اُس مشین نطق سے نکلتا ہے جو ہماری طبیعت میں رکھدی گئی ہے۔ دور نہ جاؤ تم کبھی خود ہی اکیلے بیٹھکر بے ساختہ الفاظ رٹنے لگ جاؤ۔ تو خود حیران ہو گے کہ تمہارے اندرون میں کس قدر ذخیرہ الفاظ کا بھر دیا گیا ہے۔ اور کس سہولت سے وہ نکل رہا ہے۔ نہ تو اُس میں کچھ کمی ہوتی ہے اور نہ کوئی نقص آتا ہے یہ رہنے دو کہ ایسے الفاظ کس قسم کے نکلتے ہیں ان کے کچھ معنی ہوتے ہیں یا بے معنی ہی رٹے جاتے ہیں۔ بحث معنی اور بے معنی کی نہیں ہے۔ بحث اس میں ہے کہ انسانی طبیعت کس خوبصورتی سے الفاظ رٹنے میں مشاق ہے +

دیکھو ایک گونگا بھی زور لگاتا ہے کہ منہ سے کچھ نہ کچھ نکال دے مگر چونکہ اُس کا آلۂ نطق درست نہیں ہوتا اس واسطے وہ بول نہیں سکتا ورنہ وہ بھی کوئی نہ کوئی لفظ ہی نکالتا اور بولنا چاہتا ہے۔ یہ اور بھی ثبوت اس امر کا ہے کہ انسانی طبیعت ہی میں بولنے اور متلفظ ہونے کی قوت اور ملکہ رکھدیا گیا ہے۔ اور انسان ایک خوبصورتی کے ساتھ متلفظ ہوتا اور مختلف الفاظ رٹتا جاتا ہے +

اس قرآنی فلسفی سے ہم ایک نئے رنگ میں فلسفۂ زبان پر بحث کرنے کی ایک خوش آیند سبیل پاتے ہیں۔ اور ہمیں قرآنی فلسفہ کے ماتحت یہ دریافت کرنے کی خوشی ہوتی ہے کہ یہ تمام زبانیں اور ان تمام زبانوں کے تمام الفاظ وہبی ملکہ کے تابع اور فطری ہیں۔ اس فلسفی کے ماتحت قرآن مجید میں ایک اور موقع پر یہ بھی آیا ہے کہ زبانوں کا اختلاف بھی قدرتی ہی ہے۔ یہ ثبوت ہے اس کا کہ ملکۂ تکوین یا ملکۂ وضع الفاظ اگرچہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی حقیقت رکھتا ہے لیکن اُس کی کیفیات باعتبار بعض اقتضاءات کے جداگانہ ہیں اور انہی جداگانہ کیفیات کے ماتحت زبانوں اور الفاظ السنہ میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور ایک زبان دوسری زبان سے بعض وجوہ مختلف ہوتی ہے +

جسطرح انسان کی اور قوتیں اور دیگر جذبات باوجود وحدت نوعیت کے مختلف آثار اور تاثیرات و تصرفات رکھتے ہیں اسی طرح یہ ملکۂ لسانی بھی مختلف رنگوں میں عمل پیرا ہوتا ہے۔ ضروریات زندگی اور دیگر حالات ماحول کے عائد ہونے کی وجہ سے اس ملکۂ لسانی کے تصرفات لسانی میں فرق ہو کے زبانوں اور الفاظ کے مختلف ہونے کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور یہاں تک کہ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زبان کا ملکہ بجائے خود ایک جداگانہ ملکہ ہے اور ایک ملکۂ لسانی کو دوسرے ملکۂ لسانی سے کچھ نسبت ہی نہیں ہے یہ وہ باتیں اور زبانوں کے الفاظ یا تو زبانوں کی ذریات انسانی اندرون کی پیدائش اور اندوختہ ہونا سبھی ایک حکمت فطرت اور اشارۂ قدرت ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ میں یہ حقائق اور اسی کا تتمہ ہی شامل ہیں اس فلسفہ پر بھی غور کرو اور دیکھو کہ قرآن مجید کس لطافت اور کس خوبی سے فلسفۂ السنہ پر غور کرنے کی تعلیم دیتا اور توجہ دلاتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار +

سلطان احمد (جہلم)

آیاتِ قدرت

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

بیشک آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدہ کی چیزیں (لیکر تجارت) سمندر میں لیکر چلتے ہیں اور مینہ میں جسکو اللہ

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ

آسمان سے برساتا پھر اُس کے ذریعہ سے زمین کو اُس کے مرے (یعنی اُفتادہ ہوئی) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے ادھر ادھر پھرانے اور

بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ

پھیرنے میں اور بادلوں میں جو خدا کے حکم سے آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں (قدرت خدا کی) بہتیری نشانیاں (موجود) ہیں۔

سرخی عنوان آیت کریمہ ثبوت ہے آیت ماسبق وَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کا جس میں خدائے تعالیٰ کی توحید اور رحمت عامہ کا ذکر ہے۔ جب یہ آیت ماسبق نازل ہوئی تو کفار نے جنھوں نے اپنا اپنا الگ الگ خدا بنا رکھا تھا اور اُس کو اپنی مہمات کا کفیل سمجھتے تھے اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے کہ سب کا ایک معبود ہے۔ کیا کہیں ایک خدا اور ایک خدا کی رحمت اتنے بندوں کی گنجائش رکھ سکتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ثبوت دے تو ہم جانیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت آیہ ان فی خلق السموات الخ نازل فرمائی جو توحید کی بھی دلیل ہے۔ اور تقسیم رحمت کی بھی +

توحید کی دلیل تو اس لئے کہ عالم کی ایک ایک چیز اور اُس کا انتظام توحید باری کا ایک مظہر ہے۔ بشرطیکہ آدمی دل دانا اور چشم بینا رکھتا ہو۔ خصوصاً کائنات کے حوادث عظیم جو ہر شخص اپنی زندگی میں دیکھتا ہے مثلاً آسمان کی بلندی زمین کی پستی اور ان کا باہم بہ عظمت مخلوق ہونا۔ آسمان کا زمین کے گرد گھومنا یا زمین کا آفتاب کے گرد چکر لگانا اور کبھی نہ رکنا اور نہ باہم ٹکرانا۔ دن کے بعد رات کا ہونا۔ اور رات کے بعد دن کا آنا۔ کشتیوں کا بوجھ سے لدکر سمندروں میں چلنا اور پانی میں نہ ڈوبنا۔ آسمان سے مینہ کا برسنا اور مردہ زمین میں جان ڈالنا اور جلے بھنے میدانوں پہاڑوں کو سرسبز کر دینا۔ خشکی و تری میں طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا

ـــــــ

ـه اور تمہارا معبود اکیلا معبود ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ مہربان اور رحم والا ہے ۱۲۔

اور پھر اُن کی نوعوں کا اپنی حال اور خواص پر قایم رہنا۔ ہواؤں کا بمقتضائے حال ادلنا بدلنا رہنا اور بادلوں کا زمین و آسمان کے مابین معلق ہونا یہ سب بزبانِ حال خدا کی وحدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر کوئی ایک قادرِ مطلق اور منتظم نہ ہوتا۔ متعدد ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی مشیتیں کبھی بھی باہم معارض نہ ہوں اور دُنیا کا انتظام ایک ہی روش، ایک ہی وطیرہ پر چلا جائے۔ اور اس میں فرق نہ آئے۔

اور جب خالق ایک ہے۔ قادر ایک ہے منتظم ایک ہے۔ تو معبود بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ وہی طاعت و عبادت کا مستحق ہے۔ کسی مخلوق و معبود باطل کو کیا حق حاصل ہے کہ عبادت میں اُس بے ہمتا کا شریک کیا جائے۔ اور بجائے دو تین اور سینکڑوں معبودوں کی پرستش کریں ✦

یہ نگرانی اور رحمتِ عام کا مسئلہ۔ یعنی یہ خدائے واحد کی نگرانی اور رحمت اتنی وسیع ہو سکتی ہے کہ جمیع انام کو کافی ہو جائے وہ بھی مذکورہ بالا حوادث سے ظاہر و عیاں ہے کیونکہ اُس نے اُن کی وہ صورت رکھی۔ اُن میں وہ انتظام رکھا اور وہ خواص عطا کیئے جو سب کے سب مخلوق عالم کے حق میں انتہائی رحمت ہیں۔ اور ماسوا حکمت کے بغیر نمو مخلوق کا قوام اور پھر اُس کا قیام اور اُس کی حیات محال ہے اور بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن سے خاص خاص مخلوق ہی مستفید ہوتی ہو مطلب یہ کہ خدائے تعالےٰ کی ذات میں رحم عام بھی ہے اور رحم خاص بھی۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض...... لاٰیٰت لقوم یعقلون ○

خلق ارض و سماوات سے صرف زمین و آسمان کی آفرینش یعنی ان کی جسمانی خلقت کے ساتھ ان کی ضخامت کا خیال کرنا ہی مراد نہیں بلکہ تمام ارضی و سمائی مخلوق کی نیرنگی میں غور کرنا بھی مقصود ہے۔ کیونکہ لفظ خلق جیسے پیدائش و آفرینش کے معنی میں آتا ہے۔ ویسے ہی مخلوق کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور بیان و تقسیم میں جو عظمت ہے وہ خصوصیت میں باقی نہیں رہتی اور مقام استدلال بھی یہی چاہتا ہے کہ بیش از بیش مہتم بالشان اُمور کا ذکر ہو۔ چنانچہ عظمتِ استدلال ہی کی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی بابت فرمایا وَیلٌ لمن لا کھا بین لحییہ ولم یتفکر اور بعض روایتوں میں ہے ویلٌ لمن قراء ھٰذہ الاٰیۃ فمج بھا۔ یعنی افسوس ہے اس شخص پر جو اس آیت کو اپنے دونوں جبڑوں میں چبائے (پڑھ جائے) اور اُس میں غور نہ کرے۔ یا افسوس ہے اُس آدمی پر جو اس آیت کو پڑھے اور غرارے کے پانی کی طرح اُسے اُگل دے عظمتِ استدلال کی اس سے زیادہ اور کیا ہو گی۔

کہ خدائے تعالےٰ نے تمام پیش نظر مخلوق اور ایسے حوادث عظام کو غور کرنے کے لیئے پیش کیا ہے جو اپنی وسعت کے لحاظ سے حوادث عالم کے ابواب ہو سکتے ہیں کیونکہ جو کچھ حوادث ہم دیکھتے ہیں وہ یا تو زمین پر واقع ہوتے ہیں اور متعلق بزمین ہیں یا آسمان پر ظاہر ہوتے ہیں اور متعلق بآسمان ہیں۔ یا زمین و آسمان کے مابین ہوتے ہیں اور انہی تینوں ارضی و سماوی وجوّی حوادث کی طرف خدائے تعالےٰ نے خلق ارض و سما و اختلاف لیل و نہار سے اشارہ کیا ہے ✦

اور پھر اُن کے بعض جزئیات جو خود ہزاروں جزئیات کو شامل ہیں اس طرح سے بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعہ سے خیال کو خود وسعت ہوتی ہے۔ اور بے حد و شمار آیاتِ قدرت تک جا پہونچتا ہے ✦

اس وقت سینکڑوں ہزاروں حکمت و فلسفہ کی کتابیں موجود ہیں اور ان میں کیا ہے؟ وہی حقایق عالم ہیں جو آیت مذکور کے ابواب میں سے کسی نہ کسی باب میں شامل و داخل ہیں اور کسی طرح اُن سے خارج نہیں ہو سکتے۔

یہ کتابیں کن لوگوں نے مرتب کیں؟ اُنہی لوگوں نے جو حقایق عالم پر غور و خوض کرتے رہے اور کرتے ہیں اور انہیں کو اللہ تعالےٰ نے عاقل بتایا ہے اس لیئے کہ ان پر غور و تامل کرنے سے صرف حقایق اور سود مند قوانین قدرت ہی نہیں معلوم ہوتے بلکہ قادر بیچون کی قدرت اور اُس کے نظام کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ غور کیا جاتا ہے اُسی قدر اُس کی عظمت کا تصور اور اُس کی توحید کا یقین زیادہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہی تصور و یقین اصل ہے دین کی اور بہترین و مستحکم ایمان ہے۔ خدائے تعالےٰ نے بھی عقلمندوں کو چشم اعتبار کھولنے اور کائنات میں غور کرنے کا حکم دیا۔ اور آنحضرتؐ نے بھی اس آیۂ قرآنی میں خوض کرنا واجب ٹھہرایا۔ اور آیت میں فکر و تامل کرنا یہی ہے کہ جو حوادث آیت میں مذکور ہوئے۔ یا جو اُن کے مماثل ہیں اُن پر یکساں و عاقلانہ غائر نظر ڈالی جائے۔ تاکہ ایک طرف حقایق علم معلوم ہوں اور آدمی اُس کمال کو پہونچے جس کی استعداد اپنے ساتھ لایا ہے۔ اور دوسری طرف خدا کے وجود اور اُس کی حکمت و قدرت کا معترف ہو جائے۔ عقیدہ قدرت و حکمت مستحکم ہو۔ اور توحید کا یقین راسخ ہو جائے ✦

مطلب یہ کہ کائنات کا تحقیقی علم حاصل کرنا ہر انسان پر فطرۃً واجب ہے جیسا کہ انسانی فطرت اس وجوب کو خود محسوس کرتی ہے اور اسلام تاکیداً اسکا حکم دیتا ہے۔ پھر اسلام کو علم و حکمت کا منافی کہنا اور تمدن کا دشمن بتانا جب کہ تمدن علم و حکمت ہی کا نتیجہ ہے۔ اسلام پر یورپ کا بہتان نہیں تو اور کیا ہے ہاں جب مسلمان کتاب و سنت سے باخبر تھے۔ اور ان پر عمل کرتے تھے۔ تو علم و حکمت کی جستجو اور حقایق کائنات کی تحقیق اُن کا شیوہ تھا الحکمۃ ضالۃ المومن اسی لیے علم و حکمت میں اُن کا پلہ دُنیا پر بھاری تھا۔ اسلاف کی تالیفات و تصنیفات ہمارے اس دعوے کا زندہ ثبوت ہیں۔ لیکن جب سے مسلمان کتاب و سنت سے بے خبر ہوئے اور بے معنی ہستا صدتا اُن کا ورد ٹھہرا۔ اور خود تحقیق کرنے کے بجائے غیروں کے محقق و نامحقق اقوال و آراء کو وحی آسمانی سمجھنے لگے۔ نہ صرف علم و حکمت سے اُن کو الوداع کہا۔ بلکہ اُن کا شوق بھی ناپید ہو گیا ✦

[ماخوذ از تفسیر القرآن]

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ موجود ہے

السیرۃ المحمدیۃ والخصائص النبویۃ

استماع اذی پر صبر و تقویٰ

لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذیً کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور (پ ۴ سورۂ آل عمران ع ۱۹)

جن لوگوں کو تم سے پہلے آسمانی کتاب دی جا چکی ہے یعنی یہود و نصاریٰ سے اور مشرکین سے تم بہت سی ایذا کی باتیں ضرور سنو گے اور اگر صبر کیے رہو اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے نہ جانے دو تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

روایت میں ذکر ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنی حارث بن خزرج کے محلہ میں رہتے تھے بیمار ہو گئے۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے آپ ایک گدھے پر سوار تھے جس پر فدک کی بنی ہوئی چادر پڑی تھی اور اسامہ بن زید آپ کے ردیف تھے یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ راستہ میں آپ ایک مجلس پر سے گذرے جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول (مشہور و معروف) منافق بیٹھا تھا اور اس وقت تک عبداللہ بن ابی ظاہرًا بھی مسلمان نہیں ہوا تھا اس مجلس میں مشرک۔ بت پرست۔ یہودی ہر مذہب و ملت کے لوگ بیٹھے تھے عبداللہ بن رواحہ صحابی بھی وہاں موجود تھے جب حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سواری قریب پہنچی اور گدھے کے پاؤں کی گرد مجلس والوں پر پڑنے لگی تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھانک لی۔ اور کہنے لگا ہم پر گرد مت اڑاؤ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجلس کو سلام کیا اور ٹھیر گئے پھر آپ گدھے سے اترے اہل مجلس کو قرآن کریم پڑھ کر سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا بھلے آدمی! تیرا کلام تو بہت اچھا ہے اور اگر سچ ہے تو اور بھی اچھا ہے لیکن جو کچھ تو کہتا ہے ہم تجھے یہ تو مناسب نہیں کہ ہم کو ہماری مجلس میں ستائے۔ جا اپنے ٹھکانے چلا جا۔ اور جو شخص تیرے پاس آئے اسکو یہ قصے سنا۔ عبداللہ بن رواحہ جو پکے مسلمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار تھے کہنے لگے نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری ہر ایک مجلس میں تشریف لایا کریں۔ ہم اس امر کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اس گفتگو پر مسلمانوں یہودیوں اور مشرکوں میں گالی گلوچ شروع ہو گئی قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکو دھیما کر رہے تھے اور سمجھا رہے تھے کہ لڑنا اچھا نہیں جب لوگ ساکت و خاموش ہوئے تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلے اور سعد بن عبادہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا تم نے ابو حباب (یعنی عبداللہ بن ابی) کی گفتگو نہیں سنی۔ اس نے مجھ سے ایسی ایسی سخت باتیں کی ہیں۔ سعد بن عبادہ نے عرض کی یا رسول اللہ جانے دیجیے درگذر فرمائیے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس پروردگار کی قسم کہ جس نے آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے کہ جو کتاب آپ پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے نازل فرمائی ہے بلاشبہ سچا کلام ہے۔ اس بستی والوں نے یعنی اہل مدینہ نے آپ کے قدوم میمنت لزوم سے پیشتر مصمم بالجزم کر لیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو سرداری کا تاج پہنائیں۔ اس کی دستار بندی کر کے اس کی ریاست و امارت کا اعتراف و اعلان کریں۔ مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا بلکہ اللہ کو تو یہ منظور تھا کہ آپ کو اپنا سچا کلام دے کر سردار بنائے۔ اب وہ آتش حسد سے جل کر کباب ہو رہا ہے۔ اسی بغض و حسد کی وجہ سے اس نے کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے ہیں حضرت سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے سعد سے یہ بات سنکر عبداللہ بن ابی کا قصور معاف فرمایا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب برابر مشرکین اور اہل کتاب کی سخت کلامی سے درگذر اور ان کی ایذا دہی پر صبر کرتے رہے جیسا کہ آیہ مجیدہ مرقومہ بالا میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ یہود بے بہبود اور منافقین ماردین حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے اعراض و اغماض اور عفو و صفح سے متنبہ نہ ہوئے اور نہ ہی اپنی شرارتوں سے باز آئے۔ جب کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو بجائے السلام علیک کے السام علیک کہتے۔ یاد رہے کہ سلام دعا ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں اور سام بد دعا ہے اور اس کے معنی موت کے ہیں۔ گویا مخالفین و معاندین اسلام حضرت خیر الانام علیہ السلام کو سلام دعا کہنے کی جگہ بد دعا دیتے کہ تم مرو۔ قرآن کریم میں اسی واقعہ کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ واذا جاءوک حیوک بما لم یحیک بہ اللہ (پ ۲۸ س المجادلہ ع ۲) ترجمہ اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو زبان دبا کر ایسے لفظوں سے تجھے سلام کرتے ہیں جن لفظوں سے خدا نے تجھ پر سلام نہیں بھیجا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی صبر و تقویٰ سے کام لیا۔ چنانچہ جب ایک یہودی نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اسی طرح سے سلام کیا یعنی بجائے السلام علیک کے السام علیک کہا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی اہل کتاب میں سے تم کو سلام کرے تو جواب میں صرف علیک کہہ دیا کرو یا علیک و انت۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک یہودی کے ان الفاظ میں سلام کہنے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے حد طیش آیا اور اسکو کوسنے لگیں تو آپ نے ممانعت فرمائی اور کہا کہ میں نے بھی تو اسکو صرف علیک کہا ہے۔

جب حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعظ و نصیحت فرماتے اور مسلمان کوئی بات نہ سمجھتے تو

تثبیت عرض کرتے راعنا جیسے معنے ہیں ہم جنہیں کیجیے ہماری خاطر سے مکث فرمایئے۔ یہود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے وہ بھی راعنا کہنے لگے۔ لیکن یاد رہے کہ راعنا ذومعنیین لفظ ہے اور اس کے ایک معنی تو وہ ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور دوسرے معنی عبرانی میں گالی ہے اور اسکے معنی احمق رعونت والے کے ہیں۔ اور اگر عین کو ذرا کھینچ کر پڑھیں تو اسکے معنی ہو جاتے ہیں اے ہمارے گڈریے یا چرواہے! یہود اور ہر قسم کے معاندوں کے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرف سے ہر قسم کی مصالحتوں کے محفوظ رکھے جانے کے ایک طرف تو اسلام کی مخالفت میں خفیہ منصوبہ بازیاں کرتے تھے اور دوسری طرف معمولی بول چال میں بھی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے اور ذومعنیین الفاظ استعمال کرتے تھے اور سیدھے الفاظ کو توڑ مروڑ کر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے کلمات بولتے تھے چونکہ یہ طریق متانت کے خلاف ہے اور نیز اس قسم کے الفاظ کے استعمال سے جن کا ایک محل بے ادبی اور گستاخی کا ہو فساد کا اندیشہ ہوتا ہے اسی بنا پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیروان اسلام کو اس طرح کے کلام سے ممانعت فرمائی چنانچہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ
(مسلمانو! پیغمبر کے ساتھ راعنا کہہ کر خطاب نہ کیا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور دھیان لگا کر سنتے رہا کرو اور منکروں کے لیے عذاب دردناک ہے
(پ ۱ س البقرہ۔ ع ۱۳)

منافقین مرتدین اور مخالفین و معاندین کی عیب جوئی و بدگوئی پر جب کوئی انکو منع کرتا اور کہتا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی طرح آپکو اس معاملہ کی خبر ہو جائے تو وہ کہتے کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ یہ شخص تو کان کا کچا ہے۔ ہم جا کر کہدیں گے کہ کسی نے آپکو جھوٹ موٹ ایسا کہہ دیا ہے تو وہ ہماری مان لے گا۔ الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخالفین و منافقین کی طعن و تشنیع کی باتیں سن کر بیان تک نہ کرتے اور فرماتے تھے کہ انھوں نے دلی نفاق کی راہ سے آپ کا نام کان رکھ چھوڑا تھا۔ اور اس سے ان کفار ناہنجار کا یہ مطلب تھا کہ جب کوئی مسلمان ان منافقوں کی کچھ باتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا ہے تو وہ انکو سچ جان لیتے ہیں اور جب منافقین آپکے سامنے حاضر ہو کر قسمیں کھاتے ہیں اور اسکے برخلاف بیان کرتے ہیں تو ان کا کہنا بھی مان لیتے ہیں یعنی منافقین اپنے زعم میں یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سچ جھوٹ کی کچھ تمیز نہیں ہے بس جو کچھ کوئی کہتا ہے اپنا ہو یا بیگانہ اسی کو مان لیتے ہیں حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ آپ سچے اور جھوٹے کو خوب پہچانتے تھے۔ مگر منافقین کی طرف سے جو تغافل فرماتے تھے یہ محض ان کی پردہ پوشی کے خیال سے تھا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے :-

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
(اور ان منافقوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان کا کچا ہے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ کان کا کچا ہے تو اس کا کان کا کچا ہونا تمہاری بہتری کا تو ہے وہ اللہ کا یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا بھی یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے ایماندار ہیں ان کے لیے تو سراسر رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں انکو قیامت کے دن عذاب دردناک ہونا ہے)
(پ ۱۰ س التوبہ ع ۱۳/۸)

غرضکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مخالفین و معاندین اسلام کے کلمات ناشایستہ سنکر درگذر فرماتے تھے اور صبر و تقویٰ سے کام لیتے تھے مبلغین اسلام کا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوں۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ مگر نہایت رنج و افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مقتداؤں اور رہنماؤں کو اپنوں ہی کی بات نہیں بھاتی اور وہ آپس میں ہی نزاع میں رہتے ہیں اور تکفیر و تفسیق کے آلات و ادوات سے مسلح ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ **نورالدین**

خلق محمدی صلے اللہ علیہ وسلم

زہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ یارب اجوع یومًا واشبع یومًا فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک۔ الٰہی ایک دن بھوکا رہوں ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں۔ تجھ سے مانگا کروں۔ اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔

صدیقہ کہتی ہیں ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضرت کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرتؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن بعوض غلہ رکھی ہوئی تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں تھے۔ عائشہ صدیقہؓ نے اس وقت پڑوس سے مانگ کر چراغ کے لیے تیل منگوایا تھا۔

دعا فرمایا کرتے۔ الٰہی آل محمد کو صرف اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں۔ لاچاری کچھ نہ تھی۔ اور اس زہد سے مقصود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ نہ تھا کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی شک پیدا کریں۔ اسی خیال سے صرف ایک بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا اسکی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہئے۔

صدق و امانت ایک روز ابوجہل نے کہا محمد میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھیرتا۔

شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا۔ اور حضورؐ نے پیارے بھائی علیؓ کو اسلیے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر سکے ؟ تا + (ماخوذ از رحمۃ للعالمین)

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی بیشک اُسے بڑی دولت پائی

حکمت و موعظت

رضا و تسلیم

تصوف کا بہترین سبق تعلیم مسئلہ رضا و تسلیم یعنی یہ سمجھانا ہے کہ خدا کی رضا جس امر میں ہے اسپر بندوں کا سر تسلیم خم رہنا چاہیئے کیونکہ خدا جو کچھ کرتا ہے شان عدل سے کرتا ہے بندوں کے حق میں غیر منصف نہیں ہے اپنے تمام بندوں کو وہ ایک نظر سے دیکھتا ہے وہ سب کا خالق ہے اور سب کا پروردگار ہے۔ ماں باپ کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر وہ سب کے ساتھ یکساں محبت رکھتا ہے۔ خدا جو کچھ ہمارے ساتھ کرتا ہے، اسپر ہم راضی ہیں اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدا بندوں کے ساتھ برائی کرتا ہی نہیں۔ اور اگر ہم یہ خیال کریں کہ بعض بندوں کو خود تکلیف پہونچاتا ہے اور بعض کو راحت دیتا ہے۔ نیک بندے مصیبتیں جھیلتے ہیں اور چین نہیں کرتے۔ تو ایسا سمجھنا خدا کے عدل پر بٹہ لگاتا ہے۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا عادل ہے اور تمام بندوں کے ساتھ وہ یکساں برتاؤ رکھتا ہے یہ عقیدہ محض زبان سے کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ دل سے یقین کرنا اسمیں شرط ہے۔ لیکن کوئی امر جب تک سمجھ میں نہ آئے دل سے اسکا یقین نہیں ہو سکتا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ جو اپنی تکالیف کا گلہ کرتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی خدا کو منصف بھی کہتے ہیں۔ خدا نے جو کچھ کیا وہ مقتضائے انصاف تھا تو پھر گلہ کس بات کا ہے؟ ہم اس تحریر سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تمام بندوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے اور یہ بندوں کی سمجھ کا قصور ہے کہ وہ خدا کو ایک پر مہربان اور دوسرے پر نامہربان بے وجہ فرض کر لیتے ہیں۔ اس غلط فہمی میں ایک عالم مبتلا ہے اور اسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہندوؤں نے مسئلہ تناسخ قائم کر رکھا ہے اور اس مسئلہ کے ذریعہ وہ غیر عادل ہونے کا الزام خدا پر سے یوں اٹھاتے ہیں کہ موجودہ جنم میں اگر کوئی راحت ہے تو وہ راحت اسلئے ہے کہ گذشتہ جنم میں وہ خوب مزے کر چکا ہے لیکن شرع محمدی ان خیالات کی تائید نہیں کرتی مسلمانوں کے نزدیک موجودہ جنم کے قبل کوئی جنم نہیں تھا اور موجودہ حالت میں تمام انسان کے لیے رنج و راحت کی گھڑیاں برابر ہیں۔

دل کی خوشی کا نام راحت ہے۔ دل کی خوشی کے اسباب اور حالات مختلف ہیں خدا نے جہاں دلوں میں یہ کیفیت پیدا کی ہے کہ خلاف مزاج باتوں سے وہ دکھتا ہے وہاں یہ بھی خاصہ دل میں اس نے رکھا ہے کہ بہت جلد ہر مصیبت کا یہ خوگر ہو جاتا ہے۔ آنکھ والے اندھوں کو دیکھ کر نہایت افسوس کرتے ہیں لیکن مادر زاد اندھوں کو اپنے عدم بصارت پر کبھی افسوس نہیں آتا اور گرفتاروں کو اپنی آنکھوں کے زائل ہونے پر صرف ابتدا میں چند دنوں یا چند ہفتوں تک افسوس رہتا ہے۔ اسی طرح کوڑھیوں کو اپنی حالت پر صرف ابتدا میں چند دنوں تک رنج رہتا ہے اور پھر زائل ہو جاتا ہے۔ تپ دق کے مریض نہایت آرام سے مرتے ہیں بخار کی تکلیف صرف شروع میں محسوس ہوتی ہے اور پھر طبیعت کے خوگر ہونے پر زائل ہو جاتی ہے۔ پھانسی پانے والوں پر لوگ افسوس کرتے ہیں لیکن پھانسی پانے والے کی اذیت فی الواقع اسی روز ختم ہو جاتی ہے جب اُسے حکم سزا سنا دیا جاتا ہے۔ مرنا ہر ایک کو ہے لیکن مرنے کی تکلیف سب میں مساوی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہیضہ اور طاعون نہایت تکلیف دہ بیماری ہے لیکن غور کیجئے تو ضیق النفس کا عارضہ طاعون اور ہیضہ سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے ضیق النفس کا عارضہ بھی دیکھنے والوں کے نزدیک جتنا سخت معلوم ہوتا ہے مبتلا پر وہ اتنا سخت نہیں ہوتا طبیعت خوگر ہوتی تو مرض آسان ہو جاتا ہے۔ دانت کا درد یا آنکھ کا درد بظاہر کچھ نہیں ہے اسکا دورہ ہوتا رہتا ہے مگر مبتلائے مرض سے پوچھئے تو وہ بھی کبھی کہتا ہے کہ "آنکھ پھوٹ جائے تو اچھا ہو کہ دورہ قطع ہو" اسی خیال سے "آنکھ پھوٹی پیر گئی" زبان زد خلائق ہے۔

بیماریوں کے متعلق تو نہایت آسانی سے سمجھا دیا گیا ہے کہ بیماریوں کی تکلیف ہر فرد بشر پر یکساں ہے۔ اسکے بعد کھانے پینے کا درجہ ہے یعنی اگر حالت صحت ہو تو کھانے کا مزہ سب پر بالا ہے۔ جس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے ع

برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر

انسان صرف اتنا ہی کھاتا ہے جتنی کہ اس کے معدہ میں گنجائش ہوتی ہے۔ پیٹ بھر کر کھانا خدا ہر شخص کو پہونچاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بہت سے آدمی بھوکوں مر جاتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ بھوک سے مرنے والوں کی تعداد ان لوگوں کی تعداد سے ہرگز کم نہیں ہے جو زیادہ کھانے کی وجہ سے مرض ہلاک یا بتدریج امراض مختلف میں مبتلا ہو کر مرتے ہیں اب رہی بحث غذائے لطیف کی۔ اسکی نسبت اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جو کی روٹی اور ساگ جس مزا سے مفلس مزدور پاتے ہیں وہ ہرگز امرا کو اپنے خوان نعمت میں نصیب نہیں ہوتا۔ ایک صورت سمجھنے کی یہ بھی ہے کہ لوگ جسے غذائے لطیف سمجھتے ہیں وہ فی الواقع غذائے کثیف ہے کیونکہ خون صالح اس سے پیدا نہیں ہوتا اور اسی لیے شرع محمدی میں غذائے سادہ کھانے کی تاکید ہے۔ غذائے سادہ کی وجہ سے غربا کی صحت بہ نسبت امرا کے اچھی رہتی ہے کیونکہ

۹۶۰۳

بمصلحت ان کے جسم میں پیدا ہوتا ہے۔ جو خون غذا ہی سے پیدا ہوتا ہے اگر غذا اچھی اور بہتر ہوتی تو بہتر خون بنتا۔ لیکن اغنیا کے گھر میں علاوہ عمدہ میوہ جات ملذوذات اغذیہ کا ڈھیر لگا رہتا ہے۔ لیکن کھانے کو ان کا جی نہیں چاہتا۔ ان کے خدام کھانے کی طمع میں حسرت سے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں اور آقا اپنے خدام کی کثرت اشتہا پر رشک کی نگاہ ڈالتا ہے جب ان میں سے ہر ایک مرض کی حالت پر شکر کر رہا ہے تو پھر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خدا نے مخدوم کو خادم سے بہتر حالت میں رکھا ہے۔

ایک کے پاس اشرفیوں سے خزانہ بھرا ہوا ہے لیکن خزانہ کی کنجیوں کی حفاظت کرنے کے سوا اور کوئی خواہش یا تمنا اس کے دل میں نہیں ہے۔ اور دوسرے کے پاس گو کوڑی کفن کو نہیں ہے لیکن اس کے دل میں تمام دنیا کی چیزوں کی خواہش موجود ہے۔ جب نعمت دنیا سے دونوں محروم ہیں ایک دولتمند اور دوسرا اپنے زر سے محروم کر تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خدا نے دونوں کو یکساں حالت میں نہیں رکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مالدار بے فکری میں مست ہے اور مفلس تمام خواہشوں کے پیچھے پریشان ہے دونوں کی حالتیں یکساں کیونکر ہوئیں؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ زردار اپنے زر کی حفاظت میں اس سے زیادہ پریشان ہے جتنا کہ مفلس اپنے بے زری کے غم میں تھا۔ یہ مزدور دن بھر کا تھکا ہوا ہاتھ پر سر رکھ کر فرش زمین پر یا بوریے کے بستر پر ایسے لطف سے سوتا ہے جو نازنین وقت کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ تمول کے ساتھ عادت اور عداوت کے ساتھ صحت بھی نہیں باقی ہے۔ اول اول پیٹ بھر جانے کی بعد زمین پر سو رہنے سے انسان کو عار نہیں ہوتا۔ لیکن جب ذرا تمول آتا ہے تو تخت کی تلاش ہوتی ہے۔ اور چند دنوں کے بعد چارپائی پر ملائم گدے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور آرام طلبی یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ گدے کی روئی کے اندر کوئی دانا رہ گیا تو خلش سے نیند نہیں آتی۔ یہ سب ٹھیک ہوا تو دوسرا مرض یہ پیدا ہوا کہ تفکرات دنیا اور خرابی صحت جسمانی سے پلک سے پلک نہیں لگتی۔ عیش و نشاط کے تمام سامان کے ساتھ بھی اختر شماری رات بھر رہتی ہے۔ اور بستر عیش بستر مرگ سے بدتر رہتا ہے۔ گھر گویا جہنم کا ٹکڑا ہو جاتا ہے کہ بستر عیش پر کسی پہلو سے چین نہیں ملتا اور ادھر پانچ روپیہ کا بیدار کا پنکھا قلی پنکھے سے جھیلی پاتا نہیں کہ خواب راحت میں سیدھا جنت کو چلا جاتا ہے اور وہ بہتر تک ایک ہی کروٹ سو کر جب آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے تو آقا کو کروٹیں بدلتے ہوئے دیکھ کر آقا کے بستر راحت پر حقارت کی نظر ڈالتا ہے۔

عبد الملک ابن مروان دنیا کے بڑے بادشاہوں میں ہوا ہے اور میرا خیال تو یہ ہے کہ سوائے اسکے بیٹے ولید کے اور کوئی بادشاہ اس سے بڑا بلحاظ رقبہ اراضی مفتوحہ بلحاظ مردم شماری رعایا بلحاظ سطوت و حکومت اور بلحاظ حکومت باامن نہیں ہوا ہے۔ تاریخ پڑھنے والوں کو یہ خیال گذرے گا کہ جتنا ہی بڑا یہ بادشاہ تھا۔ اتنا ہی خدا کا کرم اسپر زیادہ تر تھا لیکن خود عبد الملک نے اسے جو سمجھا وہ خود اسکے اس مقولہ سے جو نزع روح سے قبل اسکے منہ سے نکلا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے۔ مرض الموت کی آخری حالت میں وہ اپنے محل کے بالائی کمرہ میں مخملی گدے پر پڑا ہوا کروٹیں لے رہا تھا۔ اور تمام ملکوں کے قائم مقام اسکے در دولت پر حاضر تھے۔ اطبائے حاذق دوائیوں کی شیشی ہاتھ میں لیے ہچکی وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ اور خدام مستعد کروٹیں بدلنے میں مدد دینے کو اشارہ کے منتظر دست بستہ کھڑے تھے۔ اسی حالت میں دفعۃً دریچہ محل سے بادشاہ کی نظر ایک دھوبی پر پڑی جو محل کے نیچے خندق میں کپڑے دھو رہا تھا اور حرارت آفتاب سے اس کے جسم کی کھال گویا مرجھا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بے اختیار بادشاہ کے منہ سے نکلا کہ "یہ دھوبی مجھ سے کہیں اچھی حالت میں ہے"۔

سامان عیش و تنعم کے علاوہ ملکیت بھی ایک شے ہے جو اکثر انسان کو مرغوب ہوتی ہے۔ یہ ملکیت ایک خیالی چیز ہے۔ توسیع دولت کی طرح توسیع حکومت کا خیال بھی بڑھتا ہی جاتا ہے۔ کسی گاؤں میں کوئی شخص چوکیدار مقرر ہو جاتا ہے تو چند ہفتہ تک باوجود تکلیف شب بیداری وہ اپنے آپ کو غیر معمولی عزت و شان میں سمجھتا ہے لیکن پھر عہدہ کانسٹبلی کی فکر میں عہدہ چوکیداری اسپر وبال جان ہو جاتا ہے کوئی شخص بھی اپنی موجودہ وسعت ملکیت سے سیر نہیں ہوتا مرتے دم تک بہر ایک وسعت اختیارات کے تدبیر اور تفکرات میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے اور بالآخر نزع روح کے وقت سمجھتا ہے کہ ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ یہ حالت ملازموں تک محدود نہیں ہوتی۔ شاہ یا شہنشاہ جو کسی کا ملازم نہیں ہوتا۔ وہ بھی اپنی ہوا و ہوس کا ملازم ہوتا ہے ہمیشہ اسے خیال رہتا ہے کہ اسکے حدود پادشاہی کی وسعت ذرا اور بڑھ جائے تو اچھا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسے یوں ادا کیا ہے ؎

ہفت اقلیم ار بگیرد پادشاہ — ہمچنان در بند اقلیم دگر

نفس انسانی کبھی غنی نہیں ہوتا اور اس طرح خوشی سے جو قناعت کے ساتھ ساتھ رہتی ہے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور پھر ملک الموت اسے دنیا کی فرضی نعمتوں سے اس طرح اٹھا لیتا ہے جس طرح دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دی جائے۔ مرنے والا کوئی شے بجز اپنے اعمال کے ساتھ نہیں لیجاتا ؎

سکندر جب چلا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے

اسوقت موجودہ زمانہ ہر سمجھدار کیلیے باعث عبرت ہے شہنشاہ جرمنی کو حکومت اور دولت کی کیا کمی تھی؟ تمام عیش کے سامان غیروں کے خیال کے مطابق اسکے پاس موجود تھے لیکن جنگ چھڑ جانے سے معلوم ہوا کہ ایک مدت سے ہوس ملک گیری کی آگ اس کا دل جلا رہی تھی۔ اور اس نے تمام اخلاقی خوبیوں کو پس پشت پھینک کر انسانوں کے قربانیوں اور ملک کی بربادیوں پر کمر باندھی اب سانپ نے گویا چھچھوندر نگل لیا ہے کہ نہ اسے اگلتا اور نہ نگل جاتا۔ قیصر سے لڑائی بن پڑتی ہے اور نہ صلح بن پڑتی ہے۔ میرے خیال میں ملک جرمنی میں اسوقت شہنشاہ جرمنی سے زیادہ تر ناشاد ملکی کے پاس نہ ہوگا۔

یہاں پر یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ خدا کا خاص فضل جو خاص بندوں پر ہوا ہے یا ہوا رہتا ہے اس سے یہاں انکار نہیں کیا جاتا۔ مثلاً خدا نے کسی کو اپنا رسول بنایا یا کسی کو غوث ابدال قطب امام وقت کا درجہ دیا۔ ایک کو اس نے جہاندار کیا اور دوسرے کو سپہ سالار کیا ان خصوصیات کی وجہ سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جنکو خدا نے ایسا نہیں بنایا۔ انپر وہ نامہربان ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ امور انتظامی ہیں۔ دنیا کا انتظام درست رکھنے کیلیے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو درجے عطا کرتا ہے۔

مثال کے طور پر اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق سب سے بڑا درجہ آنحضرت رسول عربی صلعم کو اللہ تعالی نے عطا فرمایا لیکن دنیا میں آنحضرت کو راحت بہت کم نصیب ہوئی آنحضرت کے سوانح عمری پر نظر ڈالیے تو جو تکالیف آنحضرت کو اٹھانا پڑی وہ آنحضرت کے معصوموں میں کسی کو اٹھانا نہ پڑے۔ شروع سے پہلے یتیمی اور بیکسی کے مرحلے۔ نزول وحی کی تکالیف جسمانی و روحانی کفار کے مظالم۔ تکالیف جلاوطنی۔ تکالیف فاقہ کشی۔ اپنے ساتھیوں کی ہمدردی۔ احکام الٰہی کا بار۔

...کے تکلفات بھی ہماری کے ترجمات۔ اُمت کی فکر اور اہم فرائض کے خیالات ...
... یہ خیالات باطنی ان کے علاوہ ہیں سکتی ہے ...
جن کے در پے بس آتی سوال ہے
... سبب ہے کہ دنیا ... ہے۔ اسی کو خوشی کی ساعت کم اور غم کی گھڑیاں زیادہ ہیں لیکن
... ہر ساعت و غم میں ہر انسان کا حصہ برابر ہے خدا کا فعل حکمت سے خالی نہیں
... حکیم مطلق ہے۔ دنیا کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا نے کس مصلحت سے کام کیا لیکن اتنا

عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہیے کہ خدا جو کچھ کرتا ہے مصلحت سے کرتا ہے یہ امر قرآن میں بھی بتایا
تعلیم کیا گیا ہے حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی اسی غرض سے قرآن مجید میں آیا
ہے سورۂ کہف کا نواں اور دسواں رکوع دیکھیے اور کیسا ہی خلاف مزاج امر سامنے آئے
رنجیدہ نہ ہو جیے۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ اور یاد رکھیے کہ مصائب دنیا سے وہ کو
محفوظ رہے گا کوئی پیسر ہے تو وہ مسند رضا و تسلیم ہے

(ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی)

انسان کیا ہے؟

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ (انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا) (الدہر ع ۲۹ پ)

ایک وقت تھا حضرت انسان کا صفحۂ ہستی پر نام و نشان نہ تھا۔ تعلقات و علائق دنیا سے بے خبر تھے گمنام و بے نشان تھے۔ کہ فرشتوں کو بھی ان کے وجود اور ان کے مراتب و کارناموں کا کچھ علم نہ تھا وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ انسان کیا ہے؟

اسی بنا پر فرشتوں نے کہدیا تھا۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ (بقرہ ع ۴ پ ۱) (کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب مقرر کرتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے گا)

ایک عرصہ تک حضرت انسان اسی گمنامی کی حالت میں رہے۔ اور انکو اپنی ہست و بود کا کچھ بھی علم نہ تھا۔

پھر خالق کون و مکان نے اس خاکی پتلے کو خود اپنے ید قدرت سے بنایا اور روح ڈالدی۔ اور پھر ایک مقدس و برگزیدہ عبادت گزار جماعت کو اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی ہدایت کی۔ اس فرمان سے سرتابی کرنے والے پر خدائے قہار و جبار کا عتاب نازل ہوا۔ نہایت سختی سے حکم عدولی کا سبب دریافت کیا گیا۔

يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ (ص ع ۵ پ ۲۳) (اے ابلیس! جس چیز کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اسکو سجدہ کرنے سے تجھے کون سی چیز مانع ہوئی کیا تونے (ازراہ) تکبر ایسا کیا ہے یا تو واقعی بڑے لوگوں میں سے ہے)

تب پھر حضرت انسان کے شایان شان انکو کھانے پینے کے لیے طرح طرح کے سامان لذیذ رہنے سہنے کے لیے نہایت عالی شان محل تفریح و سیر کرنے کے لیے پر فضا سرسبز باغات و نہریں عطا ہوئیں۔ مگر پھر ابلیس لعین اور رانڈہ درگاہ ایزدی کے مقصود نے حسد کے مارے یہ تمام انعامات و اکرامات اور آسایش و آرام کے سامان حضرت انسان سے چھڑوائے اور حضرت انسان سے ایک نہایت گہری یہ چال چلی۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰي شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ (طٰہٰ ع ۷ پ ۱۶) (تو اسے شیطان نے کہا کہ اے آدم میں تمہیں ہمیشگی کا درخت بتادوں؟ اور ایسی سلطنت جو کبھی پرانی نہ ہو)

حضرت انسان اس چال بازی گہری سازش کو دیکھ کر اپنے دین و ایمان کے دشمن کے بہکانے میں آکر خالق و ملک کی نظروں سے گر گئے۔ اور اب انکو جنت کے باغات سے نکلکر

دار المحن

دنیا میں بسنا پڑا۔ اور اسطرح بنی نوع انسان کی زندگی کا دنیاوی دور شروع ہوا۔ اور اسیطرح انسان نے حضرت آدم اور بی بی حوا کے ذریعہ سے حضرت انسان کی دنیاوی ہستی کا سامان مہیا کیا۔ بطفیل آپ سے ان کی بنا ڈالی گئی۔

کچھ عرصہ شکم مادر میں رہکر زندگی کا چارج تو کیا اور پھر روتے پیٹتے چیختے چلاتے شور مچاتے صفحۂ ہستی پر آموجود ہوئے۔

بس حقیقت انسانی یہ ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۤ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (مومنون ع ۱ پ ۱۸)

(اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا ہے پھر ہم ہی نے اسکو ایک محفوظ جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا اور پھر ہم ہی نے لوتھڑے کا مضغہ بنایا پھر ہم ہی نے مضغے کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا پھر ہم ہی نے گویا بالکل اسکو دوسری مخلوق بنادیا پس خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو سب بنانے والوں میں بہتر بنانے والا ہے)

دنیا کی ہوا لگتے ہی حضرت انسان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور خدا نے جو عطیات مرحمت فرمائے تھے یعنی دیکھنے کے لیے آنکھیں سننے کے لیے کان۔ کھانے پینے کے لیے منہ۔ بولنے کے لیے زبان۔ سونگھنے کے لیے ناک۔ چلنے پھرنے کو پاؤں وغیرہ وغیرہ ان سے ہر طرح کے فوائد و منافع حاصل کرنے لگے۔ تو ان انعامات کو پاکر حضرت انسان جامہ میں پھولے نہ سما سکے۔ اپنے محسن و خالق کی شکر گزاری کی بجائے انہیں یہ گھمنڈ ہوا۔ کہ ہم اشرف المخلوقات ہیں اور یہ تمام انعامات اور سب نعمتیں کی قوتیں ہم نے خود اپنے زور بازو اور قوت علم و عمل سے اپنے اندر پیدا کی ہیں۔

مشاہدہ شاہد ہے کہ ہم نہایت نحیف و ضعیف عاجز و ناتواں پیدا ہوئے تھے اگر ہم اول صحت کی پابندی نہ کرتے۔ حفاظت جسم کی خاطر ورزش نہ کرتے۔ غذا کے کھانے میں بے اعتدالی برتتے تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔

باقی آنکھ۔ کان۔ ناک اور دیگر اعضا نیز انسانی طریقے پر ہمارا پیدا ہونا ایک فطری چیز بات ہے

بحمد اللہ فرقۂ طائفہ سے ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے۔ اور ہمیشہ یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا نعوذ باللہ من الشیطان خدا کو دخل دینے کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ یہ زعم فاسد کی بنا پر

عقیدۂ باطل

رکھنے والے حضرت انسان نے خوب دل کھول کر قانونِ الٰہی کی ، خلاف کی خلاف ورزی کی اور اپنے نفس کو ہلاکت میں مبتلا کیا۔

چنانچہ وہ دل و دماغ جو قانون قدرت کی منشا کے مطابق ذکر و شغل اور معارف طیبہ سے معمور ہونا چاہیئے تھا۔ وہ ہوا و ہوس اور خیالات فاسدہ کا مخزن بنا ہوا ہے۔ اور وہ آنکھیں جو قدرت الٰہی کی صناعیوں اور خدا کی حکمتوں نیز فرمانِ الٰہی کو بنظر تعمق دیکھنے برے بھلے میں تمیز کرنیکے لیے عطا کی گئی تھیں۔ وہ طرح طرح کے رنج رنگی کھیل کود اور تماشوں کے دیکھنے اور منہیات شرعیہ کے نظارہ میں مصروف ہیں۔

وہ زبان جو حق کہنے اور مافی الضمیر کو صاف ادا کرنے کے لیے اور دردمندوں کی تسلی و تشفی کے لیے عطا کی گئی تھی۔ وہ آج بیجا خوشامد اور اپنے عزیزوں اور بھائیوں کی دل آزاری کے لیے تیر و پیکان سے بھی کہیں زیادہ ہے ۔ جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامٌ (وہ زخم جو ہتھیاروں کے کیوں کی مدد کر سکتے تھے ، معصیت زدوں پر ستم ڈھانے کا آلہ بنے ہوئے ہیں ۔

زدرت از پیش سے سود با ما ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ با خداوند غیب دان تر دو

الغرض

حضرت انسان کی اس قسم کی زیادتیاں تو اپنے نفس اور اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں ۔ مگر بعض افراد انسانی جیسا کہ مذکور بھی ہو چکا ہے ۔ اپنے خالق اکبر کی جناب میں بھی گستاخی کرنے سے نہیں چوکتے (نعوذ باللہ) کبھی تو خدا کو معطل فرض دیتے ہیں کبھی خدا کے ساتھ ہمسری کا دعوےٰ کیا جاتا ہے بعضوں نے تو خود کو معبود (جیسا) بھلا یا فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (اور فرعون نے کہہ دیا کہ میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں)

بہت سے انسانوں نے مختلف کرامات اور کرشموں کو اپنی خدائی کا سبب ٹھیرایا اور اپنی معبودیت کا اظہار کیا سجدۂ حق کے مقابلہ میں جنت و دوزخ بنوائی خود (قطرۂ ناپاک) کو سجدہ کیا اور کرایا ایسے گستاخ انسانوں نے ذرا سی دیر کے لیے تدبر و تفکر سے کچھ کام لیا ہوتا تو انکو معلوم ہو جاتا کہ انسان کی ہستی ہی کیا ہے اور حضرت انسان کی بساط ہی کیا ہے ۔ چھوٹا منہ بڑی بات ذرا اپنی اصلیت پر توجہ کرنی چاہیئے تھی معلوم ہو جاتا کہ حضرت انسان نہایت ہی حقیر و ذلیل اجزا سے بنائے گئے ہیں پھر اس ترکیب کے بعد اگر شکم مادر میں مناسب غذا نہ پہنچتی پیدا ہونے کے بعد والدہ کے دل میں اللہ تعالیٰ محبت نہ ڈالتا اور وہ صرف چند گھنٹے بھی دودھ نہ پلاتی ۔ تو پھر کیا حضرت انسان کی ہستی باقی رہ سکتی تھی ۔ اسکے علاوہ ہر قسم کی ارضی و سماوی آفات سے اسوقت تک جبکہ حضرت انسان سن شعور کو بھی نہیں پہونچے تھے ۔ کس نے بچایا تھا ۔ خوبصورتی بدصورتی ۔ امارت و غربت ذکاوت و غباوت یہ سب باتیں کسی اسکول کے سائنس داں کی بنائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ ان تمام باتوں کا بنانے والا صانع حقیقی ہے جو کسی سے مشورہ کرتا ہے نہ مدد کا طلبگار ہے ۔

انسان کو اپنی رعنائی اور دلربائی پر گھمنڈ کرنا جسمانی قوت و طاقت پر فخر کرنا بے سود ہے ۔ کیونکہ انسان سے زیادہ طاقت رکھنے والی خدا کی مخلوق بہائم ہے انسان کی طرح بولنے والے اور خوش الحان پرندے ہیں وہ دل بھی رکھتے ہیں اور دیگر اعضا بھی جیتے بھی ہیں اور چلاتے بھی ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمیت اور انسانیت کسی اور ہی چیز کا نام ہے اور انسان محض چند اخلاقات و عادات کی وجہ سے علوم الٰہیہ اور کنہ باری کی حقیقت تک رسائی نہیں کر سکتا جو نسبت خاک را با عالم پاک ۔ دین ورطۂ کشتی فرو شد ہزار ، کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار ، جو شخص توفیق ایزدی سے اپنی ہستی اپنی اصلیت و حقیقت پر نظر رکھتا ہے وہی کامل انسان ہے اور وہ خدا کو پہچان سکتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اور وہ جان سکتا ہے اور اسکو یقین کامل حاصل ہو سکتا ہے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف وہی قدیر و بصیر ہے اور اسکی کنہ اور اسکی حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی ۔ یہی ذات مقدس لائق عبادت اور قابل ستائش ہو وہ مارتا ہے وہی زندہ کرتا ہے ۔

پھر جب انسان کی نظر اپنی ہستی کی حقیقت کو دیکھ رہی ہے وہ مقدس انسان تمام بنی نوع انسان کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھتا ہے ۔ اور یک جنس اور ہم نوع ہونے کی حیثیت سے تمام انسانوں کو بھائی بھائی خیال کرتا ہے اور لڑائی جھگڑے دنگے فساد کو بہائم کا خاصہ جانتا ہے ؎

ترا کے میسر شود این مقام ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ با دوستانت خلاف ست و جنگ

حضرت انسان !

بیشک خلعت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا سے تم ہی مشرف ہو خلافت و نیابت کی امانت کا سا بوجھ تمہاری ہی گردن پر ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ہم نے ذمہ داری کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں) وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط (السا رع ۹ ۔ پ ۲۲) اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اسکو (بے تامل) اٹھا لیا ۔

پس اس لحاظ سے وہ انوار و برکات اور وہ تجلیات الٰہیہ حضرت انسان ہی کو حاصل ہونی چاہیں کہ جس تفریق و انانیت بالکل اٹھ جائے اور اخوت و اتحاد نیز مساوات کی بنیاد مستحکم ہو جائے پھر انانیت اور تکبر و گھمنڈ کیا ؎ تکبر عزازیل را خوار کرد ، بزندان لعنت گرفتار کرد (؟) تکبر زدانا بود ناپسند ، نمی شاید این جنس از ہوشمند ،

ایک خدا رسیدہ صوفی جس کی نظر انسانی ہستی کی اصلیت و حقیقت پر ہے وہ کبھی متکبر و متفخر نہیں ہو سکتا ایک خدا کا برگزیدہ جسے وصل کی ذرہ برابر لو لگ چکی ہے ۔ کچھ چوٹ کھائے ہوئے ہے ۔ عبادتِ الٰہی کی حلاوت کا مزہ چکھ چکا ہے کبھی کسی کی تحقیر و تذلیل نہیں کر سکتا ؎

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ دل دشمنان ہم نکردند تنگ

وہ بنی نوع انسان کو اپنی طرح کا خدا کا بندہ جانتا ہے اور اس بنا پر وہ کسی سے پرخاش و جھگڑا مول لیتا نہیں پھرتا ؎ چند گوئی یا برادر اے برادر نرم شو ، تا کے آزاری مسلمان ای مسلمان خوف خدا کا برگزیدہ اور پیارا بندہ یقین رکھتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عاجز و بیکس ہوں اسلیے وہ لوگوں کی عیب جوئی و بدگوئی نہیں کرتا ؎ گرت چشم خدا بینی ببخشند ، نہ بینی ہیچ کس عاجزتر از خویش ،

اسکو یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اعلیٰ علیین کا پرندہ (روح) اس خاکی پنجرے سے پرواز کر جائے گا ۔ اسوقت یہ کٹورا سی آنکھیں اسکے انتظار میں پتھرا جائیں گی ۔ یہ پرغرور دماغ کیڑوں مکوڑوں کی غذا اور سیدھا دگوہ) کا مسکن بن جائے گا ؎ خفتگان بیچارہ در خاک لحد ، خفتہ اند کہ سر برون آرند ،

اسوقت اس زبان کی تیزی کام نہ آئے گی ۔ اور یہ قوی و توانا بازو اور یہ ہاتھ پھر کسی مظلوم پر نہ اٹھ سکیں گے ۔ الغرض جسم خاکی اپنی اصل سے مل جائے گا ۔ پھر مٹی کا مٹی پر فخر اور غرور کہاں تک درست و زیبا ہو سکتا ہے ؎

بندگی گوہر کہ او فرزانہ است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ابلہان را این سخن افسانہ ست

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا جوئی کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

(ابو الثواب) محمد عبد التواب

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج ہم تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا

تعلیم الاسلام

تعصب اور اسلام

اب قریب تیرہ سال کا عرصہ ہوا کہ مصر کے نامور عربی رسالہ "المنار" میں "تعصب" پر ایک مضمون چھپا تھا جس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر اصولاً نہایت عمدہ طریقہ سے روشنی ڈالی گئی تھی۔ اگرچہ ہندوستان کے کسی اردو اخبار میں اس مضمون کا اقتباس شائع ہو چکا ہے لیکن چونکہ میرے خیال میں مضمون متذکرہ بالا نہایت مفید و کارآمد مضمون ہے اور اسکے مطالعہ سے بیش قیمت معلومات حاصل ہوتی ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ بلفظہ اسوۂ حسنہ میں شائع کرا دوں تاکہ تعصب کا مفہوم اور اسکے متعلق اسلام کی تعلیم ناظرین کرام کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور میرے پہلے مضمون "تعصب اور اسلام" کو جو کسی گزشتہ نمبر میں شائع ہو چکا ہے مزید تقویت پہونچے۔ خاکسار **محمد عظیم** عفا عنہ

تعصب ایک روح کل ہے۔ اور ہیئت اجتماعیہ قوم اس کا بدن اور افراد قوم کی تمام روحیں اس روح کل کے حواس ہیں۔ جب ان حواس میں سے کسی حاسہ کو کسی اجنبی اور غیر کے ہاتھوں امر ناملایم سے رنج والم کا احساس ہوتا ہے۔ روح کلی اس سے منفعل ہوتی ہے اور طبیعت کلیہ مدافعت کے لیے جوش میں آجاتی ہے۔ اس سے تعصب عام حمیت اور جنسی غیرت کو برانگیختہ کرنے والا ہوتا ہے اور یہی حمیت اور غیرت افراد قوم کو خیانت اور افعال قبیح کے ارتکاب سے جن سے قوم کو نقصان پہونچے اور برا انجام پیش آئے روکتی اور انکی طبیعتوں کو بلند کرتی ہے اور جس قدر کہ افراد قوم میں اس قسم کا تعصب و اتحاد زیادہ ہوتا ہے اسی قدر قوم میں استغنائے طبع اور سیرۃ فضیلت کا مرتبہ زیادہ اونچا ہوتا ہے۔ اور قوم کا ہر فرد بدن صحیح کا عضو سلیم بن جاتا ہے اور جو کام اس کا ہوتا ہے اُسے اچھی طرح ادا کرتا ہے جیسے کہ بدن میں سر بلند ہو کر اپنے آپ کو پاؤں سے مستغنی اور برتر خیال نہیں کرتا۔ اور پاؤں باوجود زمین پر رگڑتے رہنے کے اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہیں کرتے۔ بلکہ حفظ بدن کے لیے خوشی خوشی اپنے فرائض ادا کرتے ہیں اور ترفع و تذلل کے خطرہ بد کو پاس تک نہیں آنے دیتے۔

جب ضعیف تعصب کے باعث قوم کی قوت ربط کمزور پڑ جاتی ہے۔ تو اسکے اعصاب بھی ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ رگ و پے بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ قوم کا جسم گھلنے اور گلنے لگتا ہے جیسے کہ اعصاب اور رگ و پے کے سست ہوتے ہوتے ایک دن شخصی بدن فنا ہو جاتا ہے تو اس روح کی بھی تحلیل ہوتی جاتی ہے۔ اور آخرکار روح کلی فنا ہو جاتی ہے۔ اور قوم کی ہیئت اجتماعیہ اعضائے بدن کی طرح ناپید ہو جاتی ہے اگر اس کے کچھ اجزا باقی رہے تو وہ اجزائے میت کی طرح پراگندہ رہتے ہیں اور عام قاعدہ کائنات کے بموجب کسی اور بدن (قوم) کا جزو بن جاتے ہیں۔ یا موت ہی کے قبضہ میں پڑے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوبارہ زندگی کے لیے دوسری روح ان میں ڈالی جاتی ہے۔ اور جب کسی قوم میں عصبیت کمزور ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے سست اور نکمی کر دیتا ہے اور افراد قوم روح کلی کے بیکار ہو جانے کی وجہ سے ایک دوسرے کے حال سے غافل ہو جاتے ہیں اور غفلت رفتہ رفتہ سابقہ روابط و تعلقات کو کاٹتی رہتی ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے سے منہ پھیرتے اور الگ ہوتے جاتے ہیں اسوقت غیروں کو مداخلت کا موقعہ ملتا ہے اور جب تک کہ دوبارہ خدائے پاک قوم کو قوم بنانا نہ چاہے کوئی اس قوم میں بگڑی کو بنانے والا نہیں کھڑا ہوتا۔

ہاں جیسے اور تمام فضائل نفسانی کا وسط درجہ اعتدال اور اس کے دو اطراف افراط و تفریط ہوتے ہیں۔ ویسے ہی تعصب کے بھی تینوں درجے ہیں۔ اعتدال و تفریط (کمی) کی حالت میں تعصب اور اسکے نتائج کی جو کچھ کیفیت ہوتی ہے وہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ تفریط کی طرح افراط کا درجہ بھی مذموم ہے جو ظلم و جور پر قوم کو آمادہ کرتا ہے۔ تعصب میں افراط کرنے والا اپنائیت سے مدافعت کرتا ہے لیکن بجا اور بے جا بھی وہ اپنی عصبیت ہی کو اعزاز و کرامت کا مستحق سمجھتا ہے اور غیر کو نہایت ذلت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسکا کوئی حق نہیں سمجھتا اور اسکے صدمہ پہنچانے کا خیال رکھتا ہے۔ اور یوں جادۂ حد اعتدال سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور تعصب کا نفع نقصان سے بدل جاتا ہے۔ اور قوم کی آبرو جاتی رہتی ہے جبکہ مجد و شرف کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اسلئے کہ عدل ہی ہیئت اجتماعیہ کا مقوم ہے اور وہ اسکی قومی زندگی کا مدار ہے اور جو قوت کہ عدل کے مطیع و منقاد ہو کر نہیں رہتی۔ زوال کا روز سیاہ اُسے دیکھنا پڑتا ہے یہی افراط تعصب کی حد ہے اور ہر عاقل کے نزدیک ناپسندیدہ و نامحمود ہے۔

تعصب کا اطلاق جیسے ہیئت قومی پر ہوتا ہے۔ جو نسبی ارتباط اور ایک جگہ رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح صدق دین و اتحاد مذہب کے لوگوں میں ایک روح کلی پیدا ہوتی ہے

...لت کی نصرت وحمایت پر آمادہ کرتی ہے اسے بھی تعصب ہی کہتے ہیں۔ ...اور نئی تہذیب کے دلدادہ لوگ اسی تعصب کو تباہی وہلاکت کا باعث اور ...تے ہیں۔ اور ایک آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن ایسے لوگوں کی یہ نفرت و کراہت ...د فعل نہیں اس لیے کہ وہ اتحاد و اپنائیت جس سے بکھرے ہوئے جڑ جاتے ہیں ...حاصلہ ان کو دفع نقصان وکسب وکمال کے راہ پر لا ڈالے مگر کیوں ...مختلف الشان نہیں ہوسکتی۔ دین سے قائم ہو یا نسب سے۔ دونوں ربط تعلق ...ند میں سے ہے اور ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے عالم میں ایسے مہتم بالشان ...د آثار ظہور میں آئے جو انسانی دنیا کے لیے باعث ناز و افتخار ہیں۔ اور جیسے ...نہ دار بحالت تعصب دوسرے رشتہ دار کی مدد کرتا ہے اور ضرورت کے وقت ...س سے موافقت پر آمادہ ہے۔ ویسے ہی ایک دیندار اپنے ہم مذہب دیندار کی ...اعانت کرتا ہے اور ذات سے قطع نظر ان دونوں کی موافقت و معاونت میں کوئی ...ق نہیں ہے۔ اسلیے مذہبی تعصب بھی جو اصول عقاید نفسانی کے اتفاق و اتحاد سے ہوتا ہے۔ جب تک کہ اعتدال پر ہے اور اہل مذہب کو غیر قوموں کی ہتک حرمت تفتیش ...ر جور و ستم پر آمادہ نہ کرے تعصب نسبی کی طرح محمود ہے اور فضائل انسانی ...سے بہت بڑی فضیلت ہے اور قومی تعصب سے زیادہ نفع رساں ہی نہیں بلکہ زیادہ ...دس اور برتر ہے۔ جن قوموں میں کہ مذہبی تعصب مستحکم ہوگا۔ اہل مذہب کو اوج سیادت ...ر عزت و مجد و شرافت تک پہنچائے گا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ تمام قوائے پر ...ینی قوت غالب ہو۔ اور قومی خواہشوں پر غالب آجائے۔ یہاں تک کہ قومی خیالات ...و قریب قریب مٹا دے۔ جیسے کہ مذہب اسلام میں عصبیت مذہبی عصبیت نسبی پر غالب آئی۔ اور قومیت کو نسیاً منسیاً کردیا۔ شرف خاص صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیا ہے کہ انہوں نے نسلی اور نسبی رنگت اور جبلت کے سلاسل کو توڑ کر عصبیت مذہبی کو قائم کیا جن کے نزدیک عجم برابر تھے کیا زنگی و شامی۔

ہم نے مذہبی عصبیت کو اسی لیے مقدس ترین رابطہ قرار دیا ہے کہ وہ جیسے اشخاص و افراد پراگندہ کے اختلاف کو مٹا کر ان کے عزم و مقاصد افعال و اعمال کو متحد کرتا ہے اسی طرح وہ ایک قوم کے متعدد قبایل بلکہ اقوام مختلفہ کی منافرت و مفاخرت باہمی کو بھی مٹا دیتا ہے اگرچہ ان کے وطن ان کی زبان ان کی عادت کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو اور صورت و شکل میں بھی کتنا ہی تباین کیوں نہ ہو۔ اور ان سب کے مختلف خیالات و ارادوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے اور یہی مجد و شرافت و ترقی و تمدن اور یادگار کی دیرپا زندگی کی اصل بنیاد ہے۔ یہی بڑا کام مذہبی عصبیت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور تاریخ شاہد حال ہے کہ اس نے اپنا کام پورا کیا۔ اور عقل بھی چاہتی ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اور ہوا ہے۔ یہ عظیم الشان رابطہ قوی سے نہ آج تک ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مگر ان نوں لوگ ہیں کہ مذہبی تعصب کی برائی پر دھوکا کھائے بیٹھے ہیں۔ اور اس غلط خیال میں پڑے ہوئے ہیں کہ حقیقت دین جو باعث دینی کی اعانت اور بتلائیں واحد نجات دہندہ ہے اہل دین کو کمال تمدن کی طرف بڑھنے اور خود علم و معرفت کے حاصل کرنے سے روکتی ہے اور ان کو جہالت کے اندھیرے کنوئیں میں دھکیلتی ہے۔ اور انہیں غیر مذہب والوں پر ظلم و ستم کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے۔ ان لوگوں کی رائے میں استیصال مفاسد اور تکمیل مصالح کی کوئی تدبیر ہے تو صرف یہی کہ عصبیت مذہبی کا نام و نشان نہ رہے اور نفوس بشر جو تقلید کی حکومت سے باہر نکل جائیں۔ اور سب سے زیادہ اس تعصب کے ساتھ مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے اور تمام ضرر مذام تعصبات کے سر تھوپے جاتے ہیں لیکن جھوٹے ہیں یہ یاوہ گو نادان ہیں۔ نہیں جانتے کہ مذہب ہی نفوس انسانی کا پہلا اور کامل تر معلم و استاد ہے جو خوب علوم اور توسیع معارف کی ہدایت کرتا ہے۔ اور رحم مجسم ادیب ہے۔ اور ایسا نازنین مؤدب ہے جو انسانی ارواح کو آداب حسنہ اور اخلاق شریفہ کے زیور سے آراستہ کرتا ہے۔ اور نفوس کو جادۂ عدل و اعتدال پر قائم کرتا ہے۔ اور شفقت و رحم کے احساس کو ابھارتا ہے۔ خصوصاً اسلام جس نے عرب سی خشونت پسند قسی القلب اور وحشی قوم کو لیتے ہی اسے معراج کمال پر پہنچا دیا۔ اور تھوڑی سی مدت میں حکمت و تمدن کے زینہ پر دور تک چڑھا دیا۔ ہاں جیسے عصبیت قومی کو افراط لاحق ہوتی ہے بعض اوقات مذہبی عصبیت بھی افراط کو پہنچ جاتی ہے اور ظلم و جور کا باعث بلکہ بعض اوقات ایک مذہب والوں کو دوسرے مذہب والوں کے مٹانے اور نابود کر دینے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ جیسے کہ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں مغرب نے مشرق پر محض خونریزی اور مخالفین کے مٹانے اور فنا کرنے کے لیے چڑھائی کی۔ نہ کہ فتوحات اور دعوت مذہب کے لیے۔ اور جیسے اسپین والوں نے اندلس کے مسلمانوں کے ساتھ کیا اور جیسے ان دونوں واقعات سے پہلے عیسائیوں نے اپنی بڑھتی ہوئی شوکت کے زمانہ میں یہود کو بیت المقدس میں جمع کرکے جلا دیا تھا۔ لیکن مذہبی عصبیت کی یہ افراط چونکہ اصول مذہب کے خلاف ہے اس لیے زیادہ طول نہیں کھینچتی۔ اور جلدی ہی اہل دین اپنے اصول کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ جو امن و رحم، عدل و انصاف کے قواعد پر مبنی ہیں۔ مسلمانوں میں سے بعض گروہ گزشتہ زمانے میں مذہبی تعصب میں افراط پر پہنچ گئے تھے لیکن اس درجہ تک ان کا تعصب کبھی بھی نہیں پہنچا کہ انہوں نے اپنے خلاف والوں کو بالکل ہلاک کرنے اور زمین کو ان سے خالی کرنے کے لیے مستعد ہوں۔ چنانچہ اسلامی تاریخ میں ایسے واقعات کا کہیں پتہ نشان تک نہیں ہے خصوصاً اس وقت کے بعد سے کہ مسلمانوں نے جزیرۂ عرب سے باہر نکل کر حکمرانی شروع کی۔ (البقیۃ تتلی)

کلامِ حالی

اسراف

اشرف نہ بس اپنے حق میں کانٹے بوئیں　　نعمت خدا کی رائیگاں یوں کھوئیں
گر محفل پہ لوگ ان کے ہنسیں۔ بہتر ہے　　اس سے کہ فضولیوں پہ ان کی روئیں

ردِّ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا خطا ہے ناصواب　　دینا نہیں سائل پہ گر تو نے ثواب
بدتر ہے ہزار بار اس سے جو رحمت　　سائل کے سوال سے ترا تلخ جواب

(شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم مغفور)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

اصلاح الاخلاق و الاعمال

تہذیب النفس | تدبیر منزل | سیاست مدن

باطل پرستی

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کریم نے ملل سابقہ کی روشن مثالوں کو سامنے رکھکر مختلف پیرایوں میں مختلف انداز کے ساتھ بار بار اس ایک ناقابل زوال حقیقت کو سمجھایا ہے کہ "اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" یعنی باطل عیاں ہوگا جس رنگ میں اور جس لباس میں ہوگا "ہمیشہ" بودہ ہونے کے لئے ہے۔ قرآن نے تمام عبرت کیلئے عبرت آموزی کا مرقع حق باطل و جود ادا کرکے ہدایت و رہنمائی کی کہ وہ تمام قصص بھی ادا کر دیئے جنکا عدالت و انصاف و انسان کے نقطۂ خیال سے متقاضی تھا نیز بطور تفہیم تباہی اور اُنکے لیے زاد راہ بتا دیا کہ کیا ہو۔ کتنا ہوا اور کیسا ہو۔ جن پچھلی قوموں اور گذری ہوئی جماعتوں نے اپنے لیے حق کو چھوڑ کر باطل پسند کیا اور اپنی بداعمالیوں کے نشہ میں چور ہو کر صراط مستقیم کو جھٹلانے لگیں۔ اُن کے لئے سزا و جزا کا دروازہ کھول گیا اور جس وقت عرب کے ویرانوں میں خدا کا آخری پیغام نازل ہوا تو خونخوار عربوں کو قرآن نے کیسے کیسے عبرت آموز افسانے سُنائے ہیں:-

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ [توبہ آیت ۷۱]	کیا اُن لوگوں کو اُنکا حال نہیں سنا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی قوم نوح، عاد، ثمود و قوم ابراہیم اور اصحاب مدین اور وہ لوگ جن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں۔ سب کے پاس اللہ کے رسول آئے اور راہ حق کی نشانیاں انہیں دکھائیں۔ سو اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ انھوں نے خود اپنے نفس پر ظلم کیا۔

آج جبکہ مادیت نے حق و باطل کے امتیاز کو تقریباً مٹا دیا ہے۔ آج جب کہ باطل کی ظلمتوں میں نور حق کی ایک کرن بھی نظر آنی مشکل ہے۔ آج جبکہ انسان اپنی حقیقت سے بیگانہ ہو کر اپنے اوپر خود ظلم کر رہے ہیں اور دولت کی سرمستیوں نے باطل پرستی کی گرانبار زنجیریں اُن کے گلوں میں اور اُن کے پاؤں میں ڈال دی ہیں۔ پھر وہی سوال کیا جا رہا ہے جو تیرہ سو برس پہلے عرب کے خونخوار وحشیوں سے کیا گیا تھا۔

فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِهِمْ قُلْ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ [یونس۔ آیت ۱۰۲]	پس کیا یہ لوگ بھی ویسے ہی دنوں کے منتظر ہیں جیسے کہ ان سے پہلے آ چکے ہیں؟ اگر یہی ہے تو کہہ دو کہ انتظار کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہیں۔

پھر فرمایا جاتا ہے کہ:-

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ [محمد۔ آیت ۱۸]	پھر کیا یہ لوگ آخری فیصلہ کر دینے والی ساعت کے منتظر ہیں کہ یکایک ان پر آ جائے؟ اسکی نشانیاں تو آ چکیں اور جب وہ گھڑی خود آ جائے گی تو کیا ہوگا؟

کوئی شخص سیاہ کو سپید یا سپید کو سیاہ ثابت نہیں کر سکتا۔ عقلی و عملی دلائل و براہین منطقی ایسا نہیں کر سکتے۔ تیرہ سو برس کے طویل عرصہ میں جبکہ زمانہ نے سینکڑوں کروٹیں لیں اور نظام عالم میں بہت سے انقلابات پیدا ہوئے اور ناپید ہو گئے۔ ہم نے خوب دیکھا ہے کہ اسلامی تعلیم نے جس راستہ کو مسلمانوں کے لئے "صراط مستقیم" قرار دیا۔ وہی درحقیقت "صراط مستقیم" ہے۔ عمل کی کسوٹی پر بہت سے کم عیار سکے چڑھے اور کھوٹے ثابت ہوئے لیکن جو سویلیزیشن جو تہذیب اور جو مذہب اسلام نے تیرہ سو سال پہلے سکھائی تھی۔ وہ آج تک کبھی غیر مکمل یا ناقابل عمل ثابت نہیں ہوئی۔ جن لوگوں نے اس جادۂ حق پرستی سے انحراف کیا اور توہمات فاسدہ کے قابو میں آکر دوسری طرف قدم ڈالا، اُن کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ:-

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا	ان کے پاس دل ہیں مگر سوچتے نہیں۔

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

آنکھیں ہیں۔ مگر دیکھتے نہیں۔ کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ وہ مثل چارپایوں کے ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر اور یہی ہیں کہ غفلت میں غرق ہو گئے ہیں ✦

جب کسی قوم کی خود فراموشی اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ وہ آنکھ سے دیکھ نہیں سکتی، کان سے سن نہیں سکتی۔ دل سے سوچ نہیں سکتی۔ جیسے کہ :-

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ [مومنون۔ آیت ۷۶]

ہم نے انہیں عذاب کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا۔ پھر بھی اپنے خدا کے آگے وہ جُھکے نہ جھکے ✦

اس وقت قوم نوح، عاد، ثمود، لوط اور اصحاب مدین کی طرح اُن قوموں کو حق و باطل کی پرکھنے والی کسوٹی پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور خدا کی لاٹھی کے سامنے بازگشت کا موقع باقی نہیں رہتا۔ آخری فیصلہ کرنے والی ساعت کی نشانیاں ظاہر کر دی جاتی ہیں اور اسوقت خدا کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اللہ باطل کو محو کر دے گا۔ وہ فساد والوں کو کامیابی نہیں دیتا ✦

سمندر میں جب طوفان آنے والا ہوتا ہے اُس کی نشانیاں جاننے والے پہچان لیتے ہیں سطح آب کے سکون مطلق میں ہلکی ہلکی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ کُرۂ ہوا میں ایک خفیف سی حرکت محسوس ہوتی ہے۔ ہوا کے پرند اور پانی کی مچھلیاں گو یا کہ آنے والے وقت کا اِدراک رکھتی ہیں اور اُن کا انتشار بڑھتے ہوئے تلاطم کے ساتھ اُس خطرہ کی کھُلی ہوئی نشانیاں ہیں جو ہنوز افق پر بھی نظر نہیں آیا۔ لیکن ہلکی ہلکی لہریں موجوں کی صورت پکڑتی ہیں، کُرۂ ہوا کی خفیف سی حرکت تند و تیز جھونکوں سے مبدل ہو جاتی ہے۔ ہوا کے پرند اور پانی کی مچھلیاں گوشۂ عافیت اختیار کر لیتی ہیں اور آخر وہ ہولناک طوفان جس کی یہ تمام نشانیاں تھیں اپنی انتہائی سختی کے ساتھ قعر دریا سے کُرۂ ہوائی تک ہر چیز پر محیط ہو جاتا ہے اور اپنے جھونکوں سے پانی اور ہوا کی تمام کائنات کو تہہ و بالا کر دیتا ہے ✦

پھر بتاؤ کہ تم اُن جہاز والوں کو کیا کہو گے۔ جو ان نشانیوں کو بیٹھے دیکھتے رہے اور اپنے تحفظ کا ذرا بھی انتظام نہ کیا؟ اُس ماہی گیر کو کیا کہو گے جو مچھلیوں کے شکار میں طوفان کی آمد سے بے خبر رہا؟ اُس ملاح کو کیا کہو گے جو ایسا غافل تھا کہ وقت سے پہلے اپنے کو کنارِ عافیت پر نہ لے گیا؟

جب طوفان نے ان غافلوں کو گھیر لیا تو پھر چارۂ کار ہی کیا ہے، پھر تدبیر سے کیا فائدہ؟

یہی حال اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا اور آنے والے طوفان سے غافل رہے ✦

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ۝ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ [قیامہ۔ آیت ۲۹ - ۳۱]

اور (دیکھو) جب (جان) ہنسلی تک پہونچ جائے گی کہ اب کوئی جھاڑنے والا ہے؟ اور اُس (مرنے والے) نے یقین کر لیا کہ (اب) یہ (دنیا سے) مفارقت کا وقت ہے اور (جانکنی کی تکلیف سے) پاؤں کی پنڈلی (دوسرے پاؤں کی) پنڈلی سے لپٹ جائیگی۔ اُس روز تجھ کو تیرے پروردگار کی طرف جانا ہے۔ غفلت شعار آدمی نے نہ تو خدا کے کلام کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی

اگر تمدن جدید نے مذہب کو نظر انداز کر کے دُنیا کی قوموں کو آسمان کا تارہ بنا دیا تو کیا ہوا؟

اگر انسان کی دماغی ترقیوں نے پانی اور ہوا کو ہمارا مطیع کر دیا تو کس کام؟

اگر انسانوں کی صورت میں ہم نے درندوں کے جنگل اور وحشت کی خلق العین نئی حاصل کر لی تو بھی ہم نے کیا کیا؟

مذہب کی روشن حقیقتیں آج ہمارے سامنے ہیں خدا کے وعدے پورے ہو رہے ہیں اور جن لوگوں نے خدا کی رسی کو چھوڑ کر دولت، طاقت، وجاہت اور ثروت کو اپنا دیوتا بنایا تھا جو طوفان کے نشانوں پر ہنسا کرتے تھے۔ آج اُن پر طوفانِ عظیم محیط ہے۔ اور ہوا کے جھونکوں میں وہ تنکے کی طرح اپنی مرکز ثقل سے ہٹ کر اُڑتے پھرتے ہیں۔ پناہ کے دروازے بند ہیں۔ اور خدا کی وسیع زمین پر اُن کو عافیت اور اطمینان کا ایک لمحہ بھی نصیب نہیں ✦

"تنازع البقا" علوم جدیدہ کی ایک مشہور اصطلاح ہے جس سے وہ حاضر کہ اس عقیدہ کا اظہار ہوتا ہو کہ دنیا میں صرف وہی جاندار باقی رہتے ہیں جن میں باقی رہنے کی قابلیت اور اہلیت ہوتی ہے کمزور اور ناقابل ہمیشہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے یہی حقیقت جس کا انسان کا آج فلسفی دماغوں کو دعویٰ ہے اس طرح بتادی گئی تھی :-

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝

تمہارا پروردگار بے پروا اور فیاض ہے اگر وہ چاہیگا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگا اور تمہارے بعد کسی دوسری جماعت کو قائم کر دیگا جس طرح کہ خود تمکو دوسروں میں سے منتخب کیا تھا۔

اپنے چاروں طرف چشم بصیرت سے دیکھو اور عبرت پکڑو۔ ٹھیک اُسی وقت جبکہ انسان سمجھتا ہے کہ میں بہت ہی محفوظ ہوں ٹھیک اسی لمحہ میں جبکہ طاقت و قدرت کا گھمنڈ بالکل غافل و بے خبر کر چکا ہوتا ہے ٹھیک اُسی ساعت میں جبکہ غرور و نخوت کا پیالہ اسقدر بھر چکتا ہے کہ اُس میں پھر ایک قطرہ کی گنجائش باقی نہیں ہوتی خدا کی تلوار بے نیام ہوتی ہے اور وہ بادل جو افق پر نظر آتے تھے گھر آتے ہیں وہ بجلی جو بہت دور چمکتی نظر آتی تھی سروں پر چمکتی ہے اور وہ طوفان جس کی اہل جہاز کس قدر بے پروا تھے اُن پر ٹوٹ پڑتا ہے! زندگی کی یہ کھلی ہوئی نکات اور یہ موعظتیں جن کو اگر آنکھ نہیں دیکھتی تو آنکھ کا قصور ہے، اگر دماغ نہیں سمجھتا تو دماغ کا قصور ہے۔ اگر دل نہیں مانتا تو دل کا قصور ہے!-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ [مائدہ۔ آیت ۵۷]

تم موسم کے عارضی تغیرات کی فکر کرتے ہو لیکن اُن طوفانوں کا خیال بھی نہیں کرتے جو تمہاری زندگیوں کو مٹا دینے والے ہیں جسم کی حفاظت کیلئے گرمی اور سردی کا خیال تو ہے لیکن روح کی حفاظت کے لئے تمہارے پاس کوئی سامان نہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ جو تلوار تمہارے سروں پر چمک رہی ہے اُس سے کوئی بے خبر نہیں بچا سکتا ...

خاموشی

مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجیٰ

خاموشی کی نصیحت کرنے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مُنہ کو سی کر صمٌ بکمٌ بن گئے۔ منہ سے بولتے ہیں نہ سر سے کھیلتے ہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ کم بولا جائے اور ضرورت کے وقت بولا جائے۔ و

نظم ما قیل ؎

دو چیز تیرۂ عقل است دم فروبستن — بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

جو لوگ زیادہ بولتے ہیں اُن میں غور و خوض۔ فکر و تدبیر۔ سوچ بچار کرنے کا مادہ کم ہو جاتا ہے اور اُن پر کسی کی نصیحت کچھ اثر نہیں کرتی۔ شیخ شیرازی صاحب فرماتے ہیں ؎

فراوان سخن باشد آگندہ گوش — نصیحت نگیرد مگر در خموش +

جو لوگ زیادہ بولتے ہیں اُن کی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ اُن کی رائے۔ حکم اور مشورے کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور اُن کی تمام باتوں کو خواہ وہ کسی پایہ کی ہوں نہایت ہلکی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ زیادہ بولنے والے کسی کی صحبت یا تقریر سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ

چو خواہی کہ گوئی نفس بر نفس — حلاوت نیابی ز گفتار کس

ہمارے حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں ہمیں سینکڑوں ہزاروں طریقے نجات کے تعلیم فرمائے ہیں وہاں ایک نہایت آسان اور اعلیٰ درجہ کی نجات اور سلامتی کا طریقہ یہ بھی بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجیٰ اور مَنْ صَمَتَ فَقَدْ نَجیٰ۔ جو خاموش رہا جس نے فضول بولنے سے پرہیز کیا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا اُس نے نجات پائی۔ جس نے خاموشی اختیار کی بے شک وہ نجات یافتہ ہوگیا۔ ہمارے صوفیائے کرام نے خاموشی کو تصوف کا ایک رکن قرار دیا ہے اور بعض مشائخ عظام نے خاموشی کو نصف تصوف فرمایا ہے۔ ایک شخص حضرت بابا فرید شکر گنج کی خدمت میں حاضر ہوا اور تصوف کے اُصول دریافت کیے۔ آپ نے فرمایا تصوف کے بڑے اُصول دو ہیں کم کھانا اور کم بولنا۔ ایک حکیم کا قول ہے زیادہ بولنا اور زیادہ ہنسنا بے وقوفی کی علامت ہے۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں ؎

زبان درکش اے مرد بسیار داں — کہ فردا قلم نیست بر بے زباں

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے قرۃ العین کی تعلیم و تربیت کے واسطے ایک عارف باللہ عالم باعمل فاضل بے بدل کو مقرر کیا۔ جب ہونہار شاہزادہ تمام علم و ہنر اور آداب وغیرہ میں یکتائے زمانہ ہوگیا تو اُسنے مولانا موصوف سے ایک آخری نصیحت کی درخواست کی مولانا نے فرمایا مجھے اس وقت اپنے ہادی برحق کا ایک قول یاد آیا ہے اُس کو میں تیری نصیحت کے لیے کافی خیال کرتا ہوں اور وہ یہ ہے من سکت سلم ومن سلم نجیٰ۔ شہزادے نے اپنے اتالیق کی نصیحت پر عمل کرنے کا دل میں پختہ عہد کرلیا۔ چنانچہ جب وہ محل میں واپس آیا اُسی وقت سے اُس نے معمول سے کم بولنا اختیار کیا اور رفتہ رفتہ یہاں تک اپنے اُستاد کی نصیحت پر عمل کیا کہ خدام کو شاہزادے کے گونگا ہونے کا شک ہوگیا۔ شدہ شدہ اس کی خبر خلیفہ ہارون الرشید کو پہونچی اُس نے بڑے بڑے طبیب حاذق جمع کیے اور شہزادے کا علاج شروع کرایا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آخرکار ایک حکیم نے صلاح دی کہ شاہزادہ کو شکار کے واسطے باہر بھیجنا چاہیے۔ بادشاہ نے حکیم صاحب کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جب شاہزادہ کی سواری جنگل کی طرف چلی۔ صبح کا وقت تھا نسیم سحری اٹکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی بھینی بھینی دل و دماغ کو فرحت پہونچانے والی خوشبوئیں چاروں طرف سے آرہی تھیں۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ اور خداوند کریم کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے۔ زاہدان پاکباز عبادت میں منہمک۔ حسینان چمن نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قیام میں مشغول اور تمام چوپائے رکوع میں مصروف تھے۔ سورج اپنی طلائی زرق برق کی پوشاک پہنکر پردہ سے باہر نکلنے کی تیاری کر رہا تھا کہ یکایک ایک جھاڑی سے تیتر کے بولنے کی آواز آئی۔ آواز آنی تھی کہ ہمرکاب شکاریوں نے آواز پر نشانہ لگایا تیتر ابھی دل کھولکر بولنے بھی نہ پایا تھا کہ قضا کے تیر کا نشانہ ہوا۔ شاہزادے کا اس عبرتناک واقعہ سے دل بھر آیا اور بے ساختہ اُس کے مُنہ سے نکلا ماقلت وما اھلکت (کیوں بولا جو ہلاک ہوا) شاہزادے کا یہ کہنا تھا کہ سب ساتھی خاموش ہوگئے اور خوشی خوشی محل کو واپس آئے۔ وہ اس بات کے امیدوار تھے کہ بادشاہ سے انعام و اکرام پائیں گے لیکن اُنہیں یہ معلوم نہ تھا کہ شاہزادہ عارضی وجہ سے بول اُٹھا تھا۔ چنانچہ محل میں آکر پھر وہی گونگا بن گیا۔ بادشاہ شہزادے کی اس حرکت کو بیہودہ ہٹ خیال کرکے بہت برہم ہوا۔ اور حکم دیا کہ کوڑے مارے جائیں۔ جلاد نے حسب حکم کوڑے لگانے شروع کیے شہزادہ کو جس نے اپنی تمام عمر عیش و آرام سے گزاری تھی اور تکلیف و مصیبت کا سہنا تو درکنار کبھی ان کا نام بھی نہ سنا تھا ابھی تھوڑے ہی سے کوڑے لگے تھے کہ وہ ان کی تکلیف کو برداشت نہ کرسکا۔ درد بھرے دل سے ایک آہ کی اور کہا۔ صدق رسول اللہ من سکت سلم ومن سلم نجیٰ جسنے خاموشی اختیار کی وہ دریائے سلامتی کے کنارہ پر جا پہونچا اور ناجی ہوگیا۔ کاش اگر اُسوقت تیتر نہ بولتا تو ہرگز نہ مارا جاتا اور اگر اُسوقت میرے مُنہ سے ماقلت وما اھلکت نہ نکلتا تو ہرگز آج یہ نوبت نہ پہونچتی +

حضرت لقمان علیہ السلام جس پایہ کے بزرگ ہو گزرے ہیں محتاج بیان نہیں۔ یہ اصل میں ایک حبشی نژاد غلام تھے۔ ان کے مالک نے ان کو ذکی۔ فہیم۔ قابل اور دانا دیکھ کر آزاد کر دیا تھا۔ حضرت لقمان نے اپنی فطری دانائی اور ہوشیاری سے اپنے آپ کو خود حکیم بنایا۔ ایک مادہ اپنے خوشہ چینان فیض کو دولت حکمت و دانائی سے مالامال کر رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور دیر تک اُن کی صورت کو دیکھتا رہا بعدہ تقریر کو

تارا۔ آخر پہچان کر بولا شاید تم وہی ہو جو فلاں مقام پر میری بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت لقمان نے جواب دیا۔ ہاں بے شک میں تمہارا وہی غلام ہوں۔ تب اس نے متحیر ہو کر دریافت کیا کہ یہ مرتبہ تمہیں کیونکر حاصل ہوا۔ فرمایا صرف دو باتوں سے ایک سچ بولنا۔ دوسرے بے ضرورت بات نہ کرنا۔

ازاں مرد دانا دہاں دوخت است ۔۔۔ کہ بیند کہ شمع از زباں سوخت است

انسان کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے کم بولے اور ضرورت کے وقت ضرورت کے موافق بولے۔ خاموشی یا کم گوئی عالم و جاہل دونوں کے واسطے بڑی نعمت ہے ؎

ترا خامشی اے خداوند ہوش ۔۔۔ وقار است و نا اہل را پردہ پوش

یعقوب احمد

نوائے قمر

قمر سے شیخ نے پوچھا کہ او زمانہ شناس ۔۔۔ گھٹائیں چھائی ہیں کیوں آج جہل و غفلت کی
ہماری قوم ہو مصروف خواب غفلت میں ۔۔۔ نہ فکر کچھ اسے صنعت کی ہو نہ حرفت کی
رواج علم و ہنر مدرسوں میں کچھ بھی نہیں ۔۔۔ جہاں سے حضرت سید نے جب سے رحلت کی
دلوں میں جن کے ہو کچھ علم مغربی کی جھلک ۔۔۔ انہیں بھی فکر نہیں دین کی اشاعت کی
یہ سن کے آج پھڑکتا ہو میرا طائر روح ۔۔۔ کہ مرغباز ہے اولاد اہل دولت کی
نہ کام قوم کو مذہب سے ہو نہ ملت سے ۔۔۔ نہ اتحاد کی خو ہے نہ ہے مودت کی
غضب ہے ایک سے دل ایک کا مکدر ہو ۔۔۔ ہر اک دماغ میں باتیں بھری ہیں نخوت کی
فزوں رفیع جو سینہ ہے طور سینا سے ۔۔۔ جگہ ہو اس میں فقط جہل کی کدورت کی
وہ پھول سوکھ گئے جن کی بو تھی گلشن میں ۔۔۔ وہ نخل کٹ گئے جن کے لیے ریاضت کی
بسان مہر نمایاں ہے نور دین جن میں ۔۔۔ ہمارے واسطے ہو بند راہ ظلمت کی
جہاں میں برق ملیسا تڑپ تڑپ کے رہی ۔۔۔ شعاع دیکھ لی جب نیر رسالت کی
جو بے خبر ہیں نشیب و فراز عالم سے ۔۔۔ انہیں کو فکر ہے دنیا میں جاہ و ثروت کی
انہی کے ہاتھ میں تسبیح ہو جو دانا ہیں ۔۔۔ کہ گردشیں ہیں جہاں میں دلیل فرقت کی
جواب جوڑ کے ہاتھوں کو یہ دیا میں نے ۔۔۔ درست اور بجا ہے یہ بات حضرت کی

خدا نے جن کو بنایا ہے قوم کا حامی
طمع انہیں کو ہے انعام اور خلعت کی

(مولوی) **محمد نقی قمر** (گیاوی)

زمانے میں دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے؟

الٰہی زمانہ میں کیسا ہو رہا ہے ۔۔۔ جدھر دیکھو محشر بپا ہو رہا ہے
ہیں ماں باپ اولاد سے اپنی ناخوش ۔۔۔ تو بھائی سے بھائی خفا ہو رہا ہے
نہیں الفت اپنوں میں اک دوسرے سے ۔۔۔ عدو ایک کا دوسرا ہو رہا ہے
نہیں انکی پروا انہیں کوئی اصلا ۔۔۔ بھلا ہو رہا یا برا ہو رہا ہے
یتیمان بیکس کا فاقوں کے مارے ۔۔۔ سنا بھی کبھی حال کیا ہو رہا ہے
کبھی جا کے ہمسائی بیوہ سے پوچھا ۔۔۔ گزر کس طرح پر ترا ہو رہا ہے
تعلق نہیں ہے کسی سے ہمارا ۔۔۔ بس اپنا ہی مدعا ہو رہا ہے
مرے کوئی بھوکا۔ کوئی پیاسا تڑپے ۔۔۔ ہمیں کیا غرض اس سے کیا ہو رہا ہے
بلا سے جیئے یا مرے کوئی لیکن ۔۔۔ ہمیں عیش کا مشغلا ہو رہا ہے
شراب اور جوئے سے ملے دل کو راحت ۔۔۔ نہیں گھر کی پروا کہ کیا ہو رہا ہے
زن و دختر و فرزند کا غم نہیں ہے ۔۔۔ طوائف کا مجرا ادا ہو رہا ہے
وہ گھر والے روٹی کو ترسیں بلا سے ۔۔۔ یہاں تو مزے پر مزا ہو رہا ہے
نمود و نمائش ہی مد نظر ہے ۔۔۔ دکھاوا دلی مدعا ہو رہا ہے
بڑوں کی کمائی اڑاتے ہیں بیجا ۔۔۔ یونہی شکر نعمت ادا ہو رہا ہے
گدا کوئی بھولے سے آیا جو در پہ ۔۔۔ دہن بہر دشنام وا ہو رہا ہے
کہیں رقص ہے گلرخان جہاں کا ۔۔۔ کہیں کھیل اندر سبھا ہو رہا ہے
کہیں دور ہے بادۂ ارغواں کا ۔۔۔ کسی کا نشہ کرکرا ہو رہا ہے
کہیں تاش۔ شطرنج۔ چوسر کی محفل ۔۔۔ کہیں ذوق دل سے جوا ہو رہا ہے
کہیں نغمہ سنجی ترانہ نوازی ۔۔۔ غرض ایک فتنہ بپا ہو رہا ہے
بنے بیٹھے ہیں بزم میں راجہ اندر ۔۔۔ یہ حق عبادت ادا ہو رہا ہے
جو مجھ سے کوئی پوچھے تو یوں کہونگا ۔۔۔ برا کر رہے ہیں برا ہو رہا ہے
خدا کے لیئے خواب غفلت سے چونکو ۔۔۔ زمانے میں دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے
چڑھو اب ترقی کے زینہ پہ تم بھی ۔۔۔ بہت سو چکے تم کو کیا ہو رہا ہے
ذرا غیر قوموں کی جانب تو دیکھو ۔۔۔ ترقی پہ ہر اک فدا ہو رہا ہے
جہالت کو چھوڑو۔ کرو علم حاصل ۔۔۔ مٹا دو اسے جو خطا ہو رہا ہے
عزیز اپنے دشمن ہوئے اور نہ سمجھے ۔۔۔ کہ اپنا ہی سب کچھ کیا ہو رہا ہے

عزیز الدین (جالندھری)

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

بیشک عقل والوں کے لیے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے

تذکرۃ السلف

مسلمانوں کا علمی شغف

ہجرت کی دوسری سے آٹھویں صدی تک مسلمان علمی دنیا پر تنہا قابض تھے۔ کچھ تو مذہبی جوش تھا اور کچھ بنی امیہ اور بنی عباس کی فیاضیوں نے انکی ہمتوں کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ دوسری تیسری صدی میں جو ترقی انکو ہوگئی وہ پھر نصیب نہوئی۔ مذہب نے تو اتنا کیا کہ انکو ان علوم کا شوق ہوگیا جنکو دین محمدی سے ذرا بھی تعلق تھا لیکن ان فیاضیوں نے اسی شوق کو چند قدم اور آگے بڑھایا جسکا نتیجہ ہوا کہ یونان کے سارے علوم و فنون مسلمانوں میں آ گئے۔ سنہ ۸۵ھ کے پس و پیش میں خالد بن یزید اموی نے یونانی زبان دانوں کو جمع کیا اور ترجمہ کی خدمت دی۔ عبد الملک بن مروان اموی کے حکم سے اخوین آصمر نے سنہ ۹۰ھ کے پس و پیش میں نقطوں کو با ترتیب وضع کیا جس سے جـ۔ ت۔ ث وغیرہ حرفوں میں تمیز پیدا ہوئی۔ اسی خلیفہ کے عہد میں عربی زبان دولت اسلام کے تمام محکموں میں لے لگئی جس سے وہ رفتہ رفتہ مصر۔ شام۔ اور عراق کی مادری زبان ہوگئی۔ اسکے بعد ہارون عباسی نے ترجمہ و تصانیف کا بڑا محکمہ "بیت الحکمت" قائم کیا جہاں ژند۔ یونانی۔ سریانی۔ سنسکرت زبانوں سے عربی میں کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ اسکے محکمہ میں حنین بن اسحاق ثابت بن قرہ۔ حبیش بن الحسن وغیرہ نامور عیسائی مترجم پانچ پانچ سو اشرفی ماہوار پر مقرر ہوئے اور دو سو برس کے اندر ہی اندر "بیت الحکمت" نے یونان کا سارا علمی خزانہ خالی کر دیا۔ اس عہد میں فضل بن یحیٰی برمکی کے اہتمام سے کاغذ بنانے کا کارخانہ جاری ہوا۔ مامون عباسی کا جوش اس سے کہیں بڑھا ہوا تھا۔ اس خلیفہ نے صرف اس شرط پر شاہ یونان سے دائمی صلح کر لی اور ایک سو چالیس من سونا دینے کا وعدہ کیا کہ وہ حکیم لیو کو اجازت دے کہ کچھ دنوں امیر المومنین کو فلسفہ آکر سکھا جائے مامون الرشید پہلا خلیفہ ہے جسکے عہد میں دمشق۔ شماسیہ اور بغداد میں رصد گاہیں قایم ہوئیں۔ اس نے صحرائے سنجار میں اس قول کو تجربہ سے تحقیق کیا کہ کرۂ ارض کا محیط ۲۴ ہزار میل ہے چوتھی صدی سے پہلے جبکہ اسلام میں کوئی سررشتۂ تعلیم نہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یزید بن ہارون المتوفی سنہ ۲۰۶ھ کے حلقہ درس میں ستر ہزار طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ جامع بصری میں امام بخاری نے جب لکچر دینے شروع کئے تو دس ہزار کے قریب محدثین۔ فقہا۔ حفاظ اور اہل مناظرہ شامل تھے۔

ایجاد و اختراع میں بھی مسلمانوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چنانچہ عربی زبان میں چار سو مستند تاریخیں لکھی گئیں۔ جاحظ معتزلی نے سنہ ۲۵۰ھ کے پس و پیش میں علم البیان کے چند قاعدے لکھے جنکو متاخرین نے وسعت دی۔ قطرب المتوفی سنہ ۲۰۶ھ نے علم لغت وضع کر کے "کتاب المثلث" اس علم میں لکھی جس کی اکثروں نے تقلید کی۔ ابن المعتز عباسی المتوفی سنہ ۲۹۶ھ نے علم بدیع ایجاد کیا۔ امام غزالی نے تہافت الفلاسفہ علم کلام میں سب سے پہلے کتاب لکھی۔ اور ثابت کیا کہ فلسفہ یونانی جس قدر اسلام کے اصلی مسایل سے مختلف ہے خود غلط ہے۔ ثابت بن عمر دمشقی یزید ثانی کے عہد میں ایک نامی فلاسفر تھا۔ اس نے آلات جاذب برق ایجاد کئے جنکے ذریعہ سے قوت کہربائیہ بجلی کو بادلوں سے جذب کرتی تھی۔ یزید نے ثابت کی اس ایجاد پر پانچ لاکھ روپیہ عطا کیا۔ عبد الملک بن مروان کے عہد میں جنگی جہاز بنائے گئے لوہا پگھلا کر ڈھالا گیا۔ سنہ ۹۰ھ کے پس و پیش میں علی بن تغلب گھڑی سازی میں مشہور ہوا زبیدہ خاتون نے شموم عنبری کو بزم تکلف میں جگہ دی جغرافیہ کو وسعت دیگئی اور مختلف مقامات کے نقشے طیار ہوئے سلیمان المتوفی سنہ ۲۳۷ھ نے ہندوستان اور لنکا کا سفر کیا اور اپنے سیاحت کے حالات قلمبند کئے مسلمان علم ہندسہ میں مشغول ہوئے اور یونان کے علم مثلث کو ارقام میں لائے۔ محمد بن موسیٰ المتوفی سنہ ۲۵۹ھ نے جبر و مقابلہ وضع کیا۔ علم ہیئت کی بنا ڈالی۔ ہیئت دان نے زمین کے نقطۂ راس اور نقطۂ ذنب کے منتقل ہوجانے کو دریافت کیا۔ بعض رصد گاہوں میں مسلمانوں نے دائرۃ البروج کے اوس میلان کو بھی دریافت کیا جو خط استوا کی طرف ہے۔ ابو ریحان بیرونی ایک نامی منجم نے سنہ ۴۲۰ھ کے پس و پیش میں حرکت زمین معلوم کی۔ علم مناظرہ میں مسلمانوں نے انعکاس کا قاعدہ دریافت کیا۔ کیمیا کو اصول پر قایم کر کے علم کی حیثیت میں لے آئے۔ ابن ہیثم نے روشنی کی حرارت اور جسمیت کو بدلائل ثابت کیا۔ علم طب میں چیچک سنگریزہ وغیرہ بیماریوں کے لیے علاج تجویز کیے گئے اور بہت سی نئی دواؤں کا اس علم میں اضافہ ہوا۔ سنہ ۴۰۰ھ ہجری سے باقاعدہ درسگاہوں کی تعمیر بھی شروع ہوگئی خاص شہر بغداد میں سات سو مدرسے قایم ہوئے جن میں تیس بڑے کالج شامل تھے لیکن زیادہ مسربر آوردہ

دو کالج تھے ایک آل سلجوق کا "نظامیہ" جس میں چھ ہزار طلباء تعلیم پاتے اور جس کا سالانہ نظام الملک سے ۱۵ ہزار دینار مقرر کیا تھا۔ دوسرا آل عباس کا "مستنصریہ" جس کا سالانہ بیت المال سے ساٹھ ہزار مثقال (یعنی چار لاکھ بیس ہزار) روپیہ کے قریب تھا۔ بغداد کی طرح اصفہان میں ۲۸ - دمشق میں ۲۰ - بیت المقدس میں ۳۰ - نیشاپور میں ۵ - قاہرہ میں ۲۰ - قرطبہ میں ۰۰ - نامی گرامی مدرسے مختلف وقتوں میں قائم ہوئے۔ خاندان عباسیہ کو دیکھ کر والیان اندلس کو بھی تعلیم کا خیال ہوا اور ان کی توجہ سے قرطبہ رشک بغداد ہوگیا۔ عبدالرحمٰن ناصر نے قسطنطنیہ۔ افریقہ۔ مصر۔ شام۔ فارس۔ عراق وغیرہ ملکوں سے کتابیں منگوائیں۔ اور اپنے زمانہ کے مولفوں کو انعام بھی دیا یہاں تک کہ اسکے پاس چار لاکھ کتابیں جمع ہوگئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس میں ہم عقیر فلاسفروں کا پیدا ہوگیا۔ ابن ماجہ ابن رشد کے ناموں سے کون واقف نہیں۔ ابن فرناس وہاں پہلا شخص ہوا جس نے پتھر سے شیشہ بنایا اور معرفت اوقات کا آلہ ایجاد کیا۔ اور ہوا میں اڑنے کے لیے ایک کل تیار کی۔ ابن طفیل اندلسی نے سنہ ہجری کے لیں جیش میں ابولیدث۔ بطلیوسی کو ظاہر کیا۔ قرطبہ پہلا شہر ہے جس کی سڑکیں پختہ کی گئیں۔ اور رات کے وقت ان پر لالٹینوں سے روشنی کی گئی۔ غرناطہ میں ۱۳۰ پن چکیاں دن رات چلتی تھیں۔ اشبیلیہ (سیول) میں ایک لاکھ کارخانے تھے۔ جہاں زیتون کا تیل نکالا جاتا تھا۔ تصنیف و تالیف کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت میں قرطبہ میں الکیمیا پر ۳۰۰ سو کتابیں تھیں۔ مریہ میں ۵۲ - پرتگال میں ۲۵ اور مرسلیہ میں ۱۰ کتابیں لکھی گئیں اور اشبیلیہ۔ غرناطہ۔ بلنسیہ وغیرہ شہروں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ یورپ کی استادی کا فخر بھی اندلس کو حاصل ہوا جو برٹ فرانسیسی یہاں مدتوں تعلیم پاتے۔ اور جب وہ سنہ میں۔ پوپ ہوگیا تو اسنے اطالیہ میں دو مدرسے کھولے۔ اسی شخص نے ارقام ہندسہ کو عرب سے سیکھ کر یورپ میں شائع کیا۔ فاطمیہ خلفاء نے بھی اسطرف رجوع کیا۔ مقریزی مورخ کا بیان ہے کہ عزیز باللہ فاطمی متوفی کے محل (واقعہ القاہرہ) میں ۰۴ کتب خانے تھے۔ ایک اور مورخ کسی قدر مبالغے کے ساتھ لکھتا ہے کہ ان کتب خانوں میں ۱۶ لاکھ کتابیں تھیں۔ فاطمیہ کے عہد میں القاہرہ میں ایک پبلک لائبریری تھی۔ جسکو "دارالعلم" اور "دارالحکمت" کہتے تھے۔ اس زمانہ میں جامع ازہر میں بارہ ہزار طلبا دور دراز ملکوں سے آکر فقہ۔ حدیث۔ منطق۔ لغت۔ نجوم۔ ریاضی۔ تفسیر۔ فلسفہ اور تاریخ کی تعلیم پاتے تھے۔ والیان مراغہ اس وجہ سے قابل ذکر ہیں کہ دنیائے اسلام میں جو پہلا عربی تعلیم گاہ قائم ہوا وہ عبدالمومن والیٔ مراغہ کے حکم سے ہوا۔ اس تعلیم گاہ میں تین ہزار طلبا شریف الخاندان ہم عمر نوجوان داخل تھے۔ جنکو وہاں تعلیم کتب کے علاوہ فن سپاہ گری بھی سکھایا جاتا تھا عبدالمومن ان کو القصر میں جمع کر کے امتحان لیا کرتا تھا۔ یونیورسٹی خاص (واقع مراکو) میں مصر۔ اندلس اور فرانس سے طلبا بغرض تدریس آتے تھے۔ یہ یونیورسٹی ۳۰ھ ہجری کے پس منظر میں قائم ہوئی تھی۔ اس سے پہلے دنیا میں کوئی یونیورسٹی نہیں ہوئی۔

غرض مسلمانوں نے کائنات کے خزانوں کو ہمت سے لیا۔ استقلال سے رکھا اور اعتدال سے برتا۔ دنیا کے پردے پر انسانی ترقی کے سب سے پہلے اور سب سے اچھی مثال قائم کی اور ہر میدان شجاعت میں انھوں نے کسریٰ اور قیصر کو نیچا دکھایا۔ ادھر میدان فضیلت میں یونان کو ہرایا۔ یورپ کو سکھایا۔ اندلس فتح کیا اور قرطبہ میں روزافزوں ترقیاں کیں جنکی نسبت یہ مشہور ہوا کہ "اگر پرندہ کا دودھ لینا ہو تو وہاں جاؤ" ہم آسمان علم کا آفتاب اگر بغداد اور القاہرہ کے میناروں پر جگمگا رہا تھا تو ماہتاب قرطبہ اور غرناطہ کے گنبدوں پر مگر آٹھویں صدی کے ساتھ ان ترقیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ تنزل شروع ہوا اور افسوس کو ساتھ لایا جس سے مسلمانوں کو اس قدر ربط ہوگیا کہ وہ ترقیاں جن کا اے دن انہیں ظہور تھا۔ جانتے ہیں نہ جاننا چاہتے ہیں لیکن یہ انکی غلطی ہے۔ لاطینی زبان میں ایک مثل مشہور ہے کہ "دبنوت کی آنکھ جہی کو دیکھتی ہے" لہذا اگڑی ہوئی قوم کے لیے پیش بینی زیادہ ضروری ہے۔

زمانہ کا قاعدہ ہے کہ بیشتر وہ قوم کی سرگرمی افسردگان قوم کے ولولے بڑھاتی ہے۔ گذشتہ مصائب سے نصیحت لینا گذشتہ معارج کو عبور کرنا۔ ترقی وبہبودی کی جستجو رہا ہے۔ بزرگوں کی سرگذشت ہم کو بتاتی ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی اعلیٰ بنا سکتے ہیں۔ سلف کے وہ نامی گرامی مصنفین جو دنیائے اسلام میں بے شمار تصانیف یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ وہ تاریخ عالم میں خلف سے باتیں کرنے پر سب سے زیادہ مستعد اور آمادہ نظر آتے ہیں۔

افسوس آمادہ ہیلئے کہ باوجود اس کثرت اور افراط کے ہم میں سے خال خال کو اتنی توفیق ہے کہ ان باتوں سے سبق لے۔ سبق بھی وہ سبق جس سے انکو اپنے پیشرو میراث استادی نہیں بلکہ روئے زمین کا مالک بنا دیا تھا۔ اگر مالک تھے علم بھی ضرور تھے۔ عالم کی دنیا کا ایک کنارہ وادی الکبیر تھا تو دوسرا دریائے سندھ تھا۔ مگر اس دنیا نے پلٹا کھایا ہم کو دغا دی۔ آسمان نے بے رخی کی۔ ہم تاریکی میں آگئے۔ دن نکل آیا۔ مگر ہمارے لیے ابھی رات ہے۔ نہ ہم میں وہ ہمت اور نہ ہم میں وہ جرأت !! نہ ہم میں وہ جوش !! اور نہ ہم میں وہ خروش !!

۔ از ماہنامہ کربرامت

(محمد رحمت اللہ شاکر قادری نظامی)

کلام اسمٰعیل

دنیا کے لیے ہیں سب ہمارے دھندے ظاہر طاہر ہیں اور باطن گندے
ہیں صرف زبان سے خدا کے قائل دل کی پوچھو تو خواہشوں کے بندے
یہ قول کسی بزرگ کا سچا ہے ڈالی سے جدا نہ ہو تو پھل کچا ہے
چھوڑی نہیں جس نے حب دنیا دل سے گو ریش سفید ہو مگر بچہ ہے

مسدس قومی

ساقی پلادے آج مجھے غم ربا مجھے   ہاں ساغر محبت قومی پلا مجھے
مضطر ہوں فاد دور کا منظر دکھا مجھے   کرنی ہے اپنی قوم سے کچھ التجا مجھے
آجائے یاد لطف عرب کے قیام کا
صدیق اور نبی کے سلام و پیام کا

ساقی خبر ہے کون ہوں میں غم کا مبتلا   مجمع ہے کس کی نسل کا اور کیا ہے مدعا
جس کی ثنا میں اکرمکم کہتا ہے خدا   اولاد ہیں اوسی کی یہ سب میرے ساقیا
جس کو خلیل کہتا ہے اللہ کا خلیل
ہم سب اوسی کی نسل ہیں گو آج ہیں ذلیل

نبیوں کے بعد جسکو شرف ہو جہان پر   ایمان جس کا جاری ہے کل انس و جان پر
پہونچے نبی مکان سے جب لامکان پر   حق نے کیا کلام اوسی کی زبان پر
جس کو امام اپنا بنایا رسول نے
احسان جس کا سر پہ بتایا رسول نے

جسکو رسول جانتے تھے افضل البشر   جس پر نبی کے بعد صحابہ کی تھی نظر
صحبت نبی کی جس کو میسر ہو عمر بھر   دیدے خدا کی راہ میں گھر بار مال و زر
جو حق کی اور نبی کی محبت میں ہو شریک
جسکے جسد پہ جامہ خلافت کا آئے ٹھیک

تصدیق سب سے پہلے نبی کی اسی نے کی   ہجرت میں ساتھ رہنے کی عزت اُسی ملی
جنگ احد میں جس نے تسلی نبی کو دی   مٹی خیبر میں بھی قسم میں نبی کی تھی
شاخیں ہیں سب اوسی شجر سایہ دار کی
اولاد ہیں اوسی شہ عالی وقار کی

اس نسل پاک حضرت صدیق یار غار   سردار دین خلیفہ اول کی یادگار
پیر خدا کا اور خدا کے نبی کا پیار   کس خاندان میں ہیں صحابہ نبی کے چار
باپ اور بیٹا بیٹی کا بیٹا عتیق کا
ایمان لایا کنبہ نبی کے رفیق کا

بیٹی ہیں ان کی عائشہ محبوبۂ رسول   آیات جن کی شان میں قرآں میں ہیں نزول
مضبوط جسنے کر دئے سنت کے اصول   جن کی تمہارے حق میں دعا ہو گئی قبول
اصلاح تھی تمہاری تمنائے یار غار
کرتے تھے آپ حق سے دعا اس کی بار بار

بیٹوں کا یار غار کے کچھ ماجرا سنو!   حال اپنے باپ دادوں کا یکدم خدا سنو
پہلے بڑے کی حالت پرجوش و فا سنو!   پھر چھوٹے محمد کی جرأت و ذکر وفا سنو
تھے تیسرے جو شام کی افواج سے لڑے
ہو کر شہید جنگ میں وہ لاولد مرے

جس نے امیر شام کی پروا نہ کی ذرا   بے خوف راست گوئی کا حق کر دیا ادا
فرمایا یہ طریقہ ہے کسریٰ کا برملا   لالچ کیا نہ مال کا نے خوف جان کا
ایسے بزرگ تھے وہ جناب عتیق کے
وارث تھے صدق میں وہ نبی کے رفیق کے

شیر خدا کی فوج کا سردار نامدار   لخت دل جناب ابو بکر باوقار
ہمنام شاہ دین محمد وفا شعار   جرأت امیر مصر کی ہے سب پہ آشکار
تھی دھاک جسکی تیغ کی شام و عراق میں
منہ کو کلیجہ آتا ہے ذکر فراق میں

بتاؤ اہل شام کا اوس نامور کے ساتھ   مجمل بیان کرتا ہوں میں چشم تر کے ساتھ
سب وہ ہوا عتیق کے نور نظر کے ساتھ   جو کچھ ہوا رسول کے لخت جگر کے ساتھ
بدلے نکالے خوب ہی بدر و حنین کے
آخر علی کے پیارے تھے بھائی حسین کے

ان سرمدوں کی نسل ہے یہ کیا آل ہے   جس پر زمانہ بھر سے زیادہ وبال ہے
کس قوم کا ہماری طرح غیر حال ہے   دل میں اسی کا درد اسی کا ملال ہے
جس قوم کا ستارہ تھا گل آسمان پر
آج اس کا نام تک نہیں آتا زبان پر

اپنے سلف کے حال پہ ڈالو تو ایک نظر   کتنی تمہاری قوم میں گذرے ہیں نامور
قاسم اگر ہیں فقہ میں بے مثل و باہنر   علامہ ابن جوزی محدث ہیں اودھر
رازی سا فلسفی کوئی اسلام میں نہیں
قاضی کا لفظ آپ کے کس نام میں نہیں

صدیقیوں کو علم قضا میں ہے وہ کمال   ملتی نہیں ہے جس کی کسی قوم میں مثال
اس سمت ہے فقیری میں جاہ اور جلال   جس پر قیام حشر تک آئے نہ کچھ زوال
جتنے ہیں نقشبندی طریقہ کے اولیا
سردار سلسلہ کے ہیں صدیق باصفا

اولاد میں جناب کی صدہا ہوئے ولی   سردار سہروردیہ ہے نسل آپ کی
شاہ ولایت اپنے جو ہیں سید و صفی   امروہہ کی ولایت انہیں گھر سے ہے ملی
ایمان سب سے پہلے اسی گھر میں آیا تھا
حق نے انہیں کو مہبط رحمت بنایا تھا

یہ حال تھا سلف کا خلف کا ہے یہ مزاج   وہ عیب کونسا ہے جو ہم میں نہیں ہے آج
بس اب خدا کے ہاتھ ہے صدیقیوں کی لاج   ممکن ہے اب بھی ملکے کریں سب اگر علاج
کیا زندگی کا لطف ہے اس حال زار میں
ذی علم ہوں وہ بھی جہان دو ہزار میں

ہم سارے پھرتے ہیں بیکار رات دن — ہوتا ہے بھائی بھائی میں تکرار رات دن
پستی کے بڑھتے جاتے ہیں آثار رات دن — لڑنے پہ قوم رہتی ہے طیار رات دن
گھٹتا ہے علم جہل ترقی پہ ہے ضرور
جاتے ہیں جیسے پاس وہ اتنا ہی دور دور

کس منہ سے آج دعویٰ صدیقیت کریں — کیا ان پہ قریش سے ہونے کا دم بھریں
سنتا ہے کون کس سے یہ دردِ دلی کہیں — ممکن نہیں ہے صبر کہاں تک یہ دکھ سہیں
ذرات گھٹتی جاتی ہے جو قوم ہم میں وہ
اس درد کی خبر ہے جنہیں آج کم ہیں وہ

لازم ہے سب سے پہلے تو آپس کا اتفاق — ہستی مٹانے والا ہے ہر قوم کی نفاق
قولِ نبی ہے البغض الا شیاء الطلاق — وہ قوم بے نصیب ہے جس میں ہے افتراق
ہے قوم کی ترقی کی بنیاد اتحاد
دیتا ہے ساری قوم کو امداد اتحاد

جو قوم متفق ہو بڑی خوش نصیب ہے — نام اتحاد کا ہے تو فتح قریب ہے
اخلاق میں سب کے یہ خصلت عجیب ہے — امراض قوم کے لیے بہتر طبیب ہے
رونق ہے اتفاق کی سارے جہان میں
پھیلا ہے نور اس کا زمین آسمان میں

قوموں کو اتفاق نے سلطان بنا دیا — ایک مور کو اسی نے سلیمان بنا دیا
مٹی کو اور پانی کو انسان بنا دیا — ہڈی کے ٹکڑوں کو دندان بنا دیا
قطروں کے اجتماع سے دریا ہوا رواں
ذروں نے مل کے کیسے بنائے یہاں مکان

انسان ہے وہی جسے الفت ہو قوم کی — دل ہے وہی کہ جس میں محبت ہو قوم کی
عزت وہی ہے جس میں کہ عزت ہو قوم کی — مشکل ہو سہل جس پہ کہ ہمت ہو قوم کی
ہے آج ساری قوموں کو احساس خیر و شر
صدیقیوں کی قوم ہے ہستی سے بے خبر

دادا سے آگے نام کسی کے نہیں ہیں یاد — غیروں سے اتحاد ہے اپنوں سے ہے عناد
کیا دی ہے ہم نے دوستوں صدیقیت کی داد — ہم میں نہ علم و فن نہ محبت نہ اتحاد
شرم آتی ہے کہ اپنے کو صدیقی ہم کہیں
اور اس بلا نیستی میں بھی مبتلا رہیں

ہے آج وہ زمانہ ترقی کا واہ واہ — ہر سمت ہے کشادہ ترقی کی شاہراہ
ہر قوم کے لیے ہے گورنمنٹ کی پناہ — آزاد اپنے کام میں ہے ہر گدا و شاہ
تعلیم کے لیے متعدد سکول ہیں
محکم ہر ایک قوم کے فروع و اصول ہیں

آسان کر دیا ہے تجارت کو اس قدر — بیچو خرید و دور کا چاہو کرو سفر
حرفت میں نے گزند صنعت میں کچھ ضرر — سامان کا فت ہوتا ہے ایجاد بے خطر
جس طرح چاہو اپنی ترقی وہی کرو
لیکن یہ وقت ہاتھ سے صدیقیوں نہ دو

گر ہاتھ سے نکل گیا یہ وقت زینہار — یاد آئے گا یہ کہتیں بہت اسرار خاکسار
نامِ خدا ابھی ہیں بہت تم میں ہوشیار — اولاد میں تمہاری رہیگی یہ یادگار
سب مل کے اپنی قوم کا کچھ کر لو انتظام
جو تم کو نیستی سے نکالے کرو وہ کام

(ابوالمحمود حکیم محمد اسرار الحق صدیقی قادری امروہوی)

جرأتِ اظہارِ حق

جب ولی عہد ہوا تختِ حکومت کا یزید — حاکم یثرب و بطحا کو یہ پہونچے احکام
کہ ولی عہد کا بھی نام پڑھا جائے ضرور — خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوی میں جو امام
وقت آیا تو چڑھا یا یہ منبر پہ خطیب — اور کہا یہ کہ یزید اب ہے امیر الاسلام
یہ نئی بات نہیں ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ — جانشین کر گئے جب موت کا پہنچا پیغام
دفعۃً مجمع حضار سے بولا ایک شخص — جھوٹ بکتا ہے تو یہ اے خلف نسل لئام
اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے؟ — ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنت عام
یہ طریقہ متوارث ہے تو کفار میں ہے — ورنہ اسلام میں ہے اک مجلس شوریٰ کا نظام
اس سے بھی قطع نظر، نسلِ عرب ہیں ہم لوگ
وہ کوئی اور ہیں، ہوتے ہیں جو شاہوں کے غلام

(شمس العلماء مولانا شبلی مرحوم و مغفور)

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور ان کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

ملائکہ یا فرشتے

(گذشتہ سے پیوستہ)

دوسری آیت قرآن کریم کی یہ ہے ۔(ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ... کذالک اوحینا الیک روحا من امرنا) اس آیہ کریمہ کا یہ منشا ہے کہ خدا کا کلام کوئی رو برو نہیں سن سکتا ۔ مگر یہ کہ خدا اسکے دل میں اپنے کلام کو ڈالدے ۔ یا وہ حجاب کبریائی کی آڑ سے کلام ربانی کو سنے یا خدا کوئی اپنا سفیر اور قاصد بھیج دیتا ہے ۔ اسی طرح اسے نبی ہم نے تیرے پاس اپنی ایک خاص روح کو سفیر بنا کر بھیجا ہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ روح خود نبی کی روح نہیں ہوسکتی ۔ نہ نبی کریم کی کوئی قوت جسکو منکرین ملائکہ ملکہ نبوت سے تعبیر کرتے ہیں اسواسطے کہ بھیجنے والا اور جو چیز بھیجی گئی اور جسکے پاس بھیجی گئی تینوں عقلاً مغائر ہیں ۔ علاوہ اسکے قوت پر روح کا اطلاق نہیں ہوسکتا ۔ روح صاحب علم و ارادہ ہے اور قوت بے شعور وہ جاہل ۔ اسی طرح اور بھی بہت سی آیات قرآنی ہیں جنسے صاف طور پر سمجھ ہوتا ہے کہ ملائکہ مستقل بالذات ہستیاں ہیں نہ اعراض اور قوتیں ۔ یہ دوسری بات ہے کہ بلا وجہ عقلی و مادی محض غیر محسوس ہونے کی بنیاد پر ایسی ہستیوں سے انکار کیا جائے ۔ اور تاویلات بعیدہ سے قرآن کریم کے اصلی معنی محرف بنائے جائیں ۔ ہم جب قرآن کریم کے بعد احادیث کو دیکھتے ہیں تو قرآن کریم کے معانی کی ان احادیث سے کامل طور پر توضیح و تشریح ہو جاتی ہے ۔ حضور سرور کائنات کا ارشاد ہے ۔ (اذا قضیٰ امرا سبح حملۃ العرش ثم سبح اھل السماء الذین یلونھم حتی یبلغ التسبیح اھل ھذہ السماء الدنیا ثم قال الذین یلون حملۃ العرش لحملۃ العرش ماذا قال ربکم فیخبرونھم ماذا قال فیستخبر بعض اھل السموٰت بعضا حتی یبلغ الخبر اھل ھذہ السماء) جب خدا کسی کام کا حکم کرتا ہے تو حاملین عرش اسکی پاکی بیان کرتے ہیں پھر پاکی بیان کرتے ہیں جو ان کے قریب ہیں یہاں تک کہ اون کی تسبیح سماء دنیا تک پہنچ جاتی ہے ۔ پھر حاملین عرش سے ملنے والے اون سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ارشاد الٰہی ہے تو وہ اون کو بتا دیتے ہیں ۔ یہاں ہی کیے بعد دیگرے ایک دوسرے کو خبر دیا کرتے ہیں ۔ یہاں تک کہ سماء دنیا تک وہ خبر پہونچ جاتی ہے ۔

حدیث مذکورہ بالا سے یہ مطلب صاف طور پر روشن ہے کہ احکام الٰہیہ کے پہونچنے کا اس عالم میں ایک روحانی سلسلہ ہے اور اس سلسلہ میں جو کام کرنے والی چیزیں ہیں وہ علم و ادراک رکھتی ہیں ۔ دوسری حدیث یہ ہے ۔ (ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبرئیل فقال انی احب فلاناً فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلاناً فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبداً دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلاناً فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلاناً فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض) اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جب خدا کسی کو دوست رکھتا ہے تو اپنی دوستی کی خبر جبرئیل کو دیتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ تو بھی اسکو دوست رکھ تو جبرئیل بھی اسکو چاہنے لگتے ہیں پھر حضرت جبرئیل آسمان پر منادی کرتے ہیں کہ خدا فلان کو دوست رکھتا ہے تم سب اوسکو دوست رکھو تو اہل سما بھی اوس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کے بعد وہ زمین پر مقبول ہو جاتا ہے اور اگر خدا کسی سے متنفر ہوتا ہے تو اوس کی بھی یہی صورت ہے یہانتک کہ وہ دنیا میں مردود اور مبغوض سمجھا جاتا ہے ۔ اس حدیث سے کوئی شک نہیں رہتا کہ ایک عالم غیب ہے جسمیں خدا کے حکم سے کام کرنے والی ارواح موجود ہیں جن سے خداوند پاک محبت کرتا ہے اون سے وہ محبت کرتے ہیں جنسے حضرت جل و علا کو نفرت ہوتی ہے اون سے وہ نفرت کرتے ہیں ۔ احادیث اس مضمون کی بہت ہیں ۔ مگر ہم اوس اعرابی والی حدیث پر بحث کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ الفاظ حدیث میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنیاد پر حدیث ضعیف ٹھیرائی جاتی ہے ۔ مگر اختلافی حصہ کو چھوڑ کر یہ دیکھنا چاہئے کہ تمام روایات کا قدر مشترک یہ نکلتا ہے کہ ایک شخص آتا ہے اور آنحضور صلعم سے ایمان اسلام و احسان کی بابت سوال کرتا ہے آنحضور اوسکی بابت یہ

یں کہ یہ جبرئیل تھا۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ کسی نامعلوم شکل میں تھا یا وحیہ کلبی ت میں تھا یہ کہنا کہ وہ جبرئیل تھے کسی راوی نے بڑھا دیا حقیقتاً احادیث اٹھا دینا ہے اسلئے کہ عموماً روایات بالمعنی ہیں اور ہر ایسی روایت میں غلطی ی کا احتمال موجود ہے۔ اگر اس اصول سے ہر جگہ کام لیا جائے گا تو مسلمانوں ن میں صرف قرآن ہی قرآن رہ جائے گا۔ ہمیں شک نہیں ہے کہ غلط فہمی راوی بھی ایک قابل لحاظ ہے مگر اس اصول کی توسیع دین دشمنی کے لیے ایک خطرناک [illegible] ہے کرتے ہیں کہ احادیث جن پر مدار دین ہے انکی جانچ [illegible] روایت کے اصول ت پر بھی ہونا ضروری ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث اصول روایت کے خلاف نہیں ہے واح کا تمثل مشاہدات اور تجربات سے ثابت ہو چکا ہے اسلئے [illegible] غلط فہمی راوی کا احتمال حق شناسی سے بعید ہے اگر کوئی ایسی حدیث [illegible] ت دین کا انکار لازم آئے یا نبی کی توہین ہوتی ہو یا عصمت انبیاء [illegible] ہو یا عوام سے کسی واقعہ کا تعلق ہو مگر اس کا راوی ایک ہی ہو یا فوق العادت ہو اور راوی واحد ہو تو بیشک ہم یہ عذر سننے کے لیے تیار رہتے۔ مگر اس حالت کہ ملائکہ کا وجود عقلاً ضروری، و تجربات روحانی سے بھی انکی قوت تمثلی کی تائید ہوتی ان کے مستقل وجود سے انکار کرنا ایک رکن دین کو منہدم کرنا ہے۔

ہم یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ انبیاء کی عقل نبوت [illegible] سخت تعجب ہے اگر ہم انکی بابت یہ خیال کریں کہ وہ وہمی آوازیں سنتے ہیں اور خیالی صورتیں دیکھتے ہیں۔ انہماک و استغراق محویت و بے خودی ان کے سامنے غیر موجود چیزوں کو موجود [illegible] ہے اور نعوذ باللہ وہ دیوانوں اور پاگلوں کی طرح اپنے خیالات اور توہمات کو مجسم شکل دیکھتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی کی عقل عقول عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور وہ توہمات غیر واقعی تخیلات سے منزہ اور مبرا تسلیم کیگئی ہے۔ اگر یہ نہیں تو ایسا شخص نبی ہی نہیں ہو سکتا۔ نبی ایک نفس ذکی اور ایک روح اعلیٰ اپنے پاس رکھتا ہے عقول انسانی کی عقل سے مستفیض ہو کر عاقل اور حقیقی معنوں میں حکیم کہلاتے ہیں۔ اگر وہ کسی دیوانہ غیر واقعی چیزوں کو واقعی سمجھے اور اسکے خیالات مجسم اور متشکل ہو کر اسکو غلط فہمی میں ڈالا کریں تو وہ ایک مذہبی دیوانہ ہوگا جس کا مرتبہ تحت عقل میں عوام سے بھی کم درجہ پائے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ وجود حسی بھی ایک قسم وجود کی ہے جیسے امام غزالی رح اور محققین اسلام نے بیان کیا ہے۔ مگر وجود ملائکہ اس قسم وجود کے تحت میں داخل نہیں بلکہ وہ حقایق واقعیہ ہیں جو عالم غیب میں موجود ہیں اور عالم مثال میں ایک خاص خاص صورت رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں جو کچھ لکھا ہے صاحب فتوحات نے نہایت توضیح سے ظاہر فرما دیا اور ہم اوسپر بھی یہ [illegible] دینا چاہتے ہیں کہ ارسطو اور شاہ صاحب نے ہی صرف اسپر روشنی نہیں ڈالی بلکہ حکیم ابی فارابی نے حقیقت **ملائکہ** کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ملائکہ صور علمیہ کا نام ہے جو بذات خود قائم ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں۔

(۱) حقیقی جو روحانیات میں داخل ہیں اور صرف صاحبان قوت قدسیہ کو نظر لگتے ہیں اور انکو فرشتہ مجسم نظر آتے ہیں کیونکہ صاحبان قوت قدسیہ کی ظاہری اور

باطنی حس اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہے یعنی وحی کے یہ معنی ہیں کہ فرشتہ کو براہ راست روح نبی سے اتصال ہوتا ہے اُس اتصال کی حالت میں فرشتہ کی مثالی صورت اور آواز صاحبان قوت قدسیہ کو محسوس ہوتی ہے۔

سرخیل حکمائے اسلام شیخ شہاب الدین سہروردی جن کا اشراق فلسفہ اور تصوف مسلمانوں کے واسطے مایۂ ناز ہے اقسام وجود میں فرماتے ہیں کہ ایک وجود مثالی ہے اور حقیقت اور روحیت ملائکہ اسی وجود سے متعلق ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء وغیرہ کو جو علم غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یہ سب مثالی صورتیں ہیں جو بذات خود قائم ہیں قریب قریب یہی خیال حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عالم مثال اور حقیقت ملائکہ کی بابت ظاہر فرمایا ہے۔

کہا گیا ہے کہ ملائکہ کا وجود صرف انبیاء کی حس میں ہوتا ہے لیکن اقرار وجود ملائکہ کی یہ بہت ادنےٰ صورت ہے کہ ان کا وجود حسی مانا جائے جس کی عقلاً عادتاً اور نقلاً کوئی ضرورت نہیں حقیقتاً وجود حسی منکرین عالم غیب کے مقابلہ میں ایک تاویل ہے جسکے معنی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہمی قوت کے تصرفات ایسے غیر واقعی موجودات کو نمایاں کرتے ہیں۔ یہ اگر یہ عوام کے لیے جائز ہو مگر اوہام سے فطرتاً آزاد ہیں اور جو غلطیوں سے قدرتاً پاک ہستیاں ہیں جنکو نبی کہا جاتا ہے اور جن کی عقلیں عالم کی عقل کلی ہیں۔ اونکی بابت ایسا خیال کرنا ایک نہایت شرمناک اتہام اور جاہلانہ مغالطہ ہے علاوہ اسکے اعرابی والی حدیث میں وجود حسی کی تاویل کرنا اٹکل پچو کا تماشا ہے کیونکہ اعرابی یا وحیہ کلبی کی صورت نہ صرف آنحضور کو معلوم ہوئی تھی بلکہ تمام حاضرین صحابہ نے اونکی شکل دیکھی اور اونکی گفتگو سنی۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضور کا استغراق اور انہماک دیگر صحابہ کو بھی تھا کہ انھوں نے متمثل آنحضور کے خیالات کی نوعیت میں آپکے ساتھ ساتھ ایک غیر موجود فی الخارج چیز کو موجود فی الخارج سمجھا اور کیا بتایا جا سکتا ہے کہ ایک غلط مشاہدہ سب کو ایک ساتھ کیوں پیش آیا!

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملائکہ کا تمثل انسانوں کے مجسم اور متشکل ہونا یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ یہودیوں میں یہ خیال مجوس سے آیا ہے۔ ہم اسکے متعلق اس قدر لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ کیا یہود کے تمام عقائد اور کیا مجوس کے سب کے سب خیالات غلط ہیں اور کیا یہود کی توحید و رسالت میں بھی اعتقاد کی جا سکتی ہے۔ کیا احکام عشرہ بابل بھی غلط ہیں اور کیا مجوسیوں کے یزدان کی بھی مخالفت کی جائے گی۔ یہ عجیب استدلال ہے کہ فلاں گمراہ فرقہ چونکہ اس عقیدہ کا قایل ہے اسلیے ہم اسے نہیں مان سکتے کیا انہیں بھی خیالات پر فلسفہ مذہب کی تحقیق اور تدقیق ممکن ہی نہیں۔ اور کبھی نہیں۔ ہم کو بجائے خود یہ غور کرنا چاہیئے کہ جو عقیدہ ہمارے سامنے پیش کیا گیا وہ فطرت سلیمہ کی رو سے کیسا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک کہا گیا ہے کہ یہ خیال انسانی فطرت کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب پر منحصر نہیں۔ بت پرستوں میں بھی یہی خیال دیوتاؤں کے نام سے پایا جاتا ہے۔ روم و یونان۔ ہندوستان اور چین کے تمام اصنام پرست اس عقیدہ میں ہم آہنگ ہیں۔ مگر ہم مجادلہ کو بھی قوت دلائل کے سامنے کوئی چیز نہیں سمجھتے اور الحمد للہ کہ ہم اس مسئلہ کے ماننے میں کورانہ تقلید سے آزاد ہو کر استدلال کی روشنی [illegible]

شہادات کی انہوں نے شہادتیں بھی اپنے پاس رکھتے ہیں بہرحال جو لوگ خدا کو عقل فعال (آخری قوت) نہیں سمجھتے اور اسے ذی علم و صاحب ارادہ ہستی مانتے ہیں۔ اور نہیں ایسے مدبرات عالم امر کی ماننے میں بھی کوئی انکار ہو جس وسعت مقصد رفع فیض ہستی ہیں۔ اور جو خدا ہی کو کائنات کی آخری قوت ہیں وہ خدا تک قوائے عالم نہ کہیں تو اور کیا کہیں گے۔ جن کا نام انہوں نے ساتھ بلا کسی مقصد و غایت کے عالم کی کار فرمائی ہے۔ لیکن عالم کی ترتیب نظام موزونیت توافق اور مقصد کی بزبان حال کہتا ہے کہ کارخانہ قدرت کے ایجنٹ حکمت بالغہ کے علمی مظاہر ہیں اور صفات الٰہیہ کے اولین اظلال جو خدا کے علم و قدرت سے مستفیض ہو کر نظم ہستی کو حسب ارادہ الٰہی بہترین اور کامل صورت میں قائم رکھتے ہیں۔ جنکو قوائے عالم کہا جاتا ہے۔ اور جس کے پردے میں تمام جہان النوع کا وجود ہے جن کو سائنس دانوں کی طاقت بنایا جاتا ہے اور کئی ایسی عقل سو جا کا ئنات کا نظم کر رہا ہے ورنہ جاہل قوتوں سے نظام کی تشکیل نہیں ہو سکتا تھا۔ (محمد قاسم)

معجزۂ شق القمر پر ایک محققانہ نظر

ہر واقعہ کے نفس وقوع یا عدم وقوع کی نسبت جب بحث آن پڑتی ہے تو بشرطیکہ دلائل جانبین موجود ہوں) تو اس شخص کا فرض ہوتا ہے جو وقوع کو ثابت کرنا چاہتا فرض یہ ہوتا ہے کہ دوسرے فریق کے دلائل کی کمزوری ثابت کر دے اور جس کا انکار دلیل سے بے نیاز ہے۔ اور انکار ہمیشہ دلائل پر ہوتا ہے یعنی اگر اسباب ضعیف تسلیم کر لئے جائیں تو پھر واقعات کے ثبوت کے لیے کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں۔ بعینہٖ یہی صورت معجزۂ شق القمر کی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدہ میں اس کا وقوع ہوا۔ اور وہ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ غیر مسلم گروہ (جن میں عیسائی ہندو فلاسفر سب شامل ہیں) کہتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ چونکہ وہ گروہ انکار کرتا ہے اسلئے عدم وقوع معجزۂ شق القمر پر وہ دلائل لاتا ہے جو دلائل وہ پیش کرتا ہے ان کا تعلق عقل و نقل دونوں سے ہے یعنی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے واقعہ کا پیش آنا محال ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ کتب میں اس کا وقوع اس طرح محقق نہیں ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو جانے پر بھی ضروری اسکو مانے۔ اس صورت میں ہمارا فرض یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے منقولات کی بابت جو شبہات ہوئے ہیں انکو دور کریں۔ اور علاوہ اسکے ان دلائل عقلیہ کو بھی غلط ثابت کریں جن کی بنا پر وہ شق القمر سے انکار کرتا ہے۔ اسلئے ہم سب سے پہلے منقولات کی بابت جو شبہات ہیں انہیں ظاہر کرتے ہیں۔ اور انہیں رفع کرنے کے بعد براہین جو پیش کئے ہیں ان کا رد کرینگے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

منقولات کے متعلق یہ شبہات پیدا ہوتے ہیں:۔

(۱) کلام مجید میں اسکا ذکر کسی جگہ اس انداز سے نہیں کیا گیا کہ اس کا وقوع یقینی قطعی قرار دیا جائے۔

(۲) اس بارہ پر جمہور مسلمین کا اجماع نہیں ہے۔ چنانچہ عثمان بن عطاء حسن بصری بلخی یحییٰ وغیرہ انکار کرتے ہیں۔ اور شق القمر کو تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) احادیث معتبرہ اس باب میں موجود نہیں ہیں۔ کیونکہ جو احادیث ہیں ان میں باہم اختلاف ہے اسلئے انہیں معتبر نہیں کہہ سکتے۔ اختلاف احادیث اس قسم کا ہے (۱) کوئی کہتا ہے کہ شق القمر مکہ میں ہوا (۲) کوئی کہتا ہے منیٰ میں ہوا (۳) کوئی کہتا ہے وقوع آسمان پر ہوا کوئی کہتا ہے زمین پر اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا بعض حصہ زمین پر آیا (۴) کوئی کہتا ہے چاند کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ رہا۔ اور دوسرا ٹکڑا چلا گیا۔ کوئی بیان کرتا ہے کہ ایک ٹکڑا کوہ حرا کے نیچے نظر آیا اور دوسرا اوپر (۵) کوئی بیان کرتا ہے کہ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر نظر آیا اور دوسرا دوسری پہاڑی پر (۶) کوئی بیان کرتا ہے کہ ابوجہل اور ایک یہودی کی درخواست پر یہ معجزہ رسول اللہ نے دکھایا کوئی کہتا ہے کہ حبیب ابن مالک کی درخواست پر اور کوئی اصحاب عقبہ کی درخواست پر اسکا وقوع بتاتا ہے (۷) بعض راوی احادیث کے ایسے ہیں جو اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ اسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ یہ اعتراضات متعلق منقولات کے۔ اس میں کلام نہیں کہ قوی ہیں لیکن اس میں گفتگو ہے کہ یہ اعتراضات وارد بھی ہوتے ہیں یا نہیں یعنی واقعی ایسا اختلاف احادیث میں ہے بھی یا نہیں۔

(۱) اعتراض اوّل کو لیجئے جسکا مفہوم یہ ہے کہ کلام پاک میں کہیں اسکا صراحۃً ذکر نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ ذکر ہے اور صراحۃً ہے اور اس انداز سے ہے کہ اسکی کوئی دوسری تاویل ہو ہی نہیں سکتی۔ سورۂ قمر کی پہلی آیت ہے:۔

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند)

جس شخص نے تھوڑی سی بھی عربی پڑھی ہے وہ یہی معنی اس آیت کے بیان کرے گا اور سمجھیگا جو ابھی لکھے گئے۔ لیکن یہ معنی اور زیادہ یقینی و محقق ہو جاتے ہیں جب سیاق و سباق پر نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد کی آیات یہ ہیں:۔

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ	(اور یہ لوگ کوئی سا معجزہ دیکھیں تو بھی حق سے روگردانی کرینگے اور کہیں گے یہ بھی جادو ہے جو ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے اور ان لوگوں کو اگلی امتوں کے اتنے حالات پہونچ چکے ہیں کہ جن میں کافی تنبیہ تھی اور دانائی کی باتیں تھیں۔ مگر ان لوگوں کو ڈرانا ہی فائدہ نہیں دیتا تو اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ)

سورۂ قمر سے پہلے سورۂ نجم ہے۔ جس کی آخری آیتوں میں سے ایک آیت ہے:۔

أَزِفَتِ الْآزِفَةُ (یعنی قیامت جو آنے والی ہے آ پہونچی)

ان سب کو بغور کرنے کے بعد ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جس قیامت

تعبیر اختیار کی گئی ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ نزدیک ہے۔ اقتربت الساعۃ سے دکھایا گیا اور اسکا ثبوت بھی ساتھ ہی ساتھ دیدیا کہ وانشق القمر۔
اقترب باب افتعال کا ماضی ہے۔ اور باب افتعال کا خاصہ مبالغہ ہے کیونکہ علم معانی کا مسلم مسئلہ ہے کہ لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ الساعۃ کے ساتھ جب الف لام آتا ہے تو لغت عرب میں ہمیشہ قیامت کے معنی دیتا ہے الساعۃ ہی القیامۃ (قاموس)۔ انشق کے پہلے جو واؤ ہے وہ حال کے معنی دیتا ہے اور سبب کے بھی۔ ایک قرأۃ میں وقد انشق القمر ہے جیسا کہ علامہ ابو مسعود عمادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ ماضی کے اوپر قد جب داخل ہوتا ہے تو تحقیق وقوع کو ظاہر کرتا ہے اور اسلیے اس صورت میں شق قمر کا تحقیق وقوع لفظ قد کے اضافہ کرنے سے ظاہر کیا گیا۔ اقتربت اور انشق دونوں صیغہائے ماضی ہیں۔ اسلیئے ظاہر ہے کہ ان کا اشارہ کسی فعل یا حال کی طرف ہو سکتا ہے جو زمانہ گزشتہ میں ہو چکا ہے اقتربت الساعۃ یعنی قیامت قریب تر ہو گئی اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا زمانِ وقوع قریب تر ہو گیا یا یہ کہ عند العقل وہ قریب تر ہو گئی۔ چونکہ کفار حشر و نشر کے منکر تھے اور وہ اجرام فلکیہ کا پھٹ جانا محال سمجھتے تھے اسلیے معجزہ شق القمر سے یہ بات قریب الفہم ہو گئی کہ اجرام فلکیہ شق ہو سکتے ہیں۔ اور چونکہ قیامت کی نسبت منکرین سے یہی ظاہر کیا جاتا تھا کہ اسوقت آسمان و زمین درہم برہم ہو جائیں گے۔ تمام ثوابت و سیارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ اور اسکو منکرین محال سمجھتے تھے۔ اسلیئے جب ان کے سامنے واقعہ شق القمر ہو گیا تو اب ان کے لیے یہ بات ماننے کے قابل ہو گئی کہ قیامت کا وقوع اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح رسول اللہ نے ظاہر کیا تھا۔ امام رازی نے، اقتربت الساعۃ کی تفسیر میں اقتراب عقلی مراد لیا ہے۔ اچھا اب اسکے بعد کی آیت ملاحظہ کیجئے کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے وَاِنْ یَّرَوْا آیۃً یعرضوا ویقولوا سحر مستمر یعنی ان لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس سے روگردانی کر لیتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ یہ تو سحر مستمر ہے۔ سحر مستمر سے مراد سحر قوی یا ایسا سحر جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شق قمر کے معجزہ کے بعد ان آیات کا نزول ہوا اور نہ پھر کفار کی نسبت خدائے تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ان کفار کی عادت ہے کہ معجزات سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور اُسے جادو کہنے لگتے ہیں بالکل لغو و مہمل ہو جائے گا۔ یہ انداز بیان اسی بات کو چاہتا ہے کہ شق القمر ہو چکا تھا اور اسکو دیکھ کر کفار نے سحر وغیرہ سے تعبیر کیا تھا۔ تیسری آیت ہے۔
وکذبوا واتبعوا اھوائھم (جھٹلایا اُس معجزہ کو جبکہ وہ دیکھ چکے اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگے) اس سے بھی عیاں ہے کہ شق القمر کا وقوع ہو چکا تھا اور کفار نے اُس کی تکذیب کی تھی۔ کسی طرح اس سے یہ معنی مستنبط نہیں ہو سکتے کہ جب کبھی آیندہ شق القمر ہوگا تو وہ تکذیب کرینگے کذبوا و اتبعوا دونوں ماضی کے صیغے ہیں جو گزشتہ واقعہ کو ظاہر کرتے ہیں۔
ماضی کے صیغے آیندہ کے ساتھ شق قمر کو منسوب کرکے یہ کہنا کہ وہ قریب قیامت کے ہوگا۔ اور یہی مراد خدا کی ہے۔ یوں بھی درست نہیں ہو سکتا کہ انداز بیان سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ شق قمر جو بطور معجزہ کے دکھایا گیا تھا اُس کی تکذیب کفار نے کی تھی۔ اس لیئے اب اگر زمانہ آیندہ کے ساتھ منسوب کرکے وقوع قیامت کی وقت شق القمر کو مانیں تو سب سے بڑا نقص یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسی وقت شق القمر معجزہ نہ رہے گا۔ بلکہ وہ تو حادثات قیامت میں شامل ہو جائے گا۔ اور پھر تکذیب کا کوئی موقعہ ہی نہیں ہے (پس کلام اللہ میں اس بات کا اظہار کہ کفار نے تکذیب کی۔ اسی بات کو چاہتا ہے کہ شق القمر معجزہ ہو۔ اور وہ معجزہ اسوقت ہو سکتا ہے۔ جب قیامت سے پہلے اسکا وقوع ہو گیا ہو۔ ورنہ بیکار ہے۔ اور چونکہ رسول اللہ خاتم النبیین تھے اسلیے ضرورت ہے کہ وہ معجزہ انہیں کے زمانہ میں ہوا ہو۔ کیونکہ پھر ان کے بعد رسم معجزہ جاری نہیں رہ سکتی تھی۔
وہ حضرات جنھوں نے شق القمر کے معجزہ سے انکار کیا ہے انہوں نے کلام مجید کی ان آیات کی یہی تاویل کی ہے کہ ان میں اقتربت۔ وانشق دونوں مضارع کی معنی میں آئے ہیں یا صرف انشق مضارع کے معنی میں آیا ہے۔ مگر اسمیں بھی انہوں نے غلطی کی ہے۔ کیونکہ انشق کا عطف اقتربت پر ہے اور اقتربت صیغہ ماضی ہے۔ ہاں اگر اقتربت خود مضارع کا صیغہ ہوتا تو انشق کے معنی مضارع یا مستقبل کے ہو سکتے تھے، کیونکہ یہ نحوی قاعدہ ہے کہ جب ماضی کا عطف مضارع پر ہوتا ہے تو وہ صیغہ ماضی مضارع کے معنی دیتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ نہیں اقتربت بھی مستقبل کے معنی میں آیا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جب قیامت قریب آئے گی تو شق القمر ہوگا" تو بھی صحیح نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ جملہ شرطیہ ہو جائے گا۔ اور انشق القمر جواب شرط واقع ہوگا حالانکہ وہ معطوف ہے۔ اور نحو کا قاعدہ ہے کہ جواب الشرط لا یعطف علیہ (یعنی جواب شرط معطوف اپنی شرط پر نہیں ہوتا) اگر یہ کہا جائے کہ پورا جملہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر جملہ شرطیہ ہے اور جواب اس کا محذوف ہے یعنی جب قیامت قریب آئے گی۔ اور چاند پھٹے گا تو یہ ہوگا (جس کا ذکر نہیں ہے) تو بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حرف شرط و جزا دونوں کا حذف بلا قرینہ ہے اور پھر سب سے بڑا نقص آیندہ آیات کے معنی کے لحاظ سے پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح ان کا مفہوم لغو ہو جاتا ہے۔ جسکو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس قدر تحقیق سے بہرحال یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ شق القمر نص قطعی سے ثابت ہے اور اس کا ذکر ایسے الفاظ میں ہے کہ کوئی تاویل دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور جب اس امر کی تحقیق ہو جانے کے بعد کہ یہ واقعہ قرآن کی آیات سے صاف طور پر صحیح الوقوع معلوم ہوتا ہے۔ اور کسی بحث کی ضرورت نہیں باقی رہتی۔ کیونکہ نص قطعی کے مقابلہ میں احادیث و اجماع کی بحث بیکار ہوتی ہے۔ مگر نہیں ہم اسپر بھی غور کرینگے اور دیکھینگے کہ بعض علماء نے جو اسکی تاویل کی ہے کیوں کی ہے اور احادیث اس باب میں کیا ظاہر کرتی ہیں۔

(باقی دارد)

(نیاز محمد خان نیاز فتحپوری)

[illegible]

دو ترجموں اور دو تفسیروں والا عظیم الشان قرآن مجید

نمونہ دیکھئے یہ اس بیش بہا قرآن مجید کی خوبیاں معلوم ہونگی

ہدیہ غیر مجلد ۱۲ مجلد ستہ ۱۲ ار

تنقید لطیف بر خیالات ظریف

اس کتاب میں علی گڑھ کالج کے ایک سابق پروفیسر مسٹر محمد ظریف ایم۔اے (دہریہ) کی کتاب "اسلام اور عقلیت" کا نہایت ہی مدلل اور دلچسپ جواب ہے اور اسلامی عقاید کا عقلی نقلی اور سائنٹفک دلائل سے زبردست ثبوت دیا گیا ہے قابل دید اور نہایت ہی مفید اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت صرف چھ آنے (۶ر)

شریعت و طریقت

شریعت و طریقت کے متعلق غلط فہمیاں آجکل پھیلی ہوئی ہیں ان کو اس رسالہ میں نہایت خوش اسلوبی سے رفع کیا گیا ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ شریعت و طریقت کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مصنوعی صوفیوں کی قلعی کھل جاتی ہے قیمت صرف چار آنے (۴ر)

شفاء الاسقام فی الصلوٰۃ علی خیر الانام

یہ لاجواب کتاب چھ ہزار عربی درود شریفوں کا مجموعہ ہے جسکے فاضل مولف نے تمام مستند حدیث کی کتابوں کی چھان بین کرکے بڑی محنت و جانفشانی سے اس کو ترتیب دیا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تمام معلومہ خصوصیات یعنی اخلاق و عادات خوارق و معجزات۔ سوانح و غزوات وغیرہ کا درود شریف ہی کے پیرایہ میں ذکر کر دیا ہے ہر مسلمان کو ضرور منگانی چاہیئے قیمت مجلد ۱۲ ار

انتخاب توحید

میرٹھ کے مشہور و معروف اخبار توحید کی ایسی داستانی کارگزاریوں کی یادگار ہیں اُس کے منتخب مضامین کا نہایت ہی دلکش و دلنواز مجموعہ جس میں حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب اور دوسرے مستند انشا پردازوں کے قابل دید مضامین جمع کیے گئے ہیں قیمت صرف ۱۲ ار

جنگ طرابلس یعنی خون ناحق

جنگ طرابلس کے ہولناک زمانہ میں اُردو کے جادو نگار انشا پردازوں کے جو اعلیٰ مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے تھے اُن کا بیش بہا مجموعہ جسکی ایک ایک سطر نہایت ہی متاثر و عبرت خیز ہے یہ کتاب اسلامی دنیا کے جذبات کی گویا ترجمان ہے جسکے مطالعہ سے بصیرت حاصل ہوتی ہے ایسی عمدہ کتاب کو ضرور دیکھیے اور صفحات میں اسکی نظیر مشکل سے ملیگی۔ قیمت صرف ۱۲ ار

آئینۂ قیامت

مصنفہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت کو نہایت دلکش اور عجیب پیرایہ میں قلمبند کیا گیا ہے روایتیں نہایت مستند اور نظمیں بہت ہی موثر ہیں قیمت ۴ر

نوا ایمان مع مثنوی جوہر لطیف

یہ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بیدل خلیفہ خاص حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا مشہور و معروف نعتیہ دیوان ہے جسکے اشعار نہایت دلپذیر مقبول ہیں اور مولوم کی نعتیہ غزلوں کو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے قیمت ۶ر

شمایم امدادیہ

حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی سوانح و ملفوظات کا متبرک مجموعہ جسمیں تصوف کے ادق مسائل کو حل کیا ہے۔ قابل دید ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲ار)

فرایض والدین

یہ اپنی طرز کا اُردو میں پہلا رسالہ ہے جسمیں والدین کو اولاد کی تربیت و تعلیم کے نہایت بیش بہا اور مکمل اصول بتائے گئے ہیں ہر صاحب اولاد کیلئے اس مفید رسالہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قیمت صرف ۴ر

تذکرہ غوثیہ

اس کتاب میں پانی پت کے مشہور بزرگ حضرت مولانا غوث علی شاہ صاحب قلندری کی قلندرانہ اور درویشانہ زندگی کے نہایت دلچسپ و سبق آموز حالات اور صوفیانہ رموز و نکات سے بھرے ہوئے ملفوظات درج کیے گئے ہیں خدا والوں کی باتوں میں جیسی کچھ کشش ہوتی ہے سب کو معلوم ہے پھر مولانا غوث علی شاہ صاحب کے عارفانہ چٹکلے اور ظریفانہ پیرایہ میں حقایق کی تشریح نا ممکن ہے کہ پڑھنے والوں پر گریہ و خندہ کی متضاد کیفیتیں نہ طاری کر دے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد پھر بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا اور پڑھنے والا گویا ایک خدا رسیدہ بزرگ کی صحبت میں بیٹھ کر وہ لذت حاصل کرتا ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا زبان ایسی پاکیزہ و دلچسپ ہے کہ سبحان اللہ۔ غرضیکہ یہ کتاب ہر حیثیت سے نہایت دلکش اور پر سوز و اثر ہے جس کو ظاہر پرست کچھ اور مطلب نکالتے ہیں اور اہل باطن کچھ اور۔ ضخامت ۴۰۰ صفحے تقطیع $\frac{20 \times 26}{8}$ چھپائی لکھائی اور کاغذ دیدہ زیب۔ مجلد قیمت صرف دو روپیہ آٹھ آنے۔ عہ

ترجمہ قرآن مجید بزبان اُردو

سنہ ۱۹۱۶
206

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے شرم کی بات نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہو قرآن کو دین و ایمان جانتا ہو لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ملک ایران، ترکستان، افغانستان میں ملکی زبان میں ترجمہ قرآن مجید شایع نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی شریف مسلمان ایسا نہیں کہ وہ عالم ہو اور قرآن عربی کو سمجھ نہیں سکتا جیسے کہ چین کے مسلمان بھی اس قلت سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ یہ صرف آجکل کا ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی سمجھنے سے قاصر [illegible] ضرورت پڑا کہ علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی جملہ تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے پورے قرآن مجید کا ایک بامحاورہ ترجمہ [illegible] قرآنی کے علاوہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے مع مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شایع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ نہایت بسیط لکھا ہے جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) ترجمہ کرنے کا خیال کب اور کیوں پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانہ کا حال اور زمانہ آخر میں (۳) زمانہ حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم کے خیالات (۵) مولانا نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ (۶) تراجم موجودہ کی اشاعت کے اسباب (۷) ترجمہ کی دقتیں (۸) مختلف ترجمے (۹) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصول مذاہب مختلف (۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب آسمانی اور پیغمبر (۱۳) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۴) حضرت جبرئیل اور نزول قرآن (۱۵) رسالت اور آنحضرت محمد (۱۶) قرآن مجید کا نزول (۱۷) قرآن کی سورتیں اور آیتیں (۱۸) تدوین قرآن (۱۹) اعراب قرآن (۲۰) قرآن کے تیس پارے (۲۱) تقسیم احکام قرآن میں [illegible] (۲۲) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۳) مکرر باتیں قرآن میں (۲۴) قرآن کے مضامین کا محاسن (۲۵) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۲۶) برکات اسلام (۲۷) چند احکام قرآن جن پر صرف یورپ کے مہذب لوگوں کا عمل ہے (۲۸) برکات اسلام کے لئے الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۲۹) معجزات (۳۰) مولف کی معذرت (۳۱) آیات قرآنی میں علماء کا اختلاف (۳۲) درخواست مسلمانوں سے۔

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے اور جتنے مسائل شرعی قرآن سے نکلے ہیں ان کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف قرأت و علماء حنفی المذہب و اہل تشیع میں جو مسائل فقہ مختلف فیہ ہو گئے ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق جو ترجمہ اختلافی ہیں یا علماء حنفی المذہب نے باہمی اختلافات کئے ہیں حاشیہ زیریں میں سب کا بیان ہے۔ تاکہ ترجمہ سب مذاہب کے لئے یکساں مفید ہو لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو سنی حنفی المذہب کے موافق ہو۔ کیونکہ انہیں کی کثرت ہندوستان میں ہے۔

فارسی و اُردو کے قدیم ترجمے اور اُردو کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کر کے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان صحیح ترین ترجمہ اسے کہنا بجا ہے۔ یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ علامہ نے پچیس برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے۔ بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اوّل اوّل ۱۸۹۱ء میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ شایع کیا تھا اور اس سے چار برس کے بعد ۱۸۹۵ء میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شایع ہوا تھا پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے اور اس کا نتیجہ ظاہر ہوا ہے ناظرین [illegible] دیکھ کر انشاء اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ دیر آید درست آید۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ بذریعہ وی پی طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور کم سے کم اتنا تو ہو کہ یہ ترجمہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے ہاتھوں میں پہونچ کر اشتہار کا باعث ہو۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ سلیس زبان میں عام فہم طریقہ پر جس کے لئے علامہ کی تحریرات خاص شہرت رکھتی ہیں کیا گیا ہے

ہدیہ قیمت فی جلد مذہب تین روپیئے (صے) (نوٹ جہاں سینکڑوں ہزاروں روپیے اور کاموں میں خرچ ہوتے ہیں ان تین روپیہ قرآن کے سمجھنے میں خرچ ہو [illegible])

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	بیان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	[illegible]	اُردو	[illegible]	۲۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲	تاریخ الاسلام	اُردو	[illegible]	۱۸۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳	الاسلام	اُردو	[illegible]	۸۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	[illegible]	اُردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰	[illegible]
۵	الجہاد	اُردو	[illegible]	۱۸۰	[illegible]	[illegible]	۔

نمبر شمار	نام کتاب	بیان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۶	[illegible]	اُردو	[illegible]	۳۰	[illegible]	[illegible]	۔
۷	نشتر سخن	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۔
۸	زبان اُردو	اُردو	[illegible]	۳۲	[illegible]	[illegible]	۔
۹	[illegible]	انگریزی	۔	۱۸	[illegible]	[illegible]	۔
۱۰	[illegible]	۔	۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۔

نمبر شمار	نام کتاب	بیان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱۱	[illegible]	اُردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۲	[illegible]	انگریزی	۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۔
۱۳	[illegible]	۔	۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۔
۱۴	[illegible]	۔	۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۔

المشتہر عبد الواحد خاں مینجر ہاشمی اینڈ کمپنی گورکھپور

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک
قسم اول ... قسم دوم ۶
قیمت فی پرچہ ...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ

حسن سیرت معاشرت کا ... نقیب اخلاق

تمدنی امراض کا مذہبی علاج مسلمان مردوں کا رہبر عورتوں کا

... اسلامی مضامین کا دلکش مجموعہ

ہر مسی مہینے کی پہلی تاریخ کو شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے

محال است سعدی کہ راہِ صفا ✦ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ✦ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسوۂ حسنہ کیا چاہتا ہے؟

یہ مسلمانوں میں [illegible] مسلمان بنانا چاہتا ہے [illegible] اخلاق و اعمال [illegible] مسلمان ہو [illegible] قرآن [illegible] زندگی [illegible]
[illegible] اسلام کی [illegible] حاصل کرنے [illegible] تعصب [illegible]
[illegible] وقت اور قوت [illegible]
[illegible] اتحاد و اتفاق اور ہمدردی و خلوص [illegible]
[illegible] عادت چھوڑ دیں [illegible] دوسروں پر [illegible] اپنی مدد آپ کرنا سیکھیں [illegible]
[illegible] صنعت و حرفت و تجارت کی طرف [illegible] توجہ کریں [illegible] اور اسلاف کے کارناموں [illegible] تمام [illegible]
[illegible] شادی بیاہ وغیرہ کی ناجائز رسوم کو ترک کریں [illegible]
[illegible] عادت [illegible] مولویوں [illegible] صوفیوں [illegible] مسلمانوں [illegible]
[illegible] خود غرض [illegible] لیڈروں کے پھندے میں [illegible] قومی [illegible]
[illegible] خلاصہ یہ کہ [illegible] تمام اوصاف [illegible] متصف کریں جو ایک اصلح انسان میں ہونے چاہئیں تاکہ زمین کی وراثت کے وہ مستحق سمجھے جائیں۔ اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

قواعد و ضوابط

(۱) اسوۂ حسنہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو (انشاء اللہ) شایع ہوا کرے گا اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہونچے تو [illegible] تاریخ تک [illegible] چاہیے ورنہ پھر شاید قیمتاً بھی نہ مل سکے
(۲) اسوۂ حسنہ دو قسم کے کاغذوں پر چھپتا ہے قسم اول کے پرچہ کی سالانہ قیمت [illegible] اور قسم دوم کے پرچہ کی [illegible] ہر حال میں پیشگی آنی چاہیے۔ (۳) جو حضرات [illegible]
[illegible] اسوۂ حسنہ کی سالانہ قیمت [illegible] اس سے زائد عطا فرمائیں گے وہ معاونین خاص سمجھے جائیں گے ان کے اسمائے گرامی اسوۂ حسنہ میں شایع ہوا کریں گے [illegible]
غیر مستطیع حضرات کے لیے اسوۂ حسنہ کی معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائے گی (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکار [illegible] نہیں پہونچے گی تو ہم آئندہ سال [illegible]
[illegible] وصول کرنے کے لیے وی پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے [illegible] وی پی کا وصول کرنا ہوگا۔ (۵) اسوۂ حسنہ کا نمونہ اس شرط پر مفت دیا جا سکتا ہے کہ اگر نمونہ دیکھنے کے بعد
[illegible] منظور نہ ہو تو اسے واپس کر دیا جائے ورنہ ایک سال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا وی پی ادا کر دی جائے (۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیے [illegible]
نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیے اور نام و پتہ صاف و خوشخط لکھنا چاہیے ورنہ تعمیل نہ ہوگی (۷) اسوۂ حسنہ میں اشتہارات چھپوانے والوں کے لیے [illegible]

مضمون نگاروں کیلئے

اسوۂ حسنہ کے قلمی معاونین کو مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول عنہ کا حوالہ ضرور دیں (۳)
مضامین اسوۂ حسنہ کے لیے [illegible] غیر ضروری [illegible] اور غیر محققانہ ہوں یا اسوۂ حسنہ کے مقاصد کے صراحۃً یا کنایۃً منافی ہوں یا جنہیں لفظی تحسین زیادہ [illegible]
[illegible] (۴) اگر مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شایع ہو چکا ہو یا شایع ہونے کیلئے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو [illegible]
[illegible] (۵) مضمون لکھنے سے قبل اسوۂ حسنہ کے مقاصد کا پڑھ لینا ضروری ہے جو [illegible] چھپے ہوئے ہیں (۶) اسوۂ حسنہ [illegible]
[illegible] (۷) طویل اور غیر دلچسپ مضامین [illegible] اسوۂ حسنہ کے لیے [illegible]
[illegible] ترجمے بھی شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے بشرطیکہ وہ کوئی اصلاحی، علمی یا ادبی خصوصیت رکھتے ہوں (۸) [illegible]
[illegible] اسوۂ حسنہ میں [illegible] شایع کئے جائیں گے۔



چھ مشہور دواؤں کا بکس



ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اس لیئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لیے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہوں یقین دلانے اور آزمائش کے لیئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ بکس) بنائے جسمیں اتنی قدر کافی ہوا یک ادویہ ہی کی آزمائش پورے طور پر ہو سکتی ہے۔ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ ان کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ گھر باریوں کے لیئے یہ انمول ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔

دواؤں کے نام



دمہ کی دوا دمہ کیسا ہی دورہ میں ہو فوراً دبا تی ہے۔ **کولا ٹانک**۔ ہر ایک کے لیئے طاقت بڑھانے کی دوا **مقوی باہ کی گولیاں** جیسا نام ویسا فائدہ **عرق کافور**۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے۔ **جلاب کی گولیاں** شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہو جاتی ہے **عرق پودینہ** بہتر درد شکم ریاحی درد کی دوا۔ **نوٹ**:۔ پوری حالت کی فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھیئے۔ ادویات ہر جگہ دوکان داروں و دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے۔

قیمت فی بکس۔ ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) محصول ڈاک چار آنے دلہ ما

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باغ باغچہ لگانیوالوں کو مژدہ

ہمارے باغبان۔ اسمیں ہر قسم کی ترکاریوں میوہ دار درختوں اور ہر قسم کی پھلوار پیدا کرنے کے طریقے بونے کا موسم اور بہت سی متفرق باتیں درج ہیں تاکہ ہر شخص باغبانی کے عام اصولوں اور بھیدوں سے مستفید ہو سکے اور باغبان کی خوشامد سے بچے قیمت ۲۰۰ صفحہ مجلد مع محصول ڈاک ۱۱/ ہے۔

سیر دنیا ہندوستان و پنجاب کے ۶۲ نامی چیدہ چیدہ مشہور شہروں کا حال جو سیاح کو رہنما کا کام دیں۔ ہر جگہ کی تجارت، مشہور عمارات کا مفصل حال سفر کا آرام قابل دید قیمت صرف مع محصول ڈاک مجلد کتاب ۱۲ ارہے۔ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ جلدی کرو۔

نعمتوں کا طلائی تھال ہر قسم کے کھانے اور مٹھائیاں وغیرہ بنانے کی لاجواب کتاب دنیا بھر کے ہر قسم کے کھانے اور مٹھائیاں چاٹ وغیرہ آچار مربّہ پاپڑ چٹنیاں ترکاریاں وغیرہ ونباول عبارت عام فہم گنوار عورت کو بھی پڑھ کے سنا دو تو وہ بھی عمدہ سے عمدہ لذیذ کھانے بنا لے قیمت ۱ا ر

پھلجھڑی۔ یہ نادر کتاب روتوں کو ہنساتی ہے پژمردہ دلوں کو شگفتہ کرتی ہے۔ غمگین اور رنجیدہ کو باغ باغ کرتی ہے۔ قابل دید۔ مہذب و عمدہ لطائف کا مجموعہ۔ ۱۲۵ صفحے۔ قیمت مع محصول ڈاک ۱۱ر ہے۔

ان تمام کتابوں کے ملنے کا پتہ

مینجر قیصر ہند ایجنسی نمبر ۱۹ سہارنپور

سہارنپوری تحفے

چاول سہارنپور کا مشہور ہے۔ دور دراز ملکوں میں جاتا ہے۔ آپ کو جس قدر ضرورت ہو طلب کریں۔ ۵ سیر ڈھائی سیر منگا و بقیمت پیشگی وصول ہونے پر چاول روانہ ہونگے (۱) تھیلی چاول باسمتی ۵ سیر مع محصول سہ (۲) تھیلی چاول باسمتی دو سیر مع محصول عہ (۳) تھیلی چاول رام جوائن ۵ سیر۔ مع محصول تین روپیہ (۴) تھیلی چاول رام جوائن ۲ سیر مع محصول عہ۔ وی پی ارسال نہیں ہوتے۔ تھوک فروش دریافت کریں۔

پودے و تخم میوے دار درختوں کے پودے اور پھولوں۔ ترکاریوں کے تخم جو مطلوب ہوں ہم سے طلب فرمائیے۔ فہرست مفت ہم سے منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔

جئی یہ گھوڑوں کو کھلائی جاتی ہے۔ گھوڑا چست چالاک اور طاقتور ہو جاتا ہے۔ قیمت فی بوری ایک من ۱۵ سیر ہ ریلوے اسٹیشن پر کرایہ ریلوے ذمہ خریدار۔ فرمائش کے وقت ہ فی بوری وصول ہو نیپر بلٹی روانہ ہوگی

نوٹ:۔ سہارنپور سے جو چیز مطلوب ہو منگائیے۔

مینجر دوکان لالہ متھرا داس نانو مل مور گنج سہارنپور

رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۲ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۴ھ لغایت ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ھ

جلد (۴) | فہرست مضامین | نمبر ۲۶

فہرست مضامین

اشتات

معارف القرآن

عقائد الاسلام

السیرۃ المحمدیہ والخصائل النبویہ

حکمت و موعظة

مذاکرہ و مناظرہ

اصلاح الاخلاق و الاعمال

علم و ادب

اشتہارات

گزارش

جو حضرات کا سالانہ خریداری اس پرچہ کے پہونچنے پر ختم ہوجائے گا اگر وہ آیندہ کے لئے خریداری جاری رکھنا چاہتے ہیں تو براہ کرم مبلغ عہ بذریعۂ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ ۱۵ ستمبر تک سال آیندہ کی قیمت موصول نہ ہوئی اور کوئی اطلاع انکاری بھی دفتر میں نہ پہونچی تو ضابطۂ دفتر کے بموجب اکتوبر کا رسالہ وی پی بھیجکر سالانہ قیمت عہ قسم دوم کے خریداروں سے اور مبلغ سے رقسم اول کے خریداروں سے وصول کرلی جائے گی۔ اگر آپ کسی مجبوری سے آیندہ سال کے لئے (خدانخواستہ) رسالہ نہیں خرید سکتے تو بواپسی ڈاک ایک کارڈ لکھکر ہم کو مطلع کردیجئے کہ آئندہ آپ کے نام اُسوۂ حسنہ نہ بھیجا جائے۔ ایک پیسہ کا کارڈ لکھدینے میں آپ کا اتنا نقصان نہیں ہوگا جتنا کہ وی۔ پی کے واپس آنے سے ہم کو تکلیف اور دیر باری ہوگی۔ ہمارا آپ کا ایک سال (یا اس سے بھی زیادہ) سے تعلق ہے۔ امید کہ آپ اسی تعلق کا خیال رکھیں گے اور وی۔ پی واپس کرکے خواہ مخواہ ہم کو نقصان نہ پہونچائیں گے۔ منیجر



اُسوۂ حسنہ

اشتات

دیباچہ

بنام اللہ المستعان یہ رسالہ بھی وقت معینہ پر ناظرین باتمکین کی خدمت میں پہنچکر اُن کو مسرور و محظوظ کریگا۔ اس پرچہ میں کوئی مضمون ایسا تو نہیں ہے جو اعلیٰ مضامین میں شمار کیا جاسکے البتہ اوسط درجہ کے مضمونوں میں کئی مضمون مفید و دلچسپ ہیں اور قابلیت و محنت سے لکھے گئے ہیں۔ جناب مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب (عالم فاضل) کا مضمون عقائد اسلام ایک عمدہ تعلیمی مضمون ہے۔ جو لوگ عقائد اسلام سے ناواقف ہیں اُنہیں یہ مضمون غور سے پڑھنا بلکہ حفظ یاد کرلینا چاہیئے کیونکہ صحیح عقائد ایک مسلمان کے لیئے نہایت ضروری ہیں۔ جناب مولوی محمد عظیم صاحب واعظ اسلام کا مضمون برگزیدہ نبیؐ کے برگزیدہ خصائل کا مبارک و مفید سلسلہ اُسوۂ حسنہ میں عرصہ سے جاری ہے۔ ناظرین کرام اس کے محاسن و فوائد سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ ہمارے دیرینہ معاون مخلص جناب مولوی حکیم محمد رکن الدین صاحب داناؔ (عالم فاضل) جن کے گرانقدر مضامین کو اکثر ناظرین شوق و دلچسپی سے پڑھتے ہیں، عرصۂ دراز تک سخت علیل رہنے کی وجہ سے اُسوۂ حسنہ کے لیئے مضامین نہیں لکھ سکے تھے، اب کہ بفضلہ تعالیٰ آپ صحتیاب ہو گئے ہیں امید ہے کہ اپنے رشحات قلم سے برابر ناظرین کو محظوظ و مستفید فرماتے رہیں گے۔ اس پرچہ میں جناب صوفؔ کا بھی ایک دلچسپ مضمون کنج تنہائی درج ہے جو ابھی ناتمام ہے اس لیئے اس کے متعلق کچھ لکھنا قبل از وقت ہے۔ مولوی شیخ نور الدین صاحب تاجر چرم کا مضمون سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق ایک دلچسپ تاریخی مضمون ہے مسلمانوں کے لیئے اس سے زیادہ اور کونسا امر ضروری ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ولی نعمت اور آقائے نامدار کے متبرک سوانح حیات سے باخبر ہوں۔ مولوی خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی کا مضمون سورۂ کریمہ ماعون کا ترجمہ کے متعلق۔ رسالہ "البلاغ" سے نقل ہوا ہے اس لیئے اُس کے مفید ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ میں مختلف کتب کے جو اقتباسات درج ہوئے ہیں اُن میں مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے اس لیئے وہ خاص طور پر مفید و دلچسپ ہیں۔ ہمارے خیال میں مجموعی حیثیت سے یہ رسالہ بھی اپنے ماسبق نمبروں سے کچھ کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

انعامی مضمون

اُسوۂ حسنہ کی جلد ۲ میں "معیار تقدس" کے انعامی موضوع پر کُل سات مضامین شایع ہوئے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ایسے اہم موضوع پر بھی ہمیں کوئی مضمون ایسا جامع نہیں مل سکا جو پورے انعام کے قابل سمجھا جاتا۔ منجملہ سات مضمونوں کے تین مضمون باقی چار مضمونوں سے بہتر ہیں۔ مگر یہ تینوں مضمون اس قسم کے ہیں جن میں سے کسی ایک کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ باقی مضمونوں سے اچھا ہے کیونکہ ہر ایک مضمون بعض اعتبارات سے دوسرے مضامین سے بڑھا ہوا ہے اور بعض اعتبارات سے گھٹا ہوا۔ لہٰذا یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ کون سا مضمون بہترین مضمون ہے اس لیئے شیخ زین العابدین صاحب رئیس میرٹھ کی یہ رائے ہے کہ انعامی رقم

کو تین مساوی حصوں پر تقسیم کر دیا جائے اور ایک ایک حصہ تینوں مضمون نگار صاحبان یعنی علامہ ابو الفضل، حسان اللہ صاحب عباسی، مولوی حکیم محمد اسرار الحق صاحب اور مولوی حافظ محمد عبد الوہاب صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق انعامی رقومات مندرجہ بالا معاونین کی خدمت میں انشاء اللہ عنقریب ارسال کر دی جائیں گی۔ چلہ ردال کے متعلق ابھی تک کسی صاحب نے اپنی طرف سے انعام کا اعلان کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس لیے کوئی انعامی موضوع سال رواں کے لیے تجویز نہیں کیا گیا +

ایک جدید اسلامیہ کالج

اخبارات میں چھپ چکا ہے کہ [illegible] حضور [illegible] صاحب بھوپال [illegible] کے چھوٹے صاحبزادے پرنس عبید اللہ خاں صاحب بی۔ اے نے باستصواب بعض سربرآوردگان قوم اور ارباب فہم و دانش دہرہ دون میں ایک نیا اسلامیہ کالج قائم کرنے کی سکیم تیار کر رہے ہیں۔ ہم [illegible] کو معلوم ہوا ہے کہ صاحبزادہ صاحب ڈھائی لاکھ روپے کی [illegible] رقم مجوزہ کالج کو اپنی ذات خاص سے عطا فرمائیں گے۔ اور چند ہمدرد قوم [illegible] حضرات [illegible] بہت قلیل معاوضوں پر اس کالج کی خدمت کرنے کے لیے [illegible] یہ بھی سنا گیا ہے کہ [illegible] تعلیم اور خور و نوش و رہائش وغیرہ کے جملہ مصارف کی بابت [illegible] طالب علموں کو [illegible] گے۔ خدا کا شکر ہے [illegible] میں اپنے [illegible] قوم [illegible] ضروریات [illegible] [illegible] سمجھتے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] کالج [illegible] [illegible] کوشش کرے گا۔ [illegible] [illegible] [illegible] استقلال و عقد کے [illegible] کہ آئندہ [illegible] کر دیا جائے۔

[illegible] یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مجوزہ کالج [illegible] علی گڑھ کالج کی رقابت میں قائم کیا جا رہا ہے اور اس سے علی گڑھ کی مرکزیت کو نقصان پہونچے گا۔ ہمارے خیال میں اگر جدید کالج کا مقصد قیام اور غایت تعلیم کا دائرہ معینہ وہی رکھا گیا ہے جس کا مرکز سر سید نے علی گڑھ کو قرار دیا تھا تو مذکورہ بالا اندیشہ کے لیے قوی وجوہ موجود ہیں اور ہر بہی خواہ قوم کا فرض ہے کہ وہ اس خطرہ کے دفعیہ کی کوشش کرے۔ ایک مفلس قوم کے لیے تعلیمی مصارف کا کم کرنا بلاشبہ نہایت ہی [illegible] ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس کے حاصل ہونے میں مدد دے۔ لیکن محض اسی ایک مقصد کے لئے کسی جدید کالج کے عظیم الشان مصارف کو برداشت کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ یہ مقصد موجودہ کالج سے بھی بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ قوم متفق ہو کر اسباب زیادتی مصارف کو رفع کرنے کے لئے کافی سرمایہ فراہم کر دے۔ اور منتظمین و امینان کالج پر زور ڈالے کہ وہ حتی الامکان کفایت شعاری کو ملحوظ رکھیں اور طالبعلموں سے فضول خرچی اور تن آسانی کی عادت چھڑوائیں۔ علی گڑھ کالج میں ان اصلاحات کو عمل میں لانے کے لیے مستصلحین کی ایک با اثر تعداد کا جماعت امینان میں ہونا ضروری ہے۔ اگر بتحریک رقابت کوئی دوسرا کالج قائم ہوا تو ان مستصلحین کی تمام توجہ نئے کالج کی جانب منعطف ہو جائے گی اور علی گڑھ میں اصلاحات کا دروازہ مسدود ہو جائے گا۔ اس لیے مجوزین دہرہ دون کالج سے ہمیں امید ہے کہ وہ تحریکات تاسیس کالج میں سے رقابت علی گڑھ کالج کے خیال کو (اگر ایسا خیال کسی وجہ سے موجود ہے) دل سے نکال دیں گے۔ اور اپنے لیے ایک ایسا نصب العین تجویز کریں گے جو علی گڑھ کے معلومہ نصب العین سے مختلف ہو اور جس سے قوم کو وہ نفع پہونچ سکے جو اس وقت کسی موجودہ کالج سے نہیں پہونچتا۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ تمام سرکاری و نیم سرکاری مدارس مسلمانان کو ملازمت کے لیے تیار کر رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ دہرہ دون کا جدید کالج بھی تعلیمی برکات کی فہرست میں حصول ملازمت کی امید کو کوئی جگہ دے۔ ہمارے [illegible] میں ایک درسگاہ تو کم از کم ایسی بھی ہونی چاہیئے جو ہماری نئی نسل کی معتد بہ چند افراد کو کسی اعلیٰ اور مفید تر مقصد کے لئے تعلیم دے سکے۔ موجودہ انگریزی کالجوں کے نتائج کی اصلی صورت گو نظر ظاہر سے مخفی ہو مگر چشم بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اب کوئی ذی ہوش و فہیم شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ وہ نتائج قوم کو حقیقی ترقی کے مدارج پر پہونچانے کے لیے کسی طرح کافی نہیں ہیں۔ ان کا وجود صرف اس لیے غنیمت ہے کہ وہ عدم سے بہتر ہے۔ ہمیں ایک ایسی تعلیمگاہ کی بھی ضرورت ہے اور جلد ضرورت ہے جو ہماری پسماندہ قوم میں اسلامی کیرکٹر پیدا کرے۔ وہ کیرکٹر جو آج مغربی اقوام کی کامیابی کا ذریعہ [illegible] ہے۔ اور ہمیں صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ کہے جانے کے قابل بنائے۔ جو کم سے کم وقت اور قلیل سے قلیل صرف میں ہم کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے جو ہماری جسمانی و دماغی قوتوں کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد بیکار نہ کر دے جو ہم میں اجتہادی اور عملی قابلیتیں پیدا کرے۔ جو ہماری اندرونی قوتوں کو ابھارے۔ قومی دولت و قوت کی حفاظت کرے۔ تجارت زراعت اور صنعت و حرفت میں دوسری اقوام کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہونے کے قابل بنائے اور ہماری مادری زبان اردو کو کارآمد علوم و فنون سے مالا مال کر دے۔ اگر ہندوستان کی کوئی یونیورسٹی ایک ایسے کالج کو جو مذکورہ بالا غایات و مقاصد کو مدنظر رکھ کر صحیح اصول پر قائم کیا گیا ہو جس میں ذریعہ تعلیم ہماری مادری زبان اردو اور سکنڈ لینگویج انگریزی، عربی یا فارسی ہو۔ اپنے ساتھ ملحق

کرنے کے لیئے تیار نہیں ہے تو نہ ہو۔ انشاء اللہ بہت تھوڑے زمانہ میں قومی کالج کی سندوں کی عزت و وقعت یونیورسٹی کی ڈگریوں اور ڈپلوموں کو بڑھ جائے گی اور ہم محسوس کرنے لگیں گے کہ کسب معیشت کے لیئے سرکاری ملازمت ہی واحد ذریعہ نہیں ہے بلکہ رزاق کریم نے حصول معاش کے اور بھی بہت سے ذرائع اپنے صالح بندوں کے لیئے مہیا فرمائے ہیں جو ملازمت سے بہتر ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ پرنس حمید اللہ خاں صاحب اور اُن کے مشیران باتمکین ہمارے مشورہ پر غور فرمائیں گے ✦

مکاتب اسلامیہ

[illegible] بیدار مغز حکمران ہز آنر سر جیمس مسٹن بہادر نے اپنے عہد حکومت میں مسلمانوں کے تعلیمی اور سیاسی حقوق کی نگہداشت اور ان کے بعض جائز مطالبات کے پورا کرنے میں جس فراخ دلی اور عدل پروری سے کام لیا ہو اُس کیلیئے ہز آنر ممدوح تمام مسلمانان ہند کے شکریہ و امتنان کے مستحق ہیں۔ آپکی ذات [illegible] کے اتھ جو توقعات ذی ہوش اور باخبر مسلمانوں نے شروع میں قایم کی تھیں وہ بتدریج پوری ہوتی جاتی ہیں اور اگر بعض افسوسناک غلط فہمیوں کی وجہ سے کانپور کی مسجد کا ناگوار واقعہ پیش نہ آتا تو یقیناً سر جیمس مسٹن کو عام مسلمانوں میں بھی ایسی ہردلعزیزی حاصل ہوتی جو ممدوح کے پیشرو حاکم صوبہ ہذا کو اب تک نصیب نہیں ہوئی۔

ہز آنر کو اپنے صوبہ کی قلیل التعداد جماعتوں کی تعلیمی پستی اور سیاسی بے بسی کا اتنا ہی خیال ہے جتنا کہ ایک عدل پرور اور مظلوم نواز حاکم کو چاہیئے۔ اور جہاں تک مصالح حکومت اجازت دیتے ہیں وہ ان جماعتوں کی ترقی کے راستہ سے موانع و مشکلات کے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہز آنر نے یہ دیکھکر کہ صوبہ ہذا کے مسلمان ابتدائی تعلیم میں بمقابلہ دیگر اقوام کے بہت پیچھے ہیں، [illegible] یہ رزولیوشن منظور کیا کہ مسلمانوں کے لیئے ابتدائی تعلیم [illegible] آسانیاں بہم پہونچانے کی غرض سے صوبۂ ہذا میں مخصوص اسلامیہ مکاتب گورنمنٹ کی طرف سے بکثرت قایم کیئے جائیں جن میں مدرسین مسلمان مقرر ہوں اور اُن کے اعلیٰ افسران نگران بھی مسلمان ہی رکھے جائیں تاکہ جو مسلمان اپنے بچوں کو عام تحصیلی مدارس میں محض اس لیئے بھیجنا پسند نہیں کرتے کہ ان میں قرآن مجید پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہوسکتا وہ بطور خود اسلامیہ مکاتب میں تعلیم قرآن و دینیات کا انتظام کرسکیں [illegible] شکایت بھی رفع ہوجائے کہ بعض اوقات غیر اقوام [illegible] مسلمان بچوں کو پوری دلسوزی اور محنت سے نہیں پڑھاتے [illegible] کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کی اس مربیانہ تجویز پر سنہ ۱۹۱۰ء سے عملدرآمد شروع ہوگیا ہے، امید ہے کہ صوبۂ ہذا کے مسلمان جو جہالت کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں عاقبت اندیش بنکر گورنمنٹ کی اس فیاضانہ تجویز سے پورے طور پر فائدہ اُٹھانے میں تساہل و تغافل سے کام نہیں لینگے۔ کیونکہ ایسے بیش بہا مواقع ہمیشہ نہیں نصیب ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے سیکڑوں بچے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اگر ہر ایک محلہ کے سربرآوردہ اور بارسوخ اشخاص ان آوارہ گرد بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم کے لیئے اپنے اپنے محلوں میں مکاتب قایم کرادیں اور ان کی نگرانی میں دلچسپی لیتے رہیں تو یقیناً وہ اسلام اور مسلمانوں کی ایک ایسی خدمت کریں گے جس سے زیادہ قابل قدر اور لائق تحسین اس زمانہ میں کوئی دوسری خدمت نہیں ہوسکتی۔ بڑے افسوس اور اندیشہ کی بات ہے کہ ہم مسلمانوں نے بے نتیجہ سیاسی شور و شغب میں منہمک ہوکر توسیع تعلیم جیسے ضروری اور اہم کام کو کچھ عرصہ سے بالکل ہی پس پشت ڈال رکھا ہے حالانکہ اب کوئی ذی ہوش اور عقلمند شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کے ادبار و تنزل اور ذلت و مسکنت کی سب سے بڑی وجہ ان کی جہالت ہے، کاش ہمارے پُرجوش بہی خواہان قوم اقبال کا قومی ترانہ

"چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا"

پڑھتے وقت اس شعر پر بھی غور کرلیا کریں :—

زمانہ نام ہے میرا تو میں تم کو دکھا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام اُنکا مٹا دوں گا

جنگ اور بیکاری

ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ کی ہلاکت آفریں جنگ کے دوررس اثرات نے شہری وسائل معاش پر گزر کرنے والے لاکھوں مسلمانوں کو جو اپنے اخراجات آمدنی سے کم رکھنے کے عادی نہیں تھے مفلسی اور فاقہ مستی کا ہدف بنا رکھا ہے۔ بیکاری و بے روزگاری کی دردناک صدائیں ہر طرف سے آرہی ہیں اور لوگ ذرائع معیشت کے مسدود و محدود ہوجانے سے نالاں و پریشاں ہیں۔ کلکتہ کا انگریزی رسالہ "انڈسٹری" اس ناگوار صورت حال سے متأثر ہوکر متوسط طبقہ کے ہندوستانیوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ شہری زندگی کی دلفریبیوں کو خیرباد کہکر مواضعات و جنگلات میں جا بسیں اور اُس علم و واقفیت سے کام لیکر جو اُنھوں نے شہروں میں حاصل کی ہے اپنے آبائی پیشہ کاشتکاری سے معاش حاصل کرنیکی کوشش کریں قریب قریب ہمارے کل مواضعات میں ایسی اُفتادہ زمینیں موجود ہیں جنھیں درست کرکے اُن سے کام لیا جاسکتا ہے لیکن ہمارے دیہاتی کاشتکار بوجہ جاہل و ناواقف ہونیکے انسے کچھ نفع نہیں اُٹھاتے اگر اوسط درجہ کے تعلیمیافتہ باشندگان قصبات زراعت کی جانب متوجہ ہوجائیں تو وہ نہ صرف اپنے لیئے ایک عمدہ وسیلۂ معاش مہیا کریں گے بلکہ ملک و قوم کو بھی بہت فائدہ پہنچائیں گے۔ ہمارے خیال میں اس مفید مشورہ پر عمل کرنے کی مسلمانوں کو بمقابلہ دیگر اقوام کے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ وہ نہ صرف افلاس و مصائب ہی کا شکار ہورہے ہیں بلکہ عرصہ دراز تک شہروں میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے سے ان کے جسمانی و روحانی قویٰ بھی بے انتہا ضعیف ہوگئے ہیں ✦

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

(قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اسکے مطالب سے) نصیحت حاصل کریں۔

معارف القرآن

تفسیر الفاتحہ

سلسلہ کے لئے دیکھو اسوۂ حسنہ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

ہدایت اس آیت کی تحت میں استاد امام شیخ محمد عبدہ مرحوم نے پہلے ہدایت کے معنی بیان کیے کہ اہل لغت کے نزدیک ہدایت، دراصل لطف و کرم سے ایسے راستہ پر لگا دینے کا نام ہے جو مطلوب مقصود تک پہونچا دے اس کے بعد علامہ ممدوح نے ہدایت کی اقسام و مراتب کی بحث شروع کی اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو مقصود و سعادت کے حاصل کرنے کے لیئے چار قسم کی ہدایتوں سے بہرہ اندوز فرمایا ہے:

اوّل وجدان طبیعی اور الہام فطری کی ہدایت ہے یہ پیدائش ہی کے وقت سے بچوں کے اندر موجود ہوتی ہے۔ کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی حاجت غذا کی تکلیف یعنی بھوک کو محسوس کرکے فطرتی طور پر غذا کی طلب میں چیختا چلاتا ہے اور جیسے ہی پستان اُسکے لبوں تک پہونچتی ہے فوراً بچہ کو اُس کے دبانے اور چوسنے کا الہام ہوجاتا ہے۔

دوسری حواس و مشاعر کی ہدایت ہے جو حیوانی زندگی میں پہلی ہدایت کی تکمیل کرتی ہے۔ مذکورۂ بالا اقسام کی ہدایتیں حیوان ناطق، غیر ناطق دونوں میں مشترک ہیں بلکہ ان دو ہدایتوں کے لحاظ سے بے زبان جانور انسان سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ غیر ناطق حیوان کا الہام اور اُس کے حواس اُس کی پیدائش کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد درجۂ کمال کو پہونچ جاتے ہیں برخلاف اس کے انسان کے حواس و مشاعر بتدریج اور عرصۂ دراز میں مکمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اُس وقت کوئی علامت اُس کی ایسی نہیں ظاہر ہوتی جس سے یہ کہا جاسکے کہ وہ آوازوں کو سنتا یا چیزوں کو دیکھتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ دیکھنے لگتا ہے لیکن اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے فاصلہ کا اندازہ کرنے سے قاصر رہتا ہے اور دور کی چیز کو قریب سمجھ کر اُس کے حاصل کرنے کے لیئے اُس کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا ہے۔ خواہ وہ آسمان کا چاند ہی کیوں نہ ہو۔ حواس و مشاعر کے کامل ہونے پر بھی اس قسم کی حسّی غلطیاں اکثر انسان سے ہوتی رہتی ہیں۔

تیسری عقل کی ہدایت ہے۔ انسان کی خلقت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ اجتماعی طور پر یعنی مل جل کر زندگی بسر کرے مگر باوجود اس کے وجدان و الہام سے اُس کو اسقدر حصہ نہیں ملا جو حسب ظاہری کے ساتھ اس اجتماعی زندگی کے لیئے کافی ہوسکے۔ جیسا کہ شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں کو ملا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو ایسی وجدانی اور الہامی قوت عطا فرمائی ہے جو ان کو مجتمعانہ زندگی بسر کرنے کے لیئے کافی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کُل کے لیئے اور کُل اپنے ہر ہر فرد کے لیئے برابر سلسلۂ عمل کو جاری رکھتی ہیں۔ اور اسی طریقہ سے اُن کی حیات نوعی قایم ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اس کا گواہ ہے۔

انسان کا خاصۂ نوعی چونکہ ایسا نہیں تھا کہ اُس کے اندر اس قسم کی الہامی قوت زیادہ رکھی جاتی اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک ایسی ہدایت عطا فرمائی جو حس و الہام کی ہدایت سے بہتر و اعلیٰ ہے یعنی عقل جس سے حواس و مشاعر کی غلطیوں کی اصلاح ہوتی اور اُن کے علل و اسباب کا پتہ چل جاتا ہے۔ نگاہ دور سے بڑی چیز کو چھوٹا اور پانی میں کھڑی ہوئی سیدھی لکڑی کو ٹیڑھا دیکھتی ہے۔ علیٰ ہذا صفراوی کی زبان پر میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ پس یہ عقل ہی کا کام ہے کہ وہ ان ادراکات کی نسبت ناقص و غلط ہونے کا حکم لگاتی ہے۔

چوتھی ہدایت دین ہے۔ حواس و مشاعر کی طرح عقل بھی اپنے ادراک میں غلطی کرتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے شخصی یا قومی نفع کے کاموں میں عقل و حواس سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے اور ان ہدایات کو شہوات و لذات کا تابع کرکے ان سے طریق گمراہی اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُسے معرض ہلاکت میں ڈال دیتی ہیں۔ پس جبکہ حواس و مشاعر بھی سیدھے راستہ سے بھٹک جائیں اور خواہشات نفسانی عقل کو اپنا غلام بنالیں اور عقل اُن خواہشات کے لیئے طرح طرح کے حیلے تراشنے لگے تو انسان کے لیئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ خوش نصیبی کی زندگی بسر کرسکے؟ پھر ان خواہشات و شہوات کی کوئی حد بھی نہیں ہے جہاں انسان رُک جائے۔ حتیٰ کہ ان کے نتائج صرف ایک انسان کی شخصیت ہی تک محدود نہیں رہتے بلکہ وہ بسا اوقات دوسروں کی ملکیت پر بھی دست درازی کر بیٹھتا ہے۔ اسی وجہ سے اُن کے آپس میں

دشمنیاں ہو جاتی ہیں۔ وہ لڑتے ہیں جھگڑتے ہیں۔ لوٹ مار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے پر حملہ کر بیٹھتے ہیں۔ نوبت قتل و قتال تک پہونچ جاتی ہے۔ اور مذکورۂ بالا ہدایات کو کچھ کام نہیں چلتا۔ پس معلوم ہوا کہ ان کو ایک ایسی ہدایت کی ضرورت ہے جو ایسے وقت میں جبکہ خواہشات نے ان کو اندھا اور اُن کی عقلوں کو مغلوب کر دیا ہو اُن کی رہنمائی کرے اور اُن کے لیے اُن کے اعمال کی حدود کو ظاہر کر دے تاکہ وہاں پہونچکر وہ رُک جائیں اور آگے دست درازی کرنے سے باز آئیں انسان کی یہ ضرورت ہدایتِ دین سے پوری ہوتی ہے علاوہ ازیں انسان کی خلقت و طبیعت میں جو باتیں رکھی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام جہان پر ایک غیبی قوت مسلط ہے جس کی طرف وہ تمام باتیں منسوب ہوتی ہیں جن کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُسی قوت غیبیہ نے ہر ایک چیز کو خلعت وجود عنایت فرمایا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس محدود زندگی کے علاوہ بھی کوئی اور زندگی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مذکورۂ بالا ہدایتوں کے ذریعہ سے انسان یہ متعین کر سکتا ہے کہ جس غیبی قوت نے اس کو اور تمام جہان کو پیدا کیا ہے اور جس نے یہ ہدایتیں وغیرہ عطا فرمائی ہیں اُس کے کیا کیا حقوق اس کے ذمہ واجب ہیں اور وہ کونسی باتیں ہیں جن کے ذریعہ سے وہ دوسری زندگی میں فلاح یاب و سعادتمند ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ ان اُمور کے معلوم کرنے کے لیے اُسے ایک چوتھی ہدایت کی سخت ضرورت ہے اور اُسی کا نام دین ہے جسے اللہ تعالےٰ نے اُس کو عطا فرمایا ہے۔

قرآن مجید کی اکثر آیتوں میں اُن مختلف قسم کی ہدایتوں کا ذکر موجود ہے جو اللہ تعالےٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہیں۔ ازانجملہ ایک آیت وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ہے۔ یعنی ہم نے اُسے سعادت و شقاوت اور خیر و شر کا راستہ دکھایا ہے۔ یہ آیت ہدایت حواس ظاہری و باطنی اور ہدایت عقل و دین سب کو شامل ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ یعنی ہم نے ثمود کو (خیر و شر کی) راہ بتادی مگر اُنھوں نے شر کے راستوں کو اختیار کر لیا جن کو اس آیت میں عمٰی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی مضمون کی اور کئی آیتوں کا ذکر کرنے کے بعد علامۂ ممدوح نے فرمایا کہ اب ہدایت کے ایک اور معنی بیان کیے جاتے ہیں جو آیۂ کریمہ مندرجۂ ذیل سے مفہوم ہوتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ
فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ

یہاں پر ہدایت سے وہ ہدایت[۱] مراد نہیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کیونکہ آیات سابقہ میں ہدایت کے معنی دلالت کے ہیں اور دلالت کی صورت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو دو راستوں کے سرے پر لیجاکر کھڑا کر دیا جائے جن میں سے ایک راستہ تو مہلک ہو اور دوسرا بعافیت منزل مقصود تک پہونچانے والا اور ہر ایک راستہ کے انجام سے اُس کو مطلع کر دیا جائے۔ یہی وہ ہدایت ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمام افراد انسانی کو عطا فرمائی ہے۔ لیکن اس آیت میں جس ہدایت کا ذکر ہوا ہے وہ ایک خاص ہدایت ہے جو حواس و مشاعر اور عقل و شریعت کی طرح ہر ایک کو نہیں ملی۔ بلکہ خاص خاص لوگوں کو عطا ہوئی ہے۔ مراد اس ہدایت سے یہ ہے کہ خیر و نجات کا راستہ بھی بتا دیا جائے اور اس راستہ پر چلنے کی توفیق بھی عطا کی جائے

چونکہ انسان سے شریعت و دین کے سمجھنے اور حواس و عقل کے استعمال میں اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں اور وہ گمراہی میں پڑ جاتا ہے (جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں) اس لیے وہ ایک خاص مدد کا محتاج ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد پاک اهدنا الصراط المستقيم میں ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم اُس مدد کو حق سبحانہ وتعالےٰ سے طلب کریں لہٰذا آیۂ کریمہ اهدنا الصراط المستقيم کے معنی یہ ہوئے کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اس طرح پر کہ تیری غیبی مدد بھی ہمارے شامل حال ہو جو ہمیں غلطی و گمراہی سے محفوظ رکھے۔ سب سے پہلی دعا ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم فرمائی ہے۔ محض اس وجہ سے کہ بمقابلہ اور چیزوں کی احتیاج کے ہمیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ضرورت زیادہ ہے۔

الصراط المستقيم۔ اس کے بعد علامۂ ممدوح نے صراط کے معنی بیان فرمائے کہ صراط راستہ کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے اشتقاق سے بحث کی۔ ایسے ہی دوسری قرأۃ سراط کے معنی و اشتقاق کے متعلق بھی وہ تمام باتیں بیان کیں جو کتب تفسیر و لغت میں مذکور ہیں۔ پھر فرمایا کہ مستقیم (یعنی سیدھا) معوج یعنی ٹیڑھا کی ضد ہے۔ لیکن معوج کے مقابل مستقیم ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسمیں کجی یا خمیدگی کا ہونا ضروری ہے بلکہ ہر وہ چیز جو اُس غایت یا مقصود سے منحرف ہو جائے جس پر اس کا منتہی ہونا لازمی و ضروری ہے معوج کہلائے گی اصطلاح علم ہندسہ میں مستقیم دو طرفوں کے درمیان قریب ترین ذریعۂ وصل کو کہتے ہیں اور یہ اصطلاحی معنی لغوی معنی سے لزوماً نکلتے ہیں جیسا کہ صاف ظاہر ہے یہ جو ہم نے کہا ہے کہ مقابل مستقیم یعنی معوج سے ہر وہ چیز مراد ہے جو اپنی غایت سے منحرف ہو جائے۔ یہ اس وجہ سے کہا ہے کہ اگر کوئی راستہ ہی سے بھٹک کر ادھر اُدھر چلا جائے تو وہ بہ نسبت اُس شخص کے جو راستہ کی ٹیڑھی ترچھی پگڈنڈیوں پر چل رہا ہے زیادہ گمراہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دوسرا شخص تو کبھی نہ کبھی منزل مقصود پر پہنچ ہی جائے گا مگر پہلے شخص کو جو راستہ ہی سے بھٹک گیا ہے وہاں پہونچنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ بلکہ جس قدر وہ اپنی رفتار میں تو غل و انہماک سے کام لیگا اُسی قدر غایت و مقصود سے دور ہوتا جائے گا۔

بعض مفسرین نے صراط مستقیم سے حق۔ دین اور عدل و حدود مراد لیے ہیں

[۱] ہدایت کے معنوں میں یہ فرق لغت میں مشہور ہے اور قرآن پاک کی آیات مندرجۂ ذیل میں بظاہر جو تناقض معلوم ہوتا ہے اس کا جواب بھی اسی معنوی فرق کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ اور إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ۔ اور لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۔ ان آیات میں جو ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ثابت کی گئی ہے وہ نیکی اور حق کا راستہ بتا دینے کے معنوں میں ہے اور جس ہدایت کی آنحضرتؐ سے نفی کی گئی ہے وہ بمعنی اعانت و توفیق ہے ۱۲۔

ہم کہتے ہیں کہ وہ تمام باتیں جو ہمیں دُنیا و آخرت کی سعادت حاصل کراتی ہیں خواہ وعقائد و آداب ہوں یا احکام و تعلیمات سب پر صراط مستقیم کا اطلاق ہوسکتا ہے رہا یہ سوال کہ ذرایع حصول سعادت کا نام صراط یا راستہ کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب ایک مثال سے واضح ہو جائے گا۔ مثلاً حق ہی کا تقاضا ہے کہ وہ خدا اور نبوت اور احوال کائنات و بشر کے متعلق صحیح اعتقاد رکھنے کا نام ہے اور ان معنوں میں صراط کا مفہوم واضح طور پر موجود ہے کیونکہ صراط یا راستہ اسی کو کہتے ہیں جس پر منزل مقصود تک پہونچنے کے لیئے ہم چلتے ہیں۔ اسی طرح حق جو ہمارے لیئے واقعی اور صحیح عقیدے کو ظاہر کرتا ہے بمنزلہ اس صحیح راستہ کی ہے جو بہت سے گمراہ کن راستوں سے نکالکر ہمیں منزلِ مقصود کو لیجاتا ہے پس عقل و نفس کے نزدیک حق کی بھی وہی صورت ہے جو حواس کے نزدیک ایک سیدھی سڑک یا شاہراہ کی ہے۔ اس پر سیر حسی ہوتی ہے اور اس پر سیر معنوی۔ علیٰ ہذا القیاس جب تم حدود و احکام کے معنوں میں غور کروگے تو اُن میں بھی صراط کا مفہوم موجود پاؤگے جو احکام اعمال سے متعلق ہیں اُن کی تقسیم حسب ذیل اقسام میں کی گئی ہے۔ واجب۔ مندوب مباح۔ محرم۔ مکروہ۔ اور اس سے ہمارے نفس و اجتہاد کو خیر و شر کی تمیز میں بہت بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ پس ہدایت کبریٰ یعنی دین کے ذریعہ سے ان احکام کی تشریع ایسی ہی ہے جیسی کہ ایک صاف اور کشادہ سڑک جس پر عمل کے ذریعہ سے چلتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے تم دیکھوگے کہ نفسانی خواہشات کے غلام شرعی احکام کو بھی ایک کھیل بنالیتے ہیں اور انھیں توڑ مروڑ کر اپنی خواہشات کے مطابق کرلیتے ہیں۔ جیسا کہ بے وقوف عقل و حواس سے نفع اُٹھانے کی بجائے انھیں اپنی ہلاکت کا ذریعہ بنالیتے ہیں دین کو کھیل بنا کر اپنی مرضی کے موافق توڑ مروڑ دینا یہ ایسی حرکت ہے جو علما دین ہی سے سرزد ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ موصوف نے اس کے لیئے ایک مثال بیان فرمائی کہ جامع ازہر کے موقوفہ کتب خانہ کے کسی کمرہ سے ایک عالم فقیہ نے کوئی کتاب چُرالی اور اپنے اس فعل کو اس دلیل سے جائز کرلیا کہ واقف کی نیت کتاب کو وقف کرنے سے یہ تھی کہ اُس سے نفع اُٹھایا جائے۔ چنانچہ کتاب اس کے پاس آجانے سے یہ مقصد حاصل ہے۔ برخلاف اس کے واقف نے کتب خانہ کے جن کمروں میں کتاب کو رکھوایا تھا وہاں پڑے رہنے سے اس کا نفع فوت ہوجاتا ہے۔ اس قسم کی تاویلات سے حرام چیزوں کو حلال کرلینے کی مثالیں بہت ہیں۔ اس وجہ سے انسان کو خدا تعالےٰ کی مخصوص اعانت و توفیق کی بھی ضرورت ہے اور بہت سخت ضرورت ہے تاکہ وہ ان ہدایتوں کے مطابق ایسی استقامت و استقلال سے عمل کرتا رہے کہ اُسے سعادت دُنیوی و اُخروی حاصل ہوجائے۔ اسی لیے اللہ جلشانہ نے ہمیں متنبہ فرمادیا ہے کہ ہم التجا کرکے اُس سے ہدایت کے طلبگار رہیں۔ تاکہ وہ ہمارا معین و مددگار ہوجائے اور ہمیں اپنی خواہشات پر فتحیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آیت ہذا کو آیت ماسبق کے ساتھ ملاکر پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ طلب ہدایت میں بھی ہمیں سوائے خدا کے کسی سے استعانت نہ کرنی چاہیئے اور یہ استعانت اُس وقت کرنی چاہیئے جبکہ ہم اپنی کوشش و فکر کو اُس شریعت کے سمجھنے میں جو ہم پر نازل ہوئی ہے بقدر امکان صرف کرچکے ہوں اور جن شرعی احکام کا ہمکو علم ہوگیا ہو اُن پر عامل ہوں۔ یہ مقصد اُن تمام مقاصد سے افضل ہے جنکے حصول کے لیئے ہم خدائے عزوجل سے مدد کے خواستگار ہوتے ہیں کیونکہ اس میں دُنیا و آخرت دونوں جہان کی بھلائی شامل ہے گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے آیت ایاک نستعین میں یہ بتاکر کہ استعانت سوائے اُس کے اور کسی سے نہ ہونی چاہیئے اھدنا الصّراط المستقیم میں یہ تعلیم فرمایا ہے کہ مدد کیونکر مانگنی چاہیئے

(باقی آیندہ)

سُورۂ کریمۂ ماعون

دولت کے کرشمے بھی عجیب و غریب ہیں۔ ایک مجسمۂ شیطنت اور ملعونیت۔ ایک پیکرِ فسق و فجور انسان، زریں لباس زیب تن کیے ہوئے تمہاری مجلس میں آجاتا ہے۔ اُس کا ایک ایک فعل، ایک ایک حرکت، اخلاق انسانی کو توڑنے والی، اور نظام عالم کو درہم برہم کرنے والی ہوتی ہے۔ مگر سونے کا چمکدار تھیلا سب کی آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے اور تمام حاضرین سربسجود ہوکر "اَنْتَ اِلٰهُنَا" پکارنے لگتے ہیں اس کی تمام بُرائیاں نیکیاں بن جاتی ہیں۔ اس کے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے ہیں، اور وہی فساد و شیطنت کا پُتلا معبود و مطلوب ہر بوالہوس بنجاتا ہے دولت کے یہ کرشمے ہیں۔ تم ان کو روزمرہ مشاہدہ کرتے ہو۔ مگر تم ان سے نصیحت و عبرت نہیں حاصل کرتے۔ یمرون علیها وهم عنها معرضون۔

دولت اپنے ساتھ خوبیاں بھی لیکر آتی ہے۔ اور بُرائیاں بھی۔ قرآن کریم مال جمع کرنے سے تم کو نہیں روکتا۔ مختلف مقامات پر اس کو "خیر" سے تعبیر کیا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کے اندر عیب نہیں، قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے ہر ایک بحث کی تنقیح کرتا ہے۔ اُس کے محاسن و فضائل ظاہر کرتا ہے۔ اُس کے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے اور پھر بتلا دیتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟

بخل ایک نہایت ہی مذموم اور قبیح شے ہے۔ جس وقت کسی قوم سے مالی و جانی قربانی کا مادّہ جاتا رہتا ہے۔ وہ قوم تباہ ہوجاتی ہے۔ اور زندہ قوموں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتی۔

سورۂ صف میں فرمایا :۔ هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم، تومنون بالله ورسوله وتجاهدون فى سبيل الله باموالكم وانفسكم، ذالكم خير لكم ان كنتم تعلمون۔ آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتائیں جس کا یقینی اور قطعی نتیجہ یہ ہو کہ عذاب الیم سے نجات مل جائے۔ وہ تجارت وحید صرف یہ ہے کہ اللہ و رسول پر سچے سچے ایمان لے آؤ۔ اور مال و جان کو

حق کی راہ میں قربان کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھی علم ہوگا تو تم دیکھ لوگے کہ اس میں تمہارے لیئے بڑی ہی خیر و برکت ہے۔

پھر اس قربانی کو زیادہ واضح۔ نتیجہ خیز اور موثر بتلانے کی غرض سے سورۃ توبہ میں فرمایا :- قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفسقین۔ مسلمانو! اگر تمہارے باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ عورتیں۔ برادری۔ وہ مال جو تم نے کمایا ہے۔ وہ سوداگری و تجارت جس کی کساد بازاری کا تمہیں ڈر ہے۔ وہ مکانات جو تمہیں بہت ہی مرغوب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی تم کو زیادہ عزیز ہے اللہ سے اُس کے رسول سے اور پھر اُس کی راہ میں قربانی کرنے سے تو یقین کرو کہ تمہارے لیئے اللہ کی رحمت و محبت کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ بس اب تم اللہ کے آخری فیصلہ کا انتظار کرو۔ اور اس بات کا یقین کرلو کہ خدائے حکیم و علیم بداخلاقیوں کی کبھی رہنمائی نہیں کرتا۔

غور کرو۔ یہ اُس جانی و مالی قربانی سے بھاگنے کا نتیجہ ہے۔ جو اوپر بیان کیا گیا۔ اب ایسی قوم کی ہدایت کا دروازہ مقفل ہوجاتا ہے۔ وہ مغضوب و ملعون ہوجاتی ہے۔ اور خدا کی لعنت کا آہنی طوق اُس کی گردن میں پڑجاتا ہے پھر دُنیا میں کون ہے جو اللہ کے ذلیل کیئے ہوئے کو عزت دے؟

بخل اگرچہ تم ابتدا میں صرف مال کے لیئے کروگے۔ مگر اس کا فسادِ عظیم جان کے عزیز ہونے تک پہونچ جائے گا اور خدا کے راستہ میں دُکھ اٹھانا بھی تمہارے لیئے مشکل ترین امر ہوجائے گا۔

قرآن حکیم نے اسی بخل کو لیا۔ اور ایک مستقل سورۃ میں اسکے نتائج کو واضح کیا۔ ارءیت الذی یکذب بالدین، فذلك الذی یدع الیتیم، ولا یحض علی طعام المسکین۔

کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس کو اتنا بھی یقین نہیں کہ اُس کو کسی نہ کسی دن اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور اگرچہ زبان سے وہ قیامت کا اقرار کرتا ہو۔ مگر اُس کے اعمال اُس کے اس اقرار کی تکذیب کر رہے ہیں؟ جو شخص یتیموں کی ذرا بھی پروا نہ کرے بلکہ جب وہ اپنی حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لیکر آدیں تو اُن کو دھکا دیکر نکال دے تو کیا اس عمل قبیح سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ اس کو قیامت پر ذرا بھی یقین نہیں ہے اُس کے ساتھ تو اُس کے اعمال جائیں گے نہ کہ مال و دولت۔ اگر حقیقت یہ ہے کہ اُس کو وہم و گمان بھی نہیں کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دینا ہے۔ خیر اس کو بھی جانے دو۔ اگر یہ نہ سہی تو کم سے کم اتنا تو ہوتا کہ دوسروں ہی کو نیکی کی ترغیب دیتا۔ مگر اس بدبخت کی حالت عجیب ہے کہ اوروں کو بھی مساکین و فقراء کی خدمت کرنے پر ترغیب نہیں دیتا۔ اسکے یہ تمام اعمال و افعال صاف صاف اعلان کر رہے ہیں کہ اس کو قیامت سے قطعی انکار ہے۔ ورنہ کیا اتنی معمولی نیکی سے بھی گریز کرتا؟

یہ وہ جماعت ہے جس کے پاس مال ہے۔ دولت ہے اور وہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتی۔ بلکہ اُس کو خزانوں اور کوٹھیوں میں مقفل کرکے بند رکھتی ہے ان کی بعینہ وُہی حالت ہے جو یہودیوں کی تھی۔ والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ جو لوگ سونا اور چاندی۔ مال اور دولت جمع کرکے خزانوں میں جمع کرتے ہیں اور غربت و افلاس کے خوف سے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُن کو عذاب الیم کی خوشخبری سُنا دو۔ اس مال کو جہنم کی آتش میں گرم کرکے اُن کے ماتھے اُن کے لبوں اور اُن کی پشتوں پر داغ دیا جائے گا۔ اُسوقت اُن سے کہا جائے گا کہ یہی وہ مال و متاع زندگی ہے جو بیحد مرغوب و محبوب ہونے کے باعث تم جمع رکھتے تھے۔ دیکھو یہ اُس گاڑنے اور جمع کرنے کا نتیجہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مرتبہ جہاد کے لیئے روپیہ کی ضرورت تھی آپ نے مسجد میں جاکر خطبہ دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کچھ لاؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے کچھ لیکر دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ یہ اُس وقت امیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے گھر میں کیا چھوڑا اور ہمارے لیئے کیا لائے؟

حضرت عمر نے عرض کیا۔ تمام مال جمع کیا۔ نصف حضور کی خدمت میں پیش کردیا اور نصف اپنے اہل و عیال کے لیئے رکھ آیا ہوں۔

اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے ہیں۔ یہ اُس زمانہ میں غریب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے دریافت فرمایا۔ ہمارے لیئے کیا لائے۔ اور گھر میں کیا چھوڑا؟ عرض کیا۔ جو کچھ گھر میں موجود تھا سب کچھ جمع کرکے لے آیا ہوں اور گھر میں اللہ اور اُس کا رسول ہے۔

دُنیا نے دیکھ لیا کہ ان قربانیوں نے کیا نتائج پیدا کیے اور جس وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ فدویت پیدا ہوجائے گا اُس کے نتائج دُبارہ دیکھ لیں گے۔

ان تین آیتوں میں اُن ارباب مال و دولت کی تصویر کھینچ دی۔ جو انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کریں۔ اس کیساتھ اب اُن لوگوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر دراصل اُس کے مقصد حقیقی کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔

فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یراءون ویمنعون الماعون۔ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں چاہیئے تھا کہ نماز اُن کے اندر تمام وہ خصائل پیدا کردیتی جو نماز کے اصل مقاصد ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جانی قربانی تو کجا مالی قربانی سے بھی گریز کرتے ہیں۔ معمولی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں تک لوگوں کو دینے سے انھیں انکار ہے

ایک عالم سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ اپنی کتابیں دوسرے کو پڑھنے کے لئے عاریتاً دیدے۔ ایک طالب علم یہ نہیں کرسکتا کہ اپنے قلم دوات سے دوسروں کو نفع پہنچادے۔ ایک عورت میں اتنی فیاضی بھی نہیں پیدا ہوسکتی کہ اپنے برتن دوسری پڑوسن کو استعمال کے لیئے دیدے۔ جب نماز پڑھتے ہیں اور نہایت خشوع وخضوع کا اظہار کرتے ہیں تو بڑی لمبی نمازیں ہوتی ہیں۔ پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑجاتا ہے۔ مگر قربانی کا اتنا مادہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ پس افسوس ایسے نمازیوں کے لیئے۔ وہ نماز کی اصل حقیقت کو بھول گئے۔ وہ نماز سے بالکل غافل ہیں۔ وہ محض لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ کے لیئے اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔

اس چھوٹی سی سورۃ میں قدوس حق نواز نے بخل کی حقیقت کو واضح کردیا ہے کہ اس سے قومیں تباہ۔ ملتیں برباد اور مذاہب ناپید ہوجاتے ہیں اب یہ بخل خواہ ارباب دولت میں پیدا ہو جس کو تم آسانی سے سمجھ سکتے ہو خواہ عابدان گوشہ نشین میں پیدا ہو جو کنج عزلت میں بیٹھکر اذکار زہد وعبادت کرتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ گریہ سود۔ سجدے کرتے ہیں مگر لاحاصل دعائیں مانگتے ہیں۔ مگر قبول نہیں ہوتیں۔

حقیقت یہی ہے کہ ابتدا میں قوموں کے اندر مالی قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب اس میں کامل ومکمل ہوجاتی ہیں، تو پھر جانی قربانی کا حکم ہوتا ہے۔ اسی جگہ دیکھو۔ سورۂ ماعون میں بخل کی مذمت بتلائی کہ بخل سے بچیں اور اللہ کے رستہ میں مال خرچ کریں۔ ایک مدت تک جب اس پر عمل ہوتا رہا۔ قوم مالی قربانی کے لیئے ایک حد تک تیار ہوگئی تو پھر سورۂ کوثر نازل ہوئی جس میں جانی قربانی پر زیادہ زور دیا گیا۔ اور اُس کا ایک ہی نتیجہ بھی بتا دیا: إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ (البلاغ)

خواجہ **عبد الحیٔ** سابق پروفیسر میرٹھ کالج

سلطنت کس کو ملتی ہے؟

وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ

اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں جیسے کہ عوام میں سمجھے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے سبب اور اپنی سنت جاریہ کے خلاف ملک دیدیتا ہے اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے ایک سنت وانداز کے موافق کرتا ہے كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ پس مشیت کے معنی سنت جس کو چاہے۔ اللہ کا ملک دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسکو ملک دینا چاہتا ہے اُسے فی نفسہ حکمرانی کے قابل بنادیتا اور ایسے مناسب اسباب پیدا وموجود کردیتا ہے جن کے ذریعہ وہ ملک وسلطنت تک پہونچ جائے یعنی اللہ تعالیٰ دو سببوں سے سلطنت دیتا ہے ایک خود بادشاہ کی ذات میں موجود ہوتا ہے اور دوسرا اُس قوم میں جس میں کہ وہ ہونہار اور بادشاہ بننے والا شخص ہوتا ہے جیسا کہ ایک مشہور یا مرسل حدیث میں ہے کہ كَمَا تَكُونُوا يُوَلَّى عَلَيْكُمْ اور یہ واقعی بات ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سعادتمند بنانا چاہتا ہے تو اُسپر ایسا بادشاہ حکمران کرتا ہے جو قوم کی اچھائی کی استعداد کو بڑھاتا اور طاقت دیتا ہے یہاں تک کہ اس قوم کی بھلائی اُس کے شر پر غالب آجاتی ہے اور وہ سعید ہوجاتی اور سعید کہلاتی ہے اور جب کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو اُسپر حکمران کرتا ہے جو اُسکے دواعی شر کو قوت دیتا ہے یہاں تک کہ اُس کا شر خیر پر غالب آجاتا ہے اور وہ شقی وذلیل بنجاتی ہے زور آور قومیں اس پر حملہ آور ہوتی ہیں اور ادھر ادھر سے اس کا ملک چھینتی رہتی ہیں یہانتک کہ آخر کار اس قوم کی سلطنت نیست ونابود ہوجاتی ہے۔ سعادت وشقاوت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور بمقتضاء سنت اس کا یہ ارادہ پورا ہوتا ہے پس درحقیقت وہی جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے لیکن عدل وحکمت کے ساتھ نہ ظلم وزیادتی سے اسی لیئے وہ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ اور دوسری جگہ فرماتا ہے إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ متقین سے یہاں مراد ہیں وہ لوگ جو ملک کی خرابی اور قوم کے ضعف کے اسباب یعنی حکام کے ظلم اور قوم کی جہالت وبداخلاقی سے اور اُن کے نوابع سے بچتے ہیں اور صالحوں سے مراد ہیں وہ جو زمین کی آبادانی کی صلاحیت اور قوموں کی سیاست کی ان کی استعداد کے موافق قابلیت رکھتے ہیں۔

عموماً مسلمان اس قسم کی موجزہ آیتوں سے یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہوں کو ملک بقوت الٰہی حاصل ہوتا ہے اور اس حصول کو اُن اسباب وسنن سے کچھ تعلق نہیں ہے جنپر آدمی کو اپنے کسی اعمال میں چار وناچار چلنا اور گزرنا پڑتا ہے۔ اصل میں یہ اعتقاد بُت پرست قوموں کا ہے اور قدیم سے چلا آتا ہے۔ اسی اعتقاد کی بدولت بہت سے بادشاہوں نے ان لوگوں کو اپنا غلام بنایا جو سمجھتے تھے کہ دنیاوی بادشاہی خدا کی آسمانی بادشاہی کا ایک شعبہ ہے اور بادشاہوں کی مقاومت کرنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے اور اس کی مشیت سے نکلنا ہے حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط تھا۔ اور جو اب بھی ایسا خیال رکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اپنی سنّت کو جو عین حکمت ہے اور نظام خلق کے لیئے مقرر ہے باطل نہیں کرتی۔ کتاب وسنّت بلکہ عقل ووجود میں بھی کوئی دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ قوموں پر بادشاہوں کا تصرّف بقوّتِ الٰہی وبخارق عادت قائم ہے۔ بلکہ شریعت الٰہی اور کارخانۂ خدائی اس کے خلاف شہادت دیتا ہے۔ پس اگر کوئی قوم اپنے بادشاہوں پر بھروسہ کرکے یا اُس کی سلطنت کو ایک غیبی قوت خیال کرکے اپنی اصلاح میں کوتاہی کرے اور اُس کو مشیت خداوندی پر ڈالکر اپنے آپ کو معذور بنانا چاہے تو ہرگز معذور نہیں ہوسکتی +

(ماخوذ از تفسیر القرآن)

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہو تو ہرگز اُسکا وہ دین قبول نہ ہوگا اور وہ انجام کار زیں کاروں میں ہوگا۔

عقائد الاسلام

توحید باری کے براہین ثلاثہ

دین فطرت، دین قیم، دین حق کا سب سے پہلا عقیدہ اور اصل اُصول توحید باری تعالیٰ ہے جس کے متعلق بہت کچھ دلائل عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ ہم پیشتر چند آیات قرآن حکیم سے اخذ کر کے تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے بعد توحید باری تعالیٰ کے براہین عقلیہ پیش کریں گے۔ سنیئے اور ہمہ تن گوش ہو کر سنیئے:-

(۱) وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ط
تم سب کا ایک ہی خدا ہے اُس کے سوا اور کوئی نہیں وہ مہربان بخشش فرمانیوالا ہے۔

(۲) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط اللہ ہی ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ زندہ اور قیوم ہے۔

(۳) هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ط وہ وہ خدا ہے جو تمہیں ارحام میں جس صورت کا چاہتا ہے بنا تا ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں وہ عزت والا اور حکمت والا ہے۔

(۴) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط خدا گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہیں۔

(۵) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ط اللہ ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ البتہ وہ تم کو قیامت کے دن یکجا کرے گا۔

(۶) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُسی کی عبادت کرو۔

(۷) اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ط اُسی کی پیروی کر جو وحی کی گئی تجھ پر تیرے پروردگار کی طرف سے۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور مشرکوں سے اعراض کر۔

(۸) اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ط بتحقیق میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں تم سب کی جانب وہ خدا جسکا آسمان و زمین ملک ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں وہ جِلاتا اور مارتا ہے۔

(۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط خدا کیساتھ اور خدا کو نہ پکار کیونکہ اُس کے سوا کوئی خدا ہی نہیں۔ ہر چیز نیست ہے مگر اُس کی ذات۔

(۱۰) هُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط وہ زندہ ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں اسی کیلئے اخلاص دین کرتے ہوئے اُسے پکارو سب تعریفیں خدا ہی پروردگار عالم ہی کے لیے ہیں۔

(۱۱) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ ط وہ وہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ بادشاہ ہے بہت پاکیزگی والا۔

اسی طرح اور بہت آیات بیّنات ہیں جن میں باری تعالیٰ نے اپنی توحید نہایت زبردست شاندار الفاظ اور پُر زور معانی و مضامین کے ساتھ نہایت واضح طور پر عالم آشکارا فرمائی ہے فی الحال اسی قدر آیات پر اکتفا ہے۔ اب براہین عقلیہ نہایت سلیس و صاف عرض کیے جاتے ہیں۔ ان براہین میں ہم قدیم منطق کا طرز یعنی قیاس اور مقدمتین صغریٰ کبریٰ بھی ترک نہ کرتے ہوئے منطق جدید کا رویّہ یعنی بدیہی مقدمات و مشاہدات سے دلائل کو مستحکم کرنے کیساتھ ساتھ قرآن حکیم کی آیات بیّنات بھی پیش کرتے جائیں گے جو حقیقتاً فلسفۂ حقانی و منطق ربانی کہے جانے کے قابل ہے۔

بُرہان اوّل

صغریٰ: حق تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ **کبریٰ:** واجب الوجود ایک ہی ہو سکتا ہے۔
نتیجہ: پس حق تعالیٰ ایک ہی ہے۔

تفصیل۔ صغریٰ مسلّمات میں سے ہے کوئی مذہب اس کا منکر نہیں۔ نیز عقل بھی یہی ثابت کرتی ہے اس لئے کہ اگر وہ ممکن ہو تو ممکنات میں سے اس کی کیا ترجیح ہوگی کہ وہ خالق و مالک ٹھہرے، دیگر ممکنات مخلوق و مملوک اور نیز وہ

ی لغیرہ منتقر ٹھہرے گا۔ پھر غیر سے لیے کیونکر مبدا فیاض بنے گا۔ تعالی الله عن ذالك علوا كبيرا ط

کبریٰ بھی ثابت ہے ۔ دلیل یہ کہ واجب الوجود اگر دو ہوں تو وہ دونوں ماہیتِ واحد کے دو فرد ہوں گے ۔ پھر اگر اُن میں من کل الوجوہ اتحاد ہی یا نہیں اگر من کل الوجوہ اتحاد ہو تو اُن کو دو کہنا بعید از عقل ہے ۔ مشاہدات گواہ ہیں دو چیزیں دو جب ہی ہو سکتی ہیں جب کہ ان میں کچھ تفارق ہو ۔ لہٰذا یہ شق باطل ہوئی ۔ اگر من بعض الوجوہ اتحاد اور من بعض الوجوہ تفارق اور اختلاف ہو تو بعض اُمور ایسے نکلینگے جو ہر ایک دوسرے میں نہ ہوں گے یہ کمال واجب تعالےٰ کے منافی ہے ۔ کیونکہ اس کے لیئے کوئی حالت منتظرہ نہیں ہے ۔ نیز ہر ایک میں جو بعض اُمور مفقود ہوں گے اُن کی تحصیل میں محتاج الی الغیر ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے ۔ پس صغریٰ یعنی حق تعالیٰ واجب ہے ۔ اور کبریٰ یعنی واجب ایک ہی ہو سکتا ہے ۔ یہ دونوں مقدمتین جب ثابت ہو چکے پس نتیجہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ایک ہی اور یہی توحید ہمارا مدعا ہے ۔

برہان ثانی

صغریٰ واجب تعالیٰ عالم کیلئے علت تامہ ہے **کبریٰ** :۔ علت تامہ ایک ہوتی ہے ۔
نتیجہ :۔ پس واجب تعالیٰ ایک ہی ہے ۔

صغریٰ ثابت ہے ۔ اس لیئے کہ اگر بعض اجزاء عالم کے لیئے علت مانیے تو وہی کمال واجب سے منافات اور ذات واجب میں نقص لازم آتا ہے ۔

کبریٰ بھی ثابت ہے اس لیئے کہ اگر دو علت تامہ ہوں تو وہ دونوں معلول میں مؤثر ہونگی یا نہیں اگر کہیئے ۔ ہاں ۔ تو معلول واحد پر علتین مستقلتین کا توارد لازم آتا ہے جو بداہتہً باطل ہے ۔ اگر کہیئے ۔ نہیں ۔ تو ایک واجب کی تعطیل لازم آتی ہے ۔ نیز اسکو علت نہیں کہا جا سکتا ۔ حالانکہ وہ عالم کے لیئے علت تامہ تسلیم ہو چکا ہے لہٰذا اثبات مقدمتین کے بعد نتیجہ خود ثابت ہے کہ واجب تعالیٰ ایک ہی ہے ۔ اور یہی توحید ہمارا مدعا ہے ۔

بُرہانِ ثالث

یہ وہ برہان ہے جس کو خدائے قدوس نے قرآن حکیم میں اُتارا ہے جو کہ " بُرہانِ تمانع " کے نام سے موسوم کیا جاتی ہے :۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فساد حکم و عمل میں جدا جدا ہوتے ۔ خلل خدائی میں پڑتا جو دو خدا ہوتے

صغریٰ :۔ تعدد الٰہ مستلزم فساد ہے ۔ **کبریٰ** :۔ اور فساد منتفی ہے ۔
نتیجہ :۔ پس تعدد الٰہ منتفی ہے ۔

یعنی اگر دو خدا ہوتے تو ہر ایک کا ارادہ و مشیت موجودات کے متعلق مختلف ہوتی جس سے ان میں تنازع پیدا ہو کر نظام عالم بگاڑ دیتا ۔ لہٰذا توحید ثابت ہوئی جو ہمارا مدعا ہے

شُبہ

ممکن ہے کہ وہ دونوں متفق ہو کر کام کریں ۔

ازالہ

غیر ممکن ہے اسلیئے کہ خدا غنی مطلق ہے اُسکو دوسرے کی شرکت کی حاجت نہیں کیونکہ شرکت کا وہی محتاج ہوتا ہے جسکی کوئی غرض یا ضرورت اٹکی ہوتی ہے خدا ایسی باتوں سے پاک ہے واللہ غنی حمید

شُبہ

ایک غالب دوسرا مغلوب ہوگا ۔ اس صورت سے دو ہو سکتے ہیں ۔

ازالہ

استغفر اللہ ۔ جو مغلوب ہوگا اُس کو خدا کون کہے گا ۔ خدا تو وہی غالب و مختار ہے یا بالفاظ دیگر ذات واجب الوجود مستجمع جمیع کمالات کا نام ہے ۔ اس مختصر تحریر سے مسئلہ توحید باری پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے جس کو زیادت مطلوب ہو آیات اللہ میں غور کرے اور کتب فلسفہ و علم کلام قدیم و جدید مطالعہ کرے ولنعم ما قیل ؎

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

واقول ؎

مِنْ لِسَانِ الصِّدْقِ كُلُّ شَاهِدٌ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔

ابو محمد **محفوظ الحق** علی قادری غفرلہ

عقائد الاسلام

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (اٰل عمران ع) بیشک خدا کے نزدیک اسلام ہی ایک حق مذہب ہے مذہب اسلام کی بنائے مقدس پانچ باتوں پر مبنی ہے جنھیں ارکان خمسہ بھی کہا جاتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری شریف صفحہ ۱ و مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے ۔ اول تو خدائے واحد کو سچے معبود ہونیکی شہادت دینا اور نیز یہ کہ حضرت محمد خدا کے بندے اور اُسکے رسول ہیں دوسرے نماز پڑھنا ۔ تیسرے زکوٰۃ دینا چوتھے اگر مقدور ہو تو خانۂ کعبہ کا حج کرنا پانچویں رمضان المبارک کے روزے رکھنا ۔

تصحیح عقائد کی ضرورت

جب تک عقائد سے واقفیت نہ ہو اور تصحیح عقائد نہ کی جاوے اُسوقت تک تمام اعمال ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ خیرات و صدقات وغیرہ سب رائگاں ہیں بلکہ عقائد و معتقدات اسلامیہ کا ناواقف شخص کفر و شرک سے خود کو نہیں بچا سکتا ۔ اور جب کوئی

شخص کفر و شرک میں تمیز نہ کرسکے تو دیگر اعمال کی مقبولیت کی بابت کیا امید کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِیْدًا [النساء ع ۱۸ پ ۵]	اللہ تعالیٰ اس گناہ کو تو نہیں معاف فرمائیگا کہ اُس کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اسکے سوا جس گناہ کو چاہے معاف کر دے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ راہ راست سے دور بھٹک گیا۔

اسی بناء پر صحابہ کرام رضؓ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت تاکید کے ساتھ عقائد کی آراستگی کی بابت تلقین و ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

اسی بناء پر سلف صالحین رحؒ اور علمائے اسلام نے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ فن عقائد اور علم کلام میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے ماہرین علوم عربیہ بہرہ اندوز اور مستفید ہوتے ہیں اور اپنے عقائد و اعمال و دین و اسلام کو درست کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُردو داں برادران اسلام اور طلباء انگریزی مدارس کے لیے (جنہیں نصاب تعلیم کی تکمیل سے فرصت نہیں ملتی) قرآن شریف و احادیث نبویؐ نیز کتب عقائد مثلاً شرح مواقف۔ شرح مقاصد۔ عقائد نسفی۔ عقائد جلالی۔ وغیرہ سے ترجمہ کر کے مختصر طور پر صاف و سلیس عبارت میں عقائد اسلامی کو قلمبند کر دیا جائے۔ تاکہ ناواقف حضرات اپنے عقائد کو درست کر کے دین و دُنیا میں اعمال صالحہ کی خیر و برکت اور اجر و ثواب سے محروم نہ رہیں۔ وما توفیقی اِلّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب ؕ

عقائد باللّٰہ

۱۔ تمام عالم کا بنانے والا صرف ایک خدائے واحد ہے۔ ۲۔ وہ موجود ہے ۳۔ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔ ۴۔ ذات و صفات میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اُس کا فنا و معدوم ہونا محال ہے۔ ۵۔ کوئی چیز اُس کی مانند نہیں وہ سب سے نرالا ہے ۶۔ وہ عالم الغیب ہے۔ کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں۔ ۷۔ تمام کمال کی صفتوں سے موصوف ہے۔ نقصان و زوال کی علامات سے پاک ہے۔ ۸۔ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے ۹۔ بغیر کان کے سُنتا ہے۔ ۱۰۔ بغیر مُنہ کے کلام کرتا ہے ۱۱۔ وہ زندہ ہے ۱۲۔ تمام ممکنات و مخلوقات پر اُس کو پوری قدرت حاصل ہے۔ ۱۳۔ اُس نے ہی تمام چیزوں کو اپنے ارادے سے پیدا کیا ہے۔ ۱۴۔ وہی جلاتا ہے۔ ۱۵۔ وہی مارتا ہے۔ ۱۶۔ وہی قابل پرستش اور لائق عبادت ہے۔ ۱۷۔ وہی روزی دیتا ہے۔ ۱۸۔ وہی دعا قبول کرتا ہے۔ ۱۹۔ وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت۔ ۲۰۔ وہی مریضوں کو شفا دیتا ہے۔ ۲۱۔ وہی مصیبتوں کو ٹالتا ہے ۲۲۔ وہی گناہگاروں کو بخشنے والا ہے ۲۳۔ نیکی بدی بُرائی بھلائی کا پیدا کرنیوالا ہے لیکن نیکی سے راضی اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے۔ ۲۴۔ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ ۲۵۔ وہ عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ ۲۶۔ نہ وہ سوتا ہے۔ نہ اونگھتا ہے۔ اُسی نے بندوں کو سمجھ و ارادہ عطا فرمایا ہے جس سے وہ ثواب و گناہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اُسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی جب چاہیگا سب کو فنا کر دے گا۔ ۲۷۔ پھر سب کو قیامت کے دن پیدا کرے گا اور حساب و کتاب لے گا۔ ۲۸۔ نیک بندوں کو جنت میں اور بدوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

عقائد بالملائکہ

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے۔ ۲۔ وہ موجود ہیں مگر ہماری نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ وہ معصوم ہیں۔ ۳۔ وہ مرد ہیں نہ عورت دکھاتے ہیں نہ پیتے ہیں ۴۔ خدائے تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ ۵۔ بہت سے کام ان کے سپرد ہیں۔ بعض عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ۶۔ بعض لوگوں کی نیکی بدی لکھتے ہیں۔ بعض صبح و شام نماز کے وقت حاضر ہوتے اور نمازیوں کے اعمال کو آسمان پر لے جاتے ہیں بعض انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں۔ ۷۔ بعض خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے رہتے ہیں ۸۔ چار فرشتے بہت مقبول و مشہور ہیں۔ اوّل حضرت جبرئیل امین علیہ السلام (یہ پیغمبروں کے پاس وحی لیکر آیا کرتے تھے) دوسرے اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ تیسرے حضرت میکائیل علیہ السلام جو ہوا پانی، کڑک بجلی وغیرہ پر مقرر ہیں۔ چوتھے حضرت عزرائیل علیہ السلام جو روح نکالتے ہیں۔

عقائد بالانبیاءؑ

۱۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں سب کے سب معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔ ۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور بزرگ بندے ہیں ۳۔ اُن کی رسالت برحق ہے۔ ۴۔ جو احکام وہ لوگوں کو پہونچاتے ہیں وہ سچ ہیں ۵۔ کُل پیغمبر آدمی تھے۔ ۶۔ سب انبیاء مرد تھے۔ عورتوں میں کوئی نبی نہیں ہوا ۷۔ کوئی ولی بزرگ غوث۔ صالح نبیوں کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ وہ تمام انسانوں سے وفضل ہیں۔ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جناب آقائے نامدار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ تمام پیغمبروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم افضل و برتر ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیداری کی حالت میں جاگتے ہوئے جسم اطہر کے ساتھ مکہ شریف سے بیت المقدس میں۔ وہاں سے آسمانوں۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔ آپکی شریعت قیامت تک رہیگی۔ آپکی شریعت تمام ادیان کی ناسخ ہے۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہیگا۔

عقائد بالکتب

۱۔ جس قدر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب سچی اور برحق ہیں

چونکہ اللہ میں اوامر و نواہی - وعدہ و وعید - جنت و دوزخ کی بابت احکامات ہیں وہ سب صحیح و درست ہیں، اجمالاً سب پر ایمان لانا ضروری ہے - توریت - انجیل - زبور قرآن شریف پر تفصیلی ایمان لانا چاہیئے - توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر - زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر - قرآن شریف حضرت سید الکونین فخر دوجہان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا - قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا آخری فرمان ہے نزول کے وقت سے لیکر اب تک زیر زبر پیش ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ ہے اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہیگا اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف کا محافظ ہے - ارشاد باری ہے -

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿ الحجر ع ۱ پ ۱۴ ﴾	ہم نے ہی قرآن شریف اتارا ہے - اور ہم ہی بیشک اس کو محافظ و نگہبان ہیں -

توریت عبرانی زبان میں - انجیل سریانی میں - زبور یونانی میں - اور فرقان حمید عربی زبان میں نازل ہوا -

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے - تمام مخلوقات جن - ملائکہ - انسان اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں - کفار نے جب کلام الٰہی سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿ البقرہ ع ۳ - پ ۱ ﴾	اور ہم نے اپنے بندے پر جو (قرآن) اتارا ہے اگر تم کو اس (کے کلام الٰہی ہونے) میں شک ہو تو اسی جیسی ایک سورۃ تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے معین اور مددگاروں کو بھی بلا لو -

عقائد بالقبر

آدمی کے مرنے کے بعد اگر دفن کر دیا جائے تو قبر میں - اور اگر دفن نہ کیا جائے تو جس حال میں ہو - مُردے کے پاس دو فرشتے منکر و نکیر آتے ہیں اور مُردہ سے یہ سوال کرتے ہیں :-

(۱) مَنْ رَّبُّكَ :- تمہارا پروردگار کون ہے ؟
(۲) وَمَنْ نَّبِيُّكَ :- اور تمہارا نبی کون ہے ؟
(۳) وَمَا دِيْنُكَ :- اور تمہارا دین کیا ہے ؟

پس اگر مسلمان مومن بندہ ہے - تو وہ جواب دیتا ہے :-

(۱) رَبِّيَ اللّٰهُ :- اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے !
(۲) وَنَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ :- اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں !!
(۳) وَدِيْنِيَ الْاِسْلَامُ :- اور ہمارا دین اسلام ہے !!!

اس کے لیئے ہر طرح پر آرام وچین کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں - اسکی قبر کشادہ ہو جاتی ہے - اور اگر مردہ کافر ہوتا ہے تو وہ فرشتوں کے جواب میں هَاهَا لَا اَدْرِيْ (ہا ہا میں نہیں جانتا) کہتا ہے اسپر خدا کا سخت عذاب ہوتا ہے قبر میں جملہ کفار اور گنہگار مومنین کو عذاب قبر ہوتا ہے - مومن سے عذاب قبر معاف بھی ہو جاتا ہے -

مومن مردہ کے لیئے دعا کرنے یا ورثار کے خیر و خیرات کرنے سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے - کافر کو مرنے کے بعد دعا و خیر و خیرات کچھ نفع نہیں دیتی - اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ +

عقائد بالقیامۃ والبعث والنشر

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ نے قیامت کے متعلق جس قدر نشانیاں بتلائی ہیں وہ سب پوری ہوں گی -

مرنے کے بعد مردوں کا جزا و سزا کے لیئے اُٹھنا ضروری و برحق ہے - تمام آدمی حضرت اسرافیل ؑ کے صور پھونکنے سے میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے آسمان و زمین پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے - وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (اور پہاڑ دُھنی ہوئی اون (یا روئی) کی طرح ہو جائینگے) میدان حشر کی تکالیف اور مصائب سے گھبرا کر سب لوگ پیغمبروں کے پاس سفارش کے لیئے درخواست کریں گے - مگر بالآخر ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ سفارش فرمائیں گے - بُرے بھلے سب قسم کے اعمال میزانِ عدالت (انصاف کی ترازو) میں تولے جائیں گے - جن لوگوں کا نیکی کا پلہ وزنی ہوگا وہ جنت میں داخل ہوں گے - اور جن لوگوں کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿ القارعہ پ ۳۰ ﴾	جس کے نیک اعمال تول میں زیادہ وزنی ہونگے تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا - اور جس کے اعمال نیک تول میں کم ٹھہریں گے تو اُس کا ٹھکانا دوزخ کا گڑھا ہوگا -

مومن مسلمانوں کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے - اور بدکار دوں کافروں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے -

مومن مسلمانوں کے ساتھ حساب میں آسانی اور سہولت برتی جائیگی ارشاد باری ہے

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿ انشقاق ع ۱ - پ ۳۰ ﴾	جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اُس سے آسانی کیساتھ حساب لیا جائیگا اور وہ خوشی بخوشی اپنے اہل و عیال میں واپس آئیگا -

عقائد بالحوض والشفاعۃ وغیرہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے اپنی اُمت کے لوگوں کو پانی پلائیں گے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید - شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا + قیامت کے دن پل صراط سے گزرنا ہوگا - نیک لوگ عبور کر کے جنت میں جا داخل ہونگے اور بدکردار دوزخ میں گر پڑیں گے +

دوزخ

دوزخ ایک نہایت مصیبت زا مقام ہے۔ سانپ بچھو اور طرح طرح کے عذاب گنا ہگاروں کے لیے اُس میں مہیا ہیں۔

جن لوگوں کو ذرہ برابر بھی ایمان نصیب ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہوں گے اور جو لوگ مشرک یا کافر ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور اُن پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔

جنت

یک عیش و آرام کی جگہ ہے۔ بہشتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہر طرح کی نعمتیں وہاں موجود ہوں گی۔ وہ نعمتیں ایسی ہیں کہ جنھیں آنکھوں نے نہیں دیکھا اور نہ کانوں ہی نے سُنا ہے اور وہ انسان کے خیال میں آ بھی نہیں سکتیں۔ یہ جنت محض متقیوں خدا سے ڈرنے والے لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدار باری تعالیٰ ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَاهُ ۔

عقائد باطلہ

اشراک فی العلم

کسی پیر۔ فقیر۔ بزرگ۔ مولوی۔ صوفی یا جوگی کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو بلا اطلاع خداوند عزّ و جل ہماری تمام حالات کی خبر رہتی ہے۔ یا نجومی۔ پنڈت۔ رمال وغیرہ سے غیب کی باتیں دریافت کرنا۔ یا فال دیکھنا دکھانا اور اُس کو حق اور سچ سمجھنا یا سوائے اللہ کے کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔ یہ سب کچھ اشراک فی العلم ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (انعام ع ۷ پ ۷)

اور اُسی کے پاس غیب کی کُنجیاں ہیں جن کو اُسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور خشکی اور تری کچھ ہے اس کو وہی جانتا ہے اور کوئی پتا تک نہیں گرنے پاتا مگر وہ اُسکو معلوم رہتا ہے۔ اور زمین کے اندھیروں میں جو دانہ ہو اور تر و خشک سب چیزیں روشن کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔

اشراک فی التصرف

خدائی کارخانہ میں شرکت

کسی پیغمبر۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ امام۔ شہید فرشتے۔ جن یا پری کو نفع یا نقصان کا مختارِ کل سمجھ کر اُس سے۔ روزی۔ اولاد۔ ملازمت اور طرح طرح کی مرادیں مانگنا۔ شرک فی التصرف ہے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ　　(اے حبیب) ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تمکو کچھ سمجھ ہے

وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ (مومنون ع ۵ پ ۱۸)

تو یہ بتلاؤ کہ ایسا قادر مطلق کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور جس کو چاہتا ہے پناہ دیتا ہے تو یہ لوگ یہی کہینگے کہ یہ صفتیں تو اللہ ہی کی ہیں اب انسے کہو پھر تم کیوں خبطی ہو جاتے ہو

اشراک فی العبادت

باری تعالیٰ کی عبادت میں شرکت

غیر اللہ کو سجدہ کرنا۔ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا۔ چڑھاوے چڑھانا۔ قبروں کا طواف کرنا۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا۔ مخلوق کے آگے جھکنا۔ تعزیہ علم چھڑیاں نکالنا۔ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ نالی۔ ندی توپ یا بندوق پر بکرا چڑھانا۔ بھینٹ دینا۔ اُٹھتے بیٹھتے کسی انسان کا نام لینا کسی کی دُہائی دینا۔ کسی جگہ کی بیت اللہ جیسی تعظیم و تکریم کرنا۔ یہ سب باتیں شرک فی العبادات میں داخل ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔

اشراک فی العادت

عادت میں شرکت

کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا۔ عالم کے کاروبار کو تاروں کی تاثیر سمجھنا اچھی بُری تاریخ اور دن کا پوچھنا۔ شگون لینا۔ کسی دن یا مہینے یا سال کو منحوس سمجھنا۔ کسی بزرگ کے نام کا وظیفہ پڑھنا۔ یا یوں کہنا اوپر خدا نیچے آپ ہیں۔ کسی کے نام کی قسم کھانا۔ برکت کے لحاظ سے کسی بزرگ کی تصویر رکھنا ان امور کو شرک فی العادت کہتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۶ پ ۸)

اور یہ کافر خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ ٹھہراتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو خدا کا اور اتنا ہمارے شریکوں (بتوں) کا۔ پھر جو اُن کے شریکوں کا حصہ ہوتا ہے وہ تو اللہ کو پہونچتا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہونچ جاتا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں وہ بُرا فیصلہ ہے۔

بدعات القبور

قبروں کی بُری رسمیں

قبروں پر دھوم دھام سے میلا یا تماشہ کرنا۔ عورتوں کا وہاں جا کر چادریں چڑھانا۔ قبر کو طواف و سجدہ کرنا۔ دین و دنیا کے ضروری کاروبار کو

۹۶۰۳

ترک کرکے قبروں کی زیارت کے لیۓ جانا۔ وہاں رنڈیوں کا ناچ ہونا گانا بجانا بزرگوں کے راضی کرنے کے خیال سے قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔ قبر کی طرف نماز پڑھنا۔ یہ سب باتیں ممنوع ہیں +

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ [نسائی شریف]

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہو کہ میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف بھیجا کرو۔ کیونکہ تم خواہ کہیں ہو تمہارا درود مجھکو پہونچایا جاتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُّعْبَدُ۔ [مشکوٰۃ شریف]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ! میری قبر کو وثن (بت) نہ بنا یو کہ اُس کی پرستش (پوجا) کی جاوے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

محمد عبد التواب چشتی
(از رہتک)

عقیدۂ توحید اور اُسکے منافع

خدا کو واحد اور قادرِ مطلق ماننے میں جو مصلحت ہو اُسے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں جتنی باتیں وقوع پذیر ہوتی ہیں اُن کے لیۓ ایک نہ ایک سبب ضرور ہوتا ہے۔ سبب یا تو ایسا ہو کہ انسان اُس کو بادی النظر میں یا ذرا غور کے بعد سمجھ جاتا ہو یا ایسا ہے کہ انسانی عقل اُس کے ادراک سے قاصر ہے۔ آخر الذکر صورت میں بسا اوقات انسانی کمزوری گمرہی کی طرف منتج ہوتی ہے۔ مثلاً بیماری کی حالت میں طبیب کے پاس جانا۔ عطار سے دوا مانگنا۔ حجام کی خوشامدیں کرنا بیجا نہیں ہو کیونکہ دُنیا دار الاسباب ہے۔ اسباب کا محتاج بننا گویا قانون قدرت کے بالکل موافق ہونا ہو لیکن بیماری کو خطرناک سمجھکر اسباب ظاہر سے چشم پوشی کیجاۓ اور کسی جاہل کے کہنے سے بیمار اپنے جسم کی برابر دھاگا ناپ کر پیپل کے درخت میں لپیٹ آئے اور اُمید رکھے کہ پیپل شفا بخشنے میں اپنا اثر دکھاۓ گا تو یہ عقلاً بہت معیوب ہے اور اسلام اس کو شرک بتاتا ہو اور صاف صاف کہتا ہے کہ "انہیں کم فہمیوں کے مٹانے کے لیۓ میں ضروری سمجھا گیا ہوں" یعنی اسباب نہ ظاہر ہوتے ہوئے کسی شئے کو بے وجہ قادر مطلق مان لینا قادر مطلق کی قوت سے انکار کرنا ہے اور اسی کو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں۔ ایسی ہی حالت میں کسی کو اللہ کا ساجھی سمجھ لینا شرعی اصطلاح میں شرک کہلاتا ہے اور یہ کفر و شرک دونوں نوعِ انسانی کے لیۓ بیحد مضر ہیں جسطرح عالم اسباب ظاہر میں بسا اوقات حاکم وقت کی اطاعت لازم ٹھہرتی ہے اور بغیر اس کے انسان کو آرام میسر نہیں آسکتا۔ ویسے ہی اسباب مخفیہ میں ایک قوت (اللہ) کو قادر مطلق ماننا۔ صبر۔ قناعت۔ دلجمعی۔ قوت دل اور مضبوطی خیالات کا سبب ہوتا ہے اور تجربہ کہتا ہو کہ بغیر ان باتوں کے سچی خوشی جس کی احتیاج سے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا کسی طرح حاصل نہیں ہوتی۔ جس طرح کئی خدا کے ماننے میں انسان کے خیالات میں پریشانی پیدا ہوتی ہے اسی طرح خدا کے انکار کرنے سے بھی دل میں کمزوری اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے۔ سب کو خود سے بڑا سمجھنے سے جس طرح دل بے انتہا کمزور ہو جاتا ہو اسی طرح کسی کو خود سے بڑا نہ سمجھنے سے دل بے انتہا زبردست ہو جاتا ہے اور یہ دونوں حالتیں انسان کے حسن معاشرت وحسن تمدن پر بڑا اثر رکھتی ہیں۔ اعتدال کی حالت یہ ہو کہ انسان صرف ایک خدا کا قائل ہو۔ کسی سے نہ ڈرے۔ مردانہ وار معاملات دُنیا میں کوشش کرے۔ کامیابی کی صورت میں خدا کا شکر کرے کہ نخوت نہ پیدا ہو اور ناکامی کی حالت میں یہ سمجھے کہ السعی منی والا تمام من اللہ۔ اپنے مقدر نے نہ چاہا نہ کام ہوا۔ آیندہ پھر کوشش کی جاۓ گی۔ خدا سے نااُمید نہ ہونا چاہیۓ انھیں معتدل خیالات سے دُنیا میں موحد قومیں ہمیشہ خوشحال اور سرسبز رہتی ہیں اور اسی لیۓ اس اعتدال کی تعلیم اسلام نے بھی کی ہے +

"اللہ ایک ہے" (لا الہ الا اللہ) اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہو کہ دو تین اللہ نہیں ہیں بلکہ اس کو یوں سمجھنا چاہیۓ کہ دُنیا میں جتنی باتیں ہوئیں۔ ہو رہی ہیں۔ یا ہوں گی۔ ان سب کا سبب صرف وہ قوت ہے جس کو مسلمان اللہ کہتے ہیں اور چونکہ یہ قوت ایک ایسی قوت یا ایسا سبب ہو جہاں تمام قوتیں یا اسباب منتہی ہوتے ہیں اس لیۓ اس قوت یا سبب کا قادر مطلق ہونا لازم ہے اور کسی کو قادر مطلق نہیں کہہ سکتے جب تک اُس کے شریک یا ہمسر کا وجود ممتنع نہ ہو +

خدا کا شریک کوئی دوسرا ٹھہرایا جاۓ تو خدا کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اور نہ خدا کو کوئی رنج پہونچتا ہے جب اُس کے وجود سے انکار کیا جاتا ہو۔ وہ ان باتوں سے بے نیاز ہے۔ یہ باتیں شرع محمدی میں اس لیۓ ممنوع ہیں کہ خود انسان کو ان باتوں سے بالآخر اذیت پہونچتی ہے۔

نیز لا الہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہو کہ تمام اُمور دُنیاوی میں اللہ ہی سبب سمجھا جاۓ خدا کی عظمت و جلالت کسی حالت میں کم نہ ہو۔ عملی طور پر یہ دکھا دیا جاۓ کہ کلمہ گو کے دل کو کسی انسان یا حیوان کا خوف یا دُنیاوی طمع اللہ کے قادر مطلق ہونے کے علم اور یقین کو ذرا بھی کم ہونے نہیں دیتی۔ مسلمان کسی سے ڈرتا ہے تو صرف اُسی حالت میں کہ وہ ڈرنے کو اپنے اوپر شرعاً فرض جانتا ہو۔ بیجا خوشامد بے موقع چاپلوسی ناروا نمائش یہ ہرگز اہل اسلام کا شعار نہیں ہو۔ اسلام جو شجاعت تعلیم کرتا ہو اُس کا اقتضا یہ ہو کہ اگر

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیئے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ ہے

السیرۃ المحمدیہ و الخصائص النبویہ

برگزیدہ نبی کی برگزیدہ خصائل

توکل و اخلاص باللہ

حضرت سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فعل۔ ہر حرکت اور ہر سکون میں حکمت کے دریا موجیں مارتے ہیں۔ کوئی بھی ایسا موقع نہیں جہاں آپ کے پاک دل کی پاکیزگی کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ اور جہاں آپ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق پورے توکل اور کامل اخلاص کا پتہ نہ لگتا ہو۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رہتا تھا۔ اُسی کو سہارے اور بھروسہ پر آپ کی پاک زندگی کا دارومدار تھا۔ یوں تو آپ کی پاک زندگی کا ہر ایک لمحہ اور لحظہ ہر ایک ساعت اور گھڑی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ توکل اور اخلاص کا پورا پورا پتہ ملتا ہے مگر ذیل میں نمونۃً چند واقعے درج کیے جاتے ہیں جن سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے

(۱) کھانے پینے یا تلاش رزق کی نسبت تو آپ کا توکل اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ (ترمذی شریف) یعنی آپ کل کے لئے کبھی کوئی چیز گھر میں نہیں رکھا کرتے تھے۔

(۲) حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ ابتدائی دعویٔ نبوت اور اشاعت دینِ اسلام کے آغاز میں چونکہ کفار کی کثرت تھی اور سب کو سب درپئے قتل رہتے تھے آپ کی حفاظت کے لیئے آپ کے گرد پہرا رہا کرتا تھا جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (یعنی اے رسول! اللہ تمکو دشمنوں کے شر سے بچائے رکھیگا) نازل ہوئی تو آپ نے اُسی وقت پہرہ موقوف کر دیا اور فرمایا کہ اب پہرہ کی حاجت نہیں رہی اب میری حفاظت کا ذمہ خدائے تعالیٰ نے لے لیا ہے۔ اللہ اللہ۔ آپ کو خدائے تعالیٰ پر کس قدر ایمان تھا اور وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ پر کیسا یقین تھا۔ راستی اور صداقت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

(۳) ایک دن آپ اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا کر سو رہے تھے کہ اتنے میں آپ کے دشمنوں میں سے ایک مشرک آیا اور تلوار اٹھا کر کھینچ لی اور آپ سے کہا کہ "اب مجھ سے آپ کو کون بچا سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ" یعنی میرا خدا مجھے بچا سکتا ہے"۔ ان ایمان سے لبریز الفاظ کو سنکر اُس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی پھر آپ نے خود تلوار اُٹھالی اور فرمایا۔ تو بول اب میرے ہاتھ سے تجھ کون بچائیگا وہ کہنے لگا کہ "محمد کا رحم بچائیگا"۔ آپ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دے۔ اُس نے کہا یہ تو میں نہیں کہتا نہ میں آپ سے لڑوں گا نہ آپ کا ساتھ دونگا نہ اُن لوگوں کیساتھ ہونگا جو آپسے لڑتے ہیں۔ آپ نے معاف کر دیا (بخاری شریف) اور شرح الہمزیہ لابن حجر میں اس کا نام غورث بن الحرث لکھا ہے جو بعد میں ایمان لے آیا تھا۔ یہ شخص اپنی قوم میں جاکر کہنے لگا "جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ (لوگوں میں سے سب اچھے کے پاس سے میں تم میں آیا ہوں۔ (صفحہ ۹۹)

(۴) واقعہ ہجرت ایک عجیب ہولناک واقعہ ہے۔ سارا عرب مخالف اور خون کا پیاسا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام صرف ایک ساتھی لیکر مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں وہ تمام قومیں آباد تھیں جو مذہب کی مخالفت کی وجہ کر آپ کو مارنے کی فکر میں تھیں ادھر آپ کی غیر حاضری کو دیکھکر قریش نے آپ کی گرفتاری اور قتل پر انعام مقرر کر دیا۔ اور اعلان شایع کر دیا کہ جو شخص رسولِ کریمؐ اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکر رضؓ کو زندہ یا مردہ لے آئیگا اُسے دو دو سو اونٹنی کس انعام ملے گا۔ اس لالچ اور طمع کی وجہ سے ہر طرف آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایسے موقع پر بہادر سے بہادر انسان بھی دل ہار بیٹھتا ہے اور اگر کوئی نہایت قوی دل۔ نہایت دلیر اور خلاف معمول جرأت رکھنے والا انسان بھی ہو تو اُسپر بھی خوف ایسا مستولی ہو جاتا ہے کہ اُس کی ہر ایک حرکت سے اسکا اظہار ہوتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا دی لوگوں میں سے نہ تھے۔ آپ کی نظریں دُنیا کی طرف لگی ہوئی نہیں تھیں۔ بلکہ آپ کی نگاہ خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔ دُنیا کے اسباب آپ کی مدِ نظر نہ تھے۔ آپ یہ دیکھ رہے تھے کہ میرے ساتھ وہ خدا ہے جو ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کا محافظ چلا آتا ہے اور جس کو وار کا کوئی دشمن مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سراقہ بن جعشم لالچ اور دشمنی سے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے تعاقب میں نکلا

دور سے دیکھکر آپ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا جس طرح شکاری اپنے شکار کو دیکھکر لپکتا ہے اسی طرح وہ آپ کو دیکھکر آپ کی طرف لپکا۔ اور تیر کمان لیکر چاہتا ہے کہ آپ پر وار کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے اُس کو دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک سوار آ پہونچا ہے اور آپ پر وار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن آپ بالکل سراقہ کی اتنی بھی پروا نہیں کرتے جتنی ایک بیل کی کیجاتی ہے۔ حضرت ابو بکر رضہ باوجود اس جرأت اور بہادری کے۔ باوجود اُس ایمان اور یقین کے۔ باوجود اُس توکل اور بھروسے کے جو آپ میں پایا جاتا تھا۔ مڑ مڑکر دیکھتے ہیں اور گھبرا رہے ہیں۔ مگر رسول کریم کو خدا تعالیٰ پر اس قدر توکل اور بھروسہ تھا کہ سراقہ کی پروا بھی نہیں کرتے۔ اور گھبرانا اور ڈرنا تو الگ۔ خوف و ہراس کا اظہار تو جدا۔ آپ نے ایک دفعہ منہ پھیر کر بھی اُس کی طرف نہیں دیکھا یہ وہ توکل واخلاص باللہ کی انتہائی حد ہے کہ جہاں سوائے آپ کے کسی دوسرے کی رسائی نہیں۔ آپ کی اس ادا نے سراقہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اُس کی آنکھیں کھل گئیں کہ میں کس انسان کا پیچھا کر رہا ہوں۔ وہ مدت العمر اس نظارہ کو اپنے حافظہ کر نہیں مٹا سکا بلکہ وہ ہمیشہ اس خلاف معمول واقعہ کو بیان کرتا رہا اور کہا کرتا تھا کہ

سمعت قرأة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو لا يلتفت وابو بكر يكثر الالتفات " میں گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے رسول کریم کے اتنے نزدیک ہوگیا کہ میں آپ کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ آپ دائیں بائیں بالکل نہیں دیکھتے۔ ہاں ابو بکر بار بار دیکھتے تھے"۔ آپ کے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہونے اور آپ کے تمام کاروبار کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہی واقعہ کافی شاہد ہے۔

(۵) کفار قریش نشان قدم پہچانتے پہچانتے اور پتہ لگاتے لگاتے جب غار ثور تک پہنچ گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے اُن کی آہٹ سنی نہایت مضطرب ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ کفار آن پہنچے۔ اب ہم دونوں کا بہیر خاتمہ ہے۔ حضرت سرور کائنات نے ایسی نازک حالت میں جبکہ موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی اور تمام امید منقطع ہو چکی تھی بنیظیر توکل باللہ و استقلال وعدیم المثال جوانمردی سے ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (ای ابو بکر کیا غم ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے (توبہ پ ۱۰)) یہ وہ جانبخش الفاظ ہیں جو صفحۂ تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور توکل واخلاص باللہ کی مجسم تصویر ہیں۔ یہ اسوۂ حسنہ بالخصوص مسلمانوں کے لئے قابل توجہ عمل ہے۔

قیام امن عامہ کیلئے بین الاقوامی معاہدہ

یہود کی عہد شکنی۔ شرارتیں اور سازشیں اور اُن کے عواقب ونتائج

اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

(پ۱۰۔ س انفال۔ ع ۷)

جن لوگوں (یہود) سے تم نے معاہدہ (بین الاقوامی) کیا پھر وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر بار توڑتے ہیں اور وبال بد عہدی سے باک نہیں کرتے تو اگر تم اُن کو لڑائی میں موجود پاؤ تو ان پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ ان کی پشتی پر ہیں اُن کو بھاگتے دیکھکر ان کو بھی بھاگنا ہی پڑے شاید یہ لوگ شکست سے ڈر کر عبرت پکڑیں۔

ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں مسلمانوں کی عملداری ہوگئی اور جمہوریہ اسلامیہ کے اولین مقدس صدر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھے۔ اس وقت مدینۂ طیبہ میں مختلف اقوام آباد تھیں۔ جن کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے مختلف قبائل بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ بالخصوص بے حد طاقتور شدید شہدی اور اوباش تھے ان کا ایک کالج بھی وہاں تھا جسے بیت المدارس کہتے تھے۔ یہ پڑھے لکھے جن مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیتے تھے اس بناء پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقاضائے مصلحت انتظامی اور بنظر قیام امن عامہ تمام اقوام سے معاہدہ بین الاقوامی جمہوری اصول پر ترتیب دیا جسکا مفاد حسب ذیل ہے۔

(۱) یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کل مسلمانوں کے درمیان عام اس سے کہ وہ قریشی ہوں یا اہل یثرب اور اُن لوگوں کے درمیان جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں اُن کے شریک حال رہنا چاہیں۔

(۲) یہ سب لوگ ملکر ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

(۳) بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم متصور ہوں گے اور سب ایک نظر سے دیکھے جائیں گے۔

(۴) اگر کوئی شخص معاہد اقوام کے ساتھ جدال و قتال کرے گا تو مسلمان اُس کا مقابلہ کریں گے اور معاہدین کی نصرت کریں گے۔

(۵) مسلمانوں کے تعلقات اپنی معاہد اقوام کے ساتھ۔ خیر خواہی۔ خیر اندیشی اور فائدہ رسانی پر مبنی ہوں گے ضرر و نقصان و طغیان و عصیان کے نہ ہوں گے۔

(۶) ایام جنگ میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف حرب و ضرب میں شامل رہیں گے۔

(۷) یہودیوں کے دوستدار اقوام کے حقوق یہودیوں کی برابر و مساوی سمجھے جائیں گے۔

(۸) کوئی شخص اپنے حلیف و معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۹) مظلوم کی نصرت و حمایت کی جائے گی۔

(۱۰) اس معاہدہ کی رو سے مدینۂ طیبہ میں کشت و خون کرنا تمام اقوام پر حرام ہوگا۔

(۱۱) ہمسایوں کو بھی معاہد اقوام جیسے حقوق حاصل ہوں گے۔

(۱۲) اس معاہدہ کی قوموں میں اگر کوئی اس قسم کی نئی بات یا منازعت پیدا ہو جس سے اندیشۂ فساد متصور ہو تو اُس کا فیصلہ خدا اور اُس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائے گا۔

معاہدہ مذکورۂ بالا کو بنظر غور و تعمق پڑھو اور غور کرو کہ انسان کامل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال دانشمندی اور مدبرانہ لیاقت سے مختلف اقوام میں امن وامان قائم رکھنے اور مدینۂ منورہ کی حفاظت کی غرض سے مرتب فرمایا۔ تمام اہل مدینہ نے اس معاہدہ کو بنظر استحسان دیکھا اور اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ قبائل یہود بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ بھی بعد کو سوچ سمجھکر مصلحتاً شریک ہوگئے اور اگر اس معاہدہ کی پابندی کی کھائی

تو ان ... ان ہی ... اور جو ... تہذیب کا موقع تھا مگر پڑھے ہوئے جن اپنی انا ... اور اپنوں سے ... سب سے پہلے اسی متعصب ناعاقبت اندیش قوم یہود نے ... اسلام کو ... شروع کیا۔ قرآن کریم کی آیات بینات کو غلط نمونے کے مجمع عام میں پڑھتے ... ان پر پھبتیاں کستے مسلمانوں کو چھیڑتے ... ان کی توہین کرتے۔ بدعہد یہود نے ... وقت ... طلب کفار قریش کو پوشیدہ پیغام بھیجے کہ اگر تم مدینہ پر حملہ کروگے تو ہم تمہاری ... کریں گے۔ یہودیوں کی بدعہدی اور ان کی شرارتوں کے واقعات اور ان کے عواقب و نتائج ... اپنے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں

... یہ واقعہ ... ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا یہ معاملہ تو رفت گزشت ... مگر ... علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہر کے تمام لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ ہم ... مقتول ... کا خون بہا دیا جائے اور اس کی غرض یہ ہے کہ کسی قوم کو ... پر آمادہ نہ ہو۔ مگر تمام ... کے معاملہ اس دیت کو دینے میں شریک ... طلب ... شرارتیں کرنے لگے۔ چنانچہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع ... کے لیے گئی۔ یاد رہے کہ بنو قینقاع اہل صنعت ... تھے اور ... کا دریعہ معاش ... گھونگھٹ نکالے ہوئے تھی۔ شریر لوگوں نے ... کیوں ... پڑے ہوتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ ... پردہ کا حکم دیا ہے۔ ... بدمعاش نے لوہے کی ایک میخ پچھلی طرف کپڑے میں ... اٹھنے لگی تو اس کا کپڑا بھی پھٹ گیا اور گھونگھٹ بھی اتر گیا۔ ... قہقہہ لگایا اور تمسخر اڑایا۔ بیچاری عورت نے ... کوئی ہے جو میری مدد کرے؟" عورت کی چیخ پکار سنکر ادھر سے ایک مسلمان ... غیرت دینی اور حمیت ملی کے جوش میں مدد کو دوڑا آیا جس نے جوش میں آکر فسادانگیز ... یہودی کو قتل کر ڈالا۔ اس پر سب یہودی جمع ہوگئے۔ اس مسلمان کو مار ڈالا اور بلوہ کیا ... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ ہم نے تو بیرونی ... کے لیے یہ معاہدہ کیا تھا اور تم اندرونی معاملات میں ایسے تیز ہو گئے ہو کہ قتل و خونریزی ... پہنچ گئی ہے۔

اس ... کے وقوع سے مسلمانوں اور یہودیوں میں نزاع قائم ہو گئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... لائے تو یہود بنو قینقاع سے جو معاہدہ بین الاقوامی میں شامل تھے اس واقعہ کی باز پرس کی۔ بنو قینقاع بجائے اس کے کہ اپنی حرکات ناشائستہ پر نادم ہوتے شیخی میں آگئے اور نہایت شوخ چشمی سے جواب دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میدان بدر ... کامیابی پر غرہ نہ کرنا۔ قریش آئین حرب و ضرب سے ناواقف تھے جس وقت ہمارے ساتھ مقابلہ کروگے تو سب حال معلوم ہو جائے گا۔ یہ کہکران ناہنجار یہودیوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس بھیج دیا اور معاہدہ توڑ کر علانیہ امن عامہ میں خلل اندازی پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھکر ان مفسدوں کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔ اب تو قینقاع کو ہوش آگیا اور سمجھ گئے کہ واقعہ بدر کی طرح ہمارا بھی استیصال ہو جائے گا اس لیے صلح کے ملتجی ہوئے بالآخر عبد اللہ بن ابی منافق نے بیچ بچاؤ کر کے ان شرائط پر صلح کرا دی کہ قینقاع امن و امان کے ساتھ اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو ساتھ لیکر مدینہ طیبہ سے نکل جائیں۔ ان کے

ہتھیار اور زمینیں ضبط کی جائیں۔ اس طرح فضائے مدینہ طیبہ ان بدطینت و باشوں کے عنصر سے پاک ہو گئی اور یہ لوگ خیبر میں آباد ہو گئے۔

ابو براء عامر نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر کچھ صحابی اسلام کا وعظ کرنے کے لیے نجد کی طرف روانہ کیے جائیں تو غالبا وہاں کے باشندے مشرف با اسلام ہو جائیں گے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے واعظوں کی حفاظت کی بابت ذمہ داری لیجر چالیس قراء جو قائم اللیل اور نہایت عابد و زاہد تھے تبلیغ اسلام کے لیے اس کے ساتھ روانہ فرمائے یہ سب لوگ بیر معونہ پر مقیم ہوئے اور والی نجد کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک روانہ کیا گیا مگر اس ظالم نے بے گناہ قاصد کو قتل کر ڈالا۔ اور پھر ایک بڑی جماعت کے ساتھ بیر معونہ پر حملہ آور ہوا اور تمام مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ ... عمرو بن امیہ الضمری اور ایک اور شخص جو گرد و پیش ... گئے تھے بچے عمرو بن امیہ الضمری جب بیر معونہ سے مدینہ منورہ کی طرف واپس ... راستہ میں دو شخص قبیلہ بنی عامر کے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد ... تھا ملاقی ہوئے۔ چونکہ واقعہ بیر معونہ بنی عامر کی سرزمین میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس بنا پر عمرو بن امیہ الضمری کے دل میں خیال آیا کہ غالبا یہ لوگ بھی اخوان ... قاتلوں میں ہوں گے۔ اس لیے اس نے ان دونوں کو جوش انتقام میں قتل کر ڈالا ... مدینہ منورہ میں پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام ماجرا بیان کیا۔ غور کرو صورت واقعہ ... تھی۔ تاہم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم ان دونوں مقتولوں کا خونبہا ادا کرنا ضروری ولابد سمجھتے ہیں۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہودی بنی نضیر اس معاہدہ میں شامل ہو گئے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتب فرمایا تھا۔ اس بنا پر اور نیز اس خیال سے کہ بنی نضیر اور بنی عامر آپس میں حلیف تھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت ادا کرنے میں مدد چاہی۔ اور ... بنفس نفیس بشمول چند اصحاب کبار کے بنی نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے۔ بنی نضیر نے آپس میں یہ صلاح کی کہ اس وقت آپ بے سروسامان ہیں ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینا آسان ہے۔ چنانچہ انھوں نے عمرو بن حجاش کو اس بات پر مامور کیا کہ دیوار کے اوپر سے اچانک ایک بڑا بھاری پتھر آپ پر دھکیل دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حافظ حقیقی نے بمصداق آیۂ مجیدہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ بذریعہ وحی و الہام ان اشرار کے اس منصوبہ سے اطلاع دی۔ جب آپ نے نور نبوت سے ان کے تیور پہچان لیے تو معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے آئے۔ بنی نضیر کی اس دغابازی کے علاوہ یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ انھوں نے جنگ احد کے بعد مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے ابوسفیان سردار قریش کے ساتھ جس کو قبل از اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل ہونیکا ... حلف اٹھایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دغابازوں کو جنہوں نے معاہدۂ بین الاقوام کی صریح خلاف ورزی کی تھی پیغام بھیجا کہ اب تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم مدینہ سے چلے جاؤ۔ بنی نضیر پہلے تو اس بات پر رضامند ہو گئے۔ مگر عبد اللہ بن ابی مشہور و معروف منافق کے بھڑکانے سے لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجبور ہو کر ان پر چڑھائی کی۔ بنی نضیر قلعہ بند ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر پندرہ دن کے بعد یہ امر قرار پایا کہ یہ لوگ مدینہ سے چلے جائیں اور ہتھیاروں کے سوا جس قدر مال واسباب ان کے اونٹ اٹھا سکیں اپنے ساتھ لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا مال واسباب لادا اور اپنے مکانوں کو خود توڑ دیا اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

بنی نضیر خیبر میں جا کر بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے چنانچہ ان کے بیس سردار مکۂ معظمہ میں پہنچے اور انھوں نے ابوسفیان کو جنگ پر آمادہ کیا۔ پھر مختلف شعوب و قبائل کو برانگیختہ کیا۔ اور خود بھی لڑائی کے واسطے تیار ہو گئے۔ اس طرح قریش مکہ یہود اور دیگر قبائل عرب سب متفق ومتحد ہو کر دس ہزار کی ذبردست جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین ہزار آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کو نکلے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے بخیال تحفظ خود بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ شہر کے گرد سخت محنت کر کے چھ دن میں ایک گہری خندق کھود لی۔ تمام عورتوں اور بچوں کو شہر میں ایک محفوظ مقام پر یکجا جمع کیا۔ یہ لڑائی جنگ احزاب اور جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس لڑائی میں مخالفین ومعاندین اسلام سب ملکر مدینہ طیبہ پر چڑھ آئے تھے۔ اور مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ کے گرداگرد خندق کھود لی تھی۔ دشمن نے گرد ہو کر محاصرہ شروع کر دیا اور ہر طرف پھیل کر باہر آنے جانے کا راستہ مسدود کر کے جنگ شروع کر دی باوجودیکہ یہود بنی قریظہ معاہدہ بین الاقوامی میں شامل تھے اور مسلمانوں کی اُن سے صلح تھی۔ مگر اُنھوں نے بھی عہد شکنی کی۔ اور دشمنوں کے گروہوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت سرورانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے چند صحابہ کو حضرت سعد بن معاذ کے ہمراہ بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور اُن کو معاہدہ بین الاقوامی یاد دلایا مگر ان کمبختوں نے صاف جواب دیا کہ کون محمد؟ (صلعم) کیسا رسول؟ ہم کیوں اُس کا کہا مانیں؟ ہمارے اور اُس کے درمیان کوئی بھی عہد وپیمان نہیں ہے۔ کوئی ایک مہینہ کے قریب دشمن مدینہ کو گھیرے پڑے رہے مسلمانوں نے محاصرہ کی سختی کو کمال استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور نہایت دلیری سے اپنے مورچوں پر قائم رہے۔ بالآخر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے دعائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقرون باجابت فرمائی۔ دشمن حملہ پر حملہ کرتے کرتے عاجز آ گئے مگر کوئی مورچہ سر نہ کر سکے خدا کی قدرت سے ایک آندھی چلی اور مخالفین ومعاندین اسلام میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ڈیروں کی طنابیں اُکھڑ گئیں۔ گھوڑوں کی اگاڑیاں پچھاڑیاں ٹوٹ گئیں۔ آگ بجھ گئی۔ سارے لشکر میں تہلکہ مچ گیا۔ ہمتیں پست ہو گئیں۔ طاقت طاق ہو گئی۔ حواس جاتے رہے۔

بنی قریظہ اور قریش ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ لشکر میں نااتفاقی پھیل گئی۔ آخر دشمن محاصرہ اُٹھا اپنا سا مُنہ لیکر چل دیے۔ اور عجب بے سروسامانی سے گرد وغبار کی طرح آندھی کے ساتھ اُڑتے چلے گئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بنی قریظہ نے جنگ بدر میں بھی خلاف معاہدہ بین الاقوامی مخالفین ومعاندین اسلام کفار قریش کو مدد دی تھی اور جب محاصرہ کی صریح خلاف ورزی کی نسبت ان سے بازپرس کی گئی تو عذر ومعذرت کر کے بچ گئے تھے۔ اب جنگ احزاب کے موقع پر پھر عہد شکنی کے مرتکب ہوئے اور عین موقع پر مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دیکر اسلام کے قلع وقمع اور مسلمانوں کے استیصال میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

حیی بن اخطب سردار یہود بنی نضیر جو جنگ احزاب کا بانی مبانی اور تمام فتنہ فساد اور شورش کا محرک تھا دشمنوں کی راہ فرار اختیار کرنے اور محاصرہ اُٹھ جانے کے بعد بنی قریظہ کے ہاں ہی پناہ گزین تھا۔ ایسی غدار قوم سے توقع ہو سکتی تھی کہ وہ مدینہ میں نچلے بیٹھتے۔ اور قیام امن عامہ میں خلل انداز نہ ہوتے؟ حاشا وکلا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سرکوبی کے لئے بمعیت خدم وحشم روانہ ہوئے تو بنی قریظہ تاب مقابلہ نہ لاکر قلعہ بند ہو گئے لیکن محاصرہ کی طوالت سے عاجز ولاچار ہو کر کہلا بھیجا کہ بنی نضیر کی طرح ہم بھی جلائے وطن پر آمادہ ومستعد ہیں۔ ان کو پیغام کا یہ جواب دیا گیا کہ تم اپنے آپ کو بلاشرط سپرد کر دو۔ پھر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت جو احکام مناسب سمجھیں گے صادر فرمائیں گے اس پر اُنھوں نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کیلئے ابولبابہ کو جو اس قوم سے تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے مشاورہ کیلئے ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ان کی درخواست منظور ہوئی جب ابولبابہ یہودیوں کے پاس گئے تو اُنھوں نے ان سے پوچھا کہ ہم تمہارے پیغمبر کے حکم پر اپنے تئیں سپرد کر دینا قبول کریں یا نہیں؟ ابولبابہ نے یہودیوں کے سوال کا جواب تو اثبات میں دیا مگر اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اس سے یہ اشارہ تھا کہ سب قتل کیے جاؤ گے کیونکہ ابولبابہ جانتے تھے کہ بنی قریظہ دو مرتبہ اپنا عہد توڑ چکے ہیں آیندہ ان کا کوئی معاہدہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر وہ قبول اسلام پر رضامند ہوں گے تو بھی وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ کے مورد ومصداق سمجھے جائیں گے۔ غور کرو۔ یہود بنی قریظہ جرم بغاوت کی سزا کے مستوجب تھے اور ہر قوم وہر سلطنت کے قوانین سیاست وملکداری میں بغاوت کی سخت سے سخت سزا مقرر ہے اسی بنا پر ابولبابہ نے اپنے قیاس کے موافق اشارہ کیا کہ سب قتل کیے جائیں گے تب بنی قریظہ نے اس بات پر اپنے تئیں سپرد کرنے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں گے ان کی نسبت فیصلہ صادر فرمائیں گے انکار کیا۔ بالآخر اُنھوں نے بنی اوس کے مسلمانوں کی وساطت سے جن کے ساتھ ان کا پہلے سے ربط وضبط تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے منوا لیا کہ بنو قریظہ کے معاملہ میں سعد بن معاذ کو جو بنی اوس کے سردار تھے حکم تسلیم کیا جائے۔ بدبخت اگر اپنا معاملہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سپرد کر دیتے تو حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان پر رحم فرماتے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا جو بنو قینقاع اور بنو نضیر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے سعد بن معاذ کو حکم مقرر کرنے کے وقت خیال کیا ہوگا کہ وہ ان کی رعایت کرینگے۔ مگر اُنھوں نے ضروری تحقیقات کے بعد ان کی نسبت وہی سزا تجویز کی جو باغیوں کو دی جانی مناسب اور قرین انصاف ہوتی ہے۔ ان کے فیصلہ کا ماحصل حسب ذیل ہے:۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کیے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنائے جائیں۔
(۳) ان کی جائداد ضبط کی جائے۔
اس فیصلے کی تعمیل کی گئی۔ سوائے تین شخصوں کے جن پر بغاوت کا الزام ثابت نہیں ہوا تھا قریب ڈھائی سو آدمیوں کے قتل کئے گئے۔ ایک سطحی خیال کا آدمی کہے گا کہ بنو قریظہ کے یہودیوں کو نہایت سخت سزا دی گئی۔ لیکن جن لوگوں نے تاریخ عالم کو بنظر غور وتعمق پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں باغیوں کو سخت سے سخت سزائیں دی گئی ہیں اور کئی سو آدمیوں کا بجرم بغاوت تہ تیغ ہونا کوئی بڑا خوفناک واقعہ نہیں۔

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ ہر عہد یہودی قوانین قدرت کی کئی دفعہ جزاؤ وفاقاً کے منشاء و مقتضاء ... عہد شکنی۔ بغاوت ... اور سازشوں کی پاداش میں اپنے کیفر کردار کو پہونچ کر تباہ و برباد ہوئے ٭

نور الدین گجرانوالہ

رسول اللہ کا نامۂ مبارک

"نجاشی" بادشاہ حبش کے نام

اصحم بن ابجر بادشاہ حبش الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس نامۂ مبارک کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم
ملك الحبشة۔ سلم انت فانی
احمد الیك اللہ الملك القدوس
السلام المؤمن المهيمن۔
واشهد ان عیسی بن مریم روح
اللہ وکلمتہ القاها الی مریم البتول
الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی
فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ
کما خلق آدم بیدہ ونفخہ
وانی ادعوك الی اللہ وحدہ
لا شریك لہ والموالاۃ علی طاعتہ
وان تتبعنی وتومن بالذی
جاءنی فانی رسول اللہ۔
وقد بعثت الیك ابن عمی جعفرا
ونفرا معہ من المسلمین فاذا جاءك
فاقرهم۔ ودع التجبر۔ فانی
ادعوك وجنودك الی اللہ
فقد بلغت ونصحت فاقبلوا
نصحی۔
والسلام علی من اتبع الهدی

خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور کمال رحم والا ہے
یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ
حبش کے نام ہے تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے اللہ
کی ستائش کرتا ہوں۔ جو ملک قدوس۔ سلام
مومن اور مہیمن ہے۔ اور ظاہر کرتا ہوں کہ
عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق اور اسکا حکم ہیں جو
مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا۔ اور
اُنہیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ خدا نے عیسیٰ کو
اپنی روح اور نفخ سے اسطرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو
اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا ہے اب میری دعوت
یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا و لاشریک ہے ایمان لا
اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر اور میری اتباع
کر۔ اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر۔ کیونکہ میں
اللہ کا رسول ہوں۔
میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو
مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں
تم اُسے بآرام ٹھہرالینا۔ نجاشی۔ تم تکبر چھوڑ دو
کیونکہ میں تمکو اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا
ہوں دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمہیں
بخوبی سمجھا دیا اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو
سلام اُسپر جو سیدھی بات پر چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہوگیا اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم
بن ابجر سلام علیك یا نبی اللہ و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ من اللہ الذی
لا الہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی کتابك یا رسول اللہ
فی ما ذکرت من امر عیسی فورب
السماء والارض ان عیسی ما یزید
علی ما ذکرت ثفروقا۔ انہ کما
قلت۔ وقد عرفنا ما بعثت بہ
الینا۔ وقد قربنا ابن عمك و
اصحابہ فاشھد انك رسول اللہ
صادقا مصدقا وقد بایعتك
وبایعت ابن عمك واسلمت علی
یدیہ للہ رب العالمین۔
وقد بعثت الیك بابنی ارھا بن
الاصحم بن ابجر فانی لا املك
الا نفسی وان شئت ان اتیك
فعلت یا رسول اللہ فانی اشھد
ان ما تقول حق ٭
والسلام علیك یا رسول اللہ

اللہ رحمن اور رحیم کے نام سے
محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر
کی طرف سے۔ اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی
رحمت اور برکتیں ہوں۔ اسی خدا کی جسکے سوا کوئی معبود
نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے
اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان مجھے پہونچا
عیسیٰ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے بخدائے
زمین و آسمان وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھکر نہیں
ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی
ہمنے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپکا چچیرا بھائی اور
مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں میں اقرار کرتا ہوں
کہ آپ اللہ کے رسول سچے ہیں اور راستباز وں
کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ کی بیعت
کرتا ہوں۔ میں نے آپکے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر
حضور کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا ہے
اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارہا کو روانہ
کرتا ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں۔
اگر حضور کا منشاء یہ ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہوں
تو ضرور حاضر ہوں گا کیونکہ میں یقین کرتا ہوں
کہ حضور جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔
اے خدا کے رسول آپ پر سلام۔

(رحمۃ للعالمین)

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی تو بیشک اس نے بڑی دولت پائی

حِکمت و مَوعظت

کنج تنہائی

انسانی زندگی کس طرز و نہج پر بسر ہونی چاہئیے یہ ایک نہایت ہی اہم ترین سوال ہے اور شاید ایک فیصلہ ہر فرد انسان کے لئے قابل عمل ہو تا ہو کیونکہ سب کی حالت مختلف، عادات مختلف، ضرورت جدا، مقصد حیات جدا اور ہر فرد کے جذبات جو سرچشمۂ عمل ہیں وہ بھی باہمدگر متغائر اور متفرق ہیں۔ اس حالت میں انسان معذور ہے اور اس کو مختلف طرق زندگی میں سے ایک امر کرنا لازمی ہے۔

لیکن باوجود اس اختلاف کے پھر بھی زندگی کا ایسا طریقہ ہے جس کا انسان محتاج ہے اور جس کا حصول کامیاب زندگی کے لئے بیحد ضروری ہے۔ میں طرق زندگی پر سرسری تبصرہ کر کے دکھلاتا ہوں کہ وہ محتاج الیہ طریقہ کونسا ہے۔

سب سے پہلے زندگی کی غرض و غایت متعین کر لینا ضروری ہے اگرچہ یہ خود بھی ایک اہم مسئلہ ہے لیکن یہاں بطور اصول موضوعہ کے تسلیم کرتا ہوں۔

ابتدائے خلقت سے تا زمان رسول آخر الزماں انسانی معاملات کا تبصرہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محض "عرفان الٰہی" ایک ایسی شے ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا۔ اور جو انسانی زندگی کی اہم ترین غرض ہے۔

انسان پیدا ہو کر اور اطراف عالم میں پھیل کر اپنے خالق کو بھول جاتا اور اس کی معرفت سے بے بہرہ رہتا ہے اور نادانستگی سے شمس و قمر، شجر و حجر، آب و آتش کو اپنا پروردگار سمجھ کر اُن کی پرستش کرتا ہے، حمیت خدا جوش کھاتی ہے اور وہ اُن کی ہدایت کے لئے اپنا نبی اور رسول بھیجتا ہے جس کے ذریعہ سے لوگ خدا کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس طرح زندگی کی غرض و غایت حاصل ہوتی ہے۔ پس جس حال میں "معرفت خالق" زندگی کی غرض و غایت ٹھہری تو اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

"عشق و محبت" یہ وہ امانت الٰہی ہے جس کا بار آسمان و زمین اور پہاڑ جیسی قوی الجثہ چیزیں نہ اُٹھا سکیں اور خدا نے اُن کو دینا چاہا تو لینے سے انکار کر دیا لیکن انسان آگے بڑھا اور اُس نے بلا غور و فکر اس کو اٹھا کر خانۂ دل میں مخفی کر لیا۔ گو اُس سے یہ نادانستہ فعل ہوا لیکن اُس نے خوب کیا کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ بجز عشق و محبت کے معرفت الٰہی ناممکن ہے اور جب بھی انسان نے معرفت حاصل کی بھی تو عشق و محبت سے پیدا ہو رہا تھا۔ پس ہم کو یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ حصول غرض و غایت کے لئے عشق و محبت لازم و ملزوم ہے!

اگرچہ لفظ عشق و محبت کو توہمات نے بھی داغدار کیا ہے لیکن در اصل عشق و محبت کا دامن اس سے پاک و صاف ہے۔ وہ جذبہ ایک مخفی ہے جو ایک دوسرے کے گرویدہ ہوتے ہیں اور باہم عشق و محبت پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آپس کی رفاقت نہایت قریب اور تعلق گہرا ہو جاتا ہے لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں قوت شہوانی کا ذرہ بھر بھی لگاؤ ہوتا ہے یا ایسے دو عاشق و معشوق جن میں قوت شہوانی کا گمان نہ ہو جیسے باپ بیٹا، مرشد اور مرید، اُستاد و شاگرد۔ یہاں تنہا عشق و محبت ہے اور قوت شہوانی نہیں۔ غرض عشق و محبت اور قوت شہوانی میں من وجہ کی نسبت ہے جس میں دو مادے افتراق اور ایک مادہ اجتماع کا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ قوت شہوانی اگر بے محل استعمال نہ ہو اور اُس سے سوا ہیجان خیال کے عملاً کوئی کام نہ لیا جائے تو یہ بھی مضر اور مہلک نہیں بلکہ سونے میں سہاگہ ہے اس لئے کہ دنیا میں خنثاؤں کی ولایت اور درویشی اور اُن کے عشق و محبت کا افسانہ بہت کم مشہور و معلوم ہوا ہے۔

اس کے بعد اب افراد انسان کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ کیونکر اور کس طرز و نہج پر ہے؟ ایک شخص گلہ مند ہے:

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم ۔۔۔ حدیثِ دل بکہ گویم عجب غمے دارم

معلوم ہوتا ہے کہ یہ محبت کا مارا اور عشق کا بندہ ہجراں نصیب ہے جسے تنہائی دوبھر ہے اور وہ کسی ہمخیال و ہمراز کا متلاشی ہے کہ اُس سے حدیثِ دل کہہ کر دل بہلائے یا بخاراتِ دل نکالے۔ یہ وہ طرز زندگی ہے جو تنہائی سے نالاں ہے لیکن یہ بالکل سبکساری یا اوچھا پن ہے۔ بندگانِ عشق اور وارفتگان محبت ماجرائے عشق زبان پر نہیں لاتے:

اُف نہ نکلے کہ میں ہوں رازِ نہانِ اُلفت ۔۔۔ اور میں چاہتا ہوں آہ رسا کچھ بھی نہیں

ایک فلسفی اظہار جذبات کرتا ہے ؎

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کیے ہوئے

یہ وہ طرزِ زندگی ہے جو تنہائی پسند اور انجمن آرائی سے متنفر ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اُس کو تمام مصروفیتوں سے فرصت ہو۔ اور سب سے قطع تعلق کرکے محو خیالِ یار ہو جائے ✦

یہی وہ زندگی ہے جو زندگانی کا مآل اور حیاتِ انسانی کا آخری کسب ہے۔ جب جذب خداوندی ہوتا ہے اور فیضانِ الٰہی کے آثار مرتب ہونے شروع ہوتے ہیں تو عام طور پر یہی جذبات قلوب میں پیدا ہوتے ہیں۔

حضورِ سرورِ کائنات کا جب زمانۂ بعثت قریب آتا ہے تو آپ ابنائے جنس سے گھبراتے ہیں اور تنہا پہاڑ کے غاروں میں چھپکر تصورِ جاناں کرتے ہیں جس کے بعد وہ مدارج حاصل ہوتے ہیں جو حیاتِ انسانی کا آخری کمال اور حصول غرض وغایت کی آخری حد ہے۔ یعنی یہ کہ ؎

تم ہی ہوتے ہو روبرو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

بس یہی وہ رتبہ ہے جو پیغمبروں کو حاصل ہے۔ اور جس کے لیے تمام اولیاء اپنا انتہائی زور لگاتے ہیں اور جس کو خدا چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔ لیکن یہ کس کا فیض ہے؟ "کنج تنہائی" کا جس کا نام سنکر روح گھبراتی ہے اور جو محض عاشقانِ خفتہ بخت کا حصہ سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ جملہ بیدار بختی اور عروج وکمال اسی کا فیضانِ کرم ہے۔

عموماً عشاق ہی عزلت پسند ہوتے ہیں۔ اِس لیے کہ عشق ومحبت توفیق کردگار اور خدایابی کا اوّلین زینہ ہے جس پر پہنچکر اور دوسری وسائل کی طلب ہوتی ہے اور وہ گوشہ نشینی اور عزلت پسندی میں پنہاں ہوتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ تمام حصولِ کمال کے لیئے اجتماعِ خیال اور جمعیت قلب لازمی ہے اور یہ سوا کنجِ تنہائی کے انجمن میں کہاں میسّر ہے۔

اور جس وقت کمال حاصل ہو گیا اور تصورِ جاناں اپنی آخری حد پر پہونچ گیا یعنی ؎

تم ہی ہوتے ہو روبرو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

کا رتبہ حاصل ہو گیا تو یہی کنجِ تنہائی دنیا کی عزیز ترین چیز بن جاتی ہے ✦

یہ تو خاص خاص حالتیں ہیں جو خواص کو حاصل ہوتی ہیں۔ عام طور پر بھی تنہائی حیاتِ انسانی کے لیے ایک ضروری اور کارآمد چیز ہے اس لیے کہ اس میں اجتماعِ خیال کے باعث صحیح غور وفکر کا موقع ملتا ہے جس سے انسان صحیح احساس پیدا کر سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر انجمن آرائی قوم وملت کے مفاد کے لیئے نہ ہو تو پھر عزلت نشینی بہرحال بہتر ہے کیونکہ انسان روحانی وجسمانی تمام آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ ع

ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را

نوٹ۔ یاد رہے کہ تنہائی یہ ہے کہ ہم سب کو چھوڑیں نہ کہ سب ہم کو چھوڑ دیں ✦

رکن الدین دانا

اصلی خوبصورتی

خوبصورتی صرف یہی نہیں ہے کہ انسان کا رنگ اُجلا اور صاف ہو بلکہ اصلی خوبصورتی یہ ہے کہ جسم سڈول اور موزوں ہو۔ اعضاء اُستوار اور پُرگوشت اعصاب پختہ اور کھنچے ہوئے ہوں یہ خوبیاں ورزش سے پیدا ہوتی ہیں۔ سینہ چوڑا ہوتا ہے پٹھے مضبوط ہوتے ہیں تنفس میں سہولت اور دل کی حرکت میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ ہڈیاں۔ پسلیاں مضبوط ہوتی ہیں۔ کھانا خوب ہضم ہوتا اور جزوِ بدن ہوتا ہے۔ کھانا کھاتے ہی یا خلو معدہ میں ورزش نہیں کرنی چاہیئے۔ کمزور آدمیوں کو لازم ہے کہ صبح کی ہوا خوری کو جانے سے پہلے کچھ کھا لیا کریں۔ جن لوگوں کی عمر ۳۰ سال سے زیادہ ہے وہ بہت زیادہ ورزش کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ عصبی طاقت بہت صرف ہوتی ہے اور اس زمانہ میں اعضائے بدن ایسے لچکدار نہیں رہتے جیسے کہ اوائل عمر میں تھے اور اس سبب سے محنت کی تکان اُن سے جلدی رفع نہیں ہوتی۔ لیکن ان لوگوں کو بھی باقاعدہ ہلکی ورزش روزانہ کرنی مفید ہے ✦

۲۔ تفریح۔ قیام حیات کے لیے ضروری چیز پاک وصاف ہوا ہے۔ جس قدر پاک وصاف ہوا ملے گی۔ اُسی قدر صحت زیادہ عمدہ اور درست ہوگی۔ کھانا تو دن میں دو تین ہی دفعہ کھاتے ہیں لیکن ہوا کی ضرورت ہر دم ہے۔ صاف ہوا سے خون زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اور ناصاف ہوا خفیف زہر کا اثر رکھتی ہے۔ اگرچہ ہم لوگ چھوٹے مکانوں میں اکٹھے رہتے ہیں جن میں ہوا صاف نہیں رہ سکتی لیکن پھر بھی مکان ہوادار بنانا چاہیئے اور کمرہ میں ایسے دریچے رکھے جائیں جن میں ہوا کی آمد ورفت خوب ہو۔ جب ہوا صاف نہیں ہوتی تو دل کا عمل بھی کمزور ہو جاتا ہے اور آلاتِ تنفس صاف نہیں رہتے۔ بلکہ تمام جسم کا نشو ونما اچھی طرح نہیں ہوتا۔ رات کو مُنہ لپیٹ کر سونے کی عادت بھی مضرِ صحت ہے کیونکہ تازہ ہوا کپڑے کے اندر نہیں جا سکتی اور وہی خراب ہوا بار بار آلاتِ تنفس میں جاکر آلاتِ تنفس کو خراب کرتی ہے۔

صبح وشام ہوا خوری کرنا۔ میدان کھیت اور باغ میں دور دور نکلجانا اور جسقدر ہو سکے تماشائے قدرت سے دل بہلانا حفظانِ صحت کے لیے اوّل درجہ کا مفید عمل ہے۔ زمین وآسمان۔ جنگل اور میدان۔ ندی۔ نالے۔ دریا اور تالاب پہاڑ اور سمندر فطرت کے سبق آموز ہیں۔ اور جو کچھ ہم کتابوں سے سیکھتے ہیں اُس سے زیادہ یہ ہمیں سکھاتے ہیں کیونکہ ایسے مقامات کی سیر کرنے سے قوت متخیلہ کو بہت بڑی ترقی ہوتی ہے ایسے مقامات پر قدرت کے دلفریب منظر دیکھنا اور اُس کی بے انتہا خوشنما دستکاریوں کا مزا لوٹنا نہ صرف جان وجو بند کرتا ہے بلکہ افکارات اور پریشانیاں یا انقباضِ طبع کو دور کرکے تسکین وراحت بخشتا ہے اور جو دل کہ ہجوم آلام وافکارات سے

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور اُن سے بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ ومناظرہ

معجزۂ شق القمر پر ایک محققانہ نظر

(سلسلہ کے لیے دیکھو اسوۂ حسنہ اگست ۲۱ء)

(۲) کلام مجید کی ہر آیت کا کوئی نہ کوئی سبب نزول ضرور ہوتا ہے۔ ان آیات کے سبب نزول میں مفسرین کا اجماع ہے اور سب نے بلا اختلاف اس کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ سے درخواست کی اور رسول اللہ نے دعا کی تو چاند شق ہو گیا۔ یہاں تک کہ علامہ رازی، عثمان بن عطا حلیمی، تلخی اور حسن بصری بھی جو شق القمر کا بزمانہ آیندہ ہونا بیان کرتے ہیں اس شان نزول سے اختلاف نہیں کرتے۔ اس لیے شان نزول کے انتساب پر تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ اب رہا یہ امر کہ ان حضرات نے جو تاویل کی ہے اس کے متعلق ہم اُن کے خیالات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں پھر تبصرہ کریں گے۔

(ا) شق القمر ایک سانحۂ عظیمہ ہے اور اگر یہ واقع ہوا ہوتا تو تمام روئے زمین کے رہنے والوں کو پتہ چل جاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ کہ ساری دُنیا کو معلوم ہو گیا ہوتا۔

(ب) شق القمر قرب قیامت کی علامت ہے اور چونکہ دیگر علامات قیامت ابھی تک رونما نہیں ہوئیں اس لیے قیامت کا قریب ہونا ابھی معلوم نہیں ہوتا اور شق القمر بھی نہیں ہوا کیونکہ وہ تو وقت قیامت کے قریب ہوگا۔

(ج) اگر یہ معجزہ واقع ہوا ہوتا تو تمام علما متواتر نقل کرتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا

(د) احادیث مختلف ہیں اور یقینی نہیں کہا جا سکتا کہ کس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ لہٰذا اذا تعارضا تساقطا کے اُصول پر کسی کو صحیح نہ مانا جائیگا۔

(ا) کے متعلق ہمیں اس بات کے کہنے میں ذرا تامل نہیں ہے کہ یہ خیال بالکل خلاف عقل ہے کیونکہ اگر روئے زمین سے مُراد ساری دُنیا ہے تو اس میں کھُلی ہوئی غلطی یہ ہے کہ جس وقت مکۂ معظمہ میں رات ہوتی ہے اُسی وقت دوسرے مقامات میں جو اُس سے چھ سات ہزار میل جانب غرب ہیں دن ہوتا ہے۔ پھر جب مکۂ معظمہ کی رات ساری دُنیا میں مشترک نہیں ہے تو کیونکر رات کو واقع ہونے والا معجزہ تمام دُنیا کو نظر آ سکتا ہے۔ جب کہ تمام دیگر مقامات میں دن ہو۔ اور اگر روئے زمین سے مراد صرف وہ مقامات ہیں جن کا طول البلد مکۂ معظمہ کے طول البلد کے مطابق ہے تو بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسے مقامات میں ہر جگہ ہر شخص کو دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ بہت جگہ ابر و باد مانع رہا ہوگا۔ اور جہاں آسمان صاف ہوگا وہاں بھی ہر شخص کا دیکھ لینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ اس رات کو ہر شخص آسمان ہی کی طرف متوجہ رہا ہو۔ اکثر حصہ آبادی کا سو رہا ہوگا۔ جو جاگ رہا ہوگا وہ اپنے کسی شغل میں مصروف ہوگا۔ اور جو فارغ بھی ہوگا اُس نے اس چند لمحات کے تغیر کو محسوس نہ کیا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ اگر چاندنی پھیکی پڑ گئی ہوگی تو بھی ہمارا روز کا تجربہ بتاتا ہے کہ چاندنی راتوں میں کبھی کوئی شخص تعجب و حیرت کی نگاہ سے اوپر نہیں دیکھنے لگتا۔ جب چاندنی پھیکی پڑ جاتی ہے یہ بات ایسی عامۃ الورود ہے کہ کوئی شخص خیال بھی نہیں کرتا، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ علاوہ مکہ کے اور کسی جگہ کے دو چار آدمیوں نے تو ضرور دیکھا ہوتا، سو اس کے ثبوت میں اخبار صحیحہ موجود ہیں کہ وہ قافلہ جو شام و یمن کی طرف سے آیا تھا اُس نے مکہ واپس آکر اس واقعہ کی تصدیق کی۔

(ب) کی نسبت ہمارا جواب یہ ہے کہ دیگر علامات قیامت کا ظہور نص قطعی سے کہیں ثابت نہیں ہے جس کی بنا پر معجزۂ شق القمر کے متعلق انہیں کوئی تاویل کرنی پڑے ... ہیں احادیث۔ سو نص قطعی کے مقابلہ میں اُن کو ترجیح نہیں دی جا سکتی اور اگر ان کا خیال بھی ضروری ہو تو بھی ہم کہتے ہیں کہ علاوہ شق القمر کے ایک علامت اور قرب قیامت کی ظاہر ہو چکی ہے اس لیے یہ کہنا کہ جب تک کوئی دوسری علامت نہ ظاہر ہو۔ شق القمر کا وقوع کیونکر تسلیم کر لیا جائے۔ یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرا زمانۂ نبوت اور زمانۂ قیامت ایسا متصل ہوگا جیسے دو انگلیاں ملالی جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود رسول اللہ کی بعثت ایک علامت قرب قیامت کی ہے۔ پھر جب وہ علامت ظاہر ہو گئی تو کوئی وجہ نہیں کہ شق القمر کو آیندہ زمانہ کے لیے سمجھا جائے۔

(ج) کے متعلق ہم کو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہنا کہ جو امر قرآن و احادیث سے ثابت ہو اُس پر صرف اس لیے شبہ کرنا کہ تمام علما نے اسکا ذکر کیوں نہیں کیا بے بنیاد ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ بعض علماء کا اس کی نسبت سکوت کرنا صرف اسی لحاظ سے ہو کہ جو بات نص قطعی اور احادیث سے اس طرح صراحتاً ثابت ہو اُس کے اعادہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(د) کی نسبت البتہ ہم کو ایک بسیط بحث کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ اس واقعہ کی

متعلق کون کونسی احادیث ہیں اور وہ احادیث فن کے لحاظ سے کس قدر قابل لحاظ ہیں اور اُن میں باہم تضاد و تخالف ہے یا نہیں اور اگر ہے تو نفس واقعہ پر اُسکا اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

احادیث بخاری، معالم التنزیل، شفا و قاضی عیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزۂ شق القمر کو سات صحابہ نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے چار کی روایت چشم دید ہے اور باقی تین سے بطور مراسیل روایت ہوئی ہے۔ مراسیل اوس حدیث کو کہتے ہیں جس نے اوّل راوی کا نام نہ ظاہر کیا ہو۔ چنانچہ علامہ طبرسی نے ان روایات کی تصریح کی ہے۔ ایک روایت تو عبداللہ بن مسعود سے ہے۔ آپ کی وفات حسب بیان قسطلانی ۳۲ھ میں ہوئی ہے جب کہ آپ کی عمر پورے ساٹھ سال کی تھی۔ اس لیے معجزۂ شق القمر کے وقت آپ کی عمر ۲۰-۲۳ کے درمیان ہوگی۔ آپ کا رسول اللہ صلعم کے ساتھ مکّے میں رہنا ثابت ہے نیز ابن مسعود سے پانچ تابعین نے اس کو روایت کیا (۱) ابو معمر (۲) مجاہد (۳) اسود (۴) مسروق (۵) علقمہ۔ بخاری میں ابن مسعود سے چار روایتیں معجزۂ شق القمر کی نسبت موجود ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے :-

عن ابن معمر عن عبد اللہ ابن مسعود قال انشق القمر علی عھد رسول اللہ صلعم شقتین۔ یعنی رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں چاند کے دو برابر کے ٹکڑے ہو گئے۔ ابو نعیم نے بقول قسطلانی من شئی زائد پر اس طرح روایت کیا ہے :-

قال ابن مسعود قد رأیت احد شقتیہ علی الجبل الذی بمنی ونحن بمکۃ فقال النبی اشھدوا۔ یعنی ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ایک ٹکڑا چاند کا منیٰ کے پہاڑ پر دیکھا، ہم لوگ مکّہ میں تھے، پھر فرمایا رسول اللہؐ نے کہ گواہ رہو اس معجزہ پر۔ دوسری روایت بخاری کی یہ ہے قال انشق القمر ونحن مع النبیؐ بمنیٰ۔ یعنی ابن مسعود کہتے ہیں کہ چاند شق ہوا اور ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ منیٰ میں تھے۔

یہ دونوں روایتیں ابن مسعود سے منقول ہیں اور بظاہر ان میں یہ تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں وہ اپنا مکّہ میں ہونا بیان کرتے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں بمقام منیٰ رسول اللہؐ کے ساتھ اپنا موجود ہونا ظاہر کرتے ہیں حالانکہ یہ امر محقق ہے کہ رسول اللہ صلعم اس وقت تک مکّہ ہی میں اندرون حطیم تشریف رکھتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونوں حدیثوں سے ابن مسعود کا مکّہ ہی میں ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ پہلی حدیث تو جس طرح کھلے ہوئے الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تو کسی مزید تصریح و تشریح کا محتاج ہی نہیں ہے۔ رہی دوسری حدیث۔ سو اُس کی ترکیب ذرا پیچیدہ ہے اور اسی لیے ترجمہ کرنے میں غلطی ہوتی ہے۔ وہ پیچیدگی یہ ہے کہ انشق القمر کے بعد ونحن مع النبیؐ جملۂ معترضہ آگیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے انشق القمر بمنیٰ ونحن مع النبیؐ۔ یعنی شق قمر منیٰ میں ہوا اور ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے۔

تقدیم و تاخیر یا جملۂ معترضہ کا کلام میں آجانا ناجائز یا خلاف قاعدہ نہیں ہے جبکہ اس تاویل کا قرینہ پہلی اور تیسری روایت کی بنا پر ضروری ہے۔ تو بالکل ممکن ہے کہ اصل روایت اسی طرح ہو اور اخیر راوی نے اس تقدیم و تاخیر کا خیال نہ کیا ہو۔

تیسری کو یہی روایت ابن مسعود سے اس طرح پہونچی ہے۔ قال والذی نفسی بیدہ لقد رأیت الحراء بین فرقتی القمر یعنی قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں نے حرا کو دو پارہ ہائے قمر کے درمیان دیکھا۔ بخاری میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ذھبت فرقۃ نحو الجبل وبقیت الاخری مکانہ یعنی ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا اور دوسرا اپنی جگہ پر قائم رہا۔ ابن مسعود سے صرف اسی قدر روایتیں ہیں اور ان میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے۔

دوسرے راوی جنھوں نے خود اس معجزے کو اپنی آنکھ سے دیکھا علی ابن ابیطالب ہیں۔ اس لیے اگر اس معجزے کا عہد بعثت کے پانچویں سال ہوا تو آپ کی عمر کم از کم پندرہ سال کی تھی۔ اور اگر بعثت کے آٹھویں سال اس معجزے کا ظہور ہوا تو آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ آپ سے صرف ایک روایت شفا و قاضی عیاض میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ فقال علیؑ انشق القمر ونحن مع الرسول صلعم یعنی شق قمر ہوا اور ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے۔

تیسرے راوی حذایفہ بن یمان ہیں جن کی روایت شفا و قاضی عیاض میں موجود ہے اور اس کے الفاظ بھی وہی ہیں جو روایات مذکورہ بالا کے ہیں۔ علاوہ اس کے ایک روایت اور علامہ زمخشری نے تفصیل سے بیان کی ہے :-

عن حذیفہ انہ خطب بالمداین ثم قال الا ان الساعۃ قد اقتربت وان القمر قد انشق علی عھد نبیکم۔ یعنی انھوں نے مداین میں خطبہ پڑھا اور اُس کے دوران میں کہا کہ خبردار رہو چاند قیامت قریب آگئی ہے کیونکہ چاند تمہارے نبیؐ کے زمانہ میں شق ہو چکا ہے۔ حذیفہ اجل صحابہ میں سے تھے اور خلیفہ ثانی کے زمانہ میں مداین کے عامل مقرر ہو کر گئے تھے اور پھر اخیر تک وہیں رہے۔

چوتھے راوی چشم دید گواہ معجزۂ شق القمر جبیر بن مطعم ہیں۔ ابن حجر نے ان کا اسلام لانا درمیان زمانۂ حدیبیہ و فتح مکہ لکھا ہے۔ اس لیے اُن کی روایت اور زیادہ معتبر ہے۔ کیونکہ انھوں نے اُس وقت معجزۂ شق القمر کو دیکھا جب وہ ایمان بھی نہ لائے تھے اُن کی روایت یہ ہے :-

قال انشق القمر علی عھد رسول اللہ صلعم حتی صار فرقتین علی ھذا الجبل فقالوا سحرنا محمد فقال بعضھم لان کان سحرنا محمد فما یستطیع ان یسحر الناس کلھم۔ یعنی زمانۂ رسول اللہ میں چاند شق ہوا اس پہاڑ پر (اس پہاڑ سے مراد غالباً حرا ہے) پس کہا کفار نے کہ محمد نے ہمپر جادو کیا لیکن اُن میں سے بعض نے کہا کہ اگر سحر کیا ہوتا تو یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ سب کو مسحور کر دیتے۔ (باقی دارد)

نیاز محمد خاں نیاز فتحپوری

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

اِصلاحُ الاخلاق والاعمال

جنت سے چوتھا خط

باپ کی طرف سے بچوں کے نام

یتیم بچو! خدا تم کو زندگانی دے تمہاری عمر تمہیں مژدۂ جوانی دے
الم نہ تم کو کوئی رنج ناگہانی دے جہاں نصیب تمہیں عیش جاودانی دے

تمہارے دل نہ دُکھیں یا الٰہی شاد رہو
تم اُس جہانِ تمنا میں بامراد رہو

خدا کے حکم سے تم سے جدا کیا مجھ کو امیر بنہ دستِ قضا کیا مجھ کو
اجل نے راہیِ دارِ بقا کیا مجھ کو بنا کے صانعِ قدرت نے کیا کیا مجھ کو

بنا دی خاک میں تصویر میری ہستی کی
سوادِ گور ہے تعبیر میری ہستی کی

جہاں ہوں میں نہ وہاں کوئی غمگسار ہے آج نہ کوئی مونس و ہمدم نہ یارِ غار ہے آج
تمہارے غم سے مری روح سوگوار ہے آج یہ داغ صرف چراغِ شبِ مزار ہے آج

یہ آ رہا ہے نظر گور کے اندھیرے میں
کوئی فریب بھی تھا عمر کے سویرے میں

نہ ماں نہ باپ نہ اولاد ساتھ آئی ہے بہن ہے پاس نہ بیوی نہ کوئی بھائی ہے
برونِ قبر احبا کی آشنائی ہے لحد میں چار طرف بیکسی سی چھائی ہے

دیا نہ ساتھ کسی نے ملال ہے اتنا
ہمارے ساتھ بھی دنیا خیال ہے اتنا

تمہارے ساتھ کیا ہمنے ساری عمر تباہ ہوئے تمہاری ترقی کے وسوسوں میں تباہ
ملا کیا تمہیں آرام ہمسے خاطر خواہ ہمیں یہ اُس کا نتیجہ ملا ہے۔ یا اللہ

ستم ہے۔ شمعِ تمنا کو ہاتھ تم نے دیا
اندھیری گور میں بچو! نہ ساتھ تم نے دیا

غلط کہ میرے لیئے بیقرار رہتے ہو مری جدائی میں تم اشکبار رہتے ہو
ہو میرا سوگ تمہیں سوگوار رہتے ہو یقیں نہیں ہے کہ زار و نزار رہتے ہو

مری جدائی اگر ناگوار تھی تمکو
تو کیوں مزار میں آنیسے عار تھی تمکو

مرا فراق اگر تم کو خوشگوار نہ تھا تو پھر تمہارے لیئے تنگ یہ مزار نہ تھا
یہ سب غلط کہ تمہیں دل پہ اختیار نہ تھا یہ سب ہے جھوٹ کہ میری لیئے قرار نہ تھا

یہ بات تھی تو مرے ساتھ دفن ہو جاتے
یہ بات تھی تو مرے پاس آ کے سو جاتے

تمہیں ہے جس کا قلق اُسکی ہے خبر مجھکو کہ تم سمجھتے تھے اپنے لیئے سپر مجھکو
خیال کرتے تھے راحت کا ذمہ دار مجھکو بطورِ رسم کہا کرتے تھے پدر مجھکو

تمہاری بے کسیوں کا وکیل میں ہی تھا
ضروریاتِ جہاں کا کفیل میں ہی تھا

تمہارے واسطے مال و منال لاتا تھا خدائی کی ہیں تمہیں نعمتیں کھلاتا تھا
ہر اک مصیبت و غم سے تمہیں بچاتا تھا تمہارے سُکھ کے لیئے آپ دکھ اٹھاتا تھا

ذرا خیال کرو کچھ صرف بات کا ہے
یہ سوگ میرا نہیں ہے۔ تعلقات کا ہے

تعلقات ہی انساں کے یاد آتے ہیں تعلقات ہی بعد فنا رُلاتے ہیں
مرے سلوک مجھے یاد اب دلاتے ہیں فریب صاف یہ دنیا کو رشتے ناتے ہیں

تعلقات کا گر آدمی میں روگ نہ ہو
تو اُس کے بعد زمانہ میں اُسکا سوگ نہ ہو

نہ رو و میرے بیٹو! فضول ہے رونا مقدرات سے وہ ہو چکا جو تھا ہونا
اب ایسے فکر سے مفت اپنی جان ہی کھونا نہ چھوڑ دو دن کو مشاغل نہ رات کا سونا

تمہارے واسطے سامانِ کائنات تو ہیں
نہیں جو ہم نہیں۔ نہ سہی وہ تعلقات تو ہیں

ملیگا رزق بھی، آرام بھی، مسرت بھی نصیب ہوگا تمہیں مال و زر بھی دولت بھی
کرینگے خویش و اقارب وہی محبت بھی سکون و عیش بھی پاؤگے اور راحت بھی

رہا نہ میں تو رہیں کیا نہ خوبیاں باقی
ابھی بہت ہیں زمانہ میں مہرباں باقی

جو چاہتے ہو ستانا کسی کو رنج نہ ہو
تعلقات کو دُنیا میں اپنے کم کر دو
نہ دشمن اور نہ تم دوستوں کو دست بنو
جو چاہتے ہو مسرت تو ایک کام کرو

نہ اس جہان سے بالکل لگاؤ دل اپنا
تعلقاتِ جہاں سے اُٹھاؤ دل اپنا

اگر یہ بات ہو امکان سے بیاں باہر
تعلقات جہاں سے نہیں گریز و مفر
تو پھر یہ سوگ یہ غم سب فضول ہیں یکسر
یتیم بچو! ارے کیا نہیں ہے تم کو خبر

شکارِ صدمہ و غم اپنے آپ بننا ہے
ہماری طرح تمہیں بھی تو باپ بننا ہے

تمہیں بھی آہ پڑے گا یونہی جُدا ہونا
کہ ہر وجود کو دُنیا میں ہے فنا ہونا
نہ چاہیے مرے مرنے سے غمزدہ ہونا
جو عام بات ہے اُس کا ملول کیا ہونا

ہم آج مر گئے کل دوسروں کی باری ہے
یہ ایک رسم ہزاروں برس سے جاری ہے

اُٹھے ہوئے ہو خود اُس راستہ پہ تم حیراں
گئے گزر کے ہیں جس راستہ سے پیر و جواں
جئے جو لاکھ برس بھی تو پھر ثبات کہاں
لحد کا سب کو یہی دیکھنا ہے خواب گراں

رہیں گے پھول نہ پھولوں میں رنگ و بو باقی
رہیگا اے مرے معبود ایک تو باقی

سرائے دہر میں شب کے سوا قیام نہیں
مسافروں کو ٹھہرنے کا یہ مقام نہیں
یہ چل چلاؤ کسی کو یہاں دوام نہیں
سحر جب آئی تو ملتا نشانِ شام نہیں

یہ رہگزر ہے جہاں قافلے گزرتے ہیں
ہزار ہوتے ہیں پیدا ہزار مرتے ہیں

ہماری ہستیِ رفتہ کی یادگار ہو تم
ہمارے گلشنِ امید کی بہار ہو تم
ہماری خاک سے اُٹھا ہوا غبار ہو تم
یہ کہہ رہی ہیں امیدیں کہ ہونہار ہو تم

ہمارا نام ہے دُنیا میں بیش و کم باقی
تمہارے دم کو ہیں گویا جہاں میں ہم باقی

ہمارا نام نہ تم خاک میں ملا دینا
تم آبرو نہ ہماری کہیں مٹا دینا
ہماری محنتِ مرحوم کا صلا دینا
تمہارے ہاتھ ہمارا ہے اب جِلا دینا

کہ مرنے والا ہے زندہ جو نام زندہ ہے
جئے جو بعد فنا وہ مُدام زندہ ہے

اُٹھو اُٹھو مصیبت عروج پانے میں
بڑھو بڑھاؤ قدم بڑھ چلو زمانے میں
تمہارا نام ہو دُنیا کے کارخانے میں
ہنر میں علم میں آگے بڑھو بڑھانے میں

عزیز بن کے وہ حاصل کرو شرف اچھے
کہے زمانہ کہ اچھوں کے ہیں خلف اچھے

سیماب (صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

شرابی کی بیوی

نہیں شاعر نہ مجھ کو شاعری یاں کچھ جتانی ہے
مری فریاد کا باعث فقط سوزِ نہانی ہے
مناسب ہے اسلئے اے نوجوانو اس میں ہے عبرت
توجہ سے سنو یہ اک شرابی کی کہانی ہے
سمجھتے کا نہیں یہ مقتضا میں نام لوں اُس کا
مگر بتلاؤں گا اتنا کہ وہ اک خاندانی ہے
شریفانہ ہیں اخلاق اُس کے اور تعلیم ہے اچھی
تبسم لب پہ ہر دم ہے طبیعت میں روانی ہے
وفا دل میں حیا آنکھوں میں پتلا ہے مروت کا
نہ پیشانی پہ بل ہرگز نہ دل میں بدگمانی ہے
اثر سے صحبتِ بد کے وہ پہنچا ایسے جلسہ میں
کہ جس کی یہ نئی تہذیب بانی و مبانی ہے
کھڑی تھی میز پر واں کانچ کے برتن میں [illegible]
فرنگستانی پیدائش وطن ہندوستانی ہے
وہ بھولا پن سے بیٹھا پوچھا اس شیشہ میں ہے کیا شے
کہا چُپکے سے یاروں نے یہ آبِ زندگانی ہے
یہی شے ہے کہ زاہد جس کا جویا ہے بہشتوں میں
ہمیں وہ یاں میسر ہے خدا کی مہربانی ہے
سنا ہوگا کہ کایا کو پلٹ اکسیر دیتی ہے
یہ اکسیرِ حقیقی ہے وہ فرضی اور زبانی ہے
مسخر کر لیا ہے اسی نے کل عالم کو اب ایسا
کہ عرصہ سے اسی کا دورۂ صاحبقرانی ہے
اسی سے پی کر نہیں رہتا ہے باقی فکر و غم کوئی
کہ فکر و رنج کے حق میں یہ تیغِ اصفہانی ہے
نہیں ممکن بیاں ہو کر قلم سے ہو ادا ہرگز
کہ کیفیت سرورِ مَے کی ہوتی وہ سہانی ہے
گلاس اس کا ذرا بھر کر چڑھا جاؤ ابھی غٹ غٹ
تو پھر معلوم ہو تم کو کہ کیا لطفِ جوانی ہے
کسی نے سچ کہا انساں ہے شیدا حالِ انساں کا
بڑی نعمت یہی اس دنیا میں کل جز بندگانی ہے

غرض اس نوجواں نے عقل و عزت کو کیا رخصت
کہ دشمن عقل و عزت کی شرابِ ارغوانی ہے
یہ پانی پھیر دیتا ہے حیا و شرم پہ پانی
بھسم کرتا ہے تن من کو خدا کیسا یہ پانی ہے
نہیں چھٹتی یہ محبوبہ اور تماشا ہے کہ ہوتی ہے
یہ اُتنی دلربا تر جس قدر ہوتی پرانی ہے
مگر وہ دن تھا ایسا شوم اُس کے بخت کی جو میں
کہ نازل اُس پہ آئی دن بلائے ناگہانی ہے
پڑا اک رات موری میں اُسے اک دوست نے دیکھا
یہ میخوارونکی معراج اور غایت کامرانی ہے
ہٹایا اُس کو کتے کو کہ جو منہ چاٹتا تھا کے
ذرا جھک کر جو منہ دیکھا تو دیکھا دوست جانی ہے
اُٹھایا پشت پر اپنی اور اُسکو گھر میں لا ڈالا
کہا بھاوج نہ کرنا غم فقط سر کی گرانی ہے
کہا اُسنے نہیں مجھکو ضرورت کچھ بتانے کی
نیا کب ہے یہ افسانہ پرانی یہ کہانی ہے
کوئی مجھ سے زیادہ انکو کیا جانیگا اے بھائی
تری بھاوج نے اتنے دن یونہی کیا خاک چھانی ہے
اُتر کر ڈولی سے اس گھر میں قدم رکھا ہے جس دن سے
یہی دیکھا ہے آنکھوں سے مری بیتا پرانی ہے
تعلق بیوی و شوہر کا نازک وہ بنایا ہے
نہیں آتا زباں پر لیں وہ دردِ نہانی ہے
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ لی بدمست نے کروٹ
کہا جھنجلا کے سنتی ہو کہ سوتی ہو فلانی ہے
رُلایا رات بھر مجھ کو ہے تو نے مری ضد سے
ادا ہے منہ بنا کس نخرے سے دیکھو شان آلی ہے
بھری بیٹھی تھی غصہ میں لگی وہ پھوٹ کر رونے
کہا او سنگدل سختی میں تو بھی ترسانی ہے
کہاں آتی ہے نیند اُن کو کہ جنکو پیٹ ہو خالی
نہ کیونکر روئے وہ بیگم کہ جس کا [illegible] ہے

کئی دن ہو گئے بالکل نہیں کو آگ چولھے میں — مگر فاقہ کی کس سے یاں بیانی ہے
بلکتا تھا پڑا جو کا ابھی سویا ہے یہ تھک کر — ذرا صورت تو دیکھو کیسی پیاری اور نمانی ہے
تمہیں اس چاند سے مکھڑے پہ کیوں آتی نہیں الفت — مجھے دیکھو کہ میں ہوں اور راتوں پاسبانی ہے
کہاں جاتے رہے دعوے محبت کے کبھی جو تھے — اب انھیں جا کے کرنے میں بھی اتنی آنا کانی ہے
نہ چھوڑا تو نے کپڑا اور کوئی زیور مرے تن پر — کلائیوں کی نہ کانوں پر بکی سب جامدانی ہے
جہیز اور بھات اور ساچق کا کل اسباب باقی — یہ سر پر شال کہنہ اور انگیا میری نشانی ہے
جٹھانی اور ہمسائی یہ کہتی ہیں مجھے ہر دم — خصم تیرا نکھٹو ہے شرابی اور زنانی ہے
ہیں آنکھیں زرد یرقاں سی ہوا ہے ہاتھ میں رعشہ — گھنی ہے سو لکھ گردن اور چہرہ زعفرانی ہے
ضرور اس مرد کی ہو گئی پھٹکار ورنہ تو — نہ لنگڑی ہے نہ لولی ہے نہ بھینگی نہ کانی ہے
کوئی گر دوسری ہوتی کبھی کی میکے چل دیتی — تری تقدیر میں لیکن مصیبت ہی اٹھانی ہے
تری میکے کو دو رکھا ہے سب کچھ حق تعالیٰ نے — خدا کی آج اُن پہ ہر طرح سے مہربانی ہے
یہ دیتی ہوں جواب اُن کو مروں گی اسکے قدموں میں — نہ رکھوں گی قدم باہر کبھی یہ دل میں ٹھانی ہے
مری جانب سے جیتے جی تعلق یہ نہ ٹوٹے گا — رہوں گی تابع شوہر کہ حکم آسمانی ہے
کرو گے یاد تم میری وفا کو میری میت پر — گھڑی وہ بھی یہ دیکھو گے بہت جلدی ہی آنی ہے
نہیں بگڑا ہے کچھ اب بھی کرو تم عزم مردانہ — مری جاں اور اس معصوم کی جاں گر بچانی ہے
یہ گرمی محبت دیکھ پتھر بھی پگھل جاتا — حرارت کا اثر ہے سنگ بھی ہو جاتا پانی ہے
پسینہ بھی نہ آیا اس کی پیشانی پر اور بولا — نصیحت کی ہے ضد مجھکو نہ مانوں گا نہ مانی ہے
نکل جا تو ابھی گھر سے نہ مجھ کو منہ دکھا پھر — تری ہمدرد دنیا میں فقط تیری جٹھانی ہے
کلیجہ پھٹ گیا اسکا سنی جب اسنے یہ پھٹکار — کہا لو گود میں بچہ کو یہ میری نشانی ہے
گری غش کھا کر ایسی وہ نہ آنکھیں اسنے پھر کھولیں — یہ دنیا اور بکھیڑا اسکا سب ناچیز و فانی ہے
سماں یہ دیکھکر بے بس ہوا عارف اثر ایسا — کہ سب کچھ چھوڑ کر اب شغل اسکا نوحہ خوانی ہے

محمد حسین عارف ایم۔ اے جج ہائیکورٹ کشمیر (ازمیرٹھ)

دیہاتی مسلمان

ناظرین کرام! آپ کو یاد ہو گا کہ میں "اسوہ حسنہ" کی اسی گزشتہ اشاعت میں دیہاتی مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کا خاکہ کھینچ چکا ہوں آج ان کے مروجہ طریقہ ذبح کو بیان کرتا ہوں وھو ھذا!

اس ضلع کے بعض مواضعات میں ملا صاحب جن کے پاس ملکن پور کی پڑھی ہوئی چھری رہتی ہے دورہ کرتے ہیں اور اس چھری سے جانور بلا تکبیر ذبح کرتے پھرتے ہیں۔ یہ پڑھی ہوئی چھری ذبح کے واسطے کافی سمجھی جاتی ہے۔ العجب ثم العجب۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ بعینہ مرغ کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اور بوقت ذبح یہ الفاظ کہے جاتے ہیں: "او پرند پنچھی دھرتی بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔" غرضکہ اسی قسم کی بہت سی جہالتیں جہلا میں پائی جاتی ہیں۔

یہاں ایک قصہ بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

ایک شخص نے نیاز کی۔ گھر کا پلا ہوا خصی بکرا ذبح کے واسطے لایا گیا۔ اتفاقاً بکرا ہاتھ سے چھوٹ گیا جو بہ دقت تمام پکڑا گیا۔ مالک نے بکرے کو زمین پر گرا کر غصہ کے ساتھ اس کے گلے پر ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے چھری پھیرنی شروع کی "اور ... کالی ... بھاگیگا" اور "کالی ... بھاگے گا" اور "کالی ... بھاگیگا" یہاں تک کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ اہل برادری نے اس گوشت کے کھانے سے انکار کر دیا اور اس کو اپنی جہالت کے باعث نقصان اٹھانا پڑا۔

ان واقعات کو سنکر سچے مسلمانوں کو عموماً اور ان حضرات کو خصوصاً جو قوم کی حالت کا درد رکھتے ہیں سخت قلق ہوگا مگر صرف زبانی جمع خرچ سے کام چلتا نظر نہیں آتا عملی کارروائی کی ضرورت ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور مکرر عرض کرتا ہوں کہ دیہاتی مسلمان علماء کرام کی توجہ کے خاص طور پر محتاج ہیں۔ انکی حالت نہایت ردی ہے۔ ان کو تعلیم و تربیت کی جس قدر ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں عیاں راچہ بیاں۔ کاش متمول مسلمانوں کے دل میں دیہات میں اسلامی مدارس کھولنے کا خیال پیدا ہو کیونکہ ہم کو ہماری بے علمی ہی نے قعر ذلت میں گرایا ہے اور اس سے چھٹکارے کی سوائے تعلیم و تربیت کے کوئی صورت نہیں۔

علم سے بے بہرہ قوم کبھی اوج ترقی پر نہیں پہونچ سکتی۔ مسلمانو! جاگو۔ جاگو خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اپنے بھائیوں۔ اسلامی حلقہ بگوشوں کی خبر لو۔ ان کو علم سے بہرہ اندوز کرو۔ دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے شرکت کرو۔ جہالت کی گھٹا ٹوپ ظلمت کو علم کے روشن لیمپ سے دور کرو۔

یقین جانو کہ راز ترقی دولتمندی نہیں ہے بلکہ علم سے بہرہ مندی ہے۔ بے علمی دولت کو ملیا میٹ کر کے رہتی ہے۔ کیونکہ انسان بغیر علم کے جا و بیجا اخراجات میں تمیز نہیں کر سکتا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

عرفان علی رضوی نبیلپوری

اصلاحی لطیفہ

افیموں کا حشر

ایک افیمی اکثر پینک میں ایسے سربسجود ہوتے تھے کہ دونوں گھٹنوں میں سر آ رہتا۔ آخر یہ خیال ہوا کہ چور دق کر رہا ہے ہوش میں جو آئے تو ایک لکڑی پاس رکھ لی اور کہا اب کے جو آئیگا تو بچ کر خالی نہ جائیگا۔ پھر جو پہلی سی حالت طاری ہوئی دن سے ایک لکڑی رسید کی۔ گھٹنے میں درد جو معلوم ہوا تو بولے "وار تو خالی نہ گیا۔ ایک کھائی ایک کھلائی۔ اُدُو کا بدلہ سید علی سر سے ادا ہو [illegible]

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں؟

علم و ادب

تحفۂ حجاز

زندہ تحفہ ہیں جواب کی بہار تک — جائیں گے بوئے گل کی طرح کوئے یار تک
جوش بہار لالہ و گل کی یہ دھوم ہے — ہے عطر بیز آج نسیم بہار تک
ساقی سے مانگتے ہیں مے سرخ بادہ خوار — جاتا ہے ابر جھوم کے جب کوہسار تک
پیاسے کو ایک جام کے دو جام دیجیے — پہونچی جو العطش کی صدا گوش یار تک
پیوا ہے ساقی مہوش کا فیض وجود — پہونچیں گی ہاتھ جام دُخو شگوار تک
اس ... سال آئی کہ نیکوں سے بدلے — لپٹے ہیں دامن گل و غنچہ سے خار تک
مہیب بہار ... ہیں باغ دہر کی — کھلتے ہیں پھول صبح سے نصف النہار تک
... آج فرح بخش ہے ہوا — فرط خوشی سے جھومتے ہیں برگ و بار تک
پھولوں کا ڈھیر چار طرف کیاریوں میں ہے — بوسے زمیں کے لیتے ہیں سیب و انار تک
زخموں کی گل کھلائے ہیں فصل بہار نے — گلشن بنا ہوا ہے دل داغدار تک
... سینہ ناز سے جتنے کھلے ہیں پھول — پہونچے ہیں اُن کے ہار گلوئے نگار تک
اردی کی بھی بہار ہوئی ماند اب کے سال — بوسہ کے گلوں کی گئی سبزہ زار تک
چمن تو بھی دیکھ گل کے لیے باغ میں قمر — یہ جوش یہ نمود ہے فصل بہار تک
تیرے دل حزیں کی بھی کھل جائے گی کلی — سرسبز آج باغ میں ہیں مرغزار تک
کس فکر و غم سے صنعت کی تصویر بن گیا — ہے زرد زعفراں کی طرح چشم زار تک
روزی کا ہے خیال تو رزاق ہے کریم — پاتے ہیں رزق شام و سحر مور و مار تک
دنیا کے جاہ و مال کی کرتا ہے حرص کیوں — بے زر گئے ہیں خلق سے سب تاجدار تک
شاہان دہر زیر زمیں خاک ہو گئے — ویراں ہیں اُن کے قصر جو اہر نگار تک
اُن کا نہ وہ تزک ہے نہ وہ احتشام ہے — تھے تاج و تخت زندگی مستعار تک
اب انقلاب دہر نے ایسا مٹا دیا — باقی نہیں جہاں میں نشان مزار تک
قاروں کے ساتھ سب زر اندوختہ گیا — پنہاں رہے گا خاک میں روز شمار تک
ہشیار ہو کہ دن تری غفلت کے کٹ گئے — پہونچا ہے نشۂ مے ہستی خمار تک
قانع کو استعانت منعم سے کیا غرض — کیوں جائے مہر ذرۂ بے اعتبار تک
امداد چاہتا ہے تو کر اس سے جا کے عرض — آتی تھی وحی جس شہ عالی وقار تک
نعلین جو پہن کے گیا عرش پاک پر — کہتا ہے خود حبیب جسے کردگار تک

کیا ذکر اہل ہوش جو اُس کے مطیع ہیں — پڑھتے ہیں رات دن کلمہ شیر خوار تک
قرآن جس کی مدح سے لبریز ہے تمام — آتے تھے جبرئیل بھی جس ذی وقار تک
پروا نہیں نہ دولت دنیا کی جس نے کی — پہونچی نہ خاک پا بھی سر تاجدار تک
پایا خطاب جس نے بشیر و نذیر کا — ظاہر ہے جس سے رحمت پروردگار تک
یعنی محمد عربی بادشاہ دیں — پہونچا کوئی نبی بھی نہ جس کے وقار تک
شاہ حجاز نور خدا ختم مرسلیں — روشن ہے جس سے بحر و بر و کوہسار تک
غربت میں جس کے در کے گدا بادشاہ ہیں — رکھتے ہیں گدڑیوں میں زر شاہوار تک
ایسا ہی اس کی صورت میں نور تھا — جاتی تھی جس کی ضو فلک کج مدار تک
پائے گا داد نالہ و فریاد و آہ کی — جا جلد روضۂ شہ نصفت شعار تک
اُس نور کبریا نے انہیں بھی چھڑا دیا — جو جا چکے تھے خانۂ دوزخ کی نار تک
یہ سن کے میں نے مطلع روشن رقم کیا — شرمندہ جس سے ہو گہر آبدار تک

مطلع دوم

آیا وہ نور اس چمن روزگار تک — پرتو فگن رہے گا جو روز شمار تک
تقدیر جس کو لے گئی تیرے مزار تک — پہنچا وہ شخص رحمت پروردگار تک
دیکھا تجھے تو کفر کی ظلمت نے دی صدا — آیا خدا کا نور عرب کے دیار تک
تو نے دیا ہے دین خدا کو وہاں رواج — گھر تھا بتوں کا خانۂ پروردگار تک
فرش حجاز تیرے قدم سے ہے عرش قدر — تعظیم کو ہے خم فلک کج مدار تک
نور خدائے پاک نظر آئے سربسر — آئے جو تیری خاک قدم چشم زار تک
ہر بے زباں بھی تیرا ثنا خواں ہے خلق میں — کرتے ہیں مدح گوہر و موج و بحار تک
میں کیا ترے براق کی مدحت کروں رقم — پہونچی نہ جس کو بوئے گل نو بہار تک
نقش سم براق سے ایسے بنے ہلال — روشن ہیں جن سے اختر دنبالہ دار تک
جوہر یہ تیری تیغ نے سب کو دکھا دیے — پہنچا دیا عدو کو جہنم کی نار تک
تار نفس کے ساتھ کٹے رشتہ ہائے ظلم — پہونچا گلوئے غیر جو خنجر کی دھار تک
امت تو تجھ کو بھولا کرتی نہیں ہے یاد — اس کو نہیں ہے خوف عذاب مزار تک
تو اس کی یاد سے کبھی غافل نہیں رہا — امت کا تھا خیال دم احتضار تک

ایسے ہی لوگ اب تری امت میں رہ گئے   چھوتے نہیں جو مصحفِ پروردگار تک
اصحاب تیرے ماحیِ کفر و ضلال تھے   تھا اوجِ دینِ پاک انہی چار یار تک
صدیقؓ کی وفا کا زمانے میں وصف ہے   جا کر نبیؐ کا ساتھ دیا اُسنے غار تک
ہے ابتو نام - ذکر یہ آگے کا تم سُنو   رونق تھی دین کی عمرؓ نامدار تک
عثمانؓ نے کلامِ خدا کو کیا تھا جمع   چرچے رہیں گے خلق میں روزِ شمار تک
خیبر کا در اُکھاڑ کے تبلیغ دین کی   محدود تھا یہ زورِ شہِ ذوالفقار تک
اُمت نے تیرے بعد کیئے آل پر ستم   مارا گیا حسینؓ غریب الدیار تک
پیاسا کیا ہے سجدۂ حق میں اُسے شہید   یہ غم رہیگا خلق میں روزِ شمار تک
بیجا ہوئے ہیں ظلم تری آلِ پاک پر   ہے انتہا کہ قتل ہوا شیرخوار تک
کہنا سلام شوق ہمارا بھی اے صبا   جانا اگر رسولِ خدا کے مزار تک
رکھتا ہوں میں زیارتِ بطحیٰ کی آرزو   مجھکو طلب کریں وہ عرب کے دیار تک
آدھا ہوا ہوں گھُل کے فراقِ حضور میں   پہنچے ہیں زخم قلب و جگر جسمِ زار تک
رکھ اس گناہگار کو تو اپنی حفظ میں   آئے بلائے دہر نہ اس دلفگار تک
میں اے قمر پہونچ کے مدینہ میں یہ کہوں   پہنچا دیا خدا نے نبیؐ کے مزار تک

محمد نقی قمر (دگیاوی)

سکندر کا تابوت

مشعلِ بزمِ حکومت فاتحِ روئے زمیں   والیِ بابل - سکندر - نامورِ شاہِ جہاں
چھوڑ کر سازِ طرب جب راہیِ عقبیٰ ہوا   آرزوئیں رہ گئیں سب ہاتھ ملتی یاں کی یاں
نعش یوں تابوتِ زریں میں رکھی احباب نے   جسطرح دُرجِ صدف میں ہو دُرِ یکتا نہاں
بزمِ ماتم کا عجب عبرت فزا یہ سین تھا   گردِ تابوتِ سکندر تھے سب ہی نوحہ خواں
بھر کے آہِ سرد بولا اک حکیمِ نکتہ سنج   رونے والو - مرنیوالے کے لئے کیوں ہے فغاں
ہے تقدم اور موخر کا بیاں بعد و فراق   ورنہ جانیکو اسی منزل سے ہے ہر کارواں
رہبرِ ملکِ عدم کا ہے مگر نقشِ قدم   ساکنِ معمورۂ ہستی کو عبرت کا نشاں
وائے حسرت موت نے محبوس اُس کو کر لیا   کل جو اپنے دشمنوں کو قید کرتا تھا یہاں
یہ اُسی سلطان کا ہے جسمِ بیجاں ناظریں -   جس کے قدموں سے لگی تھی فتح و نصرت عزّ و شاں
نکتہ سنجو! تم میں کچھ بھی حسِ عبرت ہے اگر   نذرِ غم نقدِ تحمل اب کرو مرحوم پر

حکیم ثانی - تابوت پر ہاتھ رکھکر :-

سیم و زر صندوق میں جو بند رکھتا تھا کبھی   آج خود وہ شاہِ منعم ساکنِ تابوت ہے
زندگی سے فتح کر کچھ عالمِ اسباب کو   کاہلی بھی آدمی کے واسطے اک موت ہے
جی سکندر کی طرح اور مر سکندر کیطرح   ذکر رہ جائے ترا گھر گھر سکندر کیطرح

حکیم ثالث

جائے حیرت ہے جو کل غالب تھا سب پر آج وہ   ہوگیا مغلوب کیسا بیکسی کے ہاتھ میں
سرکشوں کو ضعف جس کے عہدِ دولت میں تھا   رنگ لیاں کر رہی ہیں وہ خودی کے ساتھ میں
موت کر دیتی ہے کیسی اک دم کایا پلٹ   نیستی سے ساری استحکام ہو جاتی ہیں پٹ

حکیم رابع

یہ وہ ضابطہ تھا خیالِ مرگ کو جسنے نہاں   دل کے پردہ میں رکھا اور آرزوئیں آشکار
پھر قضا کو کیوں نہ ٹالا اور کچھ دن کیلئے   تا کہ بر آتی تمنائے دلِ بے اختیار
ورنہ اُمیدوں کو رکھنا چاہئے تھا مختصر   دستِ بردِ مرگ سے تاکہ نہ ہوتیں سوگوار
عمر کھوتا ہے بشر امیدِ ناحق کے لیے   چشم وا رکھتا ہے شوقِ دیدِ ناحق کیلئے

حکیم خامس

کشتۂ فکر و تردد - تیری سعیِ ناسپاس   کا نتیجہ بعد تیرے کھُل گیا یعنی کہ یاس
احتیاجِ ناسزا نے عمر بھر رکھا ذلیل   جنسِ فانی کا تردد عارضی تھا تیرے پاس
بارِ غم نے جسکے مجھ سے بیوفائی کی صریح   اور حاصل اس کا لاحاصل گناہوں کا ہراس
غیر کا حصہ ہوا سرمایۂ ہستی ترا   اور جوابِ عصیاں کا اپنے آپ تو دینے چلا

حکیم سادس

ایک تجبیر قضا - تو ناصحِ مشفق بھی تھا   یاد ہیں ہم کو تری اکثر نصائح دلپذیر
تیرا مرجانا مگر ہے آج اک پندِ بلیغ   زندگی نے ایسی عبرت خیز کب دی تھی نظیر
تو سراپا پندِ خاموشی ہے سب کے سامنے   چشمِ عبرت آج عبرت کا تماشا دیکھ لے

حکیم سابع

کل تری تقریر سے مجلس میں اکثر تھے حزیں   چاہتے تھے جلد تو خاموش ہو جائے کہیں
آج ہے اُن کو تمنا بول اُٹھنے کی تری   اور تو چپکا ہے یوں گویا زباں مُنہ میں نہیں
لگ گئی مُہرِ خموشی کیوں لبِ اعجاز پر   کیوں نہیں چلتی ہے مضرابِ زباں اب ساز پر

حکیم ثامن

تیرے صدقہ کتنی جانیں اس تمنا میں ہوئیں   تو رہے زندہ سلامت اور ترا عزّ و جاہ
بچ سکا لیکن نہ تو زد سے اجل کے تیر کی   آخرش مر ہی گیا اے جانِ عالم آہ آہ
اک سطح پر خادم و مخدوم دونوں آ گئے   جاں نثار و جانِ جاناں جان کھو کر پا گئے

حکیم تاسع

حکم تھا مجھکو نہ ہوں دم بھر کو میں تجھسے جدا   لیکن اب تجھ تک رسائی کی نہیں پاتا ہوں راہ
میں ابھی قائم ہوں اپنے عہد پر اور تو نہیں   میرے آقا کیا یہی ہوتا ہے وعدہ کا نباہ

حکیم عاشر

کم نہیں یہ دن طلوعِ صبحِ محشر سے ہمیں   جب تلک ہستیِ عالم ہے رہیگا یادگار
جاتے جاتے آج کے حرمان و غم بھر آ گئے   آنیوالی برکتیں اس دن کی لوٹیں سوگوار
ہے لہذا افسردۂ عبرت ہر ایسی آنکھ کو   جو زوالِ سلطنت پر ہو کسی کی اشکبار
آج روئے شاہ اور شاہی کا منظر دیکھکر   تخت کا مالک پڑا ہے تختۂ تابوت پر

انوار حسین رسوا (ڈبائوی)

نمبر ۲۰۶ ستمبر ۱۹۱۰ء

[illegible]

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے یہ شرم کی بات نہیں [illegible] قرآن کو ذریعہ نجات جانتا ہو لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے [illegible]
ترکی۔ ایران۔ ترکستان۔ افغانستان میں ملکی زبان میں ترجمہ قرآن مجید شائع [illegible] لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی شریف مسلمان [illegible]
کہ ذی علم ہے اور قرآن عربی کو سمجھ نہیں سکتا جتنے ترجمے [illegible] کی مستعد [illegible] ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی [illegible]
ہیں [illegible] ضرورت پر [illegible] علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی بہت تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے پورے قرآن مجید کا [illegible]
اردو ترجمہ عبارت قرآنی سے علیحدہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اور مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شائع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ [illegible]
لکھا ہے جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) ترجمہ کرنے کا خیال کس طرح پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانہ [illegible] (۳) زمانہ حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم [illegible]
(۵) مولانا نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ (۶) ترجمہ موجودہ کی اشاعت کے اسباب (۷) ترجمہ کی دقتیں (۸) مختلف ترجمے (۹) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصولی مذاہب [illegible]
(۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب سماوی (۱۳) پیغمبر (۱۴) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۵) حضرت جبرئیل اور نزول قرآن (۱۶) رسالت و آنحضرت محمد (۱۷) قرآن مجید کا نزول (۱۸) قرآن کی سورتیں
اور آیتیں (۱۹) ترتیب قرآن (۲۰) اجزائے قرآن (۲۱) قرآن کے تیس پارے (۲۲) عقائد و احکام قرآن میں [illegible] (۲۳) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۴) کرر باتیں [illegible] قرآن میں۔
(۲۵) قرآن کے مضامین کا سمجھنا۔ (۲۶) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ اسلام بھی دیکھنا چاہیئے۔ (۲۷) برکات اسلام (۲۸) چند احکام قرآنی جن پر صرف یورپ کے مذہب [illegible]
(۲۹) برکات اسلام کے لئے الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۳۰) معجزات (۳۱) موت کی معذرت (۳۲) آیات قرآنی میں علماء کا اختلاف (۳۳) درخواست مسلمانوں سے۔

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے۔ جتنے مسائل شرعی قرآن سے نکلتے ہیں ان کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف قرأت و علماء حنفی المذہب و اہل تشیع میں جو مسائل فقہ مختلف فیہ ہیں [illegible]
ان کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق جو ترجمہ اختلافی ہیں یا علماء حنفی المذہب نے باہم اختلافات کئے ہیں حاشیہ زیریں میں سب کا بیان ہے تاکہ ترجمہ سب مذاہب کے لئے یکساں [illegible]
لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو سنی حنفی المذہب کے موافق ہے کیونکہ انہیں کی کثرت ہندوستان میں ہے۔

فارسی و اردو کے قدیم ترجمے اور اردو کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کر کے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان [illegible] ترجمہ [illegible]
ہے۔ یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ علامہ نے [illegible] برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اول اول [illegible] میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ [illegible]
کیا تھا اور اس سے چار برس کے بعد [illegible] میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شائع ہوا تھا پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے [illegible] ناظرین [illegible]
[illegible] انشاء اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ دیر آید درست آید۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ [illegible] طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں [illegible]
مسلمان [illegible] دوسرے مسلمان کے ہاتھوں میں [illegible] اشتہار کا باعث ہو۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ [illegible] زبان میں عام فہم [illegible] علامہ کی تقریبات خاص شہرت رکھتی ہیں [illegible]

ہدیہ قیمت فی جلد مذہب تین روپیہ (۳ روپیہ) (نوٹ) جہاں سیکڑوں ہزاروں روپیہ [illegible] قرآن کو [illegible]

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	[illegible]	[illegible]	کیفیت
۱	[illegible]	اردو	مذہب اسلام	۲۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲	تاریخ الاسلام	اردو	مذہب اسلام	۹۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳	الاسلام	اردو	[illegible]	۸۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	[illegible]	اردو	مذہب اسلام	[illegible]	۱۰	[illegible]	[illegible]
۵	[illegible]	اردو	[illegible]	۱۰۰	[illegible]	[illegible]	•
۶	[illegible]	اردو	[illegible]	۲۰	[illegible]	[illegible]	•
۷	نشتر سخن	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•
۸	زبان اردو	اردو	[illegible]	۳۲	[illegible]	[illegible]	•
۹	[illegible]	[illegible]	–	۱۸	[illegible]	[illegible]	•
۱۰	[illegible]	[illegible]	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•
۱۱	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۲	[illegible]	[illegible]	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•
۱۳	[illegible]	•	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•
۱۴	[illegible]	•	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•

المشتہر عبد الواحد خان مینیجر قاضی اینڈ کمپنی گورکھپور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قواعد و ضوابط

مضمون نگاروں کیلیے

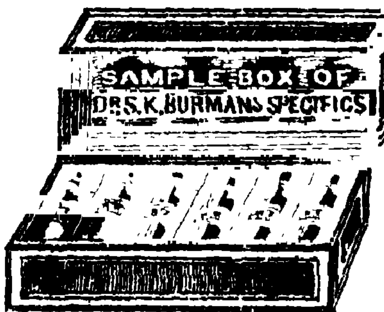


چھ مشہور دوائیوں کا بکس!



ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ ۳۱ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لیئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لیئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہوں یقین لانے اور آزمایش کے لیئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور ادویات کے نمونہ کبس بنا ہے جس میں اس قدر کافی جرا ایک ادویہ ہیں کہ آزمایش پورے طور پر ہوسکتی ہے۔ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کی بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ ان کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ گھرباریوں کے لیئے یہ انمول ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے ✦

دواؤں کے نام



دمہ کی دوا دمہ کیسا ہی دورہ میں ہو فوراً دباتی ہے **کولا ٹانک** ہر ایک کے لیئے طاقت بڑھانے والی دوا۔ **مقوی باہ کی گولیاں** جیسا نام ویسا فائدہ، **عرق کافور** ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے **جلاب کی گولیاں** شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہو جاتی ہے **عرق پودینہ سبز** دردشکم ورِیاحی درد کی دوا۔ **نوٹ**:۔ پوری حالت کی فہرست بلاقیمت طلب کرکے دیکھیئے۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں، ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے۔

قیمت فی بکس ایک روپیہ آٹھ آنے۔ محصولڈاک چار آنے (۴/)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باغ باغیچہ لگانیوالوں کو مژدہ

رہنمائے باغبان اس میں ہر قسم کی ترکاریوں میوہ دار درختوں اور ہر قسم کی پھلواری پیدا کرنے کے طریقے ہونے کا موسم اور بہت سی متفرق باتیں درج ہیں تاکہ ہر شخص باغبانی کے تمام اصولوں و بھیدوں سے مستفید ہوسکے اور باغبان کی خوشامد سے بچے، قیمت ۲ سے صفحے مجلد مع محصولڈاک (۱۲/) ہے۔

سیر ودنیا ہندوستان و پنجاب کے ۶۰ نامی چیدہ چیدہ مشہور شہروں کا حال جو سیاحوں کو رہنما کا کام دیں، ہر جگہ کی تجارت مشہور عمارات کا مفصل حال سفر کا آرام قابل دید قیمت مع محصولڈاک مجلد کتاب ۱۲/ ہے، ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی جلدی کرو۔

نعمتوں کا طلائی تھال: قسم قسم کے کھانے اور مٹھائیاں وغیرہ بنانے کی لاجواب کتاب دنیا بھر کے ہر قسم کے کھانے اور مٹھائیاں وغیرہ اچار مربہ پاپڑ چٹنیاں و ترکاریاں وغیرہ خود بنالو عبارت عام فہم گنوار عورت کو بھی پڑھکے سنادو تو وہ بھی عمدہ عمدہ لذیذ کھانے بنالے الا

پھلجھڑی۔ یہ نادر کتاب روتوں کو ہنساتی ہے پژمردہ دلوں کو شگفتہ کرتی ہے غمگین اور رنجیدہ کو باغ باغ کرتی ہے، قابل دید۔ مہذب و عمدہ لطائف کا مجموعہ، ۱۲۵ صفحے۔ قیمت مع محصولڈاک (۱۱/) ہے ✦

مینیجر قیصر ہند ایجنسی نمبر ۱۹ سہارنپور

سہارنپوری تحفے!

چاول سہارنپور کا مشہور ہے دور دراز ملکوں میں جاتا ہے آپکو جسقدر ضرورت ہو طلب کریں ۵ سیر ڈھائی سیر منگاؤ قیمت پیشگی وصول ہونے پر چاول روانہ ہونگے (۱) بھیلی چاول باسمتی ۵ سیر مع محصول (ستہ) (۲) تھیلی چاول باسمتی دو سیر مع محصول عہ، (۳) بھیلی چاول رام جوائن ۵ سیر مع محصول سے، (۴) بھیلی چاول رام جوائن ۲ سیر مع محصول عہ۔ وی پی ارسال نہیں ہوتے۔ تھوک فروش دریافت کریں۔

پودے و تخم میوے دار درختوں کے پودے، اور پھولوں، ترکاریوں کے تخم، جو مطلوب ہوں ہم سے طلب فرمائیے، فہرست مفت ہم سے طلب کرکے ملاحظہ کیجیئے ✦

جئی یہ گھوڑوں کو کھلائی جاتی ہے۔ گھوڑا چست چالاک اور طاقتور ہو جاتا ہے، قیمت فی بوری ایک من ۱۵ سیر معہ ریلوی اسٹیشن پر کرایہ ریلوے ذمہ خریدار، فرمایش کے وقت دو روپیہ فی بوری وصول ہونے پر بلٹی روانہ ہوگی۔ **نوٹ**:۔ سہارنپور سے جو چیز مطلوب ہو منگا لو۔

مینیجر دوکان لالہ متھرا داس نانو مل مورگنج سہارنپور

مسلمان بیبیوں کے پڑھنے کی خاص کتابیں

رسول عربی۔ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس سوانح عمری قیمت ۸ر
بنت الرسول۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا کے مفصل حالات ... ۵ر
کفایت شعاری:۔ فضول خرچ مردوں اور عورتوں کے لیئے ایک نہایت مفید کتاب ۴ر
لوری نامہ روتے بچوں کو ہنسانے اور جاگتوں کو سُلانے والی لوریاں ۲ر
چڑیا چڑے کی کہانی:۔ انسان کی بے مروتی کا قصہ دو چھوٹے چھوٹے پرندوں کی زبان سے ۳ر
جمیلہ خاتون پردہ نشین خواتین کو کفایت شعاری سکھانے میں لاجواب ہے ۳ر
آداب النسواں پسندیدہ اور مفید نصیحتوں کا مجموعہ موثر پیرائے میں۔ ۵ر
علم کی دیوی پردہ کے متعلق ایک عیسائی لیڈی کی دلچسپ بحث۔ ۴ر
پہیلی نامہ سیکڑوں نایاب اور دلچسپ پہیلیاں مع بوجھ کے۔ ۷ر
تربیت النساء دہلی کی ستھری زبان میں ایک نتیجہ خیز قصہ ... ۴ر
حجاب النسواں بے پردگی کے نقصانات پر ایک دلچسپ داستان ۳ر
اصلاح الرسوم مسلمانوں کی پرانی رسموں کی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے ۳ر
صبر کی دیوی:۔ سوتیلی ماں کا ایک بے زبان بچی پر ظلم اور اسکو صبر کا نتیجہ ۳ر
لائق ماں کا لائق بیٹا تعلیمیافتہ اور جاہل ماؤں کا مقابلہ۔ ۴ر
باورچی خانہ۔ مسلمانی ہندوانی اور انگریزی کھانا پکانے کی سہل اور صحیح ترکیبیں، بہت ضروری کتاب ہے ۴ر
لاڈلا بیٹا۔ ماں باپ لاڈ اور پیار میں اولاد کو کسطرح بگاڑتے ہیں۔ ۳ر
حوران جنت معزز اور مشہور خواتین کے مقدس معصوم حالات۔ ۴ر
زنانہ خطوط عورتوں کو خطوط نویسی سکھانے کے نایاب طریقے۔ ۴ر
عقیلہ بیگم۔ ایک کفایت شعار اور مستقل مزاج خاتون کی زندگی کا نمونہ قیمت فی جلد صرف۔ تین آنے ۳ر
فیمیل ڈائری روزمرہ کا خانگی حساب لکھنے کی کتاب مع نقشہ جات ۸ر
مسدس حالی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم کے مشہور اور لاجواب مسدس کا نیا ایڈیشن ۶ر
عید کا تحفہ نہایت عمدہ نظمیں اور دلکش مضامین عید کے متعلق۔ ۲ر
سولہ دلچسپ کہانیاں، ایک تعلیمیافتہ خاتون کی جمع کی ہوئی دلچسپ کہانیاں ۱۲ر

مہتمم پردہ نشین (زنانہ) لائبریری آگرہ

اخبار البرید کانپور

کانپور کا سب سے پہلا شاندار اور قابل قدر ہفتہ وار اسلامی اخبار ہے جو رائے عامہ کا صحیح ترجمان اور قوم و گورنمنٹ کا مخلص مشیر ہے اور اپنی مخصوص خوبیوں اور نرالی تہذیب مضامین کے باعث بیحد مقبول ہو رہا ہے۔ اخبار کیا ہے علوم و معارف کا گنجینہ اور مختلف دلچسپیوں کا خزانہ ہے جسمیں ہر انسان کو دلچسپی کا کوئی نہ کوئی مضمون ضرور ملتا ہے۔ البرید ۲۰×۲۶ سائز کے کم سے کم ۱۶ صفحہ مستقل پر عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ ہفتہ وار شایع ہوتا ہے جسکی ترتیب مضامین و عنوانات مقررہ ہی سے آپ اندازہ فرماسکتے ہیں کہ واقعی دریا کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔ جو یہ ہیں:۔ نوائے سخن۔ فتاویٰ محمدیہ۔ مجلس احباب۔ معلومات۔ تفریح طبع۔ عجائبات صنعت و حرفت۔ مقالہ افتتاحیہ۔ اڈیٹوریل نوٹس۔ مذہب۔ اقتصادیات۔ سیاسیات۔ عالم خواتین۔ زراعت و فلاحت۔ حفظان صحت، مختصر نوٹس۔ مختلف جنگی خبریں۔ آج کی تار برقی خبریں (البرید کے یوم اشاعت پر اُس دن روزانہ پرچوں سے پہلے جنگی خبریں شایع کی جاتی ہیں) حالات کانپور وغیرہ وغیرہ

قیمت سالانہ باوجود ان تمام خوبیوں کے چار روپیہ (للعہ)

مینیجر "اخبار البرید" کانپور

روزنامہ

العصر

اگر آپ ایک ایسا اخبار خریدنا چاہتے ہوں

(۱) جو دعوت حق اور خدمت صدق کیلئے وقف ہو (۲) جو ملک کو پابندی اصول و آئین کی برکات سے مستفید ہونیکی رہنمائی کرتا ہو۔ (۳) جو ترقی علم و عمل میں کوشاں ہو (۴) جو ملک کی حقیقی نمایندگی اور قوم کی دلی جذبات کی صحیح ترجمانی کرتا ہو (۵) جو ملک و قوم کی ظاہری و باطنی خوشحالی اور ترقیات کے لیئے جائز کوشش کرتے ہوئے عام اخبار کی اغراض کی جامعیت کو مدنظر رکھتا ہو۔ (۶) جو جنس لطیف کے متعلق بھی نہایت تابناک جواہر ریزے پیش کرتا ہو (۷) جو دولت برطانیہ کا مخلص اور عقیدت کیش مشیر ہو (۸) جو اسلام کا غلام ہو (۹) جو ہر ایک قسم کے سودمند مفید اہم خبریں خاص اہتمام سے شایع کرتا ہو۔ تو۔

روزانہ "العصر" خریدیئے

سالانہ قیمت عـــہ ۶ ماہ کے لیئے ۔ ۳ ماہ کے لیئے ۔ اور ایک ماہ کے لیئے ۔

مینیجر اخبار "العصر" لاہور

رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ھ لغایت یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ

جلد (۴) | فہرست مضامین | نمبر (۲۷)

اشتات

معارف القرآن

تعلیم الاسلام

مذاکرہ ومناظرہ

السیرۃ المحمدیہ والخصائل النبویہ

حکمۃ وموعظۃ

اصلاح الاخلاق والاعمال

علم وادب

تنقید وتقریظ

تہذیبُ النِّسواں

یہ اخبار جو ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار ہے ۱۸۹۸ء سے جاری ہے اور بڑے بڑے معزز روسا، و امرا کی محل سراؤں میں جاتا اور نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کا مقصد اشاعت تعلیم نسواں، اصلاح طریق تربیت اولاد۔ درستی خانہ داری حفاظت حقوق مستورات ہے۔ ہماری ذاتی رائے نہیں بلکہ ملک کے نامور اہل الرائے حضرات کا قول ہے کہ تہذیب نسواں کے جاری ہونے سے زنانہ زندگی میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی نامہ نگار بڑے بڑے معزز گھرانوں کی سلیقہ مند اور تعلیمیافتہ خواتین ہیں اس پرچہ کو شریف مرد بے تامل اپنے زنانخانوں میں بھیج سکتے ہیں، اس کے جاری ہونے سے سینکڑوں عورتیں مضمون نگار، مصنف اور مولف بن گئیں، کاغذ لکھائی، چھپائی نہایت عمدہ، چندہ سالانہ صرف ؁۔

مینیجر تہذیبُ النِّسواں لاہور سے طلب کرو

عُلمائے سَلَف

ہماری قومی زبان اُردو کے مشہور مصنف جناب مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی کی نہایت مقبول تصنیف "علمائے سلف" (جو عربی کی مستند ترین تاریخی کتابوں کے تقریباً چھ ہزار صفحات کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے) بغرض فروخت موجود ہے اس کتاب سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں کے اندر علم کا کس قدر ذوق تھا۔ اور مسلمان علماء کی پبلک اور پرائیوٹ زندگی کی کیا کیفیت تھی، مختصر یہ ہے کہ ایسی کتاب دنیا کی کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ کتاب کی خوبی صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، بیان اور زبان کی پاکیزگی و شستگی کے ساتھ لکھائی چھپائی بھی نہایت دیدہ زیب ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲؍) مع محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ مینیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڈھ

خواتین

ابتدائے اسلام سے آج تک جس قدر نامی گرامی خواتین اسلامیہ گزری ہیں تقریباً ان سب کے حالات نہایت عمدگی کے ساتھ بترتیب زمانہ مرتب کیے گئے ہیں، عہد نبوت سے لیکر آج تک کی ۳۳ خواتین کو از انجملہ سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کو مشرح اور مفصل سوانح اس میں موجود ہیں چھپائی، لکھائی اور کاغذ اعلیٰ پیمانہ کا ہے ہر ایک مسلمان گھرانے میں اس کتاب کا ہونا از بس ضروری ہے قیمت سوا روپیہ (عہ) ملنے کا پتہ۔ مینیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ

عصر جدید پریس لال کورتی میرٹھ

میں عربی، فارسی، اُردو ناگری ہر قسم کی لیتھو گرافک چھپائی کا کام نہایت عمدہ اور مناسب اُجرت پر چھاپکر وعدہ پر دیا جاتا ہے۔ امتحاناً آپ بھی اپنا کچھ کام چھپوا کر ملاحظہ فرمائیے۔ مینیجر

کیا یہ کمال نہیں ہے؟

چشم بینا ہو تو دیکھو شان قدرت کا ظہور
قطرہ میں دریا ہے پنہاں، حسن میں ہے جلوہ طور (؟)

کہ ہم آپکو

مکمل سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) مع بسم اللہ شریف اور آپکے اسم گرامی کے نہایت صاف اور خوشخط ایک چاول کے دانہ پر لکھکر نذر کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ایک اصلی چاندی کا لاکٹ اور تلاوت کے لیے ایک خوردبین بھی دیتے ہیں، اس چاول میں دونوں باتیں آپ کو ملینگی ایک کمال انسانی کہ اتنی لمبی چوڑی عبارت صرف ایک چاول کے دانہ پر اسقدر خوشخط لکھی کہ بڑے بڑے صناع انگشت بدنداں ہو گئے اور دوسرے اعجاز قرآنی کہ اس کی سب سے پہلی سورت اتنی جگہ میں بخوبی سما گئی اور خریدار کا نام لکھنے کے لئے بھی کافی جگہ چھوڑ دی۔ اگر آپ کمال کے قدر داں ہیں تو فوراً اپنی اور اپنے احباب کی فرمائشیں بھیجکر یہ متبرک چاول طلب فرمائیے اور صناع کی صناعی کی داد دیجیے۔ ہدیہ معہ چاندی کے لاکٹ اور آئی گلاس کے عہ؍ اور خریداران اُسوہ حسنہ کو دو روپیہ (محصولڈاک وغیرہ ذمہ خریدار۔

چاول جسپر سورۂ اخلاص معہ بسم اللہ و نام خریدار تحریر ہے مع خوردبین عہ؍
چاول جسپر کلمۂ طیبہ و درود شریف مع نام خریدار تحریر ہے " " عہ؍
چاول جسپر صرف کلمۂ طیبہ اور خریدار کا نام تحریر ہے " " ۱۴؍
چاول جسپر نادِ علی مع خریدار کے نام کے تحریر ہے " " عہ؍

اس متبرک چاول کے علاوہ

چنے کی دال پر مدینۂ منورہ کا بالکل صحیح فوٹو مع خوردبین ... ۸؍
چنے کی دال پر مکۂ معظمہ کا " " " " ۱۴؍
چنے کی دال پر بغداد شریف کا " " " عہ؍
چنے کی دال پر اجمیر شریف کا " " " عہ؍
چنے کی دال پر الحمد شریف مع بسم اللہ شریف و نام خریدار عہ؍

فرمایش کے ہمراہ ۱؍ کے ٹکٹ ضرور آنے چاہئیں۔ نام اور پتہ صاف لفظوں میں مفصل اور خوشخط لکھیے۔

منگانے کا پتہ **مینیجر دفتر "کمالِ قلم" کیمپ میرٹھ**

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور تم سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جب انہوں نے ظلم و سرکشی کی ... ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ... پھر ان کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے زمین میں تم کو جانشین بنایا کہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو

اسوۂ حسنہ

اشتات

دیباچہ

نمبر ۴ کا اسوۂ حسنہ حاضر ہے، اس میں بہترین مضمون ہماری نقطۂ نظر سے مولوی محمود علی صاحب پروفیسر کپورتھلہ کالج کا ہے، جس میں ایک ایسے خطرناک اور عامۃ الورود مسئلہ کا مدلل وشافی جواب دیا گیا ہے جو فی زماننا اکثر جدید تعلیم یافتہ نوجوانان قوم کے دینی انحطاط و گمراہی کا باعث ہو رہا ہے، اس مضمون کی تمام چھپنے کا ہمیں خود افسوس ہے، مگر اس کاغذی قحط کے زمانہ میں قلت گنجایش کی مجبوری ایسی نہیں ہے جو "باقی آئندہ" کے جرم کی معافی کے لیے عذر لنگ خیال کی جائے۔

خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب کے فلسفیانہ قلم نے "غم کوئی چیز نہیں ہے" کا اصول باطل کرنے میں اُسی علمیت و قابلیت سے کام لیا ہے جو اُس کی مایۂ ناز خصوصیت ہے مگر ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں مرزا صاحب کی محققانہ اور بال کی کھال نکالنے والی چھری سے اپنے پُر لطف تخیلات کو ذبح ہوتا ہوا دیکھکر خواجہ حسن نظامی صاحب یہ نہ فرمائیں کہ "شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد"۔

علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی کا مضمون "عورتیں اسلام میں" ایک ایسے موضوع پر ہے جس کے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے مگر باوجود اس کے جدت خیالات اور ندرت شواہد کی خصوصیت اس میں موجود ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو اس ذہنی، غلامی اور قلمی نقالی کے دور میں بہت قیمتی معلوم ہوتی ہے۔

مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی کو جو ممدوح فرماتے اپنے برادر عزیز مخدوم آنریبل مولوی خواجہ غلام الثقلین مرحوم و مغفور کی حسرت آیات وفات سے پہنچا ہے، کا خیال کر کے ہمیں یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ موصوف سے اسوۂ حسنہ کیلیے مضامین لکھنے کی تحریک کرتے، مگر خوش قسمتی سے جناب ممدوح کو خود اس طرف توجہ ہوئی اور آپنے ایک دلچسپ علمی مضمون "پھول اور شہد کی مکھی" کے عنوان سے تحریر فرما کر اسوۂ حسنہ کے لیے عنایت فرمایا۔ جس کا ایک حصہ اس پرچہ میں شایع ہو رہا ہے، بقیہ انشاء اللہ آیندہ رسالہ میں چھپیگا۔ یہ مضمون خاص توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے کیونکہ اس کے مطالعہ سے قدرت الٰہی کے عجائب و غرائب کا انکشاف ہوتا ہے، جس کی اہمیت پر قرآن حکیم میں جابجا زور دیا گیا ہے۔

مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اسوۂ حسنہ کی خاطر سے "اصلاح صوفیہ" پر مسلسل لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، مضمون "چلہ" اس سلسلہ کا پہلا سبق ہے جو غالباً دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور مفید ثابت ہوگا۔

مولوی حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی نے اپنے مفید مضمون "تعلیم الاطفال" میں سرسری طور پر جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں، وہ تمام بہی خواہان قوم کی توجہ کے قابل ہیں، حقیقتاً تعلیم اطفال کا مسئلہ ہمارے لیے ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جس پر ہماری قومی حیات و ممات کا دارومدار ہے، مگر افسوس ہے کہ آج تک ہم ایسے ضروری اور اہم مسئلہ کے متعلق بھی کسی قابل اعتماد نتیجہ پر نہیں پہونچ سکے۔ اور اگر پہونچے ہیں تو گورنمنٹ اور علمائے قدیم کے تعلیمی نظام کے مقابلے میں اُسے کامیاب و دلعزیز نہیں بنا سکے ✦

دیوبند کا دار الحدیث

مدرسۂ اسلامیہ دیوبند کو۔ باوجود ان چند تعلیمی اور ترتیبی نقائص کے جنہیں بعض ہمدردیانِ زمانہ سے باخبر خیر خواہانِ ملت خلوص اور نیک نیتی سے قابل اصلاح سمجھے ہوئے ہیں اپنی بینظیر ومقبۂ رخد خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان میں حنفی مسلمانوں کی بہترین مذہبی واخلاقی درسگاہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس دینی مرکز تعلیم کی سب سے بڑی اور مایہ الامتیاز خوبی یہ بیان کی جاتی تھی کہ اس میں تعلیم پانے والے طلباء دینداری وتقویٰ شعاری۔ بے تکلفی، سادگی محنت وجفاکشی اور تواضع وانکسار میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا نمونہ بنکر نکلتے تھے۔ اور مسرفانہ عادات ونمائشی فضولیات سے محترز ومجتنب رہنے کی وجہ سے نہایت قلیل وحقیر معاوضہ پر اپنی قیمتی زندگیاں دین وملت کے لیئے وقف کر دیتے تھے۔ دیوبند کے طالبان علم کی سیرت میں یہ قابل تعریف بلکہ قابل فخر خوبیاں کن اسباب وباعث سے پیدا ہوتی تھیں؟ اس کا جواب بجز اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ مقدس ونیک نیت بانیان ومنتظمین اولین نے جن پاک اصول پر اس تعلیم وتربیت گاہ کی بنیادیں قایم کی تھیں وہ نمائشی اور نظروں کو خیرہ کرنے والی سطح سے بہت گہرے تھے۔ اور اُن مقدسین نے نہ صرف اپنی بے نفس شخصیتوں اور انتظامی قابلیتوں پر بلکہ اپنی جانسوز کوششوں کے عزیز ترین نتائج یعنی عمارت مدرسہ کی درودیوار تک پر بے تکلفی وسادگی کا ایسا دلکش اسلامی رنگ چڑھا رکھا تھا کہ طلباء کی طبیعتیں خود بخود اُس سے متاثر ہوتی تھیں، اور اس قیمتی تاثر کا نتیجہ اُس شکل میں رونما ہوتا تھا جس پر مداحانِ دیوبند کو بجا طور پر فخر کرنے کا موقع ملتا تھا، مگر افسوس "آں قدح بشکست وآں ساقی نماند" وہ متبرک ومقدس نفوس دُنیا سے رخصت ہوگئے۔ اور ہوا وہوس کا شیطانی قانون اُس چہار دیواری میں بھی نافذ ہوگیا جہاں کھجور کی چٹائیوں پر بیٹھکر حدیث وتفسیر کا درس دینے والوں کی روحانی رعب سے کسی غیر متقیانہ خیال کو بھی داخل ہونے کی جرأت نہ ہوتی تھی، چنانچہ آج ہم دیکھ رہے اور رنج وافسوس کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ وہ لوگ جن کے دست استبداد میں زمانہ نے مدرسہ کی زمام حکومت دے رکھی ہے، اور جو اُس کے سیاہ وسفید کے مالک ومختار کل بنے ہوئے ہیں گردو پیش کی ہوا سے متاثر ہوکر اور منتظمین پیشین کی سنن متبرکہ کو بالائے طاق رکھکر مذکورۂ بالا خصوصیت کی نیم جان لاش کو دفن کرنے کے لیئے اینٹ چونے کا ایک عالی شان پختہ مقبرہ بنانے کی تیاریاں زور شور سے کر رہے ہیں، جس کا نام دیندار طبقہ کی جذب توجہات کے لئے دار الحدیث رکھا گیا ہے اور جسکی نظر فریب ہیئت کی تکمیل کے لیئے ایک گرانقدر رقم ثواب آخرت کی امید دلا کر مفلس قوم سے وصول کرنیکی کوشش کی جارہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تعمیر ہونے والا دار الحدیث جسکی پیشانی پر ہماری انجام بین نگاہیں "**مدرسۂ اسلامیہ دیوبند کی قابل تعریف خصوصیات کا مقبرہ**" جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھ رہی ہیں، اُس کی مجوزہ پرشوکت عمارت کا نقشہ اعلیٰ درجہ کے ولایتی آرٹ پیپر پر پوری مسرفانہ شان سے چھپا ہوا رمضان المبارک کے دیوبندی رسالہ "القاسم" کے ساتھ شایع ہوا ہے جسکی سطحی دلفریبیاں مولانا صاحبان کی واعظانہ رنگ آمیزیوں کے ساتھ ملکر بھولے بھالے دیندار مسلمانوں کی جیبوں میں سے اُن کی گاڑھی کمائی کا پیسہ نکلوا لینے کے لیئے کافی ہیں۔ اللہ اکبر ایک وہ وقت تھا کہ مولانا رفیع الدین مہتمم عمارت مدرسہ کی تعمیر میں اپنی کفایت شعارانہ حسن انتظام ونگرانی کا ثبوت بلا کسی خارجی تقاضا وتحریک کے اس عجیب وغریب دلیل سے دیا کرتے تھے کہ جس قدر اینٹیں مدرسہ کی تعمیر میں خرچ ہوئی ہیں اگر کوئی اس نمونہ کی عمارت اتنی اینٹوں سے صرف ایک اینٹ کم میں تیار کر دیگا تو وہ (نعوذ باللہ) اپنا خائن ہونا تسلیم کرلیں گے، اور باوجود ایسے بے لوث انتظام اور ایسی پاک حسابی کے بھی اُن حضرات کو فراہمی چندہ میں انتہائی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، یا آج یہ کیفیت ہے کہ عمارات تعلیم کی غیر ضروری تزئین وتشئین پر بے دھڑک اور بے حساب خرچ کرنے کے لیئے شخصی فرائض کو کام میں لاکر قوم سے بڑی بڑی رقموں کا مطالبہ کیا جارہا ہے اور قوم ہے کہ وہ ہر ایسی صدائے سوال پر بلا سوچے سمجھے لبیک کہنے کے لیئے تیار ہے۔

کاش دیوبند کے مقدس منتظمین ہماری اس مخلصانہ ونیازمندانہ تحریر پر توجہ فرماکر عاقبت اندیشی سے کام لیں اور ندوہ وعلی گڈھ کی عماراتی تقلید کے خبط میں پڑکر رفیعی وقاسمی اُسوۂ حسنہ کی تذلیل وتحقیر نہ کریں، اور کاش قوم کے وہ مخیر دین دوست حضرات جو ایسی مسرفانہ عمارات کی تعمیر کے لیئے بھی چندہ دینا ثواب سمجھتے ہیں، کبھی چندہ لینے والوں سے یہ بھی پوچھ لیا کریں کہ آیا کسی کم حیثیت عمارت سے بھی تعلیمی ضرورت رفع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ افسوس۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

دائرہ معارف مشرقیہ

خوشی کی بات ہے کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے کو پنجاب گورنمنٹ کی عنایت سے علمی مشاغل میں حصہ لینے کی اجازت ملگئی ہے اور موصوف نے اشاعت کتب علمیہ کیلیئے اپنے وطن کرم آباد میں ایک وسیع تجارتگاہ "دائرہ معارف مشرقیہ" کے نام سے قایم کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔ دائرہ کے مقاصد شہرہ، ترجمہ اور تصنیف وتالیف کے اُن جملہ شعبوں پر حاوی ہیں جنکی توسیع وترقی مسلمانوں کی تعلیم، تہذیب اور اردو زبان کی علمی وسعت کیلیئے ضروری ہے دائرہ کا سرمایہ پچیس ہزار روپیہ قرار پایا ہے جسے پانچ پانچ روپیہ کے پانچ ہزار حصوں میں منقسم کیا گیا ہے یہ حصص علمی قرضہ کے نام سے تعبیر ہوں گے دو سال کے بعد علمی قرضہ کی اصل رقم مع سود فائدہ کے ادا کر دیجائیگی، فائدہ پانچ روپیہ کی مالیت کی مطبوعات کی شکل میں ادا کیا جائیگا۔ ایک سے زائد حصص کے خریداروں کو مطبوعات دائرہ بقدر اُن کی مالیت زر حصص کے دی جائینگی۔ اغراض دائرہ کی تکمیل کیلیئے ایک ہفتہ وار اخبار بھی شایع ہوا کریگا۔ خریداران حصص کو اپنے حصوں کا روپیہ "مہتمم دائرہ معارف مشرقیہ" کرم آباد ڈاکخانہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کے نام بھیجنے چاہیئیں۔

ہم مولوی ظفر علی خاں صاحب کو ان کی مجوزہ بالا تجویز کے متعلق دو مشورے دینا چاہتے ہیں اول یہ کہ وہ "دائرہ معارف مشرقیہ" کو باضابطہ تجارتی کمپنی کی شکل میں تبدیل کر دیں تاکہ اُس پر قوم کا اعتماد زیادہ مستحکم ہو اور یہ نیک علمی تجویز "سود" کے ناپاک عنصر کی آمیزش سے بھی مبرا ہوجائے دوم یہ کہ دائرہ کی طرف سے جو مطبوعات شایع ہوں اُن کی ترتیب اشاعت میں قومی اور ادبی ضروریات کی تقدم وتاخر کو ضرور ملحوظ رکھا جائے اور صرف اُنہیں کتابوں کی اشاعت کا بار دائرہ پر ڈالا جائے جنکا شخصی اور انفرادی کوششوں سے شایع ہونا ممکن نہیں ہے، اگر دائرہ معارف مشرقیہ قایم نہ کیا جاتا تو بھی مولوی ظفر علی خاں صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب عمادی کا علمی وتحریری ذوق کسی نہ کسی کاغذی شکل میں ضرور ظاہر ہوتا۔ پس دائرہ کے قیام کا نتیجہ ممدوحان کی شخصی مساعی کے نتایج سے ضرور ممتاز ہونا چاہیئے ورنہ ہمارے خیال میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کی یہ تجویز قوم کے حق میں زیادہ مفید ثابت نہ ہوگی۔ امید ہے کہ مولوی صاحب موصوف ہمارے مشوروں پر توجہ فرمائیں گے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اُتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اسکے مطالب سے) نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

تفسیر الفاتحہ

سلسلہ کے لیے دیکھو اُسوۂ حسنہ ستمبر ۱۹۱۶ء

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو موصل الی الحق ہو، لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ سورۂ فاتحہ میں صراط مستقیم کے موصل الی الحق ہونے کو اس پیرایہ سے نہیں بیان فرماتا جیسا کہ مثلاً سورۂ العصر میں بیان فرمایا ہے، بلکہ یہاں سورۂ انعام کی آیت فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ کی طرح صراط مستقیم کی توضیح اس طریقہ سے کی گئی ہے کہ اس کو ان لوگوں کی طرف مضاف کر دیا ہے جو اس پر چل چکے ہیں۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ سورۂ فاتحہ مجملاً اُن تمام اُمور پر حاوی ہے جو تفصیلاً قرآن پاک میں مذکور ہیں، یہاں تک کہ اس سورۃ میں وہ اخبار و قصص بھی موجود ہیں جو عبرت و موعظت اور پند و نصیحت کے لیے قرآن حکیم میں بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مجملاً قرآن کریم کے جملہ اخبار و قصص پر مشتمل ہے۔

بعض علماء نے منعم علیہم سے مسلمان، مغضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد لیے ہیں، لیکن ہمارے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کے بموجب سورۂ فاتحہ سب سورتوں سے پہلے نازل ہوئی ہے اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے اور آپ نے تربیت بھی حضور انور ہی کے زیر سایہ پائی تھی اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نسبت اوروں کے اس بارہ میں زیادہ واقفیت ہونی چاہیے۔ اور بالفرض اگر سورۂ فاتحہ کا علی الاطلاق سب سورتوں سے پہلے نازل ہونا تسلیم نہ بھی کیا جائے تب بھی اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہے کہ سورۂ فاتحہ انہیں سورتوں میں سے ہے جو کہ ابتداء میں نازل ہوئی ہیں۔ (جیسا کہ مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے) اور یہ ظاہر ہے کہ آغاز نزول وحی کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں تھی کہ ان کی رہنمائی سے ہدایت حاصل کرنے کی خواہش کی جاتی۔ انکی ہدایت کا دار و مدار تمام تر وحی پر تھا۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی مسلمانوں ہی کو دیا گیا ہے کہ وہ خدائے عز و جل سے صراط مستقیم پر یعنی اُن لوگوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق کے خواستگار ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔ اس لیے الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مسلمان نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن کی نسبت حق سبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ — وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے سیدھا راستہ دکھایا، پس انہیں کی پیروی کرو۔

یعنی امم سابقہ کے انبیاء، شہداء، صلحاء اور صدیقین جن پر خدائے تعالیٰ نے انعام و اکرام فرمایا ہے، پس حق سبحانہٗ تعالیٰ نے یہاں ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے، جو سورۂ فاتحہ میں مجملاً مذکور ہے اور جس کی تمام قرآن میں بقدر ضرورت تفصیل کی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کا تقریباً تین چوتھائی حصہ قصص پر مشتمل ہے جن میں تمام نظروں کو امم سابقہ کے کفر و ایمان اور شقاوت و سعادت کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ واقعات اور مثالوں سے بڑھکر کوئی شے انسان کے لیے ہادی و رہنما نہیں ہو سکتی۔ پس جب ہم حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے اس حکم و ارشاد کی تعمیل میں امم سابقہ کے حالات اور ان کے علم و جہل، قوت و ضعف، عزت و ذلت وغیرہ کے اسباب پر نظر ڈالیں گے تو اس سے ہماری طبیعتوں میں ایک ایسا اثر ہوگا جو ہمیں اُن اقوام سلف کے نیک کردار افراد کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے اور ایسے اُمور میں جو اُن اقوام کے لیے سعادت اور دنیاوی اقتدار کا باعث ہوئے ہیں، ان کی پیروی کرنے کی رغبت دلائیگا۔ اور جو اُمور باعث شقاوت و ہلاکت ہوئے ہیں اُن سے بچنے اور محترز رہنے کی تحریک کرے گا۔ یہیں سے ایک عقلمند شخص پر روشن ہو جائیگا کہ علم تاریخ کس قدر اہم علم اور اس کے فوائد و نتائج کیسے عظیم الشان ہیں، اور یہ سنکر اس کو سخت حیرت ہو گی کہ اس زمانہ کے بعض علماء دین حمایت دین کے مدعی بنکر تاریخ سے دشمنی رکھتے اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس علم کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس سے کچھ نفع ہے حالانکہ قرآن کریم صاف طور پر کہہ رہا ہے کہ پہلی اُمتوں اور قوموں کے حالات کا معلوم کرنا دین کے اہم مقاصد میں سے ہے:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ [رعد - ۶] — اور بھلائی سے پہلے یہ لوگ تم سے بُرائی کی جلدی کر رہے ہیں حالانکہ ان سے پہلے ایسے واقعات ہو گزرے ہیں جنکی مثالیں چلی آتی ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہمارے پاس ایسے ارشادات و احکام موجود ہیں جو ہم سے پہلوں کے پاس نہ تھے اور جن کی وجہ سے ہماری شریعت ان کی شریعتوں سے زیادہ مکمل اور موجودہ و آئندہ زمانہ کے لیے نہایت موزوں و مناسب ہے تو پھر ہم کو متقدمین کے نقش قدم پر چلنے کا کیوں حکم دیا جا رہا ہے۔ اس سوال کا جواب ہم کو قرآن مجید ہی سے مل سکتا ہے جس میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کا دین تمام امم و اقوام میں ایک ہی رہا ہے۔ اختلاف صرف ان فرعی امور کے احکام میں ہوا ہے جو زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مگر اصول ہمیشہ یکساں رہے ہیں، باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ [عمران - ۶۲]

ان سے کہو کہ اے اہل کتاب۔ آؤ ایسی بات کی طرف رجوع کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں مانی جاتی ہے۔

اور ارشاد ہوتا ہے :-

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ [نساء - ۱۶۲]

ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے جس طرح پہلے نوح اور دوسرے پیغمبروں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی

پس معلوم ہوا کہ اصولی عقائد و احکام مثلاً خدا اور نبوت کا اقرار۔ برائیوں سے بچنا۔ نیک کام کرنا۔ اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہونا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کی تمام قومیں ہمیشہ مکلف رہی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان قوموں کی حالتوں پر غور کریں اور جن نتائج پر وہ پہنچیں ان سے عبرت حاصل کریں اور جیسے اصول خیر پر قائم رہنے میں ان کی پیروی کریں۔ قرآن مجید میں عام طور پر دلیل کو مدلول، علت کو معلول اور سبب کو مسبب کے ساتھ جمع کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے اس حکم میں بھی کہ ہمیں اقوام سابقہ کے حالات پر غور کرنا اور ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اس امر کی دلیل موجود ہے کہ حکم مذکور کی تعمیل کرنے میں ہمارے لیے خیر و سعادت ہے کیونکہ اصولی عقائد و احکام جو موجب خیر و سعادت ہیں سب قوموں میں یکساں ہیں اور فروعی احکام کی تفصیل ہمیں اپنی شریعت اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس موقع پر ہم اپنی طرف سے اتنا اور اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہدایات و تعلیمات میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو اسلام کے اصول خاصہ میں شمار ہونی چاہییں۔ مثلاً قرآن مجید میں عقائد کا براہین عقلیہ پر اور دینی و عملی احکام کا حصول منافع و دفع نقصانات کے قواعد پر مبنی ہونا۔ یا مثلاً اس امر کا بیان کہ کائنات میں قوانین الٰہی نافذ ہیں اور انہیں سے عاقل و غیر عاقل عالموں کا نظام قائم ہے۔ یا مثلاً اس امر کی ترغیب کا ہونا کہ کائنات میں غور کر کے ان حکمتوں اور اسرار کو دریافت کیا جائے جن سے عقل ترقی کرے، اور انسان کے لیے منافع کے دروازے وسیع ہو جائیں اور یہ تمام باتیں وہ ہیں جن کو قرآن مجید کو امتیاز حاصل ہے۔ اس لیے استاد امام علامہ عبدہ مرحوم نے اصول دین کے تمام اقوام و امم میں مشترک و مساوی ہونے کے متعلق جو تقریر کی ہے اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب بعض اصول دین اسلام کے لیے مخصوص ہیں تو پھر ان کی نسبت یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وہ سب قوموں میں مشترک و مساوی ہیں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا اصول سے انہیں تین اصولوں کی بنیاد کو مضبوط کرنا اور انہیں مکمل کر کے انسانی ترقی کے لیے موزوں بنانا مقصود ہے جن کے لیے تمام انبیاء و مرسلین بھیجے گئے یعنی اعتقاد کا صحیح ہونا۔ خواہ بطور تسلیم ہی کیوں نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ اور لوگوں کے ساتھ خوش معاملگی رکھنا۔ اور حسن سلوک سے پیش آنا۔ ان تین اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ سب اقوام میں مشترک و مساوی ہیں +

(باقی آئندہ)

اخوت اسلامی

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

سب مل کر اللہ کی رسی (کتاب اللہ) کو مضبوط پکڑے رہو

اس آیت کریمہ میں جہاں ہم مسلمانوں کو آپس میں اتفاق و اتحاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ضمناً یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ ہماری وحدت دینی وحدت ہے جنسی، قومی یا وطنی وحدت نہیں ہے۔ روم، شام، مصر، یونان، عرب، ہند اور تمام جہان کے مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے ایک ہیں اور سب کے حقوق مساوی ہیں ان میں گورے، کالے یا عربی ہندی کا کچھ امتیاز نہیں ہے۔ ایک عربی ہاشمی مسلمان کو ادنیٰ ذات کے ہندی مسلمان سے ویسی ہی الفت و محبت رکھنی فرض ہے جیسی دوسرے عربی ہاشمی مسلمان کے ساتھ، اس زمانہ میں اہل یورپ نے عرب جاہلیت کی طرح جنسی عصبیت کو بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے، جس کا زہریلا اثر بہت سے مسلمانوں میں بھی سرایت کر گیا ہے چنانچہ بعض اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں میں نسبی جنسیت تو ہے نہیں لہٰذا ان میں وطنی جنسیت قائم کی جائے، مصر میں بھی بعض اشخاص اس عصبیت جاہلیت کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور انہیں یہ دھوکا دیتے ہیں کہ وطنی جنسیت کے قائم ہو جانے سے وہ اپنے وطن کی خدمت کریں گے، اور اس کی شان بڑھائیں گے حالانکہ ان کا یہ کہنا غلط ہے وطن کی زندگی اور ترقی اس بات میں ہے کہ جس قدر لوگ وہاں آباد ہیں، وہ سب اس کے زندہ کرنے پر متفق ہو جائیں، یہ نہیں ہے کہ ان کو علیحدہ علیحدہ گروہ بنا دیں، اور ان میں بغض و عداوت پیدا ہو جائے۔ خصوصاً ان سب کا اتفاق تو نہایت ہی ضروری ہے جو بولی اور مذہب یا ان میں سے کسی ایک امر میں متحد ہیں، ان لوگوں کی تجویز تو ملک کی بربادی اور تباہی کا باعث ہے نہ آبادی اور ترقی کا۔ اسلام اس قسم کی عصبیت کی تعلیم نہیں کرتا، بلکہ وہ روئے زمین کی کل قوموں کے اتحاد و اتفاق کا حکم دیتا ہے اور شریعت انہیں ملک کی آبادی و بہبودی کی ہدایت کرتی ہے۔ اگرچہ ان کے مذاہب اور جنسیں مختلف ہوں لیکن اس سے وسیع تر امر میں انہیں اسلام اتفاق پر مجبور کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جملہ اقوام و اجناس اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں، تاکہ اللہ کے لیے ان میں اخوت پیدا ہو + (تفسیر القرآن)

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

آج ہم تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا

تعلیم الاسلام

عورتیں اسلام میں

میں نے غور کیا تو اسلام کے تمام قوانین اور شعار یہاں تک اصول بہادری پر مبنی ہیں کہ بہادری اور اسلام الفاظ مترادف ہو جاتے ہیں، کمزوروں پر رحم کرنا اور برابر والوں یا اپنے سے زیادہ تر قوت والوں سے مقابلہ کرنا شان بہادری ہے۔ عورتیں خلقتاً کمزور ہیں اس لیے مسلمان مردوں کا شعار ہے کہ وہ اپنی عورتوں کا احترام اور عزت بہت کرتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یورپ کی عیسائی قومیں سب سے زیادہ عورتوں کا اعزاز کرتی ہیں۔ بے شک ایک حد تک وہ عورتوں کا اعزاز کرتے ہیں اور مسلمانوں سے جہاں انھوں نے اور بہت سی باتیں سیکھی ہیں وہاں عورتوں کو معزز سمجھنا بھی انھوں نے سیکھا ہے، پھر بھی جو اصلی اعزاز مسلمان عورتوں کو حاصل ہے وہ ہرگز عیسائی عورتوں کو حاصل نہیں ہے ملک عرب میں بزمانۂ جاہلیت عورتوں کا اعزاز بالکل نہ تھا اور نہ قبل اسلام دُنیا کی اور قومیں عورتوں کی اتنی عزت کرتی تھیں جتنی اسلام نے تعلیم کی ہے۔ آنحضرتؐ رسول عربی نے اس بارہ میں جو تعلیم کی وہ اُس خاص فیضان الٰہی کا نتیجہ تھا جس کی خصوصیت کی وجہ سے آنحضرتؐ کو مسلمان خیر البشر کہتے ہیں اور اُن کے قایم کیے ہوئے دین کو خیر الادیان جانتے ہیں۔

گو یہ بحث نہایت وسیع ہے مگر میں بوجہ عدیم الفرصتی اختصار کے ساتھ اپنے بیانات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، اوّل یہ کہ عورتوں کو معزز سمجھنے کا خیال شریعت محمدی میں مکمل ہوا۔ اس کے پہلے عورتوں کا درجہ کم و بیش بہائم کے قریب سمجھا جاتا تھا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں میں عورتوں کے اعزاز بڑھانے کے متعلق کیا کیا قاعدے مقرر ہوئے۔ سوم یہ کہ یورپ میں عورتوں کی عزت آج کل گو بہت بڑھی ہوئی ہے لیکن وہ نمائشی ہے وہاں یورپین لیڈیوں کے اعزاز کے قاعدے مثل مسلمانوں کی عورتوں کے اعزازی قواعد کے مکمل نہیں ہیں، اور اس لیے بمقابلہ مسلمانی طریقوں کے یورپین تہذیب اس بارے میں جوہر مصنوعی کا درجہ رکھتی ہے ٭

امر اوّل بالتفصیل بیان کرنے میں طوالت ہے، مختصر طور پر کچھ بیان کیا جاتا ہے جس سے میرے دعوے کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے۔

یورپ کے قدیم زمانۂ ترقی میں عورتیں فوج میں بھرتی کی جاتی تھیں۔ عورتوں کا جنگ میں جا کر مردوں کے ہوتے ہوئے، اپنے گلوں کا کٹوانا صرف مردوں ہی کی بے حمیتی کی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس امر کا بھی بیّن ثبوت ہے کہ مرد اپنی عورتوں کا احترام بالکل نہیں کرتے تھے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو جتنا لڑنا پڑا شاید کسی قوم کو اتنا لڑنا نہیں پڑا کتب سیر کے اوراق اُلٹیے تو ایک عورت سے کبھی سپہگری کا کام مسلمانوں نے نہیں لیا۔ کتابوں میں صرف "خولہ بنت ازور" کا نام ملیگا کہ اس نے خالد ابن ولید کے محاربات میں اپنے جسم پر ہتھیار لگائے اور وہ بھی چھپ کر۔ سپاہیانہ جنگ کرنے کے لیے نہیں، بلکہ محض اپنے بھائی ابن ازور کو مصائب جنگ سے چھڑانے کے لیے۔ وہ جوش جوانمردی میں اکثر مبتلا ہوا اور بہن فرط محبت سے اپنے بھائی کی سخت گھڑیاں دیکھ نہ سکی۔

ہندوستان کے باشندوں نے اپنے زمانۂ ترقی میں عورتوں کو اپنے شوہروں کی نعشوں کے ساتھ جل جانا روا رکھ کر محض مردوں کی سنگدلی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ یہ بھی ظاہر کیا کہ عورتوں کا ذرا احترام اُن کے دل میں نہیں تھا۔

ایرانی اپنے زمانۂ ترقی میں اپنی بیبیوں کے ساتھ اُن کی بہنوں اور لڑکیوں کو داخل حرم کرتے تھے اس سے صرف اُن کی بہائمیت کا پتہ نہیں لگتا بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی کچھ حرمت اُن کی نگاہوں میں نہ تھی۔ ابتدائے اسلام میں نہ صرف جاہل عربوں میں بلکہ بہت سی مہذب قوموں میں تعداد ازدواج غیر معین تھی اسلام نے اُسے چار تک محدود کیا اور وہ بھی سخت شرائط کے ساتھ، جن سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے عملی طور پر ایک وقت میں صرف ایک بیوی رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ کیا جن مہذب ممالک میں مثل جانوروں کے اُن کی بیبیوں کی تعداد اُن کے دستور اور قوانین کے موافق غیر محدود تھی وہاں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ذرا بھی عورتوں کا احترام مردوں کے دلوں میں تھا؟ ہرگز نہیں ٭

امر دوم و سوم۔ اسلام نے بیبیوں کی تعداد محدود کر کے اور اکثر صورتوں میں صرف ایک بیوی رکھنے کی تاکید کر کے عورتوں کے اعزاز کا بہترین سبق دیا۔

اگر عورتوں کو بیجا آزادی سے ہم روکیں تو ضرور کہا جائے گا کہ عورتوں کی عزت اور عظمت ہمارے دلوں میں نہیں ہے اب اس خصوص میں مسائل شرعی کا دوسرے ملکوں کے قوانین سے مقابلہ کیجیے۔ اگر کوئی عورت اپنے مرد کو باقتضائے فطرت پسند نہیں کرتی تو وہ حق بجانب ہے، اُس پر کوئی اخلاقی الزام ہرگز نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس خصوص میں عورتوں کی مطلق العنانی بھی ایک ایسا امر ہے کہ اگر وہ قایم رکھا

جائے تو انتظام عالم جہاں تک تمدن انسانی سے اُسے تعلق ہے، قایم نہیں رہ سکتا۔ ان ذو جہت متضاد حالتوں کے درمیان میں جو ہماری معتدل شریعت نے احکام خلع بیان کیے ہیں اُن سے نہ صرف احکام شرع کے پُرا حکمت ہونے کا ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو اعزازات احکام کے ضمن میں عورتوں کے حقوق کا شرع محمدی میں محفوظ رکھا گیا ہے اُس کی مثال روز ازل سے آج تک دُنیا میں کہیں نہ قایم ہوئی۔ اور نہ قایم ہو +

شرع محمدی میں طلاق بدترین مباح ہے لیکن مردوں کا اس بارے میں مطلق العنان ہونا نہ صرف مردوں اور عورتوں کے حق میں ایک لعنت ہے بلکہ عورتوں کی آزادی کا ایک سبق ہے جو شرع نے پڑھایا ہے، عرب کے جہلا عورتوں کو جب ناپسند کرتے تھے تو اُنکو زوجیت سے خارج کرکے کارخانہ داری کے لیے مثل خادماؤں کے نگاہ میں رکھتے تھے، اگر وہ باعصمت تھیں تو حالت مظلومی میں رہتی تھیں اور بے عصمت تھیں تو اپنی عزت میں داغ لگاتی تھیں، شرع نے یہ حکم دیا کہ مرد ایسی عورتوں کو طلاق دیکر آزاد کردیں کہ وہ اپنا دوسرا نکاح کرسکیں۔ ہر مہذب اور غیر مہذب ممالک میں سوائے عرب کے زمانۂ جاہلیت کا طلاق اُس حالت میں کہ مرد اپنی عورتیں پسند نہیں کرتے جاری ہے۔ ذرا غور سے مخالفان طلاق اس حالت کو دل میں سوچیں، یہ غلط ہوا اور سراسر غلط ہے کہ سوا مسلمانوں کے اور ممالک میں مہذب ہوں یا غیر مہذب سوائے طلاق نہیں ہے، ہر جگہ طلاق جاری ہے، فرق اتنا ہے کہ مسلمانوں میں مہذب صورت کی طلاق ہے اور دیگر اقوام میں غیر مہذب صورت طلاق کی جاری ہے۔ مہذب صورت طلاق کی جو مسلمانوں میں جاری ہے وہ اس امر کا ایک ثبوت ہے کہ اسلام نے عورتوں کا احترام ملحوظ رکھا ہے یورپ میں جب خفیہ طلاق کو علانیہ طلاق کی صورت میں لانا چاہتے ہیں تو پہلی ترتیب صورت اُس کے قایم کرنے کی عورت کی بدکاری ثابت کرنا ہوتی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اپنے مرد کی رضامندی سے کوئی عورت اپنی بدکاری کا ثبوت حاصل کرے بعض مثالیں اس کی شایع بھی ہوچکی ہیں، دیکھیے "الاسلام" صفحات ۴۵۱ و ۴۵۸ جنمیں یورپ کے ایک معزز خاندان میں طلاق حاصل کرنے کے لیے جو بُرائیاں کی گئی تھیں، اُن کی تصریح بیان کی گئی ہے +

اسلام میں بعد طلاق کے زمانۂ عدت تک عورتوں کو مردوں سے نان و نفقہ پانا بھی عورتوں کے احترام کا ثبوت ہے۔ شرع محمدی میں شوہر کے مالدار ہونے کی حالت میں بیبیوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں یہ بھی عورتوں کے احترام کی دلیل ہے +

عورتوں کے ماد الشباب کا زمانہ قلیل ہوتا ہے اور مردوں کی وفاداری کی ذمہ داری کوئی نہیں کرسکتا اس لیے شرع نے عورتوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ نکاح کے قبل اپنے مہر ٹھہرالیں یا بقدر مہر زر نقد یا مال و جائداد اپنے قبضہ میں کرلیں اور ہمیشہ اپنے قبضے میں رکھیں عورتوں کا یہ حق صرف احکام شرع کی حکمتیں ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمان اپنی بیبیوں کی عزت دُنیا کی تمام قوموں سے زائد تر ملحوظ رکھتے ہیں۔

شرع محمدی کا ایک مسئلہ ہے کہ بیبیوں پر اپنے شوہر کے بچھونے کی نگہداشت کرنے کے سوا اور کوئی کام گھر کا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ کوئی قوم دُنیا میں اپنے قومی قانون میں ایسا مسئلہ دکھا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اگر مسلمان یہ کہیں کہ دنیا میں صرف ہمیں وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کا احترام سب سے بڑھکر کرتے ہیں تو کیا بیجا ہے۔

بہت سی اقوام ایسی ہیں کہ جن میں عورتیں اپنے رشتہ داروں کے ترکوں میں حصّہ نہیں پاتیں، اسلام نے عورتوں کا حصّہ قایم کیا اور میرا خیال یہ ہے کہ اوّل اوّل ادھر اسلام ہی نے توجہ کی۔ اور یورپ کی مہذب قوموں نے اس خصوص میں اسلام کا تتبع کیا +

رسم پردہ جو بلاد اسلام میں ہے، کچھ تو فرط محبت کا ثبوت ہے ؎

با سایہ ترا نمی پسندم + عشق ست و ہزار بدگمانی

اور زائد تر عورتوں کے اعزاز میں مبالغہ کرنے کا نتیجہ ہے، ابھی حال تک شاہزادیان ہندوستان کی معزز ترین مسلمان عورتوں سے بھی زیادہ پردہ نشین ہوتے تھے، قوم نے اُن کا اعزاز اتنا بڑھا رکھا تھا کہ وہ تخت اور چارپائی سے پاؤں نیچے نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ گھر سے باہر نکلتے تھے، دور آخر میں جو پردہ مسلمانوں میں قایم ہوگیا ہے اُس کی بھلائی یا بُرائی سے مجھے اس وقت بحث کرنا نہیں ہے بلکہ مجھے صرف یہ لکھنا ہے کہ پردہ کا دستور ایک ثبوت اس امر کا ہے۔ کہ شرع محمدی نے جو عورتوں کا اعزاز بڑھایا تو اُس کے ماننے میں مسلمانوں کو کچھ تامل نہیں ہوا بلکہ اُنھوں نے اس بارے میں کچھ اور اضافہ کر دکھایا +

شیرخوار بچے گائے بکری کے دودھ پر بھی بسر کرسکتے ہیں اور غیر عورتوں کا دودھ پیکر بھی پلتے ہیں۔ پہلی صورت میں ان کی تندرستی خراب اور دوسری صورت میں اچھی رہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس طرح گائے اور بکری کے دودھ سے پرورش پانے والے بچے گایوں اور بکریوں کو بھول جاتے ہیں اُسی طرح کیا انسان کو بھی مناسب ہے کہ وہ اپنی مادران رضاعی کو بھول جایا کرے؟ یہ شان ہمارے انسان کے لیے تو ہرگز زیبا نہیں ہے۔ اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بجز تعلق رضاعت کی یاد دہانی کے لیے سوا مسلمانوں کے کسی اور قوم نے بھی کوئی قاعدہ رکھا ہے؟ اس کا جواب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ ایسا قاعدہ بجز اسلام کے اور کہیں نہیں ہے۔

مادران رضاعی اور اُنکے قریبی رشتہ داران کا احترام شرع محمدی نے قایم کرکے احسان فراموشی سے روکا ہے بلکہ عورتوں کی اعزاز کا ایک باب قواعد حسن تمدن میں اضافہ کیا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن سے ذی عقل لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ شرع محمدی میں جس قدر حکمت کے خزانے ہیں کہیں اور نہیں ہیں۔ اور یہی وہ باتیں ہیں جو حکما و عقلاے زمانہ کو رسول عربی کی تعریف میں رطب اللسان رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ عورتوں کا اعزاز جس قدر رسول عربی نے قایم فرمایا ہے وہ اور کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا بھی ہے تو وہ صرف مسلمانوں کے اتباع کا نتیجہ سمجھا جاسکتا ہے +

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

پیغمبر عم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور احکام حج

سوال و جواب

مخدومنا جناب اڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ ایک صاحب سے عنوانِ بالا کے متعلق خط کتابت ہوئی اُن کے اعتراضوں کا خلاصہ اور جواب جو دیا گیا ہے، بغرض اشاعت ارسال کرتا ہوں۔

نیازکیش محمود علی پروفیسر رندھیر کالج۔ کپورتھلہ۔ تحریر ۱۳ر اگست ۱۹۱۶ء

سوال

مذہب اسلام کے احکام اور عقائد اور بالمقابل اُن کے بعثت رسول مقبول صلعم کے زمانے اور تمام مروجہ مذاہب کے مراسم و عقائد پر نظر غائر ڈالنے سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اسلام سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مذاہب مذکورہ کے عقائد اور رسومات کا ایک انتخاب ہے ... رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو موحد اور خدا پرست تھا اور آپ عہد طفلی ہی سے نہایت ذکی الطبع پاک باطن اور روشن خیال تھے، چالیس سال کے طویل زمانہ تک آپ ایسے شہر میں رہے جہاں ہمیشہ ہر قسم کے خیالات مذہبی آپ کے گوش گذار ہوتے رہے، سفر شام کا بھی اتفاق ہوا۔ اس طرح آپ نے تمام مذاہب کے عقائد اور احکام سے کماحقہ واقفیت پیدا کر لی۔ چونکہ آپ کے دل میں ہمدردی نوع انسان بدرجۂ غایت جاگزیں تھی۔ اس لیئے آپ اصلاح قوم و مذہب کے لیئے آمادہ ہو گئے۔ اور ایسی تعلیم پیش کی جس کو آپ نے اپنی قوم کے لیئے بہتر و مناسب سمجھا، اس میں ایسی کون سی بات ہے جو آپ کو مرسل من اللہ ثابت کرے؟

انتخاب غایت درجہ کی احتیاط سے کیا گیا تاہم متعدد احکام اور عقائد خلاف عقل اور تجربہ بھی شامل رہے۔ منجملہ دیگر احکام کے جو توہم پرستی اور تقلید آبائی پر مبنی خیال کیئے جا سکتے ہیں مناسک حج ہیں، حج میں سادگی خیالات، واقفیت عادات و رسوم ترقی تجارت وغیرہ بہت سے فائدے ہیں، مگر اعتراض حج کے اجزاء پر ہے کہ وہ جہل بغاوۃ اور توہم پرستی سے معمور ہیں (منظر مخالفانہ) بالخصوص (۱) سعی بین الصفا والمروۃ (۲) رمی الجمار بالکل بے معنی حرکت ہے (۳) تقبیل حجر اسود جو شہاب ثاقب کا ایک ٹکڑا ہے جو کہ آسمان سے گرا تھا، لوگوں نے خیال کیا کہ جنت سے نازل ہوا ہے، اسلام نے اسکی بے معنی تعظیم و تکریم کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض کر دیا اور ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن اسکی زبان ہوگی جس سے بولیگا اور آنکھیں ہونگی جن سے دیکھیگا (۴) اشعار یعنی اونٹ کے کوہان کو قبل از قربانی خون آلودہ کرنا (۵) رمل۔ مشرکین کے دلوں میں ہیبت ڈالنے کیلئے طواف کعبہ میں اکڑ اکڑ کر چلنے کا حکم تھا بعد میں اسکی ضرورت نہیں رہی۔ مگر حکم باقی رہا +

جواب

نبوت اور نبوت کا حقدار آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کے بارہ میں غور کرنے سے پہلے نبوت کی حقیقت کو سمجھ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو خیالات انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اُن کی دو صورتیں ہیں۔ بعض خیالات لمبے یا چھوٹے کسی نہ کسی طرح کے غور و فکر کا نتیجہ ہوتے ہیں، اور بعض خیالات بغیر کسی غور و تامل کے دفعۃً ذہن میں آجاتے ہیں، ایسے خیالات کم و بیش ہر شخص کے ذہن میں آتے ہیں اور اکثر بیٹھے بیٹھے کسی پیشہ کے متعلق کسی علمی نکتہ کے متعلق کسی جرم یا کسی شرارت کے متعلق کوئی انوکھا خیال سوجھ پڑتا ہے، ورنہیں تو خواب کی نسبت ضرور ہر شخص کو تجربہ ہوا کرتا ہے، اور زیادہ نہیں تو مدت العمر میں ایک آدھ بار ہی ایسا خواب ضرور دیکھنے میں آتا ہے جسپر دیکھنے والا تعجب کرتا ہے کہ ایسی بات دیکھی جو کبھی وہم و خیال میں بھی نہیں آئی۔ اچھا تو وہ خیالات جو غور و فکر کے بعد پیدا ہوتے ہیں انسان کی اپنی ذات کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں، اور وہ ذریعہ جس نے ایسے خیالات کو پیدا کیا اگر خیالات بد ہوں تو نفس امارہ کہلاتا ہے اور اچھے ہوں تو نفس ملکیہ۔ یا دونوں کیلئے مشترک لفظ عقل کا استعمال کیا جاتا ہے اور بے غور و تامل پیدا ہونے والے خیالات اچھے ہوں یا برے الہامی کہلاتے ہیں، اور وہ شرارت سے تعلق رکھتے ہوں تو واسطہ کو ملائکۂ شر یا شیاطین کہتے ہیں، (إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ) اور خیر سے تعلق رکھیں تو ملکۂ خیر یا ملائک (قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ) ملکۂ خیر و ملکۂ شر یا ملائک و شیاطین عقلی اور مذہبی اصطلاحیں ہیں جنکی حقیقت سے کوئی واقف نہیں اور اُن کے اثر کا تجربہ سب کو ہے پس اگر تحقیق و تسلیم ہو اور ایسا

سمجھتا ہوں کہ درست ہے کیونکہ ہر شخص کا اپنا تجربہ شہادت دیتا ہے) تو اگر کسی شخص کے دل میں کوئی نیک اور مفید تحریک ایک عرصہ کے غور و فکر سے پیدا ہوئی ہے تو اُس کو مجدد یا ریفارمر کہیں گے اور ملہم یا مامور من اللہ نہ سمجھینگے۔ اور بغیر ظاہری وسائل تامل کے پیدا ہوئی تو ایسا شخص پیغمبر ہوگا اور اس کے خیالات وحی۔ میں جانتا ہوں کہ معترض کے نزدیک بھی نبوت کی یہی تعریف ہے کیونکہ اعتراض اسی بنیاد پر چسپاں ہوتا ہے۔ میں نے جو اس کو طول دیا تو ایک لطیف تفاوت کو ظاہر کرنے کے لیئے کہ معلوم ہوتا ہے معترض ملکہ نبوت یا الہام کے وجود سے منکر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ الہام کے عام اور ابتدائی جلوے ہر شخص کو نظر آتے ہیں اور صرف وہ اعلیٰ اور برتر نمونے جن کے حاصل کرنے والے کو پیغمبر کا خطاب دیا جائے اب ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے خاتم نبوت (علیہ السلام) پر ختم ہوگئے اور اس طرح پر ایک چھوٹی سی دلیل یہ بھی مل گئی کہ جب ادنیٰ اور بے حقیقت باتوں کے لیئے الہام کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے تو کیا دُنیا کی سب سے بڑی اصلاح کے لیئے خدا کی طرف سے کوئی الہام ہی نہ ہوا ہوگا؟ اگر ہوا ہے تو ہمارے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ اُس کا حقدار کون ہو سکتا ہے؟

آنحضرت کی نبوت پر اتہام اب دیکھو کہ کیا حضرت کی تعلیم غور و تامل کا نتیجہ تھی؟ اس بارہ میں معلوم ہوتا ہے معترض نے عیسائی مصنفین کی تحریروں کو بہت دیکھا ہے۔ اُن کا خاصہ ہے کہ جب حضرت کی عدیم المثال اور عظیم الشان تعلیم کو دیکھتے ہیں اور بزعم خود ابن مریم کے بعد کسی اور کے آگے جھکنے کے لیئے آمادہ نہیں ہوتے تو لاطائل قیاسات کا سلسلہ قائم کرتے ہیں اور عقلی رفتار کے لیئے جس سامان کی ضرورت ہے احتمال پیدا کرتے ہیں کہ حضرت کو وہ سامان میسر آگئے ہوں گے، اور پھر اپنی کور باطنی سے کہنے لگتے ہیں کہ فی الحقیقت وہی سامان میسر آگئے تھے ورنہ ...

واقعات قبل نبوت (۱) بالکل غلط ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاندان توحید پرست تھا، حضرتؐ پر سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں ہی کو توحید کی طرف بلانے کا حکم نازل ہوا ہے (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) حضرتؐ کے چچا ابو لہب کی عداوت محتاج اظہار نہیں، بڑی مدد کرنے والے ابو طالب[1] بھی مرتے دم تک لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ نہ کہہ سکے۔ اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کفار مکہ نے جب آنحضرتؐ کو مال و دولت کا لالچ دیکر تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے تو سب سے پہلے یہی کہا ہے کہ بتاؤ تم بہتر ہو یا عبداللہ؟ تم بہتر ہو یا عبدالمطلب؟ مطلب یہ کہ جب وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے رہے تو تم اُن کی اولاد ہو کر اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو (سیرۃ الحلبیہ) نیز بالکل غلط ہے کہ مکہ معظمہ میں مختلف مذاہب کے پیرو آمد و رفت رکھتے تھے۔ مکہ کوئی تجارتی منڈی نہ تھا اور قریش کی رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ یعنی سرمائی اور گرمائی سفر کے بغیر وہاں کوئی چیز نہ آتی تھی۔ نہ مکہ تمام مذاہب کا سنگم تیرتھ تھا۔ نہ کوئی دلکش اور پُرفضا مقام بلکہ وَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ۔ کعبہ بتوں سے بھرا ہوا، اور تمام عرب بت پرست وہاں کسی اور کو آنے سے مطلب کیا؟ شام کا سفر البتہ ہوا۔ اور دو بار ہوا مگر کتنی دور تک، اور کے دن کے لیئے؟ کوئی شہادت ہے؟ کہ حضرت نے اس ملک کے مشہور مقامات کی سیر کی، مشاہیر سے صحبتیں ہوئیں۔ برس چھ مہینے قیام فرمایا۔ خدا کے غضب سے ڈرو! ایک سفر بچپن کا جبکہ جنگل کے اندر کسی مندر کے پاس مقام ہوا۔ رات بسر ہوئی تھی کہ صبح کو واپس کر دیئے گئے۔ دوسرے سفر میں بھی ایسی جلدی واپس آئے کہ لوگوں کو تعجب ہوا، اور ایسی آنکھ مچولی کی آمد و رفت میں تجارت کا اتنا بڑا معجزنما فائدہ دیکھکر بھیجنے والی نکاح پر رضامند ہو گئی۔ یہ بھی کوئی عاقلانہ غور و فکر کے موقعے ہیں! اور موقع ملتا بھی تو شام میں دھرا کیا تھا؟ مریم[2] پرستی اور تثلیث یا لات و ہبل کی جگہ حواریوں کے مجسمے اور اُن کے آگے سجدہ ریزی۔ وہی روشنی حضرت کو نظر آئی اور اُسی کے دشمن ہو گئے! نری عقل اصلاح پر مائل کرتی تو ملک شام سے مسیح کی ابنیت لیکر آتے نہ کہ توحید۔

فوری عمل (۲) اگر یہ سب کچھ عقل کا کرشمہ تھا تو غور کی شکل بھی اور ہونی چاہیئے تھی، عقل والوں کا دستور ہے جب کوئی خیال نیا سوجھتا ہے تو پہلے تذبذب پیدا ہوتا ہے اور آدمی کچھ عرصہ خاموش رہتا ہے، پھر گدگدی اُٹھتی ہے تو اپنے دوستوں سے مشورہ کرتا ہے، یہ عمل ایک بار نہیں، مختلف دوستوں سے بار بار کیا جاتا ہے۔ جب صحت کا یقین ہو جاتا ہے تو پھر یہ مشورہ کیا جاتا ہے کہ اس کو مشتہر کرنے کی کیا سبیل ہو۔ مدت تک مختلف صورتوں اور حیلوں کو تلاش کرنے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی صلاحیں ہوتی رہتی ہیں، کبھی ناامیدی ارادہ کو فسخ کرتی ہے، کبھی صداقت کا یقین حوصلہ بڑھاتا ہے اور بہت بڑی گفت و شنید کے بعد وقت آتا ہے جبکہ علانیہ خیالات کے پھیلانے کی کوئی شکل اختیار کی جاتی ہے۔ مگر یہاں وہ مستغرق بندہ (صلوات اللہ علیہ) نبوت سے پہلے سب کا پیارا اور سب کا دوست ہے۔ بڑے بڑے جھگڑوں میں حَکَم بننے کی عزت رکھتا ہے۔ ضعفا کی دستگیری کی شہرت رکھتا ہے اور اپنے اوصاف جمیلہ کے سبب سب کے دلوں میں گھر کیئے ہوئے ہے۔ غرض ہر طرف ہوا خواہوں اور دوستوں کا ہجوم دیکھتا ہے مگر چالیس سال کی عمر تک کسی سے مشورہ ایک طرف مذہب کے

[1] ابو طالب کے بارہ میں فرقۂ شیعہ کو اختلاف ہے، مگر وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ ابو طالب یا دیگر اہل خاندان پہلے سے توحید پرست تھے بلکہ وہ شغف جو اُن کو آل رسول علیہم السلام سے ہے اُن کو گوارا نہیں ہونے دیتا کہ زوج بتولؑ کے والد ابو طالب کو کفر کی طرف منسوب کریں، چنانچہ احتمالات کا ایک سلسلہ قائم کرتے اور کہتے ہیں کہ اُن حالات کا اندازہ جو جناب ابو طالب کو پیش آئے ناممکن تھا کہ وہ ایمان کی نعمت سے محروم رہے ہوں، نیز اُن کا انکار قلبی اعتراف کو لازم کرتا ہے، بہرکیف اس خاندان کا پہلے سے توحید پرست ہونا ثابت نہیں۔ خود ابو طالب کلمۂ توحید کو بولنے سے انکار کرتے تھے تو کہتے ہیں کہ میں اپنے بزرگوں یعنی عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف کے مذہب پر مرتا ہوں ؛

[2] اُس وقت کی عیسائیت یہ پروٹسٹنٹ عیسائیت نہ تھی جو بہت کچھ اصلاح و ترمیم کے بعد بت پرستی کو ممتاز کر گئی ہو۔ اُس وقت مسیح بھی خدا تھے مریم بھی خدا تھی مسیح کے تمام حواری اور مذہب عیسوی کے تمام مشہور مقتدا اسی طرح قاضی الحاجات اور مشکل کشا مانے جاتے تھے جس طرح بت پرستوں کے مختلف دیوتا۔ کلیسا ناموروں کے مجسموں سے بھرے ہوتے تھے اور سب کے آگے بے تکلف سجدہ کیا جاتا تھا مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ موجودہ عیسائیت خود نور اسلام کی رہین منت ہے، اور پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی اگرچہ مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ مانتا ہے مگر دیگر بزرگوں کی خدائی طاقت سے انکار کرتا ہے جس پر اُس وقت کے راسخ الاعتقاد عیسائی اُسے مسلمان ہونے کا طعنہ دیتے تھے ؛
محمود علی۔

متعلق ذکر تک نہیں کرتا اور جبرون کرنے پر آتا ہے دفعتہً بالکل انوکھی بات بغیر کسی تدبیر اور تنبیہ کے علانیہ پانے لگتا ہے۔ (یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ) عاقلانہ صلاحیں دیکھی نہیں؟ کیا کوئی اور بھی ایسا نظر آیا؟

اصابت کا یقین (۳) عقلمند کو اپنی رائے کی اصابت پر کتنا ہی بھروسہ ہو، یہ تذبذب ضرور رہتا ہے کہ خدا جانے اس تحریک کے بارور ہونے کا وقت آیا ہے یا نہیں اور نہ معلوم لوگ مانینگے یا سب انکار ہی کریں گے، مگر وہ منادی کرنے والا (بابی انت وامی یا رسول اللہ) جب سے منادی کرنے کو اُٹھا ہے، یہی کہتا ہے کہ میرا کام پورا ہو کر رہے گا۔ کوئی کتنی ہی مخالفت کرو (واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون)۔

مداہنت سے انکار (۴) عقلمند کو مخالفین مصالحت پر لائیں تو خواہ وہ مصالحت کا کیسا ہی مخالف ہو ضرور پیش کردہ شرائط کو غور سے دیکھے گا اور جواب دینے سے پہلے تامل کرے گا کہ کس پیرایہ میں جواب دے جس کا نتیجہ اچھا ہو، مگر یہاں مال و دولت، بادشاہت اور حسن و جمال سبھی کچھ پیش کیا جاتا ہے، سب سے بڑا حامی چچا بھی مصالحت پر مائل کرنا چاہتا ہے ورنہ حمایت سے دست بردار ہونے کا عندیہ ظاہر کرتا ہے اور جواب دینے والا (علیہ الف الف سلام) نہ نعمتوں کو دیکھتا ہے نہ مصیبتوں سے ڈرتا ہے، اور بے تامل جواب دیتا ہے کہ یہ بات ہونے والی نہیں (مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ) کیا عاقلانہ غور و فکر کی یہی شکل ہوتی ہے؟

تمام زندگی کی شہادت (۵) اور دیکھو کہ سوچا تو سب کچھ عقل سے، نہ فرشتہ نظر آیا نہ خدا کی زیارت ہوئی پھر سارے دعاوی۔ کہہ دو کہ عاقلانہ پالیسی تھے۔ یعنی لوگ ڈیلے نہ مانتے تھے معاذ اللہ، خدا اور فرشتوں کا قصہ گھڑ لیا۔ اس کی مطابقت قبل نبوت اور بعد نبوت کے تمام واقعات سے کر چلو۔ اگر کہیں اور ایک دفعہ بھی ایسا فن و فریب کیا ہوتا، جب بھی کہتے اچھے لگتے۔ (فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝)

امتیاز عیب و صواب (۶) عقلمند دیکھے نہیں؟ آج کل کے عقلا سقراط و ارسطو کی بھی ہنسی اُڑاتے ہیں۔ یہ صاحب ملک ہوں یا مقتدائے مذہب، ان کا رویہ کیا ہی؟ کہ جس قوم سے کسی وجہ سے عداوت ہو اُس قوم کے نقائص کا مشتہر کرنا ایک طرف، اُسکی خوبیوں کو بھی نقائص کی شکل میں پیش کرتے ہیں، بلکہ عاقلانہ پالیسی یہی سمجھتے ہیں کہ مفروضہ مظالم اور عیوب کی داستان نہایت بلند آہنگی سے چار دانگ عالم میں سُنائی جائے تا اپنے متبعین ان کو سر تا پا عیب سمجھکر بیخ کنی پر آمادہ ہوں اور کسی کے دل میں ان کی ہمدردی نہ رہے۔ مگر وہ عقل کل (صلوا علیہ وسلموا) توحید کا نعرہ مارکر تمام دُنیا کو دوست سے دشمن بنا لیتا ہے۔ ان سے چھپکر بھی نہیں رہتا۔ سر میدان آتا ہے اور جانتا ہے کہ بت پرست اور یہودی بھی دشمن ہیں مگر نسبتاً کمزور۔ اور سب سے بڑی طاقت جو دنیا پر حاوی ہے اور اس کی اُمیدوں کو معاذ اللہ پامال کرسکتی ہے وہ محض پرستاران مسیح کی ہے۔ اُن سے بھی نبرد آزما ہونے کی ٹھان لیتا ہے اور اپنے مُٹھی بھر ساتھیوں کو سیکڑوں سمندر میں کود پڑنے کی ترغیب دیتا ہے۔ غرض سب سے بڑا پالیسی برتنے اور عاقلانہ چال چلنے کا موقع ہمراہیوں کو دشمن سے متنفر کرنے کی ضرورت ہے مگر پھر بھی عیب ہی کو عیب کہتا ہے اور جس بڑے دشمن کو پامال کرنے کے لیے غصہ

دلاتا ہے اُنہی کی قلبی رافت و رحمت کی تعریف کرتا ہے (وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۝) اور (اِنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝) کا مدح ترانہ گاتا ہے۔ دشمنی برتنے کے وقت عیب و صواب کا ایسا امتیاز اور انصاف کا یہ خیال۔ اگر نفخ روح القدس نہ ہو تو محض عقل سے پیدا ہوتے کبھی دیکھا ہے؟ اس پر بھی بے واسطہ فیض ربانی اور براہ راست ملکہ نبوت کو کوئی نہ مانے تو اُس کا اختیار۔ ان تمام مدارج کو محض عاقلانہ غور و تامل سے حاصل کرنے کی کوئی اور مثال یقیناً نہیں مل سکتی۔

اختلاف مراتب نبوت (۷) ہاں اس میں شک نہیں کہ اسلام کوئی نیا مذہب اور جدید تعلیم نہیں لایا اور قرآن کریم بصراحت و تکرار دعویٰ کرتا ہے کہ جو کچھ کہا جاتا ہے پہلے بھی بار ہا کہا جا چکا ہے۔ (اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ) اور جب خدا ایک ہے تو وہ ایک ہی صداقت ہونی بھی چاہیئے، جو ہر متنفس بلکہ ہر مخلوق پر روشن کی جائے۔ تفاوت جس قدر ہے وہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اثر قبول کرنے والوں (پیغمبروں) کی استعداد اور اُن کے ماننے والوں کا طبعی میلان مختلف تھا۔ خدا کی ہستی کا اقرار، اُس کو تلاش کرنے کا جذبہ اور اُس تک پہونچنے کے وسائل کی جستجو فطرت میں ودیعت ہے۔ ان میں سے جس کسی کی فطرت ذرا صاف ہوئی اُسکے اندر یہ جذبہ اور جستجو کا شوق زیادہ نمایاں ہوا۔ اور قلب میں جس قدر صفائی پیدا ہوئی اُسی قدر صداقت کا نور چمکا۔ اور اُس نے اپنی استعداد کے موافق جن الفاظ میں ممکن ہوا صداقت کو ظاہر کیا۔ پس یہ شخص نبی ہے، اور نور جو سینہ پر چمکا، وحی۔ ہر الفاظ مذاہب کی تعلیم میں غور کرنے سے میں اس نتیجہ تک پہونچا ہوں کہ بعض پیغمبروں اور بالخصوص ابتدائی زمانہ کے پیغمبروں پر صرف خیال نازل ہوتا رہا ہوگا اور لفظ اپنی اپنی استعداد کے موافق اُنھوں نے خود وضع کیے ہوں گے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے استعارہ و تشبیہ کے طور پر کبھی آگ کبھی ہوا، کبھی کسی قوی ہیکل یا خوش ادا جانور، کبھی کسی بالاتر انسان کے نام سے خدا کو یاد کیا۔ اور ماننے والوں نے اپنے طبعی میلان سے وہی اُنہیں چیزوں کو معبود گردانا، اور بعض پیغمبروں پر الفاظ بھی القا ہوئے مگر ان کی استعداد ایسی قوی نہ تھی کہ صاف اور صریح الفاظ کو اخذ کرسکتے۔ یا کسی وجہ سے اُن کے دماغ میں ایسے الفاظ کا ذخیرہ موجود نہ تھا جن میں خدا کی ہستی اور مذہبی احکام کا القا صاف و صریح طور پر ہوسکتا۔ ایسے لوگوں کی تعلیم سے باپ بیٹے کا رشتہ اور ایشور کے اوتاروں کا سلسلہ قایم ہوا، یا توحید ظاہر بھی ہوئی تو کسی طرح کے نقص باقی رہ گئے، اور قدوسیت و کمال کا جلوہ جیسا چاہیئے نظر نہ آیا۔

ہمارے حضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کمال اور ختم نبوت کی فضیلت یہ ہے کہ بات کہنے کو وہی ہے جس کو دیگر مذاہب کی حقیقی تعلیم اور تمام ادیان سابقہ کا انتخاب کہا جائے، مگر وہ ایسے معین، مشخص، صاف اور صریح الفاظ[۱]

[۱] مثلاً جناب مسیح علیہ السلام کی زبان سے خدا کی شفقت و رحمت ظاہر کرنے کے لیے اکثر باپ کا لفظ صادر ہوا اور بیشک باپ سے زیادہ شفقت غیروں میں نہیں ہوسکتی لیکن ایک تو بعض باپ جابر اور سخت گیر بھی ہوتے ہیں اور جن شخص کو ایسے باپ سے سابقہ پڑے اُس کے دل میں باپ کے لفظ سے شفقت و رحمت کا خیال نقش نہیں ہوسکتا۔ دوسرے اس لفظ سے

یہ ہے کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک کرنے اور اُس کی ذات کو کسی طرح کا عیب نقص سے متصف ماننے کا مطلق اندیشہ نہیں اور نیز وہ انجیل کی طرح ایسی محفوظ اور اچھوتی ہے کہ اُس میں کسی طرح کی آمیزش خدا کے برتر کی قدوسیت اور کمال کے خلاف نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے اور تعلیم کی یہ شکل ایسی ہے کہ لاکھا نبیوں اور پیغمبروں کی تعلیم سے مقابلہ کرو۔ کسی میں ایسی وضاحت اور پھر ہر لفظ اور نقطہ کی ایسی حفاظت ہرگز ہرگز نہ پائی جائے گی۔ پس کیا مبہم اور ہزار طرح کے شکوک پیدا کرنے والے کی تعلیم کو وحی کہا جائے اور ایسی واضح اور صاف تعلیم پیش کرنے والے کو محض انتخاب کا درجہ دیا جائے تو ظلم نہ ہوگا +

کلام الہیٰ اور کلام رسول کا تفاوت (۸) اس کے ساتھ ہم پر یہ بحث بھی قائم ہو چکی ہے کہ ہمارے پاس آنحضرت (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کے اپنے کلام مبارک کا بھی بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور وہ کلام پاک بھی بعینہ موجود ہے جو خدا کی طرف سے القا ہوا۔ دونوں طرح کا کلام فصاحت کے لحاظ سے گو کتنی نور ہے، مگر ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ حضرتؐ کے اپنے کلام میں اور کلام الٰہی میں جو حضرتؐ کی زبان سے نکلا طرز ادا کے لحاظ سے زمین و آسمان کا تفاوت ہے اور اگر دونوں انسانی کلام ہوں تو دونوں ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔[۱]

غرض اعتراض کرنے والا جان بوجھکر آنکھیں بند کرلے تو اور بات ہے ورنہ انصاف سے حضرتؐ کی تعلیم، حضرتؐ کے واقعات زندگی اور دیگر تمام مذاہب اور اُن کے رہنماؤں کے واقعات دیکھنے سے یہ خیال کسی طرح بھی دل میں نہیں آسکتا کہ آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیگر مذاہب کا انتخاب کیا ہے +

معمولی اور پُر زور کلام معترض کہتا ہے کہ ایک ہی مصنف کا کلام مصنف کی مختلف حالات اور مختلف خارجی تحریکوں سے مختلف قسم کا ہو سکتا ہے۔ قرآن و حدیث کا اختلاف بھی اسی قسم کا ہوگا، مگر یہ بھی محض توہم ہے کیونکہ احادیث کے اندر حضرتؐ کے قریباً تمام زمانۂ نبوت کا کلام موجود ہے، کہیں گھر والوں، خادموں اور دوستوں سے بے تکلف گفتگو ہے۔ کہیں آنے والے وفود (ڈیپوٹیشنز) کے سامنے کی تقریریں ہیں، کہیں ذی عظمت روسا کی مجلسوں کے خطبے۔ کہیں عالی قدر بادشاہوں کے نام کے مراسلات، کہیں جہاد وغیرہ، دشوار عزیمتوں کی ترغیب دینے کا وعظ کہیں نہایت درماندہ حالت کی دعائیں اور کہیں آخر عمر کی وداعی وصیتیں۔ غرض تمام معمولی اور پُر زور کلام کے موقعے پیش آئے ہیں اور ان کی نقل موجود ہے سب کی شان ایک اور قرآن کے طرز بیان سے جدا۔ اُدھر قرآن بلکہ اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی بطور لیکچر کے سنائے نہیں گئے تا اسے پُر زور کلام کا نمونہ کہا جائے ۲۳ سال کے لمبے عرصہ میں ایک ایک اور دو دو آیتیں اُتری ہیں اور وہ بھی کبھی کسی سورہ کی اور کبھی کسی سورہ کی اور اس طرح پر کئی سورتیں بڑے بڑے عرصہ تک نامکمل رہی ہیں، اور کبھی کسی میں اور کبھی کسی اور میں چند آیات کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور پھر سب کو جمع کر کے لکھا جاتا ہے تو باوجود سورتوں کے مختلف الالحان، مختلف القوافی اور مختلف الوزن ہونے کے تمام کتاب اوّل سے آخر تک مرصع اور ایک ہی مصنف کی تصنیف معلوم ہوتی ہے اور سب کا انداز حدیث سے الگ۔ اتنا بڑا تفاوت، ایک ہی شخص کی دو مبسوط اور مختلف کلاموں میں کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور آپ انشاء اللہ اس کی کوئی مثال پیش نہ کر سکیں گے (وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا)

روایت بالمعنی معترض کہتا ہے کہ "احادیث کی روایت بالمعنی ہے" یہ بھی یاروں کی ایجاد ہے ورنہ کتب احادیث کو دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ رسول (علیہ السلام) کو محفوظ رکھنے کے لیئے ہمارے قابل فخر اسلاف نے بڑی کوشش کی ہے خدا کو قرآن کی حفاظت منظور تھی اُسے ایسی قوم پر اُتارا جس کا حافظہ تمام دنیا میں ضرب المثل ہے، وہ لوگ سینکڑوں اشعار کے قصائد مجلس میں ایک دفعہ سنکر ازبر کر لیتے تھے تو جس رسولؐ کے عاشق تھے کیا اسی کے الفاظ کو یاد کرنے کے وقت حافظہ کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہونگے ؟ میں مانتا ہوں کہ کتب احادیث

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اشتباہ ایسا ہوا کہ مسیح علیہ السلام ابن اللہ سمجھے گئے اور توحید کا خون ہو گیا اُدھر توریت میں اکثر اسم ذات یہوواہ استعمال کیا گیا اور رحم و شفقت ظاہر کرنے کیلئے کسی خاص اصطلاح کو زبان زد نہیں بنایا گیا تو وہ نرم دلی اور گرمی محبت جو خدا کے فضل و کرم کا خیال کرنے سے حاصل ہو سکتی تھی اسرائیل کو میسر نہ آئی لیکن حضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی زبان مبارک سے خدا کیلئے اکثر و بیشتر رب العالمین ربنا اور ربی کے الفاظ نکلوائے گئے اور اس کثرت سے کہ جہاں عذاب کا ذکر ہے وہاں بھی اکثر اسی لفظ سے خدا کو یاد کیا گیا (ان ربک لذو مغفرۃ و ذو عقاب الیم۔ ان بطش ربک لشدید) یہاں اشتباہ کا شائبہ نہیں اور رب کا لفظ پرورش کرنے شفقت رکھنے اور ہر وقت مربوب کے حال پر متوجہ رہنے کا جو مطلب ظاہر کرتا ہے کسی اور لفظ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ پھر تمام مخلوقات کا رب کہنے سے جو خیال جاندار اور بے جان دنیا سارے کے سارے پر مہربان ہونیکا ظاہر ہوتا ہے اور ہمارا رب یا میرا رب کہنے سے جو عشق و محبت کا جوش انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اسکا خیال بجز رحمۃ للعالمین کے سوا اور کون ہو سکتا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)

[۱] جو لوگ قرآن کو کوئی کہہ کر انکار کر سکتا ہے۔ یہاں اپنی طرف سے بڑی کاوش کی تو یہ چیز سامنے آئی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے اندر میں پیدا ہو گئے پھر دیکھا تو قرآن کریم میں ایک مقدار پر ایک اندر ان تمام دلائل کا ہے کسی قدر اضافہ کے نشان موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی غور کرو تمہارے پاس وہ رسول بھیجا گیا ہے (۱) جو خود تمہاری قوم کا ایک فرد ہے (اھ) تم جانتے ہو اُس کو خاندان کو لوگ کس خیال کرتے تھے۔ اُس کو وطن میں کیا ہوتا تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی کیونکر بسر ہوئی ؟ غرض گرد و پیش کیسی ہوا چل رہی تھی اور وہ خود اپنے وقت پر اسکا کیسا مخالف نکلا دب تم جانتے ہو وہ کیسی راستبازانہ زندگی بسر کرتا رہا ہے تو اب کیوں اتنا بڑا فریب کرنے لگا کہ بغیر خدا کا حکم سنے اپنے تئیں اس کا پیغمبر کہے۔ (ج) تم اُسکے کلام کا طرز بھی جانتے ہو ایسا اعجازی کلام کبھی پہلے بھی اس سے سُنا تھا ؟ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (۲) تمہاری تکلیف اور تمہارا ہلاکت کی طرف جانا اسے کیسا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ بے قرار ہو کر بغیر کسی تو طیہ و تمہید کے پکارنے لگتا ہے آؤ آؤ جلدی اس آگ سے نکل بھاگو۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (۳) تمہاری ہدایت کا مشتاق بلکہ حریص ہے۔ تم اپنی طرف سے چالاکی کرکے جو اُسے بہلانا چاہتے ہو وہ تمہاری باتوں کی طرف دیکھتا بھی نہیں اور جس بات کی حرص ہے تم کو قرآن پڑھ کر وہی بات سنانے لگتا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۴) ایمانداروں پر تو وہ بہت ہی مہربان ہے۔ اگر ذاتی مفاد سے غرض ہوتی تو دوسروں کی محبت میں یہ تڑپ نہ ہوتی [illegible]

میں ظلب و یابس بھی کچھ ہے اور قرآن پاک کے سوا دنیا کی کسی کتاب کا حق نہیں، کہ اُس کے ہر لفظ کو من وعن تسلیم کیا جائے، اور مانتا ہوں کہ بہت جگہ روایت بالمعنی بھی ہے مگر ہمارے بزرگوں کی صدہا سال کی سعی مشکور کی نسبت سخت ظلم ہوگا اگر کہا جائے کہ یہ دفاتر الفاظ رسول کے جواہر ریزوں سے بالکل خالی ہیں۔ نہیں ایسا ذخیرہ بھی بہت ہے، اور اگر قرآن معاذ اللہ آنحضرتؐ کا اپنا کلام ہوتی احادیث کے وہ مجموعے اُسی رنگ کے ہونے چاہئیں، مگر ایسا نہیں ✦ (باقی آیندہ)

محمود علی - پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ

معجزۂ شق القمر پر ایک محققانہ نظر

(سلسلہ کے لیے دیکھو اُسوۂ حسنہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء)

چشم دید راوی تو صرف یہی چار تھے جن کا ذکر ہو چکا۔ اور ان کی روایتوں میں باہم کسی نوع کا تناقض یا تعارض نہیں ہے، اب تین صحابہ اور ہیں جنھوں نے خود تو نہیں دیکھا لیکن اُن سے اس معجزہ کی روایت ہے، وہ یہ ہیں (۱) عبداللہ بن عباس (۲) انس بن مالک (۳) عبداللہ بن عمر۔

یہ فن حدیث کی اصطلاح ہے کہ جب کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی روایت کرے جو اُس نے خود نہ دیکھا ہو اور اُس روایت کو وہ مسلسل ذکر کرے یعنی جس سے اُسے یہ روایت پہونچی ہے اُس کا نام نہ لے تو ایسی روایت کو "حدیث مرسل" کہتے ہیں اور ایسی احادیث کا شمار صحیح احادیث میں نہیں ہوتا۔

عبداللہ بن عباس سے ایک روایت تو یہ منقول ہے انشق القمر علیٰ زمان رسول اللہ صلعم بمکۃ قبل الھجرۃ۔ قسطلانی نے جہاں اس روایت کو درج کیا ہے وہیں یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، اس حدیث میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ انھوں نے خود اس معجزہ کو دیکھا، جس وقت یہ معجزہ صادر ہوا ہے عبداللہ بن عباس کی پیدائش بھی نہیں ہوئی یا اگر ہوئی تھی تو صرف دو تین سال کی اُن کی عمر رہی ہوگی۔

دوسری روایت ابو نعیم نے انس بن عبداللہ بن عباس سے بیان کی ہے انّ القمر انشق دصار قمرین۔ اس روایت پر بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ تمام دیگر روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے لیکن اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دو چاند ہو گئے تھے، تو کیا کوئی دوسرا چاند پیدا ہو گیا تھا، اس لیے اس روایت میں اور دوسری روایات میں تعارض ہے۔ مگر معترض نے غور نہیں کیا۔ لغت اہل عرب میں تیسری تاریخ تک چاند کو ہلال کہتے ہیں اور پھر تیرہ ۱۳ تک قمر۔ چودھویں رات کے چاند کو بدر کہتے ہیں اور پھر سولہویں شب سے ایام محاق تک قمر کہتے ہیں۔ اس لیے جب پورے چاند کے دو برابر ٹکڑے ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ ان دونوں ٹکڑوں کو قمرین ہی کہیں گے۔ اس لیے یہ خیال کرنا کہ دوسرا چاند پیدا ہو گیا تھا غلط ہے۔

دوسری روایت جو انس بن مالک سے منقول ہے اُسکے الفاظ یہ ہیں :-

ان اھل مکۃ سألوا رسول اللہ صلعم ان یریھم آیۃ فاراھم القمر شقتین حتیٰ راؤا حراء بینھما اہل مکہ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیے پس آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے انہیں دکھا دیا اس طرح پر کہ انھوں نے حرا کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ جس وقت معجزۂ شق القمر رسول اللہؐ نے دکھایا، انس بن مالک کی عمر ۴-۵ سال کی ہوگی اس لیے ان کی روایت بھی عینی شہادت میں داخل نہیں ہے اور اس لیے یہ روایت بھی مرسل ہے پھر اس پر بھی کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ ہم نے خود اس معجزہ کو دیکھا ✦

تیسری روایت عبداللہ بن عمر کی جس کو مجاہد نے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں عن ابن عمر قال انفلق القمر علیٰ عھد رسول اللہ صلعم (چاند شق ہو گیا رسول اللہؐ کے زمانہ میں) اس میں بھی کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ مجاہد نے خود اس معجزہ کو دیکھا، لیکن انہیں مجاہد سے ایک روایت اور ہے جس میں الفاظ نحن مع النبی صلعم موجود ہیں، یہ روایت شفاء قاضی عیاض میں ہے۔ بیشک اس روایت پر شبہ وارد ہو سکتا ہے کہ مجاہد تابعین میں سے تھے، یہ کیونکر رسول اللہ کے ساتھ ہو سکتے تھے۔ مگر یہ شبہ بھی بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ یہ حدیث جس میں یہ الفاظ معیت رسول اللہ کے زائد ہیں انھوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت نہیں کی بلکہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے اور عبداللہ بن مسعود کا رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہونا ثابت ہے اس لیے نحن مع النبی صلعم

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ) کو تو کہ فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو (۵) اسکو کفار کے اعراض کرنے کے وقت خدا کا حکم ہے کہ اسی کو اپنے لیے کافی سمجھے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس عقیدہ پر ایسا پختہ یقین رکھتا ہو کہ پھر مخالفوں کی ریشہ دوانیوں سے ذرا ہراساں نہیں ہوتا اور کہتا ہو کہ یہ کام پورا ہو کر رہیگا علیہ توکلت (۶) وہ کہتا ہو کہ مجھے خدا پر توکل ہے تو اسے دنیا داروں کی چالوں اور فریبوں سے کیا مطلب۔ دشمن کی بھلائی کو بھلائی کہتا ہے اور بدی کو بدی کہتا ہو کہ راستی ہی سے خدا ملا کرتا ہے وھو رب (۷) اُسکا خدا پروردگار ہے عالم پر ہے اپنے بندوں کی خبر گیری سے کبھی غافل نہیں ہے تو اس راستی کے پھیلانے کا اہتمام اُس نے کیوں نہ کیا ہوگا؟ یہی اہتمام ہمیشہ الہام الٰہی کی شکل میں ظاہر رہا ہے تو اس کو کمال کرنے سے اُس نے کیوں دریغ کی ہوگی العرش العظیم (۸) وہ بڑی سلطنت کا مالک ہے تو اپنی سلطنت میں اُس کے خزانے بھی تمام ہوتے ہوں گے۔ سب سے بڑھ کر ضرورت یعنی تکمیل ہدایت کے لیے کیوں نہ [illegible] ✦

یہ الفاظ ہیں عبداللہ بن مسعودؓ کے نہ کہ مجاہد کے۔ اور غالباً اب یہ بات ظاہر ہو گئی ہوگی کہ اس روایت میں بھی کوئی بات خلاف عقل یا مضحکہ نہیں ہے۔

آب مختصراً ہم تمام شبہات پر فرداً فرداً نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ رفع ہوتے ہیں یا نہیں۔

(۱) یہ اعتراض کہ نص قطعی یعنی کلام اللہ سے کسی جگہ شق قمر کا ہونا ثابت نہیں ہے اس کا ازالہ تو ہم شروع کے صفحات میں کر چکے اور ظاہر کر دیا کہ کلام اللہ میں صراحتاً اس کا ذکر موجود ہے اور ایسے الفاظ میں ہے کہ اُس کی کوئی دوسری تاویل ہو ہی نہیں سکتی۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ تھا کہ جمہور کا اجماع اس مسئلہ پر نہیں ہے، چنانچہ بعض علماء اس میں اختلاف کرتے ہیں، اس کے متعلق ہمیں کسی جواب کے جستجو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جب ایک بات نصِ قطعی سے ثابت ہو گئی تو پھر اجماع کوئی چیز نہیں ہے چند علماء کے اختلاف سے کوئی ایسا مسئلہ ناقابلِ قبول نہیں ہو سکتا، تاہم ہم نے اس کے متعلق بھی شروع میں گفتگو کی ہے جس سے معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ اس اختلاف کے اسباب جو کچھ ہو سکتے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

(۳) تیسرا اعتراض متعلق احادیث کے ہے کہ اُن میں باہم اختلاف ہے۔ چنانچہ ہم نے احادیث کو بھی نقل کر دیا ہے مگر اسوقت تک ہمیں یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ اختلاف کہاں و کس انداز کا ہے۔ چار روایتیں تو ایسے صحابہ کی ہیں جو معجزۂ شق القمر کے صدور کے وقت موجود تھے اور اُنھوں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا، اور اُن میں باہم کوئی تعارض یا تخالف نہیں ہے، باقی تین روایتیں مرسل ہیں جن کو اگر ہم صحیح بھی تسلیم کر لیں تو کوئی اختلاف معلوم نہیں ہوتا۔ صرف مجاہد کی اُس روایت پر اعتراض ہو سکتا ہے جس میں الفاظ نحن مع النبی شامل ہیں لیکن اُس کے متعلق بھی ہم نے ظاہر کر دیا کہ یہ روایت مجاہد نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے نقل کی ہے اور اس میں کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ عبداللہ بن مسعود صدورِ معجزہ کے وقت رسول اللہ کے ساتھ تھے۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ معجزہ کب، کس طرح اور کہاں واقع ہوا چنانچہ دیگر روایات جن میں اس واقعہ کی تفصیل درج ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذیحجہ کی چودھویں شب کو سال ہجرت میں یہ واقعہ ہوا۔ اصحاب یعنی کفار مکہ نے درخواست کی تھی اور رسول اللہ اس وقت خانۂ کعبہ میں تھے، رہا یہ امر کہ شق قمر منیٰ میں ہوا اور حرا دونوں ٹکڑوں کے درمیان نظر آیا، یہ امر زیادہ بحث طلب نہیں ہے کیونکہ یہ بیان بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ آفتاب شام کو سمندر میں ڈوب گیا، حالانکہ آفتاب نہ سمندر میں ڈوبتا ہے اور نہ کہیں، بلکہ واقعہ کے بیان کرنے میں جس طرح ایک حالت نظر آتی ہے اُسی طرح ظاہر کر دی جاتی ہے عام اس سے کہ حقیقت کیا ہے۔ چاند کا منیٰ میں شق ہونا اور حرا کا دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں آجانا بھی رویت کے لحاظ سے ہے یعنی اُنھوں نے ایسا محسوس کیا۔

یہاں تک تو ہم نے منقولات سے بحث کی جس سے یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ علاوہ نصِ قطعی کے جس کی موجودگی میں پھر کسی اور حدیث یا روایت کی ضرورت نہیں ہے، احادیث سے بھی یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ معجزۂ شق القمر بارہے رسول اللہ نے دکھایا۔ اور اُن احادیث میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی ضمن میں ہم نے اُن تمام اعتراضات پر بھی روشنی ڈال دی جو منقولات پر ہوتے یا ہو سکتے ہیں اور اُن کا رد بھی کر دیا، لیکن اب ایک مستقل بحث معقولات کے متعلق باقی ہے اور وہ زیادہ دقیق ہے، کیونکہ ایک مذہبی آدمی تو یہ کہکر خاموش کر دیا جا سکتا ہے کہ اس معجزہ کا ذکر کلام اللہ و احادیث میں صاف صاف موجود ہے، مگر ایک ملحد یا منکرِ مذہب اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اب ہم اُن اعتراضات کو لیتے ہیں جو از روئے حکمت و فلسفہ اس پر کیے جاتے ہیں اور پھر اُنکا جواب دیں گے ✦

کسی امر گزشتہ کے وقوع یا عدم وقوع کے متعلق اگر کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے تو اُس کا ذریعہ صرف تاریخ ہے، یعنی تاریخ سے یہ ثابت ہو جاتا کہ فلاں واقعہ کسی زمانہ مخصوص میں ہوا یا نہیں کافی ثبوت اُسکے وقوع یا عدم وقوع کے لیے ہے لیکن اگر محض تاریخ ہی پر انحصار نہ ہو بلکہ ضرورت اس کی بھی سمجھی جائے کہ نفس واقعہ کو بھی غور سے دیکھکر یہ فیصلہ کیا جائے کہ ایسا واقعہ ہوا یا نہیں تو پھر اُس وقت تک کے لیے کہ یہ صاف نہ ہو جائے، تاریخ الگ اُٹھا کر رکھدی جاتی ہے اور اُس سے کوئی بحث نہیں کی جاتی، چونکہ علم التاریخ کا موضوع ہے صرف واقعات صحیح کا جمع کرنا۔ اس لیے پہلے ضرورت اس بات کے جانچ کرنے کی ہے کہ واقعات صحیح ہیں بھی یا نہیں، اسی بنا پر دُنیا کی کوئی تاریخ صرف اس لئے قابلِ اعتماد نہیں سمجھی جا سکتی کہ وہ تاریخ ہے، بلکہ درایت پہلا معیار ہے جس سے ہم تاریخ کی صحت یا عدم صحت کو سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی واقعہ تاریخ سے ثابت ہو اور ایک فریق اُس سے صرف اس لیے انکار کرتا ہو کہ وہ خلاف عقل یا محال ہے تو پھر اب اُس واقعہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے صرف اس بات کی ضرورت رہجاتی ہے کہ اُس کا خلاف عقل یا محال نہ ہونا ثابت کر دیا جائے، یہی حال معجزۂ شق القمر کا ہے کہ اُس کے وقوع یا عدم وقوع کا سوال تو تاریخ سے حل ہو گیا لیکن اُس سے بربنائے درایت انکار کیا جاتا ہے کہ ایسا ہونا محال ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن دلائل و براہین پر غور کریں جن سے اُس کا محال ہونا ظاہر کیا جاتا ہے، اور اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ وہ دلائل کافی یا قابلِ اعتماد نہیں ہیں تو پھر یہ مسئلہ طے ہو جاتا ہے کیونکہ نفس وقوع کے متعلق تاریخ اس کی شاہد ہے۔

معجزۂ شق القمر پر فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ دونوں نے اعتراض کیے ہیں اور وہ اعتراضات فلسفہ کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ علم طبعیات، فلکیات، ہیئت و ہندسہ اور علم مناظر والمرایا وغیرہ سبھی سے اس پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں اور اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شق القمر محال ہے، مگر قبل اس کے کہ ہم اُن اعتراضات سے بحث کریں بطور مبادیاتِ بحث کے لفظ محال کے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عالم میں یہ لفظ کس معنی میں بولا جاتا ہے اور اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے کیونکہ تاوقتیکہ ہم یہ نہ صاف کر دیں بحث ناممکن رہیگی اور اعتراضات کو رفع کرنے میں دقت ہوگی اور اسی کے ضمن میں ہم یہ بھی بیان کریں گے کہ وہ علوم فلسفہ جنکی بناء پر اعتراضات کیے جاتے ہیں کیا ہیں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیئے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ موجود ہے

السيرة المحمدية والخصائص النبوية

برگزیدہ نبی کے برگزیدہ خصائل

قوم کا اعزاز و احترام

دوسروں کا ادب و احترام کرنا اور باوجود اپنے علو مرتبت کے اوروں کیساتھ تواضع و انکسار سے پیش آنا انسانی خصائل میں ایک ایسی شریفانہ اور نیک خصلت ہے، جس سے اخوت و اتحاد اور مساوات و یگانگت کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں، اس لئے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دوسروں کے ادب و احترام کا بہت خیال رہتا تھا' اور اس امر خاص میں جو اُسوۂ حسنہ حضور انور نے اپنی اُمت کے لیئے پیش فرمایا ہے اگر مسلمان اس پر عمل کرنے لگیں تو بہت جلد اپنی کھوئی ہوئی عزت کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ کبھی مجلس میں پائے مبارک دراز کرکے تشریف نہیں رکھتے تھے اور اپنے اصحاب کو کنیت کے نام سے پکارتے تھے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی دستور ہے) اگر آپ کو کوئی شخص بلاتا تو آپ اُس کے جواب میں لَبَّيْكَ (حاضر ہوں) فرمایا کرتے۔ کوئی شخص آپ کی خدمت اقدس میں آتا تو آپ اسکی تعظیم کرتے' اُس کا ادب بجا لاتے۔ ایک دفعہ آپ کسی حجرہ میں تشریف رکھتے تھے' آپ کے اصحاب اس کثرت سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا بیٹھنے کو جگہ نہ رہی' حضرت جریر رضی اللہ عنہ جو ایک صحابی تھے تشریف لائے' اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے' آپ نے اپنی چادر مبارک لپیٹکر اُن کے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ "اس پر بیٹھ جاؤ" انھوں نے چادر مبارک کو اُٹھا کر آنکھوں سے لگایا' اور بوسہ دیکر رونے لگے' اور تہہ کرکے آپ کو پھیر دی۔ اور عرض کی کہ "میں اس لائق نہیں کہ آپ کی چادر مبارک پر بیٹھوں جیسی آپ نے میری تعظیم و تکریم کی' خدا آپ کی تعظیم و تکریم کرے" پھر آپ نے دائیں بائیں دیکھکر فرمایا "جب تمہارے پاس کوئی آدمی آئے تو تم اُس کی تعظیم کیا کرو"۔

بعض اوقات آپ کی خدمت اقدس میں کوئی حاضر ہوتا اور آپ تکیہ[1] لگائے بیٹھے ہوتے جس میں اتنی گنجائش نہ ہوتی کہ اُس کو اپنے ساتھ بٹھا لیں تو تکیہ نکال کر اُسے دیدیتے' اگر وہ لینے سے انکار کرتا تو آپ اصرار کرکے اُسے دے ہی دیتے۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا آپ کے پاس آئی' آپ نے اُس کی بہت تعظیم کی۔ جب آپ سے اُس کا حال پوچھا گیا تو فرمایا۔ "یہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلی ہے اور اُن کے پاس اکثر آیا کرتی تھی۔"

آپ اپنے بزرگوں کی بڑی عزت کرتے' اور اُن کی بات مان لیتے تھے' آپ کی دایہ جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا ایک دفعہ آپ کی خدمت اقدس میں آئیں تو آپ نے اپنی چادر مبارک اُن کے لیئے بچھا دی۔

ایک دفعہ آپ کوئیں پر اپنے ایک صحابی کے ساتھ غسل کرنے گئے' اُنھوں نے ایک چادر کی آڑ آپ پر کرلی' جب آپ نہا چکے' تو وہ صحابی نہانے لگے' آپ کپڑا روک کر کھڑے ہوگئے کہ اُن کو لوگوں سے آڑ میں کردیں' اُنھوں نے کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' آپ ایسا نہ کریں" آپ نے "نہ مانا" اور جب تک وہ غسل سے فارغ نہ ہوئے۔ آپ پردہ کیئے کھڑے رہے ۔

جہاں آپ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے اور عاجزوں پر رحم کرتے تھے وہاں جو لوگ نیک خلاق ہوتے اُن کی عزت و احترام اُن کا ادب و تعظیم کرتے تھے۔ حاتم طائی ایک مشہور سخی آدمی ہے اُس کا نام سب لوگوں میں مشہور ہے' جب اُس کے قبیلے کے لوگ قید ہوکر حضرتؐ کی خدمت میں آئے تو اُن میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی' اُس نے آپؐ کی خدمت میں عرض کی کہ "اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں رہا کردیں' اور عرب کے قبیلوں کو ہم پر نہ ہنسائیں۔ میں اپنی جماعت کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا۔ قیدیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا۔ اُنہیں کھانا کھلاتا تھا۔ ننگوں کو کپڑے پہناتا تھا مسافروں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جو حاجتمند شخص اُس کے پاس آتا' مقدور کے موافق اُس کی حاجت پوری کرتا تھا۔ اُس کا نام حاتم تھا" آپ نے فرمایا کہ "یہ ایمان داروں کی صفتیں ہیں' تیرا باپ ایسا تھا' اس لیئے ہم نے تجھ پر رحم کیا۔ تیری قوم کو

[1] یہ تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے آجکل کے امراء کی طرح کوئی قیمتی مسند نہیں تھا ۱۲ (مشکوٰۃ)

چھوڑا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھے اخلاق کو دوست رکھتا ہے اور تیرا باپ بھی اچھے اخلاق کو پسند کرتا تھا۔ یہ سُنکر ایک صحابی اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نیک اخلاق کو دوست رکھتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "مجھے اُس پاک خدا کی قسم ہے، جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بہشت میں وہی داخل ہوگا جو نیک اخلاق کو دوست رکھتا ہوگا۔

جو کوئی مل جاتا۔ حضورؐ سے پہلے خود سلام کرتے، دوسرے شخص کے سلام کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان اس بات کے خواہشمند رہتے ہیں کہ پہلے کوئی دوسرا اُن کو سلام کرے۔ حالانکہ پہلے سلام کرنے والا زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے +

آپؐ مصافحہ کے لیے خود پیشدستی کرتے۔ اسلام میں مصافحہ بھی محبت و اخلاص بڑھانے کے لئے ایک نیک طریقہ ہے، اس لیے آپ ہر ایک امیر و غریب سے مصافحہ کے لیے خود ہاتھ بڑھاتے اور جب تک وہ شخص خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا تب تک آپؐ اپنے ہاتھ کو نہیں چھڑاتے تھے +

ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو خدمت نبوی میں بھیجنا چاہا۔ اُس نے باپ سے پوچھا کہ "اگر حضور اندر تشریف فرما ہوں تو میں کیونکر آواز دوں؟" باپ نے کہا "جا ان پر کا شانۂ نبوت دربار قیصر و کسریٰ نہیں ہے۔ حضورؐ کی ذات تجبر و تکبر سے بالاتر ہے۔

آپ کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے تھے اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر فرما دیتے، اور اُس کی ضرورت پوری کرکے پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔

ایک شخص نے آپ کو "یا خیر البریہ" (بہترین خلائق) کہا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ذَالِکَ اِبْرَاهِیْمُ (یہ شان تو ابراہیمؑ کی ہے)

آپ کسی کی دل شکنی نہیں فرماتے تھے، اور غلطی اور خطا سے درگزر کرتے تھے امیروں کی نسبت غریبوں کی طرف زیادہ رغبت تھی، حضورؐ کے نزدیک وہی بڑا تھا جو تقویٰ میں بڑا ہو۔ جب کوئی آپ سے ملتا تو جب تک وہ چلا نہ جاتا تب تک آپ کھڑے رہتے، اگر کوئی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ چھڑانے کی کوشش نہ کرتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا +

سجدۂ تعظیمی چونکہ انسانی حرمت کا دشمن تھا اس لیے عام طور پر اسکی ممانعت فرمادی اور تمام مسلمانوں کو سجدۂ تعظیمی سے روک دیا۔ چنانچہ انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ ہم پر آپؐ کی تعظیم زیادہ واجب ہے۔ ہم بھی آپ کو سجدہ کریں؟ آپ نے فرمایا کہ سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہیئے۔ نیز آپ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی — خدائے تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے
اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِهِمْ — کہ اُنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ
مَسَاجِدًا (بخاری و مسلم) — گاہ بنا لیا یعنی قبروں کو سجدے کرنے لگے +

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ نوشیروان اگرچہ مسلمان نہیں مگر چونکہ عادل ہے اس لئے میں اُس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاؤں گا +

مختصر یہ کہ آپ ہر ایک شخص کا اُس کی حیثیت کے موافق ادب و احترام کرتے اور خود اپنی نسبت سید و آقا کے الفاظ سُننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہ وہ پاک اخلاق عادات اور خصائل تھے جن کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی قوم میں چند ہی دنوں میں خودداری، عزت و احترام کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ اور قومی عزت کا وہ پاک نمونہ دنیا کو دکھلا دیا کہ آج تک مخالفین حیران ہیں کہ ان لوگوں میں اس قدر مساوات کا جذبہ کہاں سے آ گیا +

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا ظلم جو شروع ہوا وہ تنحّ عن الطریق (راستہ سے ذرا ہٹ جاؤ) کا کہنا تھا یعنی اوائل اسلام میں بڑے سے بڑا آدمی راہ میں کسی معمولی آدمی کو نہیں کہہ سکتا تھا کہ "ذرا ہٹ جاؤ" اوّل جو ظلم شروع ہوا وہ اسی لفظ کا استعمال کرنا تھا۔

قریش جنکو یہ غرور تھا کہ جنگ بدر میں اُنھوں نے انصار کے مقابلہ سے اس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ انصار پر ہاتھ اُٹھانا بھی اُن کے لیے عار ہے وہ حبش اور ایران کے زرخرید غلاموں کی برابر کر دیے گئے۔ ابوسفیان جو تمام قریش کا سردار رہ چکا تھا اور جس کو خود رسول اللہ کے حریف مقابل ہونے کا دعویٰ تھا۔ جب اسلام لایا تو اُسکو بلالؓ و صہیبؓ کا ہمرتبہ ہو کر رہنا پڑا۔ حالانکہ بلالؓ و صہیبؓ دونوں عجمی زرخرید غلام تھے۔

جبلہ بن الایہم عرب کا مشہور بادشاہ تھا جب وہ اسلام لایا تو اُسنے چاہا کہ ایک عامی آدمی کی مقابلہ میں اُس کی عزت مرجح تسلیم کیجائے لیکن حضرت فاروقؓ نے جو اسلام کی اصلی تصویر تھے گوارا نہ کیا۔ اور وہ اس ضد پر مرتد ہو کر عیسائیوں سے جا کر مل گیا۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو۔ ہم آج کل کے ایمان و اسلام کے مدعی حضور انورؐ کی اتباع اطاعت اور عشق و محبت کے دعوے کرنے والے کس قدر اُسوۂ حسنہ سے دور جا پڑے ہیں بڑے بڑے پیر اور عالموں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ ادب و احترام سے اپنے متوسلین و معتقدین کے نام لینے کو گویا گناہ سمجھتے ہیں خطاب کے وقت "تو" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خدا کی مخلوق میں سے کسی انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنا بہت بڑا جرم و گناہ ہے۔ افسوس بہت سے مسلمان اس حقیقت سے غافل ہیں کہ ادب کسقدر طہارت و پاکیزگی اور محبت و مودّت دلوں میں پیدا کرتا ہے، وہ اپنے نفسوں کو مغالطہ دیتے ہیں جب خیال کرتے ہیں یا منہ کہتے ہیں کہ وہ آپس میں بے تکلف دوست ہیں۔ اگر وہ حضرت نبی کریمؐ کے متبع ہیں اور اُن کو اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کا دعویٰ ہے اور وہ دنیا میں اسلام کی پاک تعلیم کا نمونہ بننا چاہتے ہیں تو آپس میں چھوٹے بڑے کا امتیاز اُٹھا دیں اور ذات پات اور شریف و رذیل کے ناپاک خیال کو پاؤں تلے مسل ڈالیں اور ہر ایک کیساتھ ادب و احترام سے پیش آئیں حتیٰ کہ غیبت میں بھی ادب سے نام لیں اور ذکر کریں اس وقت خدائے پاک و برتر اپنے وعدہ کے مطابق کہ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (یعنے اُنکے دلوں کو تمام کدورتوں سے پاک کر دیا) کا اُنہیں مصداق بنا دیگا اور وہ دُنیا کیلئے شہدا اور مصلح ہو جائینگے خدائے رحیم و کریم ہم تمام مسلمانوں کو اس اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اسلام پاک کی مصفا چشمہ سے دوبارہ فائدہ اٹھانے والوں کو اسکے قریب لائے۔ آمین + محمد عظیم (رکن اعظم اسلام)

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

جس کو حکمت دی گئی بیشک اُسنے بڑی دولت پائی

حکمت و موعظت

غم

بیروں کشم ز سینہ دلِ غم کشیدہ را + تسکیں دہم ز گریہ بایں حیلہ دیدہ را

ابھی دو منٹ بھی نہیں گزرے، دل خُرسند تھا، تو روح بشاش تھی، ایک کروٹ بھی نہیں بدلی کہ دل و روح کی حالت ہی بدل گئی، نہ وہ خوشی رہی اور نہ وہ بشاشت، اگر دل پر اداسی چھائی ہے تو روح اسے سوز اور کلفت کے قالب سے نکلنا چاہتی ہے۔ اللہ اللہ یہ بھی کیا راز ہے یا تو وہ بشاشت و فرحت، یا یہ کلفت اور عالم یاس ؎

خفتۂ عشقیم دمی سوزد دلِ غمگینِ ما
نیست غیر از شمع یک دلسوز بر بالینِ ما

آخر یہ بات اور یہ کیفیت کیا ہے، کیا انسان کا دل اور روح طبعاً مسرت اور یاس و غم سے متاثر ہوتی ہے اگر وہ خوشی اور مسرت کی دلدادہ ہے تو غم اور یاس بھی اُس پر اثر کرتا ہے۔ کیا قدرت نے اس کائنات میں کوئی انسان ایسا بھی بنایا ہے جس پر خوشی اور غم کا اثر نہ ہوتا ہو۔ یہ جدا بات ہے کہ باوجود احساس خوشی اور غم کے کوئی اُس کی پروا نہ کرے۔ اور ایسے ہی گزار دے گویا اُس کے دل و دماغ پر مسرت، خوشی اور کیفیت غم مؤثر ہی نہیں ہوتی، لیکن ہمیں اس بات کا یقین نہیں کہ کوئی انسان اس دُنیا میں بغیر احساس خوشی اور غم کے رہ سکے۔ بیشک اس کائنات میں صدہا انسان ایسے بھی ہیں جو باوجود احساس خوشی و یاس کے مستقل مزاج رہتے ہیں، باوجود طرح طرح کی تکلیفات اور مصائب کے اُن کے ماتھے پر بل بھی نہیں پڑتا۔ اور اُس اضطراب و قلق سے وہ اخیر تک محفوظ رہتے ہیں جس میں بعض اور انسان ماؤف ہوتے ہیں، لیکن یہ ثبوت اس بات کا تو نہیں کہ انسان احساس خوشی اور غم کا رکھتا ہی نہیں +

یہ دونوں قسم کے احساس طبعی ہیں، ان سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا، خوشی کے موقع پر خوش ہوتا ہے اور غم کی حالت میں غمگین +

بچہ پیدا ہوتے ہی یا ہنستا ہے۔ یا روتا ہے، ان دونوں کیفیات سے وہ خود کو بچا نہیں سکتا۔ نہ تو وہ کسی باہر کی مخلوق کو دیکھکر ہنستا اور روتا ہے اور نہ کسی کی تعلیم سے۔ یہ دونوں خاصے ماں کے پیٹ ہی سے ساتھ لاتا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خوشی اور غم دونوں طبعی خاصے ہیں، چاہے ہم کیسا ہی دل بنائیں وہ ان دونوں جذبات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ بچہ کیا کوئی بڑا اور بالغ انسان بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اُس کے دل و دماغ پر خوشی اور غم کا اثر نہیں ہوتا۔ یہ جدا بات ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے اور ثابت بھی کر دے کہ باوجود خوشی اور استیلائے غم و یاس کے وہ صابر اور مستقل مزاج رہ سکتا ہے اور اُس کی طبیعت اپنے آپ سے باہر نہیں ہو جاتی۔

بے شک یہ طریق عمل، یہ استقلال صدہا مبارکباد کے قابل ہے اور ایسی مثالیں بکثرت ہونی چاہیئیں، لیکن پھر بھی ہم بشریت کے مقتضیات سے کس طرح باہر نکل سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ انسان خوشی اور غم کا احساس ہی نہ کرے اور استیلائے ملالت اور غم کے وقت اُس کی طبیعت اور دل و دماغ پر کچھ اثر ہی نہ ہو ایک آرزوئے ناروا ہے۔ کوئی انسان احساس غم سے بچ نہیں سکتا، چاہے وہ فلاسفر ہو اور چاہے نبی اور ولی، یہ ایک قانون فطرت ہے اس سے کون باہر جا سکتا ہے اور پھر قانون فطرت کچھ بیجا بھی نہیں ہے ہم اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ ہزاروں انسان آئے دن طرح طرح کے غموم اور افکار و مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں جنکو قسم قسم کی مایوسیاں اور کلفتیں انہیں ستاتی اور اُن کا کچومر نکالتی ہیں، اُن کا اثر دل و دماغ دونوں پر ہوکر رہتا ہے، اُمید اگر حوصلہ بندھاتی ہے تو پورا نہ ہونے پر کمر شکن بھی ہے اس سے اوّل کہ ہم خوشی، یاس اور غم کے احساسات سے بری ہوں امیدوں سے ناامید ہونا چاہیئے، جب تک صیغۂ اُمید تخفیف میں نہیں آئے گا اُس وقت تک انسان خوشی اور غم کے زبردست تاثرات سے بچ بھی نہیں سکتا۔ امید اور خوشی و غم لازم و ملزوم ہیں اور یہ ثابت ہے کہ حضرت انسان امیدوں کا ایک قدرتی پتلا ہے

ہر کجا شوخ سیہ زائے ہست
آفتے، فتنۂ و بلائے ہست

اسی واسطے قرآن مجید میں حضرتِ انسان کو مخاطب کرکے یہ کہا گیا ہے :-

"لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ"

درد و غم کیا ہے ؟ کسی امید کا نہ پورا ہونا۔ کسی مقصود میں ہزیمت اُٹھانا

کسی ناگہانی مصیبت میں آجانا۔ کسی عارضہ اور مرض میں مبتلا ہونا وغیرہ وغیرہ ایسی ہی باتوں اور ایسے ہی واقعات سے انسان پر یاس اور غم مستولی ہوتا ہے اور اُس کے دل و دماغ بُری طرح سے متاثر ہوتے ہیں، درد سے غم پیدا ہوتا ہے یا درد موجب غم ہے۔

ایک بدقسمت مدتوں سے بیمار ہے، حاذق اطبا بھی علاج معالجہ کر چکے ہیں، کوئی افاقہ نہیں ہوتا، دُنیا کے دھندے ہر طرف سے نرغہ کیے ہوئے ہیں، امیدوں کا ہر طرف سے خون ہو رہا ہے، ایک بدنصیب باوجود محنت، تردد کے بھی باوجود لیاقت اور استعداد کے بھی، باوجود نیک چلنی کے بھی دُنیا کے دھندوں، دُنیا کی امیدوں اور کاروبار میں مسلسل ناکام رہتا ہے، کیا اس کے دل و دماغ غم و یاس سے محفوظ رہ سکتے ہیں، ہمت اور حوصلوں سے کام لینا واجبی ہے لیکن کیا کوئی اُس غریب پر یہ الزام بھی لگا سکتا ہے کہ اُسکا دل اور اُس کا دماغ کیوں احساسِ غم کرتا ہے کیا ایسا شخص اپنے تئیں ایسے احساس سے بچا بھی سکتا ہے؟ اور کیا اس میں اُسکو قصوروار قرار دیا جائے گا؟ پہلے ہر شخص خود اپنی حالت اور اپنی کیفیت پر غور کرے اور پھر اُس کو بدنام کرے۔ پہلے خود تو ایسے احساس سے محفوظ رہکر دکھائے۔

بحث اس میں نہیں کہ بچانے کی کوشش نہ کی جاوے یا کوئی باوجود استیلائے غم و یاس کے خود کو صابر او مستقل مزاج نہیں رکھ سکتا یا رکھنا نہیں چاہیئے بلکہ بحث یہ ہے کہ کیا غم و یاس کا مرض انسان کا خود پیدا کردہ یا ساختہ ہے اور کیا کبھی انسان اس آفت سے آزاد بھی تھا اور کیا انسانوں میں یہ مرض متعدی ہے؟ ہماری رائے میں خوشی اور غم و یاس کا احساس ایک طبعی خاصہ انسان کا ہے اور ان دونوں کے تاثر اور احساس سے کبھی بچ ہی نہیں سکتا۔ ہاں صبر اور استقلال کی راہ نکال سکتا ہے +

اگر غم و یاس طبعی اور فطری خاصہ نہ ہوتا تو اللہ میاں قرآن مجید میں واستعینوا بالصّبر والصّلوٰة نہ فرماتے۔ جب غم و یاس ہے ہی نہیں اور یہ ایک خود ساختہ بلا ہے تو پھر اس آیت اور اس حکم کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اللہ کریم قرآن حمید میں فرماتے ہیں:۔ لھم البشریٰ فی الحیٰوة الدّنیا اس آیت میں بعض لوگوں کو غم سے خلاصی کی خوشخبری دی گئی ہے، اگر غم و یاس نہو تو بشرے کیسے ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز زوج پیدا کی ہے، ایک طرف خوشی ہے تو دوسری طرف غم و یاس ہے۔ کسی درد اور مصیبت کے وقت انسان کا چشم پُرآب ہوجانا اظہار غم ہی تو ہے، یہ آنسو جو ایک درد اور ایک جوش میں گرتے ہیں، یہ گویا ازالۂ غم ہے اطبائے لکھا ہے کہ اگر غم کے وقت آنسو نہ گریں، یا انسان روئے نہیں تو اُس کے دل و دماغ پر کسی اور آفت کے نزول کا اندیشہ ہے +

پھر اللہ میاں فرماتے ہیں، "ولا یحزنك قولھم" (تم چیڑ خانی کی باتوں سے آزردہ خاطر نہو) یعقوبؑ نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے کہا:۔ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْھَبُوْا۔ تمہارا اُس کو لیجانا تو مجھ کو شاق گزرتا ہے۔ وَ تَوَلّٰی عَنْھُمْ وَقَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰہُ مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَظِیْمٌ +

اور حضرت یعقوبؑ بیٹوں کے پاس سے اُٹھکر الگ جا بیٹھے اور یوسفؑ کو یاد کرکے لگے کہنے "ہائے یوسف" ہرچند ضبط کرتے تھے۔ مگر مارے غم کے اُن کی دونوں آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں +

چشم بے نور شد چو یعقوبؑ + با یوسفم این خبر بگوئید

وَقَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ، یعقوب نے کہا جو رنج اور پریشانی مجکو ہے اُس کی فریاد خدا ہی سے کرتا ہوں۔

اِن قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ یوسف علیہ السلام کی گمشدگی سے اُن کے والد محترم علیہ السلام کے دل و دماغ پر ایک سخت صدمہ ہوا۔ روتے روتے اُن کی آنکھیں بھی سفید پڑ گئیں، وہ مارے غم کے ہائے ہائے کرتے تھے اُن پر یوسفؑ کی جدائی نہایت ہی شاق تھی۔ خداوند کریم نے ہمارے نبی علیہ السلام کو بھی فرمایا "تو اِن لوگوں کی باتوں سے آزردہ خاطر نہ ہو"۔ یہ آزردگیِ خاطر کیا ہے؟ وہی غم تو ہے جسے انسان کا خود ساختہ ہم کہتے ہیں۔ یعقوبؑ کی ہائے ہائے اور آہ و زاری کیا تھی وہی غم تو ہے جو اب تک مختلف رنگوں میں انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور چھوڑے کیونکر وہ ایک طبعی خاصہ ہے، خود انسان کی بناوٹ نہیں ہے اور نہ اُس نے کسی اور سے سیکھا ہے، وہ غم و یاس سے بچ نہیں سکتا۔ چاہے اُمتی ہو اور چاہے نبی۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت رسولِ خدا بھی اپنے بیٹے کی وفات پر چشم پُرآب ہو گئے۔

حدیث معتبرہ میں آیا ہے کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے پیغمبر خدا کو جو صدمہ ہوا اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا +

حضرت ام سلمہ ام المومنین زوجۃ النبی صلعم نے ایک دفعہ آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرتؐ کے سر اور ڈاڑھی کے بال خاک آلودہ ہیں۔ ام سلمہ نے وجہ پوچھی تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ابھی مقتلِ حسین رضی اللہ عنہ سے آرہا ہوں"۔ حضرت ام سلمہ کے شوہر اوّل جب فوت ہو گئے تو مدتوں تک اُن کے آنسو مارے غم کے تھمنے میں نہ آئے +

اسلام میں کیا ہر ایک مذہب و ملت کے بزرگواروں کی ایسی مثالیں بکثرت مل سکتی ہیں، جب مشاہیر مذاہب اور انبیاء علیہم السلام غم و یاس کی زد سے نہ بچ سکے اور یہ فطری وار اُن پر بھی ہوتا رہا تو کوئی دوسرا کب اس کی زد سے محفوظ رہ سکتا ہے انسان کے واسطے غم و خوشی ایک لازمی مرحلہ ہے اور اس سے چارہ نہیں +

سالہا شد مردہ ام واز مہربانی ہا ہنوز
ابرِ غم بر تربتِ من سائبانی می کند

اِس کے تو ہم قائل نہیں کہ غم و یاس رنج و درد انسان کی کوئی خود ساختہ اور فرضی کہانی ہے، ہاں اِس کے معترف ہیں کہ جہاں انسان کو فطرتاً احساس غم و یاس دیا گیا ہے، وہاں ساتھ ہی استقلال اور صبر کی طاقت اور حوصلہ بھی دیا گیا ہے۔ جہاں تک ہو سکے انسان صبر و شکر سے کام لے اور اللہ کی آنے والی

رحمتوں پر اُمید رکھے اور اسید مصداق لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کبھی بھی بند نہ ہونے دے۔ انسان اگرچہ علیٰ قدر مراتب غم و درد سے بچ نہیں سکتا، تو دیڑ تی ضرور ہے، لیکن استقامت ضرور اختیار کر سکتا ہے۔ اور خود قدرت نے انسان کی فطرت میں صبر و حوصلہ کی طاقت بھی دے رکھی ہے۔ باوجود ایک سخت قلق و غم کے بھی آخر صبر اور حوصلہ آ ہی جاتا ہے۔

طبیعت کو ہوگا قلق چند روز ✦ ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی

اِنَّ اللّٰہ مع الصابرین کی قاطعی پر استیلا سے غم و یاس کے وقت عمل کرنا ہمارا ایک فطری اور مذہبی مداوا ہے ✦

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جانوروں اور حیوانات کو غم نہیں ہوتا۔ کیوں نہیں ہوتا۔ کسی بکری اور بھیڑ کو ہنسی خوشی سے تو گلا کٹواتے نہیں دیکھا۔ آخر وہ ایک قسم کی روح اور جان رکھتے ہیں، جان کو جب تکلیف اور اذیت ہوتی ہے تو آخر انہیں اُسکا احساس ہوتا ہی ہے۔ کہتے ہیں اور اکثر کہتے ہیں، بھینس کے بچے پیدا ہوتے ہی داغ ہوتے ہیں جتنے اُس کے نیچے مرتے ہیں۔ چونکہ ہم حیوانات کے طریق اندوہ و یاس اور درد۔ داغ اور بولیوں تو واقف نہیں ہو سکتے اس واسطے یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ انہیں یہ احساس ہی نہیں۔ انسان اور حیوان دونوں احساس درد اور احساس تکلیف رکھتے ہیں چاہے جسمانی ہو اور چاہے وجدانی اور روحانی ایسا احساس، موجب ہے غم و یاس اور رنج و حزن و سوز کا۔ کوئی زندہ جان اس سے بچ نہیں سکتی، اور اگر بچے تو خود اُس کے واسطے ایک گھاٹا ہے۔ ہاں استقلال۔ استقامت اور صبر و شکر واجب ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔

صبر سے رفتہ رفتہ غم و یاس کا بوجھ ہلکا ہی پڑ جاتا ہے لیکن اُس کے طبعی ہونے سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ احساس غم اور شے ہے، اور استقلال و صبر بحالت غم و یاس ایک اور کیفیت،

اے کہ بسیار شنیدی سخن بے دردان ✦ درد دل می کنم اظہار شنیدن دارد

سلطان احمد از جہلم

مطالعہ

علم حاصل کرنے کے لیے پڑھنا نہایت ضروری ہے اور بعض صورتوں میں اُستاد سے پڑھنا اور دوسروں سے تفہیم مطالب میں مدد لینا بھی لابدی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ اور ہر مضمون کو جب تک اُستاد سامنے نہ ہو ہاتھ ہی نہ لگائیں بلکہ خود مطالعہ کرنا اور اپنے غور و فکر سے مضامین کا حل کرنا بہت زیادہ مفید ہے اس طرح کا حاصل کیا ہوا علم پھر یاد رہتا ہے اور مضمون کے سمجھنے اور فکر کرنے کی قوت بہت زیادہ اور جلد ہی ترقی کرتی ہے۔ جن لوگوں نے علم میں ید طولیٰ حاصل کیا ہے دنیا کی سائنس کو ترقی دی ہے انھوں نے اُستاد کی پابندی نہیں کی اگر کسی شخص نے مدرسہ میں زیادہ نہیں پڑھا یا اُس نے طالبعلمی کے زمانہ میں حسب دلخواہ ترقی نہیں کی تو دل شکستہ ہونے کی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے مطالعہ اور محنت سے وہ کچھ کر سکتا ہے جس پر مدارس میں پڑھنے والے رشک کریں، ایک دفعہ ہمت کر کے محنت سے مطالعہ کرنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کی جائے تو تھوڑے دنوں میں سہولت نظر آنے لگتی ہے اور پھر یہ مشغلہ ایسا سہل اور بامزہ معلوم ہوتا ہے کہ چھٹائے نہ چھوٹے۔ مدارس اور کالجوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے، وہ نہایت ابتدائی اور بہت ناکافی ہوتا ہے اور اگر یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کر کے مطالعہ چھوڑ دیا جائے تو جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بھی بیکار رہ جاتا ہے بلکہ اُس کی تکمیل آیندہ زندگی میں اپنے مطالعہ اور محنت سے کرنی چاہیے اور اسیکا نام "سیلف ایجوکیشن" ہے۔ بہت سے آدمی یہ افسوس کیا کرتے ہیں کہ ہماری تعلیم ناقص رہ گئی، اور ہم نے طالب علمی کے زمانہ میں فلاں علم کی تحصیل یا تکمیل نہیں کی لیکن اگر دیکھا جائے تو انھوں نے صرف طالبعلمی ہی کے زمانہ میں عدم توجہی نہ کی ہوگی، بلکہ اُس کے بعد بھی جبکہ اُنکی صحت درست اور اُن کے قویٰ کام کے قابل تھے بہت سا وقت ضائع کیا ہوگا۔ ورنہ۔ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست

اور جن لوگوں نے کسی علم میں نام روشن کیا ہے، انھوں نے صرف مدرسے کی تعلیم پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی تمام زندگی طالبعلمی کا ایک بڑا دن تھی، اور اپنے مطالعہ سے اُنھوں نے کمال ترقی حاصل کی۔

دوسرے لوگوں سے سیکھنے میں جو علم آتا ہے وہ اس قدر یاد نہیں رہتا جیسا کہ خود اپنے مطالعہ سے، کیونکہ اپنے مطالعہ سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ دل میں نقش ہو جاتا ہے۔ اور اُس سے دماغی قوت اس قدر بڑھتی ہے کہ ایک مسئلہ خود حل کرنے سے دوسرے مسئلہ کے حل کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے ✦

مدرسہ میں قوائے دماغی کو کام میں لانا سکھایا جاتا ہے اور اُن کی اصلاح کی جاتی ہے اور قابلیت کا مادہ پیدا کیا جاتا ہے، لیکن خیالات میں ترقی اور بلند پروازی اُس وقت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے، جب مدرسہ چھوڑنے کا وقت ہوتا ہے اور اس سبب سے اگرچہ مدرسہ کی تعلیم بہت اعلیٰ درجہ تک حاصل کی گئی ہو لیکن اگر آیندہ مطالعہ کتب جاری نہ رکھا جائے اور مطالعہ فطرت نہ کیا جائے تو روشنی خیالات اور اصابت رائے حاصل نہ ہوگی نہ دماغ کی تاریکی اور اعضائے باطنی کی سستی دور ہو سکتی ہے ✦

عقل اُس وقت پختہ ہوتی ہے جب انسان دنیا میں قدم رکھے، اور جو علم حاصل کیا ہے اُس کو عملاً کام میں لائے ✦

محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی
(از حکمت عملی)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

اصلاح الاخلاق والاعمال

تعلیم الاطفال

ہم لوگوں نے تو اُلٹی سیدھی جس قدر علمی لیاقت پیدا کرلی کرلی۔ اب آیندہ تو کچھ ترقی کی امید نظر نہیں آتی، مگر ہم اپنے بچوں کی تعلیم میں اگر کوشش کرینگے تو یہ بھی اپنی ہی علمی ترقی ہوگی۔ تعلیم الاطفال کا مسئلہ بھی ایسا مہتم بالشان مسئلہ ہے کہ بڑے بڑے لیڈران قوم نے اس پر غور کیا ہے اور ہمیشہ غور کرتے آئے ہیں، مگر ابھی تک ایک آسان اور جلدی علمی ترقی پیدا کرنے والا طریقہ ایجاد نہیں ہوا۔ موجودہ زمانہ کے لحاظ سے مسلمانوں کے بچوں کو جس طرح مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اسی طرح انگریزی تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ صرف مذہبی تعلیم ہم مسلمانوں کے لیئے غیر قوموں کے مقابلے میں جو حکومت میں حصہ لے رہی ہیں بالکل ناکافی ہے، اسی طرح صرف انگریزی تعلیم بغیر مذہبی تعلیم کے محض بکار ہے کیونکہ مسلمانوں کے بچے اگر مذہبی تعلیم سے ناآشنا رہیں گے تو پورے اور پکے مسلمان نہیں رہ سکتے، خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق بن جائیں گے لہٰذا ایسا طریقہ ان کی تعلیم کا ہونا چاہیئے کہ یہ عربی میں بھی اچھی لیاقت پیدا کرلیں اور انگریزی میں بھی اعلےٰ اعلےٰ ڈگریاں حاصل کریں۔ پس جو لوگ اس امر کے لیئے منتخب کیئے جائیں کہ وہ انگریزی میں اعلیٰ لیاقت پیدا کریں اُن کے لیئے میرے نزدیک جو طریقہ مذہبی تعلیم کا ہے وہ نہایت عمدہ ہے بشرطیکہ قوم اتفاق کرے، باقی جو لوگ محض مذہبی تعلیم کے لیئے منتخب کیئے جائیں وہ بھی اس پر کاربند ہوں۔ اور درس نظامی کو بھی پورا کرلیں۔ مگر دنیوی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیئے بھی ان کو صنعت و حرفت و تجارت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، یہ نہو کہ وعظ کہکر مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنا پیٹ بھریں، ایسے لوگوں کی نصیحت کچھ کارگر ہوگی اور نہ اُن کے ہی کاموں میں برکت ہوگی۔ اور نہ ایسے لوگوں کو ایسا مال لینا جائز نہ اوروں کو دینا جائز۔ کیونکہ حضور سرورِ عالم نے صاف حکم دیدیا ہے کہ ذی مرۃ سوی یعنی قوی اور تندرست آدمی کو زکوٰۃ و صدقہ کا مال نہ دیا جائے پس جو لوگ ایسے قوی اور تندرست آدمیوں کو زکوٰۃ اور صدقہ کا مال دیں گے، نہ اُن کی زکوٰۃ ادا ہوگی، نہ اُن کو کچھ ثواب ملیگا۔ کیونکہ صاف حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ و صدقے کے حقوق کی حفاظت و خیال نہ کریں گے وہ اپنے اس فرض کے بوجھ سے سُبکدوش نہیں ہوسکتے۔

میری غرض اس عرض کرنے سے یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم اس طرح سے دیں کہ اُن کی طبیعتوں میں پہلے ہی سے ایسے اُمور اور ایسے کمانے سے کراہت و نفرت پیدا ہوجائے۔ اصل یہ ہے کہ موافق حدیث پاک کی کہ "بچے فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور اُن کے ماں باپ اُن کو یہودی و نصرانی بنا لیتے ہیں" بچوں کا اس میں کچھ قصور نہیں، جو کچھ ہے ماں باپ کا قصور ہے۔ اگر ماں باپ اپنے بچوں کے اخلاق و عادات اور تعلیمی حالت درست کرنی چاہیں تو بآسانی کرسکتے ہیں۔ خیال فرمایئے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اُس کو سوائے سونے، رونے اور ہاتھ پیر چلانے کے کچھ کام نہیں آتا۔ اگرچہ خدا نے اُس کو سمجھ ایسی عطا فرمائی کہ وہ اپنی ضرورتوں کو اشاروں سے پورا کرا لیتا ہے، اُس کا رونا بھی مطلب سے خالی نہیں ہوتا، نہ اُس کا ہاتھ پیر چلانا نیز اپنے ماں باپ پر ٹکٹکی باندھ کر آنا، اُن کو دیکھکر ہنسنا، مسکرانا، یہ سب باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مطلب سے خالی نہیں ہوتیں۔ ان باتوں سے وہ اپنے سارے کام ٹھیک کرلیتا ہے۔ اور ماں باپ مجبور ہوجاتے ہیں کہ اس کی ہر طرح کی خاطر و مدارات کریں اگرچہ قدرتی طور پر ان کے دل میں محبت بھی ہوتی ہے مگر بچہ کی ترکیبیں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ اور اس محبت کو زیادہ کردیتی ہیں، بچہ باوجود اس بے بسی کے کہ نہ اُٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے نہ خود کھا سکتا ہے نہ چل پھر سکتا ہے، مگر ابتدائے آفرینش سے جبتک کہ وہ چل پھر سکے بہت سی ترقیاں کرلیتا ہے۔ اپنے ماں باپ کی زبان کا بہت سا حصہ سیکھ لیتا ہے، ان کے اخلاق کا بہت سا حصہ اس کے ذہن میں آجاتا ہے، پس ایسی حالت میں اگر اس بچے کے ماں باپ قابل و ہوشیار رہیں گے تو بہت عمدہ طریقے سے اس کی مدد کرسکتے ہیں اور بہت اسکی علمی ترقی کے باعث ہوسکتے ہیں علاوہ اس کے جیسے چاہیں اخلاق بھی درست کرسکتے ہیں اسی وجہ سے عرب کے لوگ اپنے دودھ پیتے بچوں کو بدوؤں کے گھر بھیجدیتے تھے، تاکہ ان سے شجاعت کے علاوہ عربی زبان سیکھیں، ان کی مہمانداری، مسافر نوازی، قومی ہمدردی اور ایثار نفس کا

کاسبق حاصل کریں، چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح پرورش پائی تھی، عرب کے جس قدر شریف لوگ تھے ہمیشہ اسی اُصول پر کاربند رہتے تھے اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے طلاقت لسانی - تیراندازی - شہسواری اور دلیرانہ اشعار پڑھنے میں ابتدا ہی سے مشاق ہو جاتے تھے - تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک عربوں کی سلطنت رہی وہ اپنے بچوں کو اسی طرح یا اس کے قریب قریب اُصول پر تعلیم دیتے رہے، چنانچہ مشہور ہے کہ امیرالمومنین خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بچوں مامون الرشید اور امین باللہ کو زمانۂ رضاعت میں بدوؤں کے گھر بھیجدیا تھا - خلاصہ یہ ہے کہ جب سے بچہ پیدا ہو، مسلمان جیسے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان و اقامت کہتے ہیں اور اللہ اللہ کہکر اُس کو سلاتے اور اُٹھاتے ہیں اور ہر ہر کام پر بسم اللہ کہنے کی عادت ڈلواتے ہیں، بہت سی مذہبی تعلیم دے سکتے ہیں، غرض جب چار برس چار مہینے - چار دن کا ہو جائے تو باقاعدہ اس کی تعلیم کا انتظام کریں، اس درمیان میں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے رہنے والوں کے بچے بہت ساحصہ زبان اُردو کا سیکھ لیتے ہیں اور ایسا سیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو برسوں کی محنت سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا بس عربی زبان سیکھنے کا طریقہ نیز تمام علوم کے حصول کی کنجی یہ ہے کہ قاعدہ کو باقاعدہ پڑھائیں اور جس قدر لغت آئیں اُن کے معنی بھی بتلاتے جائیں، اس کے بعد کلام پاک کو پڑھایا ایسی صورت سے کہ تھوڑا تھوڑا ترجمہ بتاتے جائیں، چند روز میں اس کو ایسی استعداد ہو جائے گی کہ وہ خود بخود ترجمہ کرتا چلا جائے گا - اس کے ساتھ اُردو میں صرف و نحو کے مسائل بھی سمجھاتے جائیں اور کلام پاک پر ہی ان قواعد کی مشق کراتے جائیں اس صورت سے چھ سال کی عمر میں بہت سی مذہبی باتیں اُسکے دل میں جگہ پکڑ لینگی کہ پھر فلاسفروں کے مذہبی بربادکن تقریریں اس کے دل کو خراب نہ کرینگی - وہ بچہ خدا اور رسول، جنت دوزخ، بعث و حشر - قیامت، فرشتے اور عذاب قبر وغیرہ سب کا قائل ہو جائے گا اور تازندگی یہ باتیں اس کے دل سے نہیں نکلیں گی - نیز نماز روزہ حج و زکوٰۃ سب کا خیال رکھیگا - بس اس کے بعد انگریزی تعلیم شروع کرادی جائے، یا عربی تعلیم - میں اُمید کرتا ہوں کہ اس طریقہ سے ہم مسلمانوں کے بچے بہت جلد قابل ہو جائیں گے اور اسلام کی خدمت کرینگے - اپنی قوم کی خدمت کریں گے اپنے کمانے کے طریقوں سے روپیہ حاصل کریں گے -

ایسے لوگ قوم کے لیئے باعث فخر ہوں گے نہ ننگ قوم - بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ بچوں کے عقائد درست کیئے جائیں، ہر پہلو سے اُن کو یہ سمجھایا جائے کہ ذاتِ حقیقہ نافع و ضار خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات پاک ہے اور اسی ایک ذات پر بھروسا کرنا چاہیئے - اور اسی کے ذریعہ سے اور اسی کے حکم سے ہم مخلوق سے محبت و عداوت رکھیں، اس کے بعد یہ سمجھائیں کہ خدا نے ہماری ہدایت کے لیئے پیغمبر بھیجے اور ہم کو ایسے پیغمبر کی اُمت میں پیدا کیا ہے جو خاتم النبیین تھے - صلوات اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم جو تمام نبیوں سے افضل تھے -

اس کے بعد ارکان اسلام میں جو اُن کی لایق و ضروری چیز ہے - وہ نماز ہے - اس کے پڑھنے کے طریقے - اور طہارت وغیرہ کے متعلق جو احکام ہیں سب اُردو میں پڑھا دیں - یا زبانی سکھا دیں - باقی رمضان شریف میں جب سب مسلمان روزے رکھتے ہیں بچے خود بخود شوق سے رکھتے ہیں،

خلاصہ تمام مضمون کا یہ ہے کہ بچّے کے پیدا ہونے سے چھ برس تک اس کو سوائے مذہبی تعلیم کے اور کوئی تعلیم نہ دیں - اور مذہب پر اس کو خوب پکا کر دیں - بعد میں اگر انگریزی پڑھائیں تو عربی زبان اور مضمونوں کے ساتھ لینے کی ہدایت کریں - اور حتی الوسع اسلامیہ اسکول و کالج میں تعلیم دلائیں - ہاں یہ بات بھول گیا - قرآن شریف پڑھنے میں علم تجوید کا ضرور لحاظ رکھیں، میں نہیں کہتا کہ اس کو علم قرأت کا عالم ہی بنایا جائے - مگر اتنا تو ہو کہ ث - س ص میں - ت - ط کے ادا کرنے میں تو فرق کر سکے - ہاں ایسے کلام پاک جن میں صرف ترجمہ ہی ترجمہ ہے اور عربی عبارت نہیں ہے، اُس کے صرف پڑھانے اور پڑھنے سے بچیں، کیونکہ اصل زبان وہ ہی عربی ہے جس میں کلام پاک نازل ہوا ہے، بغیر اس کے صرف ترجمہ میں وہ برکت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ استعداد بڑھ سکتی ہے

وما علینا الا البلاغ +

باقی اور صاحب بھی بچوں کی تعلیم کے متعلق اپنے اپنے خیالات موافق و مخالف شایع کریں، ایک بار پہلے بھی میں نے تحریک کی تھی مگر افسوس ہو کہ کسی صاحب نے کچھ توجہ نہ فرمائی +

خاکسار فرید احمد عباسی مولف سیرۃ العباس و مدار اعظم

کیا نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے؟

اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون (پ ۲۱ - س ۲۹)

(اے نبی کریم) جو کتاب آپکی طرف بھیجی گئی ہو اسکی تلاوت فرمایئے اور نماز کو قایم رکھیئے کیونکہ نماز بےحیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہو اور بیشک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو -

اس آیت میں قرآن کے تلاوت کرنے اور نماز کے پڑھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور پھر نماز کی یہ صفت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ بُرے کاموں سے باز رکھتی ہے، گو تلاوت قرآن بنماز میں ادا ہو جاتی ہے، لیکن میں تلاوت قرآن پر کسی اور وقت بحث کروں گا - آپ بالفعل یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ خدا نے جو فرمایا ہے کہ نماز بےحیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے تو یہ بات عقلاً ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں، مناسب ہو گا کہ پہلے نماز کو بتایا جائے کہ وہ ہے کیا چیز؟ نماز پروردگار عالم کا ایک بہت بڑا

ذکر ہے جیسا کہ آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے ولذکر اللہ اکبر۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری (پ۱۶۔ س۲) نماز میری یاد کے لیئے قائم کر۔ اس لحاظ سے نماز خدا کے یاد کرنے کا ایک ذریعہ قرار پاتی ہے۔ تو اب دیکھنا چاہیئے کہ خدا کو یاد کرنے میں کیا فائدہ ہے جہاں تک غور کیا گیا خدا کی یاد اور نیکی کے خیال میں اچھے کاموں کی طرف دلی رغبت ہوتی ہے اور بُرے کاموں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ جس کو خدا کا خیال لگا رہتا ہے وہ دل سے یہ جانتا ہے کہ میں دُنیا میں رہ کر اچھے کام کروں گا تو خدا مجھ کو اس کا اچھا بدلہ دیگا اور بُرے کام کروں گا تو خدا مجھے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور یہی دونوں باتیں بُرائی یا قانون شکنی سے ہٹانے والی ہیں ایک لالچ اور دوسرا خوف سزا۔ اب کیا ایسے خیال والے شخص سے آپ نیکیوں کی توقع نہیں رکھیں گے؟ اور کیا ایسے شخص کو بُرائیوں سے بچتا ہوا نہ پائیں گے۔ مانا کہ دنیا کے انتظام کے لیئے گورنمنٹ نے قانون نافذ کر رکھا ہے اور اس میں قتل، چوری، مارپیٹ وغیرہ وغیرہ کی وزنی سزائیں مقرر کر دی ہیں، مجال نہیں کہ کوئی شخص اسکی خلاف ورزی کر سکے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ جس وقت کوئی سرکاری نگہبان نہ ہو اور ایسے وقت آپ کو اپنا دشمن مل جائے تو کیا آپ اُسے قتل کرنے سے باز رہیں گے اور کیا آپ پر اُس کا قتل کرنا آسان نہیں ہے؟ یا ایسی جگہ جہاں پولیس کا پہرہ نہ ہو کسی کا مال چُرا لینا کچھ مشکل ہے۔ تو بتائیے باوجود ایسے مواقع حاصل ہونے کے کون سی چیز ہے جو ان بُرائیوں سے جسکا اثر دوسروں پر پڑ سکتا ہے روک سکتی ہے۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو مجھے خدائے پاک کا خیال ہی ان کاموں سے زبردست روک تھام کرنے والا نظر آتا ہے۔ اگر معاذ اللہ تمام دُنیا خدا کے وجود کا انکار کر بیٹھے اور ایک لحظ اس کا خیال دل سے بُھلا بیٹھے تو کائنات کا انتظام درہم برہم ہو جانے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ جسے چاہا قتل کر دیا۔ اور جس کا چاہا مال لے لیا۔ دیکھو اکثر آدمی رات دن لوگوں کو تکلیف دینے کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں۔ کیا پولیس کا ہمارے دلوں میں گذر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خدا کا خیال ہی ایک ایسا خیال ہے جو ایسے نکمّے خیالوں کو آنے نہیں دیتا۔ (جن میں دینی و دنیاوی تباہی مدنظر ہوتی ہے) جہاں تک اس یاد اور خیال کو ترقی دیتے چلے جاؤ ہمارا رُخ اچھے ہی کاموں کی جانب مائل ہوتا چلا جائے گا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ ہم بے حیائی کے کاموں سے بچ سکتے ہیں اور خدا نے اسی جانب اشارا فرمایا ہے کہ وہ نماز (جو خدا کی یاد ہے) بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

میرے بعض مخاطبین کے دلوں میں اس جگہ یہ کھٹکا ضرور پیدا ہوگا کہ جب نماز سے خدا کی یاد مقصود ہے تو ہم اپنے دل میں خدا کو یاد کر سکتے ہیں۔ نماز ہی کو درمیان میں کیوں کھڑا کیا جاتا ہے جو ایک قسم کی اُٹھا بیٹھی ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اس قسم کا خیال اہل ظاہر میں بعض نیچرل مسلمانوں کا ہے، اور اہل باطن میں بعض خام صوفیوں کا رُجحان اس طرف منتقل رہا ہے، اُن کو چاہیئے کہ اس مثال سے اپنی تشفی کر لیں۔

بادشاہ نے اپنی اطاعت کا ہم کو حکم دیا تو ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اسکی اطاعت میں خود کو سرگرم رکھا جائے۔ بخلاف اس کے اگر ہم دل میں بادشاہ کی تعریف کرتے رہیں لیکن جسمانی حیثیت سے اس کی کوئی بھی خدمت بجا نہ لائیں تو کیا بادشاہ ہمارے اس طرز عمل سے خوش ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ یہی حال احکم الحاکمین کا ہے۔ خدا کو تو اپنی یاد نماز کے ذریعہ مطلوب ہے اسی واسطے اس نے ہم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ ایسی صورت میں ہم کو یہ ہرگز حق حاصل نہیں ہے کہ اس کے مقرر کیے ہوئے یاد کے طریقے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ یاد کا قائم کریں۔

بعض نمازیوں کو آپ بُرائیوں میں مبتلا پا کر یہ سوال کر بیٹھیں گے کہ جب نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے تو باوجود نماز پڑھنے کے اُن کا بُرائیوں میں مبتلا رہنا کیسا؟ تو میں اس کی وجہ یہ بتاؤں گا کہ اُن کی نماز میں خدا کی یاد مقصود نہیں ہوتی۔ بظاہر وہ آپ کو رکوع و سجود کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن وہ اصلی نماز سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسی نماز کیا فائدہ دے سکتی ہے جس میں صرف دکھاوا ہی دکھاوا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے نمازیوں کا اس طرح تذکرہ آیا ہے:-

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا	اور جب یہ نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں
کسالیٰ یراءون الناس ولا یذکرون	تو الکسائے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے
اللہ الا قلیلا ۝ (پ۵۔ س۱۷)	ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔

یہ آیت بھی دلالت کر رہی ہے کہ نماز خدا کی یاد ہے اور اس میں اس بات کا بھی اشارہ نکلتا ہے کہ ایسی نماز جس میں خدا کی یاد نہ ہو صرف نمائش ہے اور ایسی نمائشی نماز لوگوں کی نظروں میں دھوکہ بازی کا نتیجہ ثابت ہوتی ہے۔ میری بحث ایسی نماز سے ہے جس میں خدا کی یاد خالصاً مقصود ہو۔ جسے دوسرے لفظوں میں حضور قلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور سچ پوچھو تو نماز ہی پر کیا منحصر ہے۔ حضور قلب کی ہر جگہ ضرورت ہے، دیکھو میں اس وقت ایک زندہ مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میرا تعلق آفس سے ہے۔ اور آفس میں اور کاموں کے منجملہ ایک کام لکھنے کا بھی ہوتا ہے۔ لکھنے میں یا تو خوشنویسی ہوگی۔ یا انشاپردازی، یا نقل نویسی، خوشنویسی میں خیال بٹا رہیگا تو حروف کے جوڑ توڑ۔ نوک پلک۔ اور رسم الخط کے قواعد کی خلاف ورزی ہوگی جس سے خوشنویسی کی اصلی غرض حاصل نہ ہوگی۔

اگر انشاپردازی میں خیال کو یکسوئی نہ ملے گی تو وہی مثل صادق آئیگی کہ املا غلط انشا غلط۔

نقل نویسی کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ اصل کے مطابق ہو۔ اگر خیال ہر طرف لگا رہے گا تو نقل ہرگز اصل کے مطابق نہ ہوگی۔ پس ان ہی اُمور پر غور کرکے بآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہی کام اچھا ہوتا ہے جس کو دل سے کیا گیا ہو

اسی طرح نماز بھی وہی بُرے کاموں سے بچانے والی ہوسکتی ہے۔ جو حضورِ قلب سے پڑھی گئی ہو۔ اگر اس کو شغل بیکاری کے طور پر پڑھا جائیگا تو کبھی فائدہ بخش نہ ہوگی۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ حضورِ قلب سے نماز پڑھنے کی کوشش کریں پھر دیکھیں کہ نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے یا نہیں؟

محمد عبد الغفور (از حیدرآباد دکن)

مراسمِ صوفیہ

حصۂ اول

چلہ

صوفیوں کی رسموں پر غور کرنا اور اچھائی بُرائی کو چھانٹنا اُس کا فرض بھی ہے جو اس گروہ میں شریک ہو یا ان سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو۔

صوفیوں کے ذاتی یا خانگی حالات میں اور اُن کی خانقاہوں میں ایسی ہزاروں رسمیں ہیں جو بعض تو عام طور پر معلوم نہیں اور بعض رموز و اسرار سمجھی جاتی ہیں اور بعض نہایت مہمل، مشرکانہ یا اخلاق سے گری ہوئی نظر آتی ہیں۔

میں اس باب کے تحت میں سلسلہ وار ایک ایک بڑی رسم پر بحث کروں گا اور اس پر عقلی و نقلی گفتگو کرکے بتاؤں گا کہ صوفیوں کی پستی و افسردگی میں اس رسم کو کہاں تک دخل ہے۔

بعض اصلاحی نیت ہی مدِ نظر نہیں ہے، ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس گفتگو سے احوال قدیم فلسفیانہ روشنی میں نظر آسکیں گے اور ہزاروں انجان آدمیوں کی معلومات میں اضافہ ہوگا، ایسی معلومات جس سے خلقت بے خبر ہے حالانکہ اس کا علم بہت ضروری ہے اور اسپر قوم کے ایک بڑے حصہ کی بہبودی کا انحصار ہے۔

مراسمِ صوفیہ میں چلہ بھی ایک رسم ہے گو ایسی رسم نہیں ہے جس کو سب سے پہلے بیان کیا جاتا، مگر اس تقدیم کا سبب چلہ کی اہمیت نہیں ہے۔ یونہی قلم کے سامنے جو رسم پہلے آگئی اسی پر لکھنا شروع کردیا۔

چلہ کیا چیز ہے؟

چالیس دن کی خلوت نشینی کو چلہ کہتے ہیں، گوشہ نشینی اور خلوت گزینی چالیس دن کی نہ ہو صرف اکیس دن یا گیارہ دن یا سات روز کی یا اس سے بھی کم ہو تب بھی عرف عام میں اسے چلہ کہیں گے۔

اس خلوت میں خواہ کسی قسم کا عمل پڑھا جائے یا اذکار و اشغال ہوں یا خاموش بیٹھا رہے نام چلہ ہی رہے گا۔

چلہ کی اقسام

چلہ کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جس میں طالب راہِ طریقت اپنے رہبر مرشد کے حکم سے مقامات سلوک طے کرنے کے لیئے بطور مجاہدہ چلہ کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ عاملانِ کے شوقین کسی خاص عمل کی زکوٰۃ دینے کے لیئے چلہ کرتے ہیں۔

جو لوگ واقف نہیں ہیں اُن کو اس تقسیم کے سمجھنے میں دقت ہوگی اس واسطے میں ذرا اور کھولکر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات شاید ہر شخص کو معلوم نہیں ہے کہ تعویذ گنڈہ۔ جھاڑا پھونکی۔ حُب۔ بُغض۔ تسخیر وغیرہ عملیات کو اصلی درویشی سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے، جو لوگ اس قسم کے شغل رکھنے والوں کو درویش یا صوفی فقیر کہتے ہیں، سخت غلطی پر ہیں۔ فقیری اور درویشی اس جنجال سے بالکل علیحدہ چیز ہے اور فقیری کے کمالات وہ شان رکھتے ہیں جن کے آگے یہ عملیات تھوکنے کے قابل بھی نہیں، یہ بات ایک ایک مضمون میں بتائی جائے گی کہ اگر درویش اور عامل دو الگ الگ چیزیں ہیں تو پھر آج کل درویشوں نے عملیات کا طریقہ کیوں اختیار کرلیا ہے۔ اسوقت صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ فقراء اور مشائخ کو زمرۂ عاملین سے الگ سمجھنا چاہیئے۔

پس میرے اوپر کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ درویش اور فقیر بھی اپنے مقاماتِ درویشی کی ترقی کے لیئے خلوت میں بیٹھتے ہیں، اور تعویذ گنڈے والے عامل بھی۔ اور ان دونوں کی خلوتوں کو چلہ کہتے ہیں۔

چلہ کا نقلی ثبوت

تاریخوں کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ ہر بڑے مذہب کے بانی پہلے چند روز خلوت میں رہتے آئے ہیں، حضرت موسیٰ کوہ طور میں خلوت نشین رہے حضرت عیسیٰ کی بھی چند روزہ خلوت کا حال کتب عیسوی سے ثابت ہے۔ ہمارے حضرت صلعم بھی نبوت سے پہلے غارِ حرا میں چلہ کیا کرتے تھے۔

بُدھ مذہب کے بانی مہاتما گوتم بدھ بارہ سال تک گیا کے جنگل میں چلہ نشین رہے۔

قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلوت کا تو صاف حال بیان کیا ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ وہ چالیس دن کی خلوت تھی، قرآن شریف نے اس کو لفظ اربعین سے بیان فرمایا ہے۔ اس واسطے صوفیوں نے بھی اپنی خلوتوں کا نام اربعین رکھا چنانچہ اگلے بزرگوں کی سب کتابوں میں چلہ کو اربعین لکھا جاتا ہے

چلّہ تو ہمارے مُلک میں آکر اس کا ترجمہ مشہور ہوا ہے
ان نظیروں سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیوں کا چلّہ تمام بڑے بڑے پیغمبروں اور بانیان مذاہب کی سنّت ہے۔ اور اسکی سند خود قرآن شریف کے اندر مذکور ہے۔

چلّہ کا عقلی ثبوت

اوپر بتایا ہے کہ مذاہب عالم کے سب بانی پہلے خلوت نشین رہے ہیں، یعنی ان سب نے پہلے چلّہ کیا ہے۔ اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ بڑا کام بغیر کامل یکسوئی اور غور و فکر کے پورا نہیں ہو سکتا۔ اور خلوت سے بڑھکر یکسوئی اور غور و فکر کا موقع کہاں میسر آسکتا ہے۔
صوفی اور درویش بھی ایک بہت بڑا مقصد یعنی ذاتی اصلاح و ترقی کا رکھتے ہیں ایسا جیسے نوع انسان کے بے شمار افراد کی اصلاح منحصر ہے، اس واسطے ان کا چلّہ کرنا اور خلوت کی قوتوں سے فائدہ اُٹھانا عین دانشمندی ہے۔
جو کام تنہائی۔ یکسوئی اور یکانت میں ہوتا ہے، ہجوم خلائق میں اُسکا ہونا محال ہے +

چلہ میں کیا کیا ہوتا ہے؟

آجکل چلّہ مسجد کے یا خانقاہ کے کسی حجرے میں کیا جاتا ہے، بعض لوگ اپنے رہنے کے مکان میں ایک تنہائی کی جگہ مقرر کر لیتے ہیں۔
چلّہ میں اعتکاف کی طرح بے ضرورت دُنیا کی باتیں ممنوع ہیں، غذا اور لباس چلّہ کے دنوں میں خاص اختیار کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ جَو کے ستّو پیتے ہیں۔ بعض جَو کی روٹی کھاتے ہیں، بعض دن بھر روزہ رکھکر شام کو سادی غذا سے افطار کرتے ہیں۔ بہرحال نفیس اور مقوی غذائیں چلّہ کی حالت میں نہیں کھائی جاتیں، لباس بھی عموماً احرام ہوتا ہے یا سفید نئے یا دُھلے ہوئے صاف کپڑے ہوتے ہیں بعض لوگ پانی میں بھی احتیاط کرتے ہیں، اور کورے برتن میں دوسرے ہاتھوں سے بچاکر لاتے ہیں، یعنی خود کنوئیں یا نہر و دریا سے لاکر رکھتے ہیں۔ یا کسی پاک آدمی سے منگوا لیتے ہیں۔
اگر چلّہ مرشد کے حکم سے ہے تو اُس کی بتائی ہوئی ہدایتوں کے موافق ذکر اذکار، یا مراقبے چلّے میں کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی عمل پڑھنا ہے تو اس کے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں +

چلّوں میں کیا کیا قابل اصلاح ہے؟

چلّہ میں آج کل بہت سی باتیں اصلاح کے قابل نظر آتی ہیں، یا یوں کہو کہ اصلاح نہیں بلکہ ترمیم کے لایق ہیں۔
ایک ان میں مکان ہے۔ چلّہ کے مکان جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، مسجد و خانقاہ کے حجرے ہوتے ہیں۔ پہلے زمانے کی عمارتوں میں مکان اُصول صحت کی رو سے نہیں بنائے جاتے تھے۔ اس واسطے مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں میں ہوا بالکل نہیں آتی۔ چلّہ کرنے والا چونکہ رات دن، یا وقت کا بڑا حصہ حجرہ میں بسر کرتا ہے اس واسطے اس کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ چلّہ کی جگہ ہوادار، جس میں ہوا، اور سورج کی روشنی اچھی طرح آتی ہو امقرر ہوا کرے۔
اگلے وقتوں میں عام طور سے سب لوگ قوی اور مضبوط ہوتے تھے اس لئے ان کو یہ بے ہوا کے مکان نقصان نہ پہونچاتے تھے، مگر آج کل عالمگیر ناتوانی اور کمزوری کا دور ہے، اور درویش یا عامل بے اُصول مکان میں چلّہ کرنے سے فوراً بیمار ہوجاتے ہیں +
یہی حال غذا کا ہے، گزشتہ زمانہ میں چونکہ عام طور سے جسموں میں خون بہت پیدا ہوتا تھا اس واسطے سادی اور کمزور کرنے والی غذاؤں کی ضرورت تھی، کیونکہ چلّہ میں خیالات کے یکسو کرنے کی بہت ضرورت ہوتی ہے، اور خون کی زیادتی اور جوش سے جذبات نفسانی کو تحریک ہوتی ہے، خیالات ہر وقت پراگندہ رہتے ہیں، اسی واسطے بزرگوں نے سادہ غذا کی ہدایت کی۔ اور گوشت گھی اور تمام مقویات سے منع کر دیا۔
آج کل تو خود بخود سب آدمیوں میں خون کم ہوگیا ہے، افلاس اور وقت کی آب و ہوا کے اثر سے، رات دن کے قحط سے، خلقت دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے، ایسی حالت میں کمزور غذاؤں کا استعمال ہرگز مناسب نہیں، لازم ہے کہ مشائخ اپنے مریدوں کو طاقت بخشنے والی غذائیں بتایا کریں۔ کیونکہ جسطرح خون کی زیادتی مضر ہے اسی طرح خون کی کمی اور کمزوری بھی ترقی باطن میں ہارج ہوتی ہے، سلوک میں جسم کی قوت کا حد اعتدال کے اندر رہنا ضروری ہے۔
پس جس طرح پہلے وقتوں میں کمی خوراک سے درویشوں کے خون کی حدّت کم کیجاتی تھی اسی طرح آجکل ضرورت ہے کہ اللہ اللہ کرنے والے درویشوں کو اچھی خوراک دی جائے تاکہ اُن کا خون اصلی صحت کی حالت پر آجائے۔
تندرستی اور خون کی عمدگی کو ترقی مدارج باطنی میں بہت بڑا دخل ہے، مشائخ طریقت اس دعوے کو نیا سمجھکر چونکیں گے لیکن ذرا غور کریں گے تو اُن کو یہ دعوے تسلیم کرنا پڑے گا، اور وہ خود چلّوں کے قواعد میں ترمیم کردیں گے۔
چلّہ کی غذا میں بعض لوگ گوشت ترک کر دیتے ہیں، اور بعض لوگوں نے تو گوشت کو حرام سمجھ رکھا ہے۔ اس زمانہ میں یہ دستور بدل دینا چاہیئے۔ اسلام نے جس چیز کو حلال کیا ہے، کسی کو حق نہیں ہے کہ اُس کو حرام کرے۔
چلّوں اور اعمال خوانی میں گوشت صرف اس واسطے نہیں کھاتے تھے کہ حیوانی قوتوں کا غلبہ نہ ہو۔ آج کل وہ قوتیں قحط و افلاس کے باعث خود ہی دبی ہوئی ہیں، اسواسطے گوشت چلّوں میں ضرور کھانا چاہیئے +
غرض گوشت، گھی، دودھ، انڈا، مچھلی، ہر چیز جو حلال ہے اُس سے احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ اب سب مشائخ کو ان دستوروں میں ترمیم کرنی چاہیئے ورنہ ایک طرف مسلمان کمزور ہوں گے اور دوسری طرف ان کا یہ خیال بڑھ جائیگا

[illegible] کو یہ چیزیں حرام ہیں اور حلال کو حرام سمجھنے والے کے لیئے کفر کی وعید آئی ہے۔

چلوں میں لباس کا مسئلہ بھی توجہ کے قابل ہے' چلہ کرنے والے اکثر روزانہ [illegible] کرتے ہیں' اور ٹھنڈا لباس پہنکر بیٹھ جاتے ہیں' اس سے ہولناک امراض [illegible] ہیں' ایسی قوتیں ہم لوگوں میں نہیں ہیں جو سردی کو برداشت کرسکیں' لہذا چلہ کرنے والوں کو لباس میں بھی ترمیم کرنی چاہیئے۔

[illegible] ان لوگوں کی رائے سے متفق نہیں ہوں جو رات کے جاگنے کے [illegible] ہیں اور اس واسطے چلہ کرنے والوں کی شب بیداری کو بھی قابل [illegible] کہتے ہیں۔ میرے نزدیک مناسب حد تک رات کا جاگنا کچھ مضر نہیں ہے اور بغیر شب بیداری کے دین دنیا کا کوئی کام سرانجام نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر سات گھنٹہ رات دن میں سونا ضروری سمجھتے ہیں' لیکن میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں اور میرا تجربہ درست ہے' کیونکہ اکثر بیمار رہتا ہوں اور بے حد کمزور رہتا ہوں' کہ رات دن میں ساڑھے پانچ گھنٹہ کی نیند کافی ہے اس سے صحت کو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ ساڑھے تین گھنٹے رات کو اور دو گھنٹے دن کو سونا بہت ہے باقی جاگنا اور کام کرنا چاہیئے +

امید ہے کہ مشایخ طریقت اور وہ سب لوگ جو چلہ کے عادی ہیں نیک خیالی سے اس مضمون پر غور کریں گے' کیونکہ میں نے ان کی بھلائی کے لیئے لکھا ہے' مخالفت کے لیئے نہیں +

حسن نظامی

جذبات علوی

[illegible] آزروئے امداد کا — اے نوید ابن مریم وقت ہے فریاد کا
[illegible] اسلام میں باقی نہیں ہے زندگی — بندۂ توحید کرتے ہیں بتوں کی بندگی
[illegible] اسلام پہ خاموش جب سے ہم ہوا — پھر نہ کیوں سمجھیں کہ مذہب کا اثر برہم ہوا
[illegible] تیری بلاد و دُرا — کلمہ پڑھتی ہے بتوں کا تیری امت برملا
[illegible] قوم سے ذوقِ عمل — بیچتے پھرتے ہیں تجکو لیکے قرآں دربغل

جو مسلماں ہیں نہیں ہیں اُن میں جو ہر کام کے — اُٹھ گئے دُنیا سے جو عاشق تھے تیرے نام کے
میں نے یہ مانا کہ ہم ہیں ہو جب تعزیر عام — پر سمجھ لے یہ کہ یوں بدنام ہوگا کس کا نام
مٹتے جاتے ہیں ترے خادم خیال اسکا بھی کچھ — تیرے دشمن کیا کہینگے کچھ ملال اس کا بھی ہے
تیری امت ہو کہ ہم ہوں سقد عزت کے دو — بجھ رہا شتیاں ہو پھر ہوں ابن قمر تو سے دو

ظفر احسن علوی

ولہ ایضاً

لکھتا ہوں کیا کہوں ارضِ حجاز میں — ہے جلوہ بار حُسن حقیقت مجاز میں
ہو زیست خدا ایسی موت پر — پیغام جس کا آئے دیار حجاز میں

تکلیف کا سفر کی عبث ہے بیاں اُسے — جو موت ڈھونڈتا ہو زمینِ حجاز میں
ناصح لشتیوں کو رکھ اپنے ہی واسطے — ہر خار مجھ کو گل ہے فضائے حجاز میں

(ظفر احسن علوی)

کلام اکبر

ہر بزرگ کے نواسہ ' پوتو ! — تم زمیں کو تہ کرو زمیں میں جو تو
[illegible] ہو اپنی ہسٹری کو ہر وقت — اللہ مدد کرے گا۔ ویسے ہو تو

[illegible] کی کبھی ہوئی جو دُہراتے ہیں — وہ تو فونوگراف کی طرح گاتے ہیں
[illegible] کے حسب حال مضمون نکال — انسان یونہیں ترقیاں پاتے ہیں

[illegible] حُسن سے سنورنا سیکھو — اللہ سے نیک اُمید کرنا سیکھو
[illegible] نہیں ہے جب اے اکبر — بہتر ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو

[illegible] کامی تمکو — محسوس نہیں ہے اپنی خامی تم کو
[illegible] تم کو غلام — ہے اپنے ہی نفس کی غلامی تم کو

تحصیل علوم کر کہ دولت ہے یہی — اخلاق درست کر کہ زینت ہے یہی
اکبر کی یہ بات یاد رکھ اے عشرت — محفوظ ہو معصیت سے عزت ہے یہی

تسبیح و دعا میں جس نے لذت پائی — اور ذکرِ خدا سے دل نے راحت پائی
کوئی نہیں خوش نصیب اُس سے بڑھکر — بس دونوں جہاں کی اُس نے دولت پائی

روزی مل جائے مال و دولت نہ سہی — راحت ہو نصیب شان و شوکت نہ سہی
گھر بار میں خوش رہیں عزیزوں کیساتھ — دربار میں باہمی رقابت نہ سہی

خواہش ہو اگر تجھے غنی بننے کی' — دولت کی ہوس ہو اور دھنی بننے کی
شخصی حالت کو چھوڑ کر اے ہندی — کوشش لازم ہے کمپنی بننے کی

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں

علم و اَدب

پھول اور شہد کی مکھی

۱ پھول اور شہد کی مکھی کا باہمی تعلق اتنی بات تو ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ شہد کی مکھی کے لئے شہد کس قدر ضروری ہے چونکہ شہد پھولوں سے حاصل ہوتا ہے اس لیئے مکھی کی تمام عجیب و غریب صنعتوں کا دارومدار پھولوں پر ہے۔ پھول نہ ہوتے تو مکھیاں کوئی کام نہ کر سکتیں بلکہ زندہ بھی نہ رہ سکتیں، مگر جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مکھی کا وجود بھی پھولوں کے لئے نہایت ضروری ہے' پودے عجیب عجیب ترکیبوں سے' شہد کی مکھیوں' تیتریوں اور دوسرے پردار کیڑوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں' اُن کو شہد تو دیتے ہی ہیں' مگر خود بھی اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں' الغرض مکھیوں کو پھولوں کی ضرورت ہے' اور پھولوں کو مکھیوں کی۔ اس مضمون میں اسی حقیقت کا بیان کرنا مقصود ہے۔

۲- زرگل اور پرند کیڑے پھول کے بیچ میں ایک قسم کی گرد یا غبار سا ہوتا ہے جسے گردگل یا زرگل کہتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے ؎

جو گل زمیں سے نکلے ہے - نکلے ہے زر بہ کف

قاروں نے راستے میں لُٹایا خزانہ کیا

یہ گرد یا غبار پودے کا مادۂ تولید ہے' اور تجربے سے ثابت ہو گیا ہے کہ جو پودا دوسرے پودے سے گردگل حاصل کرتا ہے اُس کا بیج مضبوط اور عمدہ ہوتا ہے مگر جس پودے کو اپنے ہی پھول کی گرد کام میں لانی پڑتی ہے اور جس کو دوسرے پودے کے پھول سے گرد نہیں ملتی' اُس کا بیج خراب اور کمزور پیدا ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ہوا اِس گرد کو اُڑا کر ایک پودے سے دوسرے پودے تک پہونچاتی ہے' اور بعض میں گردگل کا ردّ و بدل پردار کیڑوں کی بدولت ہوتا رہتا ہے پھولوں کے طرح طرح کے رنگ' روپ' اُن کی تیز بو' اور اُن کی نرالی شکلیں قدرتی پھندے ہیں' اور اسی لیئے بنائے گئے ہیں کہ تیتریاں' پروانے اور شہد کی مکھیاں اُن پر آئیں اور زرگل کو ایک پودے سے دوسرے پودے پر لیجائیں' گویا پھول بزبانِ حال ان کیڑوں سے خطاب کرتے ہیں:-

"اے عزیزو! احسان کا بدلہ احسان ہے' ادھر آؤ۔ ہم تمہیں شہد دیتے ہیں تم ہمیں اس کے عوض میں گردگل لادو تاکہ ہمارے بیج قوی اور مضبوط پیدا ہوں۔

۳- شہد اور زرگل کا مبادلہ شہد مختلف پھولوں میں مختلف مقامات پر رہتا ہے' کسی پھول کی پنکھڑیوں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں بھرا رہتا ہے؛ کسی پھول کی نلی کے اندر صاف و شفاف قطروں کی صورت میں ملتا ہے' یہ پردار کیڑوں کی خوراک ہے' وہ اسے حاصل کرنے کے لیے پھولوں پر آتے ہیں' شہد لیجاتے ہیں اور گردگل چھوڑ جاتے ہیں۔

۴- کیا وجہ ہے کہ بعض پودوں پر پرند کیڑے آتے ہیں اور بعض پر نہیں آتے گھاس' یا ناگرموتھے کے پھولوں پر پرند کیڑے نہیں آتے اسی طرح شاہ بلوط' اخروٹ۔ بید۔ ولایتی چیڑ۔ یا عام چنار کے گرد بھی مکھیوں وغیرہ کو بھنبھناتے کبھی نہ دیکھا ہوگا' مگر سیب کے شگوفوں' یا لیموں کے درختوں پر مکھیوں' بھڑوں اور دوسرے پردار کیڑوں کا ہجوم بارہا دیکھا ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گھاس' ناگرموتھے۔ اخروٹ' بید اور چنار وغیرہ میں گردگل کی زیادہ مقدار موجود رہتی ہے' اور چونکہ ہوا اس قسم کے درختوں کو اِدھر اُدھر جنبش دیتی رہتی ہے' اور گردگل کو اُڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے' اس لیئے اُن کو نہ تو ان کیڑوں کی مدد کی ضرورت ہے' اور نہ اس بات کی پرواکہ اُن کو شہد دیں۔ یا خوشبودار اور شوخ رنگ کے پھول پیدا کریں جس سے خواہ مخواہ کیڑے اُن کی طرف کھینچ آئیں برعکس اس کے جن پودوں میں ایسے رنگیلے' چمکدار' اور دلکش پھول دیکھنے میں آئیں کہ خود بخود توجہ اُن کی طرف مائل ہو جائے' اُن کو یقیناً شہد کی مکھیوں یا دوسرے پرند کیڑوں کی ضرورت ہے کہ وہ ایک پودے کی گرد کو دوسرے پودے پر لے جائیں' تاکہ اس ادل بدل سے پودوں کے بیج مضبوط اور عمدہ پیدا ہوں یہی وجہ ہے کہ زعفران' کوکتار۔ سورج مکھی - سرسوں۔ شلجم اور اسی قسم کے دوسرے پودوں کے پھولوں پر پردار کیڑے ہمیشہ آتے ہیں' اور اُن کے شہد کو چوس کر لے جاتے ہیں۔

۵- شہد کی مکھیاں مختلف رنگوں میں تمیز کر سکتی ہیں شہد کی مکھیاں نہ صرف شوخ رنگوں پر مائل ہیں' بلکہ وہ مختلف رنگوں میں تمیز بھی کر سکتی ہیں۔ سرجان لبک نے ایک آسان تجربہ سے اس بات کو ثابت کر دکھایا ہے' صاحب موصوف نے چند

شیشے کے ٹکڑوں پر کچھ شہد رکھا اور اُن کے نیچے نیلے کاغذ کے ٹکڑے رکھدیے جب مکھیاں نیلے شیشے پر شہد تلاش کرنے کی عادی ہوگئیں تو اُنھوں نے اُس شیشے کو صاف کردیا پھر شہد کو سُرخ شیشے پر رکھدیا اب اگر شہد کی مکھیاں صرف شہد کی وجہ مائل ہوتیں تو سُرخ شیشے کی طرف اُڑکر جاتیں مگر وہ پہلے نیلے شیشے کی طرف گئیں کیونکہ اُن کو اب تک نیلے ہی شیشے پر شہد ملتا رہا تھا۔ مگر جب وہاں شہد نہ ملا تو اُن کو مایوس ہوکر سُرخ شیشہ پر جانا پڑا۔

۶- خوش رنگ پھول صحت کیلئے بھی مفید ہیں یہ جو طرح طرح کے چمکدار اور خوشنما رنگ پھولوں میں نظر آتے ہیں اُن کی بابت عام خیال یہ ہے کہ وہ محض زیبائش کے لیئے ہیں اور اسی لیئے پیدا کیے گئے ہیں کہ ہم اُن کو دیکھکر خوش ہوں مگر یہ تو ایک ادنی سا فائدہ ہے درحقیقت قدرت کی ہر شے میں بیشمار فوائد ہوتے ہیں۔ خواہ ہم اُن کو معلوم کرسکیں یا نہ کرسکیں، محققین نے ثابت کردیا ہے کہ یہ رنگ نہایت مفید ہیں اور اس دنیا یا صحت کے قائم رکھنے میں بہت مدد دیتے ہیں۔

۷- پھول مکھیوں وغیرہ کو اپنی جانب کیوں کھینچتے ہیں شہد کی مکھی اور دیگر پردار کیڑے کبھی تو پھولوں کی چمک دمک اور اُن کے رنگ روپ پر فریفتہ ہوکر آتے ہیں، مگر بعض اوقات پھولوں کی بو اس قدر تیز اور شیریں ہوتی ہے کہ اُسی کی وجہ وہ اُن پر پہنچ آتے ہیں۔ موتیا۔ چنبیلی۔ سیوتی۔ حنا وغیرہ کے پھولوں سے کیسی لطیف خوشبو نکلتی ہے۔ ان پھولوں کو چمکدار رنگوں کی ضرورت نہیں، کیونکہ اُن کی بو میں اس بلا کی کشش ہے کہ کیڑوں کو اُن کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر سفید اور سیاہی مائل پھولوں کی بو عمدہ اور شیریں ہوتی ہے، برعکس اس کے گل لالہ۔ اور نرگس اور چاندنی کے پھولوں کا رنگ تو شوخ ہوتا ہے مگر بو نہیں ہوتی۔

۸- مختلف پھول مختلف اوقات میں کیوں کھلتے اور بند ہوتے ہیں؟ شوخ رنگ اور تیز بو کے علاوہ کچھ اور تجویزیں بھی ہیں، جن کے ذریعہ سے پھول پردار کیڑوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف پھول مختلف اوقات میں کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ ایک خاص قسم کا پھول طلوع آفتاب کے وقت کھلتا اور غروب آفتاب کے وقت بند ہو جاتا ہے اور اسی لیئے اُس کو "چشم روز" یعنی دن کی آنکھ کہتے ہیں۔ ایک اور پھول جس کو انگریزی میں "پرمروز" (گل نوبہار) کہتے ہیں شام کے وقت کھلتا ہے۔ ترئیوں کے پھول رات کو اُس وقت کھلتے ہیں جب کہ "چشم روز" بند ہو جاتا ہے۔ اگر ہم غروب آفتاب کے وقت ترئیوں کی کیاری کے پاس سے گزریں، تو ایک طرح کی میٹھی میٹھی خوشبو سے ہمارا دماغ معطر ہوجائے گا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پھول خاص قسم کے پروانوں کو اپنی طرف بلا رہے ہیں +

"چشم روز" دن کو کھلتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اُس پر وہی کیڑے آتے ہیں جو دن کو باہر نکلنے والے ہیں۔ جو کیڑے ترئیوں کے پھولوں سے زرگل لیجاتے ہیں، وہ رات ہی کے وقت اُڑتے ہیں، دن کو نہیں نکلتے۔ اگر یہ پھول دن کے وقت کھلا کرتے تو بعض چھوٹے چھوٹے کیڑے جو دن کو باہر نکلتے ہیں اُن کا شہد نکال کر لیجایا کرتے مگر اپنے قد و قامت کی کوتاہی کی وجہ سے گرد گل کی تھیلیوں تک اُن کی رسائی نہوتی اور ایک پھول سے دوسرے پھول میں گرد کا مبادلہ نہ ہو سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ترئیوں کے بیج کمزور رہ جاتے اور اُن کی پیداوار ناقص ہوتی +

۹- "ہنی سکل" کی بو شام کے وقت کیوں تیز ہوتی ہے ایک اور پھول ہوتا ہے جس کو انگریزی میں "ہنی سکل" کہتے ہیں اس لفظ کے معنی ہیں "شہد چوسنے والا"۔ اس کی بو دن میں اتنی تیز نہیں ہوتی جتنی شام کے وقت ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ "بازشا پروانہ" (جو صورت میں باز سے ملتا جلتا ہے) اس پھول کا بڑا شیدا ہے وہ رات کے وقت نکلتا ہے۔ اُس کی تیز بو سونگھکر اُسکی طرف کھنچ آتا ہے۔ اور اپنی لمبی سونڈ سے شہد چوسکر گردگل لے جاتا ہے۔

۱۰- بعض پھول بارش کے وقت کیوں بند ہوجاتے ہیں بعض پھول تو بارش کے وقت اسی لیئے بند ہو جاتے ہیں کہ اُن کی گرد ضایع نہ ہو جائے۔ مگر اکثر شہد والے پھولوں کے بند ہونے کا باعث یہ ہے کہ شہد کے قطرے جو اُن کے اندر ہیں بارش سے ضایع نہ ہوجائیں۔ مثلاً اگر ہم کسی ابر و باراں کے روز "چشم روز" کیطرف نگاہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جوں جوں آسمان تاریک ہوگا یہ پھول بند ہوتے جائیں گے۔ اور جب تک آفتاب طلوع نہ ہو۔ نہ کھلیں گے۔ اس پھول کے بیچ کلی کے اندر شہد کا قطرہ ہوتا ہے۔ اگر وہ بارش کے وقت کھلا رہتا تو اُسکا شہد بارش سے بالکل ضائع ہو جاتا۔ گویا پھول کو اس امر کا علم دیا گیا ہے کہ اُس کو کب کھلنا اور کب بند ہونا چاہیئے +

۱۱- گل سوسن وغیرہ اپنا سر کیوں جھکا لیتے ہیں جن پھولوں کی شکل پیالہ کی مانند ہوتی ہے مثلاً "گل سوسن" یا گل چاندنی وہ اپنے سر کو اکثر نیچے جھکا لیتے ہیں، یہ اس لیئے کہ شہد کی تھیلیاں جو اُن کے درمیان ہیں، محفوظ رہیں۔ اگر ان پھولوں کے پیالے بارش یا شبنم سے پُر ہو جائیں تو شہد پتلا ہو جاتا ہے اور پھر کیڑے اُن کے پاس نہیں پھٹکتے۔

۱۲- پودے اپنے شہد کو غیر مفید کیڑوں سے کیونکر بچاتے ہیں پھولوں کا صرف یہی کام نہیں کہ اپنے شہد کو کیڑوں سے محفوظ رکھیں، بلکہ وہ اس بات کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ وہی کیڑے اُن کے پاس آئیں جو اُن کی گرد دوسرے پودوں پر لیجائیں اور دوسرے پودوں کی گرد اُن کے پاس لے آئیں، چیونٹیاں بھی شہد کو اتنا ہی پسند کرتی ہیں جتنا شہد کی مکھیاں تیتریاں یا دوسرے پردار کیڑے، مگر چیونٹیوں کا جثہ اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ اگر وہ پھول کے اندر داخل ہو جائیں تو شہد کو تو نکال لیتی ہیں، مگر گردگل ایک پودے سے دوسرے پودے تک نہیں پہونچا سکتیں اس لیئے کہ اُن کا ننھا سا بدن گردگل کو نہیں دبا سکتا۔ اور گرد جہاں کی تہاں رہ جاتی ہے۔ اگر اسی طرح چیونٹیاں شہد نکال کر لے جایا کرتیں تو شہد تو خرچ ہو جاتا۔ مگر اُس کے عوض میں پودے کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ پھول اور پودے کی ساخت میں قدرت نے ایسی بیشمار تجویزیں رکھی ہیں جن کے باعث چیونٹیاں اور دوسرے رینگنے والے کیڑے پھول تک نہیں پہنچ سکتے مثلاً پرمروز (گل نوبہار) کی ڈالی پر ننھے ننھے بال ہوتے ہیں اور چیونٹی اُسکی ڈالی پر چڑھکر پھول تک نہیں پہونچ سکتی کیونکہ ان بالوں سے گزرنا چیونٹی کے لیئے ایک

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھکر حق بات کو نہ چھپاؤ

تنقید و تقریظ

ام الالسنہ

یہ عالمانہ اور محققانہ تالیف جو مولوی خواجہ کمال الدین صاحب بی اے کی قابلیت وسعت نظر، تلاش و تحقیق اور ضرورت شناسی کا نتیجہ ہے دراصل اُس ضخیم انگریزی کتاب کے اُردو دیباچہ کے طور پر شایع کی گئی ہے جسے خواجہ صاحب موصوف علم تحقیق السنہ (فلالوجی) پر انگلستان میں رہکر لکھنا چاہتے ہیں۔ اس انگریزی کتاب کے لکھنے سے خواجہ صاحب کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ عربی زبان ام الالسنہ اور الہامی زبان ہے یعنی اُسے دُنیا کی تمام زبانوں کا ماخذ و منبع ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس کتاب کی تالیف کی مذہبی ضرورت کا خواجہ صاحب نے جن الفاظ میں اظہار کیا ہے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ حقانیت قرآن کریم پر مخالفین کی طرف سے ایک اعتراض آیۂ

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ — کسی قوم کا رسول اُس قوم کی زبان میں ہی آیا کرتا ہے۔

کی بنا پر بھی کیا جاتا ہے کیونکہ بزعم مخالفین اس قرآنی اُصول کی رو سے اسلام کی تعلیم ہدایت کا دائرہ غیر عربی زبان بولنے والی اقوام تک وسیع نہ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ قرآن اپنا مخاطب کل اہل دُنیا کو بنا رہا ہے۔ پس خواجہ صاحب کے نزدیک "اگر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے کہ عربی زبان کل زبانوں کی ماخذ ہے تو پھر کل اقوام عالم کی زبانیں عربی یا عربی کی کوئی بگڑی ہوئی صورت ٹھہر جاتی ہیں، اور اس طرح قرآن کریم گویا اُس زبان میں نازل ہوا ہے جو اپنی اصلی شکل و صورت میں کل انسانوں کی مشترک زبان ہے"۔ اگرچہ ہم خواجہ صاحب کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں کہ رفع اعتراض بالا کے لیئے عربی کا ام الالسنہ ثابت ہونا ضروری ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اگر خواجہ صاحب کو اپنے نیک اور مہتم بالشان مقصد میں کامیابی ہوگئی اور ہمیں اُمید ہے کہ ضرور ہوگی، تو قرآن پاک کی صداقت و حقانیت کے ثبوت میں مسلمانوں کے پاس ایک اور ایسی روشن و مضبوط دلیل ہو جائے گی جسکو مغرب کے منصفت شعار محققین خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ قطع نظر اس مذہبی نفع کے عربی کے ام الالسنہ ثابت ہونے سے زبان عربی کی تحصیل میں جو مسلمانوں کی قومی، مذہبی و علمی عزیز ترین زبان ہے، بہت سی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اور لوگوں کو اُس کے سیکھنے کی رغبت ہوگی۔ اس لیئے خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ علمی کوشش نہ صرف مذہبی بلکہ تمدنی اور سیاسی اعتبار سے بھی نہایت قابل قدر ہے اور ہر ایک مسلمان کا جسے عربی زبان سے واقفیت اور تحقیق السنہ سے دلچسپی ہے فرض ہے کہ وہ اس مہتم بالشان اور مشکل کام میں خواجہ صاحب کی مدد کرے۔ ام الالسنہ میں جو تالیف ہونیوالی ضخیم انگریزی کتاب کا دیباچہ ہے خواجہ صاحب نے اپنی تحقیق کا جو نمونہ درج کیا ہے وہ صرف انگریزی زبان تک محدود ہے، اور انگریزی کے بھی صرف پانسو الفاظ کی تعلق یہ بتایا گیا ہے کہ ان کا ماخذ عربی ہے لیکن ایک مبصر اس مختصر دیباچہ اور سرسری نمونہ کو دیکھکر بآسانی فیصلہ کر سکتا ہے کہ خواجہ صاحب کا دعویٰ عربی کے ام الالسنہ ہونے کے متعلق بہت کچھ واقعیت پر مبنی ہے اور اس کا ثبوت ناممکن نہیں ہے مغرب کے ماہرین علم السنہ کی تحقیق کا جو نمونہ دکھایا گیا ہے اُس کی مقابلہ میں خواجہ صاحب کی تحقیق زیادہ قرین قیاس اور قابل اعتماد ہے مغربی محققین کی تحقیق پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو زبانوں کو ہم مخرج قرار دینے میں ایسی بعید از قیاس تاویلات سے کام لیتے ہیں کہ اگر اسی قسم کی تاویلات سے خواجہ صاحب بھی کام لینے لگیں تو انہیں عربی زبان کے ام الالسنہ ثابت کرنے میں کچھ زیادہ وقت نہ اُٹھانی پڑے۔ مگر ہمیں مسرت ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مدعا کے ثبوت میں بجائے رکیک تاویلات کے ایسے وزنی اور شافی دلائل پیش کیئے ہیں کہ جن کے تسلیم کرنے سے کسی اہل انصاف کو مفر نہیں ہو سکتا۔ امید ہے کہ قابل مسلمان رسالہ ام الالسنہ دیکھکر بہت محظوظ ہونگے۔ ہمارے خیال میں اگر خواجہ کمال الدین صاحب اس اہم کوشش میں اپنے ساتھ آنریبل مولنا سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائیکورٹ الہ آباد و مصنف فقہ اللسان کو بھی شریک کریں تو غالباً انھیں مولنا جیسا موصوف سے بڑی مدد ملیگی۔ ام الالسنہ نہایت اعلیٰ درجہ کی ولایتی کاغذ پر بہت عمدہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۰ / لکھائی چھپائی کے لحاظ سے بہت مناسب ہے۔ منیجر صاحب رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا لاہور سے طلب کیجیئے +

حقایق الاسلام

خوشی کی بات ہے کہ جدید تعلیمیافتہ مسلمان بھی حمایت مذہب کے لیئے اپنی قلمی کوششوں کی ضرورت کو کسی قدر محسوس کرنے لگے ہیں، اور جو دماغ و قلم ہمیشہ مؤکلوں کی کامیابی کی تدابیر سوچنے یا مقدمات کے فیصلے لکھنے میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے وہ اب عملی طور پر یہ ثابت کرنے لگے ہیں کہ کوئی فرض مذہب کا بھی ان کے ذمہ ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں کتاب "حقایق الاسلام" پیش کی جا سکتی ہے جو مولوی مفتی انوار الحق صاحب ایم۔ اے منشی فاضل ڈائرکٹر تعلیمات ریاست بھوپال نے تصنیف کی ہے اور از راہ عنایت ہمیں ریویو کے لیئے عنایت فرمائی ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مذہب اسلام کی خصوصیات و برکات کو بیان کرنے اور اُس کے چہرے سے ان بد نما داغوں کو دور کرنے کے لیئے لکھی گئی ہے جو

وہ دشمنوں کی نکتہ چینیوں یا نادان دوستوں کی غیر مآل اندیشیوں نے اسپر لگادیے ہیں اس کتاب کو تین حصے ہیں' پہلے حصہ میں عقائد پر بحث کی گئی ہے' دوسرے حصہ میں عبادات و معاملات پر اور تیسرے حصہ میں مختلف متفرق مضامین پر۔ حقایق الاسلام کو ہمنے نہایت دلچسپی سے پڑھا' واقعی یہ کتاب قابلیت اور کوشش سے لکھی گئی ہے۔ پیرایۂ بیان دلچسپ زبان شستہ اور طرز استدلال سلجھا ہوا ہے' نئی زمانہ جو شکوک اور شبہات جدید صحبت کے اثر سے مذہب کے متعلق مسلمانوں کو پیدا ہوتے ہیں یا جو اعتراضات بعض غلط فہمیوں کی بنا پر مخالفین کی جانب سے اسلام پر کیے جاتے ہیں' اس کتاب کے مطالعہ سے وہ بہت کچھ رفع ہو سکتے ہیں' اور اسلام کے محاسن و برکات ایک منصف مزاج اور صالح الطبع شخص کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکتے اس لیئے ہمارا خیال ہے کہ حقایق الاسلام سے مذہبی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو خصوصیت سے مستفید ہونے کی ضرورت ہے' ہم مفتی انوار الحق صاحب کو اس مفید کتاب کے لکھنے پر مبارکباد دیتے ہیں' امید ہے کہ ان کی آیندہ تصانیف قوم و ملت کے حق میں اور زیادہ مفید ثابت ہونگی۔ آخر میں ہم یہ ظاہر کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ گو حقایق الاسلام فی نفسہٖ قابل قدر اور لایق تعریف ہے لیکن اسمیں کوئی ایسی مہتم بالشان خصوصیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی جو اسی قسم کی دوسری تصانیف سے اُسے ممتاز کرتی حقایق الاسلام کی ضخامت ۲۷۶ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ کا۔ تقطیع ۲۲×۱۸ ہے۔ گو قیمت دو روپیہ کسی قدر زیادہ ہے۔ مصنف صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

سفرنامہ حرمین الشریفین بالتصویر

یہ گرانقدر سفرنامہ جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور جس کے مطالعہ نے ہمیں بیحد مسرور و محظوظ کیا ہے اسکی نسبت ہم بلا تردد و تامل یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر مغرب کا کوئی تجربہ کار محقق اسے لکھتا تو وہ بھی خان بہادر حاجی عبدالرحیم صاحب نقشبندی۔ اکسٹرا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا سے زیادہ اسے مجموعی طور پر مفید و دلچسپ نہ بنا سکتا۔ یہ سفرنامہ بڑی تقطیع کے پورے ۴۰۰ صفحوں پر تمام ہوا ہے اور اسقدر دلچسپ ہے کہ ایک مرتبہ شروع کرکے پھر ختم کیئے بغیر اُسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ حاجی صاحب ممدوح نے اپنے مبارک سفر کی پوری سرگزشت کو اس قدر تفصیل سے قلمبند کیا ہے کہ اب تک کسی سفرنامہ میں ایسی دلچسپ کارآمد تفصیل ہماری نظر سے نہیں گزری۔ سفرنامہ کے ہر ایک مضمون میں حاجی صاحب کی دینداری اور خلوص کی جھلک ایسی صاف نظر آتی ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر خاص اثر پڑتا ہے اور بعض اوقات وہ زیارت حرمین شریفین کے شوق میں بے چین ہو جاتا ہے۔ حاجی صاحب نے حتی الامکان اسکا بھی اہتمام کیا ہے کہ ان کے سفرنامہ میں جو واقعات لکھے جائیں وہ ان کے ذاتی تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوں۔ اسلیئے مقابلہ اور سفرناموں کے یہ سفرنامہ زیادہ قابل اعتماد ہے۔ استنباط نتایج اور قیاسات قایم کرنے میں حاجی صاحب نے حسن ظن یا سوءِ ظن کو دخل نہیں دیا اور بلا کسی رو رعایت کے جو بات ان کی سمجھ میں آئی اُسے اماکن مقدسہ کی بہتری اور مسلمانوں کے نفع کے لیئے ظاہر کر دیا ہے تاریخی واقعات اور جغرافیائی حالات کو حسب ضرورت ذکر کر دینے سے سفرنامہ کی معنوی دلچسپی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اس سفرنامہ کا نام اگرچہ "سفرنامہ حرمین الشریفین" ہے لیکن اس کے تیسرے حصہ میں شام۔ بیت المقدس اور مصر کی سیاحت کے دلچسپ حالات بھی درج ہیں اس لیئے تمام اماکن مقدسہ اسلامیہ کے متعلق مفصل معلومات اس کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس سفرنامہ کی پرکشش خوبیوں میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے ساتھ اکتیس فوٹو کی تصویریں بھی شامل ہیں جو اعلےٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی ہیں ان میں سے بعض تصویریں بالکل نئی اور نہایت موثر ہیں' الغرض ہر اعتبار سے یہ سفرنامہ نہایت کارآمد دلچسپ' کارآمد اور خوشنما ہے۔ ہمارے خیال میں ہر پڑھے لکھے اور ذی استطاعت مسلمان کو اس کا ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہیئے' جو لوگ حرمین شریفین کی زیارت کا قصد رکھتے ہیں اُن کے لیئے تو اس سفرنامہ کا ہر وقت مطالعہ میں رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کی رہنمائی سے اُن کو بڑی مدد ملے گی۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ وغیرہ نہایت پاکیزہ ہے۔ قیمت تین روپئے ہے۔ حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب لشکر بنگلور سے مل سکتا ہے۔

ابن مسلم

حسن حسنہ کے رو کھے پھیکے مذاق کی وجہ سے ہمارے پاس اُردو کے جدید ناول ریویو کیلئے بہت کم آتے ہیں اور ہمیں اُردو لٹریچر کے اس شعبہ کی ترقیات سے واقف ہونیکا موقع کم ملتا ہے اس لیئے کسی نو تصنیف ناول کے متعلق ہماری بے لاگ اور منصفانہ رائے زنی پر بھی یہ اعتماد نہیں ہو سکتا کہ ہماری رائے ناول زیر نظر سے زیادہ قابلیت سے لکھے ہوئے کسی ناول کے مصنف کی جائز دلشکنی اور واجبی ناراضی کا باعث نہ ہوگی۔ لہذا ہمنے مولوی سلطان حیدر صاحب جوش کے ناول ابن مسلم کی نسبت جو خیالات ذیل میں ظاہر کیئے ہیں اُن میں جس قدر حصہ اضافی خوبیوں کا ہے وہ اگرچہ ہماری محدود واقفیت اور علم و یقین کی رو سے بالکل صحیح ہے مگر ممکن ہے کہ وسیع تر نظروں کو اس میں کچھ زیادتی یا کمی معلوم ہو ایسی صورت میں ہمیں امید ہے کہ مذکورہ بالا معذرت ہماری برئت کے لیئے کافی ہوگی۔

ناول کا لفظ بعض دیندار اور متشتین کانوں کو اس قدر کریہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ابن مسلم کے لیے اس کا استعمال پسند نہ کرتے' مگر اس خیال سے مجبوراً اسے استعمال کرنا پڑتا ہے کہ ابن مسلم ناول ہے اور جب ناول ایسے بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ ابن مسلم ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ناولوں کے خلاف اُس عام بدگمانی کو رفع کرنے کی کوشش کریں جو بعض طبقوں میں موجود ہے' واقعی ہماری بدقسمتی سے اُردو میں اکثر ناول ایسے ہی لکھے گئے ہیں جن کے اثر صحبت سے بچنا اور بچانا قومی مفاد کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔ لیکن ابن مسلم بالکل ان کے برعکس ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ناول بینی کا مذاق نہ رکھنے والوں سے بھی اس کے مطالعہ کی سفارش کی جائے حقیقت امر یہ ہے کہ ہماری نظر سے اب تک کوئی ناول ایسا نہیں گزرا جو ابن مسلم کی طرح اپنے مختلف النوع اثر اندازیوں سے ہمارے دل و دماغ کو اس قدر متاثر و محظوظ کرتا۔ زبان کی لطافت و نفاست طرز بیان و استدلال کی خوش اسلوبی' خیالات کی بلند پروازی و پاکیزگی' واقعات و مکالمات نگاری میں جذبات انسانی اور قوانین فطرت کی پابندی' حسن قدرت کے مناظر کی دلآویز نقاشی تسلسل قصہ کی غیر معمولی اور صبر آزما دلچسپی' فلسفیانہ حقایق اور مسائل سیاست کی برمحل اور مناسب وقت توضیح۔ علمی اور اصلاحی اشارات کی دوررس دیدہ نظری۔ انقلابات ایام کی سبق آموز و عبرت انگیزی۔ اور سب سے بڑھکر ناول کے سچے مسلمان ہیرو اور اُسکی پاکباز و شریف النفس محبوبہ کے بے نظیر کیرکٹر کی دلربائی۔ اس قسم کی بہت سی کششوں کا ایک ہی وقت میں کسی سلیم المذاق اور نکتہ رس طبیعت کی توجہ واحد کو اپنی طرف کھینچنا ابن مسلم کی

ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کے لیئے حواس خمسۂ ظاہری و باطنی کو مجبوراً ہمہ تن وقف ہو جانا پڑتا ہے۔ اور پھر بھی بعض اوقات ایک ایک مضمون کو دو دو تین تین دفعہ پڑھے بغیر چین نہیں پڑتا۔ اس دلکش ناول کا ہیرو عبدالرحمٰن بن سلم ایک سچا اور پکا مسلمان ہے جو سخت ترین مواقع زلل اور حیوانی جذبات کے محرک اثرات کے بیچ میں غیر معمولی مذہبی تاثر کی جراٴت سے ثابت قدم و پاکباز رہتا ہے اور اپنے پاک مذہب کی نشر و توسیع کے لیئے ترغیبات محبت اور کشش ہائے حسن کی ذرہ برابر پروا نہ کرنے میں دنیا کے سامنے اسلام کے روحانی اثر اور اخلاقی حکومت کا ایک ایسا برگزیدہ عملی نمونہ پیش کرتا ہے جسے دیکھکر قرون اولیٰ کی درباریوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اور مرد حرز اسلام کا اصلی راز کھلنے لگتا ہے۔ شیریں عبدالرحمٰن کی شریف النفس محبوبہ بھی باوجود ستارہ پرست ہونے کے پاکبازی و پرہیزگاری میں عبدالرحمٰن سے کچھ کم نہیں ہے اور دونوں ملکر پاک انسانی محبت کی ایک ایسی دلگداز شمع روشن کرتے ہیں جس کی روشنی غورک (عبدالرحمٰن کا رقیب) جیسے جھوٹے دعوے داران محبت کی حقیقت کو ظاہر کرکے انھیں انجام کار رسوا اور خراب کرتی ہے۔

کاش ہمارے وہ نوجوان جو ہر وقت حسن و عشق کے نشہ میں مست اور حیوانی جذبات کے تحریک دینے میں مصروف رہتے ہیں ابن سلم منگا کر پڑھیں اور بطور خود یہ فیصلہ کریں کہ سچی اور پاک محبت میں زیادہ لذت ہے یا جھوٹی اور ناپاک محبت میں۔ امید ہے کہ ناظرین اسوۂ حسنہ اس مفید دلچسپ ناول کو خرید کر اس کے قابل مصنف کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ ابن سلم کی لکھائی چھپائی اور اسکا کاغذ عمدہ ہے ضخامت ۲۸۸ صفحے۔ قیمت صرف ۱۲؍ مولوی سلطان حیدر صاحب جوش نائب تحصیلدار رسولپور نو (اودھ) سے طلب کیجیئے۔

ملفوظات ناظر

یہ بانوے (۹۲) صفحے کا دلچسپ رسالہ پیسہ اخبار کے مشہور معاون خصوصی حضرت ناظر کے متانت آمیز ظریفانہ مضامین نثر و نظم کا مجموعہ ہے جو خاص طور پر ان حضرات کی تفریح طبع کے لیئے شایع کیا گیا ہے جن میں کسی وجہ سے ہمدرد مرحوم کے ملفوظات حاجی بغلول سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اصولاً ہم اس قسم کے مضامین کی اشاعت کو جن سے مسلمانوں میں باہمی رنجشوں اور بدگمانیوں کے بڑھنے کا اندیشہ ہو قوم و ملت کے حق میں مفید نہیں سمجھتے اور احرار مستبدین کو باہم دست و گریبان دیکھکر ہمیں تکلیف ہوتی ہے، تاہم حضرت ناظر کو سنجیدہ خیالات اور پرلطف ادبیت کی داد نہ دینا بھی ہمارے روش کے خلاف ہے خصوصاً جبکہ ہمیں حضرت ناظر کی نیک نیتی اور قومی ہمدردی کا یقین ہے۔ حضرت ناظر کو بھی موجودہ قلم کشان اردو میں اپنی جودت طبع اور پرلطف تحریرات کی وجہ سے خاص امتیاز حاصل ہے۔ پیسہ اخبار کی معصومیت اور ہمدرد و زمیندار کی دراز دستی سے متاثر ہو کر آپ نے جو مضامین تحریر فرمائے ہیں وہ باوجودیکہ شروع سے آخر تک ناتلاء رنگ اور رقیبانہ جذبہ میں ڈوبے ہوئے ہیں، لیکن آپ کے زور قلم اور لطف تخیل نے ان میں ایسی کشش و دلچسپی پیدا کر دی ہے کہ مخالفین کو بھی خواہ مخواہ تعریف ہی کرنی پڑتی ہے، اگرچہ حضرت ناظر نے بعض تلخ حقیقتوں کے اظہار کیلیئے اصول اصلاح کے خلاف پیرایۂ بیان بھی تلخ ہی اختیار کیا ہے۔ لیکن اکثر اوقات یہ تلخی زبان گوش و نظر کو خوشگوار معلوم ہوتی ہے، اس لیئے ایسے مضامین کا کتابی صورت میں شایع ہونا کم از کم اس لحاظ سے تو ضرور مفید سمجھا جائے گا کہ اسکی اشاعت سے اردو کے سرمایۂ ادب میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے۔ ملفوظات ناظر $\frac{22\times18}{8}$ کی تقطیع پر اوسط درجہ کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کے ساتھ شایع ہوئی ہے قیمت چھ آنے ہے۔ اردو نثر و نظم کا ذوق رکھنے والے اس عجیب مجموعہ کے مطالعہ سے یقیناً مسرور ہونگے۔ ملنے کا پتہ۔ منشی محمد صادق حسین صاحب زبیری منیجر صادق بکڈپو نجیبی حیدر نگر میرٹھ ہے۔

ذکر الحبیب و ذکر جمیل

مقتضیات زمانہ نے مروجہ رسائل میلاد کے قابل ترمیم و اصلاح ہونیکا احساس بھی بعض ضرورت شناس طبیعتوں میں پیدا کیا ہے اور بہی خواہان قوم و ملت محافل متبرکہ میلاد شریف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اثر خیز و مفید تر نتائج حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ غالباً اسی مقصد کی تحریک سے جناب مولوی حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی رئیس ضلع علی گڈھ نے ذکر الحبیب اور ذکر جمیل نامی دو رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔ جو اگرچہ قابل مؤلف کی علمی شخصیت کے شایان شان نہیں ہیں تاہم جسقدر رسائل فی زمانہ مجالس میلاد شریف میں عموماً پڑھے جاتے ہیں ان سے بہت بہتر ہیں، ان رسالوں میں سلاست زبان اور دلچسپی بیان کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی موثر انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور سیرۃ مطہرہ نبی کریم کے ان پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے جو متوسط قابلیت کے مسلمانوں کے دلوں میں محبت و عظمت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو راسخ کرنے میں نہایت مفید ثابت ہونگے ان رسالوں پر قیمت درج نہیں ہے غالباً مولف صاحب کی خدمت میں درخواست کرنے سے مفت مل سکتے ہیں۔

مجموعۂ خطب خاندان عزیزیہ

ہندوستان کی مساجد میں عموماً جمعہ اور عیدین کے خطبے عربی میں پڑھے جاتے ہیں لاکن سامعین میں ۹۹ فیصدی عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں جو ان عربی خطبوں سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتے اسلیئے حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور کی یہ کوشش قدر و ستایش کی قابل ہے کہ آپ مشہور علماء اسلام کے عربی خطبوں کے اردو ترجمے شایع کر رہے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ایک جدید مجموعۂ خطب ہم کو ابھی حال میں ہمیں بغرض ریویو عنایت فرمایا ہے اس مجموعہ میں زیادہ تر خاندان حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تصنیف کردہ خطبے درج کیے گئے ہیں، چند خطبے مولوی قاضی محمد سلیمان صاحب سشن جج ریاست پٹیالہ کے بھی ہیں، ان خطبوں کا ترجمہ مولوی عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی نے سلیس اردو میں نظم کیا ہے، ترجمہ بہت اچھا اور قابل داد ہے ہمیں امید ہے کہ جب خطیب ان خطبوں کے ترجمہ کو منبر پر پڑھیگا تو دیندار سامعین کی طبیعتیں اس سے بہت متاثر ہونگی۔ عربی خطبے جو اس میں درج ہیں ان سب پر اعراب لگے ہوئے ہیں اور غلطیاں کم ہیں کاغذ نہایت عمدہ ہے اور لکھائی چھپائی بھی بری نہیں۔ ۸۰ صفحہ کی ضخامت اور $\frac{26\times20}{8}$ تقطیع ہے قیمت ۱۰ ؍ بہت کم ہے۔ ملنے کا پتہ۔ کے حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب۔ لشکر بنگلور

آئینہ قیامت

نور ایمان

شمایم امدادیہ

قابل دید ہے۔ قیمت

فرایض والدین

تذکرہ غوثیہ

مسائل الصلوٰۃ

الانام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تالیفات وتصنیفات [illegible] احسان اللہ عباسی

[illegible]

[illegible]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ ،
حسنِ سیرت و معاشرت کا رُوحانی خطیب۔ اخلاقی و
تمدنی امراض کا مذہبی معالج۔ مسلمان مردوں کا رہبر۔ عورتوں کا
معلم۔ بچوں کا اتالیق۔ مفید اصلاحی مضامین کا دلکش مجموعہ
ہر شمسی مہینے کی پہلی تاریخ کو شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک
قسم اول + قسم دوم
قیمت فی پرچہ

محال ست سعدی کہ راہِ صفا + تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسوۂ حسنہ کیا چاہتا ہے؟

[illegible] ... إِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

قواعد و ضوابط

(۱) اسوۂ حسنہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو (ان شاء اللہ) شائع ہوا کرے گا۔ اگر کسی صاحب کے پاس [illegible] کوئی پرچہ نہ پہونچے تو [illegible]
(۲) اسوۂ حسنہ دو قسم کے کاغذوں پر چھپتا ہے۔ قسم اول کے پرچہ کی سالانہ قیمت [illegible] اور قسم دوم کے پرچہ کی [illegible] (۳) جو حضرات [illegible] اسوۂ حسنہ کی سالانہ قیمت مبلغ [illegible] روپیہ یا اس سے زائد عطا فرمائیں گے وہ معاونِ خاص سمجھے جائیں گے ان کے اسمائے گرامی اسوۂ حسنہ میں شائع ہوا کریں گے [illegible] حضرات کے لئے اسوۂ حسنہ کی معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائے گی (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی اطلاع [illegible] نہیں پہونچے گی تو [illegible] سال کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے [illegible] (۵) اسوۂ حسنہ کا نمونہ [illegible] (۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے [illegible] نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے [illegible] (۷) اسوۂ حسنہ میں اشتہارات [illegible]

مضمون نگاروں کیلئے

اسوۂ حسنہ کے علمی معاونین کو مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہئے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول [illegible] کا حوالہ [illegible] (۳) ایسے مضامین اسوۂ حسنہ کے لئے نہ بھیجیں جو غیر ضروری [illegible] ہوں یا اسوۂ حسنہ کے مقاصد کے صراحۃً یا کنایۃً منافی ہوں [illegible] (۴) اگر مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شائع ہو چکا ہو یا شائع ہونے کیلئے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو [illegible] (۵) مضمون لکھنے سے قبل اسوۂ حسنہ کے مقاصد کا پڑھ لینا ضروری ہے [illegible] (۶) [illegible] (۷) طویل اور غیر دلچسپ مضامین [illegible] اسوۂ حسنہ کے لئے نہ بھیجے جائیں [illegible] (۸) [illegible] اسوۂ حسنہ میں نہایت شوق سے شائع کی جائیں گی۔

مینیجر

ضروری اطلاع

رسالہ راز و نیاز میرٹھ کا پہلا پرچہ درویش جنتری کی شکل میں شایع ہوگا اور درویش جنتری کو اسی رسالہ کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے ختم کر دیا جائیگا پس جو صاحب رسالہ راز و نیاز کی ششماہی یا سالانہ خریداری منظور فرمایئں گے انہیں درویش جنتری کی علحدہ قیمت ادا کرنی نہیں پڑے گی ہر سال رسالہ راز و نیاز کے گیارہ پرچے ماہوار رسالہ کی صورت میں شایع ہوا کریں گے اور سال کا آخری یعنی بارہواں پرچہ درویش جنتری کی شکل میں۔ راز و نیاز کی سالانہ قیمت عہ ششماہی ۱۲ ار سہ ماہی ۷ ر ہے اس لیئے صرف سات آنے خرچ کرکے آپ درویش جنتری ۱۹۱۷ء اور راز و نیاز کے دو پرچوں کی زیارت کر سکتے ہیں +

الحمد للہ کہ درویش جنتری ۱۹۱۷ء بھی جسکی زیارت کیلئے ہزاروں مسلمانوں کی نظریں بیچین ہیں مرتب ہوکر پریس میں چلی گئی اور امید ہے کہ اخیر دسمبر ۱۹۱۶ء تک شایع ہوجائیگی جن حضرات نے سال حال کی جنتری ملاحظہ فرمائی ہے وہ امید ہے کہ سال آیندہ کی جنتری دیکھکر اور زیادہ محظوظ ہوں گے۔ درویش جنتری ۱۹۱۷ء کی حسب ذیل خصوصیتیں اس قابل ہیں کہ یہ بیش بہا جنتری ہر پڑھے لکھے مسلمان کے گھر میں موجود ہو :-

ایک ہزار سے زائد بزرگان دین کے وصال کی تاریخیں ۱۹۱۷ء کے لیئے پنجگانہ نماز اور سحر و افطار کے صحیح اور معتبر اوقات۔ ہر اسلامی مہینے کے لیئے نہایت ضروری اور واجب العمل ہدایتیں، سلوک و تصوف کے اسرار و حقایق، نہایت ضروری و کارآمد شرعی مسائل۔ اولیاء اللہ کے متبرک اقوال و ملفوظات، خاصان خدا کی دلسوز حکایات۔ عبرت انگیز تاریخی واقعات۔ دلچسپ۔ البیلے اور دلکش مضامین۔ دُنیاوی اُمور کے متعلق دلچسپ و کارآمد معلومات۔ مشہور اطباء کے مجرب نسخے۔ موجودہ علماء و مشایخ کی فہرست۔ مذہبی اور اصلاحی ظرافت۔ نعتیہ اشعار۔ متبرک مقامات کے نقشے "الغرض اسی قسم کی اور بہت سی تحریری دلچسپیاں ہیں جن سے ہر ایک مسلمان کی روح کو فرحت اور انہیں دین و دنیا کے کاموں میں بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان بھر میں درویش جنتری ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی سرپرستی میں شایع ہوتی ہے۔ اور اس کے لیئے کئی مضمون خود خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ اس لیئے ناظرین کا فرض ہے کہ وہ ۱۹۱۷ء کی درویش جنتری کے لیئے جہاں تک جلد ممکن ہو خریداری کی درخواست بھیجدیں تاکہ سال گزشتہ کی طرح انہیں مایوس نہ ہونا پڑے۔ درویش جنتری کی قیمت علاوہ محصول صرف ۳ ر ہے۔ مگر رسالہ راز و نیاز میرٹھ کے خریداروں سے اس جنتری کی علحدہ قیمت نہیں لی جائیگی۔ بلکہ اس کے سالانہ یا ششماہی یا سہ ماہی چندہ میں محسوب ہوجائے گی اس لیئے جو حضرات جنتری کے ساتھ رسالہ "راز و نیاز میرٹھ" بھی خریدنا چاہیں وہ سالانہ قیمت عہ یا ششماہی قیمت ۱۲ ار یا سہ ماہی قیمت ۷ ر بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا ہمیں وی۔ پی کرنے کی اجازت دیں جو صاحب محض جنتری خریدنا چاہیں وہ ساڑھے تین آنے کے ٹکٹ بھیجیں۔ ایک جنتری وی۔ پی نہیں کی جائے گی +

"تاجروں سے رعایت

درویش جنتری کی قیمت میں تاجروں کے لیئے خاص رعایت کی جائیگی۔ تاجرانہ قیمتیں خط و کتابت سے طے ہو سکتی ہیں

المشتہر

مینجر رسالہ "راز و نیاز" و درویش جنتری میرٹھ

رسالۂ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ لغایت ۴ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۵ھ

جلد (۴) | نمبر (۲۸)

فہرست مضامین

اشتات

معارف القرآن

مذاکرہ و مناظرہ

تذکرۃ السلف

اصلاح الاخلاق والاعمال

علم و ادب

حکمۃ و موعظۃ

تنقید و تقریظ

اشتہارات

عصر جدید پریس میرٹھ

میں عربی، فارسی، اردو اور ناگری ہر قسم کی چھپائی نہایت
عمدہ ہوتی ہے تمام کارکن اپنے اپنے کام میں تجربہ کار اور ہوشیار
ہیں کام وعدے پر چھاپکر دیدیا جاتا ہے اور اجرت مناسب لیجاتی
ہے نقاشی کا کام بھی قابل دید ہو سکتا ہے۔ منونتاً کچھ کام آپ
بھی چھپواکر ملاحظہ فرمائیے ✦ منیجر عصر جدید پریس کیمپ میرٹھ

مفت مفت مفت

مجموعۂ اقوال زرین

اس رسالہ میں ہر مذہب و ملت کے رہنماؤں، ریفارمروں اور مشرق و مغرب کے مشہور و معروف
عقلا و فضلا کے زرین اقوال جمع کیے گئے ہیں جن کا مطالعہ ہر انسان کے لیے مفید و ضروری ہے
اسکے ساتھ ہی قابل قدر ولایتی دیدہ زیب کتب و رکانپور کے چرمی سامان مثل زین۔ ساز۔ ہر قسم کے جوتے
اور عمدہ ولایتی اعتماد گھڑیوں کی باتصویر فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔ صرف ایک کارڈ لکھکر بھید
مفت طلب فرمائیے (رسالہ ہذا ابھی زیر طبع ہے) اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر کیجئے ✦
المشتھر منیجر اخبار البریہ سپلائی اسٹور محلہ بیکن گنج کانپور

مسلم ٹیچرز کانفرنس برما

ملک برما کے مسلمان استادوں کی یہ انجمن جناب حاجی محمود صاحب بن حاجی یوسف بھائی میاں کے مبارک
ہاتھوں سے قائم ہو چکی ہے جس کے ممبر مستعدی سے ہفتہ وار مضامین لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ ہندوستان
کے مقتدر رسالوں کے منیجر صاحبان کو ایک ایک نمونہ انجمن کے دفتر میں بھیجنا چاہیے۔ جو حضرات
نمونہ کے پرچے کی قیمت وصول کرتے ہیں وہ بے تکلف وی پی بھیج سکتے ہیں۔ ایسے حضرات جنکے
گلدستے پرانی روش کی غزلوں سے بھرپور ہوں ان سے پرچے بھیجنے کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کیونکہ یہاں
صرف علمی۔ اخلاقی اور ادبی پرچوں کی ضرورت ہے خواہ وہ اردو میں ہوں یا انگریزی میں ✦
المعلن نذیر احمد خجندی پریسیڈنٹ مسلم ٹیچرز کانفرنس برما مانڈلے

روزانہ ہمدم

جو

جنت آرا ہند صوبۂ اودھ کے قدیم دار الصدر اور زبان اردو کے ایک عظیم الشان مرکز لکھنؤ سے نظر
افروز شائقین ہوتا ہے اس پرچہ کیلئے سرمایہ کی بہم رسانی کا انتظام ایسے اصحاب نے کیا ہے جو اپنے قانونی
پیشہ یا آبائی وراثت کی بدولت تجارتی حوصلہ مندی کی ضرورت سے بفضل خدا مستغنی ہیں اور محض ہمدردی
قوم و خدمت ملک کے جذبات اور وقت کی ضرورتوں کا احساس انہیں اس زمانہ میں جو اخبارات کیلئے
بالخصوص تاریک پایا جاتا ہے معقول سرمایہ اور قیمتی وقت اس کوشش میں لگانے کا محرک ہوا ہے۔
انہوں نے اخبار کی ایڈیٹری اور انتظام تجربہ کار ہاتھوں میں دے دیا ہے اور ممتاز وقائع نگاروں انشا
پردازوں اور ماہرین سیاست سے مسلسل قلمی امداد ملنے کا بندوبست کیا ہے۔ روزانہ ہمدم جملہ
اخباری لوازم کو بطریق احسن پورا کرنے اور اپنے پرچہ کو ہر طبقہ و فرقہ کے لیے دلچسپ و فائدہ مند
بنانے کے علاوہ سیاسی، تعلیمی، تمدنی، اقتصادی و کاروباری لائنوں میں ملک و اہل ملک کی ترقی
کیلئے مفید و سہل العمل مشورے پیش کرے گا آبادی کے مختلف فرقوں اور جماعتوں میں حقیقی طور کے
روابط اتحاد کو مستحکم کرنا اسکا نصب العین ہوگا اور بالخصوص اہل اسلام کو جادۂ مستقیم پر لانے
اور دین و دنیا کی باہمدگر لازم و ملزوم فرائض پر لانے کی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیگا نمونہ کا پرچہ
ضرور منگا کر دیکھئے اور خریداری، ایجنسی، اشتہارات وغیرہ کے متعلق ذیل کے پتہ سے خط و کتابت کیجئے۔
منیجر روزانہ ہمدم نمبر ۲ لاٹوش روڈ لکھنؤ

ظل السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہیں تو ظل السلطان
کو ملاحظہ فرمائیے جو ماہانہ بھوپال سے شایع ہوتا ہے صرف (تین روپیہ) سالانہ
قیمت ہے اس میں زمانہ دلچسپیوں و اصلاح تمدن و معاشرت اور تعلیم نسواں کے متعلق اعلیٰ
مضامین شایع ہوتے ہیں ور تین سال کے عرصہ میں جس قدر زنانہ تعلیم کا مواد اس رسالہ نے
فراہم کیا ہے اردو میں اسکی نظیر نہیں۔ نمونہ کا پرچہ چار آنہ میں مل سکتا ہے مضمون نگاروں کو
معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ اس کے ذخیرہ میں اعلیٰ مرتبت خواتین کی
نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں۔ خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال
اور بیگم صاحبہ جنجیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہیں۔ فہرست آدھ آنہ کا ٹکٹ
آنے پر بھیجی جاتی ہے ✦
منیجر ظل السلطان بھوپال

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوۂ حسنہ

اشتات

دیباچہ

خدا تعالیٰ کی توفیق و تائید سے علامہ عبدہ کی تفسیر الفاتحہ کا ترجمہ اس پرچہ میں ختم ہوگیا۔ انشاء اللہ کسی آیندہ رسالہ سے پارۂ "عم یتساءلون" کی تفسیر کا ترجمہ شروع کیا جائے گا تاکہ لوگ اُن چھوٹی چھوٹی سورتوں کے مطالب معانی سے واقف ہوجائیں جو عام طور پر نماز وغیرہ میں پڑھی اور بچوں کو پڑھائی جاتی ہیں۔ اور فاضل متبحر علامہ عبدہ رحمۃ اللہ نے جن حقایق و رموز قرآنی کو ان مختصر سورتوں کی تفسیر میں اپنے بلیغ انداز سے بیان فرمایا ہے۔ ان کے مطالعہ سے مسلمانان ہند میں فہم قرآن کی بصیرت پیدا ہو۔ امید ہے کہ تفسیر پارۂ عم کا ترجمہ بھی باوجود نہایت مختصر و بلیغ ہونے کے سلیم المذاق اصحاب کو بہت کچھ محظوظ کرے گا۔ اور مسلمانوں کی ترقی دارین میں سودمند ثابت ہوگا ۔

مولوی محمود علی صاحب پروفیسر کیونگ بھٹلہ کالج کے گرانقدر مضمون کا بقیہ اس پرچہ میں چھپا ہے۔ جس کے مطالعہ کی ہم پھر اپنے محترم ناظرین سے خاص طور پر سفارش کرتے ہیں اور مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں مستدعی ہیں کہ وہ اپنے چشمۂ علم و تحقیق سے ہر مہینے ناظرین اسوۂ حسنہ کو مستفید فرمایا کریں +

مضمون مذکور کے علاوہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب اور علامہ عباسی کے مضامین بھی اس پرچہ میں خصوصیت سے پڑھے جانے کے قابل ہیں +

اسوۂ حسنہ کے معاون خصوصی جناب مولوی شیخ نورالدین صاحب تاجر چرم گوجرانوالہ بعض اندوہناک حوادث و آلام کی وجہ سے سخت ترین پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ برادر زادہ کے پُرملال انتقال اور دیگر اعزا و اقربا کی علالت کے باعث ممدوح اس دوران میں بیحد محزون و مضطرب اور مصروف و مشغول رہے اور اس لیئے اُن خطوط کا جواب بھی نہیں دے سکے جو ناظرین اسوۂ حسنہ کی طرف سے آپ کو وقتاً فوقتاً بعض امور کے متعلق موصول ہوئے تھے + ناظرین کرام دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مولوی صاحب ممدوح کو جملہ مصائب و آلام سے نجات بخشے اور اُن کے دل کو سکون و اطمینان عطا فرمائے +

مولٰنا محمد لطف اللہ صاحب مرحوم

استاذ الاساتذہ فاضل اجل حضرت مولٰنا مفتی محمد لطف اللہ صاحب علیگڑھی (رحمۃ اللہ علیہ) کی المناک وفات نے جو نوّے سال کی عمر میں بمقام علی گڑھ بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ واقع ہوئی۔ اسلامی دُنیا کو ایک ایسے عظیم المرتبت عالم و فاضل کی برکت وجود سے محروم کر دیا جس کی مجمع الفضائل اور سراپا تقدس ذات پر مسلمانوں کو فخر و ناز تھا اور جس نے اپنی بے ریا اور خاموش زندگی کو اسلامی علوم کی نشر و توسیع کے لیئے بالکل وقف کر رکھا تھا +

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اُن کی کوئی مناسب یادگار قایم کرکے اپنی علمی قدرشناسی کا ثبوت دیں۔ ہم کوشش کرینگے کہ آیندہ پرچہ میں مولٰنا مرحوم و مغفور کے مفصل حالات شایع کرسکیں +

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

(قرآن بڑی بابرکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اس کے مطالب سے) نصیحت حاصل کریں)

معارف القرآن

تفسیر الفاتحہ

سلسلہ کے لیے دیکھو اسوۂ حسنہ اکتوبر ۱۹۱۹ء

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

غضب سے یہاں خدا تعالیٰ کا عذاب و انتقام مراد ہے اور مغضوب علیھم (موردان عذاب الٰہی) وہ لوگ ہیں جنہوں نے دیدہ و دانستہ حق سے اعراض و انحراف کیا یعنی جن کو شریعت و دین الٰہی کی تبلیغ کی گئی مگر انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی۔ آبائی روایات کی گرویدگی۔ کورانہ تقلید کی پابندی اور نامناسب خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا۔ الضّالّین (معطوف) کو مغضوب علیھم (معطوف علیہ) کے ساتھ بذریعہ لَا کے ملایا گیا ہے۔ کیونکہ غیر میں بھی معنی نفی کے پائے جاتے ہیں۔ پس الضّالّین کے ساتھ لَا کے آنے سے معنی نفی کی تاکید ہوگئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نوع انسان تین قسم کے گروہوں پر مشتمل ہے۔ ایک منعم علیھم (موردان انعام الٰہی)، دوسرے مغضوب علیھم (موردان عذاب الٰہی)۔ تیسرے ضالّون (گمراہ)، اس میں شبہ نہیں کہ گمراہوں کے گروہ میں موردان عذاب الٰہی بھی داخل ہیں۔ اس وجہ سے کہ جب وہ حق کو پس پشت ڈال کر اور جادۂ مستقیم سے منحرف ہو کر دوسری جانب متوجہ ہو گئے ہیں تو وہ منزل مقصود کو ہرگز نہیں پہونچ سکتے اور اسی کا نام گمراہی ہے۔ لیکن پھر بھی معمولی گمراہوں میں اور ان میں بڑا فرق ہے کیونکہ مغضوب علیھم تو وہ ہیں جنھوں نے حق کو معلوم کر کے دیدہ و دانستہ اس سے اعراض و انکار کیا اور گمراہوں سے عام طور پر وہ لوگ مراد لیے جاتے ہیں جن پر حق ظاہر ہی نہیں ہوا اور جن کو مختلف راہوں میں بھٹکنے پر بھی جادۂ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ یعنی وہ لوگ جن کو یا تو رسالت پہنچی ہی نہیں یا اگر پہونچی تو اس طرح پر کہ اس کی حقیقت ان کے دلنشین نہ ہوسکی۔ ضالّون کا لفظ اسی گروہ پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ کیونکہ ضالّ (بھٹکا ہوا) اس حیران و سرگرداں شخص کو کہتے ہیں جو ایسی تاریکی میں پڑا ہو جس کی وجہ سے اس کو مطلوب کی طرف راستہ نہ مل سکے۔ دین کے اندر تاریکی سے مراد وہ شبہات و وساوس ہیں جو حق کو باطل کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور صحیح کو غلط بنا کر دکھاتے ہیں +

ضالّون یعنی بھٹکے ہوئے لوگ کئی قسم کے ہوتے ہیں :-

ایک تو وہ جنہیں دعوتِ رسالت و شریعت پہونچی ہی نہیں یا اس طریقہ سے پہونچی کہ انہیں اس پر غور و خوض کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو سوائے عقل و شعور کی ہدایت کے اور کسی قسم کی ہدایت نصیب نہیں ہوئی اور وہ دین کی رہنمائی کے فوائد سے محروم رہے۔ پس گو وہ اپنے دُنیاوی معاملات میں گمراہ نہ ہوں لیکن ان امور میں ضرور گمراہ ہوں گے جن سے اُخروی زندگی میں روحانی نجات و سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ سچے دین کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کے اندر زندگی کی وہ روح پھونک دیتا ہے جو انہیں دُنیا و آخرت دونوں جہان کی سعادت سے بہرہ اندوز کرے۔ اس لئے جو لوگ دولت دین سے محروم ہیں وہ گویا دونوں جہان کی سعادت سے محروم ہیں۔ ان کے معیشت کے کاموں میں کجی اور ابتری پڑنے لگتی ہے۔ اور ان پر ایسی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں جن کا لازمی نتیجہ گمراہی و ضلالت نکلتا ہے۔ قانون الٰہی اس عالم میں اسی طرح پر جاری ہے اور اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی :-

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا — اور تم اللہ کے طریقہ میں کبھی تبدیلی نہ پاؤ گے

اب رہا یہ سوال کہ گروہ مذکور کی آخرت میں کیا حالت ہوگی؟ سو ظاہر ہے کہ یہ لوگ رتبہ میں ہدایت یافتوں کی برابر تو ہو نہیں سکتے۔ مگر ممکن ہے کہ اللہ پاک ان کی لغزشوں کو معاف کر دے کیونکہ وہ "فعال لما یرید" ہے +

اس مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے میں یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ جو لوگ ہدایت دین سے محروم ہیں اُن سے ایسے اُمور کے ترک کی بابت بازپرس ہونا جو دین ہی کے ذریعہ سے دریافت ہو سکتے ہیں۔ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ محرومان ہدایت دین کے غیر مکلف ہونے کا یہی مطلب ہے اور ارشاد باری تعالیٰ :-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا — ہم عذاب کرنے والے نہیں تا وقتیکہ کسی رسول کو نہ بھیج لیں

کی بنا پر جمہور متکلمین نے یہی مذہب اختیار کیا ہے۔ اور جو لوگ محرومان ہدایت دین کو عقل کی وجہ سے مکلف بتاتے ہیں اُن کا یہ قول بظاہر کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں معلوم ہوتا۔ اِلّا اس صورت میں کہ قول مذکور سے ان کی یہ مُراد ہو کہ آخرت میں محرومان ہدایت دین کی حالت ویسی ہی ہو گی جیسی کہ اُن کی روحیں ہدایت عقل اور سلامتی فطرت کے ذریعہ سے ترقی کریں گی۔ کیونکہ جن لوگوں کے پاس رسول نہیں بھیجے گئے اُن کی فطری استعداد کے تفاوت اور تربیت کی عمدگی و خرابی کی وجہ سے ان کے ادراک و اعمال میں بھی تفاوت ضرور پایا جاتا ہے۔ اس تقریر سے اس دو قولوں میں جو محرومان ہدایت دین کے مکلف و غیر مکلف ہونے کے متعلق اوپر مذکور ہوئے ہیں تطبیق دی جا سکتی ہے۔ محرومان ہدایت دین کو ان کے اعمال کا توصلہ خیر و شر یا عزت و ذلّت کی صورت میں حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ملیگا۔ وہ ان کے اعمال اختیاری کا لازمی بدلہ ہو گا اور خدا تعالےٰ اگر چاہے تو اپنے فضل و کرم سے زیادہ بھی دے سکتا ہے ۔

دوسری قسم کے گمراہ وہ لوگ ہیں جن کو دعوت رسالت اس طریقہ سے پہونچی کہ ان کو اس پر غور و خوض کرنے کا موقع ملا اور اُنہوں نے اپنی ہمت و کوشش کو اُس کے سمجھنے میں صرف کیا۔ لیکن اُنھیں اُس اعتقاد کو قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوئی جس کی اُن کو دعوت دی گئی تھی یہاں تک کہ وہ اسی طلب و جستجو میں رہے اور ان کی عمر تمام ہو گئی۔ اس قسم کی گمراہی متفرق اشخاص میں دیکھی جاتی ہے اور کسی قوم کی مجموعی طور پر ایسی حالت نہیں ہوئی اس لیے اقوام کی عام حالت پر اس گمراہی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نہ دُنیاوی زندگی میں اس کی وجہ کو انہیں کوئی سعادت و شقاوت حاصل ہوتی ہے۔ اس قسم کے گمراہوں کی نسبت بعض اشاعرہ کا خیال ہے کہ ان کے لیے خدا تعالیٰ سے رحمت کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ اس خیال کو لوگ امام ابو الحسن اشعری سے بھی ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں اور جمہور متکلمین کی رائے ہے کہ بلا شبہ ایسے لوگوں سے مواخذہ بمقابلہ اُن منکرین کے بہت کم ہو گا جو باوجود عقل رکھنے کے دلائل سے روگردانی اور کفران نعمت کرتے ہیں اور جہالت میں خوش رہتے ہیں ۔

تیسری قسم کے گمراہ وہ ہیں جن کو دعوت رسالت پہونچی اور اُنہوں نے دلائل و اصول کو سمجھ بغیر اُس کی تصدیق کی۔ پھر اُصول عقائد سے نتائج مستنبط کرنے میں اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے۔ اس قسم کے اہل بدعت ہر مذہب میں ہوتے ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں بھی ایسے بدعتیوں کی کمی نہیں ہے جو قرآن مسلمان صحابہ و تابعین اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے خلاف عقیدے رکھتے ہیں اور جن کی وجہ سے اُمت محمدی میں تفرقے پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونا پسند نہیں کرتے اور جو داخل ہیں وہ اس چشمۂ کرم سے سیراب نہیں ہوتے ۔

شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کے کچھ نشان تمہیں بتاتا ہوں مثلاً ایک شخص کچہری میں آتا ہے اور خدا یا اُس کے کلام پاک کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کام میں نے نہیں کیا۔ حالانکہ اُس کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اس کے بعد حلف لینے والا دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے اور اُسے کسی پیر یا بزرگ کی قسم دلاتا ہے جس کی ولایت کا وہ (قسم کھانے والا) معتقد ہے پیر کی قسم دلاتے ہی اسکا رنگ فق ہو جاتا اور اُس کو ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔ وہ حق بات کہہ دیتا ہے اور اپنے جھوٹے حلف اُٹھانے کا اقرار کر لیتا ہے۔ کیوں؟ محض اُس بزرگ کے نام کی تعظیم کی وجہ سے اور اس خوف سے کہ مبادا پیر کے نام کی جھوٹی قسم کھانے سے اُس کی نعمتیں جاتی رہیں اور کوئی بلا نازل ہو جائے۔ یہ اُصول اعتقاد کی گمراہی ہے۔ کیونکہ وہ نتیجہ ہے اس امر کا کہ شخص مذکور کا عقیدہ خدا تعالےٰ کے متعلق صحیح نہیں ہے اور اس کی افعال میں وحدانیت کی وہ جھلک نہیں پائی جاتی جس کا خدا تعالےٰ کے متعلق صحیح اعتقاد رکھنے والوں کے افعال میں پایا جانا ضروری ہے۔ جو بدعتیں دین اسلام میں پھیل رہی ہیں اور اُن کی وجہ سے اُصول عقائد کے متعلق جن گمراہیوں میں مسلمان مبتلا ہیں اگر ہم ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی اور محض گمراہی کی مختلف صورتوں کی تفصیل کے لیے کئی مستقل جلدیں لکھنی پڑیں گی۔ ان تمام صورتوں میں سب سے بدتر اور مضر صورتیں یہ ہیں کہ ان فرقوں کے لوگ ایسے مسائل میں غور و خوض کرتے ہیں جیسے مسئلۂ قضا و قدر و اختیار و جبر اور وعد و وعید کی تحقیق جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ خدا کی مخالفت کو بندوں کے دلوں کیلیے آسان کر دیتے ہیں۔ ہمارے دماغوں میں جو عقائد ہیں اگر ہم ان کا کتاب اللہ سے موازنہ کریں تو ہمیں خود معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم راہ یاب ہیں یا گمراہ۔ بشرطیکہ ہم موازنہ کرنے سے پیشتر اپنے خیالات کو کتاب اللہ میں دخل نہ دیں۔ اگر ہم پہلے ہی سے اپنے خیالات کو قرآن میں داخل کر دیں گے تو ہم ہدایت و گمراہی میں کوئی تمیز نہ کر سکیں گے کیونکہ اس صورت میں موزون اور میزان دونوں خلط ملط ہو جائیں گے اور دونوں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہیگا۔ میرا مدعا یہ ہے کہ قرآن مجید کو اصل سمجھنا چاہیئے اور اپنے دینی خیالات اور مذاہب کی صداقت کو اُسی اصل سے جانچنا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ مذاہب کو تو اصل سمجھ لیا جائے اور قرآن کو کھینچ تان کر تاویل و تحریف کے ذریعہ سے اپنے خیالات کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے جیسا کہ بعض بددین گمراہوں کا شیوہ ہے ۔

چوتھی قسم کے گمراہ وہ ہیں جن کے اعمال و افعال ٹھیک نہیں ہیں جو احکام کے موضوع لہ میں تحریف کرتے ہیں۔ جو نماز۔ روزہ اور جملہ عبادات کے معنی اور معاملات کے متعلق جو احکام آئے ہیں اُن کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ سال گزرنے سے پیشتر اپنا مال دوسرے کی مِلک میں منتقل کر کے اسقاط زکوٰۃ کا حیلہ کرتے ہیں اور جب دوسرے سال کا کچھ حصّہ گزر جاتا ہے تو پھر اپنا مال واپس کرا لیتے ہیں۔ اس قسم کے حیلہ گر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ادائے فریضہ سے خلاصی پائی اور عالم الغیب والخفایا کے غضب سے اُنہیں نجات مل گئی۔ اور یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے اپنے دین کے ارکان میں سے ایک اہم رُکن کو ڈھا دیا

اور اُس شخص کا سا کام کیا جسکا اعتقاد یہ ہو کہ خدا تعالیٰ فرائض بھی مقرر کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایسی تجویزیں بھی بتا دیتا ہے جن سے وہ فرائض معدوم اور اُن کا اثر زائل و محو ہو جائے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی ذات سے ایسی باتوں کا سرزد ہونا محال ہے +

مذکورۂ بالا چار گمراہیوں میں سے پہلی، تیسری اور چوتھی گمراہی کا اثر اقوام پر پڑتا ہے جس سے اُن کی ادراکی قوتیں مختل اور اُن کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اُن کے اعمال میں ابتری پڑنے لگتی ہے اور اُن پر خدا تعالیٰ کی غیرت سے بدبختی کا وہ عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جس کا ایسی صورتوں میں نازل ہونا یقینی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا قانون اسی طرح پر جاری ہے اور قانون الٰہی میں تبدیلی کا ہونا ناممکن ہے پس کسی قوم میں ضعف کا پیدا ہونا اور اُس پر بلاؤں کا نازل ہونا اس بات کی علامت ہے کہ غضب الٰہی اُس پر مسلط ہو گیا اور اُسکے عقائد و اعمال میں وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو خالق برحق کے قوانین مستمرہ کے خلاف ہیں۔ یعنی اُس نے قوانین قدرت کی پیروی کرنی چھوڑ دی۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے ہمیں دعا کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہم اُس سے درخواست کریں کہ وہ ہمیں اُن لوگوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن پر اُس کی نعمتوں کا اظہار ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کریں اور جن اُمور کی ہمیں ہدایت کی گئی ہے اُن کو سمجھکر اپنے اعمال و عقول کو درست کریں۔ نیز یہ درخواست کریں کہ وہ ہمیں ایسے لوگوں کے طریقے سے محفوظ رکھے جن پر قوانین الٰہی سے منحرف ہونے کی وجہ سے (خواہ یہ انحراف قصداً ہوا ہو یا عناداً یا کسی کے بہکانے سے یا اپنی جہالت سے) اُس کے غضب کے آثار ظاہر ہوئے +

جب کوئی قوم راہِ حق سے بھٹک کر اپنی خواہشات نفسانی کے پورا کرنیکے لیے طریقۂ باطل کو اختیار کر لیتی ہے تو اُس کے اخلاق خراب اور اعمال بیہودہ ہو جاتے ہیں اور اس پر بدبختی چھا جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی قوتیں مسلط کر دی جاتی ہیں جو اُس کو ذلیل و رسوا کرتی ہیں۔ ایسی قوموں کا عذاب قیامت ہی کے لیے ملتوی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ عذاب قیامت کے علاوہ انہیں دنیا میں بھی اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ جب ان کی گمراہی و سرکشی کی انتہا ہو جاتی ہے تو ہلاکت کی نوبت آتی ہے اور صفحۂ دُنیا سے ان کا وجود مٹا دیا جاتا ہے اسی لیے اللہ پاک نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اُن لوگوں کے حالات پر غور کریں جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور جن کے آثار ہماری نظروں کے سامنے موجود ہیں۔ تاکہ ہم اُن حالات و آثار سے عبرت حاصل کریں اور اقوام کی سعادت و بدبختی کے اسباب میں تمیز کر سکیں یہ تو اقوام کی حالت تھی، رہے افراد و اشخاص۔ اُن کے متعلق خدا تعالیٰ کا قانون یہ نہیں ہے کہ ہر ایک گمراہ کو اسی دُنیاوی زندگی میں لازمی طور پر اُسکی بداعمالیوں کی سزا مل جایا کرے۔ چنانچہ بہت سے گمراہ ایسے ہیں جن کو اپنی گمراہی کا علم تک نہیں ہوتا اور قبل اس کے کہ اُن کی نعمتوں پر زوال آئے وہ دُنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اُن کی بداعمالی کی سزا اُنہیں اُس دن ملیگی جبکہ محض خدا ہی کی حکومت ہوگی اور کوئی کسی کو کچھ نہ کر سکے گا يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ +

تمت

شفاعت ورسالت

نبی پیغمبر او مصلح قوم ہر قوم میں ہوئے لیکن بعد اُن کی فوت کے تابعین نے اُن کے درجات خدا سے بھی بڑھا دیئے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو پسرِ خدا کہنے لگے۔ ہندوستان میں تو بجائے خدا کی پرستش کے انسان کی پرستش صحیح طور پر قایم ہے جہاں عرب تمام نبیوں کے بت خانۂ کعبہ میں رکھتے تھے۔ وہ بھی ایک قسم کی پرستش تھی۔ غرضکہ ابتدائے اسلام کے وقت اور اب بھی دُنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی ایسا مذہب نہ تھا اور نہ ہے جس میں بندہ اور خدا کے درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ بندہ کو خدا سے بغیر کسی توسل کے تعلق رہتا ہے اور یہ ایک ایسی صفت مذہب اسلام کی ہے کہ تمام علمائے عیسائی زمانۂ حال کے اسکے معترف ہیں۔ اسلام میں پیغمبر محض خدا کا پیغام لانے والا بندوں کی طرف سمجھا گیا ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر کی عزت کم کرتے ہیں۔ بڑی عزت کرتے ہیں لیکن اُس کو خدا کا بیٹا یا خدا کے کاموں میں دست اندازی کرنے والا نہیں سمجھتے۔ یعنی اپنے پیغمبر کی ایسی عزت نہیں کرتے جس سے خدا کی عزت کم ہو جائے۔ اپنے پیغمبر کی نسبت اُن کا مقولہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر +
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی لوگ اور اُمتوں کی طرح خدائے ثانی نہ سمجھنے لگیں اسکے متعلق بطور حفظ ماتقدم جو آیتیں قرآن میں ہیں وہ یہ ہیں:-

"محمد ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں"

"اللہ نے مسلمانوں پر فضل کیا کہ انکے پاس انہی کی قوم کا ایک رسول بھیجا جو انکو خدا کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور قرآن اور حکمت اُن کو تعلیم دیتا ہے۔ اس پیغمبر کے پہلے وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے" +

"اُس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کو کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اُس سے معاوضہ قبول کیا جائیگا نہ کسی کی سفارش (شفاعت) فائدہ دیگی اور نہ لوگوں کو (کسی سے) مدد پہنچے گی +

"اُس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کام ذرا بھی نہ آئے گا نہ کسی کی شفاعت قبول ہوگی نہ معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کسی کی مدد پہنچے گی +

"کون ہے جو بے حکم اُس کے (خدا کے) اُسکی جناب میں کسی کی شفاعت (سفارش) کرے"

"کوئی کسی کا شفیع (سفارش کرنے والا) نہیں ہو سکتا مگر اُس خدا کی اجازت سے"

"اُس دن کسی کی شفاعت (سفارش) کام نہ آئے گی مگر اُس کی جسکو خدا اجازت دے اور اُسکا بولنا پسند کرے" +

(الاسلام)

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

پیغمبر عرب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور احکام حج

حصۂ دویم

[illegible] ارکانِ حج کو سمجھنے سے پہلے توہم پرستی کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے اور معلوم ہونا چاہیئے کہ اس لفظ سے کیا مراد ہے؟ نیز یہ کہ ہمارے کون سے احکام مذہب میں توہم پرستی کا خیال ہو سکتا ہے۔ مثلاً مسلمان نماز پڑھتے ہیں، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، جس طرح دنیوی بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہونے کا دستور ہے جھکتے ہیں۔ پیشانی زمین پر رکھتے ہیں، دوزانو ہو کر بیٹھتے ہیں یہ سب حرکتیں ایسے شخص کی عنایت کو مبذول کرنے میں تو بیشک کارآمد ہیں جو ظاہری حالت کو دیکھتا ہو لیکن دل کے بھید سے واقف نہ ہو، اور خدائے تعالیٰ عالم الغیب و مخفی رازوں کو جاننے والا ہے اُس کو پکارنے اور اُسکی رحمت کو مبذول کرنے کے واسطے ان حرکات کی کیا ضرورت ہے؟ کیا یہ بھی توہم پرستی ہے؟ نماز سے پہلے غسل و طہارت اور وضو کی قید لگائی گئی ہے۔ وضو ٹوٹنے کی ایسی شکلیں بھی ہیں جن سے ہاتھ منہ دھونے کو کوئی تعلق نہیں۔ نیز جو حالتیں طہارت کے خلاف سمجھی گئی ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں تو جس حالت میں خدا نے ہم کو مبتلا کیا ہے ہم اُسی حالت میں اُس کو یاد کرنے لگیں تو کیا وہ ناراض ہو جائیگا یا ہماری آواز نہ سنے گا؟ کیا یہ بھی توہم پرستی ہے؟ عدالت میں قسم کھانے کے وقت یا کونسلوں میں ادائے فرائض کا عہد کرنے کے وقت گنگا جلی۔ بائبل۔ یا قرآن کو ہاتھ میں لینے کا دستور ہے۔ کیا وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسے معاہدے کو توڑنے سے یہ مقدس چیزیں اُن کو نقصان پہونچائیں گی اور خالی ہاتھ معاہدہ کیا جائے تو اُس کو توڑنے میں چنداں ہرج نہیں؟ اگر ایسا نہیں سمجھتے تو پھر یہ رسم فضول اور توہم پرستی نہیں؟ نہیں ان سب کے کچھ نہ کچھ فوائد ہیں۔

توہم پرستی کی تحقیق زبان سے اقرار کر کے پورا نہ کرنا گناہ ہے خواہ اقرار کے وقت ہاتھ پر کوئی مقدس چیز دھری ہو یا نہ ہو۔ اس لحاظ سے قسم کے وقت قرآن اٹھانا بے شک توہم پرستی ہے۔ مگر اگر کسی کو اُس قابلِ تعظیم چیز پر ہاتھ دھرنے سے اُس چیز کی عظمت کا خیال دل کو نرم کرتا ہے اور اس وقت جو معاہدہ کیا جاتا ہے دل میں خود بخود اُس کی پابندی کرنے کا عزم پختہ ہوتا ہے اور [illegible] کا خاصہ ہے کہ وہ بہت ہی شریر اور ناخدا ترس نہ ہو تو ایک مقدس چیز پر ہاتھ رکھ کر جو وعدہ کرتا ہے ضرور دیر تک اُس کی پابندی کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اس لحاظ سے حلف کے وقت کا ایسا فعل توہم پرستی کے تحت میں نہیں آسکتا۔ اسی طرح جسمانی پاکیزگی اور صفائی کے بغیر بھی خدا کو یاد کیا جائے تو اُس کی رحمت مبذول ہو سکتی ہے اور اس لحاظ سے نماز کے لئے غسل اور وضو کی ضرورت نہیں لیکن گندہ پن اور نجاست سے جو نفرت انسانی فطرت میں ودیعت ہے وہ ایسی حالت میں وہ اپنے تئیں جیسا حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اُسکا اثر ہے کہ ایسے وقت میں خدائے قدوس کا نام اور مقدس کلمات حمد و صلوٰۃ زبان پر لانے کی طرف دل اُس خوبی سے متوجہ نہیں ہوتا جس طرح پاک و صاف ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے نماز کے واسطے طہارت اور صفائی کی شرط توہم پرستی اور بیہودہ کوشش میں داخل نہیں ہے علیٰ ہذا مسند و تکیہ پر امیرانہ شکل سے بیٹھنے والے کی آواز بھی خدا سن سکتا ہے اور آرام کرسی پر دراز ہونے والے کی بھی فریاد اُس کے دربار تک پہونچ سکتی ہے مگر ادب کے جو دستور طبیعت ثانیہ ہو چکے ہیں اُن کے بغیر اور لاابالی شکل میں بیٹھنے یا لیٹنے کے وقت قلب پر خضوع و خشوع اور عجز و نیاز کی کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ اس لئے عبادت کے وقت ایسی عاجزانہ ادائیں ضروری قرار دی گئی ہیں جو ہمارے دل کو متوجہ کرنے کی تاثیر رکھتی ہیں۔

حج کانفرنس نہیں اب حج کو دیکھو کہ وہ کیا ہے اور کس جگہ ادا کیا جاتا ہے۔ یہ آج کل کا فیشن ہے کانفرنس اور کانگرس سے تشبیہ دیکر حج کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ بیشک حج سے فائدہ بھی اگر حاصل کیا جائے تو ہو سکتا ہے لیکن حج محض اسی غرض سے شروع ہوا ہوتا تو اس کے مناسک میں کوئی نہ کوئی جزو باہمی تبادلۂ خیالات کا بھی رکھا جاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور ہمارے مولا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اور موقعوں پر لوگوں کو مشورے کے لئے طلب فرمایا بھی ہے لیکن حج کے موقع پر ایسا نہیں کیا۔ نیز اگر یہی مدعا ہوتا تو جیسا کہ آج کل یورپ والے پان اسلامزم کا خواب دیکھ کر ڈرا کرتے ہیں اگر واقع میں کسی وقت مسلمانوں کو ایسی عقل آجائے اور تمام دنیا کے کلمہ گو ایک جگہ کو منتخب کر کے سالانہ جلسہ کرنے لگیں تو کانفرنس کی طرح ہر سال جس مقام پر ایسا جلسہ ہوا کرے گا وہی مقام مکہ معظمہ کا قائم البدل قرار پائے گا اور وہاں کی حاضری حج کا قائم مقام ٹھہرے گی۔ مگر اسلام کا یہ منشا ہر گز نہیں اور وہ حج کو…

کعبۃ اللہ کے سوا کسی مقام کو حرم کا درجہ نہیں دے سکتا تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ اس مقام میں کیا خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی اور مقام میں پائی نہیں جاتی۔ اسی خصوصیت میں حج کی غرض کو تلاش کرنا ہوگا اور اسی کی مناسبت حج کے ارکان میں ہونی چاہیئے۔

طواف اور تقبیل دنیا میں مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرنے کے مندر اور معبد قدیم سے قدیم پائے جاتے ہیں۔ مگر حج کا وہ مقام ہے جہاں کم از کم تاریخی زمانہ کے لگ بھگ محض خدائے قدوس کا نام پکارنے کے لیئے دنیا کی سب سے پہلی مسجد بنائی گئی (اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ) مسجد کا بانی اور دنیا کے معلوم الاسم ہادیوں میں شرک و توحید کی بحث میں سب سے پہلا عقلی دلائل سے کام لینے والا پیغمبر (جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام) مسجد کو بنانے اور اپنی سب سے بڑی آرزو کو پورا کرنے کے بعد شکر گزاری کے جذبہ میں محو اور ذوق و شوق کی لذت سے مست ہو کر بے اختیار مسجد کے گرد پھرتا ہوگا۔ دل کے جوش سے خدائے قدوس کا نام پکارتا ہوگا اور پہلے پہل ایک ایسے گھر کو تیار دیکھکر جو ذاتی آسائش کے لیئے نہیں خاص خدا کا نام لینے کے لیئے بنایا گیا ہے اور انسان کا گھر نہیں خدا کا گھر ہے اُس کے در و دیوار سے لپٹتا ہوگا فرط شوق سے کسی جگہ بوسہ دیتا ہوگا[1] اور کہیں بعینہ جس طرح لوگ گنگا جلی یا قرآن ہاتھ پر رکھ کر وعدہ کرتے ہیں وہ وہاں کے ایک پتھر پر ہاتھ رکھکر (لبیک یا رب لبیک) کے الفاظ سے اپنے حاضر رہنے کا عہد کرتا ہوگا۔ اور اپنے لیئے اور اپنی اولاد اور متبعین کے لیئے توحید پر قایم رہنے اور اس گھر میں خدا کا نام لینے کیلیئے حاضر ہونے کی توفیق طلب کرتا ہوگا۔ غرض اظہار عجز و نیاز کی یہی پہلی شکل ہے جو خدا کے حضور میں اس مسجد کے اندر ادا کی گئی اور یہی سُنّت ہمارے لیئے فرض ٹھہری ویسے بھی تو ہم کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں وہاں اپنے پہلے ہادی کی تقلید میں چل پھر کر وہی حاضری اور دعا کے کلمات ادا کرتے ہیں۔ یہاں کاغذ پر نقش کیے ہوئے حروف (قرآن) ہم کو خدا کی یاد دلاتے ہیں اور اُن کو ہاتھ میں لیکر کانپتے ہوئے اپنے وعدہ پر قایم رہنے کا عزم کرتے ہیں وہاں کے تمام در و دیوار اور اُس کے ساتھ کی ہر شئے انسان کے دل کو خدا کی عظمت و جلال کے آگے پانی کرتی ہے اور وہ ایک مقام پر جو اس کام کے لیئے مخصوص کیا گیا ہے ہاتھ رکھکر یا بوسہ دیکر[2] عہد کرتا ہے کہ میں توحید پر قایم ہوں اور تیرے نام کی تقدیس کرتا رہوں گا۔

جنتی پتھر معترض کہتا ہے "حجر اسود شہاب ثاقب کا ٹکڑا ہے جو آسمان سے گرا اور لوگوں نے جنت کا پتھر سمجھکر تعظیم شروع کر دی یہ توہم پرستی ہے۔" مگر حج کے تمام مناسک معاذ اللہ توہم پرستی سہی۔ یہ بھی توہم پرستی کی ایک عجیب مثال ہے کہ بے ثبوت بات پر بطور امر واقعہ کے یقین کر لیا جائے۔ یہ کس وحی سے معلوم ہوا کہ حجر اسود آسمان سے گرا تھا اور وہ شہاب ثاقب کا ٹکڑا ہے۔ لوگوں میں ایک روایت مشہور تھی کہ یہ جنتی پتھر ہے۔ عیسائی مصنفین کا تخیل مصروف کار ہوا اور سمجھے کہ شہاب ثاقب کا ٹکڑا ہوگا۔ پھر جولانی طبع نے "ہوگا" کو "ہے" سے بدل دیا۔ ایسے محققوں کی بات پر ایمان لانے والوں کی کمی نہیں، یقین کر لیا کہ واقع میں شہاب ثاقب کا ٹکڑا ہے۔ ورنہ ایسی روایتوں کی وجہ دیکھنی ہو تو یہ خیال کیوں کیا جائے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اس مسجد کے بانی ہیں اور اُنہی کے بہت سے اعمال و عادات کو حج کے ارکان ٹھہرایا گیا ہے۔ اُن کا دعا مانگنا یقینی ہے اور دعا و عبادت کے لیئے کسی خاص جگہ کا مقرر کر لینا بھی انسان کی عادت ہے۔ اب بھی بعض لوگ مسجد میں کوئی جگہ مقرر کر لیتے ہیں اور جا کر وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کعبۃ اللہ میں اس پتھر پر سہارا دیکر کھڑے ہو جاتے ہوں گے یا جس طرح ہم قرات کے بعد قرآن کو چوم لیتے ہیں وہ اس پتھر پر بوسہ دیکر عبادت سے فارغ ہوتے ہوں گے۔ ان کے متبعین میں اپنے رہنما کی عادت مستمرہ کو دیکھکر بالطبع اس پتھر سے شغف ہو گیا ہوگا آگے یہ تمام فدائیانہ شغف کے کرشمے ہیں کہ جس چیز کو بزرگ سمجھتے ہیں اُسے تمام دنیا سے بالاتر مان لیتے ہیں اُسے زمین کا نہیں آسمان کا پتھر مانا گیا تو ہندوستان کے بعض بزرگ خاندان خود سورج اور چاند کی اولاد سمجھے گئے۔ پتھر تو شہاب ثاقب سے گر آ بھی سکتا ہے، انسانی نطفہ اوپر سے آتے کس نے دیکھا ہے جس طرح یہ بزرگی اور عظمت کی فدائیانہ تاویل ہے اسی طرح اُس پتھر کی نسبت جنت سے نازل ہونے کا خیال قایم کر لیا گیا اور ان زوائد کو حذف کیا جائے تو بنائے ابراہیم اور سنت ابراہیم ہی ایک یقینی واقعہ رہ جاتا ہے۔ پتھر پر ہاتھ رکھنے یا بوسہ دینے کا دستور بھی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ایجاد ہوگا۔ جس کی وجہ ہمارے مولا (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بتائی کہ ہاتھ رکھکر معاہدہ کو پختہ کرنا مقصود ہے۔

تعظیم اور بت پرستی دوسرے اگر وہ بالفرض شہاب ثاقب کا ٹکڑا ہے تو پھر بنا بنایا جنت کا پتھر ہے۔ جنت کسی خاص مقام کا نام نہ سمجھو۔ ہماری ضرورتیں جہاں ہماری اپنی کوشش سے پوری ہوں وہ دنیا۔ اور جہاں ہماری کوشش کے بغیر پوری ہوں وہ جنت۔ کعبۃ اللہ میں اپنے ایمان کا قول دینے کے لیئے کوئی چیز مطلوب تھی۔ شہاب ثاقب کا ٹکڑا آ پڑا جس کو نہ کسی گنہگار نے پامال کیا۔ نہ کسی نجاست سے آلودہ ہوا۔ اس سے زیادہ پاک اور کیا چیز ملتی وہ خاص الخاص جنتی پتھر ہے۔ اور ہم نے ایک مقدس غرض کیلیئے بیت اللہ میں نصب کر دیا۔ فرمایئے اس میں کیا قباحت ہے اور اگر وہ شہاب ثاقب کا ٹکڑا نہیں وہیں کی کسی غار سے نکلا ہوا پتھر ہے جب بھی اس سب سے پاک مسجد میں لگا دیا گیا اور اس سے قول دینے کی غرض البتہ ہوئی تو کیا مضایقہ ہے جو عزم کسی مقدس چیز پر ہاتھ رکھنے یا بوسہ دینے سے پیدا ہوا کرتا ہے وہی عزم اس پتھر پر ہاتھ رکھنے سے پیدا ہو جائے گا۔ اور جس طرح کاغذوں کا دستہ جس پر قرآن لکھا ہوا ہے ہاتھ رکھنے اور بوسہ دینے سے ہمارا معبود نہیں ہو گیا اور ہدایت کا سرچشمہ ہونے کی وجہ سے مقدس سمجھا جاتا ہے اسی طرح پتھر بھی ہمارا معبود نہیں۔ کتابوں میں سے یہ کتاب ہدایت کا سرچشمہ ہے تو مکانوں میں سے وہ مکان ہدایت کا منبع۔ ہماری محبت دونوں سے وابستہ ہے۔ اس کاغذ کا ایک ایک پرزہ اور اُس در و دیوار کا ایک ایک ذرہ ہمارے دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ قانون عقل نہیں قانون محبت کا تقاضہ ہے کہ محبوب کی طرف منسوب ہونیوالی ذلیل سے ذلیل چیز بھی عشاق کی نظر میں عزیز سے عزیز ہوتی ہے۔ ہاں محبوب کی چیز کو خود محبوب سمجھ لینا کفر ہے، اور ہزاراں ہزار رحمت ہو ہمارے ہادی برحق (صلوات اللہ علیہ) پر کہ آنجناب کی تعلیم سے ہم اس کفر کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ ہم معبود اور معبود کی طرف لیجانے کے ذرایع میں پوری تمیز رکھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ خدا قدیم اور خدا کا کلام قدیم اور قرآن خدا کا کلام اور وہ بھی قدیم مگر اوراق جو اس کے ان اوراق کو جن پر خدا کا کلام لکھا ہوا ہے اور ان نقوش اور حروف کو جو کلام الٰہی کی نقل ہیں ہم مخلوق مانتے ہیں معبود

[1] حجر اسود ہی بوسہ دینے کے لیئے مخصوص نہیں رکن یمانی کو بھی چومتے ہیں اور بعض احادیث سے کعبۃ اللہ کے دیگر ارکان کو بھی بوسہ دینا ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] امام غزالی رح احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اعتقاد کرو کہ عہد کرتے ہو کہ اس کی اطاعت کرو گے۔ حضرت ابن عباس رسول خدا صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ حجر اسود خدا کا ہاتھ ہے گویا بندے اس پر ہاتھ رکھکر قول دیا جاتا ہے۔ ۱۲

نہیں سمجھتے۔ اُن کی طرف سجدہ نہیں کرتے تو وہ پتھر جو مسجد میں لگا دیا گیا ہو، کیونکر واجب الادب ہو سکتا ہے۔ مسجد میں ہونے کی وجہ سے ہم اس کو پاک سمجھتے ہیں لیکن جناب فاروق (رضی اللہ عنہ) کی زبان میں پکار کر کہتے ہیں کہ "وہ ایک پتھر ہے اور ہمیں کوئی نفع اور نقصان نہیں پہونچا سکتا"۔

بجا اور بے جا استعمال پھر سوچو! وہ پتھر کہیں سے آیا اور اُس کی تعظیم کیسی ہی تو ہم پرستی سے شروع ہوئی ہم مسلمانوں کے تمام اعمال و عقائد کا ماخذ نبی عرب (صلوٰۃ اللہ علیہ) کا فرمان ہے اور حضرت نے ہمیں فرما دیا کہ تم اس پتھر کو فلاں غرض کے واسطے استعمال کرو۔ بس ہمارے لیے یہی سب باتیں کالعدم اور جو ہدایت ہمارے مولا (صلوٰۃ اللہ علیہ) نے دی ہے اُس کا اتباع واجب۔ ہماری اس نیت اور اس عمل میں کچھ کیا قباحت ہے۔ معترض کو بار بار غصہ آتا ہے کہ اسلام نے پتھر کی عزت بڑھا دی اُس کی مُہر لگا دی اُوف بیان سے وہ کونسی نا واجب مشرکانہ عزت کی مُہر لگائی گئی۔ کیا مسلمانوں نے اُسے قاضی الحاجات سمجھا؟ اُس کے آگے سجدہ کیا؟ اُس سے مُرادیں مانگیں؟ غیر اسلامی اقوام نے مسلمانوں سے تعزیہ کے آگے سجدہ کروایا۔ قبروں کو مُرادیں منگوائیں۔ مطلب یہ کہ مشرکانہ ترغیب ہو تو مسلمان بھی شرک کرنے لگتے ہیں۔ اگر حجر اسود کے آگے کسی مشرکانہ فعل کا رواج نہ ہوا تو وجہ کیا کہ اس پتھر کی نسبت شرک آمیز تعلیم ہی نہیں دیگئی بت خانہ سے ایک ٹھاکر کی مورتی اُکھاڑ لائیں اور صحن مسجد میں فرش کے اندر لگا دیں، ہم اس کی تعظیم اس کی بھی کریں گے کہ جوتا لیکر نہ چڑھیں گے۔ اُس پر پاخانہ پیشاب نہ کرینگے اور نہیں نماز پڑھنی ہو تو جگہ کی طہارت و نجاست کا خیال کرنا ہوگا مگر اس مورتی پر بالکل سجدہ کر دینگے۔ کیا اس فعل سے اور بُت کی اتنی تعظیم سے ہم بت پرست ہو گئے؟ اگر نہیں ہوئے تو جس پتھر کو کفار عرب معظم سمجھتے تھے آسمانی ہونے کے خیال سے ہمنے اُس کو ذریعہ علامت ہونے کا اعزاز دیا تو کون سا شرک کیا۔ کیا کسی چیز کے بیجا استعمال سے وہ چیز ہی ایسی نجس ہو گئی کہ جائز استعمال کے قابل بھی نہ رہی۔ کیا تلوار بے گناہ کی گردن پر چلنے سے ایسی ناپاک ہو جاتی ہے کہ اس کو مظلوم کی حمایت میں بلند کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔

حجر اسود کی آنکھ اور زبان معترض کو تعجب ہے کہ "قیامت کے دن حجر اسود کی آنکھ اور زبان ہوگی" مگر کیا نرگسیں چشم محبوب کو ہی آنکھ ہونے کی عزت حاصل ہے یا جادو بیان کچھ ہی زبان رکھتا ہے؟ بھائیو! ہماری آپ کی آنکھ اکثر دھوکا کھاتی اور زبان اکثر دھوکا دیتی ہے مگر ایسی چیزوں کی آنکھ اور زبان سے غلطی کا ہونا ممکن ہی نہیں۔ شہر کے جس رستہ سے بارش کا پانی گزرتا ہے کیا کسی نے اُس کی آنکھ اور زبان نہیں دیکھی؟ وہاں سے ایک انچ پانی گزر رہا تھا فقط۔ وہ پانی کی مقدار کو دیکھنے اور اُس کا اندازہ یا بیان کرنے میں کبھی غلطی نہیں کرتا یعنی جو نقش اُسپر ایک انچ پانی کے بہنے سے ہوا ہے ایک گھونٹ کم زیادہ ہو تو وہ نقش نہ ہوگا۔ مگر ہاں۔ میں نے غلط کہا۔ ہمارے کان اور آنکھ میں یہ طاقت نہیں کہ اُس کی بتائی ہوئی مقدار کو من و عن سمجھ لیں، لیکن حجر اسود کی آنکھیں جن لوگوں کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے دیکھتی ہیں اور اُس کی زبان جس شہادت کو ادا کرے گی اُس کو سمجھنے والا قادر مطلق ہے۔ وہ حجر اسود کے ہر ایک نقش اور ہاتھوں اور لبوں کی ہر ایک ضرب کو جو اُسپر لگی ہے جانتا ہے۔ یہی تو وہ مسئلہ ہے جس کو آج سائنس پختہ طور پر مان گئی ہے کہ انرجی (طاقت) بھی ضائع نہیں ہوتی۔ اور جو ہلکی سی ضرب انگلی سے آپ میز پر لگائیں اُس کا اثر انگلی پر اور میز پر اور شوق جو ہوا میں پیدا ہوا ہے اُس کا سلسلہ ابدالآباد تک قائم رہے گا۔ ہم نہ دیکھیں نہ سمجھیں۔ مگر خدا ان سب اثروں کو دیکھتا اور اثر پیدا کرنے والے کو جانتا ہے اور یہی وجہ ہے جس کو کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور دیگر جوارح ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ (يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) اور شہادت یہی ہے کہ جو اثر ہم نے اپنے اعمال سے اپنے اعضاء پر اور طواف کرنے کی گردش سے فضا میں اور بوسہ دینے سے حجر اسود پر کیا ہے وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ وہ ہمارے عمل کا ثبوت ہوگا۔

سعی کا ماخذ مکہ معظمہ میں سب سے معظم اور مقدس یادگار مسجد الحرام ہے مگر صرف یہی یادگار نہیں وہاں مذہبی دلبستگی کے بہت سے منظر ہیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خدا کا حکم ہوتا ہے کہ اپنی پیاری بیوی اور شیرخوار لخت جگر کو یکہ و تنہا ایسے جنگل میں چھوڑ آؤ جہاں کوسوں تک آب و گیاہ کا نام نہ ہو۔ وہ تیار ہو جاتے ہیں۔ بچہ شیرخوار ہے اُسے کیا خبر؟ مگر بیوی اولوالعزم پیغمبر کی ہمخوابہ ہے وہاں کا ہیبتناک منظر دیکھتی ہے لیکن شوہر کی اطاعت اور حکم خداوندی کی تعمیل سے انکار نہیں کرتی۔ لق و دق میدان میں بچے کو چھاتی سے لگا کر بیٹھ جاتی ہے۔ مختصر کھانا اور پانی جو ساتھ ہے ختم ہوتا ہے تو بھوک اور پیاس کی تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے کا عزم کرتی ہے۔ لیکن چھاتی میں دودھ نہیں رہتا اور بچہ بلکنے لگتا ہے تو بشریت کا تقاضہ اضطراب کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ بچے کو زمین پر لٹا کر پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظر دوڑاتی ہے۔ کبھی ایک ٹیلہ پر چڑھتی ہے۔ کبھی دوسرے پر۔ یہ منظر اپنی ضرورت کے لیے جائز کوشش کرنے کا سبق ہے اور ساتھ ہی یہ ہدایت کہ جب تک فضل ربانی شامل حال نہ ہو انسانی کوشش کچھ نہیں کر سکتی۔ اور وہ چاہے تو طرفۃ العین میں رحمت کا دریا بہا سکتا ہے۔ خدا کو اسی بربادی کے اندر سے آبادی کا جلوہ دکھانا تھا اور خداشناسی کے تخم سے جو بیکس ضعیفہ کے دل میں بویا گیا ہے ارشاد و ہدایت کا تناور درخت پیدا کرنا تھا۔ وہ دیوانہ وار پہاڑوں پر دوڑتی پھرتی ہے۔ اُدھر بچہ کے پاؤں تلے آب خوشگوار کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔ (آف نیچر (قانون فطرت) پر جان دینے والے سمجھ لیں کہ چشمہ کے پھوٹ نکلنے کا وقت آگیا تھا۔ پھوٹ نکلا۔ مگر ضرورت کے پیش آنے اور سامان کے مہیا ہونے میں ایسا اتفاق معجزہ دکھانا ہی کام تو خدا ہی کا ہے۔ وہ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہتی ہوئی لپکتی ہے۔ اپنی پیاس بجھاتی ہے اور بچے کو دودھ سے سیراب کرتی ہے۔ کچھ عرصہ میں وہی بے آب و گیاہ جنگل اور ہر اُدھر کے خانہ بدوشوں کا مسکن ہو جاتا ہے۔ بیوی بچے کو چھوڑ کر جانے والا خبر لینے آتا ہے تو خدا کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھکر حمد و شکر کا ترانہ گاتا ہے اور عزیز بیٹے کو چھاتی سے لگا کر کلیجہ ٹھنڈا کرتا ہے۔

رمی جمار کا ماخذ خدا کا عشق اور مخلوق کی محبت ایک دل میں جمع ہو تو غیرت ربانی جوش میں آتی ہے۔ بچہ کی محبت دیکھ کر آزمایش کا ہونا ضرور تھا۔ بچہ ہوشیار ہو گیا ہے۔ دوڑتا پھرتا ہے شیریں کلامی اور خوش اطواری سے ماں باپ کو خوش کرتا ہے۔ حکم نازل ہوتا ہے کہ خدا کے نام پر بچے کو قربان کرو۔ عشق ربانی میں فنا ہونے کی یہ مثالیں اور کہاں نظر آئیں گی۔ باپ

بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے اٹھتا ہے۔ زمین و آسمان میں تہلکہ پڑ جاتا ہے روحانیوں میں شور اٹھتا ہے۔ شیطان بھی انسان کے ساتھ ہے وہ بہکانے کے درپے ہوتا ہو۔ اپنے لخت جگر کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کی مذمت کرتا اور رحم و شفقت کا واسطہ دیتا ہو اور نہ صرف باپ کو بلکہ بیٹے کو بھی بہکانے اور باپ کے حکم سے منحرف کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ شیطان کو پرانی اصطلاح میں ایک جداگانہ مخلوق مانو یا معقول اپسندوں کی زبان میں بدی کی طرف لیجانے والی خواہش سمجھو۔ کچھ بھی کہو شیطان ہو اور اس کے تصرف سے نکلنا آسان نہیں۔ مگر باپ تو ابوالانبیا تھا ہی۔ بیٹا بھی پیغمبر کا بیٹا اور پیغمبر بننے والی روح ہو۔ وسوسوں کا وہاں کیا اثر۔ چنانچہ دونوں اُس کے وسوسوں کو دل سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ باز نہیں آتا تو جھنجھلا کر فرط غیظ سے ہاتھ کے ساتھ بھی وہی حرکتیں ہوتی ہیں جو کسی شخص کو بھگانے کے لیئے دھکا دیکر اور پتھر مار کر کیجاتی ہیں۔ ایسا خیال چلتے چلتے تین دفعہ دل پر وارد ہوتا ہے اور تینوں دفعہ اُسکو دور کرنیکی حرکتیں صادر ہوتی ہیں یہی جمار کی حقیقت اور خدا کے حکم پر قائم رہنے اور اپنے جذبات اور خواہشوں کو دبانے کا سب مثالی واقعہ +

سعی اور رمی جمار کی حکمت حج کا مدعا اطاعت خداوندی کی ایسی ایسی اعلیٰ اور بے نظیر مثالوں کو یاد دلانا ہے۔ قصہ کہانیوں کا اثر جو کچھ ہوتا ہے معلوم ہے۔ ہم وہاں جاکر خود صفا مروہ پر دوڑتے ہیں۔ انسانی کوششوں کا نقشہ پیش نظر ہوتا ہے۔ سامنے چاہ زمزم رحمت ایزدی کی سواجی رکھاتا ہے۔ رمی جمار کرتے ہیں سب سے بڑے راستبازوں کا رویہ یاد آتا ہے اور اُن کی تقلید میں خدا کی اطاعت کے اندر اپنی جان و مال اور اولاد کی محبت سے دست بردار ہونے اور شیطانی وساوس سے نفرت کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہو لَبَّيْكَ يَا رَبِّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے سنت ابراہیمی پر کاربند ہونے کی دعا مانگتے ہیں۔ اور قربانی کے ساتھ اس مذہبی ڈرامے کو ختم کرتے ہیں۔ یورپ کے نوجوان ڈرامے کے اندر کروسیڈ کے ہیروز کی نقل کرتے ہیں۔ اور بھارت ورش کے بلونت مہابھارت کے سورماؤں کا سوانگ بھرتے ہیں اور قومی جوش پیدا کرنے کا ذریعہ جانتے ہیں۔ ہم حج کے اندر نفس و شیطان سے جہاد کرنے والے اور راہ خدا میں جان دینے والے بہادروں کے کارناموں کو زندہ کریں تو کون سا جرم ہوگیا؟ ناٹکوں میں چند ایکٹر سوانگ بھرتے ہیں، باقی تماشا دیکھتے ہیں کھیل بنجاتا ہے۔ وہاں نہ کوئی تماشا دیکھتا ہے نہ کسی کو دکھاتا ہے۔ ہر شخص اپنے فعل سے اپنے تئیں فنافی العشق کا سبق دیتا ہو۔ اور ایک رنگ میں رنگین ہونے کی وجہ سے روحانی لہر برقی رو کی طرح دلوں کو روشن اور گزشتہ گناہوں کی آلودگی سے پاک کردیتی ہے۔ معرفت ربانی کی جس شاندار روایات کو زندہ رکھنے اور مشعل راہ بنانے کے لیئے حج فرض کیا گیا ہے، یہ بندے انہی کو بے معنی کہتے ہیں +

حج اور کانفرنس کا مقابلہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اُسے لغو اور بے معنی کہہ دینا آسان ہو مگر جو کام بامعنی اور مفید کہلاتے ہیں اُن سے مقابلہ کرو اور دیکھو کہ ایک انڈیا کا گریجوایٹ مسلمان کوٹ پتلون ڈانٹے۔ چھڑی ہاتھ میں لیے سیٹی بجاتا ہوا عرفات کے میدان میں جا نکلتا ہو کچھ ترک۔ کچھ مصری۔ کچھ جاوی اور کچھ بخاری جنٹلمینوں کو لیکر کانفرنس کا اجلاس کرتا ہے۔ کچھ سیاسی، کچھ تمدنی اور کچھ مذہبی قطع وبرید (ریلیجس ریفارم) کی رزولیوشن

پاس کرتا ہو اور سمجھتا ہے کہ حج ہوگیا۔ اُدھر پرانی طرز کے سیدھے مسلمان امیر و غریب ننگے سر ایک لباس اور یکساں سادہ وضع میں طواف کرتے ہیں۔ حمد و ثنا کے الفاظ زبان پر ہوتے ہیں اور اُس کی عظمت و کبریائی کا خیال دل میں۔ حجر اسود کو بوسہ دے کر دعائے ابراہیمؑ کے پورا ہونے کی التجا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ سعی صفا و مروہ کے وقت ایک ناخدا ضعیفہ اور شیر خوار بچہ کی صحرائی زندگی کے مصائب اور پھر رحمت ایزدی کا نزول یاد آتا ہے۔ رمی جمار میں باپ کے ہاتھ سے بیٹے کے گلے پر چھری رکھنے کا واقعہ اور انسانی طبیعت اور محبت خداوندی کے مابین کشمکش ہونے کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ قربانی کرتے ہوئے اُس کا فضل و کرم یاد آتا ہے جس نے بے نظیر آزمائش کے صلے میں بیٹے کی جگہ جانور کی قربانی منظور فرمائی اور ہم گنہگاروں کے لیئے اپنی راہ میں اولاد کی بجائے صرف مال سے دست بردار ہونا کافی قرار دیا۔ کانفرنس کرنے والے نے رزولیوشن پاس کیئے۔ اچھا کیا۔ مگر خدارا انصاف سے بتاؤ کہ مذہبی جذبہ کو زندہ کرنے اور محبت ربانی کے خیالات کو اُبھارنے کا فائدہ اس جنٹلمین کو ہوا یا اُن سادہ مسلمانوں کو ہے۔

اشعار قربانی حج کے خاتمہ پر ہوتی ہے۔ مگر اس کی تیاری اور جانور مہیا کرنے کا کام پہلے سے کرنا پڑتا ہے اور قریب تر ممالک کے حجاج اکثر ایسے جانور ساتھ لیجاتے ہیں یہ دستور قدیم سے تھا اور کفار عرب اگرچہ کشت و خون کے دلدادہ اور غارتگری میں دلیر تھے مگر ایسے جانوروں کو لوٹنے سے اجتناب کرتے تھے اور نشان یہ مقرر تھا کہ جس جانور کے کوہان پر زخم ہو اور گلے میں ایک چمڑے کا ٹکڑا لٹکا ہو وہ قربانی کا جانور سمجھا جائے۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب پہلی دفعہ مکہ معظمہ کو تشریف لیگئے ہیں اور جس سفر میں بیعۃ الرضوان کا واقعہ پیش آیا ہے صرف اُس سفر میں مروی ہے کہ حضرت نے جانوروں کے کوہان پر دائیں جانب زخم کیا اور گلے میں چمڑا لٹکایا (زخم کرنے کو اشعار اور چمڑا لٹکانے کو تقلید کہتے ہیں) دوسرے سفر میں عمرۃ القضا کو تشریف لیگئے ہیں تو حلبی کہتا ہے کہ اشعار کرنا مروی نہیں البتہ تقلید کی گئی۔ تیسرے عمرہ میں جو فتح مکہ کے بعد مقام جعرانہ سے جاکر کیا ہے قربانی کو ساتھ لیجانے کا ذکر نہیں۔ چوتھے سفر یعنی حجۃ الوداع میں نہ اشعار کا ذکر ہے نہ تقلید کا اگرچہ قربانی کے ۶۳ جانور خاص حضرتؐ کی ذات خاص کے ہمراہ تھے۔ غرض پہلی دفعہ اشعار اور تقلید دونوں۔ دوسری دفعہ محض تقلید کی گئی، بعد میں دونوں کا ذکر نہیں اور واقع میں جس قدر اسلام کا دور بڑھتا جاتا تھا راہ میں غارتگری کا اندیشہ کم ہوتا جاتا تھا۔ اس بنا پر امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) کے نزدیک اشعار ہی ایک وقتی ضرورت کا فعل تھا اور بعد میں ضرورت نہ رہی تو اب جانور کو بے وجہ زخمی کرنا اُن کے نزدیک مکروہ ہے +

اشعار اور رمل امام اعظم رحمہ کے سوا اکثر ائمۂ دین (رحمہم اللہ) اس فعل کو سنت یا مستحب کہتے ہیں۔ اس سے وہ بھی انکار نہیں کرسکتے کہ ضرورت کے واسطے اور نہب و غارت سے بچنے کے لیئے یہ فعل کیا گیا تھا۔ مگر فعل رسول (علیہ السلام) سمجھکر اس کو ہمیشہ بجالانے کا حکم دیتے ہیں جیسے رمل یعنی طواف کعبہ میں جلد خرامی کا حکم ایک مصلحت خاص کیلئے دیا گیا تھا لیکن

(ضرورت) و جو ہ ضرورت نہ رہنے کے سب کے نزدیک سنت دائمی سمجھا جاتا ہے۔ ہم پر امام ابو حنیفہ رح کی تقلید فرض ہے نہ معاذ اللہ دیگر ائمہ اسلام سے نفرت۔ مدعا حکم رسول (علیہ الصلوات والسلام) کو سمجھنے اور اس کے راز سے باخبر ہونے سے ہے۔ اور اس مسئلہ میں جو استدلال امام صاحب کی طرف سے پیش ہوتا ہے قوی تر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اول تو سفر حدیبیہ کے سوا اس فعل کا صدور خود آنحضرت صلعم سے مروی نہیں دوسرے قرآن کریم لغو اور بے فائدہ کام کو ترک کرنیکا حکم دیتا ہے۔ (وَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ) رہا رمل کا مسئلہ اسکی ضرورت عمرۃ القضا میں پیش آئی تھی۔ جب کہ مکہ معظمہ پر کفار کا تصرف تھا اور وہ مسلمانوں کی آہستہ خرامی کو ان کے ضعف و نقاہت پر محمول کرتے اور ان پر غالب آنے کی خوشی مناتے تھے لیکن آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس موقع پر رمل کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ حجۃ الوداع میں بھی رمل کیا جب کہ کفار کی بیخ کنی ہو چکی تھی۔ اور کوئی ان کی کمزوری پر ہنسنے والا نہ رہا تھا۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ فعل رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بغیر کسی حکمت و مصلحت کے نہیں ہو سکتا اور اس وقت شماتت کفار کی مصلحت باقی نہ رہی تھی تو ضرور کوئی اور وجہ ہو گی۔ اور اپنی استطاعت کے موافق اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر رعب ڈالنے کے علاوہ تیز خرامی سے ذوق و شوق کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ کسی قابل تعظیم بزرگ کی خدمت میں بیٹھنا یا کھڑے ہونا ہو تو سر جھکانا۔ نظر کو نیچے رکھنا اور عجز و مسکنت کو ظاہر کرنا مقتضائے ادب ہے لیکن اسی بزرگ کے استقبال کو جانا ہو یا اس کے کسی حکم کی تعمیل میں چلنا پھرنا ہو تو اس وقت کی آہستہ خرامی سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ اس کام کو کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے اطاعت شعار بندہ بے اختیار یا بعمد اپنی حرکات سے رغبت و شوق کا اظہار کرتا ہے اور جو کام کرنا ہو اسکی طرف تیزی سے لپکتا ہے۔ تیز چلنے سے تکلیف ہو جب بھی پہلے چند قدم ضرور جلدی اٹھاتا ہے۔ بعد میں رفتار کو نرم کر دے تو سمجھتا ہے کہ معذور سمجھا جائے گا۔ ہاں متانت کو بالکل چھوڑ دینا اور لمبے ڈگ بھرنا اس وقت بھی نازیبا ہوتا ہے۔ یہی کیفیت نماز اور طواف کی ہے کہ نماز میں عجز و تضرع کے لیئے فروتنی کا اظہار مناسب سمجھا گیا ہے اور طواف میں چست خرامی کو جو متانت اور خوش رفتاری سے ملی ہوئی ہو شوق و محبت کا نشان قرار دیا گیا ہے اور وہ بھی سات چکروں میں سے صرف پہلے تین میں جیسے بالعموم آقا کے سامنے فرماں پذیر غلاموں کی عادت ہے۔ پس اس فعل کا ارتکاب کبھی بھی لغو نہیں ہو سکتا۔

فلسفہ یہ ہے سچ اور یہ ہیں اس کے چند اسرار جو ہم جیسے نادانوں کو بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ہمارے مالک کے احکام بے شمار فوائد سے معمور ہیں اور ان کا ایک نکتہ بھی ایسا نہیں جو لغو اور بے معنی کہا جائے۔ لوگ تجارت۔ مبادلۂ خیالات اصلاح رسوم وغیرہ محض دنیوی فوائد پر نظر رکھتے ہیں حالانکہ اسلام کو یہ فوائد منظور خاطر نہیں ہیں اور مسلمانوں کا نصب العین محض دنیا کو عیش و آرام سے گزارنا کبھی بھی قرار نہیں دیا گیا۔ اگر کوئی شخص صرف دنیا چاہتا ہو تو بیشک اسلام کو چھوڑ دے۔ دنیوی ترقی اور مذاہب میں نہ بھی ہو سکتی ہے بلکہ اسلام کی نسبت زیادہ ہو سکتی ہے۔ اسلام کسی بے ایمانی۔ خیانت ظلم اور تعصب کی اجازت نہیں دیتا مگر دنیوی فوائد اکثر بد دیانتی اور بے ایمانی سے (اگر یہ کام ذرا دوراندیشی اور دانائی سے اور پالیسی کی آڑ میں کیے جائیں تو) اس قدر حاصل ہو سکتے ہیں کہ ایماندار دل کو وہم و خیال میں بھی نہ آئیں۔ پس ایمان دار رہنے کا فائدہ اگرچہ دنیا میں بھی ہے مگر بہت کم۔ اس کا حقیقی فائدہ آنجہانی بہتری اور ابد الآباد کی راحت ہے اور یاد رکھو کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر کبھی بھی میسر نہ آئے گی اور نیز اسلام کے کسی حکم کو اپنی نادانی سے خلاف عقل سمجھکر اور کسی چھوٹی سے چھوٹی ہدایت سے منہ پھیر کر بھی ابدی راحت میں ضرور نقص واقع ہوگا۔ معاذ اللہ حج اس لیئے مشروع ہوا ہے کہ اقوام عالم کے حالات معلوم ہوں اور ہم تجارت و صنعت میں ترقی کریں۔ حاشا و کلا۔ اسلام کے نادان دوستوں اور حیفۂ دنیا کو معبود سمجھنے والوں کا اختراع ہے۔ اسلام معرفت ربانی کی طرف بلاتا ہے اور اس کا ہر ایک فریضہ خدا کی عظمت و جبروت کو دل میں راسخ کرنے کے لیئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ جو دنیوی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ ہم خرما۔ ہم ثواب۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم جیسے سیہ چشم مسلمان جو نور آفتاب کو دیکھ نہیں سکتے شرع سے نور ہدایت لیکر آتے ہیں نہ نماز روزہ اور دیگر احکام کو بجا لاکر روشنی حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہمارا اپنا قصور ہے کہ دوا کا پیالہ منہ کو لگاتے ہیں اور پیتے نہیں یعنی محض رسم کی پابندی کرتے ہیں اور غرض و مدعا سے غافل رہتے ہیں۔ نسخہ بتانے اور ہدایت کی راہ دکھانے والا ہماری محرومی قسمت سے قابل ملامت نہیں ہو سکتا۔ یہ ہیں میرے خیالات۔ ان کو پڑھو اور اپنے لیئے اور میرے لیئے ایمان دار ہونے کی دعا کرو۔ فقط +

محمود علی پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ

معجزہ شق القمر پر ایک محققانہ نظر

(سلسلہ کے لیئے دیکھو اسوۂ حسنہ ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

محال کی دو قسمیں ہیں (۱) محال عقلی (۲) محال عادی۔ محال عقلی تو وہ ہے جس کا ہونا یا نہ ہونا عقل کے نزدیک ناجائز ہو خواہ عقل براہ راست بغیر کسی غور و تعمق ایسا حکم لگائے یا اُسے ایسا حکم لگانے کے واسطے کسی دلیل کی تلاش کرنا پڑے مثلاً دو اور دو کا چار سے زائد ہونا یا کسی شخص کا اپنے باپ کا باپ ہونا کہ عقل بلا کسی حجت و دلیل کے

اس کو محال کہتی ہے یا مثلاً ایک کرہ کے جسم کا نصف سے زائد حصہ ہونا کہ اس کو محال سمجھنے میں مناظر اقلیدس کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ دوسری قسم خیال کی محال عادی کا ہے یعنی عادتاً محال ہے نہ کہ بربنائے عقل۔ یہ محال حقیقتاً ممکن ہے مگر چونکہ خدا کی عادت ویسا کرنے پر جاری نہیں ہے اس لیے ہم اُسے بھی محال کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً آم کے درخت سے نارنگی کا پیدا ہونا۔ بکری کے پیٹ سے آدمی کا بچہ پیدا ہونا۔ دفعتاً تخم کا نشوونما پا کر پھل لے آنا وغیرہ وغیرہ۔ اور اسی ضمن میں تمام معجزات انبیاء داخل ہیں جن کو ہم ممکن غیر عادی کہتے ہیں۔ نہ کہ محال عقلی ✚

اب نفس فلسفہ اُس کے موضوع اور غایت پر غور کیجیے۔ دنیا میں دو قسم کی چیزیں ہیں ایک تو وہ جنہیں ہم اپنے حواس ظاہری سے محسوس کرتے ہیں جیسے شکل و صورت۔ رنگ، گرمی و سردی وغیرہ اور دوسرے وہ جنہیں ہمارے حواس ظاہری محسوس نہیں کرتے بلکہ صرف اُن کے آثار کو محسوس کرتے ہیں مثلاً مقناطیس کی قوت جاذبہ کہ وہ کسی حس سے نہیں دریافت ہوتی بلکہ اُس کے آثار محسوس ہوتے ہیں یعنی لوہے کا اُس کی طرف کھنچنا اور فلسفہ کا کام یہی ہے کہ وہ ان اشیاء محسوسہ غیر محسوسہ کے افعال و خواص کو معلوم کرے ✚

جب اشیاء کے خواص و افعال کے معلوم کرنے کا نام فلسفہ ٹھہرا تو ظاہر ہے کہ فلسفہ صرف ایک جستجو و تلاش ہے جو ہم کو تمام اشیاء موجودہ فی العالم کے خواص و آثار معلوم کرنے میں مدد دے اور ہم کو یہ بتائے کہ نفس شئے اور اُسکے اثرات کا باہم ربط کیا ہے۔ چنانچہ موجودہ فلسفہ کی بنیاد بالکل اسی جستجو و تلاش و استقراء پر ہے جس کو انگریزی میں Induction کہتے ہیں۔ یہاں تک ہم کو کوئی اختلاف اس فلسفہ سے نہیں ہے بلکہ ہم بھی اُسے بہت مفید و کارآمد سمجھتے ہیں لیکن جب ایک فلسفی اسی زعم میں یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ انہی اُصول استقراء کی بناء پر قانون قدرت (Law of Nature) دریافت کرسکتا ہے تو ہمارا اُس کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اُس کے نزدیک قانون قدرت وہی ہے جو اُس نے استقراء جزئیات عالم کی بناء پر سمجھا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ استقراء ناقص ہے اور اس لیے قانون قدرت کے متعلق کوئی قطعی و اذعانی حکم لگانا سخت غلطی و جسارت ہے زیادہ سے زیادہ ہم نتائج استقراء کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اغلب ہیں نہ کہ یقینی۔ اور جب تک یقین کے ساتھ کوئی بات نہ معلوم ہو جائے اُس وقت تک ہم اُسے قانون فطرت نہیں کہہ سکتے۔ استقراء کے نتائج اُسی وقت یقینی کہے جاسکتے ہیں جب ہم تمام جزئیات عالم کا احاطہ کرسکیں اور چونکہ یہ طاقت بشری سے خارج ہے کہ وہ دنیا کی تمام چیزوں کو دیکھ کر کوئی صحیح نتیجہ نکالے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ استقراء ناقص ہے اور قانون قدرت کا علم بھی ناقص ہے ہم اس کے متعلق چند مثالیں دیکر سمجھائیں گے کہ واقعی استقراء کس درجہ ناقص و غیر مکمل ہے ✚

(۱) پہلے استقراء سے یہ بات یقین کرلی گئی تھی کہ سیارے (جو چلتے پھرتے ہیں) صرف سات ہیں اور ان ہی کی رفتار پر لحاظ کر کے پیشنگوئیاں کی جاتی تھیں۔ لیکن اب جدید تحقیقات و مزید استقراء سے معلوم ہوا کہ ۲۳ سیارے ہیں اور چونکہ ابھی تک تفحص و جستجو کے لیے بہت میدان باقی ہے اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ کس قدر سیارے اور ہیں جن کا حال ہمیں معلوم نہیں۔ پھر اُس زمانہ میں جب کہ صرف سات سیاروں کے ہونے کا یقین تھا اگر کوئی شخص دعوے کرتا کہ فلاں زمانہ میں یہ واقعات بیسویں یا آٹھویں سیارہ کے اثر سے رونما ہوں گے تو فلسفہ والے ہنستے کہ قانون قدرت تو سات ہی میں محدود ہے یہ آٹھواں یا بیسواں سیارہ کہاں سے آیا۔ مگر اب جب کہ یہ متحقق ہو چکا ہے کوئی اعتراض نہیں کرسکتا ✚

(۲) فلاسفۂ طبیعی کا خیال تھا کہ وہ عناصر جن سے ترکیب اجسام ہوتی ہے صرف چار ہیں اور انہوں نے لا آف نیچر یہی سمجھ رکھا تھا کہ ترکیب اجسام کی لیے ان چاروں عناصر کا ہونا ضروری ہے، مگر تھوڑے زمانہ کے بعد وہ قانون فطرت بگڑ گیا۔ کیونکہ اب چونسٹھ چیزیں مفرد و بسیط ایسی دریافت ہو چکی ہیں جن سے اجسام ترکیب پاتے ہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ ابھی کتنی اور ہیں جو دریافت نہیں ہو سکیں۔ اس لیے کیا کوئی اب ان ہی ۶۴ کی بناء پر لا آف نیچر تیار کرسکتا ہے؟

(۳) نظام بطلیموسی کتنے عرصہ تک صحیح اور درست تسلیم کیا گیا لیکن نظام فیثاغورس نے اُسے بالکل باطل کر دیا۔ پھر کیا یہ یقینی طور سے کہا جاسکتا ہے کہ اب نظام فیثاغورس باطل نہیں ہو سکتا؟ ✚

(۴) جس وقت مقناطیس کی قوت جاذبہ دریافت ہوئی تھی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کسی وقت اس کی یہ خاصیت اس سے منفک ہو سکتی ہے یا ایک ہی پارۂ مقناطیس میں مختلف مدارج کشش کے ہو سکتے ہیں لیکن بعد کو دریافت ہوا کہ زلزلہ کے وقت وہ قوت جاذبہ بالکل زائل ہو جاتی ہے اور پارۂ مقناطیس کے بالکل وسط میں وہ کشش بہت کم یا بالکل نہیں ہوتی، لیکن اگر اُسی جگہ سے اُس کو پھر دو ٹکڑے کردیں تو وہیں بہت زیادہ جاذبیت پیدا ہو جائے گی ✚

(۵) ہم کو استقراء سے معلوم ہوا تھا کہ تمام حیوانات کھانے کے وقت نیچے کا جبڑا ہلاتے ہیں اور یہی قانون فطرت سمجھ لیا گیا تھا۔ لیکن ایک مدت کے بعد ہمیں ایک حیوان تمساح (مگرمچھ) ملا جو بخلاف دیگر حیوانات کے اوپر کا جبڑا ہلاتا ہے اور چونکہ ہم نے تمام حیوانات عالم کو نہیں دیکھا اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ سوائے تمساح کے اور کتنے جانور ایسے ہیں جو اوپر کا جبڑا ہلاتے ہیں ✚

(۶) تمام ماہرین فزیالوجی کا مسلّمہ مسئلہ ہے کہ قوت باصرہ کے کام میں لانے کے لیے وجود نور و ضیاء ضروری ہے، یعنی آنکھ اُسی جگہ کام کرسکتی ہے جہاں روشنی ہو۔ اندھیرے میں وہ کام نہیں کرسکتی۔ مگر امریکہ میں ایک عورت ایسی تھی جو رات کو اُٹھتی تھی ایک خاص حالت اُس پر طاری ہوتی تھی۔ اُسی حالت نیم بیداری میں وہ اپنا سارا کام کرتی تھی اور سخت تاریکی میں آنکھ بند کر کے کتابیں پڑھ لیتی تھی۔ پھر وہ قانون فطرت بینائی کے متعلق کیا ہوا؟

(۷) یہ قانون فطرت تسلیم کرلیا گیا ہے کہ کسی حیوان کے دو تین ٹکڑے کردو تو وہ مر جائے گا۔ لیکن ایک جانور ہیدرا نامی دریافت ہوا ہے جس کے اگر تین ٹکڑے کر دیے جائیں تو چند روز کے بعد ہر حصۂ مقطوع پورا جسم بن جائے گا اور حرکت

کر سننگے گا ، کیا یہ قانون فطرت بھی اُسی طرح مستحکم باقی ہے ✦

(۵) آگ کا کام جلانا ہے اور اس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ قانون فطرت ہے، لیکن روغن بلسان میں ایک کپڑا تر کرکے انگلیوں پر لپیٹ لو اور پھر اُس کو جلاؤ ۔ کپڑا جل جائے گا اور انگلیاں محفوظ رہیں گی۔ اب وہ قانون فطرت کیا ہوا۔ علاوہ اگر تفحص کیا جائے تو ایسی مثالیں ہزاروں مل سکتی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ فلسفہ کا کوئی کلّیہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی مستثنیٰ نہ ہو۔ اور یہ منطق کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ حکم کلّی ایک استثناء سے بھی قاعدۂ عام باقی نہیں رہتا۔ پھر جب فلسفہ کی کمزوری کی یہ حالت ہے تو کیوں اُس کی بناء پر ہر ایسی چیز سے انکار کر دیا جائے جو ہماری سمجھ میں نہ آئے یا جس کو ہمارا فلسفہ غلط بتائے۔ ممکن ہے آیندہ چلکے ہمارا استقرار اُس بات کے صحیح ہونے کو ثابت کر دے۔ یہاں تک تو اجمالاً بیان موجودہ فلسفہ کے اضمحلال قواعد و اُصول کے متعلق تھا اور غالباً اس کے بعد ہمیں اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ خاص معجزۂ **شق القمر** کے متعلق اُن کے اعتراضات کو دفع کریں کیونکہ وہ تمام اعتراضات خود اُسی فلسفہ کے اُصول مسلّمہ کی بناء پر ہیں اور اُن اُصول کی کمزوری کو ہم ظاہر ہی کر چکے ہیں۔ مگر نہیں ہم اُن اعتراضات کا علٰحدہ جواب دیں گے خواہ وہ اعتراضات کتنے ہی لغو و مہمل کیوں نہ ہوں۔

(۱) پہلا اعتراض فلسفۂ قدیمہ کا معجزۂ **شق القمر** پر یہ ہے کہ قمر کے شق ہونے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اُس نے حرکت مستقیمہ کو قبول کیا (کیونکہ خرق و التیام بغیر حرکت مستقیمہ کے نہیں ہو سکتا) اور اجرام فلکیہ میں خرق والتیام محال ہے کیونکہ وہ حرکت مستقیمہ کو قبول نہیں کرتے۔ اس لیے چونکہ قمر بھی اجرام فلکیہ میں داخل ہے اس لیئے اُس میں خرق و التیام نہیں ہو سکتا اور شق القمر خرق و التیام کو چاہتا ہے ✦

اس کے جواب کے متعلق ہمیں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں کیونکہ فلسفۂ قدیمہ کے اس خیال کو فلسفۂ جدیدہ نے بالکل باطل کر دیا ہے اور وہ اس طرح کہ دوربینوں کے ذریعہ سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہونچ گئی ہے کہ کرۂ قمر میں اُسی طرح کے جنگل پہاڑ اور دریا وغیرہ ہیں جیسا کرۂ ارض پر۔ اس لیئے جب کرۂ قمر کے اجزاء ترکیبی زمین کی طرح ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُس پر وہ تمام کیفیات طاری نہوں جو زمین پر ہو سکتی ہیں اس لیئے اگر زمین میں خرق والتیام ہو سکتا ہے تو چاند میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ زمین کا شق ہو جانا بالکل بدیہی بات ہے اس لیئے کرۂ قمر کے شق ہو جانے کے لیئے بھی کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس لیئے جب کرۂ قمر کا شق ہو سکنا محال نہیں ہے، تو پھر اُس کے وقوع کا ثبوت صرف تاریخ کا محتاج ہے اور وہ اس کی شاہد ہے ✦

(۲) دوسرا اعتراض فلسفۂ قدیمہ کا یہ ہے کہ جرم قمر کے شق ہونے سے فلک قمر سے لیکر فلک الافلاک تک سب کا پھٹ جانا ضروری ہے۔ پھر اگر شق کو اس طرح فرض کریں کہ نیچے اوپر دو ٹکڑے ہو گئے تھے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ فلک الافلاک سے اوپر اجرام فلکیہ نے پھٹ کر کوئی حرکت قبول کی تھی، اور یہ محال ہے کیونکہ فلک الافلاک کے اوپر جگہ نہیں ہے ✦

اس کا جواب بھی فلسفۂ جدیدہ نے دیدیا ہے کیونکہ اُس کے نزدیک آسمان کا وجود ہی نہیں ہے اور اس لیئے یہ فلک القمر۔ اور فلک الافلاک کا قصہ ہی باطل ہے لیکن اگر ہم آسمانوں کو اسی طرح فرض کرلیں جیسا فلسفۂ قدیم سمجھتا ہے یعنی پیاز کے چھلکوں کی طرح تہ بتہ تمام افلاک ایک دوسرے کو محیط ہیں تو بھی شق قمر محال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جرم قمر کا فلک قمر میں ہونا دو حال سے خالی نہیں یا تو جرم قمر فلک قمر میں جڑ دیا گیا ہے۔ یا فلک قمر کا صرف اُس قدر حصہ منور یا کاسب ضیا بنا دیا گیا ہے، صورت اوّل میں فلک قمر کا خرق التیام ثابت ہے کیونکہ جرم قمر کا فلک قمر میں جڑا جانا بغیر خرق کے ممکن نہیں لیکن اگر دوسری صورت فرض کریں تو ایسا فرض کرنے کے لیئے خسوف و محاق وغیرہ منافی ہیں۔ اب رہا یہ امر کہ شق قمر سے تمام افلاک کا شق ہو جانا لازم آئے گا۔ سو یہ کوئی ضروری بات نہیں، کیونکہ وہی فلسفہ جو شق قمر پر اعتراض کرتا ہے جسم کی دو صفتیں بیان کرتا ہے :- انضغاط (سمٹنا) اور مرونت (پھر اپنی اصلی حالت پر آجانا) اور چونکہ قمر کو بھی وہ ایک جسم تسلیم کرتے ہیں اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ جسم کی صفات عامہ اُس میں نہ پائی جائیں اس لیئے اگر شق قمر کے وقت دونوں ٹکڑے ایک دفعہ حالت انضغاط میں ہو کر ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں اور پھر حالت مرونت میں ایک دوسرے سے مل گئے ہوں تو کوئی جائے عجب نہیں کیونکہ یہ عین صفات جسم ہیں۔ اگر اسی کے ساتھ ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ فلک قمر بھی ساتھ کے ساتھ ضرور شق ہوا ہوگا تو بھی کوئی نقصان لازم نہیں آتا کیونکہ وہ بھی ایک جسم ہے اور اُس میں بھی یہی دونوں صفتیں پائی جاتی ہیں ✦

(۳) تیسرا اعتراض جو فلسفۂ جدیدہ کی بنا پر کیا جاتا ہے وہ ان باتوں پر مشتمل ہے کہ شق القمر کے ممکن ماننے سے محالات مندرجۂ ذیل ممکن ماننے پڑیں گے :-

(ا) جذب مرکزی مابین شمس و قمر باطل ہو جانا۔

(ب) چاند کے ٹکڑوں میں غرباً شرقاً یا شمالاً جنوباً حرکت قسری پیدا ہونا جو قمر کی حرکت ذاتی کے منافی ہے ✦

(ج) حرکت قمر کا اُس وقت تک کے لیئے رُک جانا جبتک دونوں پارہائے قمر الگ رہے

(د) حرکت قمر کے رُک جانے سے تمام اجرام فلکیہ کا انتظام بدل جانا۔ اور ایسا نہیں ہوا۔

(ہ) شق قمر کے بعد چاندنی ضرور کم ہو گئی ہوگی حالانکہ اسکا ذکر کہیں تاریخ میں نہیں ہے۔

(و) کرۂ قمر پر جس قدر دریا ہیں وہ بر وقت شق قمر ضرور زمین کی طرف آتے اور یہاں اُن کی ریزش محسوس ہوتی ✦

(ز) کرۂ قمر کی جاندار اشیاء کو صدمہ پہونچانا اور اُن میں اضطراب پیدا کرنا جو سراسر عدل خداوندی کے خلاف ہے ✦　　(باقی آیندہ کا)

نیاز محمد خان "نیاز" فتحپوری

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

بے شک عقل والوں کے لیئے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے +

تذکرۃ السلف

حضرت امام حسینؑ

نہ کیوں ہوں اشک جاری مرثیہ سُنکر
شہید کربلا کی یہ کہانی ہے

یہاں اُس تفصیل کی ضرورت نہیں کہ جو حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اُس تفصیل سے قریباً مسلمانوں کا ہر ایک حصہ کم و بیش واقف ہے۔ محرم یا ماہ محرم کا نام ہی اس ساری تکلیف دہ تفصیل کا کفیل ہے۔ جہاں محرم کا مہینہ آیا یا اُس کا نام لیا گیا وہیں ہر ذی حس مسلمان کے دل و دماغ پر غم و الم کی بجلیاں دوڑنے لگیں اور اُن کی آنکھوں کے سامنے رسول کریم کے پیارے نواسے حضرت امام علیہ السلام کی مصیبتوں، مردانگی، حوصلہ بردباری اور استقلال کا سماں چھا گیا +

اللہ اکبر اس واقعہ حسین یا واقعہ کربلا کے ذکر میں بھی کیا سوز۔ کیا درد اور کیسا اثر ہے۔ بے شک انیسؔ اور دبیرؔ کا کلام بھی بہت کچھ غلو اور اثر لیے ہوئے ہے۔ مگر در اصل اس دردناک واقعہ حسین کی بدولت ہی کلام انیس اور مراثی دبیر میں اس قدر جذب اور سوز پیدا ہو گیا ہے۔ ایک واقعہ ایسا دلسوز اور دردناک اور دوسری طرف سے اُس کے بیان کرنے والے انیس اور دبیر +

دُنیا میں مختلف لوگوں پر مصیبتیں آتی ہیں اور مختلف لوگ اپنے اپنے رنگ میں مبتلائے بلا ہوتے ہیں۔ مگر حسینؑ کی مصیبت اور حسینؑ کا ابتلا کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔ اس میں کچھ اور ہی بات۔ اور کچھ اور ہی بھید ہے۔ جس طرح حضرت ابراہام علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی سے آزمایا گیا تھا اُسی طرح امت محمدی کے ایک بڑے رُکن رکین کی آزمائش ہوئی ہے۔ ابراہام علیہ السلام کے امتحان میں ایک مینڈھا خود بخود قدرت کی طرف سے مہیا کیا گیا۔ یہاں خود حضرت حسین علیہ السلام اور اُن کی ذریات کو قربانی کا مینڈھا بنایا گیا اور سب کے سب جان دیکر اس حقیقی امتحان میں پورے اُترے +

یہ امتحان صرف حضرت امام حسین ہی کا نہیں تھا بلکہ کل امت اور کل ارکان امت کا۔ دنیا میں اور مصیبت زدہ بھی استقلال اور حوصلہ و ہمت میں پورے اُترتے ہیں لیکن حضرت امام حسینؑ جس ہمت اور جس خوشی سے پورے اُترے اُس کی نظیر بنی اسرائیل کے نبیوں میں بھی نہیں ملتی ہے۔ ایوب اور داؤد علیہما السلام نے مصائب اور ابتلا کے وقت بہت کچھ استقلال کیا مگر اُن کا استقلال اور ہمت حسینی استقلال اور ہمت و بردباری سے کہاں مل سکتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہودیوں کی دست برد کے وقت تنگ ہو کر کہہ ہی دیا کہ " اے میرے باپ اگر یہ پیالہ ٹل سکے تو ٹال دے "

لیکن حضرت امام حسین نے سوائے اس کے اور کچھ نہ کہا " جیسی تیری مرضی ہو ویسا ہی کر "

ان الفاظ کا مقابلہ کرو اُن الفاظ سے جو ایک نبی علیہ السلام کے مُنہ سے نکلے ہیں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی سوچو کہ یہ رُکن ایک نبی کی امت میں سے ہے جس کو نبوت اور رسالت کا دعویٰ نہیں ہے۔ کیا اس سے حضرت رسول کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کے اس قول کی عملی رنگ میں تصدیق نہیں ہوتی :-

" عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْل " +

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اس واسطے یگانہ اور فرد نہیں کہ اُنہوں نے دشمنان آل رسول کے ظالم ہاتھوں سے شہادت پائی بلکہ اس واسطے کہ حضرت ممدوح نے اپنے اس استقلال اور اس عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ " اپنے ضمیر کی شہادت پر کس طرح ایک راستباز انسان ثابت اور قایم رہ سکتا ہے ؟ کس طرح ثابت اور قایم رہنا چاہیئے ؟ رضا بالقضا کا عملی نمونہ کیسا ہوتا ہے ؟ قوم اور مذہب کی قربانیاں مذہبی حدود کے اندر کس رنگ کی ہونی چاہییں ؟ صداقت پرستی میں کن کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ؟ بُری تحریکات اور بُرے جذبات کا

جو قدم نہ کرنے سے بعض وقت کن کن مشکلات اور آفات میں انسان گرفتار ہو جاتا ہے؟ مذہب کی حمایت اور پرستاری کا اصلی نمونہ کیا ہے؟ غیرت اور مذہب انسان کو مادی اور معادی رنگ میں کہاں تک ضرورت ہے؟ مصائب کا مقابلہ کس طرح کرنا چاہیئے وغیرہ۔

یہ باتیں ہیں جو اس شہادت میں رکھی گئی ہیں۔ یہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ شہادت شہادتوں کی سرآمد اور ممیز ہے۔ اس کا ثبوت دنیا کی کسی اور شہادت میں نہیں پایا جاتا۔ اور زیادہ تر یہ کہ یہ تمام آزمائشیں ان لوگوں کی جانب سے ہیں جو کلمہ گو تھے اور جو حضرت حسینؓ کے نانا کو نبی بھی مانتے تھے اگر دشمنوں کے سامنے یہ آزمائش ہوتی تو اُس کا رنگ کچھ اور ہوتا اس صورت میں اس کی حقیقت کچھ اور ہو جاتی ؛

"اس شہادت کا رنگ ہی کچھ اور ہے"

یہ شہادت مسلمانوں کے واسطے ایک نمونہ ہے یہ شہادت اسلامی صداقت کا ایک معیار ہے یہ شہادت عملی رنگ میں ثابت کرتی ہے کہ بُری تحریکات سے بچنے اور اپنے ضمیر اپنے مذہب اور اپنے عقیدہ صادق کی جوابدہی اور ذمہ داری کا رنگ ایسا اور ایسا ہونا چاہیئے۔

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

اگر حضرت امام دشمنوں کے سامنے یہ کہہ کر سر جھکا دیتے کہ "بہت اچھا" تو اُسکا آج نتیجہ کیا ہوتا کہ صدہا دوسرے لوگ کسی وقت بڑی تحریکوں کے گرویدہ ہو کر اسلامی وقار اور اسلامی عزت و احترام کھو بیٹھتے۔ اور یہ سالانہ یاد جو ایک صادق اور عملی رنگ رکھتی ہے اسلامی دنیا میں اپنا وجود نہ رکھتی۔ جو لوگ سرسری نگاہوں سے اس یوم نظیر یوم عمل اور یوم صداقت کو دیکھنے کے عادی ہیں وہ اس پرسوز دل سے روتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ کر سا دل ہے جو اس دل ناک واقعہ پر آنسو نہ بہائے اور جسکا دل نہ پگھلے۔ لیکن سچ پوچھو تو حضرت امام نے اپنی اور اپنے کنبہ کی جان دیگر مسلمانوں کے واسطے یہ ایک ایسا واقعہ زندہ کر دیا ہے جس پر مسلمانوں کو دوسری طرف رونے کے ساتھ فخر بھی کرنا چاہیئے یہ رسالت محمدی کی ایک زندہ یادگار اور ایک عملی شہادت ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم میں ہی سے ایک ایسا مرد خدا ہوا جو اخیر تک بُری تحریکوں کے قابو میں نہ آیا اور ہر رنگ میں خود کو صادق مسلمان ثابت کیا۔ مسلمان کی شناخت ہی یہ ہے کہ وہ بری تحریکات کا پورے زور سے مقابلہ کرے اور آیت کریمہ :-

ادخلوا فی السلم کافۃ

کی عملی تصدیق پر اپنے خون اور اپنے عمل سے مُہر لگائے۔

الحمد للہ شروع شروع میں ہی حضرت امام نے اپنے خون سے اس پر مُہر کی جو آج تک روشن اور ثابت ہے اور اس خونی مُہر سے مسلمانوں میں ایک عملی جان ڈال دی۔ اور انہیں ہمیشہ کے واسطے اپنے عمل سے زندہ کر دیا ؛

ہر سال کا محرم اپنے ساتھ صرف آہ وزاری ہی نہیں اور درد کا سماں ہی نہیں لاتا بلکہ اُس عدیم المثال صبر۔ استقلال تہوّر اور شجاعت کا بھی سماں سامنے لاتا ہے۔ جو امام حسین علیہ السلام کے صادقانہ عمل سے قایم اور ثابت ہو چکا ہے۔ جہاں ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی ہمارے دل و دماغ میں یہ خوشی بھی ممتوج ہوتی ہے یا ہونی چاہیئے ؛

علیؓ کے بیٹے اور احمدؐ کے نواسے کی استقامت صبر۔ خدا پرستی رضا جوئی۔ توکل بر خدا۔ رضائے خدا۔ عظمت مذہب کا ولولہ یہاں تک تھا اس مذہب اور قوم کے ہیرو کے اس کارنامے۔ اس عظیم الشان استقلال نے عملی رنگ میں ثابت کر دیا کہ مذہب میں اس قدر طاقت اور اس قدر کشش ہے۔ اور مذہب مشکلات میں کہاں تک اور کس حد تک سہارا بن جاتا ہے ؛

اور چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر چاروں طرف سے بلاؤں اور آفتوں کا ہجوم تھا۔ یہاں تک کہ جانور پانی پیتے تھے اور امام اور اُس کا کنبہ اس سے محروم تھا اور پھر یہ کہ سامنے پانی موجود تھا۔ کن کے ہاتھوں میں جو کلمہ گو تھے۔ پھر بھی ہمارے امام نے حوصلہ اور ہمت نہیں ہاری۔ خدا پر توکل کر کے ڈٹے رہے اور اخیر وقت تک استقامت نہ چھوڑی۔ اللہ اکبر۔ یہ حوصلہ اور یہ ہمت اور طرفہ یہ کہ مظلوم کنبہ میں سے بھی کسی نے اخیر تک یہ نہ کہا کہ بابا جان یزید کی مان لو۔ کیا صداقت تھی اور کیا ہمت و استقلال۔ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے رضائے الٰہی پر اس شدت سے صابر اور شاکر تھے کہ جس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی۔ "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

جو شخص اپنی رگوں میں محمدؐ اور علیؓ کا خون رکھتا ہو جس کا قلب روشن ہو، جس پر مذہب اسلام کی صداقت مکمل ہو چکی ہو۔ جو رسالت محمدیؐ کے انوار کا اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ چکا ہو اگر اُس میں استقامت نہ ہوتی تو اور کس میں ہوتی ؛

اے ماہ محرم اگر ایک طرف تو ہمیں رُلاتا ہے تو دوسری طرف ہماری رگوں میں یہ جوش بھی پیدا کرتا ہے کہ ہمارا امام صداقت کے خاطر قربان ہوا۔ اور اُس نے اپنی شہادت سے ایک خونی مُہر صحیفۂ اسلام پر لگائی ہمارے لیئے یہ کتنے بڑے فخر اور عزت کی بات ہے۔ اس قسم کی شہادتوں سے درشتۂ اسلام ثابت اور زندہ ہے ؛

روتے ہیں ہم مرثیہ سُن کر تمام
اور دل میں کرتے ہیں فخر امام

سلطان احمد - پنڈ دادنخاں

سال کا پہلا مہینہ

مصائب و آلام

"نوروز" اور "نیوایرس ڈے" آتش پرستوں اور مسیحی اقوام کی ولولہ انگیز مسرت و شادمانی کا دن ہے۔ جس دن وہ بادۂ شادمانی پی پی کر بستِ مئے سرور و انبساط ہوتے ہیں اور ہر چھوٹے سے بڑا۔ عورت سے مرد تک اپنی خوشی و خرمی کا کوئی حصہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ اگر کوئی غمزدہ ہے تو اپنا غم بھول جاتا ہے۔ آفت رسیدہ ہے تو آفت کے تصور سے خالی الذہن ہو جاتا ہے اور سب مل جُلکر جشنِ شادمانی مناتے ہیں!

اور یہ کیوں نہ ہو۔ یہ اُس آنے والے سال کا پہلا دن ہے جس میں اُن کی لاکھوں اُمیدیں برآنے والی ہیں۔ ہزاروں کامیابیاں ہونے والی ہیں۔ سیکڑوں بڑی بڑی حاجتیں پوری ہونے والی ہیں اور قوم کی قوم کا آفتاب ترقی معراجِ کمال پر پہنچنے والا ہے۔

محرم الحرام مسلمانوں کے نئے سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اور یکم محرم الحرام مسلمانوں کا نوروز اور "نیوایرس ڈے" ہے۔ اُصولاً چاہیئے تھا کہ اُس دن ہم بھی جشنِ شادمانی مناتے اور لباس فاخرہ بدل بدلکر اپنی ہمسایہ قوموں کی طرح حیات اور زندگی کا ثبوت دیتے۔ لیکن آہ ہلالِ محرم بجائے اس کے کہ ہمارے دلوں میں مسرت وشادمانی کا تلاطم پیدا کرے خنجرِ غم بنکر ہمارے دل اور جگر کے ٹکڑے اُڑاتا ہے۔ وہ رات جس کی صبح کو ہمارا نوروز اور نیوایرس ڈے ہونے والا ہے۔ وہ رات جسکو شبِ عید اور شبِ برات سے زیادہ ہمارے لیئے خوش آیند ہونا چاہیئے۔ ایک پُر حسرت خوفناک اور ظلمت بھری رات ہوتی ہے جس کی شام کی پھولی ہوئی شفق ہمارے غنچۂ دل کو شگفتہ نہیں کرتی بلکہ خون کا آنسو رُلاتی ہے۔

یہ کیوں؟ اس لیئے کہ ہماری بدبختی سے ہمارے اس نئے سال کے شروع مہینے میں وہ دردناک حادثہ پیش آیا جس کی یاد تیرہ سو برس گزرنے کے باوجود آج ہمارے دلوں میں بدستور تازہ ہے۔

ہمارے نئے سال کا دسواں دن "یوم عاشورہ" ہماری زندگی کا وہ روح فرسا اور المناک دن ہے جو ہمارے بھلا دینے کی کوششوں کے باوجود بھی اپنی زندگی کے ایسے اہم واقعات سے زیادہ یاد ہے۔ تنہا وہی وہ دن ہے جس نے سال کے مہینے کو بجائے مسرت وشادمانی کے غم والم کا مہینہ بنا دیا ہے: جس سے ہمارا نیا سال اس طرح شروع ہوتا ہے کہ ہمیں سیاہ پوش بناکر اسیر رنج و محن کرتا ہوا ایک غمزدہ پیکر کی طرح صرف سینہ کوبی کو لیئے چھوڑ جاتا ہے۔

پس جس قوم کا نیا سال اس طرح شروع ہوتا ہو اُس کے اختتام سال کے متعلق کوئی صحیح رائے قایم کرنا زیادہ دشوار نہیں ہے۔

....

حادثۂ عاشورہ کے اثرات

حادثۂ عاشورہ کا مذہبی اثر مذہب اسلام کسی کی موت و حیات سے وابستہ نہیں ہے۔ خود پیغمبرِ اسلام کی جب وفات ہوتی ہے اور مسلمانوں کے قلوب اسلام کے متعلق متزلزل ہوتے ہیں تو صدیق اکبر کس جرأت اور استقلال کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ محمد (صلعم) مرگئے لیکن خدا حی اور قیوم ہے۔ یعنی اسلام کچھ محمد (صلعم) کی ذات کے ساتھ وابستہ نہ تھا کہ وہ گئی تو اسلام بھی جاتا رہے بلکہ وہ خدا کا مذہب ہے جسکا تعلق خدا سے ہے اور چونکہ وہ زندہ اور باقی ہے اس لئے اسلام بھی زندہ اور باقی رہے گا۔ پھر جب "یوم بارہ وفات" اسلام پر کوئی اثر نہ ڈال سکا تو ظاہر ہے کہ یوم عاشورہ کیا موثر ہوگا۔

حادثۂ عاشورہ کا اخلاقی اثر حادثۂ عاشورہ کے متعلق چند باتیں جدا جدا قابل لحاظ ہیں (۱) جرایم و تقصیرات (۲) مصائبُ الآلام (۳) شہیدان کربلا کا پیغمبر اسلام سے خونی تعلق۔ جرایم و تقصیرات' یعنی شہیدانِ کربلا سے کیا ایسے قصور سرزد ہوئے جس کی پاداش میں اُن سے ایسا سلوک کیا گیا۔

قاتلانِ حسین رض کو تنہا امام حسینؑ سے غرض تھی۔ حضرت کے اخفا و انصار محض اس لیئے شہید ہوئے کہ اُن کو خود حضرت پر فدا ہونے کا ذوق تھا ورنہ کفار کو اُن لوگوں سے کوئی پرخاش نہ تھی۔ اگر سب سے پہلے حضرت امام شہید ہوتے تو بات یہیں پر ختم ہو جاتی۔ اس لیئے تنہا آپ ہی کے جرایم کا پتہ لگانا چاہیئے۔

یزید ابن معاویہ رض خلاف اصول اسلام تخت نشین حکومت ہوا وہ فرمانروائی کے ساتھ گو کلمہ گو مسلمان تھا لیکن فاسق اور فاجر تھا، تختِ حکومت ہنوز تختِ خلافت تھا۔ امیرالمومنین ہنوز نائب رسول اللہ سمجھا جاتا تھا۔ یزید کے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی مسلمانوں سے بیعت لی جانے لگی۔ حاکم مدینہ کو بھی پروانہ پہونچا کہ (حضرت امام) حسین سے بیعت لو' آپ جانتے تھے کہ یزید لائق بیعت نہیں ہے۔ آپ نے گریز کیا مدینہ چھوڑ مکہ آئے۔ مکہ سے کوفہ' کوفہ سے کربلا لائے گئے۔ یہاں تک بھی یہی اصرار تھا کہ آپ بیعت کریں لیکن آپ اپنے ارادہ پر مستقل رہے اور بیعت نہ کرنے کا عزم راسخ کرلیا تھا جس پر تادم شہادت قایم رہے۔ بس آپ کا جو کچھ قصور تھا وہ یہی تھا کہ آپ نے ایک فاسق اور فاجر کی بیعت سے انکار کیا۔ اسی کی پاداش میں آپ کو وہ سزا دی گئی۔ جو حادثۂ یوم عاشورہ کے نام سے موسوم ہے تو گویا قصور یہ تھا کہ کچھ قصور نہیں اور آپ بے قصور شہید کیے گئے!!

مصائبُ الآلام تمام ذی حس مخلوقات کے وہ احساسات جو جسم و روح کو اذیت دینے والے ہوں مصائب و آلام ہیں۔ حضرت امامؑ کے لیئے یوم عاشورہ میں تمام مصائب و آلام کا اجتماع تھا۔ بھوک' پیاس۔ جراحت۔ قتل اعزا۔ بے حرمتی

اسیری۔ بے چارگی۔ مظلومی۔ مقہوری۔ تپش۔ سوزش۔ بیتابی۔ اضطراب۔ قلق۔ درد۔ اندوہ۔ ملال۔ افسردگی۔ آزردہ حالی۔ غرض ہر وہ احساس جو موذی اور متکلف ہو ایک ایک کرکے موجود و مجتمع تھا اور وہ تنہا ایک جان کے لیئے جو ایک ساٹھ سالہ غریب الوطن مسافر کے ضعیف و ناتوان جسد میں چند گھنٹوں کی مہمان تھی جس کو لوگ حسین حسین کہتے تھے !

شہیدِ کربلا کا پیغامِ اسلام سے خونی تعلق

حسین ابن فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ایک قطرہ پسینہ کے لیئے مسلمانوں کو اپنی جان و مال کی قربانی ایک محترم اور معزز ترین قربانی ہے جس قربانی کے لیئے مسلمانوں کا ایک ایک فرد متمنی رہتا ہے۔ وہ میدان کربلا میں خود مسلمانوں کے ہاتوں اس مظلومیت کے ساتھ تہ تیغ کیا جائے۔ یہ دنیائے اسلام کے لیئے ایک انتہائی قلق و درد انگیز حادثہ ہے جس کے تصور سے مسلمانوں کے خون کا قطرہ قطرہ جوش کھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا بارہا قتل عام ہوا ہے اور ایک نہیں لاکھوں مسلمان تہ تیغ کیے گئے ہیں۔ بغداد اور قرطبہ کی تباہی۔ کچھ کم مسلمانوں کے لیئے قلق انگیز نہیں ہوئی ہے لیکن اس میں اُس خون کا ایک قطرہ بھی شریک نہیں تھا جس کے احترام کے لیئے موجود بیسیں کروڑ مسلمانوں کی جان کی قربانی ہو سکتی تھی۔ یہی باعث ہے کہ آج اُس حادثہ کی یاد صرف تواریخ کے اوراق میں ہے اور حسین ابن فاطمہ رض کی شہادت کی یاد ہمارے دلوں میں ہے جس کو مرور دہر گھٹانے اور محو کرنے کی کوشش کے باوجود بھی گھٹا اور محو نہ کر سکا +

اب ان تمام واقعات کو ایک جا جمع کرو۔ حضرت امام حسین کی بے قصوری آپ کے مقابلہ میں لشکرِ مفسدین کا اژدحام۔ آپ کے ساتھ انتہائی خونخواری اور درندگی کا برتاؤ۔ آپ کی مظلومی۔ بے بسی۔ بے چارگی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ ابن فاطمہ رض جگر گوشۂ رسول اللہ صلعم۔ یہ سب مل جُل کر انسانی قلوب پر اس قدر گہرا اثر ڈالتے ہیں کہ حضرت امام انام کی ہمدردی اور غمخواری کا دل میں ایک تلاطم بپا ہو جاتا ہے۔ یہ تو اُن کے قلوب کا حال ہے جو محض انسان ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ محض انسانی حمیت اور اپنے بنی نوع کی ہمدردی کا تقاضہ ہے لیکن جو مسلمان ہیں فی الواقع اُن کے قلوب اس یاد سے پھٹ جاتے ہیں اور پتھر پر سر مار کر مرجانے کو جی چاہتا ہے +

یہ تو دلی جذبات و اثرات ہیں جو بے اختیار پیدا ہوتے اور پڑتے ہیں لیکن اس موقع پر مسلمانوں کو کرنا کیا چاہیئے ؟ یہی اصلی بحث ہے ! کیا یہی کہ محرم کا چاند نظر آیا۔ ماتمی لباس پہنا۔ مجلس عزا منعقد کی۔ مرثیے اور نوحے پڑھے۔ آنسو بہائے۔ سر پیٹا۔ سینہ کوٹا۔ کاغذ اور تیلیوں کا ڈھانچہ بنا بنا کر یوم عاشورہ کی یاد قایم کی ؟

اگر شہادت امام انام اور حادثۂ یوم عاشورہ کی محض یہی یادگار ہے اور اس سے ہم نے صرف یہی اخلاقی سبق حاصل کیا ہے تو دُنیائے اسلام کے لیئے یہ دوسری مصیبت ہے جو حادثۂ یوم عاشورہ کی مصیبت سے کم نہیں اور اس واقعہ کی ذلت اور اہانت ہے جس کی یادگار ہم نے اس شکل سے قایم کی ہے +

حادثۂ عاشورہ سے اخلاقی سبق

مصائب و آلام سر پیٹنے اور آنسو بہانے کے لیئے نہیں آتے اُن کی ایک اہم غرض ہوتی ہے جو اُن میں پوشیدہ رہتی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کا فلسفہ یہی ہے +

قوموں کو عیش و تنعم میں بسر کرتے جب زمانہ ہو جاتا ہے تو اُن کی اخلاقی حالت بگڑ جاتی ہے۔ قوائے عملیہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ غلبہ۔ نخوت۔ عجب۔ خود پرستی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور قریب قریب اُن کی حالت بہایم کے پہونچ جاتی ہے۔ خدا کو اُن کی اصلاح منظور ہوتی ہے۔ اُن پر مصائب اور آلام نازل کرتا ہے ایک زندہ اور باقی رہنے والی قوم اس سے متنبہ اور بیدار ہو جاتی ہے۔ اور ایک مٹنے والی قوم بدستور غافل رہ کر مٹ جاتی ہے !

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے صرف اس بات پر کہ یزید کی بیعت ان کے نزدیک مستحسن نہ تھی اور اُن کا ضمیر اس کے لیئے آمادہ نہ تھا اپنی اور اپنے احفاد اور انصار کی ستر اور دو بہتر جانیں قربان کر دیں۔ اس سے جو کچھ سبق ہم کو لینا چاہیئے وہ حسبِ ذیل ہے :-

(۱) انسان کو ہمیشہ راستی پر قائم رہنا اور اپنے ضمیر اور زبان کو ہر حالت میں ایک رکھنا چاہیئے اور راستی پر قایم رہنے کے لیئے اپنے آخری قطرۂ خون تک مقابلہ کرنا چاہیئے

(۲) اپنے حق کے حصول کے لیئے دُنیا کی تمام مزاحمتوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے یہاں تک کہ اگر جان بھی کام آئے تو اُس سے بھی مضایقہ نہیں کرنا چاہیئے +

حضرت معاویہ کے بعد حضرت امام حسین خلافت کو اپنا ہی حق سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب یزید کی خلافت مشہور ہوئی اور آپ سے یزید کی بیعت کے لیئے کہا گیا تو آپ نے قطعاً انکار کر دیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جہاں تک حالات اور موقع نے اجازت دی آپ اپنے اُس حق کے حاصل کرنے کے لیئے آخر تک سرگرم سعی رہے۔ مدینہ چھوڑ کر مکہ آنا پڑا۔ یہاں آپ مع اہل و عیال تشریف لائے۔ یہاں پہونچکر کوفیوں کے خطوط آنے شروع ہوئے جس میں تمام کوفہ نے بیعت کا وعدہ کیا اور آپ کو ترغیب دی کہ آپ کوفہ چلے آئیں۔ حصول حق کا یہ ایک اہم ذریعہ تھا۔ باوجود اپنے اعزا اور احباب کے سخت باز رکھنے اور منع کرنے کے آپ حضرت مسلم کو پہلے بھیجکر بعد میں خود بھی روانہ ہو گئے۔ کوفہ آئے۔ کوفہ سے کربلا آئے۔ کربلا پہونچکر حصولِ حق کے لیئے یوم عاشورہ کو ہمیں ایسا دردناک سبق دے گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ +

(۳) انسان کو رضا و تسلیم کی خو ڈالنی چاہیئے۔ ہمت اور استقلال سے کام لینا چاہیئے۔ عزت اور آبرو پر جان قربان کر دینی چاہیئے۔ بس یہی وہ امور ہیں جن کا یہ حادثہ ہم کو سبق دیتا ہے۔ اشک ریزی اختیاری نہیں۔ یہ جائز اور مفید۔ امام حسین کے لیئے آپ آنسو کا دریا بہایئے مضائقہ نہیں لیکن اس دریا کو میں لایئے۔ دل رقیق کیجیئے۔ اُسکی کدورت دھویئے۔ اور اپنے اس سیلاب سے اپنے اعمال کے خس و خاشاک کو بہا دیجیئے۔ حضور سرورِ کائنات کی روز وفات کی طرح

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

اصلاح الاخلاق والاعمال

تہذیب النفس — تدبیر منزل — سیاست مدن

آلِ رسول

اسلام میں کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد رسول اور آلِ رسول پر درود بھیجنے کا درجہ ہے۔ ذکر ثواب درود خوانی سے حدیث کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ بعض لوگ درود شریف کو سیکڑوں ہزاروں مرتبہ روزانہ دانۂ تسبیح پر ورد کرتے ہیں اور باعث ثواب جانتے ہیں اور کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ تلاوت آیات قرآنی کی طرح درود شریف کا ورد بھی حصول دنیا کے لیئے باثر سمجھتے ہیں۔ غرضکہ بعد آیات قرآنی کے درجہ درود شریف جب اسلام کے جمیع فرقوں میں مسلم ہے تو سوچنا چاہیئے کہ درود شریف کیوں نہ بتیں اس قدر مہتم بالشان سمجھا گیا ہے۔ اگر درود خوانی کا مقصد حضرت رسالتمآب کے نام کی تکرار یا جناب باری کے نام کے ساتھ رسالت آب کا نام لینا تھا تو کلمۂ توحید میں لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہا جاتا ہے حصول مقصود کے لیئے کافی تھا۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" اور وہ بھی لفظ محمد پر بس نہ کرکے بلکہ "وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ" ضم کرکے ورد کرنا یہ بتاتا ہے کہ درود شریف کے ذریعہ سے اللہ اور اللہ کے رسول کے بعد آل محمد کی تعظیم کا سکھانا بھی اغراض اسلام کی تکمیل کے لیئے ضروری تھا۔ یہ تحریر انہیں اغراض کے انکشاف کے متعلق ہے۔

ہم تو نماز میں پڑھتے ہیں "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ترجمہ:۔ "اے اللہ رحمت بھیج محمد اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی تھی ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر۔ تو حمید و مجید ہے"۔
"اے اللہ برکت بھیج محمد اور آلِ محمد پر جیسا کہ تو نے برکت بھیجی تھی ابراہیم وآل ابراہیم پر۔ تو حمید و مجید ہے"۔

یعنی مثل ابراہیم اور آل ابراہیم کے تو محمد اور آل محمد کو بزرگی دے۔ میرے خیال میں درود شریعت میں دو رموز مخفی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں جس طرح حضرت اسحاق۔ حضرت اسمٰعیل۔ حضرت یعقوب۔ حضرت عیسٰی اور حضرت موسٰی۔ حضرت ہارون وغیرہ وغیرہ بہت سے انبیائے بنی اسرائیل اور خود آنحضرت محمدؐ پیدا ہوئے اسی طرح "عُلَمَآءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ" کے حکم میں آنحضرت محمدؐ کی اولاد میں مثل انبیائے گزشتہ کے بہت سے ائمہ یعنی حضرت امام حسن۔ حضرت امام حسین۔ حضرت امام زین العابدین۔ حضرت امام باقر۔ حضرت امام جعفر صادق۔ حضرت امام موسٰی کاظم۔ حضرت امام رضا۔ حضرت امام محمد تقی۔ حضرت امام علی نقی۔ حضرت امام حسن عسکری پیدا ہوں گے اور جو کام انبیائے بنی اسرائیل کرتے آئے ہیں وہی کام یہ لوگ بھی کرتے رہیں گے۔

دوسرا رمز یہ ہے کہ جب درود بھیجنا آل رسولؐ پر جزو نماز ہوگا تو آل رسول کی عظمت دلوں میں رہے گی اور ان کے ارشادات پر مسلمان عمل کرتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی آلِ رسول کو مقتدائے دین مان کر تعلیم مذہب کی طرف لوگ راغب رہے اور بعد وفات آنحضرتؐ کے مذہب اسلام کا چراغ گل نہ ہوا۔ تمام اہل اسلام متذکرہ بالا اماموں کی عظمت اور امامت کے قایل رہے۔ بلکہ صرف اُن تک لوگوں کے اعتقادات محدود نہیں رہے۔ اُن کی نسل میں بھی جو اور حضرات عالم باعمل پیدا ہوئے اُن کا اتباع کرنا اور اُن سے محبت رکھنا بھی باعث نور ایمان ہمیشہ سمجھا گیا۔

یہاں تک تو وہ مسائل ہیں جن میں سنیوں اور شیعوں میں بالکل اتفاق ہے اب اس کے بعد جزئیات میں اختلاف پیدا ہوا۔ جو غلط فہمیوں کی وجہ سے روز بروز بڑھتا گیا۔ پہلا اختلاف یہ پیدا ہوا کہ سنیوں نے علاوہ اولاد صلبی بنی فاطمہ کے جو کتنے ہی نیچے درجہ میں کیوں نہ ہوں "آل محمد" میں اُن لوگوں کو بھی داخل کیا جو طریقۂ رسول پر زمانۂ رسول میں نہایت سختی کے ساتھ چلنے والے تھے۔ اور

استدلال قرآن پاک سے کیا کہ آل فرعون وآل موسیٰ وآلِ ہارون سے فرعون وحضرت موسیٰ وحضرت ہارون کے ساتھی مقصود ہیں۔ تو آل محمدؐ سے آنحضرت محمدؐ کے ساتھی کیوں نہ مُراد لیے جائیں؟ اور دوسری جگہ خدا نے حضرت نوحؑ سے اُن کے بیٹے کے متعلق کہا کہ "انّه لیس من اھلك" یہ تیرے اہل سے نہیں ہے اہل اور آل بمعنی واحد ہیں لیکن شیعوں نے آلِ رسول کا لفظ متعارف معنوں میں صرف بنو فاطمہ کے لیئے مخصوص متصور کیا +

ابتدا میں اختلاف کم تھا۔ شیعوں نے یہ کہا کہ ہم صرف وہی حدیثیں صحیح مانیں گے جو اہل بیت رسول کے ذریعہ سے ہم تک پہونچیں۔ سُنیوں نے کہا کہ ہم اہل بیت کی حدیثوں کو جو بلا واسطہ ہوں ضرور صحیح مان لینگے لیکن علاوہ اہل بیت کے اوروں کی نقل کی ہوئی حدیثیں بھی صحیح مانیں گے بشرطیکہ وہ اہل بیت کی حدیثوں سے متضاد نہوں اور راویوں کی ورع وتقویٰ کا خاص طور پر امتحان ہوا ہو۔ اس اختلاف میں غور کیجیئے تو محض لفظی بحث رہ جاتی ہے۔ مذہبی اُصول اور فرائض میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور اس کی تائید آنحضرت عمر رضؓ کے اس طرزِ عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کو حدیثوں کی نقل کرنے کی عام اجازت نہ دیتے تھے۔ کیا اُن کا مقصد حدیثوں کا چھپانا تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اُن کا منشا یہ تھا کہ خاص خاص پایہ کے لوگ حدیث کی روایت کریں۔ شیعوں نے اگر اس کی تقلید کرکے دائرہ خصوصیت اور تنگ کر دیا تو کیا گناہ کیا؟

اس اختلاف کا غیر مہتم بالشان ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ زمانۂ رسولؐ سے نو دس سو برس تک یعنی مسلمانوں کے زمانۂ ادبار کے شروع ہونے تک شیعوں اور سنیوں میں عبادات ومناکحت میں ذرا بے گانگی کا اظہار نہیں ہوتا تھا اور الحمد للہ کہ بجز جدا جدا نماز پڑھنے کے روشن خیال طبقہ کے شیعوں اور سُنیوں کے مورخات میں اب بھی کوئی امر فرق ڈالنے والا نہیں ہے۔

ایک امر قابل تذکرہ یہ ہے کہ جو سلسلہ بنو فاطمہ میں پیشوایانِ دین کا قایم رہا وہ اور بزرگانِ دین کی نسل میں قایم نہیں رہا۔ مثلاً میرا خیال ہے کہ حضرت عمر فاروق صحابۂ رسول میں بہت بڑا پایہ رکھتے تھے اور اُن کے بیٹے عبد اللہ ابن عمر ورع وتقویٰ میں باپ کا نام روشن رکھنے والے تھے لیکن پھر اُن کی اولادِ ذکور میں کوئی ایسا نہ ہوا جو قابل تذکرہ ہوتا۔ میں نے اولادِ ذکور کی شرط اس لیئے لگائی کہ اولادِ اُناث میں عمر ابن عبد العزیز (اموی) بھی قابل تذکرہ اشخاص میں سے ہیں +

حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کے علوِ مراتب میں کسی سنی کو کلام نہیں ہے لیکن ان کی نسل میں سُنیوں کے نزدیک بھی کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جو ائمہ اطہار کے مقابلہ میں قابلِ تذکرہ ہو۔ غرضکہ "آل محمد" حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کی اولاد یعنی ائمہ اطہار پر شیعوں کے نزدیک محدود ہے اور سُنیوں کے نزدیک اُن اصحاب کو بھی شامل ہے جو بوجہ خصوصیات مذہب کے مثل اہل بیت رسول ہو گئے تھے۔ مثل اہل بیت رسول ہونا کسی قدر محتاج بیان ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کلّیات مسائل اسلام کی بحث کی گئی ہے جزئیات جن کے بغیر تکمیل دین محمدی نہ ہو سکتی تھی احادیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ احادیث نبوی کا درجہ شرح قرآن یا تتمۂ قرآن کا ہے آنحضرتؐ جانتے تھے کہ مسلمانوں میں منافق بھی ہیں اور غیر منافق بھی ہیں یعنی ایسے لوگ بھی ہیں جو خوف یا طمع سے ایمان لائے ہیں اُن پر بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ صحیح حدیثوں کی نقل کرنے کا التزام یہ رکھیں گے۔ گو تعداد ان کی کم ہے لیکن رخنہ اندازی کے لیئے بہت ہیں۔ اسی لیئے آنحضرت کو بار بار یہ کہنا پڑا کہ میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ قرآن اور قرآن سمجھانے کے لیئے اپنی عترت۔ آنحضرت کو بھروسا تھا یا علم باطنی کے ذریعہ سے یقین تھا کہ بنو فاطمہ میں ایسا سلسلۂ نسب قایم رہیگا جس سے دینِ اسلام کی حفاظت برابر ہوتی رہے گی اور اسی لیئے اپنی آل سے مسلمانوں کو محبت رکھنے کی تاکید آنحضرتؐ فرماتے رہیں۔ کوئی غلط فہمی سے یہ نہ سمجھے کہ آنحضرت کا مقصد اپنی آل کی تعریف کرنے سے یہ تھا کہ لوگ اُن کی پرستش کریں یا حصولِ معاش میں اُن کو مدد ملے۔ بلکہ صرف یہ مقصد تھا کہ اُن کے ذریعہ سے لوگ دین محمدی اور اخلاق محمدی سیکھیں کہ اسلام کو استحکام ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بنو اُمیہ۔ بنو مروان۔ اور بنو عباس محلات شاہی میں محفل عیش ونشاط گرم رکھتے تھے اور بنو فاطمہ مصلّے بچھائے ہوئے دین نبوی کا رواج دیتے تھے۔ اور جن علمائے غیر نسل فاطمہؓ کو توفیق خیر ہوتی تھی وہ بھی بساط عیش ونشاط سے دور رہ کر ائمہ اطہار کی تقلید میں دین محمدی کے پھیلانے میں سعی کرتے تھے +

اخیر میں بمقتضائے مصالح وقت حضرات سُنی کی خدمت میں میری یہ التجا ہے کہ پنجوقتہ نماز میں آل رسولؐ پر آپ درود بھیجتے ہیں اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر کسی آل رسول سے آپکے خیال کے مطابق کوئی بے اعتنائی نظر آتی ہے تو آپ اُسے بہ تحمل برداشت نہیں کر سکتے تو یہ گویا شایان صداقت نہیں ہے جو حضرات شیعہ نسل فاطمہؓ سے ہیں وہ محض اس لیئے آلِ رسول سے خارج نہیں ہو سکتے کہ نظر بہ مزید احتیاط محض وساطت اہل بیت سے وہ حدیث کی صحت جانچتے ہیں۔ میرے معقولات کو برادران اہل سنت والجماعت بغور ملاحظہ فرمائیں اور شیعوں کی دلجوئی کا ہمیشہ خیال رکھیں۔ حضرات شیعہ کو کیسے ہی نفرت سُنیوں سے ہو، لیکن اُسکا جواب یہ نہیں ہے کہ سُنی بھی آل رسول سے نفرت کا اظہار کرکے جواب ترکی بترکی دیں۔ ہم اُن کی طرف بڑہتے رہیں گے تو کبتک وہ بھاگیں گے خواہ مخواہ وہ لبیک کہتے ہوئے ہماری طرف بڑہیں گے اور اُس وقت فریقین کے وہ لوگ جو نار اختلاف کو مشتعل کرنے میں اپنی کشایش رزق سمجھتے ہیں پشیمان و پریشان ہو کر درمیان سے الگ ہو جائیں گے +

"ابو الفضل" محمد احسان اللہ عباسی

جُولاہگی

پیشہ جولاہگی کسی زمانہ میں ہندوستان میں بھی بہترین پیشہ سمجھا جاتا تھا جس طرح آج کل یورپ کے جولاہے اپنے ملک میں قوم کے رکن اعظم سمجھے جاتے ہیں اسی طرح ڈھاکہ، مرشد آباد، بنارس، ٹانڈے کے جولاہوں کو بھی ہند کے مشرقی و شمالی حصہ میں خاص اعزاز حاصل تھا۔

تاج پوشی، تقسیم خلعت اور جشن شاہی کے مواقع پر خاص طور پر یہاں کے کپڑوں کی مانگ ہوتی تھی۔ ان مقامات کے علاوہ ہندوستان کے دیگر صوبوں میں بھی خاص خاص مقامات کپڑے بننے کے لئے مشہور تھے۔ کشمیر کے اونی پارچے اب تک آپ اپنی نظیر ہیں۔ جولاہوں کا لقب "نور باف" اس اعزاز کو یاد دلاتا ہے جو ان کو کسی زمانہ میں سرزمین ہندوستان میں حاصل تھا۔

جولاہوں کی نسبت جو عام طور پر مشہور ہے کہ "ان کے پاس عقل نہیں ہوتی" یہ مقولہ بھی ان کے اعزاز کا پتہ دیتا ہے۔ ان کا بے عقل مشہور ہونا بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ اودھ کے شہزادوں کو قوم نے اخیر اخیر "بھولے نواب" کا خطاب دے رکھا تھا۔ کسب معاش میں جن لوگوں کو جدّ و جہد کی طے مسافت کرنا ہوتا ہے۔ جھوٹ سچ بولنا اور جائز و ناجائز تدابیر کا عمل میں لانا ہوتا ہے۔ فریب و فساد کے راستوں پر چلنا پڑتا ہے۔ لوگ انہیں ہوشیار اور چالاک کہتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو ان امور سے سابقہ نہیں پڑتا انہیں لوگ بے وقوف جانتے ہیں۔

جولاہوں کے پیشہ کی آسانیوں پر نظر ڈالیئے۔

(۱) کسی جولاہے کو جب جولاہوں کا پیشہ فروغ پر تھا فکر معاش ایسی سوہان روح شے کا خیال بھی نہیں ہوتا تھا لڑکے پاؤں سے چلنے لگے اور پیشہ آبائی سے پیسہ پیدا کرنے لگے۔

(۲) گھر کی عورتوں کو کسی حالت میں باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ کسی عمر کی ہوں اپنے قومی پیشہ میں گھر کے اندر بیٹھی ہوئی مردوں کو کسب معاش میں پوری مدد دینے کے لائق ہوتی تھیں۔

(۳) مکانات سکونت میں کارگاہیں تیار رہتی تھیں اور وہیں مال بنایا جاتا تھا اور وہیں بکتا تھا۔ جولاہوں کا گھر جولاہوں کے لیئے گویا تخت گاہ شاہی ہوتا تھا۔

(۴) خشکی، غرقی، آفات ارضی و سماوی یا انقلاب سلطنت کی پرواہ جولاہوں کو نہ ہوتی تھی اور نہ چوری یا ڈاکہ کا خوف ان کو ہوتا تھا۔ ان کے آلات حرفت قیمتی نہ ہوتے تھے اور نہ ان کو بڑے سرمایہ کی ضرورت ہوتی تھی۔

(۵) ہر شخص کو کپڑے کی ضرورت لازمی ہے اس وقت کے جولاہے تمام مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے کپڑے تیار کرتے تھے۔ غیر ملک سے مال آتا تھا مسلم فکر مقابلہ (Competition) کی تکالیف سے ان کے دل و دماغ محفوظ رہتے تھے۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے جولاہے ہندوستان کے تمام باشندوں میں سب سے زائد بے فکرے ہوتے تھے اور اس بے فکری کی وجہ سے وہ بے عقل کہے جاتے تھے۔ یعنی حصول معاش کے لیئے ذرا بھی ان کو زور و فکر کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

اکبر نے اپنے زمانہ میں ایک پالیسی یہ قایم کی تھی کہ مسلمان اپنے مذہب کی تلقین اس طرح کریں کہ غیر مذہب والوں کا دل نہ دُکھے۔ اُسی زمانہ میں ایک فقیر کبیر شاہ گزرے ہیں جنہیں ہندو کبیر داس کہتے ہیں اور مثل اکبر بادشاہ کے کبیر شاہ کے معتقدین ہندو اور مسلمان دونوں ہیں۔ کبیر شاہ بڑے پایہ کے فقیر تھے کہا جاتا ہے کہ نانک شاہ امرت سری کبیر شاہ کے پیرو تھے۔ کبیر شاہ کا مزار گورکھپور سے ۱۴ میل پر مگھر نام ایک قصبہ میں ہے اور ان کے مزار کے مجاور اپنے کو انہیں کی نسل سے کہتے آئے ہیں میں نے خود فرامین زمانۂ عالمگیر و محمد شاہ و شاہ عالم دیکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیر شاہ جولاہے تھے اور ان کے روضہ کے مجاور انہی کی نسل سے ہیں۔ مجاور حال نے مجھے کبیر شاہ کے دو شعر سنائے ؎

گھوڑا چڑھ کے تانا تنو — اونٹ چڑھ کر پائی
ہاتھی چڑھ کر بنن لاگو — گھر میں صاحبی آئی

صاحبی معنی دولت و فارغ البالی۔ کبیر شاہ اپنی قوم کو بتاتے ہیں کہ "گھوڑے اونٹ اور ہاتھی کی فکر نہ کرو اور سمجھو کہ تانا تننے میں تمہارا تیز چلنا گھوڑے کی سواری کے مثل ہے اور پائی کرنے میں تمہارے جسم کی حرکت ایسی ہوتی ہے کہ گویا تم اونٹ پر سوار ہو اور کارگاہ میں پاؤں لٹکا کر جب تم کام کرتے ہو تو تمہارے جسم کی حرکت فیل نشینوں سے مشابہ ہو جاتی ہے" اور سمجھاتے ہیں کہ دیگر پیشہ وروں کی تم تقلید نہ کرو۔ اپنے پیشہ پر قناعت کرو کہ پیشہ جولاہگی سواری اسپ اور فیل نشینی سے بہتر ہے"

گھورکھپور میں ایک مولوی صاحب عبد الرحیم نام گزرے ہیں۔ جو ٹیپو سلطان کے وزیر یا مصاحب ہو گئے تھے۔ اور ٹیپو سلطان کے سامنے ایک رسالہ لکھ کر اپنے حالات انہوں نے ظاہر کیے تھے۔ اسمیں وہ لکھتے ہیں۔ "پدرم در کارگاہ جولاہگی پا می زد" مولوی صاحب کو عروج حاصل ہونے پر غیر ملک میں شیخ سید مغل پٹھان بنجانا نہایت آسان تھا لیکن ان کو اپنی قوم کے اکل حلال اور اعزاز پر ایسا ناز تھا کہ اپنی قومیت کا اظہار وہ اپنے خاندانی اعزاز کا اظہار سمجھے۔

یہ حالات گذشتہ زمانہ کے ہیں لیکن اس وقت جولاہوں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ بجز خاص خاص مقامات اور خاندانوں کے ہر جگہ جولاہے مفلوک الحال ہیں۔ خانگی ملازمتیں کرتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے پیشے کرتے ہیں۔ غیر ملکوں کے کپڑوں نے ان کے کپڑوں کی قدر کم کردی۔ ملوں نے ان کی کارگاہیں توڑ دیں۔ ان کی تباہی سے گویا مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کی تباہی لازم آئی۔ مسلمانوں کو ان کی حالتوں کو درست کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم اور حسن اخلاق کی کمی کا گھر گھر رونا ہے لیکن پیشہ جولاہگی کے زوال سے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے ایک بہت بڑی حرفت و صنعت کا خزانہ جاتا رہا کوئی شخص اُس کا ذکر بھی نہیں کرتا حالانکہ قومی مرثیہ میں ایک بند اس کا بھی اضافہ ہونا چاہیئے تھا۔

جولاہوں کی حالتوں کے درست کرنے کے لیئے میں دو تدبیریں پیش کرتا ہوں۔ ایک تدبیر جو ذات کے کرنے کی ہے اور دوسری دوسروں کو کرنے کی ہے۔ پہلی تدبیر یہ ہے کہ جن قصبات میں جولاہوں کی کارگاہیں زائد ہیں وہاں کے جولاہوں کو چاہیئے کہ بجائے مختلف کارگاہوں کے سرمایۂ مشترک سے وہ ملیں قایم کریں اور اپنی قوم کے بچوں اور جوانوں کو انہیں ملوں میں لگائیں تاکہ غیر مقامات پر محنت و مزدوری کے لیئے جانے کی ضرورت انہیں باقی نہ رہے اور رفتہ رفتہ مقامی ملیں مقامی ضرورتوں کے لیئے کافی ہو کر جولاہوں کا اعزاز گذشتہ پھر قائم کریں ✦

دوسری تدبیر جو دوسروں کے کرنے کی ہے اُس کے بیان کرنے کے قبل یہ لکھنا ضروری ہے کہ غیر ملکوں کے کپڑوں کا رواج ہندوستان میں محض ان کپڑوں کی خوبیوں کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ حسن انتظام تجارت کے سبب بھی ہوا۔ مثلاً یورپ کے جولاہوں نے مال جہازوں پر لاد کر کلکتہ بھیجا۔ وہاں کہ گاڑیوں پر اُسے لاد کر لوگ آڑھتوں میں شہر بشہر لائے۔ وہاں سے چھوٹے چھوٹے بزاز چھوٹے چھوٹے بازاروں میں لے گئے اور فروخت میں آسانی کہ پورا تھان بھی بکتا ہے اور چار گرہ کا ٹکڑا بھی بکتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ یورپ کے کپڑے ہندوستان کے اچھے ہوتے ہیں یورپ کے جولاہے ہندوستان کے جولاہوں کے شاگرد ہیں۔ یورپ کے کپڑوں میں زائد تر صفائی ضرور مشین کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن ہندوستان کے مشاق کاریگروں کا مقابلہ وہ نہیں کرسکتی۔ چھپی ہوئی کتابیں عموماً خوشنما ہوتی ہیں لیکن خاص خاص خوشنویسوں کی قلمی کتابوں کے حرفوں میں جو نوک پلک ہوتی ہے وہ مطبوعات میں نہیں ہوتی۔ یہ سچ ہے کہ مشاق کاریگر معدوم ہوتے جاتے ہیں لیکن قدر دان پیدا ہوں تو وہ پھر پیدا ہوسکتے ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ مشینوں میں خرچ کم ہوتا ہے۔ مشین کی لاگت اور سود کا حساب کیا جائے تو وہ بہت کچھ ہوتا ہے۔ مثلاً دو لاکھ کے سرمایہ سے جو مشین قایم ہوگی وہ اتنا مال تیار نہ کرے گی جتنا کہ دو لاکھ کے سرمایہ سے ۲۰ ہزار کارگاہوں کے قایم ہونے سے ہوسکتا ہے۔ مزدوری ہندوستان میں ارزاں ہے۔ یہاں کارگاہیں بہت نفع بخش ہوسکتی ہیں۔ مل کا منیجر جسطرح مل کی نگرانی کرتا ہے اسی طرح بیس ہزار کارگاہوں کی نگرانی ایک منیجر مختلف مددگاروں کی اعانت سے کرے اور نمونے دیکر کپڑے بنوائے۔ اور کپڑوں کی قسمیں علیحدہ علیحدہ قایم کرے۔ کارگاہوں کو تحریص و ترغیب دے۔ مختلف منڈیوں میں مال روانہ کرے تو میرے نزدیک جولاہوں کی گذشتہ حالت پھر واپس آسکتی ہے ✦

شاید میرا یہ کہنا کہ دستکاری میں جو خاص بات پیدا ہوسکتی ہے ملوں کے ذریعہ سے نہیں ہوتی آسانی سے سمجھ میں نہ آئے۔ اس لیئے میں کشمیر کے جامہ وار۔ ڈھاکہ کی ململ۔ بنارس کے کمخواب۔ ٹانڈے کی جامدانی۔ اور لکھنؤ کے چکن کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یورپ نے بہت زور لگایا مگر یہ دستکاریاں مٹ نہ سکیں ✦

ایک ہی سوت سے موٹا کپڑا کانپور کی ملوں اور گھر کی کارگاہوں میں تیار ہوتا ہے مگر قدردانوں کے نزدیک گھر کے تھان مل سے کہیں بہتر نکلتے ہیں ✦

اب رہی میری دوسری تحریک کہ بہت سی کارگاہیں ایک شخص یا جماعت اشخاص کے زیر اثر کام کریں تو مل کی قایم مقام ہوجائینگی اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ جولاہوں کے بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں ساہوکاروں نے ادھر توجہ کی ہے اور اُن کی توجہ سے مال کا یکساں بُنا جانا اور مختلف مقامات پر باقاعدہ مال تجارت کی صورت میں پہونچنا رواج پا رہا ہے لیکن افسوس ہے کہ جولاہوں کے ہاتھ میں یہ کام نہیں ہے۔ کاش وہ خود اس کام کو انجام دیتے اور اس سے نفع اُٹھا کر اپنی حالت میں تغیر پیدا کرسکتے ✦

(ابو الفضل) محمد احسان اللہ عباسی

اُوپری خلل کوئی چیز نہیں ہے

عورتیں مرد نہیں بن سکتیں مگر مردوں کو کیا ضرورت ہے جو عورت بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ عورتوں میں وہم ہے کہ اوپری خلل ہی ایک چیز ہے اکثر مرد اس کو نہیں مانتے۔ پر عورتوں کی خاطر اوپری خلل کا علاج کراتے پھرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہی مردوں کا عورت بننا ہے۔ اگر وہ مرد

ہیں تو عورتوں کے وہم کو دور کریں۔ خواہ مخواہ عورتوں کی طرح ڈرپوک ہو کر اس وہم کو اور زیادہ ترقی دیتے ہیں +

مرد کہتے ہیں۔ عورتیں نہیں مانتیں۔ لڑتی ہیں۔ دق کرتی ہیں اور ہم مجبوراً ملا۔ سیانے کے پاس جاتے ہیں۔ تم مرد ہو تو اُن کے لڑنے سے ڈرتے کیوں ہو لڑائی کی کیا بات ہے۔ عورتیں بہت نرم دل ہوتی ہیں ان کو رسانی میں سمجھانا چاہیئے کہ اوپری خلل کوئی چیز نہیں ہے۔ میں اپنے گھر میں دیکھا کرتی ہوں تعویذ لینے والے مرد عورتوں سے زیادہ وہمی ہوتے ہیں۔ بے اختیار ہنسی آتی ہے جب وہ ایک لمبا اور ٹھنڈا سانس بھر کر کہتے ہیں "جناب چار بچوں میں ایک یہ باقی رہا ہے۔ دیکھئے قسمت کیا دکھاتی ہے۔ روز روز کے اوپری خلل سے تو میرا دم سناٹوں میں جاتا ہے" یہ جاہل مردوں کی باتیں نہیں ہیں۔ اچھے لکھے پڑھے مرد بھی ایسے احمق ہوتے ہیں اور نام دھرتے ہیں عورتوں کو +

ذرا خیال کرنے کی بات ہے۔ ہم لوگ مسلمان ہیں۔ ایک خدا کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اُس ایک خدا نے ہماری حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ میں میں نے دیکھا ہے کہ کئی کئی فرشتے آدمی کی حفاظت پر مقرر ہیں تاکہ آدمی شیطانوں کے شر سے بچا رہے۔ جب خدا ہمارا انتظام رکھتا ہے تو جن پری شیطان یا خبیث روحوں کی کیا مجال ہے جو ہم کو یا ہمارے بچوں کو ستائیں۔ مسلمانوں کو ہمت مضبوط رکھنی چاہیئے۔ کسی اوپری چیز سے ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ خدا ہر بلا کو روکنے والا ہے +

بیماری البتہ آتی ہے اور خدا نے کہہ دیا ہے کہ تم اس کی دوا کرو ہمکو چاہیئے کہ بیماری میں حکیم یا ڈاکٹر کا علاج کریں۔

اوپری خلل کوئی چیز نہیں ہے جن باتوں کو اوپری سایہ سمجھا جاتا ہے وہ کسی نہ کسی بیماری کا اثر ہوتا ہے۔ جب بچہ ذرا سا کملائے اور افسردہ معلوم ہو فوراً دیکھو کہ اس نے کیا کھایا تھا۔ یا اُس کی ماں نے تو کچھ بد پرہیزی نہیں کی سوچو گے تو سبب معلوم ہو جائیگا اس کے بعد اُسکی روک تھام کرو۔ دوا دارو کی طرف متوجہ ہو +

پیر فقیر سیانے ملا کے پاس جاؤ تو بس دعائے خیر کے لیئے۔ تعویذ لو تو برکت نام خدا کیواسطے۔ تاکہ اُس سے خدا کی برکت تمہارے ساتھ رہے اور تمکو خدا پر بھروسا ہو اور اُس کی یاد ہو۔ اس کے سوا کسی اوپری وہم میں نہ پڑو۔ یہ خدا رسول کے دین اسلام کے خلاف ہے +

جن کا پیشہ تعویذ گنڈہ ہے اُنکو بھی چاہیئے کہ جاہل لوگوں کو وہم سے نکالیں خدا اُنکو روزی کہیں اور سے دیگا۔ اوپری خلل اُن کا رزاق نہیں ہے +

راقمہ خاکسار **لیلے**

شذرات الحکم

اعمال صالحہ محافظت ایمان سے مقبول ہو سکتے ہیں +

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد سعادت عہد میں کئی لوگ قومی کاموں کے لیئے چندے پیش کرتے تھے مگر چونکہ وہ ایمان و اسلام میں پورے نہ ہوتے تھے اس لیئے اُن کے چندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منظور نہ فرماتے تھے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو فاسقین سے تعبیر فرمایا ہے اور ان کی نسبت ارشاد ہے :-

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۔ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ (پ ۱۰ س التوبہ ع ۱۳)

(اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہو کہ تم خوشدلی سے خرچ کرو یا بے دلی سے تمہاری خیرات تو خدا کے ہاں کسی طرح قبول ہونی نہیں کیونکہ تم نافرمان لوگ ہو اور ان کی خیرات کے قبول ہونے کی اور کوئی وجہ مانع نہیں ہوئی مگر یہی کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی اور نماز کو آتے ہیں تو بس الکسائے ہوئے۔ اور راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بس بددلی سے +

یاد رہے کہ اعمال صالحہ کی دو قسمیں ہیں (۱) اصول اور (۲) فروع۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فروع کی سرسبزی اصول کی آبیاری پر موقوف ہے اور تمام اعمال صالحہ کا اصل اصول ایمان ہے اس بناء پر اس کی محافظت ہر طرح اور ہر حالت میں مقدم ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اعمال صالحہ محافظت ایمان سے ہی مقبول ہو سکتے ہیں +

احکام شریعت کو دل سے ماننا اور اُن کی پابندی

صحیح مسلم میں سفیان بن عبد اللہ ثقفی کی ایک حدیث ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک دن سفیان بن عبد اللہ نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں عرض کیا کہ :-

"حضرت! مجھے دین کے بارے میں کوئی ایسی کامل بات بتا دیجیئے کہ میں اُس کا پابند رہوں پھر مجھ کو کسی بات کے پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے"

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شریعت کے احکام کو دل سے ماننا چاہیئے اور پھر ان پر چستی کے ساتھ قایم رہنا چاہیئے"

مسلمانو! اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور کرو اور دل سے اُن احکام کی پابندی پر آمادہ ہو جاؤ جو شریعت میں تم کو دیئے گئے ہیں -

نور الدین (گوجرانوالہ)

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

کہیں جاننے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں

علم و ادب

پھول اور شہد کی مکھی

سلسلہ کے لیئے دیکھو اسوۂ حسنہ اکتوبر ۱۹۱۶ء

[illegible]ستان میں ایک پھول ہوتا ہے جسکو "گل گس گیر" کہتے ہیں اس کا تنہ ایسا صاف اور سیدھا ہوتا ہے کہ اگر کیڑے اُسپر چڑھنا چاہیں تو وہیں چمٹ جاتے ہیں۔ پھول تک نہیں پہونچ سکتے۔ اکثر پھولوں میں کانٹے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے گھونگے اُن کو کتر کر نقصان نہیں پہونچا سکتے غرض ہر ایک کام جو پودا کرتا ہے۔ یقیناً کچھ نہ کچھ معنی رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ننھے سے ننھا بال بھی بیکار نہیں اُس کا بھی کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہے۔ اگر ہم ان امور کا سراغ لگانے کی کوشش کریں اور مختلف پودوں کے عمل کو غور سے دیکھیں اور اُن کے طور طریقے سے واقفیت پیدا کر سکیں تو ہم کو پھولوں کے باغ میں ایک بالکل نیا عالم نظر آنے لگیگا ۔

[illegible] عالم نباتات [illegible]

ولایت میں ایک پھولدار خود رو پودا ہوتا ہے جس کو "جیرے نیم" کہتے ہیں [illegible] سال سے زیادہ عرصہ ہوا ملک جرمنی کے ایک عالم نباتات نے اس پھول [illegible] گرد جھالر کی طرح نرم نرم بال دیکھے تو اُس کو یقین ہو گیا کہ پودے [illegible] ایک نہ ایک مفید [illegible] اس نے جلد اس بات کا پتہ لگا لیا تھا کہ یہ بال شہد کی چھوٹی چھوٹی [illegible] چیونٹیوں وغیرہ سے محفوظ رکھتے ہیں اور بارش سے بھی بچاتے ہیں جس طرح [illegible] پسینے کو آنکھوں کے اندر جانے سے روکتی ہیں۔ اس تحقیقات سے اُس نے یہ نتیجہ نکالا [illegible] پودوں میں اس بات کا خاص انتظام رکھا گیا ہے کہ غیر مفید کیڑے اُن کو [illegible] عالم موصوف نے آخرکار بخوبی ثابت کر دیا کہ "پودوں کا یہ عمل اس لئے ہے [illegible] وہی کیڑے آسکیں جو شہد کے بدلہ میں اُن کو گردگل لا کر دیں اور جو کیڑے [illegible] پہونچا سکتے وہ دور دور رہیں" ۔

[illegible]

اسی "جیرے نیم" پھول پر ارغوانی رنگ کی لکیریں بھی کھچی ہوئی ہیں [illegible] ظاہر ہیں کہ پھول کی زیبائش کے سوا ان لکیروں کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ مگر درحقیقت وہ نہایت معنی خیز ہیں اور شہد کی مکھی کو شہد کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کیونکہ یہ لکیریں اسی جگہ تک کھچی ہوئی ہوتی ہیں جہاں پھول کے درمیانی حصہ [illegible] شہد جمع رہتا ہے۔ گویا تمام پھولوں کے ریشے اور نشانات یہی کام دیتے ہیں مگر جو پھول رات کے وقت کھلتے ہیں اُن پر اس قسم کے نشانات نہیں ہوتے کیونکہ رات کو نکلنے والے کیڑے اُن کو نہیں دیکھ سکتے اور اسی لیئے ان نشانات کی اُن کے لیئے ضرورت نہ تھی ۔

پھولوں کی بناوٹ میں زرگل کے مبادلے کا خاص انتظام

پھولوں کی بناوٹ نہایت عجیب و غریب واقع ہوئی ہے۔ اور قادر مطلق نے کچھ ایسا انتظام رکھا ہے کہ جب کوئی مکھی شہد چوسنے کے لیئے شہد کی تھیلی تک پہونچتی ہے تو گردگل کی تھیلیوں سے ضرور ہی مس کرتی ہے گرد اُس کے سر اور بدن سے چمٹ جاتی ہے جس کو مکھی اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک پھول کی گرد سب کی سب نکل جاتی ہے تو اُس کے بیج کو نشوونما کے لیئے اور گرد کہاں سے آتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی دوسری مکھی جس نے کسی دوسرے پھول سے گرد حاصل کی ہو اپنا ذخیرہ گرد اُس پھول میں چھوڑ جاتی ہے اسی طرح گردگل کا باہمی تبادلہ مکھیوں اور دوسرے کیڑوں کی بدولت قدرتی طور پر ہوتا رہتا ہے اور اس ردوبدل سے پودوں کے پھول مضبوط اور توانا ہوتے ہیں ۔

کیا وجہ ہو کہ شہد کی مکھی ایک وقت میں ایک ہی قسم کا شہد جمع کرتی ہے؟

شہد کی مکھی میں جہاں اور عجیب باتیں مشاہدہ کی گئی ہیں وہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ ایک سفر میں ایک ہی قسم کے پھولوں پر آتی ہے اور ایک وقت میں دو قسم کے پھولوں کا شہد لیکر واپس نہیں جاتی۔ مثلاً اگر ایک دورہ میں صرف چنبیلی کے پھولوں سے شہد جمع کرے گی تو ممکن ہے کہ دوسرے دورے میں موتیا کے پھولوں سے اور تیسرے دورے میں سیوتی کے پھولوں سے جمع کرے۔ ایسا کبھی نہیں کرتی کہ چنبیلی سے اُڑی موتیا پر جا بیٹھی یا موتیا سے اُڑی سیوتی پر جا بیٹھی۔ اگر ایسا کرتی تو پھولوں کو کوئی فائدہ نہ پہونچتا۔ کیونکہ ہر پھول کے لیئے اُسی قسم کے پھول کی گرد مفید ہوتی ہے۔ مثلاً چنبیلی کے لیئے سیوتی کی گرد بیکار ہے چنبیلی کے پھول میں چنبیلی ہی کے پھول کی گرد داخل کی جائے تب ہی اُس کے بیج مضبوط اور قوی ہوں گے۔ نہیں تو نہیں۔ مگر مکھی کی طبیعت میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ ایک دورے میں ایک ہی قسم کا شہد جمع کرے۔ اس لیئے وہ ایک وقت میں ایک ہی قسم کے پھولوں پر

جاتی ہو اور گرد گل تو بموقع نہیں رکھتی بلکہ اُس جگہ رکھتی ہے جہاں اُسکی ضرورت ہوتی ہے +

گل باغ کے عجائبات

"گل باش" ایک معمولی اور سادہ پھول ہے جس میں سرخ رنگ کے چھ پتے ہوتے ہیں۔ سامنے کے رخ کا پتہ بڑا ہوتا ہے۔ اُس پر داغ اور لکیریں ہوتی ہیں جو شہد کا موقع بتاتی ہیں۔ اس پھول کو غور سے دیکھیں تو قدرت کے بہت سے سربستہ راز منکشف ہوں گے اور ہم کو معلوم ہوگا کہ کیسے عجیب و غریب طریقوں سے یہ پھول شہد کی مکھیوں اور دوسرے کیڑوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اُن کو شہد دیتا ہے اور خود بھی اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ یہ بیان اس قدر وسیع ہے کہ ڈارون نے اسی پھول کے کاموں کے متعلق ایک بڑی کتاب لکھ دی ہے +

علم کائنات کی وسعت

یہ امر قابل غور ہے کہ ایک معمولی پھول میں اتنے عجائبات بھرے پڑے ہیں کہ اُس پر مستقل کتابیں اب سے پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ پھر بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اُسکی تحقیقات مکمل ہوگئی۔ جو کچھ دریافت کرنا تھا دریافت کرلیا گیا۔ اور آیندہ اس کے متعلق کسی نئی تحقیقات کی ضرورت نہیں رہی۔ اس سے کسی قدر اس امر کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ کائنات عالم کا علم کس قدر وسیع اور بے پایاں ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے علم کو اُس علم سے جو دُنیا و مافیہا میں موجود ہے اتنی نسبت بھی نہیں ہے جتنی ایک قطرہ کو سمندر سے یا ایک ذرہ کو صحرا سے ہوتی ہے۔ کیا ان دلچسپ عجائبات کے مشاہدے کے لیے ہمارے دل میں یہ اُمنگ پیدا نہیں ہوگی کہ پھول، کیڑے مکوڑے اور دیگر قدرتی اشیاء جو بار بار دیکھنے میں آتی ہیں۔ حتی الامکان اُن کے صحیح حالات معلوم اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ اُن سے دنیوی فوائد اور اخلاقی سبق حاصل کریں تو واقفیت اس وقت تک بیان کیے گئے ہیں وہ چند مختصر اور سرسری اشارات میں مگر ... امر یہ ہے کہ انہیں معمولی پھولوں کی داستان پر جس قدر زیادہ غور و خوض کیا جائیگا اُسی قدر وہ حیرت انگیز معلوم ہوگی اور ہر پھول سے کچھ نہ کچھ دلچسپ اور نئے فوائد حاصل ہوں گے +

شہد کی مکھیوں اور پھولوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے

اب یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جس طرح شہد کی مکھی کے لیے شہد ضروری ہے اور شہد کے لیے پھولوں کا وجود لازمی ہے، اسی طرح ان پھولوں کے لیے مکھی کا وجود نہایت مفید اور ضروری ہے۔ یہ بات بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ جو مفید کیڑے شہد کو طالب ہوتے ہیں اُن کو ہر ایک پھول اور پودا اپنی طرف آنے کی ترغیب دیتا ہے مگر غیر مفید کیڑوں کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا اور اس مطلب کے لیے کیسے کیسے عجیب ڈھنگ اختیار کرتا ہے اور کیڑوں کو اس امر کا علم ہو یا نہ ہو شہد کا ذخیرہ دینے سے پہلے اُن سے اُس کا نقد معاوضہ رکھوا لیتا ہے

پھولوں اور کیڑوں میں باہمی امداد کا قانون

ہم نے دیکھ لیا کہ کیڑوں اور پھولوں میں یہ قانون جاری ہے کہ جو دوسروں کو فائدہ پہونچاتے ہیں وہ خود بھی اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، شہد کی مکھی اور پھول اپنی اپنی زندگی قدرت کی ہدایت کے موافق بسر کرتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو مدد دیتے اور ایک دوسرے کی ترقی اور بہبودی کا خیال رکھتے ہیں۔ غور کرو کہ اگر پودے اپنا تمام عرق خود ہی خرچ کرلیتے اور پھول میں شہد پیدا نہ ہوتا تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا؟ یہی ہوتا کہ شہد کی مکھیاں اور دیگر پردار کیڑے اُن کے پاس نہ پھٹکتے اُن کی گرد کا باہم تبادلہ نہ ہوسکتا اور جب پودوں کو اپنے ہی پھول کی گرد پر قناعت کرنی پڑتی اور اپنا کام آپ کرنا پڑتا تو اُن کے بیجوں کا عمدہ طور پر نشو و نما نہ ہوتا پودے کمزور اور چھوٹے قد کے پیدا ہوتے۔ اب فرض کرو کہ مکھی پھول کے اندر گھس کر شہد حاصل نہ کرتی بلکہ اُس کی تہ میں سوراخ کرکے شہد تک پہونچ جاتی (جیسا کہ بعض اوقات کرتی ہے) تو اُس صورت میں پھولوں کا شہد تو نکل جاتا مگر اُن کی گرد بدستور اندر ہی رہتی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا کہ صحیح و سالم اور مضبوط پھول جو مکھی کے لیے روزانہ خوراک بہم پہونچاتے ہیں قایم نہ رہتے۔ مگر یہ دونوں صورتیں پیش نہیں آتیں۔ نہ تو پودے ہی اپنا تمام عرق خود خرچ کرتے ہیں اور نہ مکھی (شاذ و نادر صورتوں کے سوا) پھول کی تہ میں سوراخ کرکے شہد نکالتی ہے۔ الغرض قادر مطلق کا ایسا حکیمانہ انتظام ہے کہ پھول تو مکھی کے لیے خوراک مہیا کرتے ہیں اور مکھی اُن کو صحیح و سالم اور قوی بیج تیار کرنے میں مدد دیتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے معین و مددگار رہتے ہیں اس کے علاوہ یہ جو دلکش، دلفریب، خوشرنگ، خوشنما، روشن اور چمکیلے پھول جابجا نظر آتے ہیں یہ سب پودوں اور کیڑوں کی باہمی الفت و محبت کے نتائج ہیں۔

پھولوں اور کیڑوں سے ہم کو کیا کیا سبق حاصل ہوتے ہیں

یہی باہمی امداد کا قانون جو پودوں اور پھولوں کی رہنمائی کرتا ہے ہم بھی اُس سے بہت سے قیمتی سبق سیکھ سکتے ہیں یہی قانون ہم کو بتاتا ہے کہ اپنے گرد و پیش کی مخلوقات کے ساتھ نیکی اور مہربانی کرنی چاہیئے۔ وہ ہم کو یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ خداوند ذوالجلال (جل جلالہٗ) جو اس عالم کا مالک ہے اپنے نظام میں عام مخلوق کی بھلائی مد نظر رکھتا ہے۔ اُس کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ شہد کی مکھی اور پھولوں جیسی چھوٹی چھوٹی اور بے حقیقت چیزوں میں بھی اُس کے کمال قدرت و صنعت کی بے شمار شہادتیں ملتی ہیں اس کے علاوہ یہ بھی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ جب کبھی ہماری زندگی میں ناقابل برداشت مصائب پیش آئیں تو ہم پھولوں سے سبق لے سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم بھی پھولوں کی طرح اپنی دولت کا ایک حصہ دوسروں کے لیے بچا رکھیں۔ اور جب دوسرے لوگ اُس سے مستفیض ہوں گے تو وہ ہم کو ایک قوت و ہمت، اور روحانی لذت و مسرت بخشیں گے۔ اور یہ ہماری دولت کے مصرف کا کافی معاوضہ ہوگا +

قدرت کا عجائب خانہ اور علوم کا خزانہ

اس میں شک نہیں کہ عالم کا کارخانہ عجائبات قدرت کا خزانہ اور حیرت انگیز طلسمات کا نمونہ ہے۔ ان عجائبات کے دیکھنے کے لیے ہم کو کہیں کا سفر کرنا نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ سب ہمارے گرد و پیش بلکہ ہمارے پاس ہی موجود ہیں۔ ہوا کے جھونکوں میں۔ بارش کی بوندوں میں۔ شبنم کے قطروں میں سمندر کی موجوں میں۔ دریا کی نہروں میں۔ بجلی کے شراروں میں۔ آگ کے انگاروں میں

ہر چھوٹے سے چھوٹے پودے میں ہر ننھے ننھے سے کیڑے میں غرض ہر شے میں یہ عجائبات پوشیدہ ہیں تو کیا تعجب کی بات نہ ہوگی کہ ہم ہمیشہ ان چیزوں کے پاس سے گزرا کریں اور کبھی ان پر غور و خوض نہ کریں اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں علوم و فنون کے جو خزانے مخفی ہیں ان سے بالکل بے بہرہ رہیں اور جو عجیب و غریب طاقتیں ہمارے گرد و پیش نہایت مستعدی سے کام کر رہی ہیں ان کے کرشموں سے بالکل ناواقف اور ناآشنا رہیں +

صحیفہ فطرت کا مطالعہ اور اس کے فوائد

کائنات کی ہر شے میں بڑی ہو یا چھوٹی۔ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ حیرت انگیز اور تعجب خیز قوت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اگر ہم شعاع نور، کشش کیمیائی اور کشش اتصال وغیرہ قوتوں کے اصول عمل پر غور کریں تو ہم کو صاف نظر آئیگا کہ جملہ قوانین قدرت باصول اور باترتیب ہیں۔ پھول اور شہد کی مکھی، خاموں اور زمین کے باہمی تعلق کا بنظر غور مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کل جاندار اور بے جان چیزیں مقررہ قوانین کے ماتحت ہیں۔ غرضیکہ صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے ہم کو بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں

اوّل: ہمارے علم میں روز بروز مفید اضافہ ہوگا +

دوم: عقلی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی مسرت بھی حاصل ہوگی +

سوم: قدرتی طاقتوں کی واقفیت سے حیرت پیدا ہوگی اور قادر مطلق کی ہیبت اور اس کے رعب و جلال کا گہرا نقش ہمارے دل پر بیٹھ جائے گا اور ہم کو اپنا عجز صاف طور پر نظر آئے گا +

چہارم: ہم اس بات کو سمجھیں گے کہ دنیا میں ہماری کامیابی یا ناکامیابی اپنی عقل سے صحیح طور پر کام لینے یا نہ لینے پر منحصر ہے۔

پنجم: ہم پر یہ امر منکشف ہو جائے گا کہ تمام قوتیں خواہ وہ جاندار چیزوں میں پائی جائیں یا بے جان چیزوں میں۔ اسی قادر مطلق وحدہٗ لاشریک کی آواز ہیں اور اسی کی قدرت و حکمت اور ارادہ کو ظاہر کرتی ہیں +

ششم: ہم کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہماری پیدائش کا مدعا بیکاری، سستی، کاہلی، آرام طلبی، عیش پسندی اور خود غرضی نہیں بلکہ حق عبودیت کا ادا کرنا ہے یعنی خالق کی اطاعت اور اس کی مخلوق کی خدمت کا بجا لانا۔

ہفتم: ان سب باتوں کے علاوہ یہ بات بھی ہمارے دل پر نقش ہو جائے گی کہ ہم کو خالق کون و مکاں۔ خداوند زمین و زماں کے سامنے ایک روز بالضرور اپنے کاموں کا حساب دینا اور ان کی جزا یا سزا کو بھگتنا پڑے گا +

غلام الحسنین (پانی پت)

جنت سے پانچواں خط

بیوی کی طرف سے شوہر کے نام

او پیارے شوہر دار فانی میں بحسرت تم رہو
میرا سلام شوق لو جنت سے ملنے آئی ہوں
وہ داغ جو کہ ابھی میرے دل میں روشن ہو گئے
وہ داغ جن سے جانے کی جھلکی اندھیری گور میں
او حسرتیں جو ساتھ لیکر میں یہاں گھر کو گئی
ہاں ہاں مجھے وہ آپکا رنگ محبت یاد ہے
وہ دن ابھی بھولے نہیں میں جن دنوں دلشاد تھی
پر بہار مٹ گئی اب نقش فانی کی طرح
پھر جدا مجھ کو کر دیا قسمت نے زماں بے بھی
وہ زندگی جس میں ملا تھا مجھ کو بینا ہو دیا
وہ آپکی دلبستگی وہ محبت وہ دل لگا ہوا؟
مجھ لے جیسے تم مجھ کو ایک یہ وہ دار سے
لیکن ہوا معلوم وہ عہد ناداں دو دن کا تھا

اللہ تم کو خوش رکھے تم جم سلامت تم رہو
کچھ داغ دل کچھ حسرتیں میں نذر کر دلائی ہو
یا وہ کنول جو صبح تک محفل میں روشن ہو گئے
وہ داغ جن سے جانے ناپھیلا ہے میری گور میں
وہ حسرتیں جنہیں سمجھ کر آپ کے در سے گئی
وہ آپ کا رونا وہ اپنا وقت رخصت یاد ہو
اک صورت چشم شوق بھی زندہ تھی اور آباد تھی
مرجھا دو روزہ ڈھل گئی صبح جوانی کی طرح
افسوس تو یہ ہو مجھے مہرہ نہ آئے آپ بھی
معدوم ہو کر رہ گئی وہ صورت نام وفا
دیکھا تھا آنکھوں نے جیسے وہ رنگ تبدیل کیا ہے
شادی تمہاری بعد کر لوں اور یہ دشوار ہے
تھی مجھ سے الفت عارضی ماتم مرا دو دن کا تھا

میں دیکھتی ہوں اور شادی کر کے دکھی آئی تم
ہاں یہی تھا آپکا ہاں ہاں یہی وعدہ بھی تھا
بچوں کو میرے کیوں نکا بھولنو گر یا آپ نے
اللہ! ایسے سنگدل۔ گو آج روز عید ہے
ہمسائے کے بچے تو ہیں کپڑے نئے پہنے ہوئے
پہلے بھی ہوتی تھی خوشی پہلے بھی عید آتی ہی تھی
مرتے ہی میرے آپ نے وہ رسم الفت توڑ دی
بیوی نے کپڑے ریشمی پہنے ہیں گوٹا ٹانک کے
ہیں اسکے سر میں تیل بھی گیسو بھی ہیں سلجھے ہوئے
خیر دن یہ گھر میں آپکے لعل و گہر برسا کریں
بن ٹھن کے بستی کو گزرتے ہیں جو لڑکی پاس سے
ان کو جگاتی صبحدم مل مل کر نہلاتی انہیں
افسوس بیوی آپکی کیا جانے حال بیکسی

اس پر خدا مجھ سے دیا رہ گئے جو ہائے تم
اچھا کیا جو کچھ کیا یہ آپ زیب بھی تھا؟
اپنی نئی بیوی سے ایسا دل لگا یا آپ نے
گھر گھر میں یہ جوش خوشی ہر دل میں لیکن عید ہے
اور لاڈلے میرے وہی کرتے پھٹے پہنے ہوئے
جوڑے نئے ہر سال میں بچوں کے سلواتی ہی تھی
میں کیا کہ میرے ننھے بچوں سے محبت چھوڑ دی
اور میرے بچوں کی نہ لی افسوس اس نے کچھ خبر
اور میری بچی لاڈلی کے بال ہیں الجھے ہوئے
اور میرے بچے کوڑی کوڑی کے لئے ترسا کریں
بچے مرے ایک ایک کا منہ دیکھتے میں اس سے
ان کی بھی ماں ہوتی تو کپڑے آج پہناتی انہیں
بچوں کو میرے کیا نہ ہوگا کچھ خیال بیکسی

اُس حسن والی سے کہو نازاں جوانی پہ نہ ہو
مغرور اپنی چند روزہ زندگانی پہ نہ ہو

میں بھی اُسی کی طرح اک دن ہر من یاد تھی
تھی بھاتی تھی ہنستی بھی تھی مسرور تھی اور شاد تھی

آغوشِ شوہر میں مجھے سو طرح کے آرام تھے
لیکن جو موت آئی گھلا وہ سب فنا انجام تھے

اُس جانشینِ سید مجھے تا گلہ شکوہ نہیں
رونا تو یہ ہے آپ نے بھی کر لیا دل آہنیں

بچہ بچوں کو مرے آستانہ اب ترسا دیے
تکلیف میری روح کو کیوں اس قدر پہنچا دیے

میں دوسرے دن دیکھوں کہو جب تک سر پر آپ ہیں
ہے دوسرا پھر دوسرا اور آپ ان کے باپ ہیں

ان بیکسوں کو مہربانی سے اگر پالیں گے آپ
اللہ سے روزِ جزا اس کا صلہ پالیں گے آپ

میری ہوئی مٹی کی دنیا میں نشانی ہیں یہی
اور آپ چاہیں تو بہارِ زندگانی ہیں یہی

ملنے کو دنیا میں ہزاروں ہو یاں مل جائیں گی
لیکن یہ پیاری صورتیں مگر نہ پھر ہاتھ آئیں گی

کڑھ کڑھ کے دے دی جان ہائے ماں کے جو لگ
کیا آپ کو ہوگا نہ غم صدمہ نہ ہوگا جان پر؟

مرنا ہے سب کو ایک دن دنیا کسی کا گھر نہیں
میرا نہیں گر پاس کیا اللہ کا بھی ڈر نہیں

محوِ نشاط و عیش ہو کر اس قدر غفلت بھی کیا
دل سے بھلا دو فرض وہ ہنگامۂ عشرت بھی کیا

مقصد یہ ہے بچوں کو اپنے ہاتھ سے نہلائیے
اُجلے نئے جو گھر میں ہوں کپڑے نہیں پہنائیے

لیجائیے مسجد میں اپنے ساتھ بچوں کو مرے
ہمراہ لیجئے پکڑ کر ہاتھ بچوں کو مرے

ہوں گے اگر یہ خوش تو میری روح خوش ہو جائے گی
یہ بیکسی ان کی نہ مجھ کو گور میں تڑپائے گی

یہ آپ کی اولاد ہیں میری راحت ان سے ہے
ہیں یادگار اچھی یہی دنیا میں عزت انہی سے ہے

سیماب (صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

جذبات شوق

تکلیف میں پاتے ہوں جو اے شوق مزا ہم
کس طرح کریں درد محبت کی دوا ہم

ہوتا ہے جو منظور کسی بات کا ہونا
خود غیب سے ہو جاتے ہیں اسباب فراہم

تصویر تصور میں جو کھنچ جاتی ہے اُن کی
دوری میں حضوری کا اٹھاتے ہیں مزا ہم

ہے برق تجلی سے عوض نورِ رخِ دوست
موسیٰ سے کہو دیکھتے ہیں طور پہ کیا ہم

سہتے ہی رہے جور و جفا دوست جس دل
کرتے ہی رہے حقِ محبت کو ادا ہم

تو مالکِ کونین ہے کون اور دوسرا ہے
جائیں تو کہاں جائیں ترے در کے سوا ہم

تونے جو عطا ہم کو کیا تاجِ خلافت
آئینۂ عالم میں ہیں اک عکس ترا ہم

خلعت ہمیں مل جائے حیاتِ ابدی کا
ہو جائیں اگر تیری محبت میں فنا ہم

توفیق اگر تیری بنے گی بلدِ راہ
تو اپنے ہی بن جائیں گے خود راہنما ہم

تیری جو مدد ہوگی تو پیچھے نہ ہٹیں گے
الفت میں اٹھا لیں گے زمانہ کی جفا ہم

منوا مرتبہ سر معرکۂ عشق میں دیکھو
سکھلائیں گے ہر شخص کو اندازِ وفا ہم

آنکھوں سے لگائیں گے ملائک قدم اپنے
ہوں گے تری دہلیز پہ یوں ناصیہ سا ہم

ہم تجھ سے یہی مانگیں گے بصد شوق ترا درد
تجھ سے ہی ترے در کی چاہیں گے دوا ہم

ہم دار پہ چڑھ کر بھی پکاریں گے انا الحق
حق کہنے میں دنیا سے کریں گے نہ حیا ہم

مذکور نہ ہو کچھ ترے اوصافِ حسن کا
کرتے رہیں برسوں بھی اگر حمد و ثنا ہم

مہجور جو ہیں روضۂ شاہِ مدنی سے
اے شوق کیا کرتے ہیں قسمت کا گلا ہم

(خان بہادر) **محمد حسین شوق** صاحب (سہارنپوری)

سلام

چلتی ہے کس طرح نسیم، طبعِ رسا بتا کہ یوں
کھلتے ہیں پھول کس طرح، نظم کے گل کھلا کہ یوں

شاہ کے غم میں چشمِ نم خونِ جگر بہا کہ یوں
لٹتے ہیں لعل کس طرح بزم میں تو بتا کہ یوں

بحث یہ تھی کہ بختِ بد ہوگا سعید کس طرح
ہو کے نثارِ شاہِ دیں حر نے بتا دیا کہ یوں

بولی یہ بنتِ فاطمہ کیسے جیوں گی بے حسینؑ
ایک شقی نے کھینچ کر سر سے ردا کہا کہ یوں

بولی سکینہ کٹتی ہے عمرِ یتیم کس طرح؟
منہ پہ طمانچہ مار کر شمر نے کہہ دیا کہ یوں

سوچ رہا تھا کہ وقتِ رزم چلتی ہے کیسے ذوالفقار
دیکھ کے مجھ کو محوِ فکر چلنے لگی ہوا کہ یوں

پوچھا جو شیر خوار سے جاؤ گے کیسے پیشِ حق
کھا کے گلے پہ تیرِ ظلم منہ کو پھرا لیا کہ یوں

بولی یہ ہند کس طرح ہوتی ہے آپ کی دوا
زخمی بدن مریض نے اُس کو دکھا دیا کہ یوں

دل نے کہا حسینؑ پر کیسے نثار ہوں گہر
دیدۂ اشکبار نے اشک دیے بہا کہ یوں

جو یہ کہے گناہگار کیسے ہو لائقِ ارم
مدحِ حسینؑ اے قوی پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

(ملک الکلام) **قوی الامروہوی**

رباعیات اکبر

مرد کو چاہیئے قائم رہے ایمان کے ساتھ
تا دمِ مرگ رہے یادِ خدا جان کے ساتھ
میں نے مانا کہ تمہاری نہیں سنتا کوئی
شر ملاتا نہیں کیا فرض ہے شیطان کے ساتھ

مسکین ہو گدا ہو یا ہو شاہِ ذی جاہ
بیماری و موت سے کہاں کس کو پناہ
آ ہی جاتا ہے زندگی میں اک وقت
کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ

خوبی طاعت کی ہے مسلّم اب بھی
عزت اُس کی نہیں ہوئی کم اب بھی
خود بین و سرائیں جنگجو ہو نہ اگر
واقف کی نظر میں ہے مکرم اب بھی

رغبت جو دلائی وسعتِ مشرب کی
شامل اس میں غرض بھی بیشک سب کی
لیکن تبدیلِ وضع و نقلِ فضائح
ہے بعض کی بات اور اپنے ہی مطلب کی

سید اکبر حسین اکبر (الہ آبادی)

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی بیشک اُسے بڑی دولت ملی

حکمت و موعظت

گر بدولت برسی مست نگردی مردی

حکیم مطلق نے کائنات میں کوئی شے عبث اور باطل نہیں پیدا کی لیکن نیت اور نتیجہ کے لحاظ سے ہر ایک چیز کا استعمال اس کو نیک و بد، مفید و مضر بنا دیتا ہے۔ انجملہ انسانی زندگی کا قیام اور کمالات انسانی کا نشو و نما استر مال و دولت پر منحصر ہے پس مال و متاع ہمارے لیے خیر و برکت فضل و رحمت اور غیر مترقبہ نعمت ہے۔ لیکن مصلحین بنی نوع انسان کو ہماری انانیت و فرعونیت نے اس احساس کے لیے مجبور کیا ہے کہ ظلوم و جہول انسان کو صرف دولت کے متعلق خصوصیت کے ساتھ ہدایت کی جائے۔ دُنیا کے مکروہ رویئے کو دیکھکر سیدنا حضرت مسیح فرماتے ہیں:۔

"خدا کی بادشاہت میں ایک دولتمند کے داخل ہونے کی نسبت اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے نکل جانا زیادہ آسان امر ہے"

بنی اسرائیل کے پیغمبر اعظم کا یہ فتویٰ صحیح ہے کیونکہ:۔

حب الدنیا راس کل خطیئۃ (حدیث) روپیہ کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے (تمطاؤس)

مال اچھی اور ضروری چیز ہے، مگر وہ ہمارا کعبۂ مقصود اس حد تک نہ ہونا چاہئے کہ اُسی کو معبود بنا لیا جائے۔ تحصیل دولت میں جو عقل و ہنر صرف کیا جائے وہ سب ہیچ ہے البتہ مال کا صحیح استعمال انسانی کمال پر دال ہے ورنہ دُنیا میں جنجال اور آخرت میں وبال ہے۔ نہ صرف امیر بلکہ غریب بھی محتاج ہے کہ صرف دولت میں محتاط و ہوشیار رہو کیونکہ اس مقام پر سلامتی کے ساتھ ایک جنبش اعلیٰ علیین تک اور لغزش اسفل السافلین تک پہونچا سکتی ہے۔ دولتمندوں کو خصوصیت کے ساتھ مندرجۂ ذیل شاہانہ ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہئے۔"

"آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند"

خوشامد کرتے ہیں آ کے جو لوگ — تمہاری ہر دم اے ارباب دولت
خوشامد پہ نہ ان کی پھولنا تم — وہ گویا تم کو کرتے ہیں ملامت
کہ دنیا میں ہیں جو جو خصلتیں نیک — نہیں اُن میں سے تم میں کوئی خصلت

(حالی)

"جو شخص چوری کرتا ہے یا کسی کو قتل کرتا ہے اور اپنے جرم کی پاداش میں قید اور موت کی سزا پاتا ہے وہ اصلی (بڑا) مجرم نہیں ہے۔ اصلی (بڑا) مجرم وہ دولتمند شخص ہے جو ملکی قانون اور ملکی عدالتوں کو کھیل سمجھتا ہے اور اپنے بدچلن جانشینوں کے لیئے دولت و ثروت کے خزانے چھوڑ جاتا ہے۔ اصلی جرم وہ دولت پرست لوگ ہیں جو غریب مزدوروں پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ ان کے حقوق کو پامال کرتے ہیں ان کا خون چوستے ہیں، اور دولت جمع کرنے کی دُھن میں رات دن مشغول ہیں جس رستے سے وہ آگے بڑھنا چاہتے ہیں اُس میں ہزارہا غریب و مفلس آدمیوں کی لاشیں بچھی ہوئی ہیں اور وہ ان لاشوں پر قدم رکھ کر چلتے ہیں۔

روئے زمین پر ان سے زیادہ بد اخلاق۔ کمینہ اور ذلیل شخص کون ہوسکتا ہو جن کا دولت جمع کرنے اور اُس کو غریبوں سے چھپا کر رکھنے کے سوا کوئی اور کام نہیں ہے اور ان کی زندگی کی غرض بس یہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ یہ لوگ بے شمار روپیہ جمع کرتے ہیں اور گنج در گنج دولت سمیٹتے ہیں اور اُس کو بدترین کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ کچھ لوگوں کو محتاج اور کچھ لوگوں کو آسودہ کردیتے ہیں اور اُس سے ذاتی خوشی اور خود غرضی کے سوا اور کوئی بات ان کو مطلوب نہیں ہوتی ایک دولتمند اپنے جاہل بیٹے کو دولت کی عظیم الشان مقدار بخش دیتا ہے اور اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیٹا سُستی۔ کاہلی' بدکاری اور بدمعاشی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک دولتمند خطاب روپیہ کے زور سے خرید لیتا ہے۔ ایک دولتمند اُٹھتا ہے اور کوئی مدرسہ یا کتب خانہ اپنے روپیہ سے قایم کر دیتا ہے تاکہ اُس کی اس چھوٹی سی فیاضی سے لوگ اُس کے بڑے بڑے گناہوں اور جُرموں کو بھول جائیں حالانکہ یہ وہ شخص ہے جو غریب مزدوروں کو مرتے دیکھتا ہے اور مطلق پروا نہیں کرتا۔ بیچارے مزدور کام کرتے کرتے تھکے جاتے ہیں اور آخر کار موت کے مُنہ میں چلے جاتے ہیں۔ مگر یہ ظالم آدمی ہمیشہ اُن کے حقوق کو پامال کرتا ہے اور اگر وہ شکوہ کریں تو اُن کو دھکا دیکر نکال دیتا ہے۔ مزدوریاں گھٹا دیتا۔ کام بڑھا دیتا ہے۔ قانون اور احکام کو ہنسی کھیل میں اُڑا دیتا ہے" بقول مولانا حالی مرحوم:۔

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا — نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا و ہوس میں خودی سے گزرنا — تعیش میں جینا نمائش میں مرنا
سدا خواب غفلت میں بیہوش رہنا — دم نزع تک خود فراموش رہنا

بلاشبہ ایسے آدمی ملک اور قوم کے لیے خطرناک ہیں۔ وہ نہ وطن کے لیے کارآمد ہیں نہ حکومت کے لیے۔ یہ لوگ طرح طرح کی بے ایمانیاں۔ بے رحمیاں۔ دغابازیاں اور ناانصافیاں کرتے ہیں۔ گویا دنیا ان کے لیے ایک بازیگاہ ہے۔ ان کو اس بات کا مطلق احساس نہیں ہوتا کہ وہ ایک ترقی یافتہ قوم کے ممبر ہیں اور قوم ان سے ان کی بدکاریوں اور گناہگاریوں کی نسبت بازپرس کر سکتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ان کے دماغ عقل کی روشنی سے خالی ہیں ان کے دلوں میں نیکی اور شرافت کے جذبات موجزن نہیں ہوتے ان کی غیرت و حمیت کی رگ کبھی جنبش میں نہیں آتی۔ ان کے سروں پر قومی ہمدردی کبھی اپنا سایہ نہیں ڈالتی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں ان سے زیادہ کوئی بدبخت نہیں ہے کیا کوئی شخص میرے اس بیان میں ایک لمحہ کے لیے بھی شک و شبہ کر سکتا ہے؟"

(مسٹر روزولٹ سابق پریزیڈنٹ جمہوریہ امریکہ)

خیر الناس من ینفع الناس!

ذیل کی پُرمغز ہدایت صرف زار روس ہی کے لیے نہیں ہے وہ مستحق ہے کہ ہر ایک رئیس اس کو اپنا آویزۂ گوش بنائے۔ نہیں نہیں ہر ایک انسان اس کی متابعت سے اپنی زندگی کا اعلیٰ اور مقدس نمونہ دنیا کو دکھلا سکتا ہے۔

"خدا نے تمہیں انسان کی بھلائی کے لیے جو موقعے دیے ہیں اُن سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اور دل سے کوشش کرو کہ دوسروں کی بھلائی ہو۔ خود کو ایک عمدہ اور آئینہ شخص بناؤ اور لوگوں پر اپنا اعتبار بے غرض نہ قائم کرو سب کو ایک نظر دیکھو۔ اور لوگوں سے بے تعلقی رکھو۔ کسی کے اعتبار کو ضایع نہ کرو۔ جو کرو صاف دل سے کرو۔

اس دنیا میں تمہاری ایک نئی زندگی ہے۔ تھوڑی تکلیف اُٹھا کر خدا کے بندوں کو نیک بنانے کیلئے بہت کچھ کر سکتے ہو۔ تاریکی سے لوگوں کو روشنی میں لاسکتے ہو، لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہو۔ غربا کی حاجت روائی کرنا تمہاری بہترین عبادت ہے۔ امن اور خوشی کے ساتھ تم اپنی زندگی کو گذارو خدا نے تم کو نیکی کرنے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اس لیے تم اپنے فرض کو بجا لاؤ اور جو تمہارے سامنے ہوں اُن کو بھی ایسی ہدایت کرو۔

خدا کا حکم ہے کہ تم انسانوں میں بدی نہ پھیلاؤ۔ یہ خیال کرو کہ جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو وہ خدا پر آشکارا ہے۔ تمہاری ضمیر تمہارے خلاف گواہ ہوگی۔"

(کونٹ ٹالسٹائی۔ روسی فلاسفر)

نیکی کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیش کہ بانگ برآید فلاں نماند

عبدالکریم خاں ازکسایہ

سلکِ مروارید

ارشاداتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احمدِ مختار۔ فخرِ دوجہاں۔ ختم الرسل   پیشوائے ہر نبی و قبلہ گاہِ ہر ولی
اس طرح ارشاد فرماتے ہیں اُمت کے لیے   یارِ بد کی ہمنشینی سے ہے تنہائی بھلی
کیا محمد مصطفیٰ کو حق نے بخشا تھا دماغ   جن کا یہ ارشاد ہے دنیا کے دوروں میں یادگار
بات جب نکلی زباں سے وہ پرائی ہوگئی   اور جب تک دل میں ہے تم کو ہے اُس پر اختیار

ارشاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

یارِ غارِ مصطفیٰ صدیق اکبر کا یہ قول   یاد رکھ ہر وقت دل میں تو جو نیک انجام ہے
آپ ہوتے ہیں عجب انداز سے گوہر فشاں   یعنی دنیائے دنی اک شاہراہِ عام ہے
آرہا ہے تیرے پیچھے ایک دشمن جلد باز   بھولتا ہرگز نہ اُس کو موت اُس کا نام ہے

ارشاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان ذی النورین کا ارشاد ہے   خاک ہو جاؤ گے لوگو تم بنے ہو خاک سے
تم سے غفلت جب نہیں کرتا تمہارا کبریا   کیوں رہو غافل جہاں میں تم خدائے پاک سے

ارشاد حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام

رکھ یاد اس کو۔ تو ہے اگر مردِ باصفا   ارشاد ہے علی علیہ السلام کا
بخشو غضب کے وقت خطائے گناہگار   لازم ہے مفلسی میں بھی انسان کو سخا
فرماتے ہیں علی ولی نائب رسول   خواہش اگر یہ ہو کہ ہو راحت تمہیں حصول
جو شخص پیش آئے جہاں میں بدی کے ساتھ   نیکی کرو تم اُس سے نہایت خوشی کے ساتھ

ارشاد سید الشہدا امام حسین علیہ السلام

حسین ابن علی سرورِ دوعالم کا   قوی یہ حکم یہ ارشادِ باکرامت ہے
ضرور چاہیے انساں کو حصولِ کمال   وجود اس کا جہاں میں بہت غنیمت ہے
یہ بندگی ہے کہ بندہ ہو آپ سے باہر   فنا ہو ذاتِ خدا میں یہ اُس کی خدمت ہے

ارشاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

ہے یہ ارشادِ جنابِ صادقِ والا گہر   جنس دنیا میں بجز عصیاں کوئی سستی نہیں
چاہیے انساں کو کچھ فکرِ زادِ آخرت   وہم ہے گلزارِ ہستی اس کی کچھ ہستی نہیں

(سلک الکلام) قوی الامروہوی غفرلہ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھ کر حق بات کو نہ چھپاؤ

تنقید و تقریظ

روزنامہ ہمدم لکھنؤ

یہ روزانہ اخبار ہندوستان کے مشہور اخبار نویس جناب سید جالب صاحب دہلوی کی اڈیٹری میں لکھنؤ سے جاری ہوا ہے اور اردو کے موجودہ روزانہ پرچوں میں ممتاز و وقیع۔ صوبجات متحدہ کو "ہمدم" کی ضرورت تھی اس لیے اُس کے بانیان کی یہ کوشش قابل شکر و امتنان اور اس کی اعانت و سرپرستی باشندگان صوبۂ ہذا پر واجب ہے۔

ہمدم کے جس قدر پرچے اب تک شائع ہوئے ہیں اُن میں اُسکے اڈیٹر کی قابلیت وسعت معلومات۔ بیدار مغزی۔ مآل اندیشی اور تجربہ کاری کی جھلک نمایاں ہے۔ مسائل حاضرہ اور تجاویز آئندہ کے متعلق ہمدم کی رائیں عموماً سنجیدہ۔ وزنی اور باوقعت ہوتی ہیں۔ اہم اقتصادی و سیاسی معاملات میں وہ محض رائے عامہ کی ترجمانی ہی کا فرض انجام نہیں دیتا بلکہ اپنے ناظرین کی آراء و افکار کو صحیح مرکز پر لانے اور اُن کی اخبار معلومات میں اضافہ کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ وہ حریت و استقلال کا پابند نہیں ہے اور فرقہ وارانہ جوش سے بیخود ہو کر قومی حقوق و فوائد کو پامال نہیں کرتا۔ (ہمیں اپنے معزز معاصر کی اس رائے سے کہ تصفیۂ انتخاب جداگانہ میں صوبۂ ہذا کے چند ناعاقبت اندیش ہندوؤں کے نامناسب رویہ کی سزا آل انڈیا پولیٹیکل کانگریس کو ملنی چاہیئے اور مسلمانوں کو اس کے آیندہ سالانہ جلسہ میں شریک ہونے سے احتراز کرنا چاہیئے" اختلاف ہے۔ لیکن جب لیڈر جیسا اخبار اور آنریبل بابو چنتامنی جیسا اڈیٹر سطحی قومی پاسداری کے جذبات سے مغلوب ہو کر غلطی کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہمدم اور اُس کے اڈیٹر کو ہم معذور نہ سمجھیں)

خبروں کی جلد سے جلد بہم رسانی و اشاعت ایک روزانہ اخبار کا فرض اولین ہے اور غالباً اس معاملہ میں کوئی موجودہ اردو اخبار ہمدم کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہمدم کی طرز تحریر میں متین اخباری رنگ غالب ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیئے مگر بعض اوقات غیر ضروری عالمانہ تمہیدیں افتتاحی مضامین کے موضوع کی اہمیت کو کم کر دیتی ہیں اور کبھی فقرات کی ترکیبیں غیر معمولی اطناب کی وجہ سے مغلق ہو جاتی ہیں قابل مطالعہ مضامین کا حصہ اور پرچوں کی بہ نسبت ہمدم میں کسی قدر زیادہ ہوتا ہے ملک کے مشہور انشا پردازوں کے لکھے ہوئے دلچسپ مضامین اور قصے بھی کبھی کبھی اس میں چھپتے رہتے ہیں۔ اقتباسات و تراجم بھی عموماً مفید و دلچسپ ہوتے ہیں۔ الغرض بحیثیت مجموعی ہمدم میں وہ تمام دلچسپیاں موجود ہوتی ہیں جو حالات موجودہ پر نظر رکھتے ہوئے اُردو کے ایک اچھے روزانہ اخبار میں ہو سکتی ہیں (شاید ایک دلچسپی ضرورت سے زائد ہے وہ یہ کہ دوسرے روزانہ اخباروں کی طرح ہمدم کے پہلے صفحہ پر بھی ایک نظم جلی قلم سے لکھوا کر شایع کی جاتی ہے جو ایک پُرازمعلومات اخباری نوٹ کی جگہ گھیر لیتی ہے۔ روزانہ اخبارات میں بالالتزام نظموں کا شایع ہونا کم از کم ہمیں اچھا نہیں معلوم ہوتا)۔

لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ میں ہمدم یقیناً تمام روزانہ اُردو اخباروں سے بہتر ہے اور اس معاملہ میں وہ نہایت فراخ حوصلگی سے کام لے رہا ہے خدا کرے وہ اپنی اس ظاہری آن بان کو نبھا سکے ہمدم کی سالانہ قیمت ۱۲ششماہی ۷ اور ماہی ۲ ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اسوۂ حسنہ اس پرچہ کو ضرور خریدیں گے۔ نمونہ ذیل کے پتہ سے مل سکتا ہے۔

مینیجر روزانہ اخبار ہمدم۔ لاٹوش روڈ لکھنؤ

معارف۔ اعظم گڈھ

یہ مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی و دینی رسالہ جناب مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کی زیر ادارت اعظم گڈھ سے شایع ہونا شروع ہوا ہے اور اپنی وقیع خصوصیات کے لحاظ سے موجودہ اسلامی رسائل میں بے نظیر ہے۔ "جانشین شبلی" کی ذات سے ہمیں معارف سے کم حیثیت رسالہ کے اجراء کی توقع نہیں ہو سکتی تھی ہم مولوی سید سلیمان صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اُن کی بالغ نظر نے اپنے ایک اہم علمی و دینی فرض کو جلد محسوس کر لیا۔ اُمید ہے کہ وہ قوم کی بے اعتنائی سے بددل نہ ہوں گے اور استقلال کے ساتھ کام کیے جائیں گے۔

معارف نے اپنا اُصولی مقصد اور آخری نصب العین یہ قرار دیا ہے کہ وہ اس زمانہ کی ضروریات و مقتضیات کو پیش نظر رکھکر اُسی قسم کے علمی و دینی کام انجام دیگا جو علمائے سلف اپنے زمانہ میں انجام دے چکے ہیں۔ واقعی نہایت مبارک اور مہتم بالشان مقصد ہے اور یہی ایک مقصد قومی ترقی کے جملہ وسائل پر حاوی ہے۔ مگر مولوی سید سلیمان صاحب ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ محض مقصد کا قلمبند ہو جانا کوئی چیز نہیں ہے۔ ضرورت عمل کی ہے اور عمل کے لیے وسائل کی۔ اس لیے نامناسب نہ ہوگا اگر مولوی صاحب موصوف کسی ماہر علوم جدیدہ کو بھی اس علمی سفر میں اپنے ساتھ لے لیں اور دونوں ملکر عمل کا ایک ایسا انتظام قایم کریں جس میں مقدم ضروریات مقدم ہوں اور مؤخر ضروریات مؤخر نہ ہو کہ دفتر معارف میں جو مضمون معارف کی حیثیت و شان کا پہونچا شایع کر دیا گیا بلکہ مضامین کی ترتیب تحریر و اشاعت میں ضروریات وقتیہ کے تقدم و تاخر کی

ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔ اُمید ہے کہ معارف کے ماتل مروں کے لئے یہ اشارات کافی ہوں گے ؛

معارف میں کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ کا لگایا جاتا ہے۔ لکھائی چھپائی بھی نفیس ہوتی ہے الغرض اپنی صوری اور معنوی خوبیوں کی وجہ سے معارف ہر علم دوست مسلمان کے خرید نے کے قابل ہے سالانہ قیمت مع محصول صرف للعہ ہے۔ منیجر صاحب رسالہ معارف اعظم گڈھ سے نمونہ مل سکتا ہے +

تاریخ راعیان

ہندوستان اور خصوصاً پنجاب میں ایک قوم آباد ہے جس کی تعداد ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رو سے نو لاکھ ستر ہزار ہے۔ تاریخ راعیان اسی قوم کے حالات میں ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قوم مذکور کا نام ارئیں نہیں بلکہ راعی ہے اور اُس کا سلسلہ نسب شیخ سلیم الراعی رح عربی الاصل سے ملتا ہے +

"علم الانساب کے جاننے سے جوش حمیت و غیرت پیدا ہوتا ہے اور یہی جوش کام کرنے اور اُصول ترقی کا ذریعہ ہوا کرتا ہے " اس لیے حکیم معراج الدین احمد صاحب راعی ایڈیٹر راعین میگزین نے تاریخ راعیان جیسی مفید و دلچسپ کتاب لکھ کر اپنی قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تاریخ راعیان محض تاریخ ہی نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی انسائکلو پیڈیا ہے جس میں قوم راعیان کی موجودہ مذہبی تعلیمی تمدنی اور معاشرتی حالت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب راعیوں کو بیدار کرنے میں نہایت سود مند ثابت ہوگی۔ رعایتی قیمت مع محصول ۱۰ / ہے منیجر صاحب راعین میگزین امرتسر سے مل سکتی ہے +

العلم اعظم گڈھ

علوم والسنۂ مشرقیہ کا یہ قابل قدر ماہوار رسالہ اُن تمام علمی و ادبی دلچسپیوں کا مجموعہ ہے جن سے لطف اندوز ہونے کے لئے سلیم المذاق علم دوست اصحاب کی روحیں بیقرار رہتی ہیں۔ اس مجلۂ علمیہ و ادبیہ کے مدون و مؤلف جناب مولوی محمد امین صاحب عباسی کیفی چریاکوٹی ہیں جن کے والد ماجد حضرت مولانا قاضی محمد فاروق صاحب چریاکوٹی اپنے زمانہ میں آسمان علم و فضل کے آفتاب تھے۔ خوشی کی بات ہے کہ ایسے نامور اور فاضل باپ کے لائق صاحبزادے نے تشنہ کامان علم کے لئے ہند کے ریگستان جہالت میں علمی آب زلال کا ایک چشمہ جاری کیا ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ یہ چشمہ ہمیشہ قایم رہے۔ ترقی کرے اور بادیہ نشینان جہالت کو اُس سے سیراب ہونے کی توفیق ہو +

العلم کے پانچ پرچے اب تک شایع ہوئے ہیں اور ہر ایک پرچہ سنجیدہ علمی مذاق کا اعلیٰ نمونہ اور ایڈیٹر کی قابلیت و وسیع النظری کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ غالباً اس وقت کوئی رسالہ ایسا نہیں ہے جو اُردو کے علاوہ فارسی، عربی اور برج بھاشا کے لطائف نظم و نثر سے اپنے ناظرین کی ضیافت کرتا ہو۔ مگر العلم میں یہ خصوصیت موجود ہے۔ علیٰ ہذا العلم میں جن مختلف علوم و فنون کے متعلق مضامین چھپتے ہیں اُن کی تعداد بھی دیگر علمی و ادبی رسائل کے موضوعات بحث و تالیف سے بہت زیادہ ہے۔ الغرض اس رسالہ میں کئی خوبیاں ایسی ہیں جو ابھی تک دوسرے رسائل کو نصیب نہیں ہوئیں۔ علمائے چریاکوٹ کے غیر مطبوعہ مضامین علمیہ کی اشاعت ہی ایک ایسا کام ہے کہ اگر العلم میں کوئی اور خصوصیت نہ ہوتی تو بھی اس کی وقعت میں کچھ کمی نہ آتی۔ العلم میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں چند نقایص بھی ہیں۔ اول تو یہ کہ اُس کی عبارت عموماً نہایت مشکل اور پیچیدہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے متوسط قابلیت کا آدمی اُس سے پورے طور پر مستفید نہیں ہو سکتا۔ ہمارے خیال میں اعلیٰ ادبی مضامین کو چھوڑ کر علمی اور دینی مضمونوں میں زبان جہاں تک ممکن ہو صاف و سلیس ہونی چاہیئے۔ ورنہ غالباً رسالہ کی اشاعت پر بُرا اثر پڑیگا دوسرے یہ کہ العلم کی لکھائی چھپائی بہت ہی ناقص ہوتی ہے۔ اگر ابراہیمیہ پریس میں عمدہ لکھائی چھپائی کا انتظام نہیں ہو سکتا تو کیوں العلم کو بھی معارف پریس میں نہ چھپوا لیا جائے۔ بہرحال لکھائی چھپائی میں جلد اصلاح ہونے کی ضرورت ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین اُسوۂ حسنہ العلم کے مطالعہ سے محظوظ ہونگے العلم کی سالانہ قیمت مع محصول للعہ ہے جو ایسے ضخیم رسالہ کے لئے ہرگز زیادہ نہیں ہے منیجر صاحب رسالہ العلم ابراہیمیہ پریس شہر اعظم گڈھ سے نمونہ طلب کیجئے

یہ ریویو لکھا جا چکا تھا کہ اکتوبر کا العلم ہمیں موصول ہوا اور یہ دیکھکر مسرت ہوئی کہ اس کی لکھائی چھپائی اور کاغذ میں اصلاح کر دی گئی ہے۔ اور اکتوبر کا رسالہ ظاہری حیثیت سے بھی خوشنما ہے +

روض الریاحین

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رح نے علم حدیث کے طلبا و علماء کی آسانی کے لیئے اپنی مشہور فارسی کتاب بستان المحدثین میں مستند کتب احادیث اور اُنکے مصنفین و مؤلفین کے حالات نہایت تحقیق سے تحریر فرمائے ہیں۔ روض الریاحین اُسی بستان المحدثین کا اُردو ترجمہ ہے۔ ایسی مفید کتاب کا اُردو میں ترجمہ ہو جانا بہت مفید ثابت ہوگا۔ روض الریاحین دلچسپ اور پڑھنے کے قابل کتاب ہے کاغذ اور چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ تقطیع $\frac{20\times 26}{8}$ اور صفحات سوا دو سو ہیں۔ قیمت ایک روپیہ بہت مناسب ہے۔ حاجی محی الدین صاحب سوداگر لشکر بنگلور سے ملیگی۔

لسان الغیب جلد دوم

میر ولی اللہ صاحب بی۔ اے وکیل ایبٹ آباد کی لکھی ہوئی مفید و دلچسپ شرح دیوان حافظ لسان الغیب پر کسی گذشتہ پرچہ میں ریویو کیا جا چکا ہے۔ اس قابل قدر شرح کی دوسری جلد بھی شایع ہو گئی ہے جو کسی لحاظ سے جلد اوّل سے کم نہیں ہے جن شایقین نے جلد اوّل خریدی ہے وہ اس دوسری جلد کو بھی ضرور خریدیں قیمت دو روپیہ ہے مصنف کو مذکورۂ بالا پتہ پر خط لکھنے سے مل سکتی ہے +

تنویر العیون

یہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح کے رسالہ سرور المحزون کا اُردو ترجمہ ہے۔ جسمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے سوانح پاک اور خوارق عادات نہایت معتبر و مستند کتب سے اخذ کر کے قلمبند کیے گئے ہیں۔ مفید دلچسپ رسالہ ہے قیمت (دو آنے) ۲/ ہے۔ ملنے کا پتہ: [illegible] محی الدین صاحب تاجر کتب لشکر بنگلور +

ترجمۂ قرآن مجید [illegible]

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے قرآن کو دین و ایمان جانتا ہو لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے۔ سچ ہے کہ ٹرکی، ایران، ترکستان، افغانستان میں کسی زبان میں ترجمۂ قرآن مجید شایع نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی شریف مسلمان ایسا نہیں کہ ذی علم ہو اور قرآن عربی کو سمجھ نہیں سکتا جتنے کہ چین کے مسلمان بھی اسی طرح ہیں مستغنی نہیں ہیں یہ صرف آج کل کا ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی سمجھنے سے قاصر ہیں اور اسی ضرورت پر کانگرس کے علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی جملہ تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے یہ ترجمۂ قرآن مجید ایک بالکل اردو ترجمہ عبارت قرآنی سے علیحدہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اور مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شایع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ نہایت مبسوط لکھا ہے جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ترجمہ کرنے کا خیال کب اور کیوں پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانہ ماضی اور زمانۂ اخیر میں (۳) زمانۂ حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم کے خیالات (۵) مولانا نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ (۶) ترجمہ موجودہ کی اشاعت کے اسباب (۷) ترجمہ کی دقتیں (۸) مختلف ترجمے (۹) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصول مذہب [illegible] (۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب آسمانی اور پیغمبر (۱۳) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۴) حضرت جبرئیل اور نزول قرآن (۱۵) رسالت اور آنحضرت محمد (۱۶) قرآن مجید کا نزول (۱۷) قرآن کی سورتیں اور آیتیں (۱۸) تدوین قرآن (۱۹) اعراب قرآن (۲۰) قرآن کے تیس پارے (۲۱) منسوخ احکام قرآن میں نہیں ہیں (۲۲) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۳) مکرر باتیں قرآن میں (۲۴) قرآن کے مضامین کا سمجھنا۔ (۲۵) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے۔ (۲۶) برکات اسلام (۲۷) چند احکام قرآنی جن پر صرف یورپ کے مہذب لوگوں کا عمل ہے (۲۸) برکات اسلام کے لئے الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۲۹) معجزات (۳۰) مولف کی معذرت (۳۱) آیات قرآنی میں علماء کا اختلاف (۳۲) درخواست مسلمانوں سے۔

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے اور جتنے مسائل شرعی قرآن سے نکلے ہیں ان کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف قرآت جو علماء حنفی المذہب اور اہل تشیع میں جو مسائل فقہ مختلف فیہ ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق جو ترجمہ اختلافی ہیں یا علماء حنفی المذہب نے باہمی اختلافات کئے ہیں حاشیہ پر ان سب کا بیان ہے۔ تاکہ ہر مذہب کے مذاہب کے لئے یکساں مفید ہو لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو سنی حنفی المذہب کے موافق ہو۔ کیونکہ انہیں کی کثرت ہندوستان میں ہے۔

فارسی و اردو کے قدیم ترجمے اور اردو کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کرکے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان صحیح ترین ترجمہ کہا گیا ہے۔ یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ علامہ نے پچیس برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے۔ بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اول اول ۱۸۹۶ء میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ شایع کیا تھا اور اس سے چار برس کے بعد ۱۹۰۰ء میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شایع ہوا تھا پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے اور اسکا نتیجہ ظاہر ہوا ہے ناظرین بالکل اس کو بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ دیر آید درست آید۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ بذریعہ وی۔پی طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور کم سے کم اتنا تو ہو کہ یہ تحریک ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے ہاتھوں میں پہونچکر اشتہار کا باعث ہو۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ سلیس زبان میں عام فہم طریقہ پر جسکے لئے علامہ کی تحریرات خاص شہرت رکھتی ہیں کیا گیا ہے

ہدیۂ قیمت فی جلد مذہب تین روپیئے (۳؁) (نوٹ جہاں سیکڑوں ہزاروں روپیے اور کاموں میں خرچ ہوتے ہیں ایک نسخہ ترجمۂ قرآن کے رکھنے میں خرچ ہوں تو کیا [illegible])

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	بیان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت	نمبر شمار	نام کتاب	بیان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت	نمبر شمار	نام کتاب	بیان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید اردو مکمل	اردو	مذہب اسلام	[illegible]	۳؁	۳؁	مجلد	۶	تحفۃ الاوامر	اردو	[illegible]	۲۰	۱؍	[illegible]	•	۱۱	شہدائے کربلا و تعزیہ و رسومی و ماتم داری	اردو	قانون	۳۸۴	[illegible]	[illegible]	مجلد
۲	تاریخ الاسلام	اردو	مذہب اسلام	۸۸۰	[illegible]	[illegible]	مجلد بلیجل ثانی	۷	نشتر سخن	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•								
۳	الاسلام	اردو	فلسفۂ مذہب	۸۰۰	[illegible]	[illegible]	مجلد بلیجل	۸	زبان اردو	اردو	پالٹکس	۳۲	۲؍	۲؍	•	۱۲	[illegible]	[illegible]	″	۵۴	[illegible]	[illegible]	″
۴	ذراہم	اردو	مذہب اسلام	[illegible]	[illegible]	[illegible]	طبع ثانی	۹	[illegible]	انگریزی	″	۱۸	۴؍	۲؍	•	۱۳	[illegible]	″	″	۲۸۴	[illegible]	[illegible]	″
۵	المعباح	اردو	[illegible]	۱۸۰	[illegible]	[illegible]	•	۱۰	[illegible]	″	″	۳۴	۴؍	۲؍	•	۱۴	[illegible]	″	″	۸۵	[illegible]	[illegible]	″

المشتہر عبد الواحد خان منیجر قاضی اینڈ کمپنی گورکھپور۔

۷۸۶ ہو الکل یا معین

ایک پیسہ کا

پوسٹ کارڈ ابھی خرید لیے اور خواجہ حسن نظامی صاحب کی تازہ کتاب میلاد نامہ کی درخواست لکھ کر بھیج دیجیے ورنہ پھر آپ بھول جائینگے اور ربیع الاوّل کی مجلسوں کا موقع نکل جائیگا۔ یہ کتاب اس لیے لکھی گئی ہے کہ اب مسلمان غیر معتبر مولودی کتابوں کو مجلسوں میں پڑھنا چھوڑ دیں اور گھر گھر یہی کتاب پڑھی جائے۔ دو سو صفحے کے قریب ضخامت ہے اور میلاد شریف کا بیان نظموں کی آرائش اور نثری زیبائش کے ساتھ لکھا گیا ہے اور سب سچی اور معتبر کتابوں سے۔ دوسرا حصہ میں رسول عربی کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام حالات زندگی اور آپکی عادت و اخلاقی خوبیاں ہیں۔ زبان ایسی آسان ہے کہ بچہ بھی بے تکان فر فر پڑھتا چلا جائیگا۔ محرم نامہ سے بھی زیادہ صاف عبارت ہے۔ اب کے عید میلاد کے تحفہ میں یہی کتاب تقسیم کرنی چاہیے۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۴ھ کو شائع ہوگی قیمت سفید چکنے کاغذ پر ۱۲ عمر۔ ولایتی سادے کاغذ پر ۱۲ درخواست کے کارڈ پر یہ پتہ لکھنا چاہیے۔

کارکن حلقۃ المشائخ عرب سرائے۔ دہلی

اطلاع دیجاتی ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کی نئی کتابیں اور چھپ رہی ہیں اور ۲۰ مہینے تک تیار رہونگی۔ بیوی کی تعلیم غدر دہلی کے افسانے حصہ دوم چٹکیاں اور گدگدیاں۔ حلال خور جاتے بھائی ہیں۔ کرشن بیتی۔

عید میلاد کی خوشی میں اپنے بچوں اور محلہ کے مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو خواجہ حسن نظامی صاحب کی چھوٹی سی خوبصورت کتاب **رسول کی عیدی** تقسیم کیجیے قیمت ۲ روپے جو کارکن حلقۃ المشائخ عرب سرائے دہلی سے فوراً منگا لیجیے۔

پُر الفتِ قومی سے ہے جن کا رگ و ریشہ
مرنے کو تو مرتے ہیں پہ جیتے ہیں ہمیشہ

تعزیت نامہ

مشتمل بر

مضامین مختلفہ و تحریرات متفرقہ متعلقۂ وفات حسرت آیات و سوانح عمری و حالات زندگی و کارنامہ جات

آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم

چھپکر تیار ہوگیا

قیمت قسم اول (ولایتی چکنے کاغذ پر) [illegible]

قیمت قسم دوم (عمدہ دیسی کاغذ پر) [illegible]

المشتہر۔ مینیجر عصر جدید پریس کیمپ میرٹھ



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ،
حسن سیرت و معاشرت کا روحانی مطلب۔ اخلاقی و
تمدنی امراض کا مذہبی علاج۔ مسلمان مردوں کا رہبر۔ عورتوں کا
معلم۔ بچوں کا اتالیق۔ مفید اصلاحی مضامین کا دلکش مجموعہ
ہر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو ... سے شائع ہوتا ہے

محال است سعدی کہ راہ صفا ✦ تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ✦ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

محمد انوار احمد ہاشمی ... پرنٹر و پبلشر ... نے ... سے شائع کیا

اُسوۂ حسنہ کیا چاہتا ہے؟

[illegible] مسلمان جو اپنی [illegible] دعووں سے [illegible] اخلاق و اعمال [illegible] مسلمان ہونے کا ثبوت دیں قرآن پاک کی تعلیمات و معاملات [illegible]
[illegible] معاشرت و تمدن میں [illegible] بنائیں۔ اسلام کی پستی کو [illegible] انتظام کر [illegible] ترقی حاصل کرنے میں [illegible] تعصب اور کورانہ تقلید [illegible]
[illegible] اور آباؤ اجداد کی [illegible] رسوم کو چھوڑ [illegible] اور فرقہ بندی [illegible] مسلک پر [illegible] وقت اور قوت [illegible]
[illegible] قومیت کی بنیادوں کو [illegible] نہ کریں [illegible] اپنے [illegible] قومی [illegible] اتحاد و اتفاق اور ہمدردی و خلوص [illegible]
[illegible] کاہلی اور [illegible] عادت چھوڑ دیں محنتی جفاکش اور اولوالعزم [illegible] اور کفایت شعار بن جائیں [illegible]
[illegible] تحصیل و تکمیل میں [illegible] مشغول ہو جائیں صنعت و حرفت و تجارت کی طرف پوری توجہ کریں [illegible] اور اسلاف کے کارناموں [illegible] تمام [illegible]
[illegible] شراب خواری۔ عیاشی۔ نمود و نمائش فیشن پرستی [illegible] خیرات اور شادی بیاہ وغیرہ کی ناجائز رسوم کو ترک کریں۔ گوشہ نشینوں اور [illegible]
اور ہرگز قابل اتباع نہ سمجھیں پیرزادوں کی نذریں بند کر کے اُن سے مفت خوری کی عادت چھڑوائیں ایسے مولویوں ایسے صوفیوں ایسی انجمنوں اور ایسے [illegible]
[illegible] مناظرہ و مجادلہ بازی میں ضائع کرتے ہیں۔ خود غرض ملت فروش اور نام نہاد خیر خواہ لیڈروں کے پھندے [illegible] سیاسی [illegible]
[illegible] تمام اوصاف [illegible] متصف کریں جو ایک اصلح انسان میں ہونے چاہئیں تاکہ زمین کی وراثت کے وہ مستحق سمجھے جائیں اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

قواعد و ضوابط

(۱) اُسوۂ حسنہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو (انشاء اللہ) شایع ہوا کرے گا اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہونچے تو انہیں [illegible] (۲) اُسوۂ حسنہ دو قسم کے کاغذوں پر چھپتا ہے۔ قسم اول کے پرچہ کی سالانہ قیمت [illegible] اور قسم دوم کے پرچہ کی [illegible] مع محصولڈاک مقرر ہے جو بہرحال پیشگی آنی چاہیئے۔ (۳) جو حضرات [illegible] اسوۂ حسنہ کی سالانہ قیمت مبلغ پانچ روپیہ یا اس سے زائد عطا فرمائیں گے وہ معاونین خاص سمجھے جائیں گے۔ ان کے اسمائے گرامی اسوۂ حسنہ میں شایع ہوا کریں گے [illegible] غیر مستطیع حضرات کے لیے اسوۂ حسنہ کی معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائے گی (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکار کی اطلاع [illegible] کا چندہ وصول کرنے کے لیے وی پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے اور خریدار کو یہ وی پی [illegible] وصول کرنا ہوگا۔ (۵) اُسوۂ حسنہ کا نمونہ اس شرط پر مفت دیا جا سکتا ہے [illegible] رسالہ کی خریداری منظور نہ ہو تو اُسے واپس کر دیا جائے ورنہ ایک سال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا وی پی ادا کر دی جائے (۶) جواب طلب اُمور کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیئے [illegible] نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے اور نام و پتہ صاف و خوشخط لکھنا چاہیئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی (۷) اُسوۂ حسنہ میں اشتہارات چھپوانے والوں کے لیے [illegible]

مضمون نگاروں کیلئے

اُسوۂ حسنہ کے قلمی معاونین کو مندرجۂ ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا چاہیئے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول عنہ کا حوالہ ضرور دیں (۳) [illegible] مضامین اُسوۂ حسنہ کے لیے نہ بھیجیں جو غیر ضروری بے نتیجہ اور غیر محققانہ ہوں یا اُسوۂ حسنہ کے مقاصد کے صراحۃً یا کنایۃً منافی ہوں یا جنہیں الفاظ کی تکمیل زیادہ اور مفید علمی و اصلاحی مطالب کم [illegible] جو مناظرہ و مجادلہ بازی کے رنگ میں لکھے گئے ہوں۔ (۴) اگر مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شایع ہو چکا ہو یا شایع ہونے کیلئے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو [illegible] رسالہ کی ادارت کی [illegible] ہوگی (۵) مضمون لکھنے سے قبل اُسوۂ حسنہ کے مقاصد کا پڑھ لینا ضروری ہے جو ہر صفحہ پر چھپے ہوئے ہیں (۶) اُسوۂ حسنہ [illegible] [illegible] مطالب میں ان کی مناسبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (۷) طویل اور غیر دلچسپ مضامین حتی الامکان اُسوۂ حسنہ کے لیے نہ لکھے جائیں [illegible] [illegible] مفید تراجم بھی شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے بشرطیکہ وہ کوئی اصلاحی۔ علمی یا ادبی خصوصیت رکھتے ہوں (۸) دلکش اصلاحی اور تاریخی [illegible] اُسوۂ حسنہ میں نہایت شوق سے شایع کی جائیں گی۔



اگر

آپ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہو تو

لال شربت

پلاویں۔ کلیجہ کی کمزوری دکھائی دیتی ہو تو اسکو دور کرنا چاہتے ہو ؟ تو

لال شربت

پلاؤ۔ پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے

پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہیں

آپ بھی اپنے بچے کو استعمال کرا کے آزمایش کر لیجئے +

قیمت بارہ آنے فی شیشی محصولڈاک چار آنے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

روزنامہ

العصر

اگر آپ ایک ایسا اخبار خریدنا چاہتے ہوں

(۱) جو حریت حق اور صداقت کیلئے وقف ہو (۲) جو ملک کو پابندی اصول و آئین کی برکات سے مستفید ہونیکی رہنمائی کرتا ہو (۳) جو ترقی علم و عمل میں کوشاں ہو (۴) جو ملک کی حقیقی نمایندگی اور قوم کے دلی جذبات کی صحیح ترجمانی کرتا ہو (۵) جو ملک و قوم کی ظاہری و باطنی خوشحالی اور ترقیات کے لیئے پاکیزہ کوشش کرتے ہوئے عام اخباری اغراض کی جامعیت کو مد نظر رکھتا ہو (۶) جو جنس لطیف کے متعلق بھی نہایت تابناک جواہر ریزے پیش کرتا ہو (۷) جو دولت برطانیہ کا مخلص اور عقیدت کیش مشیر ہو (۸) جو اسلام کا غلام ہو (۹) جو ہر قسم کے سود مند و اہم مضامین اور خبریں خاص اہتمام سے شایع کرتا ہو ۔ تو ۔

روزانہ "العصر" خریدیے

سالانہ ۱۲ ۶ ماہ کے لیئے ۷ ۳ ماہ کے لیئے ۴

اور ایک ماہ کے لیئے ۱

نمونہ ذیل کے پتے سے منگا کر ملاحظہ کیجیے۔

منیجر اخبار "العصر" لاہور

باغ و باغچہ لگانیوالوں کو مژدہ

رہنمائے باغبان اس میں ہر قسم کی ترکاریاں میوے دار درختوں اور ہر قسم کی پھلواری پیدا کرنیکے طریقے بونے کا موسم اور بہت سی متفرق باتیں درج ہیں تاکہ ہر شخص باغبانی کے تمام اصولوں سے مستفید ہوسکے اور باغبان کی خوشامد سے بچے۔ ۲۰۰ صفحے مجلد قیمت مع محصول ۱۱ر ہے +

سیر و سیاحت :- ہندوستان کے ۶۶ نامی چیدہ چیدہ مشہور شہروں کا حال جو سیاح کو رہنما کا کام دیں ہر جگہ کی تجارت اور مشہور عمارات کا مفصل حال سفر کا آرام قابل دید قیمت صرف مع محصول مجلد کتاب ۱۲ ر ہے۔ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ جلد طلب کیجیے +

نعمتوں کا طلائی تھال ہر قسم کے کھانے اور مٹھائیاں بنانے لاجواب کتاب۔ ہر قسم کے کھانے مربے چٹنی۔ اچار۔ پاپڑ اور ترکاریاں وغیرہ خود بنالو۔ عبارت نہایت عام فہم کہ بچہ بھی سمجھ لے قیمت (۱۱ر)

پھلجھڑی :- یہ نادر کتاب روتوں کو ہنساتی ہے۔ پژمردہ دلوں کو شگفتہ کرتی ہے غمگین اور رنجیدہ کو باغ باغ کرتی ہے۔ قابل دید مہذب عمدہ لطائف کا مجموعہ۔ ضخامت ۱۲۵ صفحے قیمت مع محصول گیارہ آنے ہے ۔

ذیل کے پتے سے طلب فرمایئے :-

منیجر قیصر ہند ایجنسی نمبر ۱۹ سہارنپور

رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۵ صفر ۱۳۳۵ھ لغایت ۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

جلد ۴ | فہرست مضامین | نمبر ۳۹

تبصرہ

رسائل و اخبارات کے اعلیٰ مضامین:-

معارف القرآن

مذاکرہ و مناظرہ

تعلیم الاسلام

السیرۃ المحمدیۃ والخصائص النبویہ

حکمت و موعظت

علم و ادب

تنقید و تقریظ

التماس

جن حضرات کی میعاد چندہ ختم ہوگئی ہے وہ براہ کرم بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں کہ اُن کی خدمت میں سالانہ قیمت عہ۲ وصول کرنے کے لیئے وی پی بھیجا جائے یا ششماہی قیمت عہ یا سہ ماہی قیمت ۱۱ر وصول کرنے کے لئے؟

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوۂ حسنہ

تبصرہ

تعلیمی کانفرنس کا مسئلہ صدارت

اسی ماہ دسمبر کے آخر میں [illegible] تعلیمی کانفرنس کا جو [illegible] سالانہ جلسہ علیگڑھ [illegible] اس کی صدارت کے لیے آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر [illegible] کانفرنس کے اس فیصلہ انتخاب [illegible] اخبارات [illegible] اور سختی سے نکتہ چینی کی گئی ہے [illegible] مثال کانفرنس کی [illegible] سال [illegible] اس سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ہم اپنے حقوق [illegible] واقف [illegible]

اخبارات [illegible] بڑا اعتراض یہ ہے کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے [illegible] قوم کی عام خواہش کو بالائے طاق رکھکر کانفرنس کے مقام انعقاد [illegible] میں مستبدانہ خود رائی سے کام لیا ہے اور صدارت کیلیے ایک ایسے شخص کو تجویز کیا ہے جو اس کا کسی طرح اہل نہیں ہے اسلیے صاحبزادہ صاحب سے دو مطالبے کیئے جا رہے ہیں ایک یہ کہ وہ جمہور کی خواہش کا احترام کریں اور دوسرے [illegible] صدارت کے لیئے [illegible] ماہر تعلیم اور اہل شخص کو منتخب کریں۔

[illegible] کے دونوں مطالبے مقصد اور اصول کے لحاظ سے بالکل درست ہیں لیکن [illegible] ان کو اخبارات کے صفحات میں پیش کیا گیا ہے یا دوسرے لفظوں میں جن دلائل [illegible] لوگوں نے [illegible] کیا گیا ہے وہ [illegible] ٹھیک نہیں ہیں اور ان سے تعلیمی مقاصد کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

کہا گیا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کو جمہوری خواہش کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے اور جمہوری خواہش ان مضمونوں کو بنایا گیا ہے جو [illegible] انتخاب صدارت اور تجویز مقام انعقاد کے متعلق وقتاً فوقتاً اخبارات میں لکھے گئے ہیں لیکن ہم اپنے مخاطبین سے دریافت کرتے ہیں کہ بالفرض مولانا ابوالکلام آزاد کے اس مضمون کو پڑھکر جو [illegible] کے متعلق [illegible] میں شائع ہوا تھا تمام اسلامی اخبارات اپنی بھیڑیا چال کی مشہور روایت قائم رکھنے کے لیے مولانا موصوف کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دیتے تو کیا اخبارات کا یہ فیصلہ جو جمہوری خواہش کے بھی عین مطابق ہوتا کسی مستند شرعی عدالت کیلیئے واجب الاتباع ہو سکتا تھا؟ آپ کہیں گے کہ نہیں اسلیئے کہ مسائل شرع شریف کا تصفیہ کرنے کے لیے جمہوریت فقہاء دین کی حیثیت نہ کہ اخبارات کی تو پھر آپ اس اصول کو کانفرنس پر جمہوری رائے کی توہین کا الزام لگاتے وقت کیوں بھول گئے کانفرنس ایک تعلیمی انجمن ہے اسکا نظم و نسق ماہرین تعلیم ہی خواہان قوم کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے اور انہی کی کثرت رائے کو کانفرنس کے جملہ معاملات کا تصفیہ کرنا چاہیئے۔ اگر اخبارات اپنے مفید قوم مطالبہ کے لیئے یہ دلیل پیش کرتے کہ صاحبزادہ صاحب کا فیصلہ ماہرین تعلیم کی کثرت رائے کے خلاف ہے کیونکہ کانفرنس کے نظام ترکیبی میں ماہرین تعلیم کا عنصر بہت کم ہے اور ماہرین تعلیم کی کثرت رائے کا احترام کرنے کے لیئے کانفرنس کے نظام ترکیبی میں تبدیلی کی ضرورت ہے تو ہم اس دلیل کو بھی اتنا ہی پسند کرتے جتنا کہ اس کے مقصد کو۔

ہر شعبۂ عمل کے لیئے اس کے دائرہ اثر و مقاصد کے لحاظ سے ایک مخصوص جماعت قوم کی

جمہوریت معتبر ہوا کرتی ہے اگر قومی اخبارات کے ۹۵ فیصدی خریدار اس بات کی خواہش کرنے لگیں کہ اُن کے صفحات میں سوائے حسن و عشق کے قصوں کے کوئی کارآمد مضمون چھپا کرے تو اخبارات کے دفتر میں اس بیہودہ خواہش کی شنوائی نہ ہوگی۔ محض اسلئے کہ ایڈیٹران اخبارات اپنے خریداروں کے نفع نقصان کو اُن سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ پس جب قومی اخبارات اپنے خریداروں اور قوم کے ناسمجھ طبقے کے ساتھ اس قسم کا سلوک روا رکھتے ہیں تو وہ خود اپنے ساتھ کانفرنس کو اس سے بہتر سلوک کرنے پر کیسے مجبور کرسکتے ہیں۔ اگر ممبران کانفرنس میں بہی خواہ قوم ماہرین تعلیم کا عنصر کم ہے اگر عہدہ داران اپنی ذمہ داریوں سے ایمانداری اور مستعدی کے ساتھ سبکدوش ہونے کی کوشش نہیں کرتے اگر سلطان جہاں منزل میں قوم کے بنائے ہوئے قوانین و ضوابط کی بے حرمتی ہوتی ہے اگر کانفرنس کا نظام اساسی اور ضابطۂ عمل ہی ناقص ہے تو تمام قومی اخبارات کا فرض ہے کہ وہ عام رائے کی طاقت سے کام لیکر نقائص و مفاسد کی اصلاح میں ہمہ تن منہمک ہو جائیں، لیکن جس وقت تک کہ موجودہ نظام اساسی و ترکیبی اور موجودہ ضابطۂ عمل قائم ہے اور عہدہ داران اُس کے مطابق اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں آپ اُنہیں صرف مشورہ دے سکتے ہیں مجبور نہیں کر سکتے۔ ہم یہ غلطی کر رہے ہیں کہ کانفرنس کے قواعد و ضوابط اور نظام اساسی و ترکیبی کے نقائص کا جواب صاحبزادہ صاحب سے مانگتے ہیں اور صاحبزادہ صاحب کسی زندہ قوم کے لیڈر نہیں جو قوم کا اعتماد حاصل نہ کرنے پر قلمدان نظارت کو چھوڑ دیں یا کم از کم اپنی ضد ہی سے باز آجائیں۔

صدارت کے لیئے مسٹر محمد شفیع بالقابہم کا انتخاب اُسی نقطۂ نظر سے ہوا ہے جو کانفرنس اور علی گڑھ کالج کا طغرائے امتیاز ہے اور جس کے خلاف مرحوم و مغفور آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب جیسے مخلص و دوراندیش بہی خواہ قوم کی صدا ہائے احتجاج کو بھی بارگاہ کانفرنس سے ہمیشہ مایوس و نامراد واپس آنا پڑا ہے۔ اسلیئے ہم جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب اور اُن کے موئیدین کے اس تکلیف دہ فیصلہ پر اظہار افسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُنہوں نے بنگال کے ایک ماہر تعلیم پر مسٹر محمد شفیع کو ترجیح دی۔ ہم اُن اخبارات کے رویّہ کو بھی پسند نہیں کرتے جو مسٹر محمد شفیع کو صدارت کیلیئے محض اسوجہ سے ناقابل بتا رہے ہیں کہ اُن کے سیاسی خیالات میں گزشتہ تجربوں سے کوئی خوشگوار تبدیلی نہیں ہوئی لیکن تمدن جدید نے تعلیم و سیاست کو باہم اس قدر مربوط کر دیا ہے کہ آج کل کسی شخص کو خصوصاً ہندوستان میں تعلیمی کانفرنس کا صدر منتخب کرتے وقت اُس کے سیاسی خیالات کا بھی لحاظ رکھنا ناگزیر ہوگیا ہے اس لیئے جس طرح محض سیاسی خیالات کو وجہ انتخاب قرار دینا تعلیمی مفاد کے حق میں مضر ہے اسی طرح سیاسی خیالات سے کلّیتہً چشم پوشی کر لینا بھی اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ بہتر ہوتا اگر صاحبزادہ صاحب بنگال یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ہی کے مشوروں سے قوم کو مستفید ہونے کا موقع دیتے ورنہ مسلمانوں ہی میں کسی ایسے ماہر تعلیم کو منتخب کرتے جو کم از کم سیاست تعلیمی میں خان بہادر مولوی بشیرالدین صاحب ایڈیٹر البشیر کی طرح آزادانہ رائے دے سکتا۔

بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اب محض چند لیڈران قوم کی غلطی کو غلطی ثابت کرنے کیلیئے آیندہ اجلاس کانفرنس کو جنگ و جدال کا اکھاڑا بنانا اور چند ناعاقبت اندیش اخبارات کے بیہودہ مشوروں پر عمل کرکے پنڈال کانفرنس میں ناشائستہ حرکات کا مرتکب ہونا کم از کم مسلمانوں کی شایان شان نہیں ہے۔ اُمید ہے کہ مسلمان اس کلنک کے ٹیکے کو اپنے ماتھے پر نہ لگنے دیں گے +

تعلیمی کانفرنس کب اور کہاں ہونی چاہیئے

کانفرنس کے سالانہ جلسوں کیلیئے مقام انعقاد تجویز کرنے میں جو ناگوار بدمزگی سال گزشتہ سے پیدا ہو رہی ہے اگر آیندہ اُسکا تدارک کرنا مقصود ہے اور اگر ارباب کانفرنس کو واقعی یہ خواہش ہے کہ مسلمان تعلیمی معاملات میں پھر زیادہ دلچسپی لینے لگیں تو ہمارے خیال میں اسکی بہترین سبیل یہ ہو سکتی ہے کہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس آیندہ بجائے دسمبر کے آخری ہفتے کے ایسٹر کی تعطیلات میں منعقد ہوا کریں تاکہ تعلیم و سیاست کی اشمکش میں بزلۂ عضو ضعیف (تعلیم) پر نہ گر سکے۔ اور مسلم لیگ کے قابل ممبران بھی تعلیمی مباحث میں حصہ لے سکیں، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ جلسہ کو علی گڑھ کی تعلیمی کانفرنس کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور ایک کو دوسرے سے بڑی مدد مل سکتی ہے اسلیئے اگر کانفرنس مسلم لیگ کے بے جوڑ ضمیمہ کی بجائے ندوۃ العلماء کو اپنے ساتھ لے لے تو یقیناً دونوں ضروری جلسوں کی دلچسپیاں بڑھ جائیں گی اور مسلمانوں کو اپنی تعلیم کے دونوں اہم شعبوں کی رفتار و اصلاح پر غور کرنے کا موقع مل سکے گا اور مقام انعقاد کی تجویز کرنے میں صرف تعلیمی مصالح کو مدنظر رکھنے کی ضرورت بھی بوجہ احسن پوری ہو جائے گی۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے کوئی امر کانفرنس اور ندوۃ العلماء کو ہماری اس تجویز پر عمل کرنے سے مانع نہیں ہے اس لیئے ہم یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ شاید بزرگان قوم اس طرف توجہ فرمائیں +

تعلیمی کانفرنس کے نکتہ چیں

کانفرنس کے تیسویں سالانہ اجلاس کے متعلق اب تک اخبارات و رسائل میں جس قدر اعتراضی مضامین لکھے گئے ہیں ہمیں افسوس ہے کہ اُن میں تخریبی نکتہ چینی کا عنصر زیادہ ہے سوائے مولوی محمد امین صاحب زبیری ایڈیٹر ظلّ السلطان کے مضمون کے جس میں محض اعتراض اور نکتہ چینی ہی نہیں ہے بلکہ ایسے قیمتی مشورے بھی دیئے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے کانفرنس اپنے مقاصد کے لیئے کامیابی کے وسائل بہم پہونچا سکتی ہے یہ مضمون ۹ دسمبر کے روزنامۂ ہمدم میں شایع ہوا ہے اور لکھنے والے کی نیک نیتی اور مردم شناسی کا ثبوت پیش کر رہا ہے جن حضرات کو کانفرنس کی موت و حیات یا خوابیدگی و بیداری سے کچھ دلچسپی ہے بہتر ہے اگر وہ کانفرنس کے پنڈال میں داخل ہونے سے قبل مولوی محمد امین صاحب کے مضمون پر بھی ایک نظر ڈال لیں تاکہ وہ اہلکاران دفتر کانفرنس کو کاغذی بھول بھلیاں سے نکالکر میدان عمل میں زیادہ تیزی سے قدم بڑھانے پر آمادہ کر سکیں +

انجمن ترقیِ اُردو

مسلمانوں کی سادہ لوحی کا ایک ثبوت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک مُلکی زبان اُردو (جو اپنی بدقسمتی سے ان کی سرپرستی میں دیدی گئی ہے) کے جملہ حقوق کا محافظ علی گڑھ کی تعلیمی شعار تعلیمی کانفرنس کے ایک مختصر شعبۂ ترقیِ اُردو کو سمجھا کیئے۔ حالانکہ خود کانفرنس کا دائرۂ مقاصد محض مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح

تک محدود تھا اور دائرہ عمل تو اس سے بھی تنگ ۔ مگر غنیمت ہے کہ صبح غفلت کی شام ہونے سے پہلے کانفرنس کی بے مہری و بے نیازی نے لکھنؤ کے بعض حامیان اُردو کی آنکھیں کھول دیں اور ان کی دعوت پر انجمن ترقی اُردو کانفرنس کی کال کوٹھری سے آزاد ہو کر اور آل انڈیا کی فہرست دامن مُراد سے دو قبا زیب تن کر کے لکھنؤ کے پُر فضا سبزہ زار میں محفل آرائی کے لیے آمادہ ہوگئی ہے کہ بند غلامی سے رہائی پانے والی دُلہن کی یہ مجلس نہایت پُرلطف و بارونق ہوگی ۔ اگر کانفرنس کی ہم نشینی کے اثر سے وہ پاؤں میں مہندی لگا کر نہ بیٹھ گئی تو انشاءاللہ کچھ کر کے رہے گی ۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جن حضرات کو اپنی مادری زبان اُردو کی بے مائیگی کا احساس ہے وہ انجمن ترقی اُردو کے سالانہ جلسہ کو صورتاً و معناً کامیاب بنانے میں تہیا سرگرمی سے کوشاں ہیں اور دہلی کی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں مرکز اُردو کی جانب سے ایک نیابت بھیجنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ خدا کرے حامیان اُردو کا یہ مفید جوش ہمیشہ قائم رہے اور انجمن ترقی اُردو پھلے پھولے ✦

مقصد ترقی اُردو کی اگر تحلیل کی جائے تو اُس کے تین بڑے جزو ہو سکتے ہیں ۔ ایک علمی دوسرا تعلیمی ۔ تیسرا سیاسی ۔ ہماری رائے میں انہیں تین اجزا کی توسیع و تکمیل کے لیے انجمن ترقی اُردو کو اپنے یہاں تین شعبے رکھنے چاہئیں ۔ شعبۂ علمی ۔ شعبۂ تعلیمی اور شعبۂ سیاسی مختص ہو جانا چاہیے ۔ شعبۂ تعلیمی کو سردست تعلیمی کانفرنس کی براہ راست نگرانی میں دیدینا چاہیے ۔ تاکہ اُس غریب کے بھی کچھ آنسو پُچھ جائیں ۔ اور وہ پچھلی سست رفتاری کی تلافی کر سکے ۔ شعبۂ سیاسی کے لیے مسلم لیگ سے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ اُس کو براہ راست اپنی نگرانی میں لے لے ۔ شعبۂ علمی جو سب سے اہم و اقدم ہے وہ انجمن ہی کی براہ راست نگرانی میں رہے اور انجمن اپنی تین چوتھائی توجہ اسی کی ترقی میں مبذول کرے ۔ اگر شعبہ جات کی اس طرح تقسیم کر دی گئی اور مرکزی جماعت کانفرنس و لیگ کو اُن کے فرائض یاد دلاتی رہی تو اُمید ہے کہ نتائج اچھے نکلینگے اور کام ہلکا ہو جائے گا ✦

شعبۂ علمی کو حقیقتاً کارآمد بنانے کیلئے ہمارے نزدیک سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ اُن تمام علمی و ملکی ضروریات کی ایک مفصل و مکمل فہرست تیار کرلی جائے جن کا تعلق زبان سے ہو پھر اُس فہرست کو شائع کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ ملک میں کونسی ضرورت سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے اور کونسی اُس سے کم و ھلم جرا ۔ جس وقت ضروریات لسانی کی فہرست علی قدر مراتب وار مرتب ہو جائے تو پھر کوشش اس امر کی کیجائے کہ سب سے پہلے اُس ضرورت کے متعلق کام شروع ہو جو سب سے مقدم ہے پھر ما بعد مقدم کے متعلق وعلیٰ ہذا القیاس ۔ اگر کسی ضرورت کی تکمیل میں انجمن کو ایسی مالی یا علمی مشکلات پیش آئیں جو اُس کی مقدرت و استطاعت سے باہر ہوں تو اوّل اُس کے لئے علما و امرائے ملک سے پر زور اپیل کی جائے اور اگر وہ بھی کارگر ثابت ہو تو تکمیل ضرورت کو ملتوی کر دیا جائے مگر ہر مہینے اُسکے متعلق ملک کو یاددہانی ہوتی رہے ۔ اگر ایک وقت میں متعدد ضرورتوں کے پورا کرنے کا انتظام کیا جا سکے تو فبہا ۔ لیکن یہ یاد رہے کہ شخصی و انفرادی کوششوں کے ایسے نتائج کو جو انجمن کی تحریک و اصرار یا اعانت و سرپرستی کے بغیر بھی ظاہر ہوتے انجمن کی کارگزاری میں نہ شمار کیا جائے ۔ انجمن کا ایک بڑا بھاری فرض یہ بھی ہونا چاہیے کہ جو کم استطاعت لوگ انگریزی یا عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی قابلیت و لیاقت کا کافی ثبوت دیکھیں انجمن اُن سے تصنیف و تالیف یا ترجمہ کا کام لیکر اُن کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرے یعنی وہ صرف پرانے مصنفین و مولفین ہی تو اپنی توقعات کا مرکز نہ بنائے بلکہ خود اپنے لیے نئے مصنفین و مولفین بھی تیار کرے اور ہر بڑی تالیف کے لیے ایک قابل شخص کو ایڈیٹر مقرر کر کے اُس کی ماتحتی و نگرانی میں معمولی قابلیت کے آدمیوں سے کام لے ۔ اگر ان دو اُصولی مقاصد کو انجمن نے اپنا نصب العین بنا لیا تو اُمید ہے کہ وہ بہت جلد اپنی کامیابی کا قوم کو یقین دلا سکے گی ۔

اب ہم انجمن کے مالی مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسکے حل ہوئے بغیر بڑا یا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں چل سکتا اور جس نے ہمیشہ انجمن کو سخت پریشانی میں ڈال رکھا ہے ۔ ہم نے اپنے خیال میں مسئلہ مذکور کا سب سے بہتر اور سب سے آسان حل یہ سوچا ہے کہ انجمن اپنی نگرانی میں اُردو کتابیں چھاپنے اور شایع کرنے کیلئے ایک باقاعدہ تجارتی کمپنی مشترکہ سرمایہ سے قایم کرے جسکا راس المال فی الحال صرف ایک لاکھ رکھا جائے جو پچیس پچیس روپے کے چار ہزار حصص میں منقسم ہو کمپنی ان حصوں کو فروخت کر کے اپنا کام شروع کرے اور انجمن قوم و ملت سے چندہ وصول کرنے کا سلسلہ پوری سرگرمی سے برابر جاری رکھے چندہ کی مد میں ماہوار جس قدر آمدنی ہو اُس سے انجمن ہر مہینے اپنے نام سے کمپنی کے حصے خرید لے اور اگر کمپنی کے منافع کی مقدار عام شرح منافع سے کم ہو تو انجمن اپنے حصوں کا نفع بھی دوسرے حصہ داران کو بانٹ دیا کرے تاکہ کافی منافع ملنے کی امید خریداری حصص کیلئے موجب ترغیب ہو ۔ اگر اس قسم کی تجارتی کمپنی انجمن کی نگرانی میں قایم ہو گئی اور اُس نے مذاق تجارتی اُصول کو پیش نظر رکھکر کام کیا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس میں نفع نہ ہو ۔ اگر ہر ایک کتاب کے تین ایڈیشن اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ شایع کیے جائیں اور اعلان و اشتہار کے کافی وسائل سے کام لیا جائے تو غالباً انجمن کی کتابیں زیادہ عرصہ تک نہیں رکینگی ۔ علیٰ ہذا بڑی اور قیمتی کتابوں کو ماہوار قسطوں پر فروخت کرنے کا سلسلہ بھی کمپنی کی مالی مشکلات کم کرنے میں مفید ثابت ہوگا ۔

انجمن ترقی اُردو کا دارالطباعۃ و اشاعت موجودہ مصنفین و مؤلفین کی اُن تکلیفوں کو بھی بہت کچھ کم کر دیگا جو انہیں اپنی کتابوں کے چھپوانے اور فروخت کرنے میں علی العموم پیش آتی ہیں اور جن سے دل تنگ ہو کر وہ تصنیف و تالیف کے کام ہی کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ الغرض اس سرسری خاکہ میں سوچنے اور غور کرنے کے بعد بہت سی منفعت بخش صورتیں ایسی ایزاد کی جا سکتی ہیں جن سے انجمن کے مقاصد کو بھی مدد ملے اور اُس کی مالی مشکلات بھی کم ہو جائیں ۔ افسوس ہے کہ ہم اپنی یہ تجویز بہت دیر میں پیش کر رہے ہیں اور غالباً قوم و ملک کو اس پر غور کرنے کا موقع سالانہ جلسہ سے قبل نہیں مل سکیگا ۔ لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ ساری تجویزیں سالانہ جلسے ہی میں طے ہوں کام کرنے والوں کے لیے تو ہر ایک دن سالانہ جلسے ہی کا حکم رکھتا ہے ۔

اگر یہ رسالہ جلسہ سے قبل شایع ہو گیا تو ہمیں اُمید ہے کہ کوئی صاحب براہ مہربانی ہماری ان تجاویز کو بھی اُس میں پیش کر دینگے ✦

آل انڈیا مسلم لیگ

آنے والے آخری ہفتے کی پُرشش قومی توجہ ہوا ... یا مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ ہے جو ۲۹ و ۳۰ اور ۳۱ دسمبر کو بقیصر باغ لکھنؤ منعقد ہوگا۔ اس جلسے کی صدارت کی عزت مشہور محب وطن علمائے آنریبل ... علی ... کے حصے میں آئی ہے۔ ہمارے نزدیک مسٹر جناح کا انتخاب اگرچہ قوم کی عام خواہش ... خلاف نہیں ہے لیکن لیگ کے مقاصد خصوصی کو تقویت پہونچانے میں وہ غالبا ... مفید ثابت نہ ہوگا اور لیگ کا خطبۂ صدارت سال گزشتہ کی طرح امسال بھی ... تر ایسے مشوروں سے مملو ہوگا جو مسلمانوں کی ثانوی سیاسی ضروریات سے تعلق رکھتے ... جبکہ سیاسی جد و جہد کے آخری نصب العین کے متعلق لیگ اور کانگریس دونوں ... متحد الخیال ہونے کی ضرورت دور اندیش اور صاحب الرائے طبقہ میں تسلیم کرلی گئی ہے تو ... ہم ایک مشترکہ پولیٹیکل کانگریس کی موجودگی میں اسے ناپسند کرتے ہیں کہ لیگ کے قوت ... اُس کے ممبران و صدرنشینوں کی دماغی قابلیت سے بجز ضرورت کانگریس کی ہاں میں ہاں ... کا کام لیا جائے۔ جہاں تک مسائل عامہ کا تعلق ہے آل انڈیا مسلم لیگ ملک کی مشترکہ ... کانگریس میں جذب ہوچکی ہے وہ ضابطہ پُری اور مرکز کو قوت پہونچانے کے لئے حسب ... ضرورت مختصر و مناسب الفاظ میں کانگریس کے ان مطالبات کی تائید کرسکتی ہے جن سے ... مسلمانوں کے مخصوص فوائد کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ نہ ہو یا زیادہ سے زیادہ ان ... تجاویز و خیالات کی تردید کرسکتی ہے جنمیں مسلم لیگ کو کانگریس سے بے تعلق یا ... اسکا مخالف ظاہر کیا گیا ہو۔ سلف گورنمنٹ کے مطالبہ کے لئے ہمواں حالیہ ... اور کانگریس کے پنڈال ہی کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ جس کام کے کرنے کی ضرورت ہے کہ ... خواہ مخواہ اپنی طرف بدگمانی کی انگلیاں اُٹھوانے کی۔ مسلم لیگ کا اسوقت سب سے بڑا ... اہم فرض یہ ہے کہ وہ مخصوص اسلامی حقوق و فوائد کی نہایت مستعدی کے ساتھ ... نگہداشت کرے اور اُس کے لئے ایسے طرق و وسایل کو کام میں لائے جن سے خواہ مخواہ ... برادران وطن کی دل آزاری نہ ہو۔ اس کے علاوہ لیگ کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانان ہند کو سیاسی و اقتصادی مسائل کی مناسب وقت تعلیم دینے کیلئے ایسے ذرایع اختیار کرے کہ وہ موجودہ طرز حکومت اور جدید قوانین و تجاویز کے فوائد و مضرات کو سمجھنے لگیں اور دُنیا کی سیاسی رفتار کے ساتھ اپنی دلچسپی قایم رکھ سکیں۔ کیا یہ افسوسناک امر نہیں ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ جس قوم کی سیاسی رہنمائی اور سیاسی تعلیم کی دعوے دار ہے اُس کے ممتاز اخبارات بھی بعض اوقات اہم سیاسی معاملات پر ایسی طفلانہ رائے زنی کرجاتے ہیں جس سے دوسروں کو خندہ زنی کا موقع ملتا ہے اور ہندوستانیوں کو سلف گورنمنٹ کے ناقابل ثابت کرنے کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اگر لیگ کی طرف سے ایک عمدہ روزانہ اخبار اور ایک اعلیٰ درجہ کا ماہوار سیاسی رسالہ اُردو میں جاری کردیا جائے جسمیں تعلیمی پہلو کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا گیا ہو تو لیگ کی مساعی قوم کے حق میں زیادہ مفید ثابت ہوسکینگی اور فضول و مضر جوش و خروش کی بجائے قوم میں سیاسی معاملات پر سنجیدگی سے غور و خوض کرنے کا ملکہ پیدا ہوگا اور رائے عامہ کو ایک مرکز پر لانے میں آسانی ہوگی۔ اُردو اخبار و رسالہ کے علاوہ ہم کو ایک معتبر روزنامہ انگریزی اخبار کی بھی سخت ضرورت ہے جو کمال گورنمنٹ اور غیر اُردو داں برادران وطن کی ... ہماری ضروریات کو مدلل و موثر طریقہ سے پیش کرسکے۔ اس اہم ضرورت کا انتظام بھی ... جو دلیگ ہی کرسکتی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے یہ مخلصانہ مشورے لیگ کے نقارخانہ میں طوطی کی آواز نہیں سمجھے جائیں گے اور ہم سالانہ جلسہ کی روئداد میں یہ دیکھکر خوش ہونگے کہ ایک ناچیز قومی خادم کی حیثیت سے اُسوۂ حسنہ کی رائے پر بھی غور کرنے کی ضرورت سمجھی گئی ✦

آل انڈیا پولٹیکل کانگریس

ہندوستان کی اس عظیم القدر اور مہتم بالشان سیاسی انجمن کے سالانہ جلسے کی عزت بھی امسال ہمارے صوبے کے مشہور شہر لکھنؤ ہی کو نصیب ہوگی۔ اس عظیم الشان جلسے کی تیاری کے لیئے جو انتظامات اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہے ہیں اُن سے یہ امید بندھتی ہے کہ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء کا آخری ہفتہ واقعی لکھنؤ کے لیئے مدت دراز تک یادگار رہیگا ✦

مسلمانوں میں بعض بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ "اس سال مسلمانوں کو کانگریس کے جلسے میں شریک نہ ہونا چاہیئے کیونکہ صوبہ کے چند ہندوؤں نے مسلمانوں کو میونسپلٹی میں جداگانہ انتخاب کا حق دیئے جانے پر ایسا نا ملایم رویہ اختیار کر رکھا ہے جس سے ان کی خود غرضی و تنگ دلی ثابت ہوتی ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر مسلمان سلف گورنمنٹ میں ہندوؤں کی ہمنوائی کرتے رہے تو کہیں وہ ہمیشہ کیلئے اپنے فوائد و حقوق سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں اور ہندوؤں کے غلام نہ بن جائیں" ✦

ہم اپنے واجب الاحترام بزرگوں کے اس اندیشہ کو اُن کی سچی قومی ہمدردی اور خیر خواہی پر محمول کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی رائے سے اتفاق نہیں کرسکتے۔ یہ سچ ہے کہ کانگریس میں ہندو صاحبان کا رسوخ و اثر غالب ہے اور شروع سے اب تک کانگریس کی حیثیت زیادہ تر ایک ہندو کانگریس کی رہی ہے لیکن جہاں تک ہمنے غور کیا اس کی ذمہ داری بھی مسلمانوں ہی پر عائد ہوتی ہے۔ ضابطۂ کانگریس کی دفعات میں مسلمانوں کو اس ملکی انجمن میں شرکت کی ترغیب دینے کے لیئے بعض مراعات بھی کی گئی ہیں جن سے مسلمان اگر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے تو غالباً اب تک خود کانگریس کی زبان سے جداگانہ انتخاب کا حق تسلیم کراچکے ہوتے اور آج کانگریس میں ہندو اثر و رسوخ کے غلبے کے متعلق انھیں شکایت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن کسی وجہ سے ایسا نہیں ہوا اور اگر آیندہ بھی اس غلطی کی تلافی نہ کی گئی تو نتیجہ اور بھی خراب نکلے گا "ہم تو ڈوبیں گے گر تم کو بھی لے ڈوبیں گے"۔ اس شاعرانہ اُصول کو زندہ اور کام کرنے والی قومیں موجب تخریب اور باعث ہلاکت سمجھتی ہیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی نہیں ہے۔ سلف گورنمنٹ ایسی چیز نہیں ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں رزولیوشن پاس ہوتے ہی زبردستی دے ہی دی جائے۔ اُس کے لیئے سالہا سال تک ہندوؤں اور مسلمانوں کو آئینی جد و جہد کرنے کی ضرورت ہے۔ ابتدائی منزلیں طے ہونے کے بعد جب سلف گورنمنٹ ملنے کا وقت قریب آئے اور انگلستان کی پارلیمنٹ میں شرائط و عدم کی بحث چھڑے تو اُس وقت مسلمان بھی بشرط ضرورت کانگریس سے علحدہ ہوکر اپنے مخصوص حقوق و فوائد کے تحفظ کے لیئے مناسب اور واجبی مطالبات پیش کرسکتے ہیں۔

ابھی سے ایک موہوم اندیشہ کی بنا پر کانگریس سے کشیدگی اختیار کر لینا اور ایسے اہم وقت کو فائدہ نہ اٹھانا جب کہ ہندوستان کی جنگی خدمات نے اعلیٰ احکام وقت کے زاویۂ نظر میں خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی ہے، نہ تو سیاسی قرین مصلحت نہیں ہے۔ جس چیز کے لینے پر ہمکو زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا اُس کے نہ لینے کا ہم کو ہر وقت اختیار ہے لیکن جو چیز بعد و جہد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اُس کا نتیجہ ۔۔۔ بلکہ ہر وقت حاصل کر لینا ہمارے امکان سے باہر ہے آپ برادران ہنود کے ساتھ ملکر بقدر اپنی حیثیت کے کوشش کیے جائیے اگر وہ اپنی خود غرضی و تنگ دلی کی وجہ سے آپ کے منصفانہ مطالبۂ حقوق کو آخر وقت تک تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تو آپ بھی سیلف گورنمنٹ لینے سے انکار کر دیجیے اُس صورت میں کچھ آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا، ہندوؤں کے پُر امید دل پر عین وقت پر آپ کی کشیدگی مایوسی کی ایک تکلیف دہ ضرب لگائے گی۔ ابھی سے کانگریس کو چھوڑ دینے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ان تمام سیاسی اصلاحات کا دروازہ مسدود کیے دیتے ہیں جنہیں اگر آپ کے بھائی ہندوؤں کا نفع ہے تو آپ کا بھی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر ہماری یہی رائے ہے کہ قابل ۔۔۔ عاقبت اندیش مسلمانوں کو کانگریس کے آئندہ سالانہ جلسہ میں ضرور شریک ہونا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی ضرور کہیں گے کہ جس طرح مسلمانوں کا کانگریس سے بالکل کشیدہ و بے تعلق رکھنا ان کے حق میں مضر ہے اسی طرح سیاسی دلچسپیوں میں خواہ وہ کانگریس کی ہوں یا مسلم لیگ کی، ان کا ضرورت سے زیادہ حصہ لینا ان کی تعلیمی و تمدنی اصلاحات کے حق میں سم قاتل سے کم نہیں ہے۔ طالب علموں اور معمولی قابلیت کے پُر جوش نوجوانوں کو سیاسیات حاضرہ سے قطعاً مجتنب رہنا چاہیئے اور چند معتمد خیرخواہان قوم کو اپنی سیاسی کشتی کی ناخدائی کے لیے تجویز کر کے ان پر بھروسا کرنا چاہیئے، ورنہ ہماری تمام ترقیاں رک جائیں گی اور "ہنس کی چال" چلنے کی ہوس میں ہم "اپنی چال" بھی بھول جائیں گے ✦

انڈسٹریل کانفرنس

آل انڈیا پولیٹیکل کانگریس کے ضمیمہ کی حیثیت سے لکھنؤ میں ایک مفید صنعتی کانفرنس بھی منعقد ہوگی، جس میں ہندوستان کی صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لیے مناسب علمی و عملی تدابیر پر غور کیا جائے گا اور ساتھ ہی ایک صنعتی نمائش بھی ہوگی جس میں مصنوعات ہند کے نمونے دکھائے جائیں گے۔ کانفرنس مذکور کے جنرل سکریٹری صاحب کی ایک اپیل اخبارات میں شایع ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال موصوف عملی کاموں کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور اقتصادی مسائل پر مضامین و تقاریر کا انبار جمع کرنے اور محض تعلیمی حیثیت کے کام انجام دینے سے اکتا گئے ہیں۔ اس لیے ہمیں اُمید ہے کہ لکھنؤ کا صنعتی جلسہ بھی اس مرتبہ خاص طور پر دلچسپ و کارآمد ہوگا۔ تعجب اور افسوس ہے کہ مسلمانوں کو سیاست کی روشنی میں بھی اپنی صنعتی اور حرفتی کمزوری محسوس نہیں ہوئی اور وہ دنیا کے مفید کاموں سے اس قدر بے خبر ہیں کہ ان میں سے اکثر انڈسٹریل کانفرنس کا نام تک نہیں جانتے۔ حالانکہ یہ وہ مفید انجمن ہے جس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت زیادہ تر مسلمانوں ہی کو ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمان زائرین لکھنؤ اپنے پروگرام میں تھوڑا سا وقت انڈسٹریل کانفرنس کی شرکت کے لیے بھی نکالیں گے اور ماہرین فن تجارت و صنعت کے گرانقدر مشوروں سے مستفید ہوں گے ✦

پریس کانفرنس

کلکتہ کے معزز معاصر "صداقت" کی اس مفید تحریک کا کہ اسلامی اخبارات کے اڈیٹروں کی بھی ایک کانفرنس لکھنؤ میں منعقد کی جائے، جس بے ڈھنگے پن سے خیر مقدم کیا گیا ہے ہم اُسے اپنے تمام ہم قلموں کی دور اندیشی سے بعید سمجھتے ہیں۔ تجویز نہایت ضروری اور مفید تھی لیکن اس پر بحث اس طریقہ سے کی گئی جس نے باوجود ہر طرف سے تائید ہونے کے اس کی اہمیت کو کم کر دیا۔ اگرچہ ہم صداقت کی تجویز کو واقعی مفید سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں لیکن اس کا عمل میں لانا اسلامی اخبارات کے حق میں خالی از منفعت نہ تھا تو بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کو اپنی تائیدی تحریروں میں گزشتہ تلخ تجربوں کو مایوس کن الفاظ میں یاد دلانے کی کیوں ضرورت ہوئی؟ اور کیوں ہم ایک اُصولی سوال کو بحث کے بغیر جائے انتقاد و تحت اثر کے قدموں کو سونپ دیتے؟ بہرحال ہمارے نزدیک معاصرین نے ایک قیمتی فرصت کو مذبذب و مبہم تائیدات اور فروعی مباحث میں ضایع کر دیا اور اسلامی پریس کانفرنس کی ضروری تحریک آل انڈیا اُردو پریس کانفرنس کی غیر ضروری شکل میں تبدیل ہوگئی ✦

ہمعصر صداقت کی تجویز سے ہم کو اس لیے خوشی ہوئی تھی کہ اُس سے مسلمان اخباری برادری کے اندرونی مناقشات کی اصلاح ہو جانے امید تھی اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید ابھی تبادلۂ خیالات کے بعد کوئی ایسا نظام عمل تیار ہو سکے جو قوم اور اخبارات دونوں کے حق میں مفید ثابت ہو سکے جس سے اسلامی پبلک کی آواز زیادہ طاقتور اور موثر ہو جائے۔ آل انڈیا اُردو پریس کانفرنس سے یہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف بیرونی حملوں کی مدافعت یا تدارک کے لیے کچھ مفید ہو سکتی ہے، مگر اس مقصد کے لیے آل انڈیا پریس ایسوسی ایشن پہلے سے موجود ہے ہمارے نزدیک اگر آل انڈیا اُردو پریس کانفرنس کا آخری جلسہ ختم ہونے کے بعد تھوڑا سا وقت اسلامی پریس کانفرنس کی تاسیس کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے بھی دیا جائے تو غالباً زیادہ اچھا ہوگا ✦

دیوبند کا اعلانِ عام

مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند کے مدوکا مہتمم جناب مولنا حبیب الرحمن صاحب کی طرف سے بعض اخبارات میں ایک اعلانِ عام شایع ہوا ہے جسمیں مدرسہ کے موجودہ انتظام پر نکتہ چینی کرنے والوں کو دیوبند جا کر مدرسہ کے حالات کا بچشم خود معائنہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ جن حضرات کو مدرسہ کے انتظامات و حسابات یا مہتمم صاحبان کی ذات خاص کے متعلق کوئی شکایت ہے وہ ضرور اس دعوتِ عام کو قبول کر کے اپنی بے لاگ تحقیقات کے نتائج سے قوم کو مطلع فرمائیں گے اگرچہ اس قسم کی بعض شکایتیں ہم کو بھی ہیں لیکن مہتمم صاحبان مطمئن رہیں کہ ہم انہیں اُس وقت تک نہیں چھیڑیں گے جب تک کہ قابل وثوق ذرایع سے ان کی تصدیق نہ کر لیں۔

رہی اُسوۂ حسنہ کی وہ تحریر جو کسی گزشتہ اشاعت میں دارالحدیث کے متعلق چھپی ہے افسوس ہے کہ اعلانِ عام کو پورا پڑھ لینے کے بعد بھی ہمیں اُس پر اظہار افسوس کرنے کی

ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ہم نے یہ نہیں لکھا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کو جدید وسیع تعمیرات کی ضرورت نہیں ہے نہ ہم نے کہیں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ موجودہ عمارات مدرسہ تعداد طلبہ اور ضروریات وقتیہ کے لحاظ سے کافی ہیں۔ ہمارا اعتراض یہ تھا اور افسوس کہ اب بھی ہے کہ جدید وسیع مکانات کی جو ضرورت غریب و مفلس مسلمانوں کے ایک دینی مدرسہ کو درپیش ہے وہ کسی کم خرچ اور کم حیثیت عمارت کی بجائے دارالحدیث جیسی شاہانہ ٹھاٹھ اور مسرفانہ اخراجات کی پُر تکلف عمارت کے ذریعہ سے کیوں پوری کی جاتی ہے اور گردونواح کی بدعات نمود و نمائش سے متاثر ہو کر بانیان مدرسہ کی سنت سے پچاس اور ۵۲ سال کے مقصد معینہ سے کیوں انحراف کیا جا رہا ہے۔ ہم بقدر ضرورت تعمیرات کی توسیع کے مخالف نہیں ہیں بلکہ اسراف و تکلف اور نمود و نمائش کے مخالف ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کی عام تعلیم میں جو افسوسناک و ناگوار رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں، اور طالبان علم میں نمود و نمائش اور عیش پسندی و تن پروری کا جو خطرناک مرض روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے اُس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جو رقم تعلیمی مصارف کے نام سے جمع کی جاتی ہے اُس کا تین چوتھائی حصہ نذر تعمیرات کی نذر ہو جاتا ہے اور غریب قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت ایسی پُر تکلف عمارات اور پُر احتشام ساز و سامان کے زیر سایہ عمل میں آتی ہے جس کے اثر سے نمائش و آرام پسندی کی عادت ہمیشہ کے لئے انکی طبایع میں راسخ ہو جاتی ہے۔ ہمیں انگریزی تعلیمگاہوں کے لئے بھی عالی شان عمارتوں کی تجاویز دیکھکر سخت صدمہ ہوتا ہے بلکہ ہماری رجعت پسندی تو تعلیمی معاملات میں اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ ہمیں بی۔ اے اور ایم اے کلاس کے طالب علموں کو بھی گاڑھے کے کپڑے پہنے اور چٹائیوں پر بیٹھکر تعلیم پاتے ہوئے دیکھنا نہایت خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ جب انگریزی مدارس کی نسبت ہمارا ایسا دقیانوسی خیال ہے تو پھر مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند میں القاسم کے مطبوعہ نقشہ کے مطابق کسی دارالقرآن یا دارالحدیث کی عمارت کا تعمیر ہونا ہم کیونکر پسند کر سکتے ہیں، بعض معاصرین نے یہ ظاہر کر کے کہ دارالحدیث کے مجوز مولانا محمود حسن صاحب ہیں ہمارے قلم کو مجوزہ عمارت پر حملہ کرنے سے روکنا چاہا ہے لیکن انہیں نہیں معلوم کہ ہم نے یہ بحث ذاتیات سے بے تعلق ہو کر اُٹھائی ہے اگر آج مولانا محمد قاسم صاحب بھی دارالحدیث کیلئے ایسی پُر تکلف اور مسرفانہ عمارت کا نقشہ تجویز فرماتے تو ہم اُن پر بھی ویسی ہی سختی سے اعتراض کرتے جیسا کہ اب موجودہ انتظام پر کر رہے ہیں۔

ہمارا اعتراض ایک اُصولی عقیدے پر مبنی ہے۔ پس جن حضرات کو ہم سے اختلاف ہے اُن کا فرض ہمارے عقیدے کو غلط ثابت کرنا ہے نہ کہ ہم کو مجوز عمارت کی عظمت شخصیت سے مرعوب کرنا یا دیوبند بلا کر مدرسے کے نشیب و فراز کا معائنہ کرانا۔

بڑودہ میں مدرسہ موازنۂ مذاہب

فاضل ہمعصر معارف اعظم گڑھ راوی ہے کہ ہزہائنس جناب مہاراجہ صاحب بڑودہ نے جن کی علم دوستی اور اصلاحی دلچسپی مسلمان والیان ریاست کے لئے قابل تقلید ہے بڑودہ کالج میں شعبۂ موازنۂ مذاہب کا اضافہ فرمایا ہے جس کا مقصد ہمعصر معارف کے الفاظ میں تمام مذاہب عالم کا باقاعدہ اُصولی اور عقلی نظر سے مطالعہ اور اُن کے فرق و امتیاز اور اُصول و فضائل کی نکتہ سنجی کے ساتھ تحقیق کرنا بیان کیا گیا ہے۔ یہ مقصد اسقدر مجمل اور ابتدائی ہے کہ ہم کو اُس پر کسی قسم کی رائے زنی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ مطالعہ اور تحقیق کی بھی کوئی نہ کوئی غایت ضرور ہوگی اور ہونی چاہیئے پس تاوقتیکہ وہ غایت نہ معلوم ہو ہم اُس کے فوائد و نقصانات سے بحث نہیں کر سکتے ایک روشن خیال والی ریاست کی سرپرستی میں شعبہ موازنۂ مذاہب کا کارگاہ میں قائم ہونا مفید بھی ہو سکتا ہے اور مضر بھی۔ اور اسکا مفید یا مضر ہونا منحصر ہے اُس کی غرض و غایت پر۔ اور غرض و غایت معین ہونے کے بعد اُس کے طریق عمل پر۔ موقر ہمعصر معارف نے طریق عمل پر دُھندلی سی روشنی ڈالی ہے لیکن غرض و غایت یا اس علمی سفر کی عملی منزل مقصود ابھی تک تاریکی میں ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارا دور اندیش ہمعصر مجوزین و رفقاء شعبہ مذکورہ سے موازنۂ مذاہب کی غایت بھی دریافت کرنے کا اور طریق عمل کی مزید تفصیل بھی پیش کر سکے گا تاکہ قوم بھی اس مسئلہ پر غور کر سکے کہ آیا بڑودہ کے جدید مدرسہ میں مسلمانوں کی شرکت قرین مصلحت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس صورت سے

ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ

سُنا گیا ہے کہ ندوۃ العلماء کا آیندہ سالانہ جلسہ ایسٹر کی تعطیلات میں بمقام مدراس منعقد ہوگا ہمیں نہیں معلوم کہ ندوہ کے مقاصد خصوصی کو مدراس سے کون سا قریبی تعلق ہی اور مدراس کو ندوہ کے سالانہ جلسہ کی کس وجہ سے ضرورت ہے؟ مگر یہ ایسے سوالات ہیں جن پر غور کرنا ہماری قومی انجمنیں تضییع اوقات سمجھتی ہیں۔ اسی لئے جائے انعقاد کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ہم بھی ان کی بیجا حانہ اولوالعزمیوں میں رخنہ ڈالنا نہیں چاہتے۔ ہم اپنا یہ خیال کسی دوسری جگہ ظاہر کر چکے ہیں کہ قوم کی تعلیمی ضروریات اور مالی حالت کے لحاظ سے ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ کا تعلیمی کانفرنس کے سالانہ جلسے کے ساتھ ایک ہی شہر اور ایک ہی منڈوہ میں منعقد ہونا زیادہ مناسب ہے ہمیں اُمید ہے کہ اس مشورہ پر ندوہ و کانفرنس کے ارباب حل و عقد غور کرنے میں اپنی توہین نہ سمجھیں گے۔

مدراس کے جلسہ کی صدارت کے لئے جو نام اخبارات میں آئے ہیں وہ اگرچہ جلسہ کی جائے انعقاد کے لحاظ سے زیادہ غیر موزوں نہیں ہیں لیکن مقاصد ندوہ کے اعتبار سے بلاشبہ قابل رد ہیں، اور حضرت صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق تو ابھی اس میں بھی شبہ ہے کہ آیا وہ صدارت ندوہ کی عزت کو قبول کریں گے بھی یا نہیں؟ کیونکہ موصوف ندوہ کے مقاصد کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک صدارت کے لئے حسب ذیل اصحاب میں سے کوئی صاحب منتخب کئے جا سکتے ہیں:- (۱) جناب مولوی محمد علی صاحب احمدی۔ ایم اے ایل ایل بی

(۲) جناب خان بہادر مولوی سید کرامت حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد (۳) جناب نواب سید حسین صاحب بلگرامی (عمادالملک) حیدرآباد)

(۴) جناب علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی۔ گورکھپور۔

(۵) جناب مولوی سید سلیمان صاحب ندوی۔ اعظم گڈھ۔

(۶) جناب مولوی عبداللہ العمادی صاحب۔ لاہور۔

نبوت اور احکام حج

اس عنوان پر جناب مولوی محمود علی صاحب پروفیسر کپورتھلہ کالج کا ایک قابل دید مضمون کسی جناب کے ان اعتراضات کے جواب میں اسوۂ حسنہ کے پچھلے دو پرچوں میں شایع ہو چکا ہے رسالہ ہذا میں انہی اعتراضات کا ایک دوسرا تشفی بخش اور جامع و مانع جواب علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی مصنف "الاسلام" کا لکھا ہوا درج کیا گیا ہے شروع سے آخر تک پڑھنے کے قابل اور نہایت پُرمغز و دلچسپ ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین اسوۂ حسنہ اس مضمون کا بھی بغور مطالعہ کریں گے بلکہ اپنے غیر مسلم دوستوں اور انگریزی خواں عزیزوں کو بھی اس کے پڑھنے کا مشورہ دیں گے۔ اُسوۂ حسنہ کیا کوئی نہ کوئی مضمون ہر مہینے ایسا ضرور ہوتا ہے جو اگر مسلمانوں کی ایک جماعت کو پڑھ کر سنا دیا جائے تو غالباً سننے والوں کے معتقدات و اعمال میں کچھ نہ کچھ خوشگوار تبدیلی ضرور پیدا ہو۔ اس لیئے رسالہ ہذا کے ہمدرد و قوم ناظرین کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ جس مضمون کو اپنے دوستوں عزیزوں یا عام مسلمانوں کے لیئے مفید سمجھیں اُس سے نہ صرف خود ہی حظ اٹھائیں بلکہ دوسرے پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی دکھائیں اور ممکن ہو تو کسی اسلامی مجمع میں پڑھکر سنا دیا کریں، تاکہ غیر تعلیم یافتہ لوگ بھی اس سے مستفید ہو سکیں +

خیالات کا خون

"ہزہائی نس" نیز ہمعصر پنجابی لاہور میں پروفیسر برج نراین صاحب کا ایک نہایت دلچسپ و قابل غور مضمون بعنوان "ہندوستانی تعلیم انگریزی میں" شایع ہوا ہے جسمیں پروفیسر صاحب موصوف نے ہندوستانی طلبا کے لیئے انگریزی زبان کے ذریعۂ تعلیم قرار دیے جانے کے نقصانات بیان کیئے ہیں اور اپنی تائید میں ایک بڑی اُصولی دلیل یہ پیش کی ہے:

"خیال اور محاکات باہم مربوط و متحد ہیں اور ادراک اور بیان ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے چنانچہ یونانی زبان میں تخیل اور محاکات دونوں مفہوموں کے واسطے ایک ہی لفظ "Logos" رکھا گیا ہے۔ فن انشا کا ایک بڑا ماہر کہتا ہے کہ ہم مختصر سے مختصر اور معمولی سے معمولی خیال بھی قایم نہیں کر سکتے تاوقتیکہ پہلے الفاظ کی کسی نہ کسی شکل میں اسکا تصور نہ کرلیں، ذہنی دنیا میں لفظ ایک ایسا رائج الوقت سکہ ہے جس کی محض دوسروں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ خود اپنے ساتھ بھی تبادلۂ خیالات کرنے کے لیئے ہم کو ضرورت ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جس قدر صحت کے ساتھ ہم الفاظ استعمال کریں گے اُسی قدر ہمارے خیالات زیادہ واضح اور پختہ ہوں گے؟ اور کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سلیس و فصیح تحریرات لکھنے کی مہارت پیدا کرنے سے ہم اپنے ذہنوں کو واضح اور بلند خیالات قایم کرنے کی تعلیم دیتے ہیں؟ اب میں پوچھتا ہوں کہ ہمارے طالب علموں میں کتنے ایسے ہیں جو سلیس و فصیح انگریزی لکھنے پر قادر ہیں؟ ہم ہندوستانی طالب علموں کو انگریزی میں بچوں کی طرح مضمون لکھنے اور باتیں کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچوں ہی کی طرح خیال کرنا بھی سیکھتے ہیں پس کسی غیر ملکی زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دینا فی الحقیقۃ

خیالات کا خون کرنا ہے۔"

غیر ملکی زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دینے کے نقصانات پر قابل برادران وطن کے اور بھی کئی نفیس مضمون انگریزی رسالہ جات و اخبارات خصوصاً ہندوستان ریویو میں نکل چکے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملک کے باخبر اور دور اندیش طبقوں میں قدرتی ذریعۂ تعلیم کی برکات اور مصنوعی ذریعۂ تعلیم کے مضرات کا ایک گہرا احساس پیدا ہو گیا ہے جو اُمید ہے کہ ہندوستان کی تعلیمی فضا میں خوشگوار تبدیلی کے رونما ہونے کا باعث ہوگا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی حالت تو سب قوموں سے بھی زیادہ قابل رحم ہے۔ ایک طرف انگریزی زبان نے ان کے خیالات پر پہرا بٹھا رکھا ہے اور دوسری طرف عربی نے ان کو رٹنے کے مرض میں مبتلا کر رکھا ہے ان کے خیالات کے پاؤں مصنوعی ذرایع تعلیم کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ایجادی و اجتہادی قابلیت انگریزی اور عربی مدارس کے فارغ التحصیل طالب علموں میں روز بروز معدوم ہوتی جاتی ہے۔ کبھی فرصت میں انشاءاللہ اس ضروری مسئلہ پر مفصل بحث کریں گے +

اسوۂ حسنہ کے معاون

دنیا کی زندہ اور خوش نصیب قوموں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو مفید کوششیں ان کی نفع رسانی و دلچسپی کے لیئے کیجاتی ہیں وہ خود بخود افراد قوم کی حوصلہ افزا توجہات کو اپنی طرف منعطف کر لیتی ہیں اور قومی کام کرنے والوں کو خصوصاً اُن لوگوں کو جن کے کام کی نوعیت کسی حیثیت سے تاجرانہ ہوتی ہے، باربار قوم کے سامنے اپنی مالی مشکلات کا دکھڑا رونے اور اعانت و امداد کے لیئے سوال کا شرمناک ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی اعلان و اشتہار ہی ان کی قابل رشک اور عظیم الشان کامیابی کا ذریعہ ہوتا ہے اور اُسی سے قدردانوں اور معاونوں کا ایک جم غفیر ان کے گرد جمع ہو جاتا ہے۔ اسی زندہ دلی، قوم پرستی اور فرض شناسی کا نتیجہ ہے کہ اُن قوموں کے اخبارات و رسائل باوجود قوم کی خدمت کرنے کے تاجرانہ اُصول پر چلائے جاتے ہیں اور مالی اعانت و امداد کے لیئے اپنے ناظرین سے گڑگڑا کر التجائیں کرنا خودداری کے منافی سمجھتے ہیں، یہانتک کہ ان کے صفحات میں توسیع اشاعت کی استدعائیں بھی بہت کم دیکھی گئی ہیں +

خودداری کا احساس ہندوستانی اخبارات کے مالکوں کو بھی ہے۔ اُنکو بھی اپنے عزیز پرچوں کی ہستی برقرار رکھنے کے لیئے سائلانہ ذرایع اختیار کرنے سے تکلیف پہونچتی ہے وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ صرف اعلان و اشتہار ہی سے قوم انکی مفید خدمات کی قدر کرنے لگے۔ لیکن وہ مجبور ہیں کہ خود ان کی قوم انہیں شرمناک وسائل کامیابی اختیار کرنے کا سبق دیتی ہے اور تاجرانہ خودداری ہمیشہ ان غریبوں کے حق میں تمہید ہلاکت ثابت ہوتی ہے، آپ کوئی بہترین اخبار یا رسالہ نکالیئے نہایت مفید و دلچسپ مضامین سے اُس کے صفحات کو آراستہ کیجیئے۔ قوم و ملک کے مشہور ترین انشا پردازوں کو اُس کی تدوین اور تالیف میں مدد لیجیئے۔ اچھے سے اچھے کاغذ پر عمدہ سے عمدہ چھپوایئے اور پھر تمام کثیر الاشاعت اخبارات و رسائل میں اُسکا اشتہار بھی دیدیجیئے لیکن آپ کے رسالہ کی آمدنی اُس کے اخراجات کے لیئے کافی نہ ہوگی تاوقتیکہ آپ اُسکو نہ اور مظلومانہ صورت بنا کر یا ایک پُرجذبہ طرز و جذبہ شناس

مرحوم رسالہ کی طرح پر یعنی بے نیازی واستغنا کی عبائے ایثار پہنکر اپنے ناظرین کے جذبات قومی وملی سے اپیل کرنے میں اس شان کے حساس کو بالائے طاق نہ رکھدیا یہ دوسری بات ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا کسی نیک دل بئیس کی نظر کرم آپ کو ان چھچھوری حرکتوں سے مستغنی کردے، بہرکیف مقصود یہ ہے کہ ہندوستانی اور خصوصاً اسلامی رسائل واخبارات کی خودداری ان کی ہستی کی دشمن ہے اور دونوں کو ساتھ رہنے کی کچھ ایسی ضد ہوگئی ہے کہ اگر پرچے کو زندہ رکھنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو خودداری صاحب تشریف لے جاتی ہیں اور اگر ان کو روکا جاتا ہے تو پرچہ صاحب زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

بعض بے غم وفکر معاصرین محترم کے غیرت دلانے سے اسوۂ حسنہ کے دماغ میں بھی کچھ عرصہ سے خودداری کا خبط سا کیا تھا اور اس نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی مالی مشکلات پر غالب آنے کے لئے حتی الامکان محض تاجرانہ وسائل سے کام لے گا۔ اور اپنے محترم ناظرین کے قومی وملی جذبات سے اپیل نہیں کرے گا چنانچہ کئی مہینے تک توسیع اشاعت کے متعلق اس نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا یہاں تک کہ ان ہمدرد معاونین کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا جنھوں نے اس دوران میں اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس کے لئے خریدار بہم پہنچانے کی تکلیف گوارا فرمائی تھی۔ بلکہ اس نے توسیع اشاعت کے لئے ایسے وسائل و ذرایع اختیار کیے جو اخباری خودداری کے منافی نہ تھے۔ اس نے اخبارات ورسائل میں اشتہار چھپوائے جو بعض معاصرین کی عنایت سے نمایاں ہو کر شایع ہوئے اور خریدار مہیا کرنے والے ایجنٹوں کو معقول کمیشن دینے کا اعلان کیا مگر نتیجہ بدرت یہ نکلا کہ نمونوں کی فرمائشوں کا ایک انبار منیجر کی میز پر جمع ہوگیا اور پرچے زائد چھپوانے میں ایک معقول رقم مصارف معینہ کے علاوہ صرف کرنی پڑی۔ جب ہم نے فرمایشی خطوط کی تعمیل میں بھیجے گئے اور نمونہ منگوانے والوں سے جواب مانگا گیا تو ۷۵ فی صدی کا جواب خاموشی اور پندرہ فی صدی کا جواب انکار ملا۔ دس فی صدی نے ازراہ مکرمت وی۔ پی بھیجنے کی اجازت دی اور پھر ان میں سے ایک چوتھائی نے کچھ رعایت کرنے کی شرط لگادی۔ شایقین جدید کی علم پروری کا حال تو آپ سن چکے اب معاونین قدیم کی ہمدردی وقدردانی ملاحظہ ہو کہ جن حضرات کے پاس ان کے سالانہ چندوں کی میعاد ختم ہونے پر عام اخباری رسم یا ضابطہ کے بموجب سال آیندہ کی قیمت وصول کرنے کی غرض سے وی۔ پی بھیجے گئے تھے ان میں سے ستر فیصدی نے نہایت کشادہ دلی وبے نیازی سے انہیں واپس کر دیا اور ایک ایسے رسالہ کو جو اگر قومی رسالہ کہے جانے کا مستحق یا قوم کے حق میں مفید نہ بھی ہو تاہم قوم کا بہی خواہ تو ضرور ہے بلاوجہ نقصان پہنچانا گوارا کرلیا۔ اللھم اہد قومنا فانہم لایعلمون ۔

یہ واقعات اس لیئے نہیں لکھے گئے کہ آپ کا وقت ضایع ہو بلکہ اس لیئے لکھے گئے ہیں کہ آپ ان پر غور کریں اور پھر خود ہی انصاف فرمائیں کہ آپ کے قومی اخبارات ورسائل اپنی نیم جان ہستی قایم رکھنے کے لیئے اگر بھیک بھی نہ مانگیں تو کیا کریں۔ خدا کے لیئے ہمارے ساتھ ایسا تکلیف دہ سلوک نہ کیجیے کہ ہم اخباری دنیا پر گوشۂ عافیت کو ترجیح دینے لگیں۔

رسائل واخبارات کے علمی مضامین

(اسوۂ حسنہ کے نقطۂ نظر سے)

قرآن

قرآن کا طرز استدلال

مولوی مناظر احسن صاحب گیلانی ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کے رسالہ القاسم میں قرآن کے طرز استدلال کی ایک خوبی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی کوئی دلیل بھی کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں جس طرح وہ ایک بدو۔ بقال۔ معمار وغیرہ عام لوگوں کے لیئے اپنے اندر سامان تشفی رکھتی ہے بعینہ وہ ایک بڑے سے بڑے مغرور فیلسوف کو بھی مبہوت بنا دیتی ہے۔"

اس کے ثبوت میں مضمون نگار مثلاً مسئلہ اثبات واجب تعالےٰ کے متعلق ایک مختصر دلیل قرآنی کو پیش کرتے ہیں اور دلچسپ مثالوں کے ذریعہ سے یہ سمجھا کر کہ حکمائے مشرق ومغرب کے فلسفیانہ دلائل عوام الناس کے فہم سے بالاتر اور عوام الناس کے سطحی اور عامیانہ دلائل فلاسفہ کی تشفی کے لیئے ناکافی ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن کے یہ چند الفاظ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى (بیجوں اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا خدا ہے۔) ثبوت واجب تعالےٰ کے متعلق فلسفیانہ اور عامیانہ دونوں قسم کی دلیلوں کو جامع ہیں؟ کیونکہ محل دلیل میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ (۱) بیج اور گٹھلی کا وجود (۲) اس کا اگنے کے وقت پھٹنا۔"

مضمون نگار کے نزدیک دیہاتی بدو کے دل پر تو اس دلیل کا یہ اثر ہوگا کہ جب ایک سڑی ہوئی مینگنی بلا کسی مینگنی کرنے والے کے ممکن نہیں" تو یہ کیسے ہوسکتا ہو کہ گیہوں جیسے عجیب التاثیر دانے بلاکسی فاطر وخالق کے موجود ہو جائیں۔ اور معمار یہ خیال کرے گا کہ جب ایک سخت تنکا بھی مٹی کی دیوار میں از خود سوراخ نہیں کر سکتا تو بیج میں سے جو ننھی سی آنکھ برآمد ہوتی ہے" اس کا نرم کھیتوں بلکہ کچھ کی سخت زمینوں کو پھوڑ کر خود بخود سطح زمین پر نمودار ہو جانا یہ بجز قدرت خدا کے اور کس سے ممکن ہے۔ اسی طرح ایک غلہ فروش کو جو حفاظت کے لیئے غلہ کو کوٹھوں میں بند کر کے رکھتا ہے اور جسکا دماغ فلسفیانہ جرح وقدح کا عادی نہیں ہے یہ امر تعجب میں ڈالیگا کہ کھیتوں میں تو غلہ کے ان دانوں پر لاکھوں من پانی گزر جاتا

اور وہاں وہ بجائے سڑنے کے ہرے اور بجائے بگڑنے کے شاداب ہوتے ہیں لیکن کھیتوں سے علیحدہ ہو کر اگر ایک دن بھی پانی میں پڑے رہیں تو سڑ گل کر جانوروں کے کھانے کے قابل بھی نہیں رہتے۔ یہ تعجب اُس غلہ فروش کو مشیت الٰہی کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا۔ الغرض اسی طریقہ سے مضمون نگار کے نزدیک صرف ان دو لفظوں فالق الحب والنوی کے ذریعہ سے مسئلہ واجب عوام الناس کو ہر ہر فرد کے دلنشین کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد مضمون نگار اس فکر و جا ربا لطائفہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں جو ان دنوں کا خاکہ اڑاتا ہے اور موجودات کی معصومانہ بالا نیرنگیوں کو "طبیعت" کی طرف منسوب کر کے مطمئن بیٹھا ہوا ہے" اور یہ سمجھ رہا ہے کہ "جو کام خدا سے لیا جاتا ہے وہ طبیعت کے ذریعہ سے انجام پا سکتا ہے"۔ مضمون نگار اس طائفہ کے لوگوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ :-

"کیا طبیعت دو متضاد چیزوں کی علت بن سکتی ہے؟ کیا جو دوا خشکی پیدا کرتی ہے وہی بغیر کسی دوسری چیز کے ملائے ایک ہی محل ایک ہی وقت اور ایک ہی آن میں رطوبت بھی پیدا کر سکتی ہے؟ الخ"

مضمون نگار کا خیال ہے کہ منکرین اُن سوالوں کا جواب نفی میں دینے پر مجبور ہوں گے۔ اس لیئے وہ اُن سے پھر ایک اور سوال کرتا ہے۔ کہ اگر کسی بوٹے کی شاخوں کو بیج کے اندر سے اوپر پھینکنے والی طبیعت ہے تو یقیناً وہی طبیعت اُس کی شاخ کو زمین کے اندر نہیں لیجا سکتی کہ یہ دونوں متضاد فعل ہیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی بیج سے ایک ہی وقت ایک ہی ہوا ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین میں دو شاخیں برآمد ہوتی ہیں ایک اوپر کی جانب چڑھتی چلی جا رہی ہے جس کا نام تم نے پھننگ یا ٹہنی رکھا ہے اور دوسری بالکل جہت مخالف (تحت الثریٰ) کی طرف منہ کیے ہوئے زمین میں دھنستی جا رہی ہے جسے تم جڑ یا بیخ کہتے ہو۔ پھر کیا فلسفۂ طبیعت کے مسلمہ اصول کی بنا پر ان متضاد اثرات کو تم اب بھی طبیعت کی طرف منسوب کر سکتے ہو؟"

مضمون نگار کہتے ہیں کہ "اس سوال کے بعد جو آواز میرے کان تک پہنچے گی وہ فبهت الذی کفر (جس نے خدا کا انکار کیا وہ مبہوت ہو گیا) کے علاوہ انشاء اللہ اور کچھ نہیں ہو سکتی"۔ اسی بنا پر مضمون نگار کا یہ دعوے ہے کہ "قرآنی دلائل اپنے مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے جس طرح ایک دہقانی کو تشفی بخش سکتے ہیں بجنسہ وہ ایک دنیا کے مسلم عندالکل فیلسوف کو بھی اپنے دعاوی کے تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں"۔ ✦

نزول قرآن کی غایت اور اس کا موضوع بحث

ذی الحجہ کے القاسم میں مولوی مناظر احسن صاحب گیلانی کا ایک اور مضمون قرآن کے متعلق چھپا ہے جس میں نزول قرآن کی غایت اور اُس کے مطالب کی نوعیت سے بحث کی گئی ہے۔ راقم مضمون نے فلاسفۂ مغرب کے اس اعتراض کو :-

"کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہوتا تو اُسے دنیا کے تمام معارف و علوم پر محتوی ہونا چاہیئے تھا"

ایک مضحکہ خیز منطقی مغالطے سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ وہ معترض کی دلیل کے اس مقدمہ کو کہ "جو سب کچھ جانتا ہے اُس کی کتاب میں سب کچھ ہونا چاہیئے" "ایک سکنڈ کے لیئے بھی دائرۂ احتجاج میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیسکتے"

راقم مضمون کو بیچارے علمی مستشرقین پر زیادہ تعجب نہیں" بلکہ "زیادہ حیرت ان مشرقی مدعیوں پر ہے" جنہوں نے "اس یورپین مضحکہ خیز دلیل کو خدا جانے کیا تصور کیا کہ اسپر سر کے بل اوندھے ہو کر گر پڑے"۔ راقم مضمون اپنی حیرت کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں :-

"پھر وہ مجنونانہ وارفتگی بھی کس درجہ حیرتناک و خندہ پرداز تھی کہ سامنے ان کے قرآن حکیم کھلا ہوا تھا اور دوسری جانب فلسفہ و تاریخ کی کتابیں تھیں کوششیں جاری تھیں کہ جو کچھ بھی ارسطاطالیس۔ افلاطون۔ بیکن۔ نیوٹن کے خزانہ میں ہے، جس طرح ممکن ہو ان سب کو قرآن کا سرقہ قرار دیا جائے اور اس لاحاصل شغل کا جنون اس قدر شدید ہوا کہ اخیر میں انہوں نے اسٹیفن کے انجن، ایڈیسن کے گراموفون اور قرن حال کی فن کاری کا سب سے عجوبہ ترین نمونہ طیارہ (ہوائی جہاز) کی بھی فہرست مع قید شکل و صورت قرآن سے چھانٹ لی ان کی مسرت کی اس وقت کوئی حد نہ رہی جبکہ وہ ان جدید انکشافات کو ہاتھ میں لیکر یورپ کی طرف رخ کر کے چلائے کہ کون کہتا ہے کہ قرآن میں محدود اشیاء ہیں حالانکہ دنیا کی کون سی چیز ہے جو اس میں نہیں ہے"۔

راقم مضمون کے نزدیک ان مسکینوں" کی یہ کوشش "قرآن کی حمایت نہیں ہے" بلکہ اُس سے قرآن کے "منزل جل شانہ کے اوصاف حکمت و جلال پر سخت نقصان عاید ہوتا ہے" "اسلیئے کہ اگر اقلیدس کا مصنف الٰہیات کے مسائل کو اپنی کتاب میں لانے کی وجہ سے قابل نفرت و ملامت ہے تو علم المعاد۔ تہذیب النفس کا منزل ایسی تنزیل میں جہاز سازی کے فن پر بحث کرتے وقت کیونکر سفاہت و نادانی کے الزام سے اپنا دامن بچا سکتا ہے؟" اور "اگر موسیقی کے رسالہ میں فقہ کے مسائل کا ذکر ایک علمی غلطی ہونے کے علاوہ اُس کے مدون کی بے تمیزی و بے سلیقگی کے لیئے کافی دلیل ہے تو ایک سادہ توحید۔ پاکیزہ اخلاق۔ مدنی امن کی تعلیم دینے والی کتاب بڑھئیوں اور لوہاروں کے فن کی تشریح کی وجہ سے کس لیئے مستحق طعن و مذمت نہیں ٹھہر سکتی؟"

ان وجوہ کی بنا پر راقم مضمون کا خیال ہے کہ "اگر دنیا کے تمام علوم و حقایق نظریات اور سوانح و حوادث وغیرہا کو قرآن اپنے اندر سمیٹ لیتا تو قرآن کی یہی ہمہ گیری اُس کے منزل من اللہ ہونے کی شاید مکذب ہو جاتی" "اس لیئے کہ قرآن کا موضوع اُس کے منزل تعالےٰ شانہ نے صرف اس قدر قرار دیا ہے کہ وہ سیدھی سادی صاف ستھری سہل الوصول پگڈنڈی انسان کو معلوم ہو جائے جس پر چل کر وہ نجات ابدی اور سرور و تنعمات جاودانی سے ہمیشہ کیلئے ہم آغوش ہو سکے"۔

وہ صرف اسی مسئلہ کو واضح کرنے کے لیئے دنیا میں نازل کیا گیا ہے اُسنے خود اپنے موضوع بحث کی تعیین کر دی کہ وہ صرف صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو رہنمائی کرتا ہے پس وہ جو کچھ کہتا ہے اسی کے متعلق کہتا ہے۔ جو کچھ بولتا ہے۔ اسی کے متعلق بولتا ہے۔" تو پھر کیا یہ صریح غلطی نہ ہوتی اگر وہ روما یا ہند کی تاریخ الارض اور ابن خلکان کی وفات۔ ابن سینا کی شفا۔ ارسطو کی منطق۔ مل کے قوانین استقرا۔ برکلے کی روحانیات' لاک کے تجربیات۔ کومٹ کے فلسفیات وغیرہ سب کو اپنے اندر داخل کر لیتا۔

" یہ سراسر غلطی ہے کہ قرآن میں دُنیا کے تمام فنون و معارف۔ صناعات ایجادات کی تدبیریں ڈھونڈی جائیں کہ اس نے اپنے مقصد کو ان تمام اُمور سے الگ کرکے صرف ایک ہی چیز کو مدِ نظر رکھ لیا ہے اور وہ کسی وقت اپنے معینہ دائرہ سے باہر قدم رکھنا جائز قرار نہیں دیتا۔"

" البتہ انذار' تبشیر' ترہیب و ترغیب کے موقع پر بعض تاریخی وقائع کی اگر ضرورت ہوئی ہے' کائنات کے بعض عجائبات' و نیرنگیوں کو کبھی اپنی استدلال احتجاج کے مواضع میں پیش کرتا ہے۔

لیکن اسمیں بھی وہ اپنے فرض معینہ مقررہ کی بناء میں کس درجہ محتاط ہے کہ قدر ضروری لیکر' اور مباحث سے اسی وقت بے تعلق ہو جاتا ہے۔

فرض کرو۔ کہ وہ سرکشی' تمرد' انکار و جحود' تکذیب' طغیان' کے نتائج و عواقب پر ایک مثال کے ذریعہ سے انسانوں کو تنبیہ کرنا چاہتا ہے' اور تاریخ عالم سے نوح علیہ السلام کی اُمت کا ذکر چھیڑتا ہے مگر آہ! کہ کس طرز سے!

نوح علیہ السلام کی سنہ ولادت' سنہ وفات' جنم بھوم' مقام بود و باش' بچپن' جوانی' بوڑھاپے کے سوانحات' اُن کی قوم کی نسلی خصائص' تدابیر معاش' ذرایع کسب' ایجادات و اختراعات' علم و ہنر' وغیرہ وغیرہ اُمور سے بالکل اعراض کرتا ہوا کہتا ہے تو وہ صرف اس قدر کہ:۔

"میرا بندہ نوحؑ اپنی قوم میں میرے حکم سے آیا۔ سیدھی راہ کی طرف دعوت دی' چیخا چلایا' نرمی سے سمجھایا' ساڑھے نو سو برس تک اس راستہ کی جانب بلاتا رہا۔ آخر وہ نہ مانے' اُس کو مارا' پیٹا' بُرا بھلا کہا' اُسکے ساتھ ٹھٹھے کیئے' اُس پر ہنسے' آخر میں نے حکم دیا کہ آسمان جھڑ باندھے' زمین اُبلے' دریا اُمڈے' نوحؑ کشتی پر سوار ہوا۔ کچھ چیزیں ساتھ لیں۔ وہ تو جودی پر جا کر ٹھہر گیا۔ اور اُس کی قوم اپنی جبر و استکبار کی بدولت اور اُن کے ساتھ نوح کا بیٹا' جو انہی میں سے تھا' ڈوب کر ہمیشہ کے لیئے تباہ ہو گئی' اور بدکرداروں باغیوں کا آخری انجام یہی ہے۔"

تمام قرآن کو غور سے پڑھ جاؤ' نوح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ بھی اس میں مذکور ہے' تھوڑی سی کمی زیادتی کے بعد انشاءاللہ اس سے زیادہ حالات شاید تم منتخب نہ کر سکو گے؟

دینی پہلو کو اے برادر دیکھو | کانوں سے ہو محو ترنم گل تر دیکھو
نظم اکبر ہوئی ہے منقوش قلوب | آنکھیں ہوں اگر خدا کا دفتر دیکھو۔

علم و ادب

فن مطالعہ اس عنوان پر صاحبزادہ ظفر حسن خاں صاحب کا ایک مفید مضمون نومبر ۱۹۱۲ء کے رسالہ معارف میں شایع ہوا ہے جو زیادہ تر انگریزی کتابوں سے ماخوذ ہے اور جس میں مطالعہ کے متعلق حکمائے مغرب کے تجربات اور خیالات کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ کل پڑھنے کے قابل ہے مگر اصلاحی اعتبار سے تمہید خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے وھو ھذا:۔

" جہاں اہل زمانہ کو زمانے کی اور شکایات ہیں' وہاں ایک یہ بھی ہے کہ اب اگلے لوگ پیدا نہیں ہوتے' اگلے سے عالم' اگلے سے صناع دیکھنے کو نصیب نہیں ہوتے صدیاں گزر گئیں لیکن ارسطو جیسا شخص نہ پیدا ہونا تھا نہ ہوا۔ سقراط نے دوبارہ جنم نہیں لیا' مانی و بہزاد کا کوئی ہمسر نہ ہوا' ہر فن کے ماہر جو ازمنۂ ماضیہ میں ہوئے وہ پھر نہ ہوئے' یہ کیوں؟

اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ فی زمانہ علم و فن کا جو چرچا ہے وہ زمانۂ قدیم میں نہ تھا' پہلے علم اگر خواص کا حصّہ تھا تو اب عام کی میراث ہے جسکا لازمی اثر یہ ہے کہ ہر شخص اپنے تئیں فلاطون وقت اور اقلیدس ثانی گردانتا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اگر کسی تدبیر سے تمام دُنیا کے بزعم خود غلط افلاطونوں اور اقلیدسوں کو یکجا کرکے مقطر کیا جائے تو شاید حقیقی افلاطون یا اقلیدس کی ایک فرد بھی تیار نہ ہو سکے۔

لیکن انسان وہی' اُس کا دماغ وہی' دماغ کے قویٰ وہی' پھر کون سی کمی ہے۔ کس چیز کی کمی ہے جو ہمارے ذہنوں کی وہ کیفیت نہیں' **مقولات عشر** کے مقابلہ کی تصنیف کیوں نہیں ہو سکتی' **جمہوریت** کا جواب کیوں نہیں دیا جاتا' **مکالمات** کے جوڑ کی کتاب کیوں نہیں لکھی جاتی؟۔

ان سوالات کا حل اس حقیقت کے اندر ہے کہ جملہ قویٰ کیا جسمانی اور کیا ذہنی ورزش سے ترقی پاتے ہیں' ان پر جتنا زور پڑتا ہے اُتنے ہی ترقی پکڑتے جاتے ہیں' ہر قسم کی ترقی ذاتی ریاضت کا ثمرہ ہے' کوئی پہلوان فقط اُستاد کی شفقت و حسن تعلیم سے سینڈو نہیں ہو سکتا' تاوقتیکہ خود جسمانی ورزش کے ارکان تمام و کمال حسب ہدایت و قواعد بالمرہ بجا نہ لائے'

بعینہ یہی حال دماغ کا ہے' مدرسین کا درس' پروفیسروں کے لکچر دماغ کو انتہائی نقطۂ ترقی تک نہیں پہونچا سکتے' وہ فی الجملہ معین ترقی ہو سکتے ہیں لیکن اصلی ترقی خود محنت کیئے بغیر ممکن نہیں' تعلیم بے تعلّم بیکار ہے' ذہنی دُنیا کے کارنامے تمامتر مطالعہ و تعلّم کا نتیجہ ہیں اور آج کل اسی کی کمی ہے'

مطالعہ کی کمی سے کتابوں کے پڑھنے والوں کی کمی مراد نہیں' آج جس کثرت سے کتابیں موجود ہیں اسی کثرت سے اُن کے پڑھنے والے بھی ہیں۔ لیکن جس طرح دُنیا میں مفید کتابیں نہایت قلیل التعداد ہیں اسی طرح باقاعدہ مطالعہ کرنے والے بھی نہایت قلیل التعداد ہیں اور حقیقی متعلمین کی قلت کے اندر ارسطو مثال لوگوں کے فقدان کا راز مضمر ہے۔ اسلیئے اگر ارسطو بننے کے اسباب ہی جمع نہ ہونگے تو ارسطو کہاں سے پیدا ہو جائیگا۔

اصلاح تمدن

اصلاح کا طریقہ

علی گڑھ کالج کے متعلق مولوی طفیل احمد صاحب کا ایک طویل مضمون اکثر اخبارات میں چھپا ہے جس کا مندرجہ ذیل اقتباس اصولاً قابل غور ہے:-

کسی قوم کی اصلاح کے لئے اس کے افراد کے عیوب سے انہیں آگاہ کرنا اگر ضروری ہے تو اسی کے ساتھ اس کی خوبیوں کو پیش کرنا کچھ کم ضروری نہیں کیونکہ بغیر حوصلہ افزائی کے عملی صفات انسانی کا نشو و نما نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک موقع پر فرمایا ہے کہ بھلائی کا جوہر جھوٹ میں یا جسم انسان میں اس طرح ملا ہے جس طرح کہ گھی دہی میں پوشیدہ رہتا ہے اور بلونے سے اوپر آجاتا ہے۔ آخر میں ارشاد ہے؎

روغن اندر دوغ پنہاں می شود — ہرچہ می سازی تو آتش آں میشود

یعنی انسانوں میں اعلیٰ عملی صفات موجود ہیں ان کو نشو و نما دینا یا نہ دینا ہمارے ذہن پر منحصر ہے۔

اس طریقہ میں افراد سوسائٹی کی خوبیوں پر زیادہ تر نظر ہوتی ہے۔ جس سے معمولی حیثیت کے انسانوں کی ادنی خوبیاں نشو و نما پا کر انہیں اعلیٰ ترین طبقہ کا انسان بنا دیتی ہیں اور بالآخر تمام سوسائٹی مجموعہ حسنات بنجاتی ہے۔

برخلاف اس کے مذمت کے پہلو کو ترجیح دینے کا وہ نتیجہ ہے جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے یعنی یہ کہ باوجود زمانہ کے اس قدر ترقی کرجانے کے اور مسلمانوں میں تعلیمیافتوں کی تعداد بڑھ جانے کے تمام پبلک میں کتنے ایسے افراد قوم ہیں جو بدترین الزامات سے پاک ہیں؟ اگر کسی سوسائٹی میں عام میلان ایک دوسرے کی ٹوپی اتار لینے کا ہو تو ظاہر ہے کہ انجام کار وہ سوسائٹی ایک وقت میں جا کر ننگے سر ہوجائے گی؎

روغن صداقت مخفی شد در دروغ — ہمچو طعم روغن اندر طعم دوغ

یعنی یہ کہ سچ کا جوہر جھوٹ میں اور بھلائی کا جوہر برائی میں پوشیدہ ہے۔ ہر شخص میں خواہ وہ کیسا ہی برا کیوں نہ ہو کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور ہوتی ہیں اگر ان جزوی خوبیوں کی قدر کرکے ان کا نشو و نما کیا جائے تو رفتہ رفتہ دوسرے عیوب پر خوبیوں کا غلبہ ہوجاتا ہے اور اگر جزوی عیوب کی تلاش میں مبالغہ کیا جائے تو پھر سوسائٹی میں عیوب ہی کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔ مدت العمر مفید کام کرنے کے بعد اگر چند لوگوں کو محض ایک معمولی لغزش پر قومی عزت کے منصب سے گرا دیا جائے تو پھر دیگر افراد قوم کو اس راہ میں قدم رکھنے کی کیا ہمت ہوسکتی ہے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کو خطبہ پڑھتے وقت ایک بڑھیا کے ٹوک دینے کا واقعہ حق گوئی اور عیب جوئی کی تائید میں اکثر پیش کیا جاتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے صفائی پیش کرنے پر جو محض ان کے فرزند کی شہادت پر مبنی تھی مسلمانوں کو اسوقت اطمینان تو ہوگیا تھا۔ یہاں تو اطمینان کی کوئی صورت ہی نہیں اور محض وہم و گمان پر ایسے ایسے اتہامات بڑے بڑے لوگوں پر عام مجمعوں میں لگائے جاتے ہیں جو کل قوم کے لیے باعث ننگ و عار ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ ہماری قوم میں دولتمند ہیں ان کی نسبت یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنی دولت سے قوم کو خریدنا چاہتے ہیں۔ جن لوگوں کا علمی طبقوں میں رسوخ ہے ان کی نسبت یہ اندیشہ رہتا ہے کہ وہ اپنے رسوخ کا بیجا استعمال کرکے قوم کو نقصان پہونچائیں گے اور جو لوگ بوجہ ناداری کے قوم کی [illegible] سے قوم کا کام کرتے ہیں ان پر بدنیتی یا قوم میں رسوخ حاصل کرنے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسی جماعت باقی رہتی ہے جو جملہ عیوب و شبہات سے پاک ہوکر ہمارے قومی کام انجام دینے کی قابلیت رکھتی ہو۔

دوسری افسوسناک بات یہ ہے کہ جہاں ہماری قوم میں محض شبہ پر بڑے بڑے کارگزاروں کی معزولی ہوتی ہے وہاں دوسری قوموں میں بدیہی واقعات پر اگر خود قومی کام کرنیوالے عزت کے منصب سے دست بردار ہونا چاہیں تو ان کی قوم انہیں علیحدہ نہیں ہونے دیتی۔ علاوہ دیگر نامی اصحاب کے اس وقت ہمارے سامنے تازہ مثال سر سید علی امام صاحب کی ہے جو اسوقت قوم میں مسلم طور پر قابل اور معزز ہیں تاہم محض ایک شبہ پر مسلم یونیورسٹی کے جلسہ میں انہیں صدارت سے محروم کیا گیا اور اس کے بعد دوسری قوم کے لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ اپنی ایک جماعت کا رکن اعظم بنا دیا۔ برخلاف اس کے ڈاکٹر تیج بہادر سپرو نے صریحاً قوم کی خواہش کے خلاف مسلمانوں کی جداگانہ نیابت کے مسئلہ میں نمایاں حصہ لیا قوم کی ناراضی پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے امپیریل کونسل کی ممبری کیلئے کھڑے ہونے سے انکار کیا مگر نہ صرف ان کی قوم کے غالب حصہ نے بلکہ خود ان کے معترضین نے انہیں کونسل کی ممبری چھوڑنے سے باز رکھا۔

مسلمان اور کانگریس

ہمعصر ہمدم لکھنؤ میں مسٹر عبدالوالی بی اے نے ایک زوردار مضمون ان حضرات کے جواب میں لکھا ہے جو مسلمانوں کو شرکت کانگریس سے روکنا چاہتے ہیں مضمون مذکور اس فقرے پر ختم ہوتا ہے:-

"قوم کو بچہ بنائے رکھنا اور ہر چیز سے ڈرانا ممکن ہے کہ بعض حضرات کو صحیح اصول معلوم ہوتا ہو لیکن جب ہم عام افرادی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ یہ اصول نقصان دہ ہے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ قومی زندگی کی بابت کیوں اسکو صحیح مان لیں۔ کسی ہوشیار لڑکے کو اگر تاکید کیجائے کہ گیند بلا نہ کھیلے تاکہ چوٹ سے محفوظ رہے یا دوڑ کر نہ چلے تاکہ گرنے سے ہمیشہ بچا رہے تو اسکا کیا نتیجہ ہوگا یہی اور صرف یہی کہ وہ ایک کمزور بزدل اور نکما آدمی ہوجائیگا۔ قوموں کو بھی اگر یہی تعلیم دی جائے کہ گوشہ عافیت میں بیٹھی رہیں اور جو کچھ کوئی ترس کھا کر دیدے اسپر قناعت کریں تو وہ بھی مردہ اور نکمی ہوجائیں گی۔ مسلمانوں کو کچھ روز پہلے تک جو سیاسی تعلیم دی گئی اور جس تعلیم کے اب بھی بعض ممتاز اشخاص حامی ہیں وہ بعینہ ایسی تھی جیسی کہ لکھنؤ کی مامتا بھری مائیں اپنے لاڈلے بچوں کو دیا کرتی ہیں کہ کانگریس میں شریک نہ ہونا۔ ہندو جوجو ہیں کاٹ کھا جینگے۔ انگریزوں سے کچھ نہ مانگو کہیں خفا نہ ہوجائیں اور ہمارے کالج کو کہیں نقصان نہ پہونچ جائے۔ اس بیسویں صدی میں ایسی تعلیم قوم کے واسطے ایک شرم کی بات ہے جس قوم میں ذرا سی بھی حیا ہو اور مردانگی کا کچھ بھی دعوی ہے وہ اس تعلیم کو اپنے واسطے ننگ و عار سمجھے گی مگر ہمارے ہاں یہ تعلیم آواز دہل دیجاتی ہے اور اسپر معلم قوم سے اپنی عزت افزائی کے خواستگار ہیں"۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اُتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اسکے مطالب سے) نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

خدا کی قدرت

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

بعض وقت ہم قرآن مجید کی عبارت اور الفاظ پر غور نہیں کرتے اور سچ تو یہ ہے کہ اکثر نہیں کرتے یوں ہی پڑھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر مطالب قرآنی سے بے خبر رہتے ہیں گو یوں بھی قرآن پاک کتاب خدا کا پڑھنا ایک برکت ہے مگر جو لوگ اُس کے الفاظ اور الفاظ کے معانی اور اغراض اور اشارات کی حقیقت اور حقیقت کے فلسفے پر غور کرنے کے عادی ہیں اُنکی طبائع پر جو اثر ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ ع آنکہ آگاہ شد آگاہ شد +

قرآن کا پڑھنا ثواب اور ایک برکت ہے مگر سوچکر پڑھنا اُس سے بھی زیادہ موجب برکات ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ خدائے کریم قادر ہے اور قادر مطلق قدیر ہے اُسکی قدرت سے کوئی شے اور کوئی سلسلہ باہر نہیں ہے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ سب کچھ خدا کی قدرتوں کا ایک والا برزخ ہے اور جو کچھ اُن کے درمیان رکھو چھوٹا یا بھر بھر پڑا ہے وہ کیفیات اور وہ اسرار ہی اُس کی حکمتوں کا ثبوت اور دلیل ہیں۔ ساری دنیا کے انسان بھی اگر دیکھتے ہوں تو اُسکی ظاہری اور مخفی قدرتوں وحکمتوں کا احاطہ اور شمار نہیں کرسکتے جب اُسکی ذات اور کُنہ ہی درک سے باہر اور اعلےٰ ہے تو اُس کی حکمتوں اور اُس کے کاموں کا کون شمار کرسکتا اور اندازہ لگا سکتا ہے۔

قادر اور قدیر کے صرف یہی معنی نہیں کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے یا جو کچھ چاہے کرسکتا ہے یہ تو تصرفات اور اختیارات کی بحث ہے اِس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور کر ہی سکتا ہے قدیر اور قادر کا ایک اعلےٰ اور لطیف مفہوم اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے ایک انداز اور ایک پیمانہ سے کرتا ہے یوں ہی اَدھا دُھند نہیں کرتا۔ قادر اور قدیر کی یہ ایک بڑی شان اور بڑی حقیقت ہے۔ ایک کاریگر بے شک ایک چیز کے بنانے اور جوڑنے پر قادر ہوتا ہے لیکن اُسکی عظمت اور علوشان ایسی نہیں ہے کہ اُس کی ایسی ساخت اور ایسا جوڑ میل ایک بے نقص انداز بے عیب سلیقہ اور دلاویز پیمانہ و نشست بھی کرسکتا ہو۔ ہر گھڑی ساز گھڑی بنا سکتا ہے لیکن تعریف اُس کی کی جاوے گی جو انداز اور پیمانہ میں بھی یکتا اور اُستاد ہو۔ خدا کی ساختوں اور مخلوق میں قدرت کے ساتھ ایک دلاویز بے عیب انداز نشست پیمانہ اور خوبی بھی ہے۔ انداز اور پیمانہ و خوبی سے یہ مراد ہے یا اُس کا امتحان یوں ہوسکتا ہے کہ اگر اُس ساخت کے کسی جوڑ کو اُلٹ دیا جاوے یا نمبر ا کی جگہ نمبر ۲ رکھ دیا جاوے تو جو غرض اُس کی ہو وہ جاتی رہے اور خرابی پیدا ہو جاوے۔ آؤ ہم خدائی ساختوں اور خدائی کاریگریوں کو دیکھیں۔

ہم تو ایک ساخت اور ایک کاریگری بھی ایسی نہیں پاتے جو ایسی ہو۔ غور کرنے سے اُسکی حقیقت کا علم ہوسکتا ہے۔ خود انسان ہی کو دیکھو جو سب سے بڑی کاریگری، ساخت ہے اُس کا ایک عضو اور ایک بند بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جاوے تو ساری کَل ہی ختم ہو جاتی ہے۔ بجائے دو آنکھوں کے ایک آنکھ اور بجائے دو کانوں کے ایک کان اور بجائے ایک مُنہ کے دو مُنھ اور بجائے ایک زبان کے دو زبانیں مُنھ میں رکھکر دیکھو تو کچھ اور ہی بے ڈھنگا سا نقشہ بن جاویگا۔

دانتوں میں جب کوئی چیز اٹک جاتی ہے تو انسان کی طبیعت میں ایک گھبراہٹ اور بے چینی سی پیدا ہو جاتی ہے جب تک وہ نکل نہ لے تب تک آرام نہیں ملتا جب دانت نکل جاتے ہیں تو انسان کا مُنھ سچ مچ چڑیا کا گھونسلا بن جاتا ہے۔ شکل کچھ اور ہی بن جاتی ہے۔ بے شک مصنوعی دانت بھی لگائے جاتے ہیں لیکن اصلی دانتوں سے اُنہیں کیا نسبت۔ انگوٹھے کی جگہ خنصر اور بنصر لگا کر دیکھ لو ہاتھ کی صرف اِس تبدیلی سے وہ ہیئت اور وہ زور ہی نہیں جتنا جو قدرت کی ساخت میں ہے۔ آگر دایاں پاؤں بائیں پاؤں سے بدل دیا جاوے تو انسان چل ہی نہ سکے۔ اور اگر چل بھی سکے تو کس قدر مشکل سے۔ ایک انتڑی جب دوسری انتڑی پر چڑھ جاتی ہے تو انسان کی جان عذاب میں آجاتی ہے اِس سے ثابت ہوسکتا ہے کہ وہ ذات صمدی کیسی قدیر اور کیسی کاریگر ہے اور اُس کی ہر ایک ساخت کیا کیا انداز اور کیا کیا حکمت اور خوبی اپنے اندر رکھتی ہے اُس کی قدرت صرف اشکال اور ہیئات ہی سے منضبط اور وابستہ نہیں بلکہ دیگر اشیاء اور دیگر اُمور سے بھی ساری مخلوق اور ساری کائنات کی قسمتیں اور نصیبے اُس کے اندازے سے ہیں ہر ایک کی عمر اور حالت کا نقشہ اُس کے قدیر ہاتھوں سے بنایا جاتا ہے اور وہی حدود اُسکی مقرر کرتا یا ٹھہراتا ہے اُس کا ہاتھ سب ہاتھوں پر بلند ہے اور سب سے اعلےٰ۔ جب وہ فرماتا ہے کہ

"میں سب پر قادر ہوں" "میں قادر مطلق ہوں"

"میں قدیر ہوں" "میں حکیم ہوں"

تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں مختار کل ہونے کے ساتھ ہی حکیم اور انداز شناس بھی ہوں میرا ہاتھ ایک قطعی اندازہ اور میرا قلم ایک دلاویز پیمانہ ہے۔ یہ اندازہ اور یہ قلم کبھی خطا نہیں کرتا اور کبھی حقیقی رنگ میں اُس پر نکتہ چینی اور حرف گیری نہیں ہوسکتی۔ جو اُس پر نکتہ چینی کرتا ہے وہ فریب زدہ اور باطل پرست ہے۔

... تمہیں طول کلام تک قدیر عدیم النظیر کی حکمتیں ، اندازے ، خوبیاں اور حقیقتیں تو دیکھو! ایک ایک ذرہ ، ایک ایک پتا ، ایک ایک جڑی بوٹی اور ایک ایک عضو انسانی و حیوانی اس بات سے شاہد ہے کہ ہر بات میں وہ کمال اور وہ علو رکھا گیا ہے جو آج تک ہماری نظروں سے ایسا بڑی حد تک مخفی اور دھندلا ہے جب ہم غور کرتے ہیں اور بار بار اُس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر وہ باتیں اور وہ اسرار کھلتے ہیں کہ جن سے ہماری دانش و فراست حیرت سے سرگرداں رہجاتی ہے ۔ ایک پتے کی ساخت اور بناوٹ ہی ہمیں حیران کر دیتی ہے اپنی ذات پر غور کرنا تو ایک بڑی بات ہے یہ بیشمار حکمتوں کا ایک دفتر اور قدرت کی ایک اعلیٰ شہادت ہے ۔ جب ہم اس دنیا میں قدیر اور قادر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنی اصطلاح میں سائنس داں اور ماہرین قدرت کا مطبوع لقب پاتے ہیں ۔ سامان قدرت پر غور کرنے سے ہم پر کھل جاتا ہے کہ وہ ذات صمدی جو قدیر کہلاتی ہے اور جو فی الواقعہ قدیر ہے کس رنگ میں اور کس عالیشان سے قدیر ہے ۔ قرآن مجید میں اللہ میاں بار بار خود کو قدیر کہتا ہے ۔ کبھی سمجھا بھی کہ اُس کی قدرت کیا مفہوم اور کیا مطلب رکھتی ہے ؟ اُس کے اختیارات ہر ایک قسم کے اختیارات کامل ، اعلیٰ اور اتم ہیں لیکن وہ کیسا مختار ہے ۔ کیسا قادر ہے ۔ کیسا قدیر ہے جو بہت کے ذہنوں سے بھی زیادہ اپنی ہر ایک خلقت کے ساتھ حکمت اور دانائی ، اندازہ اور پیمانہ خوبی اور زراعت رکھتا ہے ۔ قرآن مجید کو بار بار پڑھو اور سوچو کہ اُس کی قدرت کیسی وسیع اور کیسی موضوع ہے اور ہر خلقت کس کس انداز اور کس کس حکمت سے زیب خلقت ہوئی ہے ۔ جب وہ کہتا ہے کہ میں ہر شے پر قادر یا قدیر ہوں تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میری ہر قدرت صدہا حکمتوں اور صدہا دانائیوں اور صدہا خوبیوں ۔ صدہا علمی اندازوں کا مخزن ہے ۔ فتدبر

سلطان احمد

جان بوجھکر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۔ قرآن کریم کی جس آیت کریمہ کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ زیب عنوان ہے اُس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تائید و حفاظت دین کے لیے جبکہ وہ خطرہ میں ہو جہاد و قتال اور مال کا خرچ کرنا مسلمانوں پر واجب ہے وہاں یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ مدافعت کے سوا سارے سامان اور مصالح و ضروریات کے تہیہ کے بغیر خطرہ میں نہ پڑ جانا چاہیے اور کسی فرد یا جماعت کو جان بوجھکر اپنے آپ کو ایسے خطرہ میں نہ ڈالنا چاہیے جس سے عہدہ برآ ہونے کی وہ طاقت نہیں رکھتی ۔ عام اس سے کہ معاملہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مثلاً اگر ایک مسلمان کو ایک زبردست طاقت اسلام سے انکار کرنے پر مجبور کرے تو چونکہ وہ اُس طاقت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے اسلام ہی سے انکار کر دینا چاہیے نہیں تو یہ ایمان اور اعلیٰ ایمان کی شان کے خلاف ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ زور کی کمزوری سے مقاومت ترک اور جہاد و قتال پر آمادہ نہ ہو ۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے لیکن جبکہ مدافعت سے دست بردار ہو کر حق کی خاطر مظلومانہ جور و ظلم سہتے سہتے مظلوم ہو جائے اور دشمنوں سے اللہ اور مجبور ہو جائیگی کوئی تدبیر نکل آئے یا خدا اُنکے دلوں میں کچھ رحم ڈالدے اور وہ اُس کے جان و ایمان کے خواہاں نہ رہیں ورنہ دونوں بچ جائیں ۔ حکم شریعت بھی یہی ہے اور زندگی بھی یہی ہے کہ جہانتک ہو سکے ایمان اور جان دونوں کو بچایا جائے اور جب ایمان بچتا نظر نہ آئے تو پھر جان ایمان پر قربان کردے اور ایمان کو آنچ نہ آنے دے مگر جان دینے کی دو ہی صورتیں ہیں ۔ اوّل یہ کہ گویا جھکر وہی زبردست طاقت کے مقابلہ میں اعانت یا مظلومانہ جان دے پہلی صورت ہے جس کو اختیار نہ کرنی چاہیے اس لیے کہ حمایت و مدافعت شرعاً و عقلاً مستلزم طاقت ہے ۔ طاقت سے جب شرط ہی گم ہے تو مشروط بھی واجب الادا نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ ایسی حمایت و مدافعت کا اثر نہ اصل حق پر ہوتا ہے اور نہ حق کا اثر دوسروں کے دلوں ہی پر کچھ پڑتا ہے برخلاف اسکے مظلومانہ مارے جانے کا اثر ہوتا ہے اور دشمنوں کے دل پر مظلوم کی حق پسندی بسا اوقات وہ کام کر جاتی ہے جو کمزوری کی مدافعت ہرگز نہیں کر سکتی ۔ یہی حال دنیاوی امور میں مقاومت کا سمجھو جو ہر طرح سے دشمنوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت پیدا کیے بغیر زبردست دشمن سے جٹ جاتا ہے وہ خدائی قانون کے خلاف کرتا ہے ۔ اور اُسکا نتیجہ ہلاک و تباہ ہو ۔

(تفسیر القرآن)

قرآن کی آواز

ایسا ہوں قرآن مسلم ہے شرافت میری ۔۔۔ مٹ نہیں سکتی مٹانے سے بھی عظمت میری
وہ نہیں ہوں کہ سب روئے زمیں کے اسلاف ۔۔۔ مایۂ ناز سمجھتے ہیں اطاعت میری
ایشیا یورپ و افریقہ پر قبضہ میرا ۔۔۔ بحر و بر مشرق و مغرب پہ حکومت میری
ہیں وہ یوسف ہوں خریدار زلیخا کی طرح ۔۔۔ نقد دل دیکے ادا کرتے ہیں قیمت میری
میرا لفظ لفظ ہے بے مثل اثر رکھتا ہے ۔۔۔ فقرے فقرے سے ٹپکتی ہے لطافت میری
میری آیات میں اعجاز نظر آتے ہیں ۔۔۔ خلق کو وجد میں لاتی ہے فصاحت میری
صرف مسلم نہیں دنیا میں ثنا خواں میرے ۔۔۔ بلکہ غیروں کی زباں پر بھی ہے مدحت میری

دہر کو مطلع انوار بنایا میں نے ۔۔۔ تیرگی بھاگ گئی دیکھ کے صورت میری
رشک خورشید بنے خاک عرب کے ذرے ۔۔۔ دیکھ لی سارے جہاں نے یہ کرامت میری
آج دنیا میں جو تہذیب نظر آتی ہے ۔۔۔ حق یہی ہے کہ یہ ہے ساری عنایت میری
کتب پاک ہیں توریت و زبور و انجیل ۔۔۔ لیکن اُن سب سے زیادہ ہے فضیلت میری
آج تک ایک بھی نقطہ نہیں بدلا میرا ۔۔۔ جسکا میں ہوں وہی کرتا ہے حفاظت میری
لاکھ تدبیریں کریں میرے مخالف لیکن ۔۔۔ نہ مٹے گی دل مسلم سے عقیدت میری
خاک ڈالے سے کبھی چاند نہیں چھپ سکتا ۔۔۔ تیرہ سو سال سے روشن ہے صداقت میری

(رسالہ نقشبند ۔۔۔)

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

نبوت اور احکام

نبوت اور احکام حج پر ایک صاحب نے کچھ اعتراضات کیے ہیں جن کے جواب مولوی محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ نے نہایت قابلیت سے دیے ہیں۔ اور "اُسوۂ حسنہ" کے اکتوبر اور نومبر کے پرچوں میں وہ شائع ہوئے ہیں۔ یہ مضمون ایسا ہے کہ اس پر کتنا ہی لکھا جائے تھوڑا ہے اسلیے میں نے بھی کچھ خامہ فرسائی کی جرأت کی۔ اس تحریر میں اُن اعتراضوں کا اعادہ مضمون کو قرین فہم کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اعتراضات یہ ہیں

"مذہب اسلام کے احکام اور عقائد اور بالمقابل اُن کے بعثت رسول مقبول صلعم کے زمانے اور تمام مروجہ مذاہب کے مراسم و عقائد پر نظر غائر ڈالنے سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اسلام سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ مذاہب مذکورہ کے عقائد اور رسمیات کا ایک انتخاب ہے..... رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو موحد اور خدا پرست تھا۔ اور آپ عہد طفلی ہی سے نہایت ذکی الطبع پاک باطن اور روشن خیال تھے۔ چالیس سال کے طویل زمانہ تک آپ ایسے شہر میں رہے جہاں ہمیشہ ہر قسم کے خیالات مذہبی آپ کے گوش گزار ہوتے رہے۔ سفر شام کا بھی اتفاق ہوا۔ اس طرح آپ نے تمام مذاہب کے عقائد اور احکام سے کما حقہٗ واقفیت پیدا کر لی۔ چونکہ آپ کے دل میں ہمدردی نوع انسان بدرجہ غایت جاگزین تھی۔ اس لیے آپ اصلاح قوم و مذہب کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اور ایسی تعلیم پیش کی جس کو آپ نے اپنی قوم کے لیے بہتر و مناسب سمجھا۔ اس میں ایسی کونسی بات ہے جو آپ کو مرسل من اللہ ثابت کرے؟ انتخاب غایت درجہ کی احتیاط سے کیا گیا تاہم متعدد احکام و عقائد خلاف عقل اور تجربہ بھی شامل رہے۔ منجملہ دیگر احکام کے جو توہم پرستی اور تقلید آبائی پر مبنی خیال کیے جا سکتے ہیں مناسک حج ہیں، حج میں مبادلۂ خیالات، واقفیت عادات و رسوم ترقی تجارت وغیرہ بہت سے فائدے ہیں، مگر اعتراض حج کے اجزا پر ہے کہ وہ مہمل بے فائدہ اور توہم پرستی سے معمور ہیں (بنظر مخالفانہ) بالخصوص (۱) سعی بین الصفا والمروہ۔ (۲) رمی الجمار۔ بالکل بے معنی حرکت ہے (۳) تقبیل حجر اسود جو شہاب ثاقب کا ایک ٹکڑا ہے چونکہ آسمان سے گرا تھا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ جنت سے نازل ہوا ہے اسلام نے اس کی بے معنی تعظیم و تکریم کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض کر دیا اور ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن اس کی زبان ہوگی جس سے بولیگا، اور آنکھیں ہونگی جن سے دیکھیگا (۴) اشعار ہدیٰ اونٹ کے کوہان کو قبل از قربانی خون آلودہ کرنا (۵) اہل مشرکین کے دلوں میں ہیبت ڈالنے کے لیے طواف کعبہ میں اکڑ کر چلنے کا حکم تھا بعد میں اسکی ضرورت نہیں رہی۔ مگر حکم باقی رہا"

معترض کا پتہ نہیں کہ وہ آریہ ہے۔ عیسائی ہے۔ موسائی ہے یا کسی دیگر مذہب کا پیرو ہے۔ یا کسی مذہب کا پیرو ہے بھی یا نہیں۔ اگر معلوم ہوتا تو جواب لکھنے میں آسانی ہوتی مخاطب کے مسلمات معلوم ہوں تو اس قسم کے مباحث میں جواب دینے والے کو سہولت ہوتی ہے۔ بہر حال مناسب یہ ہے کہ جواب ایسا ہو کہ ہر ایک کو تشفی کر سکے۔

معترض کو آنحضرتؐ کی قابلیت اور حسن اخلاق پر اعتراض نہیں ہے۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کے حالات جو بیان کیے جاتے ہیں وہ آنحضرت کو مرسل من اللہ کہنے کو کافی نہیں ہیں اور باوجود اپنی تمام قابلیت کے مناسک حج آنحضرتؐ نے اچھے قائم نہیں کیے۔ مفصل جواب ہر بات کا جدا جدا بیان کرنے کے قبل میں چند باتیں عقائد و حالات اسلام کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں تاکہ یہ تو معلوم ہو جائے کہ جو اسلام آنحضرتؐ کے ذریعہ سے پھیلا وہ کیا شے ہے۔

(۱) انسان میں جو متضاد صفات فطرت نے رکھے ہیں اُن کو باقاعدہ برتنے کے لیے مذہبی خیالات فطرتاً ہر شخص کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قریب قریب ہر شخص کوئی نہ کوئی مذہب ضرور رکھتا ہے اور ایسے لوگ جو کوئی مذہب نہیں رکھتے تعداد میں بہت کم ہیں۔ اور ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح مالیخولیا اور جنون دماغ کی بیماریاں ہیں اسی طرح لامذہبی بھی ایک قسم کا خلل دماغ ہے۔ جس میں بعض لوگ گرفتار ہو جاتے ہیں۔

(۲) جس طرح مذہب کی توفیق فطرت یا خدا کی طرف سے ہوتی ہے اُسی طرح مذہب کے صحیح راہ بتانے والے بھی خدا کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔ جن کو اصطلاح شرع اسلام میں اوتار یا ابن اللہ نہیں کہتے بلکہ اللہ کا پیغام بندوں کے پاس لانے والا یعنی رسول اللہ کہتے ہیں۔ معمولی انسان سے نبیوں کے درجہ بہت بلند ہیں۔ آنحضرتؐ نے کسی نبی کو خلیل اللہ کسی کو کلیم اللہ کسی کو روح اللہ کے لقب سے یاد کیا۔ لیکن اپنے آپ کو جب

نہ صرف رسول یعنی اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا۔

(۳) مذہب اسلام مسلمانوں کے نزدیک کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ حضرت آدم کے وقت سے ہے۔ حضرت آدم۔ حضرت شیثؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت عیسٰیؑ۔ حضرت موسٰیؑ وغیرہ وغیرہ جتنے رسول یا نبی گزرے ہیں یہ سب مسلم تھے اور حضرت محمدؐ بھی مسلم تھے۔ بلکہ دیگر ملکوں اور قوموں کے پیغمبروں کے تابعین بھی اپنے زمانہ میں مسلم کے لقب کے مستحق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت محمدؐ کے پیرو اپنے آپ کو محمدی نہیں کہتے مسلم کہتے ہیں۔

(۴) آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اہل اسلام کوئی نیا مذہب پھیلانے والا نبی نہیں سمجھتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کی تعلیم جو عیسائی بھول گئے تھے اُسے پھر سے اندراج کرنے کے لیے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے اور حضرت عیسٰیؑ بھی کوئی نیا دین نہیں لائے تھے بلکہ گمراہ عیسائیوں کی اصلاح کی غرض سے حضرت عیسٰیؑ کی بعثت ہوئی تھی۔ اسی طرح اور گزشتہ پیغمبروں کو بھی قیاس کیجیے۔ اور یہ بات سمجھے جائیے تو ایک زمانہ میں مختلف مقامات پر مختلف نبیوں کا وجود پایا جاتا ہے اس لیے کہ اُس وقت ایک ملک سے دوسرے ملک کی آمد و رفت کے وسائل کم ہونے سے ایک جگہ کی تعلیم کا اثر دوسری جگہ پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اور ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر مختلف نبیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک سے زائد نبی ایک ساتھ کار نبوت انجام دیتے رہے ہیں۔

(۵) نبیوں کا پہلا کام تھا وحدانیت کا پتا جو راہ نجات کی طرف لیجاتی ہے اور جس سے اس دنیا میں درست ہوتی ہے اور دوسرا کام تھا حسن تمدن اور حسن معاشرت کا بتانا تاکہ بنی نوع انسان دنیا میں آرام سے زندگی بسر کریں اور عاقبت کے لیے بھی سرمایہ جمع کر سکیں۔ پہلی خدمت تمام نبیوں نے یکساں انجام دی اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ دنیا نے ہر شے میں ترقی کی لیکن فلسفۂ الوہیت جیسا ابتدا میں تھا ویسا ہی اب بھی ہے۔ اس میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ البتہ حسن تمدن اور حسن معاشرت کے متعلق مختلف نبیوں کے زمانہ میں مختلف تعلیمات تھیں۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ضرورت زمانہ اور مقتضائے وقت بدلتا رہا ہے اس لیے ان تعلیمات میں بھی تغیر ہوتا رہا ہے اور یہ تغیرات فلسفۂ اسلام کے فروعات میں داخل ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ صرف حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کا وجود دنیا میں تھا۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ اہالی مذہب کے نزدیک بہشت سے اس عالم میں آئے تھے یا لامذہبوں کے قول کے مطابق بندر سے آدمی کی شکل میں آ گئے تھے۔ بہرحال تھے یہی دو نر و مادہ جن سے تمام انسان دنیا میں پھیلے ان کے وقت میں بھی علم الٰہی اتنا ہی تھا جتنا کہ آنحضرت محمد صلعم کے وقت میں تھا۔ مگر اُس تمدن کو جو زمانۂ حضرت آدمؑ میں تھا زمانۂ آنحضرت محمدؐ کے تمدن سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ امور تمدنی و اخلاقی میں برابر ہر پیغمبر کو کچھ نہ کچھ ترقی کرنی پڑی اور وہ ترقی آنحضرت محمدؐ کے وقت میں مکمل ہوئی۔

(۶) آنحضرتؐ کے زمانہ میں تمام دنیا کے رہنے والے ایک دوسرے سے آشنا تھے اور تہذیب انسانی مکمل ہو چکی تھی اسلیے فطرت نے آنحضرت محمدؐ کی ذات پر نبوت ختم کر دی اور اسلام کو گویا مکمل کر دیا کہ پھر ضرورت نبیوں کے آنے کی باقی نہیں رہی اور علمائے ملت محمدی کو جزئیات میں اجتہاد کرنے کا موقع دیکر آنحضرت محمدؐ کو خاتم الانبیا کا لقب دیا۔ اور اسی مضمون کی طرف "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کہکر آنحضرتؐ نے اشارہ فرمایا ہے۔

(۷) آنحضرتؐ کی رسالت کے قبل دنیا میں جو تاریکی تھی اُسے تاریخوں میں پڑھیے اور آنحضرتؐ کے زمانہ کے بعد جو روشنی پھیلی وہ بھی تاریخوں میں پڑھیے اور انصاف سے پڑھیے تو پتہ لگے گا کہ تمام دنیا میں جو اس وقت تہذیب انسانی پھیلی ہوئی ہے وہ تعلیم محمدی کی خوشہ چینی کی بدولت ہے۔ اور جہاں جس مسئلہ میں تعلیم محمدی کا تتبع جس قوم یا جس ملک نے نہیں کیا ہے وہاں اُن کی تہذیب ادھوری ہی ہے جو حضرات اس مسئلہ پر غور کرنے میں اپنا زائد وقت صرف نہ کرنا چاہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ کم سے کم میری تالیف "الاسلام" کو ملاحظہ فرمالیں۔ اس میں مشتے نمونہ از خروارے میں نے کچھ تھوڑے ہی حالات لکھے ہیں لیکن اسلام کی طرف دلوں کے مائل کرنے کے لیے وہ بہت ہیں۔

(۸) آنحضرتؐ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ تمام دنیا میں وحدانیت پھیلے اور دنیاوی معاملات میں ایک ایسا قانون جاری ہو جو انسان کو آسائش سے دنیا میں رکھے۔ وحدانیت کے متعلق کوئی ایسی نئی بات نہ تھی جو دیگر گزشتہ پیغمبروں کے خلاف یا اُن سے زائد آنحضرتؐ بیان کرتے البتہ معاملات کے متعلق کچھ باتیں مقتضائے زمانہ کے لحاظ سے نئی اور کچھ بھولی ہوئی باتوں کی یاد دہانی کے طور پر آنحضرتؐ کو بتانا پڑیں۔ ہاں وحدانیت کے متعلق جو ایک شعبہ عبادات کا ہے اُس میں البتہ بہت جدت کی گئی۔ مثلاً نماز کے طریقہ میں جدت کی گئی اور سابق طریقۂ عبادات کو مسدود نہیں کیا گیا مگر اُس کی طرف زائد تر توجہ نہیں کی گئی۔ پہلے زمانہ میں قربانی کرنا بہترین عبادت تھی اسلام نے اس میں بہت کمی کی۔ پہلے طواف کرنا عبادت الٰہی کا ایک طریقہ تھا آنحضرتؐ نے صرف اُسے خانۂ کعبہ تک محدود کر دیا۔

(۹) آنحضرتؐ نے ملکی رسوم میں دست اندازی پسند نہیں کی اور یہ بہت بجا کیا اس وقت بھی مہذب دنیا میں قومی رسوم کو قانون پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن لیجسلیشن اور قانون محمدی میں یہ فرق ہے کہ قانون محمدی نے اُن تمام اُمور کو جو وحدانیت کے خلاف یا مصالح عامہ کے منافی تھے مٹا دیا اور اُن مراسم سے جو خلاف اصول شرع محمدی نہ تھے تعرض نہیں کیا بلکہ غیر قوموں میں جو باتیں اچھی پائیں اُنہیں ضرور اختیار کیا۔ اور نتیجہ اس حکمت عملی یا بے تعصبی کا یہ ہوا کہ اسلام کے اچھے اصول کے دشمن کم ہوتے گئے اور بہت جلد اسلام نے وہ حیرت انگیز ترقی دنیا میں کی جس کی نظیر نہیں ملتی ہجرت کے اول سال صرف ایک کوئیں کا نصف حصہ مادرگیتی کے وسیع رقبۂ اراضی میں آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے ساتھی مہاجرین کی ملک مدینہ میں تھی اور پھر [illegible] میں ان مہاجرین کے مقبوضات مراکو سے افغانستان تک پہنچ گئے تھے اور صرف اراضی پر قبضہ ان کا نہ تھا۔ باشندگان اراضی کے قلوب پر بھی قبضہ تھا۔ تاریخ عالم کو اُلٹ کر دیکھیے کوئی شخص مسلمانوں کی اس حیرت انگیز ترقی کی مثال بدقت

آج تک دکھا نہیں سکتا۔ اِس ترقی کا بڑا راز یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک ہاتھ تلوار کے ساتھ بڑھتا تھا تو دوسرا مساوات اور مواخات کے معانقہ کے لیے بڑھتا تھا۔ اور یہ مصافحہ منافقانہ نہ سمجھا جاتا اگر مسلمان دیگر قوموں کی عمدہ باتیں اختیار کرنے پر راغب نہ ہوتے اور غیر ضرر رسوم کے روا رکھنے پر سامحت نہ کرتے۔

(۱۰) ہر شے خدا کی ہے۔ لیکن قرآن پاک کو کلام اللہ یا حضرت رسول کو رسول اللہ جو کہتے ہیں تو یہ اضافت خصوصیت کی ہے یعنی جن باتوں کو وحی یا الہام کے ذریعہ سے معلوم کر کے آنحضرتؐ نے بندوں تک پہنچایا تھا اُن میں بندوں کی بھلائیاں اتنی تھیں کہ شرع نے اُسے پیغام الٰہی سے تعبیر کیا اور پیغام لانے والے کو اللہ کا پیغمبر یا رسول کہا۔

(۱۱) کلام کو مخاطب کے فہم اور ادراک کے مطابق ہونا چاہیے لیکن جب مخاطب مختلف درجے کے لوگ ہوں تو پھر کلام کرنا مشکل کام ہے۔ کلام اللہ عرب کے بدوؤں کے لیے بھی اُترا تھا اور یونان۔ مصر۔ ایران اور ہندوستان کے فلسفہ دانوں کے لیے بھی اترا تھا۔ اِس لیے بغیر لسان تمثیلی اختیار کیے ہوئے چارہ نہ تھا۔ مثلاً لفظ دوزخ کو عرب کے بدو لوگ، کتنا ہوا انگارہ سمجھینگے اور جو لوگ عالم مادی و غیر مادی کا فرق سمجھتے ہیں وہ دوزخ سے وہ تکلیف تصور کرینگے جو عالم ما بعد میں دہکتے ہوئے انگاروں سے انسان کو پہنچتی ہے۔ اِسی طرح جاہلوں کے سمجھانے کے لیے کہا جاتا ہے کہ روز قیامت سجدہ گاہیں یا قربانی کے جانور یا حجراسود نماز پڑھنے والوں قربانی کرنے والوں اور بوسہ دینے والوں کے حسن اعمال پر شہادت دینگے اور ان کی زبانیں ہونگی۔ یا خود ان کے ہاتھ اور پاؤں بداعمالوں کی بُرائیاں بروز قیامت بیان کرینگے۔ جو لوگ عالم مادیات کو عالم غیر مادی کا ایک پرتو سمجھتے ہیں وہ اِسے اِس طرح بھی سمجھیں گے کہ اِس عالم میں جو باتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ دوسرے عالم میں خود بخود منکشف ہو جاتی ہیں اور یہی اِس عالم کی چیزوں کا دوسرے عالم میں شہادت دینا ہے۔ اور یوں بھی وہ سمجھ سکتے ہیں کہ صرف زبان مقال کے لیے نہیں ہے استعارۃً زبان حال کو بھی گویا بولتے ہیں۔ خدا کے لیے کوئی مکان تک تو معین ہے ہی نہیں اُس کے زبان اور کان کس طرح ہو سکتے ہیں؟ لیکن پھر بھی استعارۃً کہتے ہیں کہ خدا سنتا اور دیکھتا ہے۔ عالم و جاہل اپنے طور پر دونوں خدا کو سمیع و بصیر یقین کرتے ہیں۔

(۱۲) آنحضرت محمد صلعم کو لوگوں نے چار دلیلوں سے رسول مانا تھا اور اب بھی جو لوگ اپنے آبا و اجداد کی تقلید بے سمجھے ہوئے نہیں کرتے اور غور کر کے اسلام قبول کرتے ہیں یا اسلام پر قائم رہتے ہیں وہ اِن دلیلوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ دلیلیں یہ ہیں۔

(الف) قرآن کی فصاحت و بلاغت و ترتیب الفاظ ایسی انوکھی ہے کہ عرب کے تمام فصحی و بلغا باوجود آنحضرتؐ سے دشمنی رکھنے کے بمجبوری تسلیم کرتے تھے کہ یہ قول بشر نہیں ہے۔ اور اُنکو کہنا پڑا کہ بے شک یہ کلام خاص فیضان الٰہی کے ذریعہ سے آنحضرت محمدؐ تک پہنچا ہے۔ اور آنحضرتؐ اُسے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور یہی معنی رسالت کے ہیں۔ معترض رسالت تاریخ کے صفحے اُلٹے تو معلوم ہو کہ اِس وقت کیا کسی زمانہ میں بھی کفار قریش سے بڑھکر آنحضرتؐ کے دشمن پیدا ہوئے اور نہ اُن سے بڑھکر لفاظۃً قرآن کی خوبیوں کا پہچاننے والا کوئی ہو سکتا تھا جب کفار قریش نے تسلیم کر لیا کہ کوئی انسان قرآن کی سی عبارت نہیں لکھ سکتا تو اب یہ امر بدیہیات میں داخل ہو گیا کہ قرآن کی نسبت آنحضرتؐ کا یہ کہنا کہ خدا مجھ کو بہ حیثیت اپنے رسول کے ایک خاص ذریعہ سے قرآن کی آیات بھیجتا ہے بالکل سچ تھا اور سچائی ہی کا۔

(ب) آنحضرتؐ لکھے پڑھے نہ تھے اُمی محض تھے آپ کا خاندان کعبہ کا کلید بردار اور مکہ کے رہنے والے بت پرست اور گمراہ تھے آنحضرتؐ کو مکہ کے سوا اور کسی بڑے شہر میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا دو مرتبہ آپ کو سفر تجارت کے لیے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مرتبہ بادیہ پیمائی کر کے آپ چلے آئے اور دوسری مرتبہ منزل مقصود تک پہنچے اور جلد واپس آئے۔ مکہ میں ضرور لوگ جمع ہوتے تھے لیکن جمع ہونے والے کون لوگ تھے؟ کعبہ بت خانہ ہو رہا تھا تو ظاہر ہے کہ بت پرست ہی وہاں آتے بھی ہونگے۔ اگر کوئی یہودی یا عیسائی بغرض تماشہ کبھی نکلا تو اُس زمانہ میں عربی زبان بولنے والا ایک بھی ایسا نہ تھا جو وحدانیت۔ تمدن۔ اخلاق یا کسی فن میں کوئی مناسب ہدایت دینے والا ہو سکتا تھا۔ یہ امور ایسے تھے جو کسی طرح آنحضرتؐ کی تعلیم کے اسباب نہیں ہو سکتے تھے۔ صرف ایک غلام ایران کا رہنے والا مکہ میں آ گیا تھا ممکن ہے کہ تمدن اور اخلاق سے وہ باخبر رہا ہو لیکن وحدانیت سے بہ حیثیت ایرانی ہونے کے اُسکا باخبر ہونا نقل اور عقل کے خلاف ہے۔ اگر وہ کچھ جانتا بھی رہا ہوگا تو عربی زبان سے بے بہرہ رہنے کی وجہ سے اپنے خیالات کا اظہار وہ نہ کر سکا ہوگا۔ جب آنحضرتؐ قرآن میں زمین اور آسمان کے قلابے بقول مخالفین ملاتے تھے اور ایسی باتیں کہتے تھے جو کسی مذہبی کتب سابق کے خلاف نہ ہوتی تھیں اور ایسے ایسے صحیح قصے نبیوں کے سُناتے تھے جن سے عرب کے باشندے واقف نہ تھے تو مخالفین کہتے تھے کہ آنحضرتؐ گو اُمی محض ہیں اور اقوام عالم کے فیض صحبت سے بے بہرہ ہیں لیکن سحر کی قوت سے وہ مافوق العادات کرشمے دکھاتے ہیں اور مسلمان جواب میں کہتے تھے کہ یہ سحر نہیں ہے وحی اور الہام ہے۔ اُس زمانہ کے سے نہ اب مخالفین ہیں اور نہ آنحضرتؐ کے حالات جزویہ کے واقف کار ہیں۔ اس لیے اِس زمانہ کے لوگوں کو بطور اصول متعارفہ یہ مان لینا چاہیے کہ کوئی ظاہری ذریعہ آنحضرتؐ کے پاس ایسا نہ تھا جسے آنحضرتؐ نے قرآن کے مضامین منقولی کا ماخذ بنایا تھا۔

(ج) سب سے بڑا ثبوت جو بلا منقولات کو واسطہ گردانے ہوئے قرآن کے منزل من اللہ یا آنحضرتؐ کے مرسل من اللہ ہونے کا ہے وہ احکام قرآنی ہیں۔ واضح رہے کہ ہر شے دنیا کی منزل من اللہ ہے۔ قرآن کو جو خصوصیت کے ساتھ منزل من اللہ کہتے ہیں وہ اِسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ جتنی کتابیں منزل من اللہ ہیں وہ اپنے زمانے کی کتابوں میں سب کتابوں سے افضل تھیں اور خاص فیضان الٰہی سے وہ رسولوں تک پہنچی تھیں۔ احکام قرآنی نے تمام دنیا میں ہلچل مچا دی۔ تمام رسوم قبیحہ مٹا دیں۔ دنیا میں خوش رہنے کا بہترین طریقہ بتایا۔ اِس سے متعلق زیادہ لکھنا فضول ہے۔ ع ہیں چوگاں ہیں میداں ہیں گوے۔

کوئی شخص ان ایک حکم قرآنی کو بھی غیر مستحسن ثابت کر دے تو میں پہلا وہ شخص ہونگا جو رسالت سے انکار کرنے کا سب سے پہلے آواز بلند کرے۔ اب تک میرا خیال ہے کہ سوئی سے سوراخ سے جس طرح اونٹ کا گزرنا غیر ممکن ہے اسی طرح احکام قرآنی میں سے کسی ایک حکم کو بھی کوئی غلط یا خلاف مصلحت ثابت نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے خیالات کو جہاں تک کم بضاعتی سے ہو سکا ایک زمانہ میں ان اسلام میں ہیچ کیا تھا۔ میری درخواست ہے کہ مخالفین پہلے اس کا مطالعہ فرمائیں اور پھر کوئی شک باقی رہ جائے تو مجھ سے بذریعہ خط و کتابت اس کی بابت استفسار کریں۔

(د) ایک بہت بڑا مسئلہ علم باطن اور عالم غیر مادیات کے تعلقات کے متعلق روح کا ہے۔ آج تک بجز عقلی ادلے لگانے کے کوئی حکیم یا فیلسوف اس کے متعلق کسی قطعی فیصلہ تک نہیں پہنچا۔ قرآن نے "قل الروح من امر ربی" کہہ کر تابعین شرع ظاہر کے لیے فیصلہ سنا دیا۔ لیکن واضح رہے کہ علاوہ شرع ظاہر کے آنحضرت نے کچھ علوم باطنی بھی سکھائے تھے اور انکے سیکھنے والے خاص خاص لوگ بلحاظ استعداد باطنی اور قابلیت ذہنی کے منتخب کیے جاتے تھے۔ اور یہ انتخاب اسی سلسلہ سے زمانۂ محمدؐ میں بھی جاری رہا۔ ان عالموں کو صوفی اور اس علم کو تصوف کہتے ہیں۔ اس علم کو اگر کسی صوفی نے تقریراً یا تحریراً نااہلوں کے سامنے کبھی پیش کیا تو یہ اس کی غلطی تھی۔ یہاں پر اس کے لکھنے کا صرف مقصد یہ ہے کہ کچھ مسلمان ایسے بھی گزرے ہیں اور اب بھی ان کے وجود سے دنیا خالی نہیں ہے جو آنحضرت کو رسول یا قرآن کو منزل من اللہ ماننے کی دلائل باطنیہ رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ عوام سے بحث کرنے میں ان دلائل کے پیش کرنے کے نہ مجاز تھے اور نہ مجاز ہیں۔ اگر ایسے لوگ مخالفین کے شبہات کے مٹانے سے گریز کریں یا ایسا جواب دیں جو معترضین کی سمجھ میں نہ آئے تو اس سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے کہ علمائے شرع ظاہری تشفی بخش جواب دینے کے قابل ہیں۔

(۱۴۳) عبادات کے متعلق خصوصیات شرع محمدی سے یہ ہے کہ اس میں مذہب اور ملکی معاملات دونوں کی رعایت ایک ساتھ رکھی گئی ہے تاکہ رہبانیت کی طرف جو خلاف فطرت انسانی ہے مومنین کے قلوب کا رجحان نہ ہو۔ مثلاً تزکیہ نفس اور یاد الہٰی کی طرف رغبت پیدا کرنے کے لیے رمضان کے روزے واجب ہوئے لیکن اس میں یہ مصلحت بھی رکھی گئی کہ روزہ رکھنے والے تکلیف اور محنت برداشت کرنے کے عادی رہیں گے تو جہاد یا اور کسی دنیاوی کام میں مہینوں رسد یا رزق کی تنگی ہوگی تو جب بھی ایک وقت کھانا کھا کر یا تمام دن بے آب و دانہ رہکر وہ مردانہ وار اپنے فرائض انجام دینگے اور چہرے پر بل نہ آنے دینگے۔ نماز کو لیجیے تو سوا نماز تہجد کے اور نمازوں میں فوجی خدمات انجام دینے اور باہمی اتفاق بڑھانے کے پہلو بھی رکھے گئے ہیں۔ نماز میں صف بصف کھڑا ہونا اور ایک پیش امام کے اشارے پر اٹھنا بیٹھنا جھکنا سجدہ کرنا خاص فوجی قواعد ہیں۔ پنجوقتہ نماز کے لیے تمام محلہ والوں کا ایک جگہ جمع ہونا اور جمعہ کی نماز کے لیے تمام شہر کے باشندوں کا ہر ہفتہ ایک بار مجتمع ہونا اور عیدین میں تمام شہر اور نواحی شہر کا میدان میں جمع ہونا اور تمام ہند میں ایک مرتبہ ہر مسلمان کا اگر کوئی امر مانع نہ ہو مکہ معظمہ کے میدان عرفات میں جمع ہونا جسے اصطلاح شرع میں حج کرنا کہتے ہیں یہ سب اتفاق و اخوت اسلامی بڑھانے کے بہترین اصول ہیں جن میں دین اور دنیا کے فائدے ساتھ ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔

(۱۴۴) حج کے لیے مکہ معظمہ میں جمع ہونا حضرت ابراہیمؑ کے بعد سے برابر چلا آتا تھا شرع محمدی نے اس مجمع کفار کو مجمع مسلمین کر دیا۔ اور اس حکمت سے یہ تبدیلی کی گئی کہ جو وقعت حج کی بزمانہ کفر تھی اس سے زائد وقعت دلوں میں بحالت اسلام قائم ہوئی۔ اتنے بڑے پرانے دستور کو قائم رکھنا بغیر اسکے کہ رسوم قدیم میں بیجا دخل نہ دی جائے نہایت مشکل تھا اس لیے بلحاظ اصول مندرجہ (۹) کے آنحضرت نے ان رسوم جاہلیت کو جن میں نیت پر کچھ عیب نہ تھا بے تکلف قائم رکھا اور گذشتہ زمانہ کی یادگار کے طور پر ان کا قائم رکھنا تہذیب مذہب اسلام کے شایاں بھی تھا۔

اس قدر مبادیات اسلام جاننے کے بعد معترض کے اعتراضات ناظرین کے نزدیک بالکل بے وقعت رہ جاتے ہیں معترض کا یہ کہنا کہ "مذہب اسلام سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ مذاہب مذکورہ کے عقائد اور رسمیات کا انتخاب ہے" ایک حد تک صحیح ہے دیکھو (۴) و (۹) و (۱۴)

آنحضرت کے شروع زمانہ میں کفار عیسائی اور یہود سے مسلمان برابر یہی کہتے تھے کہ آنحضرت کوئی نئی بات نہیں کہتے بلکہ یہی کہتے ہیں جو ابراہیم اور پیغمبر کہتے آئے ہیں۔ وہ لوگ معترض کے سے حق پسند ہوتے تو آنحضرت کو اشاعت مذہب میں بڑی آسانی ہوتی۔ لیکن واضح رہے کہ محض انتخاب عقائد مذہبی کی بابت مسلمانوں کا یہ قول تھا ورنہ جو احکام جدید بمقتضائے زمانہ شرع محمدی نے جاری اور نافذ کیے تھے وہ ایسے تھے کہ تمام عالم میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر کے انسان کو انسان بنا دیا۔

آنحضرت کے زمانہ میں دیگر اقالیم اور خود عرب میں بنی آدم کی جو حالت تاریک تھی اسے تاریخوں کے صفحے الٹ کر پڑھیے اور پھر آنحضرت کے "انتخاب" نے جو روشنی ڈالی اسے ملاحظہ فرمائیے تب حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے کہ آنحضرت نے کیا کیا۔

معترض کا یہ کہنا کہ "رسول خدا ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو موحد اور خدا پرست تھا" واقعہ کے خلاف ہے۔ آجتک کسی مورخ نے ایسا نہیں لکھا ہے پھر معترض لکھتا ہے "چالیس سال کے طویل زمانہ تک آپ ایسے شہر میں رہے جہاں ہر قسم کے خیالات مذہبی آپ کے گوش گزار ہوتے رہے" شہر سے شہر مکہ کے سوا کوئی دوسرا شہر مراد نہیں ہو سکتا۔ اب اگر خیالات مذہبی سے بت پرستی مراد ہے تو بات بے نتیجہ ہے اور اگر بت پرستی کے سوا کچھ اور وہ سمجھا ہے۔ تو جمہور مورخین کے خلاف سمجھا ہے۔ معترض نے مکہ کی سکونت اور شام کا سفر آنحضرت کے لیے تمام مذاہب

سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے کافی تصور کیا ہے۔ لیکن ایسا تصور کرنا دن کو رات اور رات کو دن تصور کرنا ہے۔ دیکھیے (۱۲)

اس کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں "اس میں ایسی کونسی بات ہے جو آپ کو منزل من اللہ ثابت کرے"۔ معترض کو مبادیات مذکورۂ بالا اور بالخصوص اس کا نمبر (۱۰) پڑھنا چاہیے۔ اور اپنے دل سے سوال کرنا چاہیے کہ اندریں حالات آنحضرتؐ کو مرسل من اللہ سمجھنے میں اہلِ اسلام حق بجانب ہیں یا نہیں۔

معترض کے اصل اعتراضات مناسکِ حج پر ہیں۔ حج کے فوائد کا وہ بھی معترف ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ "حج کے اجزا مہمل، بے فائدہ اور توہم پرستی سے معمور ہیں"۔ یہ تحریر اُس کی مفصلۂ بالا مبادیات کے پڑھنے کے بعد بالکل بے وقعت ہو جاتی ہے۔ معترض نے جن چند اجزاءِ حج کے نام لیے ہیں یہ سب اجزا وہ ہیں جو پہلے سے ارکانِ حج میں داخل تھے اسلام نے اُنھیں قائم رہنے دیا اور اس لیے ایسا کیا کہ وہ خیالات مذہبِ اسلام کے خلاف نہ تھے بلکہ معین تھے۔ ہر ایک کی تشریح جداجدا کی جاتی ہے۔

سعی بین الصفا والمروہ ۔ واقعۂ تاریخی یہ ہے کہ ایک وقت صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان صرف حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت ہاجرہ اور اُن کے شیرخوار صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ موجود تھے۔ خانۂ کعبہ حضرت ابراہیمؑ نے اُس زمانہ تک بنایا نہ تھا بلکہ اسی واقعہ کے سلسلہ میں بعد کو بنایا۔ حضرت ہاجرہ پر وہ وقت بڑی مصیبت کا تھا غلبۂ تشنگی میں وہ کبھی ایک پہاڑ پر اور کبھی دوسرے پہاڑ پر چڑھکر پانی کے لیے چاروں طرف اپنی نظر دوڑاتی تھیں اور اس لیے دونوں پہاڑوں پر اُنھیں بار بار جانا پڑا تھا۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مکہ میں پھیلی اور لوگ خانۂ کعبہ کی زیارت کو مکہ میں آنے لگے تو صفا اور مروہ پر جانا بھی وہ لوگ ضروری سمجھے انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے اور آجکل تو تاریخی مقامات کا دیکھنا تہذیب کا ایک جزوِ اعظم سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ ملتِ ابراہیمی کے زندہ کرنے والے تھے اور اس لیے ہر ایسے دستور کو جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے واقعات کی یاد دلائے زندہ رکھنا اپنی اغراض میں معین جانتے تھے۔ اب جو مسلمان حج کرنے جاتے ہیں اور وہ بطور رکنِ حج کے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو اس میں توہم پرستی کا شعبہ ذرا بھی نہیں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے وقت کی ایک یادگار یہ ہے کہ ایک بڑی آزمایش کے وقت شیطان نے راہِ خدا سے خلیل اللہ کو یعنی حضرت ابراہیمؑ پیغمبر کو بہکانا چاہا تھا۔ شیطان کو کنکریوں سے مار کر حضرت ابراہیمؑ نے بھگایا تھا۔ کنکریوں سے شیطان کا مارنا کوئی اصلی معنوں میں سمجھے تو نہایت اچھا ہے۔ لیکن لسانِ تمثیل میں انسان کی قوتِ بد کو شیطان اور کنکری مارنے کو نفسِ سرکش سے مخالفت کرنا سمجھے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اپنے زمانہ کے طریقۂ عبادت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے قربانی کرنا چاہا تھا اور وہ بھی چوپایے کی نہیں بلکہ اپنے لختِ جگر کی اور محبتِ پسر کے پیرایہ میں نفسِ امارہ نے یا شیطان نے جو احتمالات پیش کیے

تھے اُن کا حضرت ابراہیمؑ کا نہ ماننا حضرت ابراہیمؑ کی خداپرستی کی ایک بڑی دلیل اور اُن کا استقلال یہ بتاتا ہے کہ خداپرست مرضیِ خدا کے مقابلہ میں کسی شے کی پروا نہیں کرتے۔ رمی جمار کے پیرایہ میں آنحضرتؐ کے زمانہ تک جو حضرت ابراہیمؑ کے استقلال اور خداپرستی کی یادگار رسمِ حج کی صورت میں قائم تھی اُسے قائم رکھنا آنحضرتؐ عین ثواب سمجھے اور انصاف کیجیے تو بہت اچھا سمجھے۔

تقبیلِ حجرِ اسود ۔ یعنی حجرِ اسود کا بوسہ دینا۔ حجرِ اسود ایک پتھر ہے جو خانۂ کعبہ کے ایک کنارہ پر رکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ خانۂ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے۔ یہ پتھر بھی حضرت ابراہیمؑ کی ایک یادگار ہے۔ مجنوں لیلیٰ کے کتے کی عزت کرتا تھا۔ اگر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد اور اُن کے تابعین نے اس پتھر کی عزت کی تو کیا بیجا کیا۔ ہر مسلمان پر یہ اعتقاد رکھنا فرض نہیں ہے کہ وہ شہابِ ثاقب کا ٹکڑا ہے جو آسمان سے گرا تھا۔ آسمان سما کا ترجمہ ہے اور زمین کے اوپر جتنی چیزیں ہیں سب کو سما کہتے ہیں۔ اگر اوپر سے یہ پتھر گرا ہو تو کیا تعجب ہے ابھی حال میں ایک سیاہ پتھر بجلی کی کڑک کے ساتھ ضلع اعظم گڑھ و غازی پور کے درمیان میں آسمان سے گرا تھا۔ اب رہا پتھر کا تعظیم کرنا۔ تعظیم کی دو قسمیں ہیں ایک سجدۂ تعظیمی یہ بجز خدا کے کسی کے لیے نہیں ہے۔ بوسہ دینا محبت اور تعظیم میں بالکل مباح ہے۔ نہ صرف زمانۂ قدیم کا یہ دستور ہے بلکہ حال کی تہذیب میں اسپر زیادہ تر اصرار ہے۔ اب ہمیں صرف یہ سمجھنا رہ گیا کہ طوافِ کعبہ جو عبادتِ الٰہی کا ایک شعبہ ہے اس میں حجرِ اسود کا چھونا یا بوسہ دینا کیونکر رائج ہوا تسبیح میں ایک امام ہوتا ہے۔ کیوں؟ محض اس لیے کہ اس سے دانۂ تسبیح کا پھیرنا شروع کر کے جب اُس تک پہنچتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ سَو پورے ہوئے۔ اسی طرح طواف کرنا حجرِ اسود سے شروع کرتے ہیں اور جتنی مرتبہ اُسے چھو کر یا بوسہ دیکر چکر لگانا ختم کرتے ہیں اُتنی ہی تعداد طواف کی شمار کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مجمعِ عام میں فرمایا کہ اسود بھی ایک معمولی پتھر ہے۔ میں اسے بوسہ نہ دیتا اگر آنحضرتؐ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا۔ اس سے وضاحت میرے بیان کی بخوبی ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ یا اُن کے تابعین نے حجرِ اسود کو غیر معمولی عزت کی نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ایامِ جاہلیت میں عرب اُس کی پرستش کرتے تھے کہ مذہبِ اسلام کو اُسکی توہین کی ضرورت ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے تابعین کے بُت جنکی پرستش اہلِ عرب کرتے تھے اُنھیں آنحضرتؐ نے توڑ کر کعبہ کے باہر پھینکدیا لیکن حجرِ اسود کو جس کی جائز اور پاک عزت اہلِ عرب کرتے تھے قائم رہنے دیا بعضوں کا یہ خیال ہے کہ حجرِ اسود وہ چیز ہے جس پر جانوروں کا سر رکھکر عبادت قربانی حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے زمانہ مابعد میں ادا کی جاتی تھی۔ بہرحال حجرِ اسود خانۂ کعبہ کے کنارے پُرانے زمانہ کی ایک بزرگ یادگار ہے اور مسلمان اُس یادگار کے قائم رکھنے کے لیے مستوجبِ تحسین و آفرین ہیں۔

حدیثوں میں اگر یہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن حجرِ اسود کے زبان ہوگی جس سے وہ بولیگا اور آنکھیں ہونگی جن سے دیکھے گا اور یہ حدیث صحیح بھی ہو تو

استعارةً یا بزبانِ تمثیل آنحضرتؐ کا ایسا فرمانا کیا بیجا ہے۔ دیکھو نمبر (۱۱)

اشعارِ ھدی۔ یعنی قربانی کے اونٹ کے کوہان کا زخمی کر دینا اور **تقلید** یعنی قربانی کے جانور کے گلے میں جوتا لٹکانا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ حج کرنے والے قربانی کا اونٹ اپنے ساتھ لیجاتے تھے راستے میں امن نہ تھا اس لیے اونٹ کا کوہان زخمی کر دیتے تھے۔ یا قربانی کے جانور کے گلے میں چمڑے کا ٹکڑہ لٹکا دیتے تھے اور عرب کے بدو یہ نشانی دیکھکر لوٹ مار نہ کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے جب پہلی مرتبہ مدینہ سے مکہ کا سفر کیا اور جس سفر میں بیعۃ الرضوان کا واقعہ پیش آیا اُس سفر میں قربانی کے اونٹوں کے ساتھ اشعار اور تقلید کی گئی تھی دوبارہ جب عمرۃ القضا کے لیے آپ تشریف لے گئے تو صرف تقلید کی گئی۔ تیسری مرتبہ اُس عمرہ میں جو فتح مکہ کے بعد ہوا تھا قربانی کے جانوروں کا آنحضرتؐ کے ساتھ جانا مروی نہیں ہے۔ چوتھی مرتبہ سفرِ حج عمرۃ الوداع میں ۶۳ جانور قربانی کے تھے لیکن کسی کے ساتھ اشعار یا تقلید نہیں کی گئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے زمین عرب میں پورا امن قائم کر لیا تو اشعار اور تقلید کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ بعض ائمہ کے نزدیک گو یہ فعل سنت یا مستحب سمجھا جاتا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جن کے تابع زائد تر مسلمان بلادِ اسلام میں ہیں یہ رسم اب کوئی درجۂ مذہبی نہیں رکھتی۔

رمل۔ طوافِ کعبہ میں زور زور سے چلنا بے شک یہ حکم آنحضرتؐ نے بمصلحت دیا تھا یعنی ہجرت مدینہ کے بعد جب مہاجرین مکہ میں آئے۔ تو کفارِ مکہ اُن کی حالتِ زار پر ہنستے اور اُن کی ناتوانی پر مضحکہ کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اُنہیں حکم دیا کہ طوافِ کعبہ میں تم چستی اور چالاکی کے ساتھ چلو تاکہ مخالفین کے دلوں میں تمہاری ہیبت قائم رہے۔ شرعِ محمدی کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ طوافِ کعبہ میں کوئی آہستہ چلے تو طواف باطل ہوگا۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ نماز جس خضوع و خشوع اور ذوق و شوق کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اُس کی ضرورت طوافِ کعبہ میں نہیں ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے ٹہلے لیکن مستعدی اور چالاکی کے ساتھ طواف کیا جائے تو بہتر ہے۔

حج فرض ہے۔ اور عمرہ سنت موکدہ ہے۔ حج کے لیے سال میں ایک دن یعنی یوم عرفہ مقرر ہے اور عمرہ کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہے۔ باستثنائے پنج یوم (یوم عرفہ و چار یوم بعد عرفہ) وہ ہر ایام میں ہو سکتا ہے۔ حج میں تین چیزیں فرض ہیں۔ احرام باندھنا۔ میدانِ عرفہ میں ٹھہرنا۔ کعبہ کا طواف کرنا۔ اور پانچ چیزیں واجب ہیں۔ مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ صفا اور مروہ کے درمیان چلنا یا دوڑنا کنکری پھینکنا (رمی جمار) طوافِ صدر (باہر کے لوگوں کے لیے) بعد فراغت حج سر تراشیدن۔ عمرہ میں طوافِ کعبہ و سعی میان صفا و مروہ لازم ہے لیکن میدانِ عرفات میں جا کر ٹھہرنا اس میں ضروری نہیں ہے۔ **احرام** مختلف ملکوں سے آنے والوں کے لیے مختلف مقامات مقرر ہیں جہاں سے وہ احرام باندھتے ہیں۔ احرام باندھنے کی یہ صورت ہے کہ تمام لباس اُتار کر ایک لنگی زیر و لنگی بالا ایک کپڑہ اوڑھنا اور ایک کپڑہ پہننا ہوتا ہے۔ امیر و غریب سب ایک صورت میں آجاتے ہیں اور اسے احرام باندھنا اس لیے کہتے ہیں کہ اسکے بعد جماع۔ کلام فاحش در جماع در تصور آنا۔ فسوق۔ معاصی۔ خروج از حدودِ شرع۔ شدت با رفیق جنگ با مشرکاں در تاخیر وقت۔ شکار صید بری۔ ناخن ترشوانا۔ بال چھٹوانا۔ یا سر اور منھ کا چھپانا وغیرہ وغیرہ بہت سے افعال جو عیش پسندی کے فروعات ہیں حرام ہو جاتے ہیں اور تمام محرم ایک وضع خاص سادہ میں جب "لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک" ترجمہ (حاضر ہوا۔ اے اللہ میں حاضر ہوا تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوا تعریف نعمت اور ملک سب تیرے لیے ہے کوئی تیرا شریک نہیں ہے) کہتے ہوئے بیت اللہ کی طرف چلتے ہیں تو شرعِ ظاہری پر عمل کر نیوالے معرفت اور معانیت میں اس طرح مستغرق ہو جاتے ہیں کہ اپنے ذوق و شوق میں دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رکھتے اور انکا اسلام از سر نو تازہ ہو جاتا ہے اور اسلیے یہ کہا جاتا ہے کہ حج معاصی گذشتہ کا کفارہ ہو جاتا ہے اور جو لوگ اہل دل ہیں انکا سینہ علوم باطنیہ سے روشن ہو جاتا ہے۔ حج میں جو تحسین پاتے ہیں وہ نہ بیان کرنیکی چیزیں ہیں اور نہ میں انسے واقف ہوں کہ بیان کرسکوں احرام باندھنے کے سوا جو باتیں ہیں وہ کچھ تو اوپر بیان ہو چکیں اور کچھ محتاجِ بیان نہیں ہیں میرے خیال میں تو کوئی بات ایسی حج میں نہیں کی جاتی جسے معمولی سمجھ کا آدمی توہم پرستی کہہ سکے ❊

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی۔ گورکھپور

آپ کا فرض

جو حضرات "اسوۂ حسنہ" کو دلچسپی سے پڑھتے اور اُس کی ناچیز خدمات کی قدر کرتے ہیں وہ براہِ کرم اس کا بھی خیال رکھیں کہ آجکل گرانی کاغذ کی وجہ سے مصارف بہت بڑھ گئے ہیں اور رسالہ کی آمدنی ناکافی ہے اور اس لیے ان کا ایک اخلاقی فرض یہ بھی ہے کہ وہ "اسوۂ حسنہ" کے لیے جدید خریدار مہیا کرنے کی کوشش برابر جاری رکھیں اور اپنی سرپرستی و اعانت سے ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہیں۔ اس مہینہ میں اگر محض دو دو خریدار بھی محترم معاونین مہیا کر سکیں تو ہماری مالی مشکلات بہت کم ہو جائیں اگر یکمشت سالانہ قیمت کا یکمشت ادا کرنا کسی صاحب کو گراں گزرے تو وہ ۱۱؍ دیکر تین مہینے کے لیے خریدار ہو سکتے ہیں۔

مینیجر

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

اب ہم تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا

تعلیم الاسلام

علم و اسلام

(سلسلہ کے لیے دیکھو اُسوۂ حسنہ بابت ماہ جون ۱۹۱۶ء)

احادیث نبوی

فضیلت علم۔ ۱۔ "علم حاصل کرو کیونکہ علم سیکھنا خوف الہٰی، اسکی جستجو عبادت، درس دنیا تسبیح طلب جہاد تعلیم خیرات، در خرچ کرنا قرب منزلت ہے۔"

۲۔ "دنیا و آخرت کی خوبیاں علم سے وابستہ ہیں اور دنیا و آخرت کی ساری برائی جہالت کی بدولت ہے۔"

۳۔ "سب سے اچھا کام؟ خدا کا علم اور اُس کے دین میں بصیرت علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی سودمند ہے اور جہل کے ساتھ بہت سے اعمال بھی مفید نہیں۔"

۴۔ "ایمان ننگا ہے اس کی پوشش تقوے آرائش حیا اور مزہ علم ہے۔"

۵۔ "جب مجھ پر کوئی ایسا دن آئے جس میں مجھکو وہ علم نہ ہو جو مجھ کو خدا سے قریب کرے تو اُس روز کا آفتاب نکلنا مجھ کو نصیب نہ ہو۔"

۶۔ "ایک گھڑی کا غور و فکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

۷۔ "اے ابراہیم میں علیم ہوں اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہوں۔"

۸۔ "آخرت کے دن اہل علم کی روشنائی اور جہاد کرنے والوں کا خون تولے جائینگے۔"

۹۔ "طلب علم میں ایک دن کا سفر اللہ جل شانہ کو مجاہدوں کے سو جہادوں سے پسندیدہ ہے۔"

۱۰۔ "لوگوں میں درجۂ نبوت کے قریب تر اہل علم و جہاد ہیں۔"

۱۱۔ "جو کوئی مرے اور قلم دوات کو ورثہ چھوڑ جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

۱۲۔ "میری اُمت کی ہلاکت و تباہی کا باعث صرف دو باتیں ہونگی۔ علم کو چھوڑ دنیا اور دولت جمع کرنا۔"

۱۳۔ "حکمت شریف کی بزرگی زیادہ کرتی ہے اور درجہ اتنا بلند کرتی ہے کہ بادشاہوں کی جگہ میں بٹھلا دیتی ہے۔"

طلب علم۔ ۱۴۔ "جو راستہ چلے کہ علم طلب کرے اللہ اُسکو جنت کی راہ چلا دے۔"

۱۵۔ "فرشتے طالب علم سے خوش ہو کر اُس کے لیے بازو بچھاتے ہیں۔"

۱۶۔ "علم کا کوئی باب سیکھنا سو نفلوں سے بہتر ہے۔"

۱۷۔ "علم کا کوئی باب سیکھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

۱۸۔ "طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

۱۹۔ "علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔"

فضیلت عالم۔ ۲۰۔ "عالم انبیا کے وارث ہیں۔"

۲۱۔ "عالم کے واسطے زمین و آسمان میں جو چیز ہے مغفرت طلب کرتی ہے۔"

۲۲۔ "آدمیوں میں بہتر ایماندار عالم ہے اگر لوگ اُس کے پاس حاجت لیجائیں تو فائدہ دے بے پروائی کریں تو اپنے نفس کو بے پروا کرے۔"

۲۳۔ "عالم زمین پر خدائے تعالے کا امانت دار ہے۔"

۲۴۔ "ایک عالم کے مرجانے کی نسبت ایک قبیلہ کا مرجانا آسان تر ہے۔"

۲۵۔ "عالم کو بے علم عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھ کو تم میں سے کسی ادنےٰ و معمولی شخص کے مقابلہ میں حاصل ہے۔"

۲۶۔ "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی سب ستاروں پر۔"

اشاعت علم۔ ۲۷۔ "خدا اور میرے بعد سب سے بڑا فیاض وہ ہے جو علم حاصل کرے پھر لوگوں میں اشاعت کرے قیامت کے دن وہ بجائے خود ایک پوری اُمت بنکے آئیگا۔"

۲۸۔ "قیامت کے روز اللہ عالموں سے ارشاد فرمائیگا۔ اے گروہ علما میں جو تم میں اپنا علم رکھا تھا تو تم کو کچھ جانکر ہی رکھا تھا میں نے تم میں اپنا علم اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں جاؤ میں نے تم کو بخش دیا۔"

۲۹۔ "جو شخص علم کا ایک باب اس لیے سیکھے کہ اُسکو لوگوں کو سکھا دے تو ستر پیغمبر صدیقوں کا ثواب ہوگا۔"

۳۰۔ "خوب عطا عمدہ ہدیہ کلمہ حکمت ہے جس کو تو سنے اور یاد رکھے پھر اسے دوسروں کو سکھلا دے تو ایک برس کی عبادت کے مساوی ہے۔"

۳۱۔ "دنیا ملعون ہے اور جو اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر ذکرِ خدا اور جو اس کے قریب ہو نیز معلم یا متعلم۔"

۳۲۔ "اللہ سبحانہٗ فرشتے اہل زمین و آسمان حتیٰ کہ چیونٹی سوراخ میں اور مچھلی سمندر میں سب اُس پر رحمت بھیجتے ہیں جو لوگوں کو خیر سکھا دے۔"

۳۳ - "کوئی اس سے بڑھکر دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچاتا جو عمدہ بات سنے اور دوسرے کو سنا دے۔"

۳۴ - "ایماندار اگر ایک کلمۂ خیر سنے اور سیکھکر اس کے بموجب عمل کرے تو ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔"

۳۵ - "جب ایماندار مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقیات صالحات رہجاتی ہیں، علم نافع صدقہ جاریہ اور اولاد صالح۔"

۳۶ - "خیر کا بتلانے والا مثل خیر کے کرنے والے کے ہے۔"

۳۷ - "غبطہ دو ہی شخصوں پر ہونا چاہیئے ایک تو وہ جس کو اللہ نے حکمت دی ہو وہ اسکے بموجب عمل کرتا ہو اور لوگوں کو سکھاتا ہو۔ دوسرے وہ جس کو مال دیا ہو اور وہ خیرات میں صرف کرتا ہو۔"

۳۸ - "جو عالم ہو اور علم کے بموجب عمل کرے اور لوگوں کو علم سکھلادے وہ آسمان و زمین کے ملکوت میں عظیم کہلاتا ہے۔"

۳۹ - "علما کی صحبت میں بیٹھا کر کیونکہ اللہ دلوں کو نور حکمت سے ویسے ہی زندہ کیا کرتا ہے جس طرح زمین کو برسات کے پانی سے زندہ کرتا ہے۔"

عبدالکریم خاں از کلنیہ

ایمان واسلام

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء ع ۹ پ ۵)	(اے حبیب) تمہارے پروردگار کی قسم ہے یہ لوگ اُس وقت تک ایمان والے نہیں ہونگے جب تک کہ آپس کے جھگڑوں میں تمکو اپنا منصف نہ بنائیں اور جو کچھ آپ فیصلہ کردیں اُس سے رنجیدہ بھی نہوں بلکہ اُسے دل وجان سے قبول کرلیں۔

آج جس عنوان کے متعلق توفیق ایزدی سے مضمون لکھا جارہا ہے۔ اس کے متعلق علماء امت رحمہم اللہ نے بڑی مدلل بحث کی ہے۔ فن عقائد وغیرہ کی کتابوں میں اس مسئلہ کی بابت جو معقولی ومنقولی بحث کی گئی ہے وہ دقت اور اختلافات سے پُر ہے۔ بدیں وجہ اختلافات اور علمی باریکیوں سے قطع نظر کرکے اُردو داں حضرات کے لیے بطور اختصار اس مسئلہ پر روشنی ڈالنی مقصود ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

ایمان واسلام کیا ایک چیز ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام عام ہے۔ اور ایمان خاص۔ اس نسبت سے اُن کے نزدیک ہر مومن مسلم ہے۔ مگر ہر مسلم کے لیے مومن کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان کی حقیقت ہے تصدیق کرنا یعنی دل سے یقین کرنا۔ اور اسلام کی حقیقت ہے فرمانبرداری۔

اس لحاظ سے بسا اوقات ایسا ہونا ممکن ہے۔ کہ ایک آدمی ظاہر میں مطیع وفرمانبردار ہو اور دل سے یقین نہ کرتا ہو۔ اس صورت میں وہ مسلمان تو کہلائیگا مگر مومن نہیں ہوسکتا۔

حضرت خطابی اور اکثر علماء ملت کا یہ مذہب ہے کہ ایمان واسلام ایک چیز ہے گو لغت کے لحاظ سے ایمان واسلام کے معانی میں فرق ہے مگر حق یہی ہے کہ:-

عرف شرع

میں جسے مومن کہا جاتا ہے اُسی کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور جو مسلمان ہے وہ مومن بھی ہے شرعی ایمان یہ ہے کہ جو چیزیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندوں کے پاس لائے ہیں اُن کو قبول کرنا اور ان پر اعتقاد رکھنا ایمان ہے اور یہ اعتقاد رکھنا یا قبول کرنا خواہ اجمالی ہو خواہ تفصیلی۔

ایمان اجمالی میں صرف کلمۂ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا کہنا کافی ہے اور ایمان تفصیلی یہ ہے کہ دین کی باتوں میں سب کو بالتفصیل سچ سمجھنا اور ان کے حق ہونے کا اقرار کرنا مومن ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے مگر ایمان تفصیلی کا درجہ اعلےٰ وافضل ہے۔

علمائے اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص دل سے دین اسلام کے حق ہونے پر یقین کرے اور اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ رکھے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقر ہو۔ وہ مومن ہے۔ اور وہ کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہلا سکتا۔ نہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہ سکتا ہے۔ مگر جو شخص اسلام کے کسی ضروری رکن مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہے (نووی ملخصاً)

چنانچہ قرآن شریف میں ایک جگہ ایمان کو عمل صالح کے ساتھ شامل کرکے فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور دوسری جگہ ایمان کو معاصی کے ساتھ بھی مقرون رکھا گیا ہے حیث قال۔ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا۔

اس سے ثابت ہے کہ معاصی کے ارتکاب سے اہل قبلہ کی تکفیر نہیں ہوسکتی۔ چونکہ ایمان تفصیلی کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ترقی وکمال اسی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اسی بناء پر مختلف آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اس کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (مومنون ع ا پ ۱۸)	ایمان والے کامیاب ہوگئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں اور نکمی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی عورتوں پریا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) پران کو کچھ الزام نہیں۔

اس سے واضح ہے کہ جو لوگ خشوع وخضوع۔ خلوص دل سے جناب رب العزت کیلئے

منا زادا کرتے ہیں۔ فاسد خیالات لغو و بیہودہ باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لوگوں کی امانتوں کو جوں کا توں ادا کر دیتے ہیں۔ یہی لوگ کامل مومنین ہیں۔ فلاح و نجات والے ہیں۔ انہی کامل ایمان والوں کی یہ شان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے تو کانپ اُٹھتے ہیں۔ یہی لوگ کلام الٰہی و احادیث رسولؐ کو حق اور سچا سمجھتے ہیں۔ یہی لوگ ہر ایک بات میں اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ رکھتے ہیں۔ انہی کی شان میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (انفال ع ۹پ)	سچے مسلمان تو یہی لوگ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب آیات ان کو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

پس ایک سچے مسلمان اور کامل ایمان والے کا یہ فرض ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے فرمایا ہے اُس پر دل و جان سے یقین لائے۔ اِس وقت کے مسلمانوں کے لیئے اِس خوشخبری و بشارت سے بڑھکر اور کونسی بشارت ہو سکتی ہے جو

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب

سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب فرماکر یہ سوال کیا کہ سب سے بڑھکر ایمان کن لوگوں کا ہے ؟

صحابہؓ نے اسکے جواب میں عرض کیا۔ کہ فرشتوں کا ایمان تمام مخلوقات سے بہتر و افضل ہے آنحضورؐ نے فرمایا کہ فرشتے ہی تو خدائے احکامات کو پیغمبروں کو پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب و نزدیکی بھی انہیں کو حاصل ہے۔ اِس صورت میں کونسی چیز ان کے ایمان کو مانع ہے ؟

اِس کے بعد صحابہؓ نے عرض کیا کہ تو پھر پیغمبروں کا ایمان تمام مخلوقات سے بڑھکر ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ پیغمبروں کا ایمان لانا چنداں عجیب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و رسالت سے ممتاز فرمایا ہے۔ خدا کی طرف سے ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ پس یہ برگزیدہ گروہ کیونکر ایمان نہ لائے۔

لوگوں نے پھر عرض کیا۔ کہ یا رسولؐ اللہ اُن لوگوں کا ایمان سب سے اچھا ہے جو انبیاء علیہم السّلام کے زمانہ میں ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اور جنہوں نے دین کی خاطر اپنی جان قربان کر دی ہے اور شہادت پائی ہے۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کا ایمان لانا کچھ مشکل اور تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی صحبت میں رہکر ان کی عادات و اخلاق کو دیکھکر یقین کامل حاصل کر لیا ہے۔

ایک روایت ہے

کہ لوگوں نے یہ کہا کہ آنحضورؐ کے اصحابؓ کا ایمان تمام مخلوق سے بڑھکر ہے آپنے فرمایا کہ میرے صحابی کیونکر ایمانِ کامل نہ لائیں۔ میں ان میں موجود ہوں۔ یہ لوگ لحظہ بلحظہ مجھے دیکھتے ہیں۔

لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر آپ ہی فرمائیں کہ وہ کونسے لوگ ہیں جن کا ایمان تمام لوگوں سے قوی تر ہے ؟

آپ نے فرمایا کہ وہ ایک ایسا گروہ ہے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ یہ لوگ میرے بعد پیدا ہونگے اور بلا دیکھے مجھ پر ایمان لائینگے۔ اور چند ورق لکھے ہوئے ان کی نظر پڑینگے اور محض

قوتِ ایمانی

کی وجہ سے یہ لوگ ان سیاہ اوراق کے مطابق عمل کرینگے۔ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی تصدیق کرینگے یہی لوگ میرے بھائی ہیں۔ اور یہی لوگ ایمان میں دوسروں سے افضل ہونگے اور تم تو میرے دوست ہو۔ انتھیٰ۔

انہی مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (بقرہ ع ۱ پ۱)	الم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں ہے متقیوں کے لیے رہنما ہے۔ جو غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اور یہی لوگ آخر کار کامیاب ہونگے

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ میرے بعد میری ایک اُمّت پیدا ہوگی۔ جو میری محبت میں اِس قدر فریفتہ ہو گی کہ اگر اہل وعیال مال و دولت فروخت کرکے بھی میرا دیدار اُن کو نصیب ہو تو اس میں وہ مضائقہ اور دریغ نہیں کرینگے (فتح العزیز)

پس ایک سچا مسلمان اور کامل مومن اللہ اور اُسکے رسولؐ کو برحق جانتا ہے۔ جب کوئی اُسے بہکاتا ہے۔ صراط مستقیم سے ہٹانا چاہتا ہے۔ تو وہ کلام الٰہی اور فرمان نبوی کے مطابق عمل درآمد کرتا ہے اور کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کرتا۔ اور جو امر پیش آتا ہے اسے قرآن و حدیث کی کسوٹی پر کس لیتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحجرات۔ ع۲۔ پ۲۶)	کامل ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ اور پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کے راستہ میں جان و مال سے کوشش کی ہے۔ یہی لوگ سچے (مسلمان) ہیں

جو شخص اللہ اور رسولؐ اور دین اسلام سے راضی ہے۔ وہی پکا مومن ہے۔

عَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا (مسلم شریف)	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدائے واحد کی خدائی اور دین اسلام و حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر راضی ہو گیا اُسنے ایمان کا مزا چکھ لیا

اس حدیث کے متعلق حضرت قاضی عیاض جو فرماتے ہیں کہ مزہ چکھنے سے یہ مُراد ہے کہ اس شخص کا ایمان صحیح ہو گا اور اُسے ہر طرح اطمینان حاصل ہو گا۔

خدا کی خدائی پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ قضائے قدر پر راضی رہے۔ رنج و مصائب کے وقت گلہ و شکوہ نہ کرے بیقراری و گھبراہٹ ظاہر نہ کرے۔

دین اسلام پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ احکام اسلام پر مضبوط رہے۔ کفر و شرک کی طرح طرح کی رسومات سے پرہیز کرتا رہے۔

حضرت کی رسالت پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ آپ کی سُنت کی اتباع و پیروی کرے۔ بدعات اور منہیات شرعیہ سے اجتناب رکھے۔

اس عنوان کی پہلی آیت سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک پکا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ دینی و دنیاوی تمام اُمور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی نہ کرے۔ اسی بنا پر صاف لفظوں میں مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر ایک امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور منصف قرار دیں

اب سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد کس طرح آپکو فیصلہ کے لیے حاکم بنایا جا سکتا ہے۔ ایسے معترضین اور شک کرنے والوں کے لیے آنحضور پہلے ہی سے ارشاد فرما گئے ہیں۔

عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ (مشکوٰۃ شریف)	حضرت مالک بن انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب اللہ۔ دوسرے سُنّت رسول جبتک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے اور انپر عمل درآمد کرتے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے

الله الله

کیسا صاف اور واضح فیصلہ ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کو خواہ مصیبت پیش آئے خواہ خوشی و راحت نصیب ہو۔ شیطان بہکائے دوست و آشنا اپنے طریقہ پر چلانا چاہیں مگر ان سب باتوں میں قرآن شریف اور اتباع سنت نبوی کو پیش نظر رکھنا چاہئے

اور صراطِ مستقیم اور سیدھے راستے سے ایک ذرہ برابر بھی علیحدہ نہ ہونا چاہیے اور واعتصموا بحبل اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے۔ اسی

دولتِ ایمان و اسلام

لی بنا پر اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ بندہ نیک لوگوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے اور بُرے لوگوں کو اپنا دشمن جانتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ○ (مشکوٰۃ شریف)	رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ہی کے واسطے دشمن سمجھتا ہے اور اللہ ہی کیواسطے دیتا ہے یا اللہ ہی کیواسطے منع کرتا ہے تو وہ بے شک کامل مؤمن ہے۔

ایک سچے مؤمن مسلمان کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اور زبان سے کسی کو تکلیف وایذا نہیں پہنچاتا وہ لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔ احکام شرعیہ کی اتباع و پیروی اپنے لیے ضروری و واجب جانتا ہے اس کا کوئی فعل شرع کے خلاف نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اسکے رگ و ریشہ میں ساری ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیحین)	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص تم میں سے اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جبتک میں اسکے نزدیک اس کے باپ اور بیٹوں اور تمام لوگوں سے زیادہ دوست نہ ہوں۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو۔ اُسکی وحدانیت کے مقر ہو۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کرو۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

مندرجہ بالا احادیث و آیات سے بخوبی یہ واضح ہو گیا کہ جبتک مسلمان اپنے سارے کاموں کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ کی مرضی کے موافق انجام نہ دینگے۔ کامل مؤمن نہیں ہو سکتے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو اپنا حرزِ جان بنائے اور ان دونوں کے فرامین کے مطابق عمل درآمد کرکے دین و دنیا میں عزت و برتری کی زندگی بسر کرے۔ والسلام۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

بندہ محمد عبدالتواب چشتی از رہتک

توحید اسلامی

صرف زبان سے موحد بن جانا تو آسان ہے لیکن دل سے اور یقین سے موحد ہونا ذرا مشکل ہے۔ اور اس زمانہ میں تو بہت ہی مشکل ہے۔ اسلام نے یہ سمجھایا ہے کہ کافر کلمہ پڑھنے سے ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ اور واقعی بات ہے کہ اگر خدا کی وحدانیت سچے دل سے مانی جائے تو آدمی کی ماہیت اُس سے بدل جاتی ہے۔ سانپ جس طرح کینچلی سے نکلکر نئی حالت پیدا کرتا ہے اُسی طرح انسان بھی موحد بننے سے ایک نئی دنیا میں آجاتا ہے۔ اس توحید سے کچھ ایسے خیالات حسنہ اور ملکات حمیدہ پیدا ہوتے ہیں کہ انسان اپنی پہلی حالت سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھتا سچے اسلام نے اپنا جلوہ دکھایا نہیں کہ جبن جاتا رہا۔ ہمت بڑھ گئی اور دماغ میں قوت آگئی۔ حق اور باطل میں تمیز ہونے لگی مختصر یہ کہ اسلام نے دفعتاً طبیعت ہی بدل دی۔

(الاسلام)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ موجود ہے

السیر المحمدیۃ والخصائص النبویۃ

برگزیدہ نبی کے برگزیدہ خصائل

نورِ محمدی

شریعتِ محمدی میں نورِ محمدی بھی ایک چیز قابلِ تذکرہ ہے۔ قرآن مجید میں تو اس کا ذکر نہیں ہے مگر احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ احادیث کے ترجمہ کو نثر نامہ میں کسی نے نظم کیا ہے اور چھوٹے چھوٹے مذہبی رسالوں میں بھی اس کا تذکرہ آیا ہے۔ میں یہاں دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ سب محض شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں بلکہ نقلاً و عقلاً مطابق ہیں۔

نورِ محمدی کی بحث کو زیادہ تر علمِ ارواح سے تعلق ہے اور روح سے بحث کرنے کی اجازت شرعِ ظاہری میں نہیں ہے۔ اسے علمِ باطن سے تعلق ہے۔ جسے علمِ تصوف کہتے ہیں اور علمِ تصوف سینہ بسینہ رہنا چاہیے۔ اس کے اظہار کی ممانعت ہے۔ میں علمِ تصوف سے واقفیت تامہ نہیں رکھتا اور رکھتا بھی تو اسے ظاہر کرنا پسند نہ کرتا۔ میں اس مضمون میں صرف یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ نورِ محمدی کے متعلق جو کلام یا خبریں مسلمانوں میں مشہور ہیں وہ عقل کے خلاف نہیں ہیں۔

بہت سے عقلائے زمانہ گذشتہ و موجودہ جن میں حکمائے یونان خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں اِس امر کے قائل ہیں کہ عالم کا وجود اور ارتباط اس طریقہ سے قائم ہوا کہ پہلے باری تعالیٰ نے عقلِ اوّل پیدا کی اور عقلِ اوّل کے ذریعہ سے عقلِ ثانی وغیرہ تا عقلِ عاشر پیدا کی اور عقلِ عاشر نے عالم کا ہیولا پیدا کیا۔ حکما کا یہ عقیدہ اِس لیے تھا کہ خدا واحد ہے تو واحد سے واحد ہی پیدا ہو سکتا ہے "الواحد لا یصدر منہ الا الواحد" اِس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ خدا عقلِ اوّل پیدا کر کے وجود معطل ہو گیا۔ بلکہ اسباب کے سلسلہ کو تخلیقِ عالم میں اُس نے یوں قایم کیا ہے۔

حکمائے اسلام نے جنہیں متکلمین کہتے ہیں "الواحد لا یصدر منہ الا الواحد" کی تردید نہ کی اور قرآن اور حدیث سے حکمائے یونان کے اقوال کی تائید کر کے یہ ثابت کر دیا کہ دینِ محمدی نہ صرف عرب کے بدوؤں کی ہدایت کے لیے بلکہ تمام عالم کے عقلا اور حکما کے لیے بھی تشفی بخش ہے۔ اسلام پر جتنا بھی غور کیجیے نکاتِ لطیف پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ مُشک ہے کہ اسے جتنا بھی رگڑیے خوشبو زیادہ پیدا ہوتی ہے "ھو المسک ما کررتہ تضوع"

اسلام کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے نور سے نورِ محمدی پیدا کیا اور اِسی کو اصطلاحِ حکما میں عقلِ اوّل کہتے ہیں۔ لفظوں کا پھیر رہا لیکن مضمون واحد رہا۔

اِس امر کی سند میں کہ مسلمانوں کے نزدیک نورِ محمدی پہلے پیدا ہوا مفصلۂ ذیل حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) "اوّل ما خلق اللہ نوری" سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔

(۲) "انا من نور اللہ والخلق من نوری" میں اللہ کے نور سے ہوں اور خلق میرے نور سے ہے۔

تمام حدیثوں کے نقل کرنے میں طوالت ہے۔ خلاصہ سب کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی کو عرصہ تک حجابِ قدس میں رکھا پھر حجاب سے باہر آ کر نور نے سانس لینا شروع کیا اُسکی متبرک سانسوں سے ارواحِ انبیاء و اولیاء یعنی صالح ارواح پیدا ہوئیں۔ پھر اللہ نے نظر کی تو اس جوہرِ نور کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اُس سے آب و آتش کی تخلیق ہو گئی آگ سے ارواحِ آتشیں پیدا ہوئیں اور پانی سے رفتہ رفتہ آسمان و زمین یعنی تمام عالمِ مادیات پیدا ہوئے۔ اور بالآخر تخلیقِ آدم کی نوبت آئی۔ آدم کے کالبدِ خاکی میں جب روحِ انسانی کو داخل ہونے کا حکم ہوا تو وہ رُکی لیکن جب نورِ محمدی اُن میں جلوہ گر نظر آیا تو روحِ انسانی خوشی خوشی اُس میں داخل ہو گئی اسکے متعلق جو حدیثیں ہیں اُنہیں اسلامی شاعروں نے بھی نظم کیا ہے۔ مثنوی مولانائے رومی

ہر کہ آدم را بدن دید او رمید ہر کہ نورِ مومن دید او خمید
از پئے من رفت بر ہفتم فلک از پئے من گشت مسجودِ ملک

غرضکہ نورِ محمدی تخلیقِ آدم کا سبب ہوا اگر وہ جلوہ گر نہ ہوتا تو انسانی روح اُس میں آ کر بسنا خوشی قبول نہ کرتی۔ اِس مضمون کو مولانا نے یوں ادا کیا ہے

من بصورت گرچہ آدم زادہ ام پس بمعنی جد جدا اُفتادہ ام

نورِ محمدی جو حضرت آدم کے کالبد میں جلوہ گر ہوا تھا وہ حضرت آدمؑ کی نسل میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ پدرِ آنحضرتؐ تک پہنچا اور حضرت عبداللہ سے آنحضرتؐ کی ذات میں منتقل ہوا اور آنحضرتؐ کی ذات میں منتقل ہو کر اِس عالمِ مادیات میں وہ عجائبات دکھائے جو دنیا میں آج تک اپنی مثال نہیں رکھتے یعنی ایک اُمی محض سے ایسے قوانین نافذ کرائے جن نے تمام دنیا کی تہذیب اور شائستگی کو تقویم پارینہ بنا دیا۔ کوئی منہ سے کہے یا نہ کہے لیکن دنیا کے تمام

باشندے جو کچھ کمالِ انسانی رکھتے ہیں وہ اُسی نورِ محمدی کے فیض کی بدولت ہے چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ کی ذاتِ بابرکات میں جلوہ گر ہو کر اپنے کرشمے دکھائے ہیں۔ نورِ نبوی سے تمام عالم کی تخلیق و تکوین کو جو تعلق ہے اُسے شاعرانہ طرز پر کسی نے یوں نظم کیا ہے ؎

زِ قدت سروِ بستاں آفریدند — زِ رویت مہرِ تاباں آفریدند
زِ جنت نرگس از روئے تو گلہا — زِ زلفت سنبلستاں آفریدند
زِ دندان و لبِ جاں بخشِ عالم — دُر و لعلِ بدخشاں آفریدند
ملاحت وام کردند از رخِ تو — کہ از وے ماہِ تاباں آفریدند
نقاب از چہرۂ زیبا کشادند — کہ از وے صبحِ خنداں آفریدند
گرہ از کاکلِ مشکیں کشادند — از و شامِ غریباں آفریدند
برائے سجدۂ محرابِ ابرو — بدلہا ذوقِ ایماں آفریدند
نجیؔ بے نوا را ہمچو بلبل — بمدحِ تو غزلخواں آفریدند

قرآنِ مجید میں بھی لفظِ نور تخلیقِ عالم کے متعلق آیا ہے وہ یہ ہے۔ "اللہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ترجمہ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" یہاں نور سے مراد جلوہ گری ہے یعنی آسمان و زمین میں اللہ کی جلوہ گری ہے۔ اہلِ باطن اسے کس طرح سمجھتے اور سمجھاتے ہیں شرعِ ظاہری کو اسکے سمجھانے کی ضرورت نہیں۔

ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

شانِ ربیع الاوّل

بارک اللہ ہے کیا شانِ ربیع الاوّل — ہیں شگفتہ گلِ بستانِ ربیع الاوّل
کیوں نہ ہو ہم یاؤں میں قربانِ ربیع الاوّل — ہر کہ و مہ ہے ثناخوانِ ربیع الاوّل
ارض سے تا بفلک نور سے معمور ہے آج
ہر ملک جن و بشر شادی ہے مسرور ہے آج
دھوم ہے گلشنِ اسلام میں آئی ہے بہار — غیرتِ خلدِ بریں بن گیا صحنِ گلزار
تو ہو دم سے یہ چمن ہے یہ قیامت کا نکھار — قمریاں نغمہ سرا ہیں تو غزل خواں ہیں ہزار
شور ہے ماہِ عرب مہرِ عجم آتا ہے
لو مبارک ہو شہنشاہِ اُمم آتا ہے
آج ہے عطر فشاں پھولوں سے دامانِ صبا — آج ہیں باغ میں مرغانِ چمن نغمہ سرا
آج ہر سمت ہے چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا — آج ہر سو ہے پھیلی ہوئی مہرِ نبوت کی ضیا
روشنی وہ ہے کہ خورشید بھی شرمندہ ہے
رفشاں خاک کا ہر ذرۂ تابندہ ہے
مژدہ ہے شافعِ محشر کی ہے آمد آمد — غیرتِ مہرِ منور کی ہے آمد آمد
ہادیٔ عالم و پیغمبر کی ہے آمد آمد — مرحبا ساقیٔ کوثر کی ہے آمد آمد
کھلیاں اٹھیں وہ خورشیدِ رسالت چمکا
ظلمتِ کفر ہٹی مہرِ ہدایت چمکا
آگیا کفر و ضلالت کا مٹانے والا — آگیا کلمۂ توحید پڑھانے والا
آگیا راہ ہدایت کی دکھانے والا — آگیا کشتیٔ اُمت کا بچانے والا
آیتِ رحمتِ حق ہادی و رہبر آیا
مظہرِ نورِ خدا شافعِ محشر آیا
اے رسولِ عربی ہاشمی و مطلبی — ذاتِ اقدس پہ تری ختم ہے عالی نسبی
تجھ پہ نازل ہوا قرآں بہ زبانِ عربی — لبِ شیریں ہیں بھری تو صفتِ خوش لقبی
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
بارک اللہ ہے دلکش قدِ بالا تیرا — قدرتِ صانعِ مطلق ہے سراپا تیرا
اوجؔ دل خستہ ہے مشتاقِ تجلا تیرا — دل میں ارماں ہے کہ دیکھے رخِ زیبا تیرا
حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حافظ محمد یعقوب اوجؔ گیاوی

تڑپا رہی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفےٰ!

فرقت میں یار جاں بلب ہے بیمارِ مصطفےٰ — کاش آئے ہاتھ شربتِ دیدارِ مصطفےٰ
کس سے دوں حضور کو تشبیہ دیجیے — شمس و قمر سے بڑھکے ہیں رخسارِ مصطفےٰ
موذن کو بھیجتا ہے تو وصفِ نور ہیں — آنکھیں ہیں تیرے جلوۂ دیدارِ مصطفےٰ
ہر دائرہ پلک کے بنا رشکِ مہر و ماہ — لکھی جو مدحِ روئے پُر انوارِ مصطفےٰ
طیبہ کی سیر دیکھیے کب تک نصیب ہو — تڑپا رہی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفےٰ
تنگی ہے زندگی سے شمشیرِ اجل — ہے دل میں دوستی آبروئے مختارِ مصطفےٰ
بچھوا آفتاب حشر سے محفوظ ہیں — بیٹھا ہوں زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفےٰ
کیونکر نہ عاشقوں کا معطر دماغ ہو — پھیلی ہوئی ہے نکہتِ گلزارِ مصطفےٰ
ہے اوجؔ تشنہ کام کی یا رب یہ التجا
جلدی پلادے شربتِ دیدارِ مصطفےٰ

حافظ محمد یعقوب اوجؔ گیاوی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ موجود ہے

السِّيَرُ الْمُحَمَّدِيَّةُ وَالْخَصَائِصُ النَّبَوِيَّةُ

برگزیدہ نبیؐ کے برگزیدہ خصائل

نورِ محمدیؐ

شرعِ محمدی میں نورِ محمدی بھی ایک چیز قابلِ تذکرہ ہے۔ قرآن مجید میں تو اسکا ذکر نہیں ہے مگر احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ احادیث کے ترجمہ کو ز نامہ میں کسی نے نظم کیا ہے اور چھوٹے چھوٹے مذہبی رسالوں میں بھی اس کا تذکرہ آیا ہے۔ میں یہاں دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ سب محض شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں بلکہ نقل و عقل کے مطابق ہیں۔

نورِ محمدی کی بحث کو زیادہ تر علم ارواح سے تعلق ہے اور روح سے بحث کرنے کی اجازت شرعِ ظاہری میں نہیں ہے۔ اسے علمِ باطن سے تعلق ہے۔ جسے علمِ تصوف کہتے ہیں اور علمِ تصوف سینہ بسینہ رہنا چاہیے۔ اس کے اظہار کی ممانعت ہے۔ میں علمِ تصوف سے واقفیت تامہ نہیں رکھتا اور رکھتا بھی تو اُسے ظاہر کرنا پسند نہ کرتا۔ میں اس مضمون میں صرف یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ نورِ محمدی کے متعلق جو احکام یا خبریں مسلمانوں میں مشہور ہیں وہ عقل کے خلاف نہیں ہیں۔

بہت سے عقلائے زمانہ گذشتہ و موجودہ جن میں حکمائے یونان خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں اِس امر کے قائل ہیں کہ عالم کا وجود اور ارتباط اِس طریقہ سے قائم ہوا کہ پہلے باری تعالےٰ نے عقلِ اوّل پیدا کی اور عقلِ اوّل کے ذریعہ سے عقلِ ثانی وغیرہ تا عقلِ عاشر پیدا کی اور عقلِ عاشر نے عالم کا ہیولا پیدا کیا۔ حکما کا یہ عقیدہ اِس لیے تھا کہ خدا واحد ہے تو واحد سے واحد ہی پیدا ہو سکتا ہے "الواحد لا یصدر منہ الا الواحد" اِس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ خدا عقلِ اوّل پیدا کر کے وجودِ معطل ہو گیا۔ بلکہ اسباب کے سلسلہ کو تخلیقِ عالم میں اُس نے یوں قایم کیا ہے۔

حکمائے اسلام نے جنہیں متکلمین کہتے ہیں "الواحد لا یصدر منہ الا الواحد" کی تردید پسند نہ کی اور قرآن اور حدیث سے حکمائے یونان کے اقوال کی تائید کر کے یہ ثابت کر دیا کہ دینِ محمدی نہ صرف عرب کے بدوؤں کی ہدایت کے لیے بلکہ تمام عالم کے عقلا اور حکما کے لیے بھی تشفی بخش ہے۔ اسلام پر جتنا بھی غور کیجیے نکاتِ لطیف پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ مُشک ہے کہ اُسے جتنا بھی رگڑیے خوشبو زیادہ پیدا ہوتی ہے "ھو المسک ما کررتہ تتضوع"

اسلام کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے اپنے نور سے نورِ محمدی پیدا کیا اور اِسی کو اصطلاحِ حکما میں عقلِ اوّل کہتے ہیں۔ لفظوں کا پھیر رہا لیکن مضمون واحد رہا۔

اِس امر کی سند میں کہ مسلمانوں کے نزدیک نورِ محمدی پہلے پیدا ہوا مفصلۂ ذیل حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) "اوّل ما خلق اللہ نوری" سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔

(۲) "انا من نور اللہ والخلق من نوری" میں اللہ کے نور سے ہوں اور خلق میرے نور سے ہے۔

تمام حدیثوں کے نقل کرنے میں طوالت ہے۔ خلاصہ سب کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نورِ محمدی کو عرصہ تک حجابِ قدس میں رکھا پھر حجاب سے باہر آ کر نور نے سانس لینا شروع کیا اُسکی متبرک سانسوں سے ارواحِ انبیاء و اولیاء یعنی صالح ارواح پیدا ہوئیں۔ پھر اللہ نے نظر کی تو اس جوہرِ نور کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اُس سے آب و آتش کی تخلیق ہو گئی۔ آگ سے ارواحِ آتشیں پیدا ہوئیں اور پانی سے رفتہ رفتہ آسمان و زمین یعنی تمام عالمِ مادّیات پیدا ہوئے۔ اور بالآخر تخلیقِ آدم کی نوبت آئی۔ آدم کے کالبد خاکی میں جب روحِ انسانی کو داخل ہونے کا حکم ہوا تو وہ رُکی لیکن جب نورِ محمدی اُن میں جلوہ گر نظر آیا تو روحِ انسانی خوشی خوشی اُس میں داخل ہوئی اسکے متعلق جو حدیثیں ہیں اُنہیں اسلامی شاعروں نے بھی نظم کیا ہے۔ مثنوی مولانائے رومی

ہر کہ نورِ مومن دید او خمید	ہر کہ آدم را بدن دید او رمید
از پئے من گشت مسجودِ ملک	از پئے من رفت بر ہفتم فلک

غرضکہ نورِ محمدی تخلیقِ آدمؑ کا سبب ہوا اگر وہ جلوہ گر نہ ہوتا تو انسانی روح اُس میں آ کر پھنسنا خوشی خوشی قبول نہ کرتی۔ اِس مضمون کو مولانا نے یوں ادا کیا ہے

پس بمعنی جد جدا اُفتادہ ام	من بصورت گرچہ آدم زادہ ام

نورِ محمدی جو حضرت آدم کے کالبد میں جلوہ گر ہوا تھا وہ حضرت آدمؑ کی نسل میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد اللہ پدرِ آنحضرتؐ تک پہنچا اور حضرت عبد اللہ سے آنحضرتؐ کی ذات میں منتقل ہوا اور آنحضرتؐ کی ذات میں منتقل ہو کر اِس عالمِ مادّیات میں وہ عجائبات دکھائے جو دنیا میں آج تک اپنی مثال نہیں رکھتے یعنی ایک اُمی محض سے ایسے قوانین نافذ کرائے جن نے تمام دنیا کی تہذیب اور شائستگی کو تقویمِ پارینہ بنا دیا۔ کوئی منہ سے کہے یا نہ کہے لیکن دنیا کے تمام

باشندے جو کچھ کمالِ انسانی رکھتے ہیں وہ اسی نورِ محمدی کے فیض کی بدولت دیکھا۔ حضرت محمد رسول اللہ کی ذاتِ بابرکات میں جلوہ گر ہو کر اپنے کرشمے دکھائے تھے۔ نورِ محمدی سے تمام عالم کی تخلیق و تکوین کو جو تعلق ہے اُسے شاعرانہ طرز پر کسی نے یوں نظم کیا ہے ؎

زِ قدت سرو بستاں آفریدند ۔۔۔ ز رویت مہر تاباں آفریدند
زِ چشمت نرگس از روئے تو گل ۔۔۔ ز زلفت سنبلستاں آفریدند
زِ دندان و لب جاں بخشِ عالم ۔۔۔ گہر و لعلِ بدخشاں آفریدند
ملاحت وام کردند از رخِ تو ۔۔۔ کہ از وے ماہِ تاباں آفریدند
نقاب از چہرۂ زیبا کشادند ۔۔۔ کہ از وے صبحِ خنداں آفریدند
گرہ از کاکلِ مشکیں کشادند ۔۔۔ از و شامِ غریباں آفریدند
برائے سجدہ محرابِ ابرو ۔۔۔ بدلہا ذوقِ ایماں آفریدند
نجی بے نوا را ہمچو بلبل ۔۔۔ بمدحِ تو غزلخواں آفریدند

قرآن مجید میں بھی لفظِ نور تخلیق عالم کے متعلق آیا ہے وہ یہ ہے۔ "اللہ نور السمٰوات والارض" ترجمہ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے"۔ یہاں نور سے مراد جلوہ گری ہے یعنی آسمان و زمین میں اللہ کی جلوہ گری ہے۔ (اہلِ باطن اسے کس طرح سمجھتے اور سمجھاتے ہیں شرح ظاہری کو انکے سمجھانے کی ضرورت نہیں۔)

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

شانِ ربیع الاوّل

بارک اللہ ہے کیا شانِ ربیع الاوّل ۔۔۔ ہیں شگفتہ گلِ بستانِ ربیع الاوّل
کیوں نہ ہو جاؤں میں قربانِ ربیع الاوّل ۔۔۔ ہر کہ و مہ ہے ثناخوانِ ربیع الاوّل
ارض سے تا بفلک نور سے معمور ہے آج
ہر ملک جن و بشر شاد ہے مسرور ہے آج
دھوم ہے گلشنِ اسلام میں آئی ہے بہار ۔۔۔ غیرتِ خلدِ بریں بن گیا صحنِ گلزار
نو عروسانِ چمن پر ہے قیامت کا نکھار ۔۔۔ قمریاں نغمہ سرا ہیں تو غزلخواں ہیں ہزار
نور ہے ماہِ عرب مہرِ عجم آتا ہے
تو مبارک ہو شہنشاہِ اُمم آتا ہے
آج ہیں عطر فشاں پھول تو دامانِ صبا ۔۔۔ آج ہیں باغ میں مرغانِ چمن نغمہ سرا
آج ہر سمت ہے چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا ۔۔۔ آج ہے پھیلی ہوئی مہرِ ہدایت کی ضیا
روشنی وہ ہے کہ خورشید بھی شرمندہ ہے
زر فشاں خاک کا ہر ذرۂ تابندہ ہے
دھوم ہے شافعِ محشر کی ہے آمد آمد ۔۔۔ غیرتِ مہرِ منور کی ہے آمد آمد
ہادیِ عالم و پیغمبر کی ہے آمد آمد ۔۔۔ مرحبا ساقیِ کوثر کی ہے آمد آمد
کھلیاں اُٹھیں وہ خورشیدِ رسالت چمکا
ظلمتِ کفر مٹی مہرِ ہدایت چمکا

آگیا کفر و ضلالت کا مٹانے والا ۔۔۔ آگیا کلمۂ توحید پڑھانے والا
آگیا راہ ہدایت کی دکھانے والا ۔۔۔ آگیا کشتیِ اُمت کا بچانے والا
آیتِ رحمتِ حق ہادی و رہبر آیا
مظہرِ نورِ خدا شافعِ محشر آیا
اے رسولِ عربی ہاشمی و مطلبی ۔۔۔ ذاتِ اقدس پہ ترے ختم ہے عالی نسبی
تجھ پہ نازل ہوا قرآں بہ زبانِ عربی ۔۔۔ لبِ شیریں میں بھری ہے صفتِ خوش لقبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
بارک اللہ ہے والشمس ترا قدِ بالا تیرا ۔۔۔ قدرتِ صانعِ مطلق ہے سراپا تیرا
اوجِ دلخستہ ہے مشتاقِ تجلا تیرا ۔۔۔ دل میں ارماں ہے کہ دیکھے رخِ زیبا تیرا
حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حافظ محمد یعقوب اوجؔ گیاوی

تڑپا رہی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ!

وقت ہے ... جان بلب ہے بیمار مصطفیٰ ۔۔۔ کاش آئے ہاتھ شربتِ دیدارِ مصطفیٰ
کس سے رخِ حضور کو تشبیہ دیجئے ۔۔۔ شمس و قمر سے بڑھکے ہیں رخسارِ مصطفیٰ
مومنوں کو وصفِ پاک ہے وصفِ نورانی ۔۔۔ آنکھیں بنی ہیں جلوۂ دیدارِ مصطفیٰ
ہے دائرہ چمک کے بنا رشکِ مہر و ماہ ۔۔۔ لکھی جو مدح روئے پُر انوارِ مصطفیٰ
طیبہ کی سیر دیکھیے کب تک نصیب ہو ۔۔۔ تڑپا رہی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ
کشتیِ زندگی ہے تہِ شمشیرِ اجل ۔۔۔ ہے دل میں تمنا ہو دیدارِ مصطفیٰ
مجھ کو آفتابِ حشر سے مطلق نہیں ہراس ۔۔۔ بیٹھا ہوں زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفیٰ
کیونکر نہ عاشقوں کا معطر دماغ ہو ۔۔۔ پھیلی ہوئی ہے نکہتِ گلزارِ مصطفیٰ
ہے اوجِ تشنہ کام کی یا رب یہ التجا
جلدی پلا دے شربتِ دیدارِ مصطفیٰ

حافظ محمد یعقوب اوجؔ گیاوی

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

جس کو حکمت دی گئی بے شک اُس نے بڑی دولت پائی

حکمت و موعظت

"غم" کی حقیقت

قدرت کی جانب سے انسان کے اندر صدہا پوشیدہ طاقتیں ایسی رکھی گئی ہیں کہ اگر ان کی اصل غرض کو پیش نظر رکھکر اُن سے کام لیا جائے تو وہ انسان کے لیے بہت بڑے فوائد کا موجب ہو سکتی ہیں۔ لیکن قدرت نے یہ ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لی کہ وہ بوقت ضرورت ہی انسان کو ان سے کام لینے کی اجازت دیگی اور پھر خود ان پر قابض ہو جائیگی بلکہ اُس نے ان تمام قوائے اندرونی و بیرونی کے فعال کے لیے انسان کو آزاد اور خود مختار بنا دیا ہے۔ ہاں یہ قدرت کا فرض تھا کہ وہ انسان کو ان قواء کے استعمال کا جائز و ناجائز نیک و بد مصرف بتا دیتی سو اُس نے اپنا یہ فرض مذہبی پیشواؤں کے ذریعہ پورا کر دیا۔

منجملہ قوت نیکی، قوتِ بدی، قوتِ غصہ، قوتِ عقل وغیرہ وغیرہ کے قوت غم بھی ہے جو انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے اور جو اگرچہ ہر موقعہ خود بخود محرک ہو سکتی ہے لیکن تاہم اسکی آزادی کی ڈور بھی انسان کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ کام انسان کے امکان سے باہر نہیں کہ وہ اسکو غلط مصرف پر خرچ نہ ہونے دے۔

یہ کہنا کہ غم سرے سے کچھ شے ہی نہیں۔ ایک سخت ترین غلطی ہے لیکن بغیر ہر پہلو کو روشنی میں لائے یہ کہے جانا کہ غم انسان کا فطرتی خاصہ ہے اور اس میں انسان مجبور ہے کہیں اُس سے بھی زیادہ غلط ہے۔

کون نہیں جانتا کہ دانتوں کا کام پیسنا اور چبانا ہے لیکن چھری اور کانٹوں کا کام دانتوں سے لینے والے شخص کو اگر یہ کہا جائے کہ یہ اُسکی اپنی ایجاد ہے تو اس کا یہ جواب دینا کہ قدرت نے دانتوں کو بنایا ہی کاٹنے اور پیسنے کے لیے ہے کس قدر مبالغہ آمیز اور غلط فہمی پھیلانے والا ہوگا۔

ہم مانتے ہیں کہ غم فطرت سے انسان کی طبیعت میں ودیعت کیا گیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ غم اور مروجہ غم ایک ہی ہیں یا دو؟ اور اگر مروجہ غم اُس غم سے بالکل علیحدہ ہے تو اس کو انسانی ایجاد کہنے میں کونسی قباحت ہے؟

بہ لحاظ ایک مسلمان ہونے کے جس طرح ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند کریم نے کوئی چیز انسانی فائدہ کی حکمت کے بغیر نہیں بنائی، اسی طرح ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ انسان کی طبیعت میں غم کی دخل یابی بھی بہت سے فوائد کے لیے عمل میں لائی گئی تھی نہ کہ مروجہ غم کی طرح انسانی نقصانات کے لیے۔ قدرت کا منشار یہ تھا کہ لوگ اپنی اولاد کی جہالت کا غم کریں اور انہیں تعلیم دلوائیں۔ ان کو اولاد کی آئندہ زندگی کا فکر ہو اور اسکی کامیابی کی راہ نکالیں وہ اولاد کی بیماری سے متاثر ہوں اور علاج کریں انہیں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی آخرت شدھانے کا خیال ہو۔ اور اس المناک عذاب سے خوف کھا کر خود بچیں اور دوسروں کو بچائیں۔ مذہبی ریفارمر اپنے ہم جنسوں کی حالت زبوں دیکھکر رنجیدہ ہوں اور اس رنجیدگی کی بناؤں کو نابود کرنے کے درپے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ جو فرائض انسان کے ذمہ لگائے گئے تھے غم سے اُن میں ایک قسم کی آسانی پیدا کرنی مطلوب تھی۔

اب بنظرِ انصاف مروجہ غم کا فطرتی غم سے مقابلہ کیجیے۔ اُس سے فائدہ مطلوب تھا اِس سے نقصان پہنچتا ہے۔ وہ انسان کے لیے اسکے فرائض کی انجام دہی میں آسانی پیدا کرتا تھا یہ رُکاوٹ پیدا کرتا ہے پس جب یہ بات ثابت ہے کہ فطرتی غم اور شے ہے اور مروجہ غم اور شے تو پھر کاٹھ کے ساتھ پتھر کے تیرنے کا فتویٰ دینا کیا حقیقت رکھتا ہے؟

آنحضور صلعم کو جس قدر واقعات ہائلہ پیش آئے ناممکن تھا جناب کی طبیعت اطہر باوجود عوائے بشریت ان سے متاثر نہ ہوتی۔ بیشک حضور کو ان سے سخت صدمہ دلی پہنچتا رہا اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ جناب نے ایک صاحبزادہ (علیہ السلام) کی وفات پر چشم مبارک تر کر لیں۔ لیکن جناب کا یہ غم وہ فطرتی غم تھا جس کی میں اوپر تعریف کر آیا ہوں۔ یہی باعث تھا کہ یہ واقعات سخت المناک ہونے کے باوجود آپ کو کسی طرح اپنے مبارک فرائض سے نہ روک سکے۔

میں یہ بھی ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے اِس امر سے سخت اختلاف ہے کہ غم کا وجود ہی بغیر اس کے کچھ نہیں کہ وہ ایک انسانی پیدا کردہ مرض ہے نیز میں نے خواجہ صاحب کی تحریر نہایت افسوس کے ساتھ پڑھی ہے کہ اگر کوئی آپ کی (بزرگانہ) باتوں پر عمل نہ کریگا تو اس کا غم جناب کو ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اگر خواجہ صاحب جیسے بزرگ اِس اہم ترین ذمہ داری سے سبکدوش ہوتے ہیں تو دنیا کا جو حال ہوگا اسکو ہماری آنکھیں نہایت عبرتناک نظارہ کی صورت میں دیکھ رہی ہیں۔ خواجہ صاحب کی یہ نصیحت کہ لوگوں کو اپنا فرض سمجھکر کام کرنا چاہیے اور بصورت عدم قبولیت غم نہ کرنا چاہیے۔ بیشک آب زر سے لکھنے کے قابل ہے

لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ جب غم سے لوگوں کو خواجہ صاحب آزاد کر دینگے تو کہیں یہ قابل قدر اصول بھی آپکی ذات بابرکات کے ساتھ ہی محدود ہو جائے۔

فضل الٰہی از خانپور۔ ریاست بہاولپور

درسِ نسل

چیونٹی کیا سکھاتی ہے؟

قدرت نے جانوروں کو بہت بے پروا پیدا کیا ہے۔ جو کماتے ہیں فوراً کھا لیتے ہیں یا بچوں کو کھلا دیتے ہیں۔ نہ شام کے واسطے اُٹھا رکھتے ہیں۔ نہ صبح کی خاطر خوراک کو ڈھونڈنے ڈھکنے کی تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا پرندے اور چرندے جب اپنی غذا کو سامنے پاتے ہیں تو بغیر سوچے سمجھے کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ جتنا کھایا کھا لیا۔ باقی کو وہیں چھوڑا اور چل دیئے۔

مگر قدرت نے سب جانوروں کو یکساں پیدا نہیں کیا۔ شہد کی مکھی اور چیونٹی وہ عادت سب کے خلاف ہے۔ وہ آئندہ کا فکر بھی کرتی ہیں۔ ہفتوں۔ مہینوں بلکہ بعض اوقات برسوں کا انتظام پہلے سے سوچتی ہیں۔

شہد کی مکھی کے چھتہ میں اتنی خوراک جمع ہوتی ہے کہ اس کے بچے مہینوں کھائیں۔ یہی حال چیونٹی کا ہے وہ بھی غلہ اور اسباب کسرت سے اپنے سوراخوں کے اندر کبھی کبھار رکھتی ہے۔ تاکہ وقت پر ڈھونڈنا نہ پڑے اور آرام سے بیٹھی کھایا کرے۔ انسان کی خصلت گوناگوں واقع ہوئی ہے۔ ایک وقت میں وہ کل کی فکر سے آزاد ہوتا ہے اور دوسرے وقت اس کو برسوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں تمام مخلوقات کی عادتوں کا اجتماع ہے اور وہ ہر مخلوق خدا پر فوقیت رکھتا ہے۔ جو صفات تمام مخلوقات میں بکھری ہوئی ہیں انسان کے اندر وہ سب بنی ہیں۔ آئندہ کا فکر رکھنا موجودہ کی حفاظت پر منحصر ہے اس واسطے فطرت دہر کی جو زبان خدا نے نازل کی ہے جس کا نام قرآن ہے۔ یہ بولتی ہے۔ "کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا" کھاؤ پیو مگر فضول خرچی نہ کرو۔ دوسری جگہ کہا ہے۔ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْن۔ فضول خرچی نہ کرو فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

جو لوگ فطرت اللہ کے اس حکم پر عمل کرتے ہیں ان کی زندگی خوشی اور آسائش سے بسر ہوتی ہے اور جو اس کی پروا نہیں کرتے ہمیشہ پریشان اور تکلیف میں رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی قوم کا خدا کے کلام قرآن پر ایمان ہے۔ مگر شاید وہ ایمان محض کہنے کا ہے اگر وہ اس پر عمل کیا کریں تو ان کو موجودہ مفلسی سے نجات مل جائے اور دنیا کی سب قوموں سے زیادہ وہی آرام سے نظر آئیں۔

کہنے کو سب کہتے ہیں کہ کفایت شعاری اور چلن سے چلنا اچھا ہے مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ کفایت شعاری کیونکر کی جائے اور چلن سے چلنا کسے کہتے ہیں۔

نئے زمانہ نے انسان کی ضرورتوں کو بڑھا دیا ہے۔ اگلے زمانہ میں مٹی کے آبخورے میں پانی پیتے تھے اور وہ بہت سستے آتے تھے۔ اب کانچ کے گلاسوں میں پانی پیا جاتا ہے جو ہر مہینہ میں دو چار ٹوٹ جاتے ہیں اور روپیہ سوا روپیہ ماہوار صرف پانی کے راستہ بہہ جاتا ہے۔ پہلے مٹی کے چراغ جلتے تھے اور ان میں دمڑی کا تیل رات بھر میں جلتا تھا۔ اب لیمپ چل گئے ہیں جن میں تیل کا بھی زیادہ خرچ ہے اور چمنیوں کی ٹوٹ پھوٹ کا بھی۔ اور خود لیمپ کے خریدنے میں مٹی کے چراغ سے کئی سو گنا زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی کھانے پینے، رہنے، سہنے کی ہر چیز میں خرچ زمین سے آسمان پر پہنچ گیا ہے۔

اس فضول خرچی کا نام لوگوں نے تہذیب اور شائستگی رکھا ہے۔ اور جو اس پر عمل نہیں کرتا یعنی ان نئی چیزوں کو کام میں نہیں لاتا اُسکو وحشی و جنگلی کہا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ زمانہ کی ترقی اور صفائی کے ساتھ چلنے میں کچھ حرج نہیں مگر ہم کو اپنی چادر دیکھکر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اگر چار پیسے ہاتھ میں ہوں تو تین پیسہ کا خرچ رکھنا مناسب ہے اور ایک پیسہ آئندہ کے واسطے رکھنا لازم ہے۔

ہم جب بازار میں جاتے ہیں تو دکانوں کی چیزوں کو دیکھکر ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں اور خیال آتا ہے کہ لاؤ اسکو بھی خرید لیں کبھی نہ کبھی کام آجائیگی۔ یہ طریقہ فضول خرچی کی بنیاد ہے۔ ہم کو چاہیے کہ گھر میں جب ضرورت پیدا ہو اُس وقت بازار جائیں۔ بازار جاکر ضرورت پیدا نہ کریں۔

یہ بات ہمارے اختیار میں ہے کہ اپنی نیند اور بھوک اور خرچ کو جتنا چاہیں بڑھا لیں اور جتنا چاہیں کم کر لیں۔ مسلمان اس معاملہ میں بہت بگڑا ہیں۔ وہ جب دکان لیکر بیٹھتے ہیں تو کفایت شعاری اُن کے پاس بھی نہیں آتی اپنے گھر میں اور دوستوں کو بے تامل چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ اور اس کو معمولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تجارت کی کفایت شعاری کا حکم ہے کہ گھر اور دوست کو بھی دوسرے گاہکوں کی طرح سمجھو۔

مسلمانوں کی قوم حساب میں بہت کمزور مشہور ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ فضول خرچ بہت ہے۔ اور فضول خرچ آدمی حساب سے ہمیشہ دم چرایا کرتا ہے۔ اگر ہم کھانے اور کپڑے میں حساب کو سامنے رکھا کریں تو ہم کو خودبخود کفایت شعاری کی عادت ہو جائے۔

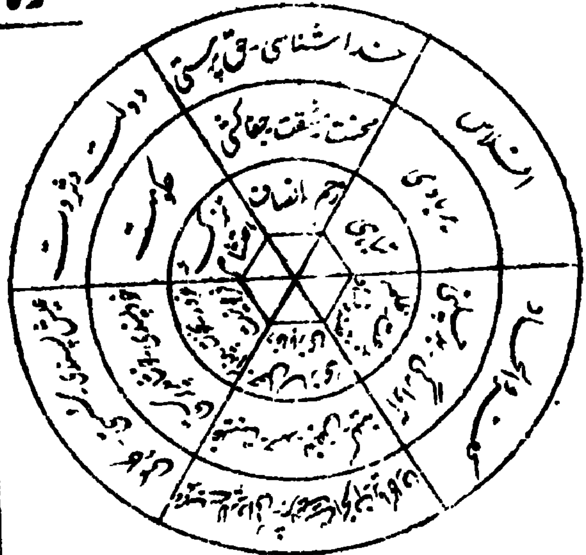
رات کو سونے لیٹیں تو ہم کو لازم ہے کہ دن بھر کے خرچ کا حساب کر لیا کریں ضروری نہیں کہ ہم کو لکھنا پڑھنا آتا ہو تب ہی حساب ہو سکتا ہے حساب تو زبانی یادداشت سے بھی ممکن ہے۔ ہم خیال کر سکتے ہیں کہ آج دن میں ہم نے فلاں فلاں کام میں اتنا اتنا خرچ کیا۔ اور فلاں خرچ ضروری تھا اور فلاں بیکار تھا۔ اس حساب سے یہ فائدہ ہوگا کہ دوسرے دن ہم فضول کام سے احتیاط کرینگے

اور اُس دن اگر کچھ فضول خرچی ہوگی تو تیسرے دن وہ اور بھی کم ہو جائیگی غرض اِسی طرح رفتہ رفتہ ہم اصلی ضرورت کے پیمانہ پر آجائینگے اور ہمارا خرچ آمدنی سے کم ہو جائیگا۔

ہماری فضول خرچی کی اصلاح زیادہ تر عورتوں کی اصلاح پر منحصر ہے۔ اُن کی فضول رسموں اور توہمات کی باتوں میں ہمارا اتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے جتنا بعض بدچلن مرد آوارگی میں خرچ کر دیتے ہیں۔ لہذا ہم کو اگر کفایت شعار بننا ہے تو ایک تو بازار میں جا کر ضرورت نہ پیدا کریں دوسرے رات کو خرچ کا حساب کر لیا کریں اور تیسرے عورتوں کی اصلاح کریں اور ان کو بدا و اسراف کی رسموں سے بچائیں اور یہ اصلاح اِس سے ہو سکتی ہے کہ رات کے حساب میں بیوی کو شریک کیا کریں اور نرمی و محبت سے اسکو فضول خرچی کی خرابیاں بتاتے رہیں کبھی نہ کبھی ایک دن اصلاح ہو ہی جائیگی۔

حمزہ خاں از ملکا پور۔ برار

زمانہ کا چکر



تواریخ عالم کا مطالعہ ہمیں ایک یادگار سبق سکھاتا ہے۔ اگر ہم صاحب بصیرت ہیں تو آنکھیں کھولکر دیکھیں۔ اِس سبق سے ایک مفید نتیجہ اخذ کریں اور اپنے زیر تعلیم بچوں کو سکھائیں کہ یہ بات ہے گرہ میں باندھنے کے قابل۔ اگر آپ اقوام عالم کی تواریخ غور سے پڑھینگے تو ہر قوم کی حالت اِس چکر کے گرد گھومتی نظر آئیگی گویا ایک دنیا ہے کہ اِس چکر میں پڑی ہوئی ہے۔ مگر یہ بات اِس کے امکان سے باہر ہے کہ اپنے کو اِس چکر سے باہر نکال سکے جس طرح ہماری شاعری میں صنعت مدور کا چکر ہوتا ہے کہ جہاں سے آپ کا جی چاہے شروع کیجیے اور چکر کے گرد گھوم کر پھر اُسی نقطہ پر واپس آجائیے جہاں سے چلے تھے۔ مگر مصرعہ ہر حال میں موزوں ملیگا اور کسی صورت میں مطلب خبط نہ ہونے پائیگا۔ وہی حال اِس چکر کا بھی ہے۔ آپ اِس دائرہ کے کسی حصہ سے چلیے اور اُس کے گرد گھوم کر اپنے ابتدائی نقطہ پر واپس آجائیے مگر نتیجہ ہر حال میں یکساں رہیگا اور وہی مطلب اخذ ہوگا جس مقصد کے ظاہر کرنے کے لیے یہ چکر بنایا گیا ہے۔

فرض کیجیے کہ آپ "دولت و ثروت" والے حصہ سے شروع کرتے ہیں جب کسی قوم کے پاس دولت و ثروت کا سامان بہم ہوگا تو ایک حد تک حکومت بھی اُسکے قبضہ میں ضرور آئیگی چاہے وہ صرف اُسکی مختصر سی جائداد اور خدام اور ملازمین تک محدود ہو جائے اِس حد سے تجاوز کرکے اور دور تک پہنچے۔ حکومت اور دولت کے ساتھ تزک و احتشام کا ساتھ بھی لازماً ہوگا۔ اب آگے بڑھیے۔ دوسرے خانہ میں آئیے۔ دولت۔ حکومت اور تزک و احتشام کے ساتھ عیش پسندی۔ اِس کے بعد سستی اور کاہلی کا آجانا عیش و آرام کا نتیجہ ہے۔ ضرور آجائیگی۔ جب دولت و ثروت بھی ہے۔ عیش و آرام بھی ہے سستی اور کاہلی کا غلبہ شروع ہو گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ خود پسندی اور خوشامد پرستی بھی نہ آجائے۔ وہ تو ضرور سایہ کی طرح ساتھ ہی ساتھ آئیگی۔ خود پسندی اور خوشامد پرستی کا بدیہی نتیجہ نخوت و پندار ہونا چاہیے۔ مصاحبین ضرور اپنا جال پھیلائینگے اور اپنے ولی نعمت میں وہ صفات پیدا کرکے دکھا دینگے جو نہ اُس میں کبھی تھیں اور نہ حشر تک کبھی ہو سکتی ہیں۔ نخوت و پندار کا رنگ جب اور گہرا ہو جائیگا تو ضرور ہے کہ فرعونیت کا رنگ پکڑے۔

اب چکر کے تیسرے حصہ پر آئیے دولت۔ ثروت۔ حکومت۔ عیش۔ سستی کاہلی۔ غرور۔ نخوت۔ فرعونیت اتنا سامان جمع ہو جانے پر اللہ میاں کو کون یاد رکھ سکتا ہے۔ سب سے پہلے مذہب سے لاپروائی شروع ہوگی۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ رفتہ رفتہ شریعت کے احکام سے انحراف جائز سمجھ لیا جائیگا۔ تن آسانی ضرور اِس کی سفارش کریگی۔ گو علماء و مشائخ کے جلسوں میں ریاکاری سے کام لیا جائیگا۔ مذہب سے لاپروائی اور ریاکاری ملکر اچھی باتوں کی جانب سے کنارہ کشی اور بُری باتوں کی جانب میلان پیدا کریگی ایسی صورت میں بغض حسد اور کینہ کمینہ اوصاف پیدا ہو جانا کیا بعید ہے بلکہ گرد و پیش کے حالات کا تقاضہ یہی ہے امتداد زمانہ سے یہ بدعادتیں اور زیادہ گہرا نقش دل پر جمائینگی۔ اور ایک مہیب صورت اختیار کرینگی۔ جو حیلہ سازی اور دغا بازی تک پہنچا کے چھوڑینگی۔ اب اِس حصہ کو ختم کرکے اِس کے بعد والے حصہ پر جائیے۔

مذہب سے لاپروائی اور اوپر کا سارا اسباب جہالت رفتہ رفتہ کفر و الحاد کی طرف بڑھا لیجائیگا۔ جب کوئی قوم اِس حد تک پہنچ چکی تو سوا آوارگی۔ بدچلنی بد عہدی و ظلم۔ فتنہ و فساد کے اور کیا انجام ہوتا ہے۔ اب اِس حصہ کو بھی ختم کر چکے۔ دوسرے حصہ پر چلیے سستی اور کاہلی بھی ہے جور و ظلم۔ فتنہ و فساد موجود ہی تھا جعل سازی دغا بازی بھی موجود ہے اور آوارگی اور بدچلنی بھی۔ پھر افلاس دوش بدوش ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔ افلاس کا بدیہی نتیجہ بربادی اور تباہی ہونا چاہیے۔ اور یہی

ظہور میں ہی آیا اب اس حصہ کو بھی ختم کر چکے اس کے آگے بڑھیے۔
جب مفلسی آئی۔ فاقے پر فاقے ہونے لگے۔ نہ پیٹ بھر کر کھانا ہے نہ تن کو کپڑا تب کیا ہوگا؟ اللہ یاد آئیگا۔ ہائے تو چلے نان پارے۔ سید عالم خدا کا اب ایسی اوقات پر پہنچ لیے۔ تو خدا یاد آیا۔ اب۔ ورد ہے ہیں۔ دُہائی دے رہے ہیں کہ اے پروردگار عالم تو ہی مددگار تیرا ہی آسرا ہے۔ ہم گنہگار ہیں۔ بہت سزا پا چکے اب توبہ کرتے ہیں۔ تو ہی غفور و رحیم ہے ع برمن منگر بکرم خویش نگر۔ جب تک گھر میں کھانے کو تھا تب میاں سے عداوت ٹھان لی تھی اب جب فاقہ پر فاقہ ہونے لگا تو اللہ میاں سے ہی ناتا جوڑا۔ کھاتے تھے اور لمبی تان کے سوتے تھے نہ خدا نہ غم کھانا۔ مگر اب کاہل رہیں تو مریں۔ کھائیں کہاں سے لہٰذا اب پھر محنت پر مائل ہوئے۔ اللہ کو یاد کرنے لگے تھے۔ خود سخت مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے۔ تو اوروں کی مصیبت دُکھ درد کا احساس ہونا بھی لازمی تھا۔ لہٰذا خداشناسی محنت اور جفاکشی کے ساتھ ہی ساتھ رحم اور انصاف بھی آیا۔
حق شناسی و حق پرستی کے ساتھ رحم اور انصاف بھی آنا ضروری تھا۔ اب اس حصہ کو بھی ختم کر چکے دوسرے حصہ پر آئیے۔
جب اللہ سے ڈرے۔ رحم و انصاف پر مائل ہوئے محنت اور جفاکشی کی تو محنت کا ثمرہ دولت و ثروت ہے اور یہی خداشناسی اور حق پرستی کا انعام بھی ہے دولت و ثروت اپنے پیچھے حکومت بھی لائی۔ القصہ آپ پھر اسی نقطہ پر واپس آ گئے جہاں سے آپ چلے تھے۔ اسی طرح آپ کسی حصہ سے شروع کریں تو درجہ بدرجہ مختلف مدارج اور منازل طے کرتے ہوئے آپ پھر اسی نقطہ پر واپس آ جائینگے۔
آپ اور قوموں سے بحث نہ رکھیے خود اسلام ہی کے عروج و زوال کو لیجئے اور ان واقعات کو اس چکر کے نقشہ کے خانوں پر منطبق کر کے دیکھ لیجیے۔ مگر اس سے کیا نتیجہ نکلے گا؟ یہی اور صرف یہی کہ ہمیں اپنی سستی اور کاہلی کی بدولت یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ کاش یہ افلاس، تباہی اور بربادی ہمارے لیے تازیانۂ عبرت بن جائے اور ہم پھر خداشناسی اور حق پرستی کی سیدھی شاہراہ پکڑ کے محنت، مشقت اور جفاکشی کے خوگر ہو جائیں سستی اور کاہلی کو خیرباد کہیں تو برٹش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت کے امن میں ہم پھر دولت، ثروت کی حالت پر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر دنیا میں ہمارا کوئی دشمن ہے تو صرف ہماری کاہلی ہی ہے۔ اگر ہم اس دشمن کو بیخ کنی کر سکیں تو ہماری فتح یقینی ہے۔

آزاد بیگم (در پیام اُمید آگرہ)

میں خوش کس طرح ہوں؟

دنیا میں سب سے دیکھو کوئی اپنے حال پر قانع نہ ملیگا۔ بیماریوں اور دنیا کی مصیبتوں کو جانے دو۔ جو لوگ خدا کے فضل سے ہر طرح آسودہ حال ہیں اور ہر قسم کی نعمت انہیں میسر ہے اُن کے دل کا حال پوچھو تو وہ بھی سو طرح کے فکر اور غم بیان کرینگے۔ اور کہیں گے کہ ہم اپنی حالت پر خوش نہیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الْاِنسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْد۔ یعنی انسان اپنے پروردگار کا شکر گزار نہیں۔ میں اور کسی کو کیا کہوں۔ اپنی حالت پر غور کرتا ہوں کہ درد گردہ کا مجھے عارضہ ہے اور جب اس کا دورہ پڑ کر آرام حاصل ہوتا ہے تو دو چار روز اسی صحت کی نئی نعمت کا بہت شکر گزار ہوتا ہوں حالانکہ وہ نئی نعمت نہیں۔ وہ تو بیچ کی حالت ہوتی ہے جس کا مجھے ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہیے تھا لیکن چونکہ یہ نعمت ایک ایسی رحمت الٰہی ہے جو سب پر عام ہے اور ہر حال میں ہر ایک پر حاضر ہے اس لیے ہم اپنی نادانی سے اسے نعمت نہیں جانتے۔ ہماری حالت اس نالائق غلام کی سی ہے جسے ہمیشہ مار پیٹ ہوتی رہتی ہو۔ اور جب ایک گھڑی کیلیے اُسکی مار پیٹ موقوف کیجائے تو وہ بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کر دی جائے تو وہ بے وقوف اکڑنے لگے اور شکر گزاری بالکل ترک کر دے!
روایت ہے کہ ایک غریب نے کسی اہل دل سے اپنی مفلسی کی شکایت کی اور بیان کیا کہ اسکے باعث میں شدت سے غمگین رہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درہم لو؟ اس نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اچھا تمہیں یہ پسند ہے کہ دس ہزار درہم لو اور گونگے ہو جاؤ؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ دس ہزار درہم کے بدلے تمہیں لنجا اور لولا ہونا منظور ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دس ہزار درہم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ تب انہوں نے فرمایا کہ تمہیں اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہیں آتی کہ باوجودیکہ پچاس ہزار درہم کی مالیت اس نے تم کو دی پھر بھی شکایت کرتے ہو۔
ہم ناشکری صرف اس نعمت کا شکر کرتے ہیں جس پر ہمارا کچھ اختصاص ہو جاتا ہے۔ اسکے سوا اور نعمتوں کو جو سب کو ہر وقت حاصل ہیں بھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طور پر شکر گزار رہنے کی توفیق بخشے +

خاکسار سیّد ممتاز علی (در تہذیب النسواں لاہور)

قومی ترقی کے لیے ایثار کی ضرورت

انسان کی زندگی کیلیے بہادری۔ ایثار اور قربانی ایسی ہی ضروری ہیں جیسے کھانے میں نمک۔ ایسی قوم کیلیے جسے ابھی ترقی کے میدان میں قدم ہی رکھنا ہو یہ صفات لازمی ہیں کبھی کسی ایسی قوم نے عروج نہیں پایا جس نے میدان ترقی میں داخل ہو کر قربانیاں نہ دی ہوں خطرے کا سامنا کرنا مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا تکلیف اور تنگدستی کو برداشت کرنا زندگی کی بہترین چیزوں اور نعمتوں کو عام لوگوں کی بھلائی کا فرض ادا کرنے کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنا یہ تمام بڑے بہادروں اور حقیقی رہنماؤں کی صفات ہیں۔

پنڈت بشن نراین در (الناظر لاہور)

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

کہیں جاننے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں !

علم و ادب

جنّت سے چھٹا خط

شوہر کی طرف سے بیوی کے نام

اے مایۂ عیشِ جہاں اے نو بہارِ زندگی — زندہ رکھے تم کو وہاں پروردگارِ زندگی
عفت تمھاری تھی مرا دنیا شرافت کا نشاں — وابستہ تم سے تھا مگر عز و وقارِ زندگی
رہتی ہو اتنی بیقرار اب تم فقط میرے لیے — زندہ جو میں دنیا میں تھا تم تھیں قرارِ زندگی
افسوس وہ نشو و نمائے زندگی جاتی رہی — باغِ جہاں میں لٹ گئے نقش و نگارِ زندگی
برباد ہو کر رہ گیا سب گلستانِ آرزو — دستِ قضا نے لوٹ لی آخر بہارِ زندگی
بعدِ فنا یہ رازِ ہستی آشکارا ہو گیا — تھا منحصر اک سانس پر دار و مدارِ زندگی
بخشی تھی جس نے زندگی مختار تھا اُس کا وہی — ہاں ہاں اُسی کے ہاتھ میں تھا اختیارِ زندگی

انداز فطرت میں خدائی بھر سے لاثانی ہے وہ
فانی نہیں، لیکن خدائے عالمِ فانی ہے وہ

میرے غمِ فرقت میں کیوں اسقدر گھبراتی ہو تم — پژمردگی ہے اسقدر مرجھائی سی جاتی ہو تم
رنگین کپڑے اب نہیں ملتے پہننے کے لیے — "بیوہ" جو کہتا ہے تمہیں کوئی تو شرماتی ہو تم
اندوہِ رحلت نے مرے تم کو کیا ہے مضطرب — روتی ہو اور بچوں کو بھی دن رات رُلواتی ہو تم
کھویا ہوا شوہر زمیں سے پائیگی کیا پھر تم — آنکھوں سے اپنی خون کے آنسو جو برساتی ہو تم
یہ انقلابِ چرخ ہے یہ گردشِ تقدیر ہے — یعنی سہاگن تھیں کبھی اب رانڈ کہلاتی ہو تم
پر مٹتی نہیں بے کل تمہیں رہتی ہو بیکل رات دن — اکثر تڑپ کر اپنے ہمدردوں کو تڑپاتی ہو تم
اب کھانے پینے کی ہے سدھ تم کو نہ سکھ کی نیند ہے — بیوی مجھے معلوم ہے دُکھیا نظر آتی ہو تم

تم جاگتی ہو سوگ میں افلاک کے سائے تلے
اور سو رہے ہیں بے خبر ہم خاک کے سائے تلے

میری طرح جو دارِ فانی سے فنا ہو جائیگا — وہ ہر تعلق سے زمانہ کے جُدا ہو جائیگا

رونے سے ہے کیا فائدہ بیکار سی یہ بات ہے — اب مر بھی جاؤ گی جو تم رو کر تو کیا ہو جائیگا
بے سود ہے آہ و بکا کچھ غور کرنا چاہیے — کیا مرنے والا پھر کہیں جلوہ نما ہو جائیگا
بس عقدِ ثانی ہے مداوا اس غمِ جانکاہ کا — اس طرح ہلکا کچھ دلِ درد آشنا ہو جائیگا
حکمِ شریعت سے اگر تم نے نہ کیں تابیاں — خوش ہو گی روحِ مصطفٰے راضی خدا ہو جائیگا
تم پھر نئے سر سے سہاگن اس طرح بن جاؤ گی — اس زندگی میں لطف پیدا اک نیا ہو جائیگا
پھر بزمِ عشرت زار کی سرگرمیاں بڑھ جائینگی — غم کی اندھیری رات میں پھر چاندنا ہو جائیگا

ایسا کرو سکھ پاؤ گی آرام کافی اس میں ہے
دکھ جس قدر تم سہہ چکیں سب کی تلافی اس میں ہے

ننھے ابھی نادان ہیں بچّوں کی کفالت چاہیے — دنیا میں رہنا ہے تو سامانِ معیشت چاہیے
عدت کے دن جب ختم ہوں ہو انتہائے بیوگی — اسلام میں پابندیٔ حکمِ شریعت چاہیے
عفت پناہی کے لیے ہے اک محافظ لازمی — عزت اسی میں ہے اگر دنیا میں عزت چاہیے
بد رسموں نے کر دیا اکثر گھرانوں کو تباہ — دی ہے خدا نے عقل بد رسمی سے نفرت چاہیے
کوئی مصیبت ایک سی حالت میں رہ سکتی نہیں — لیکن مصیبت کے اٹھا لینے کو ہمت چاہیے
فطرت کا ہے یہ مقتضا شوہر ضروری چیز ہے — فطرت کے سب محتاج ہیں تائیدِ فطرت چاہیے
دل کی لگی دو روز میں ہو جائیگی سب دل لگی — سب رنج و غم مٹ جائینگے شوہر سلامت چاہیے

اچھا اگر میری اجازت کی ضرورت ہے تمہیں
تم عقدِ ثانی شوق سے کر لو اجازت ہے تمہیں

سیماب (صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

رباعیاتِ اکبر

نہ بُرے اونٹ ہو نہ ہو ملد اگ — نہ تو ٹھنڈی ہی ہو نہ تم ہو آگ
چال ہے اعتدال کی اچھی — سازِ حکمت کا جوڑ ہے یہ راگ

اس قوم کو ایک دل کی رغبت ہی نہیں — جو ایک کرے اُدھر طبیعت ہی نہیں
اکبر کہتا ہے میل رکھو باہم — وہ کہتے ہیں میل کی ضرورت ہی نہیں

ترجمہ رباعیات عمر خیام

گر گوہرِ طاعتت نہ سفتم ہرگز　　گر گرد گنہ ز چہرہ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہِ کرمت　　زانرو کہ یکے را دو نگفتم ہرگز
سچ ہے تری طاعت کا پرویا نہ کبھی　　چہرہ عرقِ شرم سے دھویا نہ کبھی
پھر بھی نہیں مایوس کرم تجھسے کریں　　جز تیرے ہوا غیر کا جویا نہ کبھی

این کوزہ چو من عاشقِ زاری بودست　　کاندر طلبِ روے نگارے بودست
این دستہ کہ در گردنِ او می بینی　　دستیست کہ در گردنِ یارے بودست
یہ کوزہ بھی مجھسا کوئی بسمل ہوگا　　یار اس کا کوئی حور شمائل ہوگا
دستہ نہیں کوزے کا یہ ہاتھ اس کا ہے　　جو گردنِ جاناں میں حمائل ہوگا

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما　　کاے رندِ خراباتی و دیوانۂ ما
برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ ز مے　　زاں پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما
اک صبح صدا آئی یہ میخانے سے　　اے رندِ خرابات مرے دیوانے
لو جام بھریں مے سے ابھی جانے آن　　پیمانۂ تن سے یہ نئے جاں چھلکے

چوں عہدہ نمی شود کسے فردا را　　تو حالیا خوش کن دلِ شیدا را
مے نوش بنورِ ماہ اے ماہ کہ ماہ　　بسیار بتابد و نیابد ما را
کل تک کا بھروسہ تو نہیں اس دم کو　　تو آج ہی خوش کر لے دلِ پُر غم کو
پی لے شبِ ماہ میں اے ماہ کہ چاند　　ڈھونڈیگا یہ پائیگا کہاں پھر ہم کو

سید ابراہیم محب (در النجم لکھنؤ)

کمزور چیونٹی

خدا کی شان تو دیکھو کہ ایک مورِ ضعیف　　میں اس کے ذوقِ تماشا کی کیا کروں تعریف
[illegible] نزار و زار نحیف　　پہاڑ سامنے ہو تو کہے مزاج شریف
فلک کا [illegible] نہاں ہے ہٹ نہیں سکتا　　قدم ہے سست مگر بڑھ کے ہٹ نہیں سکتا
شکم [illegible] وہی میں بھی مضبوط ہے قوی پیکر　　سروں پہ بوجھ نہیں پھول رکھ لیے سر پر
قطار بندھ کے جاتا ہے اس طرح لشکر　　کہ جیسے جا کے اٹھائیگا گنبدِ اخضر
جو پانی آئے تو تنکوں کی ناؤ بنا کے بڑھیں　　ہزار فصل پہ ہو فصل پھیر کھا کے بڑھیں
یہ ایک سیلِ بحری حیل سے نہیں رکتا　　کہ جیسے شیر کا منہ سیل سے نہیں رکتا

آغا شاعر قزلباش (دہلوی) (در زمانہ کانپور)

اکلِ حلال

نکلے ابراہیم ادہم طالبِ اکلِ حلال　　چھان ڈالا سب عراق آیا نہ ہاتھ اُنکو کہیں
پھرتے پھرتے ہو گئے جب وہاں سے ناامید　　تب گئے طرطوس کو دلکش تھی جس کی سرزمیں
دس درم کے پائی تنخواہ اُن کی ماہوار　　باغبانوں میں وہ نوکر ہو گئے آخر وہیں
باغ کے مالک نے مانگا ایکدن شیریں انار　　توڑ لائے وہ ترش تو جھڑکیاں خوب انکو دیں
پھر انہیں بھیجا دوبارہ لاؤ اک شیریں ڈھونڈکر　　لائے تو پھر بھی ترش پاکر ہوا وہ خشمگیں
اُن سے بولا کیا نہیں ہے فہمِ شیرین و ترش　　کتنے ناواقف ہو گو مدت سے رہتے ہو یہیں
تب دیا اُسکو یہ ابراہیم ادہم نے جواب　　میں تو میووں کو رکھاتا ہوں نہیں کھاتا کہیں

شوق قدوائی (در "ہمدم" لکھنؤ)

دیہاتی زندگی

دیہاتی زندگی جو ایک مزارع کو حاصل ہوتی ہے کیسی سادی اور کیسی دلفریب زندگی ہوتی ہے۔ نیچر کے نظر فریب منظر اس کی نگاہ کے سامنے ہوتے ہیں اور چونکہ دنیا کے بوقلموں جھگڑوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا قلبی تسکین اور راحت ہر وقت حاصل رہتی ہے۔ دیہات میں انسان کو ہر شے کی صاف، سادہ اور قدرتی حالت کا مزہ آتا ہے لیکن شہروں میں مذاق بگڑ جاتے ہیں اور ہر چیز مصنوعی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ دیہات میں بے ضرر اور ارزاں آسائش افراط سے ملتی ہے لیکن شہروں میں مضرت رساں اور گناہ میں مبتلا کرنے والے فیشن طبیعت کو خراب کر دیتے ہیں۔

کسان کو ایک اور حقیقی خوشی بھی اکثر حاصل ہوتی ہے یہ کہ جب وہ چاروں طرف دیکھتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرے بوئے ہوئے بیج ہیں جو اب پھل لا رہے ہیں۔ خود نے میری محنت ٹھکانے لگائی ہے۔ اُسے اپنی عرق ریزی کا ثمرہ تیار نظر آتا ہے اور اپنے بوئے ہوئے کھیت کو سرسبز تر و تازہ دیکھکر اس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔

زراعت کا فن دنیا میں سب سے پہلے ایجاد ہوا اور باقی تمام فنون اسکے پیچھے ایجاد اور اختراع ہوئے۔ ابتدائے آفرینش سے لوگ گلہ بانی باغبانی اور کسانی میں مصروف ہیں قدرت نے سب سے پہلے انسان کو زراعت کرنا اور زمین سے اناج پیدا کرنا سکھایا ہے ✣

(از حکمتِ عملی)

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھکر حق بات کو نہ چھپاؤ

تنقید و تقریظ

روزنامۂ کسان - لاہور روزانہ اسلامی اخبارات میں کسان لاہور بھی ایک نہایت وقیع ومعتدبہ پرچہ ہے جو آجکل البیان و وکیل کے سابق ایڈیٹر جناب مولوی عبداللہ العمادی صاحب کی زیر ادارت اپنے ناظرین کے لیے علمی دلچسپی اور اخباری معلومات کا عمدہ سامان بہم پہنچا رہا ہے مولوی عبداللہ العمادی صاحب کا رنگ تحریر عام اخباری روش سے ممتاز ایک خصوصیت رکھتا ہے جس میں تاریخی چاشنی اور علوم مشرقیہ کی رنگ آمیزی نے ایک ادبی نوعیت کی دلکشی پیدا کر دی ہے۔ سیاسیات حاضرہ اور مسائل قومیہ کے متعلق ہمعصر کسان کی تحریرات تاریخی نظائر وعبر اور متقدمین کے سبق آموز کارناموں کے تذکرہ سے اثر اندازی میں بعض اوقات دوسرے اخبارات کی تحریرات سے بڑھ جاتی ہیں۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تاریخی آورد کی کرختگی مضامین میں محسوس ہونے لگتی ہے۔ بہرحال کسان اچھا اخبار ہے اور مسلمانوں کو اُس کی قدر کرنی چاہیے۔ سالانہ قیمت ۱۲ ششماہی ۷ سہ ماہی ۴ اور ماہوار ۱۲ ہے۔ جو ایک اچھے روزانہ اخبار کے لیے کم از کم قیمت ہے۔

روزنامۂ العصر - لاہور یہ معتدبہ روزنامہ بھی لاہور ہی سے شائع ہوتا ہے اور اپنی تھوڑی سی عمر میں بہت کچھ نیکنامی حاصل کر چکا ہے۔ العصر میں ایک خاص خوبی یہ ہے جس کی اور اخباروں کو بھی تقلید کرنی چاہیے کہ وہ عموماً ایسے مسائل پر قلم فرسائی کرتا ہے جو مسلمانوں کی اہم ضروریات سے تعلق رکھتے ہیں۔ قوم کی تعلیمی - مذہبی اور تمدنی پستی پر اُس کی خاص طور پر نظر رہتی ہے اور وہ وقتاً فوقتاً بسیط اور مدلل مضامین کے ذریعہ سے ایسے مفید مشورے پیش کرتا رہتا ہے کہ اگر اُن پر عمل کرنے کی ہمکو توفیق ہو تو بہت جلد ہماری نکبت زدہ حالت میں خوشگوار تغیر رونما ہو سکتا ہے۔ العصر کی رائیں دنیا کی سیاسی رفتار پر اگرچہ بہت زیادہ وقیع نہیں ہوتیں لیکن فی الحال ہمیں اس کی اتنی زیادہ ضرورت بھی نہیں ہے اور اس فرض کو معزز ہمعصر بہدم خاص قابلیت سے ادا کر رہا ہے۔ قومی اور اصلاحی نقطۂ نظر سے ہم العصر لاہور کی خدمات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہمارے نزدیک ایسے ہی اخباروں کی فی زمانہ مسلمانوں کو زیادہ ضرورت ہے۔ العصر کی سالانہ قیمت ۱۲ ششماہی ۷ سہ ماہی ۴ اور ماہوار ۱۲ ہے جو اس گرانی کاغذ کے زمانہ میں ضروری اخراجات کی بمشکل متحمل ہو سکتی ہے۔

روزنامۂ پنجاب - لاہور مسلمانوں کے روزناموں میں ہمعصر پنجاب لاہور سب سے سستا اخبار ہے جو صرف ایک پیسہ میں فروخت ہوتا ہے اور غالباً اسی ارزانی قیمت کا نتیجہ ہے کہ اسکو عوام الناس کے جذبات و مذاق کا خاص طور پر خیال رکھنا پڑتا ہے اور اُس کے صفحات میں عامیانہ دلچسپی کا مواد زیادہ ہوتا ہے۔ ہم اُن لوگوں کی رائے سے متفق نہیں ہیں جو عامیانہ مذاق کے مضامین کی اشاعت کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک عوام الناس کی تعلیم و اصلاح کا یہ ایک عمدہ ذریعہ ہے بشرطیکہ اُس سے کوئی مفید کام لیا جائے۔ دعوت الی الحق میں حکمت سے کام لینا بھی ضروری ہے اور کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم کی ہدایت مصلحین قوم کے پیش نظر رہنے کے قابل ہے۔ پس تمام اخبارات و رسائل کا ہمہ تن متانت و تقدس بن جانا اور اپنی صدائے اصلاح سے ایک گروہ کثیر کو بالجبر محروم کر دینا توسیع مقاصد اصلاح کے حق میں مضر ہے اس لیے ہم پنجاب کو مقبول عام روش تحریر اختیار کرنے پر کوئی الزام نہیں دیسکتے البتہ یہ دیکھکر ہمیں ضرور افسوس ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہمارا معزز ہمعصر شاید جوش حریت میں مہمات مقاصد قومیہ کو بھی عامیانہ مذاق کی تفریح پر قربان کر دیتا ہے اور معتدد قومی کارکنوں کے متعلق بلاضرورت بھی ذاتیات کی رکیک بحث چھیڑنے سے احتراز نہیں کرتا۔ چنانچہ آج ہی کے پرچہ میں اور شاید اس سے قبل بھی پنجاب کے افتتاحی مضامین میں معزز ہمعصر ہمدم لکھنؤ کے قابل اور مآل اندیش ایڈیٹر کی نسبت جو الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اُن سے ہمارے مذکورۂ بالا خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایڈیٹر صاحب پنجاب اختلاف رائے سے اس قدر کیوں بیزار ہو جاتے ہیں اور کیوں پبلک معاملات پر رائے زنی کرنے میں ذاتیات پر بھی حملہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اپنے فرائض کی حدود پر پھر ایک نظر ڈال لینگے اور اپنی وجہ سے کل اسلامی اخبارات پر بدنامی نہ آنے دینگے۔
پنجاب کے متعلق ہمیں ایک یہ بھی شکایت ہے کہ اس میں دوسرے اخبارات و رسائل کے مضامین اکثر بلاحوالہ نقل کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ یہ کاتب کا قصور ہو۔ بہرحال اصلاح ہونی چاہیے۔ پنجاب کی سالانہ قیمت لعہ ششماہی عہ سہ ماہی ۱۲ ماہوار ۳ ہے۔

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ قرآن کو دین و ایمان جانتا ہو لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے یہ سچ ہے کہ ترکی۔ ایران۔ ترکستان۔ افغانستان میں ملکی زبان میں ترجمۂ قرآن مجید شایع نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی شریف مسلمان ایسا نہیں کہ ذی علم ہے اور قرآن عربی کو سمجھ نہیں سکتا حتیٰ کہ چین کے مسلمان بھی اس کلیہ سے مستثنے نہیں ہیں۔ یہ صرف آج کل کا ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی سمجھنے سے قاصر ہیں اور اسی ضرورت پر خیال کر کے علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی جملہ تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے۔ پورے قرآن مجید کا ایک بامحاورہ ترجمہ عبارات قرآنی سے علٰحدہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ او مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شایع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ نہایت مبسوط لکھا ہے جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں :-

(۱) ترجمہ کرنے کا خیال کب اور کیوں پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانۂ سلف اور زمانۂ اخیر میں (۳) زمانۂ حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم کے خیالات مختلفہ (۵) مولانا نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ (۶) ترجمہ موجودہ کی اشاعت کے اسباب (۷) ترجمہ کی دقتیں (۸) مختلف ترجمے (۹) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصول مذاہب مختلفہ (۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب آسمانی اور پیغمبر (۱۳) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۴) حضرت جبرئیل اور نزول قرآن (۱۵) رسالت اور آنحضرت محمد (۱۶) قرآن مجید کا نزول (۱۷) قرآن کی سورتیں اور آیتیں (۱۸) تدوین قرآن (۱۹) اعراب قرآن (۲۰) قرآن کے تیس پارے (۲۱) متضاد احکام قرآن میں نہیں ہیں (۲۲) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۳) مکرر اقتباسات آن میں۔ (۲۴) قرآن کے مضامین کا سمجھنا۔ (۲۵) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ اسلام بھی دیکھنا چاہیئے۔ (۲۶) برکات اسلام (۲۷) چند احکام قرآن جن پر صرف یورپ کے مہذب لوگ عامل ہیں (۲۸) برکات اسلام کے لیئے الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۲۹) معجزات (۳۰) مولف کی معذرت (۳۱) آیات قرآنی میں علماء کا اختلاف (۳۲) درخواست مسلمانوں سے ٭

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے اور جتنے مسائل شرعی قرآن سے نکلے ہیں ان کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف قرأت جو علماء حنفی المذہب اور اہل تشیع میں جو مسائل فقہ مختلف فیہ ہوگئے ہیں اُن کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق جو ترجمہ اختلافی ہیں یا علماء حنفی المذہب نے باہمی اختلافات کئے ہیں حاشیۂ زیریں میں سب کا بیان ہے۔ تاکہ ترجمہ سب مذاہب کے لئے یکساں مفید ہو لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو سنی حنفی المذہب کے موافق ہو کیونکہ انہیں کی کثرت ہندوستان میں ہے ٭

فارسی و اُردو کے قدیم ترجمے اور اُردو کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کر کے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان صحیح ترین ترجمہ اسے کہنا بجا ہے۔ یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ علامہ نے پچیس برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے۔ بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اوّل اوّل ۱۸۹۲ء میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ شایع کیا تھا اور اُس سے چار برس کے بعد ۱۸۹۶ء میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شایع ہوا تھا پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے اور اب اسکا نتیجہ ظاہر ہوا ہے ناظرین بالکل ترجمہ کو دیکھکر انشاء اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ دیر آید درست آید۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ بذریعہ وی۔ پی طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور کم سے کم اتنا تو ہو کہ یہ تحریر ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے ہاتھوں میں پہونچکر اشتہار کا باعث ہو۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ سلیس زبان میں عام فہم طریقہ پر جسکے لیئے علامہ کی تحریرات خاص شہرت رکھتی ہیں کیا گیا ہے

ہدیہ قیمت فی جلد مذہب تین روپیئے (سے) (نوٹ) جہاں سینکڑوں ہزاروں روپیہ اور کاموں میں خرچ ہوتے ہیں اس قدر روپیہ قرآن کی سمجھنے میں خرچ ہو [illegible]

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصل	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو [illegible]	اردو	مذہب اسلام	۶۲۰	سے	سے	مجلد
۲	تاریخ الاسلام	اردو	مذہب اسلام	۱۸۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳	الاسلام	اردو	[illegible]	۸۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	[illegible]	اردو	مذہب اسلام	۲۷۰	[illegible]	۱۰	[illegible]
۵	[illegible]	اردو	[illegible]	۱۸۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصل	قیمت رعایتی	کیفیت
۶	تحفۃ الاوائل	اردو	[illegible]	۲۰	۰۱	۰۱	۰
۷	نشتر سخن	[illegible]	[illegible]	۸۰	[illegible]	[illegible]	۰
۸	زبان اردو	اردو	پالٹکس	۳۲	۲	۱۲	۰
۹	[illegible]	انگریزی	۰	۱۸	۴	۲	۰
۱۰	[illegible]	۰	۰	۴۴	۴	۲	۰

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصل	قیمت رعایتی	کیفیت
۱۱	[illegible]	اردو	[illegible]	۳۴۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۲	[illegible]	انگریزی	۰	۴۰	[illegible]	[illegible]	۰
۱۳	[illegible]	۰	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰
۱۴	[illegible]	۰	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

المشتہر عبد الواحد خان منیجر قاضی اینڈ کمپنی گورکھپور



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ

حسن سیرت، معاشرت کا روحانی طبیب۔ اخلاقی و

تمدنی امراض کا مذہبی معالج۔ مسلمان مردوں کا رہبر۔ عورتوں کا

معلم۔ بچوں کا اتالیق۔ مفید اصلاحی مضامین کا دلکش مجموعہ

ہر شمسی مہینے کی پہلی تاریخ کو شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک
قسم اول ۲ قسم دوم ۱
قیمت فی پرچہ ۳

محال است سعدی کہ راہ صفا + تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسوۂ حسنہ

[illegible] ... تعلیم ... [illegible] ... حاصل ... [illegible] ... اصلاحی ... [illegible]
[illegible] ... تعلیم ... [illegible]
[illegible] ... عادت ... [illegible] ... بلحاظ ... [illegible]
[illegible] ... کی [illegible] کی تعلیم ... [illegible] ... تمام ... [illegible]
مقصد کریں ... [illegible] ... عیاشی ... [illegible] ... رسوم کو ترک کریں ... [illegible]
اور ہرگز قابل اتباع نہ سمجھیں ... [illegible] ... مسلمانوں ... [illegible]
[illegible] ... خودغرض ... [illegible] ... لیڈروں کے پھندے میں نہ پھنسیں ... [illegible] ... قومی ... [illegible]
قربانی نہ کریں ... [illegible] ... انسان ... [illegible] ... کی وراثت کا وہ مستحق سمجھے جائیں اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

قواعد و ضوابط

(۱) "اسوۂ حسنہ" ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو (انشاء اللہ) شایع ہوا کرے گا۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہونچے تو انہیں ۱۰ تاریخ تک مطلع کرنا چاہیئے ورنہ پھر شاید قیمتاً بھی نہ مل سکے۔ (۲) "اسوۂ حسنہ" دو قسم کے کاغذوں پر چھپتا ہے۔ قسم اول کے پرچہ کی سالانہ قیمت ... [illegible] ... اور قسم دوم کے پرچہ کی ... [illegible] ... محصول ڈاک مقرر ہے جو بہرحال پیشگی آنی چاہیئے۔ (۳) جو حضرات ... [illegible] ... امداد اسوۂ حسنہ کی سالانہ قیمت ... [illegible] ... عطا فرمائیں گے وہ معاونین خاص سمجھے جائیں گے۔ ان کے اسمائے گرامی اسوۂ حسنہ میں شایع ہوا کریں گے اور ان کو ... [illegible] ... غیر مستطیع حضرات کے لیئے اسوۂ حسنہ کی معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائے گی (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں نہیں پہونچے گی تو ہم آیندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لیئے وی۔ پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے اور خریدار کو یہ وی۔ پی قانوناً وصول کرنا ہوگا۔ (۵) اسوۂ حسنہ کا نمونہ اس شرط پر مفت دیا جا سکتا ہے کہ اگر نمونہ دیکھنے کے بعد رسالہ کی خریداری منظور نہ ہو تو اسے واپس کر دیا جائے ورنہ ایک سال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا وی پی ادا کر دی جائے (۶) جواب طلب امور کے لیئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے ... [illegible] ... نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے اور نام و پتہ صاف و خوشخط لکھنا چاہیئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی (۷) "اسوۂ حسنہ" میں اشتہارات چھپوانے والوں کے لیئے ... [illegible]

مضمون نگاروں کیلیئے

اسوۂ حسنہ کے قلمی معاونین کو مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول عنہ کا حوالہ ضرور دیں (۳) ایسے مضامین اسوۂ حسنہ کے لیئے نہ بھیجیں جو غیر ضروری، بے نتیجہ اور غیر محققانہ ہوں یا اسوۂ حسنہ کے مقاصد کے صراحۃً یا کنایۃً منافی ہوں یا جنہیں لفاظی و تخیل زیادہ اور مفید علمی و اصلاحی ... [illegible] ... یا جو مناظرہ و مجادلہ بازی کے رنگ میں لکھے گئے ہوں۔ (۴) اگر مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شایع ہو چکا ہو یا شایع ہونے کیلیئے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو ... [illegible] ... ورنہ رسالہ کی بدنامی کی ذمہ داری ان پر عاید ہوگی (۵) مضمون لکھنے سے قبل اسوۂ حسنہ کے مقاصد کا پڑھ لینا ضروری ہے جو ... [illegible] ... چھپے ہوئے ہیں (۶) اسوۂ حسنہ میں ... [illegible] ... ابواب مقرر ہیں مضامین میں ان کی مناسبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (۷) طویل اور غیر دلچسپ مضامین حتی الامکان اسوۂ حسنہ کے لیئے نہ لکھے جائیں ... [illegible] ... مفید تراجم ... [illegible] ... شکریہ کے ساتھ قبول کیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ کوئی اصلاحی، علمی یا ادبی خصوصیت رکھتے ہوں (۸) دلکش اصلاحی اور تاریخی ... [illegible] ... اہتمام سے ... [illegible] ... اسوۂ حسنہ میں ... [illegible] ... شوق سے شایع کی جائیں گی۔

مینیجر







اگر

آپ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہوں تو

لال شربت

پلاویں، کلیجے کی کمزوری دکھانسی والی خرابی کو دور کرنا چاہتے ہو تو

لال شربت

پلاؤ۔ پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک۔ دائیساں فائدہ کرتی ہے۔ پینے میں شیریں
اور رنگ سرخ ہونیکی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچہ کو استعمال کراکر آزمایش کیجئے





क़ीमत फ़ी शीशी
॥) मेहसूल ।)

قیمت ۱۲ ار فی شیشی محصول ڈاک
چار آنے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

روزنامہ

ہمدم

تمام اُردو زبان کے روزانہ پرچوں میں بہترین اخبار

ہے جو ہر روز سید جالب صاحب دہلوی کی اڈیٹری میں نہایت اعلےٰ درجے کے مضامین اور دلچسپ خبروں کو لیے ہوئے بہت آب و تاب کے ساتھ لاٹوش روڈ لکھنؤ سے شایع ہوتا ہے۔ اس اخبار میں ہر قسم کے معاملات پر نہایت مدلل اور آزادانہ طور پر بحث کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے ہر طبقہ میں اس کو پسند کیا گیا ہے اور خاص شہرت و قبولیت حاصل کر چکا ہے۔

اگر آپ نے اب تک اس کو نہ دیکھا ہو تو ذیل کے پتہ پر درخواست بھیجکر نمونہ طلب فرمالیجیے +

مینیجر روزنامہ ہمدم نمبر ۲ لاٹوش روڈ لکھنؤ

پہلے درویش کے جنگی کارنامے

روزانہ

العصر

اگر آپ ایک ایسا اخبار خریدنا چاہتے ہوں

(۱) جو صوت حق اور خدمت صدق کے لیے وقف ہو (۲) جو ملک کو پابندی اصول و آئین کی برکات سے مستفید ہونے کی ہدایت کرتا ہو (۳) جو ترقی علم و عمل میں کوشاں ہو (۴) جو ملک کی حقیقی نمایندگی اور قوم کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتا ہو (۵) جو ملک و قوم کی ظاہری و باطنی خوشحالی اور ترقیات کے لیے جائز کوشش کرتے ہوئے عام اخباری اغراض کی جامعیت کو مدنظر رکھتا ہو۔ (۶) جو حسن لطیف کے متعلق بھی نہایت تابناک جواہر ریزے پیش کرتا ہو (۷) جو دولت برطانیہ کا مخلص اور خیر اندیش ہو (۸) جو اسلام کا غلام ہو (۹) جو ہر قسم کے سودمند اہم مضامین و خبریں خاص اہتمام سے شایع کرتا ہو + تو

روزانہ "العصر" خریدیے

سالانہ ۱۲ ۶ ماہ کے لیے ۷ ۳ ماہ کے لیے ۴
اور ایک ماہ کے لیے ۱
نمونہ ذیل کے پتے سے منگاکر ملاحظہ کیجیے

مینیجر اخبار العصر لاہور

ایک مرتبہ شروع سے آخر تک پڑھ جایئے

مُردہ رُوحوں کو زندہ کرنیوالی علمی، ادبی، مذہبی، اصلاحی اور صوفیانہ کتابیں

جنکی مانگ میدانِ جنگ یورپ، افریقہ اور امریکہ تک سے آتی ہے

مقدس و متبرک مقامات کا بیمثل سفرنامہ

جسمیں نہایت دلکش ۱۲ نقشے اور تصویریں بھی ہیں

بلا مقدمہ کہ جسقدر سفرنامے اسوقت تک اُردو میں لکھے گئے ہیں یہ سفرنامہ بلا مبالغہ اُن سب سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد ہے۔ عزیز رسالہ اُسوۂ حسنہ میرٹھ کی رائے ہے کہ "یہ سفرنامہ اسقدر دلچسپ ہے کہ اگر اسکو شروع کر کے پھر ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مصنف نے اپنے متبرک سفر کی پوری سرگزشت اس تفصیل و دلبستگی سے لکھی ہے کہ اتنک کسی سفرنامہ میں ایسی تفصیل ہماری نظر سے نہیں گزری ہر ایک مضمون میں بیداری اور جوش کی جھلک ایسی صاف نظر آتی ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر خاص اثر پڑتا ہے اور بعض اوقات تو زیارت حرمین الشریفین کے شوق سے بے چین ہوجاتا ہے جو لوگ زیارت حرمین الشریفین کا ارادہ رکھتے ہیں اُن کو تو اس سفرنامہ کا ہر وقت مطالعہ میں رکھنا نہایت ضروری ہے"۔ اُسوۂ حسنہ کے علاوہ اکثر انگریزی اور اُردو اخبارات نے اس قابل سفرنامہ کی تعریف کی ہے۔ بڑی تقطیع کے ساڑھے سات سو صفحے کی ضخامت، لکھائی چھپائی کاغذ نہایت پاکیزہ، لکھائی درخوبی ہے کہ سفرنامہ کے ساتھ اکیس فوٹو کی تصویریں اور ۱۲ نقشے بھی شامل ہیں جو نہایت پُراثر اور دلکش ہیں، مرقد اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاف مبارک کا نقشہ دیکھنے سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔ قیمت باوجود اس قدر ضخامت اور گرانی کاغذ کے صرف تین روپئے۔ علاوہ محصول وغیرہ۔

قطعات حالی جیبی تقطیع پر نہایت خوشخط خوشنما ٹائپ گرائے گئے ہیں، بچوں کو اُردو پڑھانے اور زمانۂ حال کی ضرورت کے مطابق اخلاقی تعلیم دینے کیلئے اسوقت اُردو میں قطعات حالی سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا ہر مسلمان کے گھر میں بچوں کے ہاتھ میں اسکا ایک نسخہ ضرور رہنا چاہیئے قیمت ۷ ر

رباعیات حالی جیبی تقطیع پر نہایت نفاست و خوشنمائی کے ساتھ جلی قلم سے نہایت خوشخط لکھ کر طبع کرائی گئی ہیں جو نہ صرف بچوں کو اُردو زبان اور اخلاق کی تعلیم دینے میں بلکہ خوشنویسی سکھانے میں بہت مفید ثابت ہونگی۔ قدر دانِ حالی اپنے کتب خانوں کے لئے اس ایڈیشن کو بھی ضرور منگائیں۔ قیمت فی جلد صرف ۵ ر

مناجات بیوہ و "مثنوی حقوق اولاد" مولانا حالی مرحوم و مغفور کی وہ دو مشہور نظمیں جن میں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی اور اولاد کی تعلیم و تربیت کے فوائد کو نہایت مؤثر انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ دونوں نظمیں جیبی تقطیع پر بہت خوشنما چھپی ہیں قابل دید ہیں۔ لائق ہے بیوہ عورتیں ضرور منگائیں ۵ ر

حیات حالی مولانا حالی مرحوم و مغفور کے حالات زندگی جن کے پڑھنے سے بصیرت اور قومی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا حالی کے کلام پر ریویو بھی ہے اور شروع میں مولانا مرحوم کی تصویر ہے ۶ ر

ضمیمہ کلیات نظم حالی یعنی مولانا حالی کے فارسی اور عربی کلام کا مجموعہ جو ابھی حال میں شائع ہوا ہے قابل دید ہے۔ ضرور طلب فرمایئے قیمت ۱۲ ر

مسدس حالی مولانا حالی کی مشہور و مقبول اور بہترین تصنیف جسمیں آپنے بہ امداد ناقص غیب مسلمانوں کی مردہ و غفلت شعار قوم میں بیداری پیدا کرنے کی غرض سے قوم کی حالت زار کا نقشہ نہایت دردانگیز پیرایہ میں کھینچا ہے مع ضمیمہ و حواشی وغیرہ طبع جدید۔ قیمت فی جلد صرف ۸ ر

حدیقۃ الاخلاق بچوں کو اخلاق و آداب سکھانے والی بہترین کتاب (اکاڈمی آف ہیومن دالگت) کا اُردو ترجمہ جسکی نصیحتیں موتیوں میں تولنے کے لائق ہیں۔ قیمت (بارہ آنے) ۱۲ ر

علمی کہانیاں کہانیوں اور مکالموں کے پیرایہ میں بہت سی ایجادوں اور علوم و فنون کے اُصول بیان کردیئے گئے ہیں خورد و کلاں سب کے مطالعہ کے قابل ہے دماغ کو روشن اور ایجادات کی طرف مائل کرتی ہے۔ قیمت (آٹھ آنے) ۸ ر

عالم خیال حضرت شوق قدوائی کی ایک بے اسنافت و بے بدل اُردو نظم جس میں عورت کے جذبات کو نہایت خوبی سے دکھایا ہے۔ شروع میں ایک خوش خیال عورت کی تصویر ہے۔ قابل دید کتاب ہے۔ جلد طلب فرمایئے۔ قیمت ۱۰ ر

نشاط عمر ہر قوم کے نوجوان تاکتخدا لڑکوں کے لئے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم قابل قدر ذخیرہ اور افعال قبیحہ و عادات ذمیمہ کو ہولناک نتائج سے بچنے کی عمدہ تدابیر نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں گویا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر ہے انگریزی کتاب "دھاٹ اے ینگ مین اوٹ ٹو ڈو" کا سلیس اُردو ترجمہ ہے۔ آجکل کے نوجوانوں کو ایک نسخہ ضرور منگانا چاہیئے۔ قیمت عہ ر

عصائے پیری عمر رسیدہ لوگوں کے لئے ایک ایسا بیش بہا اور قابل قدر ذخیرہ قیمتی اور مفید معلومات کا ہے جو دُنیا کی آخری منزل میں بھی کارآمد انگریزی کتاب "دھاٹ اے مین آف فارٹی فالوآٹ ٹو ڈو" کا دلچسپ اور سلیس اُردو ترجمہ ہے قیمت فی جلد صرف (بارہ آنے) ۱۲ ر

پہیلی نامہ سیکڑوں نایاب مہذب دلچسپ اور معنی خیز پہیلیوں کا مجموعہ جن سے بچوں کی ذہانت اور دماغی قوت کو ترقی ہوتی ہے، نہایت دلچسپ۔ قیمت (سات آنے) ۷ ر

خوانِ یغما معروف بہ خوانِ نعمت کلاں جس میں ہر قسم کے کھانے، مٹھائی، حلوے، مربے، اچار، شربت وغیرہ کے پکانے اور تیار کرنے کی نہایت صحیح اور مستند ترکیبیں درج ہیں عورتوں کیلئے نہایت کارآمد کتاب ہے۔ قیمت ۱۲ ر

تذکرۃ الصالحین جس میں بابرکت اولیائے کرام کے نہایت دلچسپ پُر اثر اور سبق آموز حالات درج کئے گئے ہیں خصوصاً بعض بزرگان پنجاب کے اس کتاب کی ایک ایک سطر پڑھنے کے قابل ہے اسکو ملاحظہ کرنے سے دین کو قوت اور روح کو فرحت ہوتی ہے ۱۰ ر

باورچی خانہ جسمیں عمدہ سے عمدہ ہندوستانی اور انگریزی کھانا پکانے کی ترکیبیں اور لذیذ اچار چٹنیوں اور مربّوں کے نسخے درج ہیں یہ کتاب شریف گھرانوں میں بہت پسند کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد صرف (پانچ آنے) ۵ ر

حیات داغ حضور نظام دکن کے اُستاد فصیح الملک حضرت میرزا داغ دہلوی کے با تفصیل حالات و کلام کا انتخاب۔ قیمت ۶ ر

اس سے پہلی تمام فہرستیں منسوخ کردی گئیں

عطرِ سخن یا جذباتِ مسلم دورِ جدید کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی ڈاکٹر اقبال، مولوی شبلی، مولوی ظفر علیخاں، سیماب شفق، رعد وغیرہ کی مقبول خاص و عام قومی اور مذہبی نظموں کا نہایت دلچسپ و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتبخانہ میں رہنا ضروری ہے اگر نظمیں بچوں کو حفظ کرا دی جائیں تو اُن کے دلوں میں قومیت کے جذبات خوب راسخ ہو جائینگے۔ قیمت ۴ر

حیاتِ ابدی ولی کامل حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے دلچسپ واقعات قیمت صرف (چار آنے) ۴ر

آئینۂ خود شناسی۔ تصوف کی بے نظیر اور لاجواب کتاب۔ خدا شناسی کی رہبر کیف و سوز کے جذبات پر قابل دید چیز ہے۔ قیمت (چھ آنے) ۶ر

محارباتِ صلیبی سلطان صلاح الدین کی مشہور صلیبی لڑائیوں کا مفصل حال جس کے مطالعہ سے اسلامی جوش پیدا ہوتا ہے۔ ۸ر

میلاد الرسولؐ:۔ مولانا شاہ محمد حسن میاں صاحب پھلواری مرحوم کا تصنیف کردہ نئی طرز کا مولود شریف جو حضرات اہل تصوف کے طبقہ میں بیحد مقبول ہوا ہے نہایت دلکش و دلچسپ و معتبر ہے ۶ر

خزانۂ صنعت و حرفت بیسیوں قسم کے صنعتی چٹکلے اور دستکاریاں وغیرہ اور روپیہ کمانے کی صدہا بیش قیمت ترکیبیں اور کار آمد نسخے درج کیے گئے ہیں اور قیمت صرف (آٹھ آنے) ۸ر

داتا گنج بخش رح کی سوانح عمری۔ پنجاب کے سب سے پہلے واعظ اسلام حضرت علی مخدوم ہجویری عرف داتا گنج بخش رح کے دلسوز اور سبق آموز حالات ۱۰ر

بیانِ خسرو مولانا شبلی مرحوم کی لکھی ہوئی امیر خسرو رح کی سوانح عمری۔ قیمت ۱۰ر

عمرو عیار کا چچا یا بابائے صنعت جس میں انگلستان۔ فرانس اور امریکہ کے مشہور اور لاثانی شعبدہ بازوں کی خاص مطبوعہ بیاضوں کے منتخب تماشے اور عجیب و غریب شعبدے درج ہیں اور نیز چاندی سونے کا ملمع چڑھانے کے عمدہ طریقے بیان کیے گئے ہیں قیمت ۸ر

اورادِ قادری سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجرب اوراد و اعمال اور وظائف جو بڑے بڑے بزرگوں سے منقول ہیں۔ قیمت ۲ر

الوارث ہندوستان کے مشہور رند مشرب بزرگ حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کے پُر اثر اور نہایت دلسوز حالات۔ قیمت ۱۲ر

ایڈیٹر کا حشر۔ مولوی ظفر علیخاں صاحب بی۔ اے کا لکھا ہوا ایک نہایت عبرتناک افسانہ، اخبار نویسوں کی مالی مشکلات کی سچی تصویر۔ قیمت صرف ۱۰ر

چند دن بعد کیا ہوگا؟ اس کتاب میں نہایت دلچسپ اور عجیب و غریب اسرار بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۲ر

لباس المحبوب خدا کے پیارے حبیبؐ کس قسم کا لباس زیب تن فرماتے تھے اسکا مفصل جواب یہ رسالہ دیگا۔ محبانِ رسولؐ کو چاہیے کہ وہ اس کتاب کو پڑھکر اسی قسم کا لباس اختیار کریں کہ جیسا حضرتؐ پہنتے تھے۔ ۳ر

مجموعۂ دلپذیر در ذکر بشیر و نذیر مولود شریف کی مجالس میں پڑھنے کے لیے نہایت مؤثر و معتبر کتاب جسمیں حضرت سرورِ کائنات کے فضائل و مناقب کو بڑی خوبی سے نثر و نظم میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت (بارہ آنے) ۱۲ر

عرفانِ ایمان:۔ اس کتاب میں اہلسنت والجماعت کے مذہبی عقیدے جنکی تعلیم سب سے پہلے فرض ہے نہایت سلیس اُردو میں لکھے گئے ہیں۔ بچوں کے لیے نہایت مفید و ضروری چیز ہے ۱۰ر

شکوہ و فریاد۔ ڈاکٹر اقبال اور جناب سیماب کی دو مشہور اور مقبول نظموں کا مجموعہ قیمت ۳ر

شاعرانہ خیالات۔ اسمیں انگریزی شاعری کا مختصر و دلچسپ حال اور مشہور و معروف شعرائے انگلستان کی بہترین نظموں کا سلیس اُردو ترجمہ بھی ہے مولانا حالی اور مولانا شبلی نے اس کتاب کو بہت پسند کیا تھا ۸ر

جاماسپ نامہ حکیم جاماسپ اس کتاب میں ۵ ہزار برس پہلے قیامت تک کے حالات لکھ گیا ہے جو سچے سچے ٹھیک نکل رہے ہیں قیمت ۳ر

خواجہ خضرؑ کے حالات کون مسلمان ہے جو خواجہ خضرؑ کے نام سے واقف نہ ہو اُن کو مبارک مقدس اور دلسوز حالات اسمیں درج ہیں ۲ر

رسولِ عربیؐ۔ حضور صلعم کی عام فہم نہایت دلچسپ سوانح عمری۔ قیمت ۔ ۸ر

بنت الرسولؐ۔ خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کی مکمل سوانحعمری قیمت ۵ر

اُصولِ سراغرسانی۔ پولیس والوں کے عجیب و غریب کتاب ہے۔ قیمت ۶ر

ہماری بہبود کے وسائل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم کا ایک بے نظیر مضمون جسمیں مسلمانوں کو انکی موجودہ حالت سے باخبر کرکے صحیح وسائل ترقی کر آگاہ کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ... ۲ر

برزخ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان پر کیا حالت گزرتی ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگی یہ کتاب فلسفۂ جدیدہ کے ایک ماہر نے قرآن و حدیث کی چاشنی دیکر لکھی ہے گویا یہ ایک معجون مرکب ہے جو نئی تعلیم کا سوداوی مادّہ نئی روشنی والوں کی بگڑی ہوئی طبیعت سے نکالکر صاف کر دیتی ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر

مسٹر محمد علی کا مقدمہ۔ پریس ایکٹ کی سختگیریوں پر ہائیکورٹ کلکتہ کی رائے۔ مسٹر محمد علی (نظر بند) کے مقدمہ کا حیرت انگیز فیصلہ ۲ر

فرائض الدین والدین کو بچوں کی تعلیم و تربیت کے بہترین اصول بتائے گئے ہیں۔ نہایت لاجواب رسالہ ہے جسکا مطالعہ میں کم سنا ماں باپ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ۴ر

خونِ شہادت کے دو قطرے حضرت سرمد شہید اور حضرت منصورؒ کے دلسوز حالات۔ ۳ر

آئینِ دستاویز نویسی اس کتاب کی مدد سے ہر شخص ہر قسم کی دستاویزات تمسکات اقرار نامجات اور رسیدات وغیرہ خود لکھ سکتا ہے عرائض نویسوں۔ اہلکاروں مہاجنوں اور زمینداروں کے لیے نہایت کار آمد ہے۔ دونوں حصوں کی قیمت ۱۲ر

طاعون کا علاج۔ مرض طاعون کی تاریخ و حقیقت اور اُسکے اسباب و علامات پر نہایت محققانہ بحث اور تمام مجرب علاج قیمت ۴ر

مائدۂ محمدیہ۔ اُن کھانوں کا مفصل بیان جو حضور صلعم کے دسترخوان پر چنے جاتے تھے یا جنکو آپ نوش فرماتے تھے، وہ دعائیں بھی درج ہیں جو آپ کھانے سے قبل اور بعد مانگا کرتے تھے قیمت ۳ر

عرفان کی تجلّی۔ حضرت خواجہ اجمیری رح کے مقدس اور متبرک حالات۔ قیمت ۴ر

حیاتِ غوثیہ۔ حضرت غوث پاک رح کے حالات اور ملفوظات و ارشادات مع شجرۂ خاندان عالیہ قادریہ۔ قیمت (دو آنے) ۲ر

تذکرۂ غوثیہ مولانا غوث علی صاحب قلندر پانی پتی کی قلندرانہ زندگی کی اصلی تصویر قیمت ۱۲ر

اسلامی فوٹو بک۔ ممالک اسلامیہ کے بعض مقامات مقدسہ۔ عمارات مشہورہ اور حجاز ریلوے وغیرہ کی عکسی تصویریں ہیں نہایت عمدہ کاغذ پر چھپکر افریقہ سے آئی ہیں قیمت صرف ۸ر

روزنامچۂ سیاحت۔ خواجہ غلام الثقلین مرحوم کا مشہور سفرنامہ جس میں عراق عرب۔ ایران کاکیشیا قسطنطنیہ۔ شام۔ مدینۂ منورہ اور مصر کے بعض مشہور شہروں کے دلچسپ حالات درج ہیں اور وہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی تمدنی اور سیاسی حالت پر نہایت قابلیت اور بیدار مغزی سے تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت صرف (دو روپے) ۲ع

انوارِ ساطعہ۔ یہ وہی مشہور و مقبول کتاب ہے جس کی عرب و عجم میں دھوم ہے اور جسمیں مولود شریف اور فاتحہ وغیرہ کا ایسا زبردست ثبوت اصلی و نقلی دیا گیا ہے کہ کسی کو مصنف سے اتفاق کیے بغیر چارہ نہیں ہو سکتا۔ قیمت (سوا روپیہ) ۱ع ۴ر

کفایت شعاری ۔ یہ عجیب و غریب کتاب ڈاکٹر اسمائلس کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف "تھرفٹ" کا سلیس اردو ترجمہ ہے جس میں کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور مختلفانہ بحث کی گئی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت دیدہ زیب اور عمدہ۔ آپکے کتب خانہ میں اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمائیے۔ قیمت صرف (آٹھ آنے) ۸/

ناولہائے قادری ۔ دہلی کے مشہور سیاح سیاہ پوش (؟) بخلاف ان قادری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی کے تین مقبول عام اور نہایت دلچسپ و دلکش ناولوں سعید سعادت، شاہد رعنا کا خوشنما مجموعہ۔ شروع میں مصنف کی عکسی تصویر بھی ہے کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ۔ مجلد عہ/

اقبال دلہن شرفائے دہلی کی روزمرہ کی زندگی کی دلچسپ تصویر جس میں مردوں اور عورتوں کی تعلیم شادی بیاہ وغیرہ کی رسوم زن و شوہر کے باہمی تعلقات وغیرہ کو قصہ کے پیرایہ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قیمت عہ/

تائید الاسلام مخالفین اسلام خصوصاً آریوں کی طرف سے واللہ خیر الماکرین کی آیت پر جو لغو اعتراضات ہوتے ہیں ان کا دندان شکن جواب ۵/

تحقیق الحق مسئلہ وحدت الوجود کی حقیقت اور اس کا دلچسپ بیان فلسفیانہ دلائل سے منکرین وحدت الوجود کا رد (فی جلد چھ آنے) ۶/

تحقیق الفاتحہ ۔ اس رسالہ میں معقولی و منقولی دلائل سے تقلید شخصی کو ثابت کیا گیا ہے اور غیر مقلدین کی بعض بناوٹی دعووں کا غلط ہونا دکھایا گیا ہے ۵/

تحقیق المسماع ۔ جواز سماع کا مدلل ثبوت دیکھنا ہو تو فوراً طلب فرمائیے۔ قیمت ۵/

تحقیق البدعۃ قرآن و حدیث و کتب ائمہ سے نذر و نیاز وغیرہ کا زبردست ثبوت دیا گیا ہے اور بدعت کہنے والوں کی غلط فہمی کو ظاہر کیا ہے ۵/

اظہار الحق سماع (گانا سننے) کے عدم جواز میں بعض علماء نے جو فتوی شائع کیا تھا اس کا جواب ۳/

تحفۃ المسلمین فی دفع نزاع التامین آمین نماز میں بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ اس کی زبردست تحقیق جس میں حنفا ثابت کیا گیا ہے ۳/

دافع الزام متوسلین و جانشینان حضرت مولانا شاہ احمد صاحب بریلوی پر تفضیلیت کا جو الزام لگایا جاتا ہے اس کا مدلل جواب۔ قیمت ۲/

تنبیہ المنکرین فی اخفاء التامین "تنبیہ المنکرین فی احکام التامین" میں آمین بالجہر کی ہدایت ہے جس کا مدلل جواب اس رسالہ میں دیا گیا ہے۔ ۳/

کما یقول قیال ارباب چشت پر بعض حضرات نقشبند نے کچھ اعتراضات کیے تھے قابل مصنف نے ان کا مورد حضرات نقشبندیہ کو ثابت کیا ہے ۵/

الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ عقد رابطہ کے ثبوت میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب کا بے مثل فارسی رسالہ۔ قیمت ۳/

ہدایت الاسلام ۔ السلام علیکم کی فضیلت اور آداب، تسلیم، بندگی وغیرہ کی مذمت ۲/

اعجب العقاب عن الناہق الکذاب اس رسالہ میں حضور پر نور کے فضائل اور حضرات آریہ و وہابیہ کا دندان شکن رد۔ قیمت ۲/

فلاح دارین روزمرہ کی دینی و دنیاوی ضرورتیں پوری کرنے والی بے مثل کتاب مرد اور عورت دونوں کے لئے مفید تحفہ۔ مسائل اوراد و وظائف اخلاق و تصوف، پند و نصیحت اور ہر قسم کی کار آمد معلومات کا ذخیرہ۔ سفر و حضر کے لئے نعمت غیر مترقبہ حدیث فقہ۔ کلام طب اور اخلاق و تصوف کی مقبول و مستند کتابوں کا عطر۔ قیمت عہ/

جواہرات ابن حجر عسقلانیؒ کی مشہور کتاب منبہات کا سلیس اردو ترجمہ۔ بچوں کا اتالیق جوانوں کا مصلح۔ بوڑھوں کا رہبر۔ قیمت ۶/

شفاء الاسقام ۔ تقریباً ایک ہزار عربی و اردو شریفوں کا مجموعہ۔ حضرت صلعم کے حالات و مآثر، سوانح و غزوات اور خوارق و معجزات کا آئینہ ضخامت ۹۰ صفحے۔ قیمت (عہ/)

خون ناحق ۔ ملک کے جادو نگار انشا پردازوں کے دل ہلا دینے والے مضامین کا خوشنما مجموعہ۔ جنگ طرابلس کے مظالم اور مظلوموں کی مظلومیت اور بیکسی کی دردناک تصویر جنگ کے ہولناک واقعات کا عبرت انگیز بیان۔ عہ/

انتخاب توحید ۔ میرٹھ کے مشہور و معروف اخبار توحید کی اصلی و مسائلی کارگزاریوں کی یادگار خواجہ حسن نظامی صاحب کے دلچسپ مضامین اور نوٹوں کا مجموعہ عجیب غریب چیز ہے۔ قیمت عہ/

تواریخ عجیبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کے پیر و مرشد شاہ سید احمد صاحب بریلوی کے جنگی کارناموں اصلاحی کوششوں اور کرامات خطوط وغیرہ کا دلکش اور موثر مجموعہ قیمت ۱۲/

خنجر تسلیم مہمان اہل بیت کے لئے کربلا کے خونی دسترخوان پر کیسے کیسے کھانے چنے گئے تھے اور کس ذوق و شوق و صبر و تحمل کے ساتھ انہیں نوش کیا گیا۔ ان رلانے والے سوالات کا جواب خنجر تسلیم میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت (چھ آنے) ۶/

عید کا تحفہ یا علمی پھولوں کا گلدستہ جس کو خواجہ حسن نظامی، مولانا ابو الکلام آزاد، حضرت اکبر الہ آبادی، ڈاکٹر اقبال وغیرہم کے مضامین نظم و نثر سے آراستہ کیا گیا ہے۔ عید کارڈوں میں پیسہ خراب کرنے کی بجائے اپنے احباب کو یہ تحفہ اور اپنے بچوں کو یہ گلدستہ دیجئے۔ قیمت ۵/

آئینہ قیامت ۔ واقعات محرم میں نہایت معتبر اور مبسوط رسالہ۔ تحریرات نظم و نثر کا گنجینہ جس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا فلسفہ معلوم ہوتا ہے۔ قیمت چھ آنہ معمولی کاغذ

کاشف الاسرار بعض ظاہر بین مولوی صوفیائے صافی کے افعال کو برخلاف شریعت عمل کہتے ہیں جو دیکھکر اعتراضات کرتے ہیں انکا جواب قیمت ۶/

وجدانی نشتر عرف سوز و گداز۔ عربی، فارسی، پنجابی، ہندی کے ان منتخب و موثر اشعار اور قرآن پاک کی آیتوں کا مجموعہ جن کے پڑھنے یا سننے سے اولیائے کرام پر حال و وجد طاری ہوتی ہے۔ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور اہل اللہ کیلئے راز و نیاز، سوز و گداز، سکون و اضطراب کا نادر مجموعہ۔ قیمت صرف ۲/

سی پارہ دل خواجہ حسن نظامی صاحب کے تمام دلکش مضامین کا قابل قدر مجموعہ قیمت عہ/

محرم نامہ ۔ محرم کے واقعات کا بیان خواجہ حسن نظامی صاحب کے پر اثر الفاظ میں جیسا ہوگا اس کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ قیمت ۲/

میلاد نامہ ۔ خواجہ صاحب کی تازہ اور عجیب غریب تصنیف ہے جس میں مولود مقبول کے واقعات میلاد کو اپنے خاص رنگ میں بیان فرمایا ہے فوراً طلب فرمائیے۔ قیمت ۲/

خواجہ صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف نے ملک میں خاص مقبولیت حاصل کر لی ہے لہذا ان کے صرف نام اور قیمت لکھدینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

غدر دہلی کے افسانے ۔ ۴/
اتالیق خطوط نویسی ۱۰/ **تسخیر** مہر و قہر ۸/
گاما خاتون کی داستان ۲/ **رجب** ۔ ماہ عہ
سیپارہ (سنوسی) کی پانچوں حصے عہ/ **دستِ غیب** ۲/
پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں ۴/
روزنامچہ سفر ہندوستان قیمت ۸/
روزنامچہ بالتصویر ۔ خواجہ صاحب کے سفر مصر و شام و مدینہ منورہ وغیرہ کے دلچسپ حالات۔ اسلامی ملکوں کی بھی تصویریں ہیں ۸/ بلا تصاویر عہ/
رسول کی عیدی امت کے بچوں کے لئے ۲/
فرانسیسی درویش کے ملفوظات ۳/
اسلام کا انجام ۴/ **اسرار** ۴/
سترھویں نامہ ۲/ **بیاری ٹھکری** ۲/ **طریقت** کی پہلی اور دوسری ۴/

علاوہ اسکے اگر آپ کو ضرورت ہو تو جلد بندی کا کام ہمارے یہاں اعلیٰ پیمانہ پر کراسکتے ہیں جنکی اجرت کام کی حیثیت سے نہایت مناسب لیجاتی ہے۔ مدیر مکتبہ قادری میرٹھ

رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابتہ ماہ جنوری ۱۹۱۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۵ھ لغایت ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

جلد (۴) | نمبر (۳۰)

فہرست مضامین

تبصرہ

معارف القرآن

تعلیم الاسلام

مذاکرہ و مناظرہ

اصلاح الاخلاق و الاعمال

حکمت و موعظت

تذکرۃ السلف

علم و ادب

مراسلات

معاونین کا شکریہ

ماہ جنوری میں مندرجۂ ذیل اصحاب نے اسوۂ حسنہ کی توسیع اشاعت میں کوشش اور امداد و اعانت کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ ہم ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں امید ہے کہ دیگر ناظرین اسوۂ حسنہ بھی توسیع اشاعت میں سعی فرما کر ممنون فرمائیں گے * جناب منشی محمود خاں صاحب (پونہ) نقد عہ ر

جناب مولوی ابو الفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی ۳ - جناب ڈاکٹر محمد فیاض خاں صاحب ۳ - جناب احمد عبد الغنی صاحب ۱ - جناب محمد عبد الحی صاحب آرہ - ۱ - جناب ملا ... ۱ جناب مولوی علی محمد صاحب - ۱ - جناب محمود الحسن صاحب بھوپال - ۱ - جناب محمد الدین صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر ۱ - جناب سمیع الدین صاحب سب انسپکٹر ۱ - جناب حاجی غلام حسین و نظام الدین صاحبان - ۱ - جناب سید بدن شاہ صاحب - ۱ - جناب احمد حسین صاحب اہلکار - ۱ - جناب مولوی عبد الغفور صاحب عابدی - ۱ - جناب ظہیر الحق صاحب - ۱ - مس ایم ... صاحبہ ۱ - جناب احمد حسین صاحب ساغر - ۱ - جناب عبد اللطیف صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر - ۱ - جناب ایس محبوب میاں صاحب - ۱ -

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوۂ حسنہ

تبصرہ

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

تیسواں سالانہ اجلاس

مسلمانوں کی مایۂ ناز و مرکز توقعات تعلیمی کانفرنس کا تیسواں سالانہ جلسہ حسب معمول دسمبر ۱۹۱۶ء کے آخری ہفتہ میں زیر صدارت جناب آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب سی آئی ای بیرسٹر ایٹ لا لاہور شان و شوکت کے ساتھ علی گڑھ کے مشہور سٹریچی ہال میں منعقد ہوا' اور مخدومان علی گڑھ نے اجلاس ہائے کانفرنس کی کامیابی کا جو دوامی معیار قرار دے رکھا ہے' اُس کے لحاظ سے غالباً کامیابی کا طرۂ افتخار بھی اُس کی دستار نیک نامی پر بندھ گیا۔ انعقاد اجلاس سے قبل قضیۂ صدارت کے متعلق جو ناگوار بحثیں لوگوں میں پیدا ہوگئی تھیں' گو اُن کے اثر سے قومی کارکنوں کی ایک بڑی جماعت شریک اجلاس نہیں ہوئی' اور کانفرنس کی تقریروں اور کارروائیوں میں قدرتی طور پر وہ جوش و خروش نہیں پایا گیا' جو پبلک جلسوں میں مختلف الخیال نیک نیت ارباب فہم کی موجودگی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتا ہے اور جس سے زیر تجویز امور کی تنقیح و اصلاح میں مفید مدد ملتی ہے' تاہم یہ امر باعث اطمینان ہے کہ انتخاب صدر کے وقت بر سر اجلاس جس لفظی و جسمانی مخالفت کا اندیشہ کیا جا رہا تھا مخالفین کے شریک نہ ہونے کی وجہ سے اُس کا ظہور نہیں ہوا' اور کانفرنس کا تیسواں سالانہ جلسہ بھی' خوش قسمتی سے بخیر و خوبی ختم ہوگیا' اس خیر الختام پر جسکو علی گڑھ کی اصطلاح میں کامیابی کہتے ہیں' ہم تمام بہی خواہان کانفرنس کو مبارکباد دیتے ہیں' اور امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ آیندہ اس قسم کی بدمزگی پیش نہ آئیگی جیسی کہ اس مرتبہ بعض مخلص کارکنوں کی علیحدگی کی وجہ سے پیش آئی ہے'

نامناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر ہم جناب محترم صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب اور ممبران سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کو اپنا وہ مشورہ پھر یاد دلادیں کہ اگر یہ حضرات کانفرنس کے ساتھ قومی دلچسپی کو قایم رکھنا چاہتے ہیں تو براہ قوم نوازی کانفرنس کے سالانہ اجلاسوں کی تواریخ انعقاد میں جلد سے جلد تبدیلی کا اعلان فرمادیں تاکہ حامیان تعلیم و سندان سیاست میں تصادم نہو اور ہوسناکوں کے ہاتھ لیگ و کانفرنس بازی کا ایک جدید و خطرناک مشغلہ نہ آجائے ◆

خطبۂ صدارت

آنریبل میاں محمد شفیع صاحب بالقابہم کا خطبۂ صدارت جس کے گوش زد ہونے کی عزت کانفرنس کے تیسویں سالانہ اجلاس کے زائرین کو حاصل ہوئی ہے۔ زیادہ تر ان ہی رسمی بیانات پر مشتمل تھا' جو مسلم تعلیمی کانفرنس کے آئین میں صدارت نامہ کے اوراق پر کرنے کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں اور جن کو سُنتے سُنتے تعلیمی کانفرنس کے بعض پُرجوش شائق بھی اُکتا گئے ہیں۔ البتہ ایک خصوصیت خطبۂ شفیعی میں ایسی تھی جو سابق صدر نشینوں کے صدارتی خطبوں میں مشکل سے ملیگی' وہ یہ کہ فاضل صدر نشین نے اپنے دماغ و قلم کا زور زیادہ تر اس کوشش میں صرف کیا تھا کہ کانفرنس

زبان قلم سے کہیں کوئی ایسی بات تلخ و ناخوش اور فیصلہ کن صورت میں نہ نکل جائے جس کے متعلق قوم کی دو جماعتوں میں عرصہ سے اختلاف پڑا ہوا ہے، یا جسے دیکھکر کوئی معمولی قابلیت کا نکتہ چیں بآسانی کسی صحیح نتیجہ پر پہونچ سکے۔ اس آل اندیشانہ خصوصیت کی داد کے مستحق ہمارے نزدیک میاں محمد شفیع صاحب نہیں بلکہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے مسٹر محمد شفیع کو صدر منتخب کرکے مخالفت کا ایک طوفان بپا کرنے میں حصّہ لیا تھا۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے ہماری تعلیمی کانفرنس کے مقاصد عالیہ کا اہم ترین جزو مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح ہے، اس لیئے ہم قدرتی طور پر صدر نشینان کانفرنس سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہر سال اپنی تعلیمی مہارت اور اصلاحی وسیع النظری کو کام لیکر ایسے قیمتی خیالات اور عملی مشورے قوم کے سامنے پیش کریں جو ہماری تعلیمی کشتی کو مصالح حکومت اور غفلت قومی کے گرداب سے نکالنے میں سودمند ثابت ہوں اور جن سے مسلمانان ہند میں وہ تعلیمی روشنخیالی اور علمی بیداری پیدا ہو جو دوسری قوموں کی ترقی و خوشحالی کے لیئے ہمیشہ ناگزیر ثابت ہوئی ہے۔ مگر ہم اپنی بدقسمتی کو کیا کریں، کہ سال بھر میں ایک موقع ماہران تعلیم کے خطبۂ صدارت سننے کا ملتا ہے اور افسوس کہ وہ بھی سررشتۂ تعلیم کی رپورٹوں کے فرسودہ اقتباسات، یا سرکاری تعلیمی پالیسی کی بے نتیجہ تاریخ سنانے میں ضائع کر دیا جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کانفرنس کے واقفکار اور معتمد علیہ صدرنشین کی زبان سے ان کارناموں کی تفصیل سنیں، جو ساٹھ ہزار روپیہ کی عظیم الشان بلڈنگ میں بیٹھکر ارباب کانفرنس سال کے تین سو پینسٹھ دن میں انجام دیتے ہیں، اور ساتھ ہی ان کارناموں کے متعلق اپنے صداقت شعار صدرنشین کی بے لاگ رائے بھی معلوم کرسکیں، لیکن ہمیں ایک ایسا خطبۂ صدارت سننے پر مجبور کیا جاتا ہے جس میں کانفرنس کے کاموں کے متعلق کسی بے لاگ رائے کا اظہار یقیناً خطیب محترم کی احسان فراموشی پر محمول کیا جاے۔ اس لیئے میاں محمد شفیع صاحب کا صدارتی ایڈریس اگر ہماری توقعات کے خلاف ہے، اگر اس کا اوّل سے آخر تک پڑھنا ہمیں گراں گزرتا ہے، اگر اس میں ہماری تعلیمی بیماریوں کا کوئی موثر و مجرب علاج نہیں ہے تو سوائے اس کے کہ ہم اپنی بدنصیبی پر روئیں، اور کیا کر سکتے ہیں۔

خطبۂ صدارت میں چند رسمی تمہیدوں کے بعد ابتدائی تعلیم کے مفت دیئے جانے کے جواز کا جو فتویٰ جناب صدرنشین نے سہمے ہوئے لفظوں میں دیا ہے، ہم صدارتی تقریر میں وہی ایک ایسی بدعت ہے جو فاضل صدرنشین کے نزدیک بھی "کل بدعۃ ضلالۃ" کے تحت میں نہیں آتی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فتوے کو خود میاں محمد شفیع صاحب کے الفاظ میں ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے، تاکہ میاں صاحب ممدوح کے متبعین کو اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے، میاں صاحب فرماتے ہیں کہ :-

" اس وقت سب سے بڑی ضرورتیں یہ ہیں کہ ابتدائی تعلیم کے مدارس تمام ملک ہند میں جال کی طرح پھیل جائیں اور رفتہ رفتہ جہاں تک کہ ملک کی مالی حالت اجازت دے ابتدائی تعلیم مفت کر دی جائے تاکہ سب لوگ مستفید ہوسکیں "..... " میری ناچیز رائے میں اب وقت آگیا ہے کہ لڑائی ختم ہونے پر ابتدائی تعلیم ہندوستان میں مفت دینے کی منظوری دی جائے "

آنریبل میاں محمد شفیع صاحب کی تکلیف دہ مصلحت اندیشی نے بعد از خرابی بسیار مفت ابتدائی تعلیم کی منظوری کو تو چند سخت شرائط کے ساتھ مشروط کرکے گوارا فرما لیا لیکن ابتدائی تعلیم کے لازمی کیئے جانے کے متعلق ابھی تک آپ کو پس و پیش ہے، اور اس بارے میں آپ خود کوئی رائے ظاہر کرنے کی بجائے مسٹر جسٹس عبدالرحیم کی صدارتی ایڈریس کے ایک فقرے کے دامن میں پناہ لیتے ہیں جو یہ ہے :-

" اگر فی الحال مدارس کی تعداد کافی بڑھا دی جائے تو اس امر پر غور کرنیکا کہ آیا جبریہ تعلیم کا قانون بنایا جائے یا نہیں، کافی موقع ملے گا "

ہمارے نزدیک جبریہ تعلیم کے قانون پر غور کرنے کے لیئے کافی مدارس کے اجرا کا انتظار تو ایک بڑا صبر آزما مرحلہ ہے، بہتر یہ ہے کہ تعلیمی کانفرنس کے آئندہ سالانہ اجلاس کا پریسیڈنٹ پھر مسٹر محمد شفیع ہی کو بنا دیا جائے تاکہ ممدوح ایک ہی سال کے بعد جبریہ تعلیم کی ضرورت و اہمیت کا بھی اعتراف فرمالیں۔

وظائف فنڈ کے متعلق جو سرسری خیالات آنریبل میاں محمد شفیع صاحب نے ظاہر فرمائے ہیں، ہمارے نزدیک ایڈریس میں سب سے زیادہ قیمتی وہی ہیں اور انہیں پر مسلمانوں کو سب سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں :-

" ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وظیفہ کی مد بھی ان خانگی کوششوں کا جنکی سخت ضرورت ہے، ایک ممتاز جزو ہے، غریب اور ہونہار طلبہ کو یونیورسٹی کی تعلیم دلانے کے لیئے مختلف صوبوں میں وظائف فنڈ قائم کرنے کی کوشش ایک ایسی قومی خدمت ہے، جس سے میرے خیال میں بہترین نتائج مرتب ہوں گے "

" یہ تعلیم کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی جانب ہمارے دولتمند طبقہ کے لوگوں نے گزشتہ سالوں میں کافی توجہ نہیں دی، اگر تعلقہ داران اودھ، بمبئی کے تاجر، شہزادے، بنگال کے وہ زمیندار جنکے علاقوں میں بندوبست استمراری ہے اور مختلف صوبوں کے خوش گزران اصحاب اپنی دلی توجہ مستحق مسلمان طلبہ کو یونیورسٹی کی تعلیم دلانے میں لگائیں، تو یہ قوم کی بہت ہی بڑی خدمت ہوگی۔ شب برات کے موقع پر ہندوستان کے مسلمان کم از کم پانچ چھ لاکھ روپیہ ایک رات میں آتشبازی میں خراب کر ڈالتے ہیں، اگر کوئی باقاعدہ کوشش کیجائے اور ہر شہر کے مسلمانوں کو یہ ترغیب دی جائے کہ جسقدر روپیہ وہ اس طرح فضول برباد کر ڈالتے ہیں، وظائف فنڈ کی ترقی کی سکیم میں لگا دیں تو مسلمانوں کی تعلیم کو ایک اہم فائدہ پہونچے گا "

"اگر یونیورسٹی کی تعلیم" کی شرط نکال دی جائے تو میاں محمد شفیع صاحب کی اس نصیحت سے ہم کو بالکل اتفاق ہے' البتہ شب برات کی فضول تحرچیوں کی تمثیل ہماری بھرکم تعلیمی ایڈریس میں کسی قدر سبک معلوم ہوتی ہے' اگر میاں صاحب ان کی بجائے کانفرنس کی جدید عمارت کے اخراجات کو مثال میں پیش کر دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا، بہرحال غریب طالبعلموں کو وظائف دیکر تعلیم دلانے کا مسئلہ نہایت اہم اور مسلمانوں کی فوری توجہ کی قابل ہے' اور اسبارہ میں انجمن ترقی تعلیم امرتسر نے جو عمدہ نمونہ قایم کیا ہے بہتر ہے کہ علیگڑھ کانفرنس کے مدبرین بھی بے سود خیال آرائیاں چھوڑ کر اس کی تقلید کے لیئے آمادہ ہوجائیں' اور ساٹھ ہزار کی عالی شان عمارت میں کوئی کرایہ دار بسا کر اس کے کرایہ سے غریب مسلمانوں کی علمی پیاس بجھانے کا انتظام کریں'

مسلم یونیورسٹی کے متعلق اگرچہ فاضل صدرنشین نے اپنے خیالات کو اجمال و ابہام کی زنجیر میں جکڑ رکھا ہے اور "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" پر عمل کیا ہے' تاہم اُن کا اصلی منشا ظاہر ہے' کہ جن شرائط پر بھی ملے مسلمانوں کو یونیورسٹی لے لینی چاہیئے' اگر واقعی مسلم یونیورسٹی کا چندہ قانوناً کسی بہتر مصرف کے لیئے نہیں دیا جاسکتا' اور اگر کثیر رقوم چندہ میں دینے والوں نے مسلمانوں کی دُنیا وی نجات مسلم یونیورسٹی ہی کے حصول پر منحصر سمجھ رکھی ہے تو ہمیں بھی مسٹر محمد شفیع اور اُن کے ہمخیال دیگر حضرات کی رائے سے کلیتہً اتفاق ہے اور جو دلدادگان یونیورسٹی اس امید پر یونیورسٹی کے حصول کو کچھ عرصہ تک کے لیئے ملتوی کرانے پر مصر ہیں کہ گورنمنٹ اپنی مصالح حکومت کو نظرانداز کر کے ان کے ساتھ کچھ رعایتیں کرے گی' وہ ہمارے نزدیک سخت ترین غلطی کر رہے ہیں' اگر یونیورسٹی ہی لینی ہے اور یونیورسٹی کے معنی بھی وہی ہیں جو آجکل کے تعلیمی رہنماؤں نے سمجھ رکھے ہیں تو یہی بہتر ہے کہ کل کی بجائے وہ آج ہی لے لی جائے' اور امید بیہودہ و خیال باطل میں وقت ضایع نہ کیا جائے لیکن اگر مسلمانوں کو سچی اور حقیقی تعلیم کی برکات اور نمائشی تعلیم کے نقصانات کا احساس ہوگیا ہے اور اگر تعلیم و تعلم کی غرض و غایت حصول ملازمت یا پیشۂ وکالت سے بالاتر ہے اور اگر مسلم یونیورسٹی کے چندہ کی کم از کم تین چوتھائی رقم عام اغراض تعلیم کے لیئے لی جاسکتی ہے تو مخالفین یونیورسٹی کو جلد سے جلد اس کا فیصلہ کرلینا چاہیئے کہ قوم کو حقیقی تعلیم کی برکات سے بہرہ اندوز کرنے کے لیئے ضروریات وقت کے لحاظ سے بہترین صورت کونسی ہوسکتی ہے' معاملہ یونیورسٹی کو اسی طرح غیر حل شدہ صورت میں پڑا رکھنا ہرگز قرین مصلحت نہیں ہے اور ہمارا یہ اندیشہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے کہ کہیں مسلمانوں کو یہ دیکھکر اپنی محرومی قسمت پر ماتم نہ کرنا پڑے کہ ع

"نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم' نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے"

تعلیم صنعت و حرفت کے متعلق جناب صدرنشین صاحب نے جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں' وہ اگرچہ نہایت ہی مختصر اور بیش پا اُفتادہ ہیں' لیکن "ہنرش نیز بگو" کا تقاضہ ہے کہ خطبۂ صدارت کے اُس حصہ کا بھی کچھ مفید اقتباس یہاں نقل کردیا جائے جو صنعت و حرفت کی تعلیم کے متعلق ہے صدرنشین صاحب فرماتے ہیں :-

"زمانۂ موجودہ میں کسی قوم کی دولت کا انحصار صنعت اور تجارت کی ترقی پر ہے' اور دولت پولٹیکل طاقت کی کُنجی ہے"...."ہماری پولٹیکل کمزوری ہماری صنعتی اور تجارتی پستی کی وجہ سے ہے"....."مسلمانوں کے لیئے دیگر اقوام سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ صنعت و حرفت کی ترقی میں باقاعدہ کوشش کی جائے"

چند سطروں کے بعد فاضل صدرنشین صاحب ضرورت تعلیم صنعت و حرفت کے متعلق مسلمانوں کو ان الفاظ میں نصیحت فرماتے ہیں :-

"میں ہندوستان کے ان تمام مسلمانوں کو جو کچھ کام کر رہے ہیں اس اشد قومی ضرورت پر پوری توجہ دلانے کی جرأت کرتا ہوں' اور یہ اُمید کرتا ہوں کہ ایسے صاحبان مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کیلیئے جلد عملی کارروائی کرینگے اور ان کو اس معاملہ میں ان فرائض کی تعمیل کے لیئے جن پر اُن کی اور آنے والی نسلوں کی نئی زندگی کا انحصار ہے آمادہ کریں گے"

جناب صدرنشین کی اس مخلصانہ و دردمندانہ نصیحت کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں' اور مسلمانوں کو اُس کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہیں یہ تلخ حقیقت روزمرّہ ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہے کہ لوہار' بڑھئی اور معمار حتّٰی کہ گاڑی ڈھونے والے مزدور دفتر کے محرّروں اور کلرکوں سے زیادہ کماتے ہیں' پڑھے لکھے لوگ آسانی سے مل جاتے ہیں اور صنّاع و مزدور مشکل سے' یہی وجہ ہے کہ معمولی خواندہ نوجوانان قوم نہایت عسرت و تنگی میں بسر کرتے ہیں اور یہ خیال عوام النّاس میں سرعت کے ساتھ پھیلتا جاتا ہے کہ بچّوں کو تعلیم دلانا اُن کو اور بھی نکمّا اور اکارت کرنا ہے' ان مفاسد کا دفعیہ اگر کسی ذریعہ سے ہوسکتا ہے تو وہ یہی صنعت و حرفت کی تعلیم ہے' جسکی ضرورت پر جناب صدرنشین نے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے۔ کاش ہمارے محترم صدرنشین صاحب ممبران سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی خصوصاً جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کو بھی تعلیم صنعت و حرفت کے متعلق اُن کے فرائض یاد دلادیتے' اور اپنی گرانبہا نصیحت کے ساتھ مسلمانوں میں صنعتی تعلیم کی ترقی کے لیئے کوئی ایسا آسان عملی خاکہ بھی پیش کرتے جس سے مسلمان محض اصولاً ہی نہیں بلکہ عملاً بھی مستفید ہوسکتے اور جسے دیکھکر ہر بہی خواہِ قوم منزل عمل میں اپنی ذمّہ داری کو محسوس کرتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کانفرنس کے صدارتی خطبے مسلمانوں کو عمل کرانے کے لیئے نہیں لکھے جاتے بلکہ ان سے مقصود محض ضابطہ پُری یا صدرنشینی کی شخصیت کی نمائش ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ کانفرنس کے صدرنشینوں کی طویل تقریریں باوجودیکہ ہر سال لاکھوں نفوس کی نظر سے گزرتی اور ہزاروں سنکر ٹالدیں ہیں

پڑتی ہیں لیکن مسلمانوں کی علمی رفتار میں ابھی تک کوئی معتدبہ تبدیلی ایسی نہیں پائی گئی جو ضروریات زمانہ کی قدرتی تحریک کے علاوہ کسی خارجی کوشش کا نتیجہ سمجھی جاتی' یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ مسلمانانِ ہند میں جو تھوڑی سی بہت تعلیمی بیداری پیدا ہوئی ہے' وہ علی گڑھ کانفرنس یا علی گڑھ کالج کی رہین منت ہے' لیکن یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اگر کانفرنس وکالج عالم وجود میں نہ آتے تو مسلمانوں میں تعلیمی ضروریات کا احساس اس قدر ترقی نہ کرتا۔ وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی قومی انجمنوں کے دعاوی کارگزاری کو اسی معیار پر پرکھنے کی کوشش کریں' کہ آیا جن اصلاحات کو انجمنیں اپنی کارگزاری میں شمار کرتی ہیں وہ درحقیقت تمامتر ان ہی کی کوششوں کا ثمرہ ہیں' یا ان میں علم قدرت زمانہ کے تازیانہ کو بھی کچھ دخل ہے' اور اگر دخل ہے' تو کہاں تک' جن انجمنوں کا مقصد تعلیمی یا اصلاحی ہے اُن کے متعلق خصوصیت کے ساتھ اس معیار کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔

کانفرنس کی قراردادیں

تعلیمی کانفرنس کے تیسویں سالانہ اجلاس میں تقریباً تیس تجویزیں منظور ہوئی ہیں جنمیں زیادہ تر ایسی ہیں جو مسلمانوں کی تعلیمی معروضات اور شکریہ وشکایت پر مشتمل ہیں' اور جنکی تعمیل کی تمام ذمہ داری اراکین کانفرنس یا مسلمانوں پر عائد نہیں ہوتی اس لیئے ان کے متعلق بحث کرنا ہمارے لیئے ضروری نہیں ہے' البتہ مفت اور جبریہ تعلیم کے اُصول کو تسلیم کرنے کی جو مبارک تجویز اس اجلاس میں منظور ہوئی ہے اُس کے لیئے کانفرنس خاص طور پر مبارکباد کی مستحق ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ مسلم تعلیمی کانفرنس کی یہ وسیع الخیالی و ضرورت شناسی ہندوستان کے تمام علم دوست حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی' اب کہ جبریہ مفت تعلیم کا اُصول مسلمانوں کی سب سے بڑی تعلیمی مجلس نے تسلیم کرلیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی انجمنیں اپنے اپنے مرکزوں میں جبریہ تعلیم کا قانون پاس کرانے کی کوشش کو بہار سرگرمی سے جاری رکھیں' اور ممبران کونسل استفسارات و تجاویز کے ذریعہ سے ملک کی اس متفقہ خواہش کی جانب بعجلت حکومت کو توجہ دلاتے رہیں' مسلمانوں کو جبریہ تعلیم کے قانون کی دیگر اقوام سے زیادہ ضرورت ہے اس لیئے ہمیں اُمید ہے کہ مختلف صوبجات کی کونسلوں کے مسلمان ممبران اس طرف خصوصیت کیساتھ توجہ فرمائیں گے۔

راجپوتانہ کے مسلمانوں کی افسوسناک تعلیمی و تمدنی حالت کے لحاظ سے کانفرنس نے اجمیر میں ایک پراونشیل کانفرنس کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا ہے' خدا کرے اس احساس کو عملی زندگی جلد نصیب ہو اور مادر کانفرنس کی یہ دختر نیک اختر سرزمین راجپوتانہ کی قسمت کشائی میں عملی سرگرمی سے حصہ لیتی رہے'

تیسویں اجلاس میں ایک سب سے اہم تجویز یہ منظور ہوئی ہے کہ کانفرنس کے قواعد وضوابط منظور شدہ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مناسب ترمیم کی جائے اور اس ترمیم کا مسودہ پبلک میں حصول مشورہ کی غرض سے مشتہر کیا جائے اگر قوم نے اس تجویز کی طرف کافی توجہ مبذول کی اور گزشتہ تلخ تجربات کو پیش نظر رکھکر کانفرنس کے قواعد وضوابط میں مناسب ترمیمیں کرادیں تو اُمید ہے کہ پھر کانفرنس کے متعلق قوم کی موجودہ شکایات باقی نہیں رہینگی اور علیگڑھ کانفرنس صحیح معنوں میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کہلانے کی مستحق ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک اگر مجوزہ ترمیمات کے ساتھ موجودہ قواعد وضوابط کو بھی پبلک کی آگاہی کے لیئے مشتہر کردیا جائے تو پبلک کو ترمیمات کے متعلق رائے قائم کرنے اور مزید ترمیمات کو مشورۃً پیش کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔

افسوس کہ کانفرنس کے تیسویں سالانہ اجلاس کی منظور کردہ تجاویز کے متعلق بھی مجموعی حیثیت سے ہم کو وہی دیرینہ شکایت ہے کہ ان میں مسلمانوں کی طریقِ تعلیمی و تمدنی کے اُن پہلوؤں کو جن کا علاج خود مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے تقریباً نظرانداز کردیا گیا ہے' حالانکہ یہ وہ زمانہ ہے' جب کہ دنیا کی کوئی مہذب سے مہذب قوم بھی اپنی مدد آپ کیئے بغیر محض دوسروں کے بھروسہ پر زندہ نہیں رہ سکتی ۔

آل انڈیا مسلم لیگ

نواں سالانہ جلسہ

آل انڈیا مسلم لیگ کے جس عظیم الشان جلسہ کا وسط ۱۹۱۶ء سے ہندوستان کے سیاسی طبقوں میں انتظار کیا جارہا تھا' ۳۰، ۳۰ اور ۳۱ دسمبر ۱۹۱۶ء کو بارہ دری قیصر باغ لکھنؤ میں آنریبل مسٹر محمد علی جناح کے زیر صدارت جوش وخروش کے ساتھ منعقد ہوا اور قومی وملکی اخبارات کی صفحات پُری کے لیئے سامان دلچسپی فراہم کرنے اور مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کے مرض کو ترقی دینے میں سال گزشتہ کے جلسۂ بمبئی سے بھی سبقت لے گیا۔ سیاسی مجالس کی کارروائیوں پر تفصیلی نظر ڈالنا ہمارے دائرہ مقاصد میں داخل نہیں ہے' لیکن جہاں تک مسلمانانِ ہند کے مجموعی نفع نقصان کا تعلق ہے ہم ان مجالس کی کارروائیوں کو بالکل نظرانداز بھی نہیں کرسکتے' بحیثیت ایک مدعی اصلاح ہونے کے ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قومی دولت ووقت اور علم ولیاقت کا جس قدر حصہ لیگ کے نویں سالانہ جلسہ کو بزعم لبعض کامیاب بنانے میں صرف کیا گیا ہے اُس سے مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہونے کے کس قدر نفع پہونچنے کی اُمید کی جاسکتی ہے' اور ان کی اہم ضرورتوں میں سے کون کونسی ضرورتیں اس کے ذریعہ سے پوری ہوسکتی ہیں۔

اس مسلمہ حقیقت سے کوئی ذی ہوش ودوراندیش بہی خواہِ قوم انکار نہیں کرسکتا کہ اس زمانہ میں دنیا کی کوئی قوم فلاح یاب نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ وہ سیاسی جدوجہد اور مساعی حقوق طلبی میں بھی بقدر ضرورت عملی حصہ نہ لے' اسی لیئے ہم کو ہمیشہ اُن حضرات کی رائے سے اختلاف کرنا پڑا ہے' جو مسلمانوں کو سیاسیات سے قطعاً محترز ومجتنب رکھنا ضروری سمجھتے ہیں' لیکن ساتھ ہی اس کے ہم اپنا یہ خیال بھی متعدد مرتبہ ظاہر کرچکے ہیں کہ سیاسی جدوجہد

محض سیاسی شور و شغب اور مجلسی نمائشوں ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں تعلیمی، تمدنی اور اقتصادی اصلاحات کی وہ تمام کوششیں شامل ہیں جو قوموں میں سیاسی حقوق طلبی کا استحقاق پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں، مذکورۂ بالا اصلاحات بمنزلۂ بنیاد کے ہیں جس قدر اس بنیاد میں کجی اور کمزوری ہوگی اُسی قدر دیوار سیاست کی بلندی میں کجی، بے ثباتی اور کمی میں ترقی ہوگی، مسلمانوں کی تعلیمی، تمدنی اور اقتصادی پستی جیسی شرمناک اور قابل افسوس ہے، اُس کی تشریح فضول ہے، اس لیے مسلمانوں کا پہلا فرض یہی ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت سے اس بنیاد کی تقویت و استقامت کی فکر کریں، جس پر انہیں اپنی سیاسی اہمیت کی عمارت تعمیر کرنی ہے، اور دوسری ہموطن اقوام سے علٰحدہ ہو کر کسی ایسی پولیٹکل کوشش میں ظاہراً یا باطناً حصہ نہ لیں جس سے بنیاد سیاست یا اصلاحیت حقوق طلبی کی تکمیل میں ہرج و نقصان واقع ہو، اس لحاظ سے ان کا پالیٹکس میں محض پولیٹیکل اغراض سے حصہ لینا اور مشترکہ حقوق طلبی میں اپنی مخصوص قومیت کو پیش پیش رکھنا یقیناً اُن کے حق میں مضر ہے، لیکن چونکہ اُفتادِ زمانہ نے تعلیم، تمدن، اور اقتصاد کو سیاست حکومت کیساتھ اس قدر مربوط کر دیا ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا تقریباً ناممکن خیال کیا جاتا ہے، اس لیے ہمیں اپنی تعلیمی، تمدنی اور اقتصادی مرفہ الحالی کے لیے بھی اکثر اُمور میں ..... حکومت ہی کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور اس مقصد کے لیے ہمیں ایک ایسی نمائندہ جماعت کی ضرورت ہے، جو مذکورۂ بالا اصلاحات کی تکمیل کو مدنظر رکھکر حکام وقت کی خدمت میں ہماری ضروریات و شکایات کو مدلل و مودب صورت میں پیش کرتی رہے، مسلم لیگ کا بنیادی پتھر علیگڑھ میں اسی لیے رکھا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعلیمی اور تمدنی اصلاحات کے اُس پہلو کی تکمیل کرے جسکا تعلق گورنمنٹ سے ہے اور برادرانِ وطن کے غلبۂ اثر سے اُن کے حقوق و فوائد کو پامال نہ ہونے دے، مگر افسوس ہے کہ لیگ بعض اپنے جوشیلے کارکنوں کی ناعاقبت اندیشی سے اس مقصد اہم کو بالائے طاق رکھکر وہ خاص پولیٹیکل نوعیت اختیار کرتی جاتی ہے، جس سے مسلمانوں کی مخصوص ضروریات تعلیمی و اقتصادی کو مدد ملنے کی بجائے اور نقصان پہنچتا ہے، چنانچہ لیگ کے نویں سالانہ جلسہ منعقدۂ لکھنؤ کی کارروائیوں کو جن دردمند قوم نے عقیدتمندانہ نہیں بلکہ عاقبت اندیشانہ نظروں سے دیکھا ہے، وہ ہمارے اس خیال کی تائید کرینگے کہ ارباب لیگ پالیٹکس میں محض پالیٹکس کے لیے دلچسپی لیتے ہیں، اور سیاسی جوش و خروش میں مسلمانوں کی تعلیمی، تمدنی اور اقتصادی ضروریات کو نہ صرف نظر انداز کر دیتے ہیں بلکہ اُن کی تکمیل میں حکام وقت کو بدگمانیوں کا موقع دیکر اور رکاوٹیں ڈال رہے ہیں،

ہمنے اُسوۂ حسنہ کی گزشتہ اشاعت میں لکھا تھا کہ جب لیگ اور کانگریس دونوں کا نصب العین ایک قرار دیدیا گیا ہے تو اب ایک مشترکہ پولیٹیکل کانگریس کی موجودگی میں لیگ کے قیمتی وقت اور اُس کے ممبران اور صدرنشینان کی دماغی قابلیت سے بھی بلاضرورت کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانے کا کام لینا فضول ہے، اگر اس مشورہ پر عمل کیا جاتا تو غالباً لیگ کا وقت مسلمانی نقطۂ نظر سے زیادہ مفید تجاویز پر غور اور بحث کرنے میں صرف ہوتا، اور سلف گورنمنٹ کے رزولیوشن پر تقریر کرنے کے لیے مسٹر جناح، چندریال وغیرہ سے اصرار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، لیکن جس قوم کی سیاسی مجالس کے ناظموں کو سالانہ رپورٹ تک مرتب کرنے کی مہلت نہ ملتی ہو اور جس کی طوفان مزاجی کی یہ کیفیت ہو کہ لیگ کی وائس پریسیڈنٹی کے عہدہ کے لیے سر سید علی امام کے سی ایس آئی جیسے معتمد لیڈر کا نام پیش ہونے پر جلسہ سے نہیں نہیں کی آواز اُٹھتی ہو، اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کسی مفید مشورہ پر غور کرے گی، فضول ہے۔

افسوس ہے کہ ہم اعضائے لیگ کے اکثر خیالات سے ہمدردی رکھنے کے باوجود آنریبل سید وزیر حسن صاحب کو لیگ کے اجلاس نہم کی کامیابی پر مبارکباد نہیں دے سکتے۔ اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر کارکنان لیگ کا طرز عمل یہی رہا تو ہمیں بھی بعض بزرگوں کی اس رائے کی تائید کرنی پڑے گی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے وجود سے اُس کا عدم بہتر ہے۔

قانونی کونسلوں میں مسلم نیابت

ہندوستان کی قانونی کونسلوں میں مسلمانوں کو جداگانہ نیابت اور انتخاب کا حق دیے جانے کے اُصول سے انڈین نیشنل کانگریس کو ایک وسیع تر مگر عیر المحصول سیاسی مطمح نظر کی بنا پر جو شدید اختلاف تھا، خوشی کی بات ہے کہ وہ کلکتہ اور لکھنؤ کی مخصوص مجلسوں میں چند مصلحت اندیش اصحاب فہم کے قابل تعریف مساعی سے بڑی حد تک رفع ہو گیا، اور وطن عزیز کے سچے بہی خواہوں نے مسلم و غیر مسلم نیابت کے متعلق عددی تناسب کے طے کرنے میں فراخ حوصلگی سے کام لینے کی ضرورت کو محسوس کر لیا۔ کانگریس کا یہ خوشگوار تصفیۂ نیابت جس میں ناخوشگواری کا پہلو صرف اس قدر ہے کہ اس میں مسلمانوں نے نمایندگان مسلم لیگ کی حیثیت سے حصہ لیا تھا۔ ہمارے اُس خیال کی تائید کرتا ہے کہ اگر مسلمانان ہند انڈین نیشنل کانگریس سے برنباء قومیت کشو گی اختیار نہ کرتے، تو غالباً جداگانہ نیابت کے اُصول کو کانگریس بہت پہلے تسلیم کر چکی ہوتی، یا باہمی اخوت و رواداری کے تجربہ سے اس اُصول کو تسلیم کرانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اُمید ہے کہ یہ سبق اُن مسلمانوں کے لیے کافی ہوگا جو معمولی معمولی اختلافات و شکایات کی بنا پر ملک کی مشترکہ انجمنوں یا پولیٹیکل اور تعلیمی مدارس وغیرہ سے علٰحدہ ہو کر بلاضرورت بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں اور ملکی انسٹی ٹیوشنوں میں اپنی اور گورنمنٹ کی مالی اعانت کو محض دوسروں کی نفع رسانی کے لیے وقف کر دیتے ہیں ❖

ہندو کانفرنس منعقدۂ لکھنؤ کے اجلاسوں میں مالوی جی اینڈ کو کی طرف سے نیشنل کانگریس کے تصفیۂ حق نیابت جداگانہ کی جو مخالفت ہوئی ہے، وہ اگرچہ مسلم لیگ کیلئے عبرت خیز و سبق آموز ضرور ہے، اور کلکتہ و لکھنؤ کی مجالس مصالحت میں مسلمانوں کے نمایندگان مسلم لیگ کی حیثیت سے شریک ہونے کی ناعاقبت اندیشانہ غلطی کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ لیکن ہم اس مخالفت کو اتنی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، جو نیشنل کانگریس کے تصفیہ کو نمائشی یا جالبازانہ ثابت کرنے کیلئے کافی سمجھی جائے۔ ہمارے نزدیک صوبجات متحدہ کے جدید میونسپل ایکٹ کے چرکہ کا اثر طبائع سے رفتہ رفتہ ہی زائل ہوگا اور ناتجربہ کار مسلم لیگ کی طرح ہندو کانفرنس پولیٹیکل ڈپلومیسی سے کام لینا یکلخت ترک نہیں کرے گی، علاوہ ازیں ابھی ہم کارکنان مسلم لیگ کی طرف سے بھی اتنے ناامید نہیں ہوئے ہیں کہ وہ ہندو کانفرنس میں نیشنل کانگریس کے تصفیہ کی بار بار بے حرمتی ہوتے ہوئے دیکھکر بھی اُس کے تدارک کے لیے مناسب وقت و سائل سے کام

ملک کی ضرورت کو محسوس نہ کریں، ہمیں یقین ہے کہ اگر ہندو کانفرنس اپنی منافقانہ روش سے باز نہ آئی تو مسلم لیگ بھی اپنی غلطی پر نادم ہو کر اُس کا مقابلہ کرنے کیلئے یہی روش اختیار کرے گی۔

اُردو کانفرنس

دسمبر ۱۹۱۶ء کا آخری ہفتہ انڈین نیشنل کانگریس اور چند غیر مسلم جلسوں کے زندہ دل دوستوں کے لیئے خواہ کتنا ہی سامانِ مسرت اپنے ساتھ لایا ہو، لیکن جہاں تک اسلامی و نیم اسلامی جلسوں کا تعلق ہے، وہ ہم محرومانِ قسمت کے لیئے اُمید سوز و مایوس کن ثابت ہوا۔ تماشا پسند نظریں شاید اس کو تسلیم نہ کریں، لیکن وہ محبانِ عمل اس داغِ حرماں کی تصدیق کریں گے جو کسی قومی جلسہ کی کامیابی کے لیئے محض جلسہ گاہوں کی آرائش و زیبائش، زائرین و حاضرین کی کثرت اور مقرروں کی طلاقتِ لسانی ہی کو کافی نہیں سمجھتے، بلکہ جن کا ذوقِ عمل ان تجویزوں اور مشوروں کو بھی ڈھونڈتا ہے جو اغراضِ انعقادِ جلسہ اور مقاصدِ قیامِ انجمن کو عمل میں لانے کے لیئے ضروری ہیں۔

جب وقت انجمن ترقی اُردو نے لکھنؤ میں اپنا ایک مستقل جلسہ کرنے کا اعلان کیا اور اُن تمام لوگوں کو جو اُردو زبان اور مقاصدِ انجمن سے دلچسپی رکھتے ہیں مفید مشورے پیش کرنے اور جلسہ میں شریک ہونے کی دعوت دی تو ہم نے بھی جوشِ مسرت میں اس حقیقت کو فراموش کر کے کہ انجمن ترقی اُردو خالص اسلامی نہ سہی تاہم نیم اسلامی تو ضرور ہے یہ اُمید قایم کرلی تھی کہ انجمن کا جلسۂ لکھنؤ محض ایک نئے طرز کے مشاعرہ ہی کے فرائض انجام نہیں دے گا بلکہ دنیائے جدید کی ضروریاتِ علمیہ و ادبیہ کو مدِ نظر رکھکر مقاصدِ انجمن کو روبکار لانے کی بھی کوئی سبیل نکالے گا۔ لیکن ایک نیم اسلامی جلسہ سے یہ اُمید کیونکر پوری ہوسکتی تھی، چنانچہ ہماری منتظر نظریں معزز و محترم معاصر ہمدم لکھنؤ (جسکے قابل و جفاکش اڈیٹر کی علالت اور شب بیداری کا واحد مقصد ہمدم کے خوش نصیب ناظرین کے لیئے قومی جلسوں کی رپورٹوں کا مکمل شایع کرنا تھا) کے اوراق میں بھی اُن مفید تجاویز اور قیمتی مشوروں کو تلاش کرنے میں ناکامیاب رہیں جن سے وابستگانِ اُردو کو انجمن ترقی اُردو کی نئی زندگی کے متعلق کوئی امید افزا رائے قایم کرنے کی مسرت حاصل ہوتی۔ افسوس!

اُردو کانفرنس کا خطبۂ استقبال اور خطبۂ ماضی یعنی خطبۂ صدارت جو زیادہ تر حقایقِ ماضیہ پر مشتمل تھا دونوں ماشاءاللہ نہایت عالمانہ اور فاضلانہ تھے مگر کیا کیا جائے کہ خطیبان اولوالعلم کی اس عالم کاوشی و فضل آموزی ہی میں وہ خرابی مضمر تھی جسکا پہلا ظہور ان افسوسناک اغلاطِ کتابت اور نقائصِ طبع کی صورت میں ہوا۔ جو اُردو مطابع کی سرد مہری سے خطبۂ صدارت کو ہر دلعزیز بنانے میں حارج ہوئیں اور جن کا اعلان آغازِ جلسہ سے قبل ہی اخبارات میں گشت لگا کر شگون پرستوں کے لیئے ایک دلچسپ مشغلۂ بحث بن گیا۔

جس رفیع القدر جلسہ کی تمہید ایسی شاندار ہو اُس کے متعلق اور کچھ لکھنا ایک محدود الحجم رسالہ کے لیئے بے سود تھا لیکن حسنِ اتفاق اور اُردو کی خوش قسمتی سے انجمن کے پہلے اجلاس میں ایک بلیغ تجویز ایسی بھی منظور ہو گئی جو اگر عمل کرنے کے لیئے ہو تو ہم اُس کے فاضل محرک مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کو مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، وہ مفید تجویز یہ ہے کہ:-

"زبانِ اُردو کا ایک مرکزی کتب خانہ وسیع پیمانے پر قایم کیا جائے، اور اُس کو شروع کرنے کے لیئے کم از کم دس ہزار روپئے نقد اور مصارفِ دائرہ کے واسطے معقول سالانہ رقم کا انتظام کیا جائے، یہ کام ایک منتخب جماعت کے سپرد ہو جو اس وقت سے سرمایہ کی فراہمی اور پھر کسی مناسب مقام پر کتب خانہ قایم کرے۔"

اس تجویز میں "زر طلبی" کا مضمون اگرچہ بعض زر پرستوں کو گراں گزرے گا لیکن دُنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی بغیر اس مضمون کے نہیں چل سکتا۔ اس لیئے ہم نہایت زور کے ساتھ تمام بہی خواہانِ اُردو کو فراہمی سرمایہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں، ہمیں امید ہے کہ دس ہزار کی قلیل رقم جلد جمع ہو جائے گی، اور تجویز کتب خانہ کا جو بیج ۱۹۱۶ء کے سالانہ جلسہ میں بویا گیا ہے وہ ۱۹۱۷ء کے جلسہ سے قبل ہی بار آور ہو جائے گا، ہمیں ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا کہ منتخب جماعت میں کون کون بزرگ شامل ہونگے ورنہ شاید ہم اس تجویز کے عملی پہلو پر کچھ اور بھی لکھتے۔

اس تلخ داستان کو ختم کرنے سے قبل ہم انجمن ترقی اُردو کے ناظرِ محترم جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے کی خدمت میں بمنت التجا کرتے ہیں کہ خدا کے لیئے آپ تو اپنے دامنِ عمل کو ان الزامات سے پاک ہی رکھیئے، جو کام کرنیوالی قوموں کی انجمنوں اور جلسوں کے لیئے باعثِ صد ننگ و عار ہیں۔ اور جنکی وجہ سے آپکی قوم اپنی مفید انجمنوں سے روز بروز بے تعلق ہوتی جاتی ہے۔ اُسوۂ حسنہ کی گزشتہ اشاعت میں ہم نے اپنے ناقص خیال کے مطابق انجمن ترقی اُردو کو چند مفید مشورے دیے ہیں امید ہے کہ ناظرِ محترم اُن پر بھی ایک نظر ڈال لینگے۔

اُردو انسائیکلوپیڈیا

انگریزی میں انسائیکلوپیڈیا "Encyclopaedia" اور عربی میں دائرۃ المعارف اُس ہمہ گیر و جامع کتاب الحوالہ کو کہتے ہیں جو علوم و فنون کے ہر ایک شعبہ اور علمی سفر کی ہر ایک منزل میں مشعلِ ہدایت کا کام دے، اور ان تمام معلومات و حقائق پر حاوی ہو، جنکی متمدن دُنیا کی اقوام کو اجتماعی اور انفرادی زندگی میں علمی، عملی یا فکری مقاصد کیلیئے ضرورت پڑتی ہے۔

اُردو زبان کی یہ بے مایگی کس قدر افسوسناک ہے کہ اس میں مکمل تو درکنار کوئی نامکمل انسائکلوپیڈیا بھی اس وقت تک تالیف نہیں ہوئی حالانکہ دائرۃ المعارف متمدن دُنیا میں ایک ایسی چیز ہے جو نہ صرف نشر و توسیعِ علم اور تصنیف و تالیف ہی کے لیئے ضروری ہے بلکہ اُس کے بغیر وہ عادی تہذیب و تمدن بھی محض فرضی و نمایشی معلوم ہوتے ہیں، جو کسی قوم کی طرف سے اپنی اہمیت کے ثبوت میں دوسروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اس لیئے مجلس دار المصنفین اعظم گڑھ کی یہ عالی حوصلگی و اولوالعزمی قابلِ تعریف

ستائش ہے کہ اُسنے رئیس علم پرور جناب راجہ صاحب محمود آباد بالقابہم کی سرپرستی میں اُردو دائرۃ المعارف کا نہایت اہم اور دشوار کام شروع کرنے کا اعلان کیا۔ اللہ تعالےٰ اس اُولوالعزم مجلس علمی اور اُس کے مالی وقلمی معاونین کی ہمتوں میں برکت دے، اور اُسکے مفید علمی وقومی کوشش کو حسنِ انجام دیکھنا نصیب ہو۔

جن لوگوں نے "ارتقاء السنہ" کے فلسفہ کا بنظرِ امعان مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ زبان کا نشوونما خیالات کے گہوارہ میں ہوتا ہے، اور خیالات ضروریات سے پیدا ہوتے ہیں، اور ضروریات اعمال سے، تا وقتیکہ عملیات میں حصّہ نلیا جائے ضرورتیں پیش نہیں آتیں تو خیالات میں وسعت و بلندی نہیں پیدا ہوتی، اور چونکہ زبان خیالات ہی کا عکس ہے اس لیے زبان میں بھی وہ وسعت وجامعیت اور قابلیت ہمہ گیری نہیں پیدا ہوتی جو دائرۃ المعارف جیسی جامع العلوم کتب کی تالیف وتدوین کے لیے ضروری ہے، جس زمانہ میں دُنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی علمی، تمدنی اور اقتصادی تہذیب ہندوستانیوں کی موجودہ حالت سے بہتر نہیں تھی، اُس وقت اُن کے خزانۂ علم میں بھی شاید غیاث اللغات سے جامع تر کوئی انسائکلوپیڈیا موجود نہ ہوگی، لیکن وہی قومیں جب تہذیب وتمدن میں ترقی کرتی ہیں اور اُن کی ضروریات علمی وعملی وسیع ہونے لگتی ہیں، تو جامع ترکیب جو الہ کے موجود نہ ہونے سے اُنہیں سخت ترین دقتیں پیش آتی ہیں، چنانچہ وہ اس طرف متوجہ ہوتی ہیں اور تدریجی ترقی کرکے انسائکلوپیڈیا برٹینیکا جیسی حاوی العلوم کتابیں شایع کرتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ زبانیں اگرچہ مصنوعی کوششوں سے بھی ترقی کرتی ہیں لیکن قابل اعتماد اور پائدار ترقی وہی ہوتی ہے جو ارتقاء تمدن وتہذیب اور وسعت ضروریات کے ساتھ ساتھ ظہور میں آتی ہو، اور جس کے لیے اگر مصنوعی کوششوں کی ضرورت پڑتی ہے تو صرف اس قدر کہ جس عظیم الشان کام میں دار المصنفین کو اپنی پوری قوت صرف کرنے کے بعد بھی شاید خاطر خواہ کامیابی نہ ہو، اُس کو بخوش اسلوبی انجام دینے کے لئے قوم کو صرف چند تاجران کتب کی تجارتی اُولوالعزمی کا رہینِ منت ہونا پڑتا ہے،

ہم دار المصنفین کی عالی حوصلگی میں رخنہ اندازی کرنا نہیں چاہتے، لیکن اس خیال سے کہ دائرۃ المعارف کی تالیف میں دار المصنفین کی اعانت کرنا ہر بہی خواہ ملک کا فرض ہے، یہ مشورہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اور مولوی عبد الماجد صاحب اردو دائرۃ المعارف کے لیے بالفعل صرف محدود جامعیت کو مدنظر رکھیں اور محض اُن علوم وفنون کے متعلق مضامین فراہم کریں جن سے ہندوستانیوں کو کچھ عملی مناسبت پیدا ہو چلی ہے تو زیادہ اچھا ہے، ورنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ شاید دار المصنفین کو اپنے اہم مقصد میں کامیابی نہ ہو، بلکہ ہمارے نزدیک تو یہی مناسب تھا کہ فی الحال دار المصنفین کی طرف سے صرف اسلامی انسائکلوپیڈیا کی تالیف کا انتظام کیا جاتا، مجلس دار المصنفین ایسے کام کے لیے زیادہ موزوں ہے، اُردو انسائکلوپیڈیا کی بجائے اسلامی انسائکلوپیڈیا اُن کی نگرانی میں زیادہ خوش اسلوبی وآسانی کیساتھ مرتب ہو سکتی ہے۔

ہمیں یہ دیکھکر سخت تعجب ہوا کہ دار المصنفین نے اُردو انسائکلوپیڈیا کا کام انجمن ترقی اُردو سے علیحدہ ہو کر کیوں شروع کیا۔ چونکہ دار المصنفین اور انجمن ترقی اُردو کے باہمی تعلقات اور اُن کے اندرونی حالات کا ہم کو علم نہیں ہے، اس لیے مسئلۂ تالیف دائرۃ المعارف کے اس پہلو پر ہم بالفعل کوئی رائے ظاہر کرنا نہیں چاہتے، ہم ممنون ہونگے اگر اس بارہ میں کوئی صاحب ہمیں صحیح اطلاعات بہم پہونچانے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

رئیس القوم نواب وقار الملک مرحوم

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں * بر وفات سید القوم و رئیس المسلمیں

سر سید علیہ الرحمۃ کے قوت بازو، مسلمانوں کے سچے ہمدرد وغمگسار، اسلامی اخلاق وخصائل کے حامل، دینداری وتقوےٰ شعاری کے مجسم نمونہ، علی گڑھ کالج و مسلم لیگ کے سابق آنریری سکرٹری، پیر مرد مقدس ومحترم، محسن ومخدوم قوم عالیجناب نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب مرحوم ومغفور نے ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء مطابق ۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۵ھ کو بعارضۂ فالج اپنے وطن مالوف امروہہ ضلع مرادآباد میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کی روح پر فتوح کو اعلیٰ علیین میں جگہ اور پسماندگان کو صبر جمیل اور مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نواب صاحب مرحوم ومغفور اپنی پیرانہ سالی اور شدید امراض کے پے در پے حملوں کی وجہ سے اگرچہ اب قومی کشتی کو گرداب مصائب سے نکالنے میں اپنے عزیز وناتوان بچوں کا ہاتھ بٹانے سے معذور ہو گئے تھے تاہم اُن کا بابرکت وجود ہمارے زخم خوردہ دلوں پر مرہم تسلی کا کام دے رہا تھا اور یہ تصور ہی کہ ایک مقدس ومحترم بزرگ قوم کا سایہ ہمارے سروں پر موجود ہے، مشکلات ومصائب میں ہماری دستگیری کیا کرتا تھا لیکن آہ کہ یہ رشتۂ تصور بھی اب منقطع ہو گیا، اور موت کے بے رحم ہاتھ نے اُس بزرگ محترم کا نام نیک بھی "رفتگان" کی فہرست میں لکھ دیا۔ یہ جانگداز واضطراب انگیز حادثہ قوم کے لیے ایک مصیبت کبریٰ اور ایک نقصان عظیم ہے جسکی تلافی بظاہر حالات ناممکن معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نواب صاحب مرحوم کے تقدس وتورع اور ان کی بے ریا خدمات قومی کے صدقہ میں مجبور ومضطرب قوم کو بھی ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

وقار الملک وفات پا گئے، مگر "جریدۂ عالم" پر "الکا دوام" ثبت رہے گا، وقار الملک کی مقدس صورت ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو گئی مگر ان کی حسن خدمات و نیک طینتی کی کبھی نہ مٹنے والی تصویر ہمارے سامنے موجود ہے، اسلام نے صورت پرستی کی اجازت نہیں دی، کیونکہ صورتیں فنا ہونی ہیں، اُس نے ہمیں سیرت پرستی سکھائی جو کہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ پس ...

محبِ قوم، وقار الملک کی مفارقت کو حقیقتاً گوارا نہیں کر سکتے۔ اور جو ان کے روحانی فیض سے مستفید ہونے کی سچی تمنا رکھتے ہیں، وہ محض اظہار افسوس کا پیغام بھیجکر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ مسیحِ وقار الملک کی ایک یادگار قائم کریں، ایسی یادگار جس سے نئے نئے وقار الملک پیدا ہو کر قوم و ملک کی رہنمائی کرتے رہیں، وقار الملک مرحوم موجودہ نسل کے ذمہ اپنی خدمات کا ایک قرضہ چھوڑ گئے ہیں، اگر ہم اس قرضہ کے بار سے سبکدوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نئی نسلوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و فلاح کے لیے ہمیں بھی اپنی خدمات پیش کرنی چاہئیں۔ ملکیت ان ہم کو بھی دنیا سے سفر کرنا ہے، اگر اس قرضہ کا بار ہمارے سر سے نہ اترا تو آنے والی نسلیں ہم کو بددعائیں دینگی اور احکم الحاکمین کے دربار میں ہم سے باز پرس ہوگی۔ کیسی ناانصافی کی بات ہے کہ ہم تو اپنے اسلاف کے مال و متاع اور خدمات مفیدہ سے فائدہ اٹھا کر اعزاز و تمول حاصل کریں اور جب نئی نسلوں کی ضرورتیں ہم سے اس قرضہ کی واپسی کا تقاضہ کریں تو ہم ٹس سے مس نہ ہوں۔

افسوسناک انتقال

ہمیں یہ سنکر نہایت افسوس ہوا کہ اسوۂ حسنہ کے معاون مخلص جناب مولوی محمد عظیم صاحب واعظ اسلام کے والد ماجد نے ۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو اپنے وطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں بعارضہ ضیق النفس انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حافظ قرآن اور بہت بڑے فقیہ تھے، شب و روز تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے اور زہد و پاکبازی میں اسلاف کا نمونہ تھے، نماز و روزہ کا اسقدر پابند تھے کہ سن بلوغ سے وفات تک کوئی فریضہ ترک نہیں کیا۔ افسوس کہ اسلامی خصوصیات کے حامل بزرگ دنیا سے روپوش ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان و مہجورین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مولوی محمد عظیم صاحب اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کی وفات پر قطعۂ تاریخ لکھوانا چاہتے ہیں، امید ہے کہ تاریخ گوئی کا شوق رکھنے والے احباب توجہ فرمائیں گے۔

ایڈیٹر اسوۂ حسنہ کے متعلق غلط فہمی

بعض ناظرین اسوۂ حسنہ نے غالباً اپنے حسن ظن کی بنا پر نیاز مند ایڈیٹر اسوۂ حسنہ کے متعلق یہ رائے قائم کر رکھی ہے کہ شاید وہ کوئی بڑا عالم و فاضل یا خدا رسیدہ بزرگ ہے، چنانچہ اکثر خطوط میں نہ صرف اُس کو اُن خطابات سے یاد کیا جاتا ہے جو علمائے کرام یا بزرگان عظام کے لیے مخصوص ہیں، بلکہ کبھی کبھی اُس سے شرعی فتووں کے جوابات اور ضروریات دینی و دنیوی کے لیے اوراد و وظائف بھی طلب کیے جاتے ہیں، اس قسم کے خطوط دیکھکر نیاز مند ایڈیٹر کو بیحد شرمندگی ہوتی ہے، اور اُسکا ضمیر اُس کو سخت ملامت کرتا ہے، اس لیے ناظرین محترم کی با ادب درخواست کی جاتی ہے کہ وہ آئندہ ایڈیٹر اسوۂ حسنہ کو "مولانا، مولوی، مفتی، شاہ، رہنمائے قوم" وغیرہ کے خطاب سے یاد نہ فرمایا کریں، اور نہ دفتر اسوۂ حسنہ سے کسی شرعی استفسار کا جواب ملنے، یا سلوک و تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کی توقع رکھیں، یہ کام مفتیان دین و صوفیۂ کرام کا ہے، نہ اخبارات و رسائل کے ایڈیٹروں کا، کم از کم ناظرین اسوۂ حسنہ کو تو کسی اخباری مولوی کی نسبت بلا تحقیق و تفتیش عالم و فاضل اور مقدس و خدا رسیدہ ہونیکا یقین نہ کرنا چاہیے۔

معاونین اسوۂ حسنہ

اس مہینہ میں معاونین اسوۂ حسنہ نے توسیع اشاعت میں زیادہ کوشش کی ہے بلکہ ایک صاحب نے جن کا اسم گرامی منشی محمود خانصاحب ساکن پوپری ہے اپنی فرض شناسی کا ثبوت دس روپے کا منی آرڈر بھیجکر دیا ہے، اس گرانقدر عطیہ سے ان حضرات کے نام رسالے جاری کر دیے گئے جو بوجہ کم استطاعتی قیمت ادا کرنے سے معذور تھے۔ ہم ان تمام معاونین کا جن کی فہرست کسی دوسری جگہ درج ہے بتہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اور صاحبان بھی خریدار فراہم کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

ہمارے معاصرین

ستارۂ صبح - کرم آباد - پنجاب اُردو کے ان موقت الشیوع رسائل میں جن کا وجود مغتنم ادب اُردو کی لیے سرمایۂ زینت ہے، مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے کے علم نواز رسالے ستارۂ صبح کو خاص امتیاز حاصل ہے، ستارۂ صبح کے ۹ پرچے اسوقت تک شایع ہوئے ہیں، جن کے مطالعہ سے ہر انصاف پسند و سلیم المذاق شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ واقعی یہ رسالہ اپنے رنگ ترتیب و مذاق تحریر میں بے نظیر ہے۔ مولوی ظفر علیخاں صاحب کا قلم مشرق و مغرب کی منشیانہ جدت طرازیوں سے دامن اُردو کو مالا مال کرنے میں مہارت تامہ رکھتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ذوق آشنایان ادب کے لیے ان کے مضامین میں دلفریبی و خوش طبعی کا کافی سامان موجود ہوتا ہے۔ ستارۂ صبح ادبی، تاریخی اور علمی رسالہ ہے اور اس کا ہر ایک نمبر گویا گوناگوں تحریری دلچسپیوں اور بوقلموں علمی لطائف کا ایک دلکش مرقع ہوتا ہے، اسکی تدوین و تالیف میں اس امر کا خصوصیت سے لحاظ رکھا جاتا ہے کہ ہندو مسلمان دونوں اس کو دلچسپی سے پڑھ سکیں، ستارۂ صبح کے چند ابتدائی نمبروں میں ترجمان القرآن کے عنوان سے مضامین مفیدہ کا ایک عمدہ سلسلہ شروع کیا گیا تھا مگر نہ معلوم پھر کس مصلحت سے اُس کو بند کر دیا گیا۔ اگر یہ سلسلہ بھی جاری رہتا تو مذہبی طبقہ میں رسالہ اور زیادہ دلچسپی سے دیکھا جاتا۔ احمدی فرقہ کے متعلق جو نوٹس ستارۂ صبح میں نکلے ہیں وہ ہمارے نزدیک غیر ضروری ہیں اور اس لحاظ سے مضر بھی، کہ دور آزادی میں مناظرہ و مباحثہ ہمیشہ فرق جدیدہ کے حق میں زیادہ سود مند ثابت ہوتا ہے

ستارۂ صبح کے متعلق یہ عام شکایت ہے کہ اس کی لکھائی چھپائی اُس کے مضامین کے شایانِ شان نہیں ہوتی۔ اُمید ہے کہ اس طرف جلد توجہ کی جائے گی۔ ستارۂ صبح کی سالانہ قیمت چھ روپے، ششماہی ساڑھے تین روپے اور سہ ماہی دو روپے ہے جو اس ضخیم و دلچسپ رسالے کی خصوصیات اُس کے ایڈیٹر کی قابلیت اور گراں سامانیِ طبع کے لحاظ سے ہرگز زیادہ نہیں ہے خریداری کے لیے مینیجر صاحب ستارۂ صبح، کرم آباد ڈاکخانہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کو درخواست بھیجئے۔

اودھ پنچ لکھنؤ

تعلیم و تفہیم عوام اور اصلاح و تربیت اقوام کا ایک مؤثر ذریعہ، تحریر و تقریر کی اُس صنف کو بھی قرار دیا گیا ہے جس کا نام ظرافت و مذاق ہے اور جس کا پہلا نتیجہ سامعین و قارئین کی تفریح و خوش طبعی ہے لیکن یہ بھی ظرافت نگاری کا بھی ایک مستقل فن ہے جس کی توضیح و ترتیب میں نہ صرف ظریفانہ رسائل و اخبارات سرگرم کار ہیں بلکہ بہت سی ضخیم و حجیم کتابیں بھی تالیف ہو چکی ہیں۔

اُردو اخبارات و رسائل میں اودھ پنچ لکھنؤ پہلا پرچہ ہے جس نے ملک کی اخلاقی تمدنی اور سیاسی اصلاحات کے لیے ظرافتِ تحریری سے کام لینے کی ضرورت کو محسوس کیا، اور اپنے قابل ایڈیٹر منشی سجاد حسین صاحب مرحوم اور اپنے شہرۂ آفاق ظرافت نامہ نگاروں کے زورِ قلم کی بدولت ہندوستان کے اُردو داں طبقہ میں اپنی مقبولیت و شہرت کا سکہ بٹھا گیا۔ اودھ پنچ منشی صاحب مرحوم کی ادارت میں تقریباً ۳۰ سال تک جاری رہا اور اس طویل مدت میں اُس نے اُردو کے خزانۂ ادب میں ایسا بیش بہا ذخیرۂ ظرافت جمع کر دیا جس کے لیے دُنیائے ادب ہمیشہ اُس کی ممنونِ احسان رہیگی۔

اودھ پنچ کو اپنی مخصوص روش دلپسند میں جو کچھ بھی کامیابی حاصل ہوئی، وہ محض چند نفوس کی خوش مذاقی و ذکاوت طبع کا نتیجہ تھی جب یہ ظرافت نواز حضرات اودھ پنچ سے بے تعلق ہو کر گوشہ نشین ہونے لگے اور امراض و مصائب کے لشکر نے منشی سجاد حسین صاحب مرحوم کے تھکے ہوئے دل و دماغ پر حملہ کرنا شروع کیا تو اودھ پنچ پر بھی بڑھاپا مسلط ہونے لگا یہاں تک کہ مالی نقصانات اور معنوی زوال پذیری کی روح فرسا کوفت اُس کے محترم بانی و ایڈیٹر کے لیے ناقابل برداشت ہو گئی اور انجام کار اپنے انتقال سے دو سال پہلے منشی سجاد حسین صاحب کو اُسے بند کر دینا پڑا۔ کاش کوئی عالی ہمت اُسی وقت اودھ پنچ کی دستگیری کے لیے آمادہ ہو جاتا اور منشی سجاد حسین صاحب کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں عمر بھر کی جانسوز کوششوں کا یہ تلخ ثمرہ دیکھنا نہ پڑتا۔

اودھ پنچ کے بند ہو جانے سے ایک اعلیٰ درجہ کے وقیع و مفید ظریفانہ پرچہ کی جو جگہ ممتاز جرائد اُردو کی صف میں خالی ہو گئی تھی اُمید نہیں پڑتی تھی کہ وہ جلد بھر سکے گی مگر اُردو کی خوش قسمتی نے ایک مردِ غیب منشی محمد ممتاز حسین صاحب کی عنایات توجہ کو تھوڑے ہی عرصہ بعد اس طرف پھیر دیا اور ممدوح کی کوشش سے اودھ پنچ کا آفتابِ ظرافت پھر اُفقِ لکھنؤ سے طلوع ہو کر اپنی خندہ ریز شعاعیں افسردہ دلوں پر ڈالنے لگا۔ ہم کو فنِ ظرافت فہمی میں ایکسپرٹ ہونے کا شرف حاصل نہیں ہو جاتا ہو اُس ظرافت کش طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو "مضحک تکلیں بیکار گشیز" کی دل آویز بولی نے اپنا گرویدہ کر رکھا ہے، اس لیے اودھ پنچ کے قابل ایڈیٹر سے "تحسین سخن شناس" کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ اور ہم بھی ان سے اودھ پنچ کی نسبت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتے کہ اب تک اُس کے جس قدر پرچے ہماری نظر سے گزرے ہیں وہ نہ صرف اپنی وضع ظرافت کو خوش اسلوبی نبھاتے ہیں بلکہ اخلاقی اور اصلاحی پہلو سے بھی مفید ہیں۔ عیب صرف اتنا ہے کہ بعض اوقات ظریفانِ اودھ پنچ کی آورد پسندی ان کے مضامین کو پایۂ تہذیب سے گرا دیتی ہے اگر اس کا انسداد کر دیا جائے اور اخلاقی و تمدنی مفاسد کے تمام پہلوؤں کو مدِ نظر رکھ کر مضامین لکھے یا لکھوائے جائیں تو یقیناً اودھ پنچ کی چٹکیاں متانت مآب واعظین کے گھونسوں سے زیادہ کارگر ہوں گی۔

اودھ پنچ ۲۰×۲۶/۴ کے تقطیع کے ۱۶ صفحوں پر ہفتہ وار شایع ہوتا ہے، اس کے کارٹون بھی نہایت معنی خیز ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ صہ، ششماہی سہ، سہ ماہی عہ ہے۔ مینیجر صاحب اودھ پنچ لکھنؤ سے خط و کتابت کیجئے۔

نظام المشائخ کا رسول نمبر

دہلی کے معتقد و ہر دلعزیز رسالہ نظام المشائخ نے جو جناب ملا محمد الواحدی صاحب کی ادارت میں تقریباً آٹھ سال سے صوری و معنوی آب و تاب کے ساتھ پابندیِ وقت کیساتھ شایع ہو رہا ہے اور اپنی دلآویز خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان کے مذہبی و صوفیانہ طبقوں میں بے نظیر شہرت و مقبولیت حاصل کر چکا ہے حسبِ معمولِ قدیم امسال بھی بتقریب عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا رسول نمبر نہایت شان و اہتمام سے شایع کیا جو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح و فضائل اور خصائص و اخلاق کے متعلق نہایت دلچسپ و مفید مضامین نظم و نثر سے مزین ہے۔ ایسا ضخیم و حجیم نبی نمبر جس میں عوام و خواص دونوں کی دلچسپی و نفع رسانی کا بدرجۂ اتم لحاظ رکھا گیا ہو ابھی تک کسی اخبار یا رسالہ نے شایع نہیں کیا، سوائے نظام المشائخ کے کہ وہ ہر سال اس نیک خصوصیت میں اپنے تمام معاصرین سے سبقت لیجانے کا عادی ہو گیا ہے۔ یوں تو نظام المشائخ کا کوئی پرچہ بھی اُردو کے مشہور انشا پردازوں کی اثر انداز تحریرات سے خالی نہیں ہوتا لیکن رسول نمبر کو ہر حیثیت سے کامیاب و ہر دلعزیز بنانے کے لیے مفید و مؤثر مضامین فراہم کرنے کی خاص طور پر کوشش کی جاتی ہے اور یہ مقدس نمبر واقعی اسم بامسمیٰ ہو کر مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر کے اس شعبے کو جو سیرۃ نبوی سے متعلق ہے بیش قیمت نفع پہونچاتا ہے۔ ۱۳۴۳ھ کا رسول نمبر بھی جو اس وقت ہمارے زیرِ نظر ہے، اپنے ماسبق نمبروں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس گرانیِ کاغذ کے زمانہ میں بھی وہ پورے ایک سو چوالیس صفحوں پر شایع ہوا ہے اور یہ وہ ضخامت ہے جو آجکل یورپ کے پرچوں کو بھی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ضخیم رسالہ میں خصوصاً جب اُس کا موضوعِ تالیف مخصوص کر دیا گیا ہو ہزارہا مختلف المذاق ناظرین کے لیے اوّل سے آخر تک دلچسپی کا قائم رکھنا یقیناً ایک دشوار کام ہے لیکن رسول نمبر کے قابل مؤلف کو اس میں بھی کامیابی ہوئی ہے اور اُن بیش مضمونوں میں جن کو اس مخصوص نمبر کے

صفحات کو زینت دی گئی ہے کوئی مضمون ایسا نہیں ہے جس کو شروع کر کے ختم کرنا کسی کی طبیعت کو گراں گزرے۔ مضامین نثر میں "بچوں پر ستم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دوستوں اور دشمنوں کا ایک عبرت خیز مرقع ہے جسے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے قلم جدت رقم نے اپنی نرالی شان دلربائی سے کھینچا ہے۔

"ہادیٔ اعظم" از جناب مولوی نواب علی صاحب برقؔ۔ "دُنیا کا سب سے بڑا فلاسفر" از جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب۔ "رسول اللہ کا احتساب کبریٰ" از جناب مولوی محمد الدین صاحب جنؔ بلیغی۔ "حضورؐ کا برتاؤ غیر مسلم اقوام سے" از جناب مولوی حکیم مرزا محمد نذیر صاحب عرشی۔ یہ چاروں مضمون پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات و اخلاق پر نہایت دلپسند انداز سے روشنی ڈال رہے ہیں جن کے بغیر اس دورِ تاریکی میں جدید تعلیم یافتوں کے قلوب عظمت محمدی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ الغرض اسی طرح اور تمام مضامین بھی اپنے اپنے رنگ میں نہایت مفید و دلچسپ ہیں اور ہمارے معزز ہمعصر کا تازہ رسول نمبر گویا مہکتے ہوئے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے جس کی خوشبو سے محبان رسولؐ کی روحیں فرحت و مسرت سے بیخود ہو جاتی ہیں۔ رسولؐ نمبر غالباً آٹھ آنے میں منیجر صاحب رسالہ نظام المشائخ کوچہ چیلاں دہلی سے مل سکتا ہے۔ رسالہ نظام المشائخ کے سستے ایڈیشن کی سالانہ قیمت عمہ اور ششماہی ۱۴ ار ہے۔ خریداران نظام المشائخ کو رسول نمبر بر سال مفت دیا جاتا ہے۔ ہم ناظرین اسوۂ حسنہ سے نظام المشائخ اور رسولؐ نمبر کی خریداری کی خاص طور پر سفارش کرتے ہیں۔

رازو نیاز کا نوروز نمبر

اسوۂ حسنہ اور عصر جدید پریس کے منیجر جناب منشی محمد انوار صاحب ہاشمی نے میرٹھ سے ایک نیا رسالہ رازو نیاز نامی جاری کیا ہے جس کا پہلا پرچہ "نوروز نمبر معروف بہ درویش جنتری ۱۹۱۷ء" کے لقب دلچسپ سے ملقب ہو کر بڑی تقطیع کے ۴۰ صفحوں پر شایع ہوا ہے۔ رازو نیاز کے اجرا کا پہلا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مقاصد اسوۂ حسنہ کی تبلیغ کے لیے ایسے طرق و وسائل سے کام لیگا جو عام پسند و عام فہم ہیں۔ اگر "عام پسند" کے مفہوم کو ضرورت سے زیادہ محدود نہ کیا گیا تو یہ مقصد نہایت مفید ہے۔ خدا مبارک کرے۔ اسی سلسلہ میں بہی خواہان اسوۂ حسنہ کے لیے یہ معلوم کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ممالک سندھ اور کاٹھیاواڑ کے بعض علم دوست اصحاب نے بھی اس کی تحریک کی ہے کہ اُن کو اسوۂ حسنہ کا ترجمہ سندھی اور گجراتی زبانوں میں شایع کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہمارے لیے اس سے زیادہ مسرت بخش اور کون سی بات ہو سکتی ہے کہ اسوۂ حسنہ کے دائرۂ تبلیغ و تفہیم کو وسیع کرنے کی ضرورت اسلامی حلقوں میں عام طور پر محسوس کی جا رہی ہے

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

رازو نیاز کے نوروز نمبر یعنی درویش جنتری ۱۹۱۷ء نے اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے یقیناً اسوۂ حسنہ کا حق جوار ادا کیا ہے۔ کیونکہ باوجود جنتری ہونے کے اس نے اپنے صفحات کو رمل و نجوم کی اُن خرافات سے بالکل پاک رکھا ہے جن کو مسلمانوں میں توہم پرستی اور اخبار غیب پر یقین کرنے کے مرض کو ترقی ہوتی ہے۔ اسلامی مہینوں کے متعلق جو ہدایتیں اس جنتری میں درج کی گئی ہیں اُن میں بھی اسوۂ حسنہ کی معتدل روش کی جھلک صاف نمایاں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ اسوۂ حسنہ کے اڈیٹر ہی کے قلم سے نکلی ہیں، تقریباً تمام بزرگان دین و مشاہیر اسلام کے اعراس کی تاریخیں جن کو دریافت کرنے میں مولف درویش جنتری کو تلاش و تحقیق کی بے حد زحمت اُٹھانی پڑی ہوگی۔ صوفیائے کرام کے لیے تو نہایت ہی کار آمد ہیں لیکن عام اسلامی نقطۂ نظر سے بھی خالی از منفعت نہیں ہیں۔ درویش جنتری کی سب سے زیادہ قابل قدر خصوصیت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس میں سال بھر کے لیے پنجگانہ نماز۔ سحر و افطار کے معتبر و مستند اوقات مذہب حنفی کی رو سے ہر انگریزی تاریخ کے محاذ میں درج کر دیے گئے ہیں۔ آجکل ہماری مساجد میں موذن و امام علی العموم ایسے مقرر کیے جاتے ہیں جنہیں اوقات نماز وغیرہ معلوم کرنے کی قطعاً تمیز نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ وقت بے وقت نماز پڑھا دیتے ہیں۔ اور کوئی ان سے باز پرس نہیں کرتا۔ رمضان المبارک میں تو سحر و افطار کے اوقات صحیح نہ معلوم ہونے کی وجہ قریب قریب تمام شہروں میں دقتیں محسوس ہوتی ہیں، اور پھر غضب یہ ہو کہ عام طور پر اُن جنتریوں میں بھی جن کے مولفین اپنے آپ کو علوم ہیئت و نجوم کا ماہر بتلاتے ہیں سحر و افطار کے اوقات نہایت غلط چھپتے ہیں اور اُن پر اعتماد کرنے والوں کی عبادات میں نقص و خلل واقع ہوتا ہے۔ اس لیے مولف درویش جنتری کی یہ کوشش یقیناً نہایت مستحق قابل شکر یہ ہے کہ انہوں نے درویش جنتری کے ذریعہ سے اس اہم دینی ضرورت کو بہت کچھ رفع کر دیا۔ ہمارے تجربہ میں درویش جنتری کے اوقات نہایت صحیح ثابت ہوئے ہیں اور صوبۂ دہلی و میرٹھ کے حنفی مسلمان ان پر بخوبی اعتماد کر سکتے ہیں دوسرے مقامات کے باشندے بھی ان سے مدد لے سکتے ہیں بشرطیکہ پہلے وہ ایک روز خود مشاہدہ کر کے فرق معلوم کر لیں۔

علاوہ ان مفید معلومات کے درویش جنتری میں مذہبی اور صوفیانہ مذاق رکھنے والوں کے لیے اور بھی بہت سی دلچسپ و کار آمد باتیں درج ہیں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کا مضمون "پہلے درویش کے جنگی کارنامے" نہایت دلکش اور دلچسپ ہے۔ حضرت جرجیس علیہ السلام کا قصہ بھی ایک عبرت خیز و سبق آموز مضمون ہے۔ دعا اور تلاوت قرآن کے آداب اور عیدین و رمضان المبارک کے متعلق فقہی مسائل ایسی چیزیں ہیں جن کی ہر دین دوست مسلمان کو ضرورت رہتی ہے۔ "کار باری آدمی کے عادات و خصائل" دُنیاوی اعتبار سے نہایت کار آمد مضمون ہے۔ "ممتاز اسلامی اخبارات و رسائل" کی فہرست بھی درویش جنتری میں ایک نئی چیز ہے۔

الغرض ۱۹۱۷ء کی درویش جنتری مختلف قسم کے دلچسپ مضامین اور کار آمد معلومات سے لبریز ہے اور اس قابل ہے کہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کے گھر میں اس کا ایک نسخہ موجود رہے۔ رسالہ رازو نیاز کے مستقل خریداروں کو یہ جنتری مفت دی جاتی ہے۔ رازو نیاز کی سالانہ قیمت عمہ ششماہی ۱۴ ار اور سہ ماہی ۸ ر ہے جو صاحب صرف جنتری خریدنا چاہیں وہ ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر منگا سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر رسالہ رازو نیاز و درویش جنتری کیمپ میرٹھ۔

کتب جدیدہ

میلاد نامہ مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب نے جن کا کمال انشا پردازی و اجتہاد قلم کاری ہماری تعریف و توصیف سے مستغنی ہے۔ حال ہی میں ایک مفید و دلچسپ کتاب "میلاد نامہ" تالیف فرمائی ہے جو وہ تمام دلکش خصوصیات اپنے اندر رکھتی ہے جنکی مصور فطرت کے جدت رقم قلم سے توقع ہو سکتی ہے۔ محافل میلاد میں جو کتابیں آج کل علی العموم پڑھی جاتی ہیں اکثر زیادہ تر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان فضائل و خصائص کو بیان کیا جاتا ہے جن سے ایمان بالغیب کی صلاحیت رکھنے والے قلوب تو متاثر و مستفید ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں نئی روشنی کی کچھ ہوا لگ گئی ہے ان مضامین سے بجائے فائدہ اٹھانے کے ایسے شکوک و شبہات کو اپنے دل میں جگہ دے لیتے ہیں جو ان کے سمند لامذہبی کے لیے تازیانے کا کام دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں مروجہ کتب میلاد میں ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ ان میں پیرایۂ بیان ایسا خشک اور عبارت ایسی مشکل رکھی جاتی ہے جسے معمولی لیاقت کے مرد اور عورتیں آسانی سے نہیں سمجھ سکتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک میلاد خواں نظم پڑھتے ہیں اس وقت تک تو صف مجلسین میں سبحان اللہ و جزاک اللہ کی آوازیں آتی رہتی ہیں لیکن جہاں نثر شروع ہوئی اکثر لوگ گھٹنوں پر سر رکھ کر اونگھنے لگتے ہیں۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے میلاد نامہ میں ان دونوں باتوں کا خیال رکھا ہے۔ آپ نے ایسی بعید از قیاس روایتیں نہیں لکھیں جن سے کسی مسلمان کے دل میں شکوک و اوہام پیدا ہوں اور پیرایۂ بیان کا دلکش و دلسوز بنانا تو آپ کا حصہ ہے۔ آپ اپنی خداداد قابلیت سے نثر میں وہ موثر شعریت پیدا کر دیتے ہیں جو بڑے بڑے نعت گو شاعروں کی نظموں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اس لحاظ سے خواجہ صاحب کا میلاد نامہ گو اپنی نوعیت میں مکمل نہیں ہے لیکن مروجہ کتب میلاد سے بدرجہا بہتر و مفید ہے۔ میلاد نامہ کا پہلا بیان "میلاد شریف کی فضیلت و احتیاط" کے متعلق ہے جسمیں ان تمام اصلاح طلب امور کو بہ انداز دلربایانہ موثر حکایتوں اور کہانیوں کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جو مخالفین و موئیدین محافل میلاد کی افراط و تفریط اور قارئین و سامعین مولد شریف کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے عام طور پر شایع و رائج تھیں۔ یہ بیان اصلاحی پہلو سے نہایت مفید و مسلمانوں کی توجہ خاص کا طالب ہے۔ باقی بیانات بھی اپنے عنوانوں کی مناسبت کے لحاظ سے مفید و دلپسند ہیں۔ میلاد نامہ کا دوسرا حصہ "رسول بیتی" ہے یعنی اس میں حضور انور کی مقدس زندگی کے خاص خاص حالات اور اخلاق و شمائل کا بیان ہے۔ یہ حصہ پہلے حصہ سے بھی زیادہ سبق آموز ہے۔ آجکل ایسے ہی میلاد ناموں کی زیادہ ضرورت ہے جن میں رسول اللہ کے اخلاق و عادات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ امید ہے کہ خواجہ صاحب ممدوح کا میلاد نامہ ملک میں انتہا مقبول ہوگا اور میلاد خواں حضرات مجالس میلاد شریف میں آئندہ اسی کو پڑھا کریں گے۔ بچوں اور عورتوں کو اردو سکھلانے کے لیے بھی میلاد نامہ نہایت مفید ہے۔ قیمت قسم دوم ۱۲؍ اور قسم اول ایک روپیہ مقرر ہے۔ ملنے کا پتہ :- کارکن حلقۃ المشائخ ڈاکخانہ عرب سرائے۔ صوبہ دہلی۔

حمایت الاسلام جلد اول و دوم یہ نہایت مفید و دلچسپ کتاب جو ابھی حال ہی میں ہمارے پاس ریویو کے لیے آئی ہے اور جس کو چھپے ہوئے غالباً دس سال کا عرصہ ہوا جناب معین العلماء مولانا سید احمد صاحب مجتہد العصر کی ان گرانقدر تالیفات میں سے ہے جو فاضل ممدوح نے عقل پرستوں کے سامنے اسلام اور احکام اسلام کی خوبیاں پیش کرنے کے لیے تحریر فرمائی ہیں۔ حمایت الاسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فاضل مؤلف جامع العلوم اور وسیع النظر ہونے کے علاوہ ضروریات زمانہ سے بھی بخوبی واقف ہیں اور ان اعتراضات و شکوک کے بوجہ احسن رفع کرنے کی قابلیت تامہ رکھتے ہیں جو اصول و فروع اسلام کے متعلق متبعین مذاہب غیر اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کی طرف سے آئے دن پیش کیے جاتے ہیں۔ حمایت الاسلام دو حصوں پر منقسم ہے، حصہ اول میں مذہب کی ضرورت و فوائد، لامذہبی کے نقصانات اور عبادات اسلام کے مصالح و محاسن پر اس خوبی سے بحث کی گئی ہے جسے دیکھکر بلا اختیار مؤلف کے حق میں دعائے خیر نکلتی ہے۔ دوسرے حصہ میں ان احکام اسلام کی فلاسفی بیان کی گئی ہے جو نکاح و طلاق، عقیقہ و ختنہ اور قربانی وغیرہ کے متعلق ہیں۔ فاضل مؤلف نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں نہ صرف زبردست براہین عقلیہ سے کام لیا ہے بلکہ عیسائیوں اور ہنود کی معتمد علیہ کتابوں اور حکمائے یورپ کے اقوال و تحقیقات کو بھی جا بجا شہادت میں پیش کیا ہے اور ہر مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر منصفانہ نظر ڈالکر ایسے نتائج اخذ کیے ہیں کہ کسی انصاف پسند مخالف کو ان پر مزید جرح و قدح کرنے کا موقع نہیں رہتا۔ تعدد ازدواج، طلاق اور ختنہ وغیرہ کے متعلق جو اعتراضات عیسائیوں اور دیگر غیر مسلموں کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں حمایت الاسلام نے ان سب کا قلع قمع کر دیا ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ تردید میں محض اسکات خصم کو مقصود نہیں رکھا گیا بلکہ اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ حمایت الاسلام کو دیکھکر معترضین کی تسلی و تشفی ہو جائے اور وہ دل سے دامن اسلام کے بے لوث ہونے کے معترف ہو جائیں۔ حمایت الاسلام کی عبارت سلیس اور انداز تحریر نہایت متین و مہذب ہے۔ ہر دو حصوں کی ضخامت تقریباً سوا تین سو صفحے ہے کتاب کے آخر میں جناب مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کی بھی ایک تقریظ درج ہے جسمیں حمایت الاسلام کو جمیع فرق اہل اسلام کے لیے مفید ظاہر کیا گیا ہے، حمایت الاسلام کے دونوں حصوں کی قیمت عہ ہے۔ جناب سید رضی صاحب لکھنؤ۔ ڈیوڑھی آغا میر کے پتہ پر خط لکھنے سے مل سکتی ہے۔

تعزیت نامہ شہید قوم مولوی خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم و مغفور کو مسلمانوں کی موجودہ نسل کے متعلق سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ وہ باتیں بہت بناتی ہے اور کام کچھ نہیں کرتی۔ آج بدقسمتی سے ہم کو اس شکایت کے ثبوت میں خود خواجہ صاحب مرحوم و مغفور ہی کے المناک سانحۂ انتقال کی نظیر دردمندان قوم کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہوئی ہے۔ افسوس۔

جب خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کے انتقال پر ملال کی روح فرسا خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ تمام قوم پر مصیبت و غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ہر قومیات سے دلچسپی رکھنے والے شخص کی زبان پر یہی تھا کہ افسوس! قوم کا ایک مخلص و امین رہنما دنیا سے رحلت کر گیا۔ قوم کے ممتاز افراد اور انجمنوں کی طرف سے اظہار ہمدردی کے

سینکڑوں تار اور خطوط بھیجے گئے۔ اخبارات نے خواجہ صاحب کی رحلت کو اندوہناک قومی حادثہ سے تعبیر کرکے طویل لیڈر اور نوٹس شایع کیے۔ پلیٹ فارموں پر پُردرد تقریریں ہوئیں۔ دلگداز نظمیں پڑھی گئیں۔ مسجدوں اور امام باڑوں میں ایصال ثواب کے لیئے مراسم مذہبی ادا کیے گئے۔ ہر طرف سے خواجہ صاحب مرحوم کی کوئی مناسب یادگار قایم کیے جانے پر زور دیا گیا۔ بعض حلقوں میں خواجہ صاحب کی مالی حالت سے متاثر ہو کر قومی بیت المال قایم کرنے کی پُرزور تحریکیں ہوئیں۔ مگر بجائے اس کے کہ منزل عمل کی طرف کوئی قدم بڑھایا جاتا، رنج وہمدردی کا یہ تمام جوش وخروش تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سرد پڑ گیا۔ اور اندوہ ومصیبت کا تاریک بادل جو ایک مخلص دردمند حامی قوم کے ہوش ربا سانحۂ وفات کے اثر سے افق پر چھا گیا تھا چند قطرات اشک برسا کر سمٹ گیا۔ پھر کسی خدا کے بندے نے یہ بھی نہ پوچھا، جس یادگار کے قایم کرنے پر اس قدر زور دیا جا رہا تھا اُس کا کیا حشر ہوا۔ یادگار کے لیئے بہترین صورت کونسی تجویز ہوئی۔ اُس کے لیئے سرمایہ کس قدر فراہم کیا گیا۔ اور کس قومی انجمن نے اس کام کو اپنے ذمے لیا؟ خیر یادگار قایم کرنا تو ایک بڑا کام تھا، جس فنا فی القوم نے اپنی جان ومال کو قوم پر قربان کر دیا تھا اُس کے بچّوں کی تعلیم وتربیت اور مالی اعانت کی طرف توجہ کرنے کی بھی کسی قومی انجمن کو توفیق نہ ہوئی اور بڑے بڑے معزز القاب رئیس جو خواجہ صاحب کی علالت کے دوران میں اُن کے بچّوں کی خبرگیری کے وعدے کر چکے تھے، مرحوم کی وفات کے بعد یاد دہانی پر بھی وہ ایفائے وعدہ کے لیئے آمادہ نہ ہوئے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

حال میں عصر جدید پریس میرٹھ سے ایک پُرسوز وپُردرد کتاب **تعزیت نامہ** شایع ہوئی ہے جس میں اُن تمام مضامین وتحریرات کو جمع کیا گیا ہے جو خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات اور سوانح زندگی وکارنامہ حیات کے متعلق خواجہ صاحب کے مداحوں اور دوستوں نے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب حقیقتاً جریدۂ عبرت ہے اُن لوگوں کے لیئے جو خواجہ صاحب کی خدمات قومی کی قدر کرنے اور اُن کی جانی ومالی قربانیوں کے معترف ہونے کے باوجود مرحوم کی یادگار قایم کرنے اور اُن کی اولاد کی تعلیم وتربیت کی طرف سے بالکل بےفکر ومطمئن ہو بیٹھ گئے ہیں اور خواجہ صاحب کے اہم منصوبوں کی تکمیل کے لیے عملی تدابیر اختیار کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ **تعزیت نامہ** میں مسٹر محمد یحییٰ صاحب بی۔ اے۔ سیّد جالب صاحب دہلوی، خانبہادر مرزا سلطان احمد صاحب، منشی حامد علی صاحب صدیقی، مولوی سید کلب عباس صاحب بی۔ اے اور علامہ شیخ عبد العلی الہروی وغیرہم کے مضامین خاص کے علاوہ ممتاز ملکی وقومی اخبارات کی وہ تمام تحریرات درج ہیں جنمیں خواجہ صاحب مرحوم کے حالات زندگی اور اُن کے کارناموں پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور ملک کے سربرآوردہ اصحاب کے وہ پرائیویٹ خطوط بھی ہیں جنمیں اظہار حزن واندوہ کے سلسلہ میں خواجہ صاحب مرحوم کے اخلاق وعادات وپرائیویٹ طرز معاشرت کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ جسطرح خواجہ صاحب کی ذات مجمع الصفات اُن کی زندگی میں ملک وملت کے لیے ایک خضر سرتاپا نعمت تھی اُسی طرح امید ہے کہ یہ **تعزیت نامہ** اُنکے بعد نوجوانان و کارکنان قوم کے لیئے چراغ ہدایت کا کام دیگا اور مرحوم کے سبق آموز حالات کا مطالعہ قومی ملکی اور مذہبی خدمات کو اُنھی ایثار آمیز طریقہ سے ادا کرنے کا جوش اور شوق پیدا کرسکے گا، جس طریقے سے خواجہ صاحب مرحوم اُنکو انجام دیا کرتے تھے۔

تعزیت نامہ ۲۰×۲۹ کی تقطیع کے ۱۴۰ صفحوں پر نہایت خوشخط وخوشنما چھپا ہے۔ کاغذ دو قسم کا لگایا گیا ہے۔ ولایتی چکنے کاغذ کی کتاب کی قیمت ۱۲ ؍ اور دیسی متوسط کاغذ کی ۱۰ ؍ ہے۔ اُمید ہے کہ مسلمان اس نہایت ضروری مفید دلچسپ اور سبق آموز کتاب کے خریدنے میں دیر نہیں کرینگے،

نام نیک رفتگاں ضایع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

تعزیت نامہ مینیجر صاحب عصر جدید پریس کیمپ میرٹھ سے درخواست کرنے پر ملسکتا ہے۔

عائشہ صدیقہ رض

اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقدس سوانح زندگی کا یہ دلاویز مجموعہ جناب مولوی نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ جسے قلم الفقرا جناب صوفی محمد الدین صاحب آنرری ایڈیٹر رسالۂ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب) نے شایع کیا ہے۔

خواتین اسلام میں حضرت عائشہ صدیقہ رض کو اپنی ذاتی قابلیت وتقدس اور صحابی عظمت وحرمت کی وجہ سے جو تفوق وامتیاز حاصل ہے اُس کے لحاظ سے اُن محترمہ کی کسی مبسوط سوانح عمری کا اُردو میں موجود نہ ہونا ایک افسوسناک کمی تھی جو کتاب زیر نظر کی اشاعت سے ایک حد تک پوری ہوگئی ہے، جس کے لیئے ہر دو صاحبان موصوف ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ مولوی نیاز محمد خاں صاحب اپنی گرانقدر علمی خدمات کی وجہ سے ادبی دنیا میں کافی شہرت پا چکے ہیں، اور جن حضرات نے ان کا طویل مضمون "معجزۂ شق القمر پر ایک محققانہ نظر" بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہوں گے کہ نیاز صاحب جب کسی مختلف فیہ مسئلہ پر قلم اُٹھاتے ہیں تو پھر اُس کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں کرتے، چنانچہ حضرت صدیقہ رض کی سوانحعمری میں بھی نیاز نے حسب معمول تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہے اور آں محترمہ کی حیات طیبہ کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ چونکہ مسلمانوں کی بدقسمتی سے باہمی منازعات ومناقشات کا اثر حضرت صدیقہ رض کی ذات تک بھی پہونچا ہے اور اس خاتون محترم کو بھی ہدف اعتراض وملامت بننا پڑا ہے اس لیئے نیاز صاحب کو بھی اس سوانح عمری میں اُن اعتراضات کی تردید کسی قدر تفصیل سے کرنی پڑی ہے جو بعض حضرات کیطرف سے حضرت صدیقہ رض پر کیے جاتے ہیں، بحیثیت مجموعی یہ سوانح عمری نہایت دلچسپ ومفید ہے، بشرطیکہ اسکے پڑھنے والے اسکو کتاب مناظرہ سمجھکر نہ پڑھیں اور اس کو اُن اغراض کے لیئے کام میں نہ لائیں جو اُسکی تالیف کے وقت نیاز صاحب کے پیش نظر نہ تھے۔

اس کتاب کی لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے کاغذ بھی چکنا ولایتی لگایا گیا ہے ٹائیٹل پیج نہایت خوشنما ہے ضخامت ۲۳۰ صفحے اور تقطیع ۲۰×۲۹ ہے۔ ملنے کا پتہ دفتر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب)

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

(قرآن مجید) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اُتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ دار (اسکو سنکر) نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

ضمیر کی صدا

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

یہ اُس الہامی کتاب کا فقرہ ہے جو ملک عرب کے ایک برگزیدہ شخص عظیم المعظمت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اور جو ۱۴ سو سال سے ایک ہی نہج پر بلا کسی تغیر و تبدیل اور تحریف و کمی بیشی کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلی آتی ہے اور جو بمصداق ونحنُ لہ لحافظون اپنے نازل کرنے والے کی حفاظت میں ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ جتایا گیا ہے کہ "ہم نے انسان کے ضمیر، انسان کے قلب میں یہ قوت رکھ دی ہے کہ:۔ وہ بدی اور نیکی میں تمیز اور شناخت کر سکے"۔ قدرت کی جانب سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے ضمیر یا قلب نہ دیا گیا ہو۔ ہر شخص ضمیر رکھتا ہے اور ہر متنفس کے پہلو میں دل موجود ہے۔ اس آیت اور اس فلاسفی کی تصدیق ہر دل اور ہر ضمیر سے ہو سکتی ہے، کوئی ضمیر اور کوئی دل ایسا نہیں جو اس کی تصدیق نہ کرے۔

صادق۔ کاذب۔ سارق۔ متدین۔ خائن۔ امین۔ بدچلن۔ نیک چلن دونوں اس کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ اُن کی تصدیق کا رنگ کسی حد تک جداگانہ ہو۔ ہر چور یہ کہہ سکتا ہے کہ جب وہ چوری کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکا ضمیر اور اُسکا دل اُسے کیا کچھ کہتا ہے۔ ہر کاذب اسی طرح اپنے ضمیر کی آواز سن سکتا ہے، ہر خائن اور ہر بدچلن بھی اپنے ضمیر کی صدا سُنتا ہے۔ سُنتا ہی نہیں بلکہ اُس کی تصدیق بھی کرتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، درست نہیں۔ وہ ایک بُرائی اور ایک عیب ہے، دیکھو ایک چور باوجود ضمیر کی تنبیہ کے بھی جب چوری کرتا اور پرایا مال متاع پاکر اپنی اغراض کے ماتحت خوش ہوتا اور اپنی فارغ البالی کا اُسے ایک ذریعہ جانتا ہے تو جب خود اُس کے ہاں کوئی چوری کرتا ہے یا اُس کی نقدی اور مال چُراتا ہے تو اُس کے دل پر جو دوسرے کی چوری پر فتوے دیکھا تھا۔ ایک صدمہ ہوتا ہے وہ پولیس کی جانب دوڑتا ہے اور ہر شخص پر شبہ کرتا ہے۔ اُس کی بیوی اور اُس کے بچّے اور بچیاں افسوس کرتی ہیں کہ کیوں اُن کے ہاں چوری ہوئی اور کیوں اُن کا مال چلا گیا۔ اگر چوری بُری عادت اور بُرا رویّہ نہیں تو چاہیئے تھا کہ ایک چور جو دوسروں کے ہاں رات دن چوری کرتا ہے اپنی چوری سے خوش ہوتا اُسکا دل افسردہ نہ ہوتا کیونکہ جو فعل وہ خود کرتا ہے وہی فعل اُسکے ساتھ بھی کیا گیا ہے؟ لیکن ایسا شخص کُڑھتا اور افسوس کھاتا ہے۔ اُس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے، وہ ہر جگہ کہتا پھرتا ہے کہ میرا مال چلا گیا اور میرے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ چوری ایک بُرا فعل ہے ورنہ چور اُسے بُرا نہ جانتا۔ کیونکہ وہ اُسے اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

ایک گالی دینے والا جب اپنی نسبت کسی سے گالی سُنتا ہے تو اُسکا دماغ پھر جاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں اُس کے دل میں مارے جوش کے ایک اُبال آجاتا ہے۔ اگر گالی۔ یا گالی دینا بُرا نہیں تو کیوں ایسا شخص جو دوسروں کو گالیاں دیتا ہے اسپر ناخوش اور ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کے نزدیک تو گالی دینا کوئی بُری عادت اور دُکھ دینے والی بات نہیں تھی۔ ثابت ہوا کہ گالی دینا بُری عادت ہے۔ کیونکہ جو شخص خود گالی دیتا اور ایسی عادت رکھتا ہے وہ بھی اس سے نفرت کرتا ہے۔

ایک مسخرہ دوسروں سے ہر روز مسخری اور ٹھٹھا کرتا ہے لیکن جب کوئی اُس سے مسخری کرتا ہے تو بیزار ہوتا ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بیجا مسخری ایک تکلیف دہ بات ہے۔

ایک رشوت خوار ہر روز مقدمہ والوں سے بخوشی رشوت لیتا تھا۔ ایک دفعہ گاؤں کے پٹواری یا کسی دوسرے اہل کار نے اُس سے بھی رشوت مانگی۔ تو بُرا مانا۔ اہلکار نے کہا حضور انور یہ وہی کام ہے جو آپ بھی روز کرتے تھے

اگر لیتے ہو تو دو بھی -

جو شخص دوسرے کا منہ چڑاتا ہے ' بے منہ چڑائے جانے پر کیوں ناراض ہوتا ہے اس وجہ سے کہ یہ روش فی الحقیقت بُری ہے -

جو شخص کسی دوسرے سے نیکی کرتا ہے اُس کا دل خوش ہوتا ہے اور وہ اُس طریق عمل میں ایک طمانیت پاتا ہے ۔ صرف اس وجہ اور اس باعث یہ طمانیت ہوتی ہے کہ جب کوئی دوسرا اُس سے نیکی کرتا ہے تو اُس کا دل خوش ہوتا ہے - یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نیکی فی الواقع اور فی نفسہٖ ایک اچھا عمل اور نیکی ہے -

ایک پُرانا مقولہ ہے :-

" ہر کہ بر خود میپسندی بر دیگر اں ہمہ میپسند "

ہر ضمیر اور ہر دل آواز دیتا اور وقت پر جتاتا ہے - ہر ضمیر اور ہر دل کا جو فرض ہے' وہ پورا کرتا ہے - سننے اور غور کرنے کے واسطے کان چاہیئے ' یہ سمجھنے کیلئے دل بینا - ضمیر کی یہ صدا ہے کہ اگر تم سلامتی کی راہ دیکھنا چاہتے ہو تو میری سنو اور میری آوازوں پر غور کرو اور کان دھرو -

طرفہ حرف ست ایں کہ زلف یار می گوید بمن
از بلا گرے گریزی ؟ در پناہِ من بیا

خدا نے انسان کو مردہ دل اور بے حس ضمیر نہیں دیا اُس میں ایک زندگی اور ایک حس رکھی گئی ہے - ایسی زندگی - اور ایسی حس جو اُس کو زندہ کرتی اور اُس میں غیر فانی اور روشن روح پھونکتی ہے - اس روح کا نام سرشتی یا فطرتی شریعت بھی ہے' یہ وہ روح ہے جو ہر ذی روح کو با یں اوصاف حاصل ہے یہ پورا کرتی ہے اُس نوشتۂ الہامی کو کہ خدائے قدیر نے انسان کو اپنی کل مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ بنایا ہے اور اس امر کو بھی کہ دنیا میں بُرائی اور نیکی دونوں معمول ہیں اور دونوں کی نسبت ضمیر نوٹس دیتا ہے - اگر کسی کی روح اور فطرت مردہ نہیں ہو چکی تو تقویٰ اور فجور کی بابت ہر ذرہ ضمیر صدا دیتا اور اعلان کرتا ہے -

دیکھو - ایک شخص کسی بے گناہ کو دُکھ دیکر پیچھے اپنے دل میں ہی پچھتاتا اور شرمندہ ہوتا ہے یہ اُس حس اور اُس ضمیر کا اثر ہے جو اُس کی سرشت میں اور اُس کے پہلو میں رکھ دیا گیا ہے اس سے شریعت ' اور احکام شریعت کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے - اور انسان غور کے بعد یہ کہنے لگتا ہے کہ :-

" انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں " اور " جو کچھ کہتے ہیں " وہ عین برحق ہے - یہ ضروری تھا کہ ضابطۂ ضمیری کے مقابلہ میں ایک ضابطۂ ظاہری بھی ہو اور یہی پیمانہ ہے مقابلۂ صداقت اور تائید حق کے واسطے چونکہ دین اسلام ایک فطرتی دین ہے اور شریعت اسلامی عین فطرت کے مطابق ہے اس واسطے اس آیت میں یہ ارشاد ہوا یہ آیت ضمیری رنگ میں گویا شریعت اسلامیہ کی ایک تائیدی اور تصدیقی شہادت ہو - ضمائر اور دونوں غور کرو اور ان کی آوازیں سُنکر اُن کے معنی لگاؤ - ضمیر اور دل پر غور کرنا اور اُس کی صداؤں پر کان دھرنا بجائے خود ایک عبادت اور ایک ریاضت ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ +

سُلطان احمد (پنڈ دادنخاں)

قرآن اور حقوق نسواں

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

یہ آیت باوجود انتہائی ایجاز و اختصار کے ایسی جامع ہے کہ تفصیل بیان اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے مقصود آیت کا یہ ہے کہ عورت ایک خصوصیت کے سوا تمام حقوق میں مرد کی برابر ہے' اور وللرجال درجۃ اسی فوقیت امتیاز کو ظاہر کرتا ہے' اور اسی فوقیت کی خدا تعالیٰ نے خود یوں تفسیر کی ہے الرجال قوامون علی النساء اس فوقیت یا درجہ سے قطع نظر کرکے عورت ہر طرح سے مردوں کی برابر حقوق رکھتی ہے اور دونوں میں از روئے حقوق کوئی کمی بیشی یا چھوٹائی بڑائی نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے عورت کے مالھا وما علیھا کو خود بیان نہیں فرمایا بلکہ عرف عام پر اُن کی تعیین و تقرر کا معاملہ چھوڑ دیا جس سے مردوں کو عورتوں کیساتھ سلوک کرنیکی ایک صحیح میزان معلوم ہو گئی اور جس سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ جب وہ خود بیوی سے کسی امر کے خواستگار ہوں اور حق دار کی طرح سے اُسکا مطالبہ کریں تو اُن پر بھی اُس امر کی مقابل میں ایسا ہی امر واجب ہو جاتا ہے اور بیوی حقدار ہوتی ہے کہ اسکا مطالبہ کرے اسی راز کو سمجھ کر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انی لاتزین لامراتی کما تتزین لی یعنی میں بھی اپنی بیوی کی خاطر ویسے ہی زینت کرتا ہوں جیسے کہ وہ میرے لئے سنگار کرتی ہے -

ولهن مثل الذی علیهن میں مثل سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو مرد کا حق ہے - یا جو کچھ شوہر کے لیے کرے وہی بیوی کا حق مرد پر ہے - یا مرد کو بھی عوض میں وہی کرنا چاہیئے - بلکہ مراد اس سے تبادلۂ حقوق ہے - بحالیکہ حقوق میں مساوات کی نسبت ہو - یعنی جو کام بیوی شوہر کے لیئے کرے - شوہر کو بھی بیوی کے ساتھ اسی کے برابر کا کام کرنا چاہیئے - اس لیئے کہ زن و شو بھی دونوں مماثل ہیں' ان کے باہمی حقوق و اعمال بھی مماثل و مساوی ہی ہونے چاہیئیں - اور واقعی یہ ہے کہ جب زن و مرد دونوں آدمی ہیں - دونوں عقل رکھتے ہیں' دونوں مصلحتوں کو سوچ سکتے ہیں - دونوں کے پہلو میں یکساں طور پر ایسا دل ہے جو ملائم و مناسب اُمور سے خوش ہوتا ہے اور نا ملائم و نامناسب سے ناخوش تو پھر یہ عدل و انصاف نہیں کہ دونوں صنفوں میں سے ایک صنف دوسرے پر ظلم و تحکم کرے اور اُسے غلام بنا کر اُس سے غلامانہ خدمت لے خصوصاً زوجیت کے عقد اور مشترکہ حیات میں داخل ہو کر جس میں سعادت حاصل ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ زوجین ایک دوسرے کا احترام نہ کریں - اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہ رکھیں +

(ماخوذ از تفسیر القرآن)

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

اب ہم تمہارے دین کو تمہارے لیئے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا۔

تعلیم الاسلام

علم الاسلام

(سلسلہ کے لیئے دیکھو اسوۂ حسنہ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء)

آثار صحابہ و اقوال علماءٔ

۴۰۔ "انسان میں علم و فضل کی جتنی کمی ہوتی ہے اُتنی ہی قدر و منزلت بھی کم ہوتی ہے۔"

۴۱۔ "علم ایک ندی ہے، حکمت ایک سمندر۔ علماء ندی کے کنارے ہیں اہل حکمت سمندر میں غوطہ زن اور خدا شناس نجات کی کشتیوں پر سوار اس دریا میں سفر کر رہے ہیں۔"

۴۲۔ "جو شخص لوگوں کا پیشوا بننا چاہتا ہو اُس کے لیئے لازمی ہے۔ پہلے خود اپنے نفس کو تعلیم دینا شروع کرے اور زبان سے تعلیم دینے کی بجائے اپنے افعال و اخلاق سے تعلیم دے۔"

۴۳۔ "علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے، مال محکوم، علم بڑھتا ہے۔ مال گھٹتا ہے۔"

۴۴۔ "عالم شب بیدار روزہ دار مجاہد سے افضل ہے۔"

۴۵۔ "جب عالم مرتا ہے تو ایسا رخنہ پڑتا ہے کہ اُس کو بغیر اُس کے نائب کے کوئی بند نہیں کرتا۔"

۴۶۔ "صرف علماء کے بدن پر قبائے فخر زیبا ہے کہ خود راہ یاب۔ دوسروں کے رہنما اور زندۂ دائم ہیں۔" (علیؓ)

۴۷۔ "جو شخص لوگوں کو بہتر سکھاتا ہے اُس کے لیئے تمام چیزیں، سمندر کی مچھلیوں تک استغفار کرتی ہیں۔"

۴۸۔ "جو خدا کی راہ میں شہید ہوئے وہ عالموں کی بزرگیاں دیکھکر چاہینگے کہ اللہ اُن کو عالم اُٹھاتا۔" (ابن عباسؓ)

۴۹۔ "اگر میں ایک مسئلہ سیکھوں تو تمام رات شب بیداری سے بہتر ہے۔"

۵۰۔ "عالم و طالب علم خیر میں شریک ہیں باقی سب بھٹکے ہیں جنمیں کچھ بہتری نہیں۔"

۵۱۔ "عالم ہو یا طالب علم یا سامع ان تین کے سوا چوتھا نہو ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔"

۵۲۔ "جس شخص کی یہ تجویز ہو کہ طلب علم جہاد نہیں وہ اپنی عقل و تجویز میں ناقص ہے۔" (ابو درداؓ)

۵۳۔ "کوئی چیز علم سے بڑھکر عزت والی نہیں۔ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتے ہیں علماء بادشاہوں پر۔" (ابو اسودؒ)

۵۴۔ "حضرت سلیمانؑ نے علم کو پسند فرمایا تو مال و حکومت علم کے ساتھ عطا ہوئے۔"

۵۵۔ "علم کا تذکرہ تھوڑی سی رات میں کرنا میرے نزدیک تمام رات جاگنے سے اچھا ہے۔" (ابن عباسؓ۔ ابو ہریرہؓ۔ امام حنبلؒ)

۵۶۔ "مجھ کو اس شخص پر تعجب ہے جو علم طلب نہ کرے۔ پھر اُس کا نفس اُسے کسی بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے۔" (ابن مبارک)

۵۷۔ "عالموں کی سیاہی اور شہیدوں کا خون تولا جائے گا تو سیاہی زیادہ ٹھیریگی۔"

۵۸۔ "اگر علماء نہ ہوتے تو آدمی مثل چوپایوں کے ہوتے۔" (حسن بصری)

۵۹۔ "علماء ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن جائیں گے۔ جس عزت کی مضبوطی علم سے نہ ہو تو اُس کا انجام ذلت ہے۔" (احنفؒ)

۶۰۔ "علم کی ایک مجلس لہو کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے۔" (عطاؒ)

۶۱۔ "علم کا طلب کرنا نفل سے افضل ہے۔" (شافعی رح)

۶۲۔ "طلب علم بہتر اور اچھا ہے۔ جو شخص صبح سے لیکر شام تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑے اُس کا ساتھ تم بھی نہ چھوڑو۔"

۶۳۔ "علم ایک نور ہے۔ خدائے تعالے اُس کو جہاں چاہتا ہے وہاں کر دیتا ہے کثرت روایت سے نہیں ہوتا۔"

۶۴۔ "علم کے پاس لوگ جایا کرتے ہیں۔ علم نہیں آیا کرتا۔" (امام مالکؒ)

قرآن و حدیث ہر دو مطلق علم و اہل علم کی تعریف و فضیلت سے مملو ہیں دونوں میں طلب علم کی ترغیب بلکہ حکم دیا گیا ہے اور تحقیق علم حاصل کرنیکا شوق

دلایا گیا ہے۔

"سب لوگوں سے زیادہ عالم وہی ہے جو لوگوں کے علموں سے اپنا علم بھی ملا دے (یعنی اکیلا فقیرہ نہ بنا رہے) اپنی استعداد اور قوائے ذہنیہ سے علوم کو ترقی دے، اور ہر ایک عالم (خواہ کتنا ہی حاصل کرے، پیاسا ہی رہتا ہے۔"

اگرچہ کوئی علم فی نفسہٖ مضر نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ اپنے نتیجہ کے لحاظ سے موجب ضرر ہو۔ اسی نقطۂ خیال سے آنحضرت صلعم نے طالبان علوم کو صرف غرض و غایت کی حیثیت سے مورد عذاب قرار دیا ہے۔

"جن علوم سے خدا کی رضا مندی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان علوم کو اس غرض سے سیکھے کہ کوئی دُنیاوی منصب حاصل ہو تو وہ شخص جنت کی بو تک نہ پائیگا۔

"جو شخص علوم دینیہ کی تحصیل اس غرض سے کرے کہ علم حاصل کر کے علماء کا مقابلہ کرے یا جاہلوں سے لڑا کرے یا لوگوں کو اس کے ذریعہ سے اپنی طرف مائل کرے تو اس کا انجام دوزخ سمجھنا چاہیئے۔"

ان دونوں حدیثوں میں عذاب کی وعید کو خاص غرض رکھنے پر مبنی کیا گیا ہے کیونکہ نفس علم پر کچھ شک نہیں جو علم کو خود علم کے لیئے نہیں سیکھتا وہ ہرگز معراج کمال تک نہیں پہونچ سکتا۔

جو شخص علم کی طلب میں کوئی "طریق" اختیار کرے وہ راستہ اس کو بہشت تک لیجائے گا۔ کھلی بات ہے کہ ہر ایک علم بہشت تک پہنچاتا ہے۔ "علم" و "طریق" کا لفظ جو نکرہ واقع ہوا ہے اس کا صاف قرینہ یہ ہے کہ بہشت کے راستے علم کے راستوں پر منحصر ہیں کیونکہ نیک عمل بغیر علم ممکن نہیں۔

قرآن میں علمی اشارات

ہر چند سائنس و مذہب کی حدود جدا گانہ ہیں اور قرآن مجید کوئی سائنس کی کتاب نہیں بلکہ اس کا موضوع "اصلاح عالم"۔ "تزکیۂ نفس"۔ "تعلیم کتاب و حکمت" یعنی "اتمام مکارم الاخلاق" ہے۔ تاہم کلام پاک میں وجود باری و قدرت خداوند کا تذکرہ کرتے ہوئے ضمناً و اجمالاً اکثر علوم کے متعلق ترغیبی اشارات پائے جاتے ہیں۔

۱۔ ہیئت۔ (۱) "زمین و آسمان کے پیدا کرنے دن رات کے پے در پے آنے میں عقلمندوں کے لیئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو اُٹھتے بیٹھتے۔ لیٹتے ہوئے اُس کی یاد میں مشغول رہتے ہیں اور زمین و آسمان کی بناوٹ میں خوب تامل کرتے ہیں۔"

(۲) "خدا نے آسمانوں کو بغیر دکھائی دینے والے ستونوں کے قایم کیا۔"

(۳) "کیا اُنہوں نے آسمانوں کو بہ نظر تامل نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن کو کس استحکام سے بنایا اُن کو آراستہ کیا۔ ان میں ذرا بھی شگاف نہیں۔"

(۴) "چاند کے لیے ہم نے مختلف منزلیں مقرر کر رکھی ہیں۔"

(۵) "سورج کے لیئے یہ ممکن نہیں کہ وہ چاند سے ٹکرا جائے۔"

(۶) "سورج و چاند کے لیئے ایک حساب ہے۔"

۲۔ حساب: "تم سالوں کی گنتی اور دوسری حسابی باتیں سمجھو۔"

۳۔ جر ثقیل: "خدا وہ ہے جس نے تمہارے لیئے کشتیاں اور جہاز تمہارے زیر حکم کر دیے ہیں اور وہ خدا کے فرمان کے موافق دریا میں چلتے ہیں۔ اسی خدا نے نہروں کو تمہارے لیئے مسخر کیا اور سورج چاند کو لگا تار تمہارے کام میں لگا دیا رات اور دن بھی تمہارے تابع نظر آتے ہیں۔"

(۲) "کیا اُنہوں نے اپنے اوپر صف بستہ ہواؤں میں پرندوں کو بازو پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھا۔"

(۳) "کیا اُنہوں نے پرندوں کی حالت پر کبھی نظر کی ہے جو فضائے آسمان میں خدا کے حکم کے تابع ہیں۔"

نیز وہ تمام آیات جن میں کم و بیش موازنۂ قوی اور اُن کے نتائج پر دلالت موجود ہے شاید اس بارے میں سب سے واضح یہ آیت ہے:

(۴) "خدا نے آسمانوں کو بلند ترین جگہوں میں پیدا کر کے اُن کے لیئے ایک قانون مقرر کیا۔"

اس آیت میں "میزان" کا ذکر ہمیں نہایت صفائی سے بتا رہا ہے کہ اس سے نظام عالم کا ایک نہایت ضروری قانون مراد ہے جس کو عام طور پر قانون کشش کہتے ہیں۔

۴۔ حکمت طبعیہ، نیچرل فلاسفی (۱) "وہ خدا ہے جس نے تمہارے لیئے سبز درختوں میں آتش پنہانی کا ذخیرہ رکھ دیا ہے جس سے تم بوقت ضرورت آگ جلا لیا کرتے ہو۔"

(۲) "ہم نے آسمان و زمین اور اُن کے درمیان چیزوں کو بے فائدہ نہیں بنایا۔"

اس میں کائنات کے تمام و کمال افعال و خواص پر تنبیہ کی گئی ہے۔

۵۔ کیمیا۔ کیمسٹری: "چوپایوں کی حالت پر نظر کرنے سے تمہیں ضرور عبرت ہوگی ہم تم کو اُن کے پیٹ میں کے خون و آلائش سے خالص و خوشگوار دودھ نکال کر پلاتے ہیں۔ کھجوروں، انگوروں سے تم اپنے لیئے مسکرات اور اچھے خوش مزہ کھانے تیار کرتے ہو اس میں عقلمندوں کے لیئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔"

۶۔ علم الموالید (۱) "پاک ہے وہ خدا جس نے اقسام مخلوقات کو پیدا کیا خواہ وہ نباتات کی قسم سے ہوں یا خود نوع انسان کے نفوس حیوانیہ اور وہ تمام چیزیں بھی جن کو وہ جانتے تک نہیں۔"

(۲) "خدا نے تم کو زمین کے قانون آفرینش نباتات کے مطابق پیدا کیا۔"

۷۔ حیوانات: "سب قسم کے جاندار جو زمین پر چلتے ہیں اور وہ سب پرندے جو اڑا کرتے ہیں تمہاری ہی طرح قومیں ہیں۔"

(۲) "کیا اُنہوں نے کبھی اونٹ کی ہیئت کذائی پر بھی نظر ڈالی کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا۔"

۸۔ نباتات: (۱) "ہم نے زمین میں ہر قسم کی خوش منظر روئیدگیاں پیدا کیں۔"

(۲) "جب ہم بارش کا پانی زمین پر اُتارتے ہیں تو وہ جنبش کر کے پھول جاتی ہے اور ہر قسم کی خوش منظر روئیدگی کا باعث ہوتی ہے۔"

۹۔ طبقات الارض۔ (۱) "خدا نے زمینوں کو متعدد طبقے بنایا۔"

(۹) "لوگوں سے کہہ دے کہ زمین میں سفر کرکے دیکھو خدا نے ابتدای آفرینش کس طرح کی ہے؟"

(۱۰) "خدا نے پہاڑوں کو زمین کے لیئے میخیں مقرر کیا ہے"

۱۰۔ علم المعادن "ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس سے آلات جنگ بنے ہیں اور جس سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں"

۱۱۔ علم فزیالوجی۔ منافع الاعضا۔ "کانوں، آنکھوں اور دلوں کی بابت استفسار ہوگا"

۱۲ علم الروح "کہہ دے کہ روح خدا کے حکم سے پیدا ہوئی ہے اور تم انسانوں کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"

۱۳ جغرافیہ "کیا انہوں نے کبھی روئے زمین کا سفر نہیں کیا جس سے ان کے دلوں میں سمجھ آتی۔ اور گوش شنوا انہیں حاصل ہوتے"

(۲) "خدا نے تمہارے لیئے زمین کو مسخر کر دیا ہے، تمہیں چاہیئے کہ اس کے اطراف میں چلو پھرو"

(۳) "تاکہ تم زمین کے کشادہ اور فراخ راستوں پر چل سکو"

۱۴۔ آثار قدیمہ "کیا انہوں نے زمین میں سفر کرکے یہ نہیں دیکھا کہ ان قوموں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھیں"

۱۵۔ علم الانسان "تمہاری زبانوں، رنگتوں کے مختلف ہونے میں خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں"

۱۶۔ تکوین عالم "کیا منکروں نے دیدۂ بصیرت سے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ آسمان و زمین ملے ہوئے تھے جن کو ہم نے جدا کر دیا"

(۲) "ہر ایک جاندار کو پانی سے پیدا کیا"

(۳) زمین کو تو اسے مخاطب بجھا ہوا دیکھتا ہے"

تمام آیات جن میں خدا نے امور متعلقہ نفس و کائنات میں فکر و تامل کا حکم دیا ہے فلسفہ کے متعلق سمجھنی چاہیئں۔ علوم بالا بھی فلسفہ ہی کا مقدمۃ الجیش اور پیش خیمہ ہیں۔ قرآن کریم اولم یروا (کیا انہوں نے کبھی بچشم بصیرت نہیں دیکھا) اولم یتدبروا (کیا انہوں نے کبھی غور و تامل نہیں کیا) اولم یتفکروا (کیا انہوں نے کبھی فکر نہیں کی) اور اسی قسم کے الفاظ سے لبریز ہے۔

(۴) "کیا انہوں نے زمین و آسمان کی سلطنت میں تامل نہیں کیا"

(۵) "ہم ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کے نفوس میں دکھلائیں گے"

خواص کائنات کا مطالعہ طبعاً انسان کو خدا کی معرفت تک پہونچا دیتا ہے اسی بنا پر اس کو فلسفۂ الٰہی کہتے ہیں۔ ایسا فلسفہ قرآن کا لب لباب ہے اور تمام علوم شرعیہ کی بنیاد یہی ہے۔

علم تجارت، صنعت، زراعت، بحر، فنون جنگ کے متعلق بھی آیتیں آئی ہیں۔ علم سیاست مدن۔ علم الحقوق اور قانون تو علوم شرعیہ کے اجزا بلکہ مقصد بالذات ہیں۔

قصہ مختصر

علم کا سرچشمہ عقل ہے، اور اسلام نے بھی اپنا مبدا و منبع عقل ہی کو قرار دیا ہے۔

(ماخوذ فی آیندہ)

عبد الکریم (از کسیلہ)

نکاح اسلام میں

تعلق زناشوئی کے ساتھ اگر فریقین کی صحت خراب نہ ہو تو اولاد کا پیدا ہونا لازم ہے اور اولاد کی پرورش کے لیئے نکاح کا دستور لازم قرار پایا ہے۔ مفصل بیان اس کا الاسلام کے ابواب دوم و چہارم کی فصل ۲۰، ۲۲، ۸، ۳ تا ۲۴ میں مذکور ہے اور اُن سب کا اعادہ باعث طوالت ہے۔ اتنا سمجھنا کافی ہے کہ تعلق زناشوئی نکاح کی صورت میں فطرتاً واجب ہے اور یہی وجہ ہے کہ خلقت آدم سے نکاح کا وجود لازمی طور پر بنی نوع انسان میں پایا جاتا ہے۔

گزشتہ یا موجودہ تاریخوں میں کہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ کسی قوم یا کسی مذہب میں دستور نکاح سے بے اعتنائی کی گئی ہو۔ الاسلام میں میں نے دکھایا ہے کہ نکاح اور متعلقات نکاح کے بارے میں جتنے مسائل اسلام کے ہیں وہ گزشتہ اور موجودہ ادیان سے بہتر ہیں اُن کا بیان دوبارہ لکھنا میرا مقصود نہیں ہے۔ میں یہاں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نکاح کے متعلق جو قواعد سیدھے اور سادے اسلام نے قایم کیے ہیں وہ ہندوستان میں زیر عمل نہیں ہیں، اور یہاں کے اہل اسلام کا اُن سے غیر مانوس ہونا خود اُن کے لیئے باعث زحمت، اور عام مسائل اسلام کے لیئے سخت قابل افسوس ہے۔

نفس نکاح

رسوم نکاح کے دو حصے ہیں ایک تو فریقین میں ایجاب و قبول کا ہونا اور دوسرا اس ایجاب و قبول کا شہرت دینا۔ ایجاب و قبول کے لیئے بہترین نمونہ ہمارے لیئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا عقد نکاح ہے۔ حضرت علیؓ نے خود خواستگاری آنحضرتؐ سے کی۔ اس کے قبل چند دیگر اصحاب کبار نے خواہشیں ظاہر کیں تو آنحضرتؐ نے سکوت فرمایا، اور حضرت علیؓ نے درخواست کی تو آنحضرتؐ نے منظور فرمائی۔ اس واقعہ سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ

کسی مرد کا کسی عورت کے روبرو بلا توسط کسی ولی اصلی یا مجازی کے درخواستِ نکاح کرنا جیسا کہ آج کل غیر مسلم مہذب قوموں میں یا دُنیا کی بعض غیر مہذب قوموں میں پایا جاتا ہے تب تک ضرورت داعی نہ ہو غیر مستحسن ہے اور دوسرے یہ کہ اس کام کیلئے نائبوں یا مشاطوں کا توسط معیوب ہے اور درجہ عیب ظاہر ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کو براہِ راست خود طے کرنا اور نکاح ایسے اہم کام کو غیروں کی وساطت سے انجام دینا صریحی بے دانشی ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے نکاح کے وقت اپنے احباب کو بلا بھیجا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ تشہیرِ نکاح مسنون ہے اور مقتضائے مصلحت بھی ہے تاکہ حاضرینِ نکاح کے گواہ رہیں اور تعدادِ مہر یاد رکھیں۔ لیکن بجائے خاص خاص احباب کے بلانے کے نکاح کے جلسہ کو میلے کا ایک تماشہ بنا دینا اور بطور رسم کے ہر اہل اور نا اہل کو دوست اور غیر دوست کو تفاخر کے لیئے بلانا سنتِ نبوی کی پیروی نہیں ہے، اور غیر مستحسن ہے۔ مجمع کثیر ہو اور بااقتضائے موقع و محل ضروری ہو تو چند دل مضایقہ نہیں لیکن دُلھن کے گھر ایک جماعت کثیر کے ساتھ دولھا کا جانا اور پھر اُس سے اپنے ساتھیوں کا کھانا لینا کسی طرح مناسب نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تو یہ کھانا بعض حالتوں میں کھانے والوں پر حرام ہو جاتا ہے۔ اسوۂ حسنہ کی گزشتہ جلد کے صفحہ ۲۵۱ میں ایک مضمون میرا شایع ہوا تھا جو کہ بزعنی تھی "کیا برات کا کھانا حرام ہے"۔ ناظرین اُسے ملاحظہ فرمائیں۔ نکاحِ فاطمہؓ کا خطبہ خود آنحضرتؐ نے پڑھا تھا اور از جانب حضرت فاطمہؓ ولی کی حیثیت سے خود مراتب ایجاب و قبول انجام دیے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ذی علم ہیں وہ اگر طریقۂ مسنون پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو خود اپنی لڑکیوں کے نکاح میں خطبہ پڑھیں اور خود ایجاب و قبول کریں۔ کسی نکاح خواں کا واسطہ نہ تلاش کریں۔ آنحضرتؐ نے نکاح کے بعد ہی حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجدیا۔ لیکن تا زیست اپنا تعلق پدری حضرت فاطمہؓ کے ساتھ قایم رکھا۔ نہایت ناپاک ہے وہ خاندان جس میں لڑکیاں گھروں سے مثل لونڈیوں کے جدا کی جاتی ہیں اور نکاح کے وقت باپ سمجھتا ہے کہ لڑکی ایک بلا تھی جو گھر سے نکلتی ہے اور ایک نوجوان دام میں پھنسکر یہ بلا اپنے سر لیتا ہے۔ بعد نکاح آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کے گھر جانا اور دونوں پر دعائے خیر کر کے پانی کا چھینٹا دینا اور بعض روایت کے مطابق اپنا لعاب دہن ڈالکر دونوں کو وہ پانی پلانا اشارہ ہے اس طرف کہ گو بضرورت لڑکی بیاہی گئی لیکن باپ کا تعلق لڑکی سے منقطع نہیں ہوا بلکہ اُس کا شوہر بھی داخل رشتہ فرزندی ہوا۔

مہر، جہیز - ولیمہ

مہر کے متعلق الاسلام کی فصل ۳۹ میں بھی کچھ بیان کیا گیا ہے یہاں صرف یہ لکھنا ہے کہ یہ عورتوں کے ماء الشباب کی قیمت ہے یا عورتوں کے اعزاز کی ایک صورت ہے، بوجہ عسرت کے زمانۂ رسولؐ میں تعداد مہر کم ہوتی تھی۔

لیکن حضرت عمرؓ کے وقت میں جب دولت بڑھی تو اس کی تعداد بڑھنے لگی۔ اس اضافہ پر حضرت عمرؓ نے اپنی ناراضی ایک خطبہ میں ظاہر کی۔ جسے سُنکر ایک بڑھیا نے اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ تعداد مہر حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ بیشک۔ فرضی رقم قایم نہ ہونا چاہیئے۔ آٹھ دس برس ہوئے کہ امپیریل گورنمنٹ نے ہندوستان کی مصالح پر نظر ڈالکر تعداد مہر کے متعلق کوئی ایکٹ پاس کرنا چاہا تھا۔ میں نے اُس وقت اس تحریک کے خلاف ایک مضمون اخبار میں چھپوایا تھا۔ بالآخر گورنمنٹ اپنی مداخلت کو غیر مُجد دیکھکر اپنے ارادہ سے دست کش ہوئی۔ قول مجمل یہ ہے کہ مہر کی تعداد کا کم کرنا بلحاظ حقوق زنان کچھ اچھی پالیسی نہیں ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی مصنوعی اور فرضی رقم حیثیت سے زائد محض تفاخر کی غرض سے قایم کرنا معیوب ہی نہیں ہے بلکہ ایک مسئلہ شرعی کی توہین کرنا ہے اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ جس خاندان میں سنت نبوی کو ہر ہر قدم پر ملحوظ رکھنا مرکوزِ خاطر ہوتا ہے وہاں مہر کے متعلق پیغمبر خدا کے زمانے کے مہروں کا خیال رکھنا انسب ہے۔ لیکن اگر صرف تعداد مہر کے وقت سنت نبوی کا خیال کیا جاتا ہے اور دیگر اُمور میں سنت نبوی کا خیال نہیں ہوتا تو یہ سنت جہالت[1] ہے اور حقوق زنان پر ایک حملۂ بیجا ہے۔

ناظرین کی واقفیت کے لیئے اور سنت نبوی تلاش کرنے والوں کی آگاہی کے لیئے زمانہ رسولؐ سے چند مہروں کا مع جہیز و طعام ولیمہ ذکر کیا جاتا ہے:

نام زن	تعداد مہر	صورت ادا	جہیز جو باپ کے گھر سے ملا	ولیمہ
ام المومنین حضرت خدیجہؓ	۵۰۰ درم	{ابو طالب عم رسولؐ نے ذمہ داری کی تھی}	•	•
" حضرت سلمہؓ	۱۰ درم	•	•	کچھ جو کا کھانا
" حضرت جویریہؓ	۴۰۰ درم	•	•	•
" حضرت ام حبیبہؓ	۴۰۰ دینار	{شاہ حبشہ نے ذمہ داری کی تھی}	•	•
" حضرت عائشہؓ	•	•	•	•
" حضرت سودہؓ	۴۰۰ درم	•	•	•
" حضرت زینب بنت جحشؓ	•	•	•	ایک بکری کا گوشت اور روٹی
" حضرت صفیہ	•	•	•	{صحابہ نے گویا اپنا اپنا کھانا ایک جگہ جمع ہو کر کھایا۔}

[1] جو لوگ دیگر اُمور میں سنت نبوی کا خیال نہیں کرتے اور صرف مہر طے کرانے کے وقت متبع سنت بنجاتے ہیں اُن کا دعوے اتباع سنت علی العموم ان کی خود غرضی و چالاکی پر مبنی ہوتا ہے اور وہ اتباع سنت کے پردہ میں عورت کے حق کو غصب کرتے اور اپنے لیئے آسانیاں بہم پہونچاتے ہیں۔ اس لیئے ان کا یہ فعل بد نیتی پر مبنی ہونے کی وجہ سے سخت شنیع اور قابل سرزنش ہے، لیکن جو لوگ بخلوص نیت اور بلا شائبۂ خود غرضی تعیین مہر میں سنت نبوی کا اتباع کرنا چاہتے ہیں گو وہ دیگر اُمور میں پابندی سنت کا اہتمام نہیں کرتے۔ اُن کا صرف تعین مہر کے وقت سنت نبوی کا خیال رکھنا "غیر مستحسن یا مبنی بر جہالت نہیں کہا جا سکتا بلکہ باعث اجر و موجب ثواب ہے۔ (ایڈیٹر اسوۂ حسنہ)

حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ . **مقدار مہر**:- ۴۰۰ مثقال چاندی۔

جہیز:- چادر یمانی ۲- تہائی ۲ گدّے ۴- بازوبند نقرئی ۲- کملی ۱- تکیہ ۱
پیالہ ۱- چکّی ۱- مشکیزہ ۱- گھڑا ۱- (شاید) پلنگ ۱

ولیمہ:- جَو کی روٹیاں- خرمے- مالیدہ-

واضح ہو کہ خط جلیبا کا یہ مطلب ہے کہ مجھے ان کے متعلق کچھ لکھنے کی سند کسی کتاب سے نہ ملی اور نہ فرصت اتنی ملی کہ میں کتب خانہ کی اوراق گردانی کرتا۔

ہندوستان میں جو رسمیں جہیز و نکاح ہوگئی ہیں یا دُلھن کی رخصتی کے ساتھ جو مراسم ابتدا سے انتہا تک ادا کیے جاتے ہیں اسلام میں یا عرب کے تمدن میں کہیں بھی پتہ نہیں لگتا۔ سیدھے سادے نکاح کو ہم لوگوں نے ایک کھیل بنا رکھا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کو چاہیے کہ ہم لوگ نمونہ بنائیں۔ مثلاً نکاح کے قبل حضرت علیؓ کے کفیل آنحضرت تھے کہ نکاح کے ساتھ ہی حضرت علیؓ علیحدہ ہوگئے۔ کیونکہ آزادی کا مقتضا یہی ہے کہ نکاح کے بعد زن و شو دوسروں سے الگ ہو کر ایک جا رہیں۔ اور کسی پر اُن کا بار نہ ہو۔ نکاح کے بعد حضرت علیؓ باہر کے کاموں کے ذمہ دار تھے اور حضرت فاطمہؓ خانہ داری کے سامان کے اہتمام کرتی تھیں۔ مانجھے کی رسم کا کہیں ذکر بھی نہ تھا اور نہ دولھا کو لولو بنا کر مسند پر بٹھانے کا کچھ خیال تھا۔ نکاح کے بعد حضرت فاطمہؓ کو آنحضرتؐ نے امّ ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیجدیا اور پھر خود بھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک روایت کے مطابق ایک پانی کے برتن میں اپنا لعاب دہن ملا کر یکے بعد دیگرے لڑکی اور داماد کو پلایا اور اُسی پانی سے دونوں کو وضو کرایا۔ نکاح کے وقت جو شربت دولھا کو پلا کر اُس کا پس خوردہ دُلھن کے لیے بھیجا جاتا ہے غالباً اسی فعل رسول کی یادگار ہے۔ مگر باپ کا اس پانی میں شریک نہ ہونا جہاں تک زیر عمل ہے وہ سنت نبوی کا ترک کرنا ہے۔ حضرت علیؓ کے نکاح کے وقت ایک طبق خرمہ بھی حاضرین کے سامنے آنحضرتؐ نے رکھا تھا۔ وقت نکاح مٹھائی کا تقسیم ہونا گویا تقلید فعل رسول میں جاری ہوا

طعام ولیمہ میں جو سادگی آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہوتی تھی وہ اوپر بیان ہو چکی ہے جو لوگ تفاخر سے طعام ولیمہ اپنی حیثیت سے زائد کرتے ہیں۔ خلاف طریقۂ رسولؐ و اصحاب رسولؐ کرتے ہیں۔ برات کے کھانے کا تو کہیں نام بھی رسولؐ کے زمانہ میں نہ تھا۔

جہیز لڑکیوں کو دینا سنت ہے اور اس پر اصرار کرنا نہایت اچھا ہے جتنی تو وہ تمام چیزیں دی جائیں جو نئی زندگی شروع کرنے کیلئے ضروری ہیں۔ مگر اس نیت سے دینا کہ لڑکی جاتی ہے جو کچھ اس کا حق ہے دیتی جائے ترکۂ پدری میں آئندہ اس کا کچھ حق نہ ہوگا مکروہ ہے۔ اور لوگوں کے دکھانے کے لیے دینا بھی مکروہ ہے۔ لڑکیوں کو اگر یہ خیال ہو کہ زائد جہیز لیکر جب وہ میکے سے جائیں گی تو زائد تر اُن کی عزت سسرال میں ہوگی تو یہ جہالت ہے۔ اصلی عزت لڑکیوں کو شوہر کی اطاعت اور شوہر کے رشتہ داروں کی خاطر داری کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جہیز کتنا ہی زائد ساتھ ہو لیکن سسرال میں عزت صرف اُن لڑکیوں کی ہوتی ہے جو شوہر کی اطاعت کرتی ہیں اور شوہر کے رشتہ داروں سے باخلاق پیش آتی ہیں۔ اگر کھانا پکانے اور کپڑا سینے کا ہنر ہو اور اُس ہنر سے سسرال والوں کو دُلھن نے فائدے پہونچا کر سب کو اپنی طرف گرویدہ کر لیا ہے تو سمجھیے کہ دُلھن نے دامِ محبت میں سب کو گرفتار کر لیا اور اپنے آپ کو صرف عزت دار ثابت نہیں کیا بلکہ تمام سسرال والوں کو غلام بنا لیا۔ اشرف الناس خادمہم۔

ابوالفضل احسان اللہ عباسی

ف لڑکیوں کو جہیز دینا بیشک سنت ہے لیکن جہیز دینے کا جو طریقہ آجکل عام طور پر جاری ہے وہ ہمارے نزدیک بیحد محتاج اصلاح ہے کیونکہ اس میں بلا قصد نیت وہ مفسدے داخل ہو جاتے ہیں جنہیں فاضل راقم مضمون مکروہ لکھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ جہیز میں وہ تمام چیزیں دی جائیں جو لڑکی کی نئی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ فی زمانہ جائداد غیر منقولہ یا نقدی کی صورت میں جہیز دینا زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر جائداد یا نقدی کا قانون وقف علی الاولاد یا کسی اور ذریعہ مؤثر سے تحفظ کر دیا جائے تو اور بھی مفید ہے۔

رسم جہیز پر امید ہے کہ کوئی صاحب مفصل مضمون تحریر فرمائیں گے۔

(ایڈیٹر اسوۂ حسنہ)

جھوٹی قسمیں

جھوٹ بولنا یا جھوٹا وعدہ کرنا یا وعدہ خلافی کرنا یا جھوٹے واقعہ کو قسم کھا کر سچ باور کرانا یہ سب شرع محمدی میں بڑا گناہ قرار پایا ہے گو حاکم وقت کو دست اندازی کا اختیار نہیں دیا گیا ہے جبتک کہ اور طور پر حق العباد کا اتلاف لازم نہ آتا ہو۔ مگر اخروی عذاب سے شرع میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ جھوٹ بولنا کسی حالت میں مسلمانوں کو روا نہیں ہے جھوٹ بولنے کے بعد نادم ہونا چاہیئے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ توبہ کرنا چاہیئے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ لیکن اگر کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر خدا کی قسم کھا کر پھر اُسکی خلاف ورزی کی گئی ہے تو شارع محض توبہ کرنے کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ تاوان ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تاوان حاکم وقت کے ذریعہ سے نہیں وصول کیا جاتا بلکہ خاطی پر لازم آتا ہے کہ وہ خود اپنی سزا اس طرح کرے کہ ایک بردہ آزاد کرے یا دس مساکین کو کھانا کھلاوے یا دس مساکین کو کپڑا پہنائے اور اگر ناداری اجازت نہ دے تو پھر تین روزے رکھے اور اس عمل کو کفارۂ گناہ کہتے ہیں۔

بطور کفارہ کے اگر کچھ اسلام نے خرچ کرنا واجب ٹھہرایا ہے تو اُسکی صورت یہی جو بیان کی گئی یہ نہیں کہ چھپکلی بدن پر گری اور لوگوں نے تجویز کیا کہ آٹا اُرد اور آٹا تیل خیرات کیجیے سفر میں چلے تو فقیروں کے لیے امام ضامن کا پیسہ باندھ لیا کشتی پر سوار ہوئے تو کچھ حضرت خواجہ خضر کی نذر کی۔ ہماری اعتقادات کی کمزوریوں نے یہ کفارے لازم کیے ہیں اور اگر شرک بھی اس عقیدہ ایمان کے ساتھ ہو تو سمجھیے کہ ضلالت اور گمراہی کی یہ راہیں ہیں۔ (الاسلام)

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

معجزۂ "شق القمر" پر ایک محققانہ نظر

(سلسلہ کے لیئے دیکھو اسوۂ حسنہ ماہ نومبر ۱۹۱۶ء)

(ح) دونوں ٹکڑوں کے درمیان جو فاصلہ پیدا ہوا ہوگا ظاہر ہے کہ وہاں خلا نہیں ہو سکتا پھر اُس خلا کو کس چیز سے بھر اگیا۔

(ط) جرم قمر ہم سے دو لاکھ چالیس ہزار میل کے فاصلہ پر ہے اور اُس کا عکس آئینہ یا پانی میں زیادہ سے زیادہ ۱/۲ فٹ نظر آتا ہے اس لیئے اگر دونوں ٹکڑوں میں کم از کم ایک اِنچ کا فصل نظر آیا ہوگا۔ تو حقیقتاً دونوں ٹکڑوں میں کم از کم ۴۴ میل کا فصل ہوا ہوگا۔ مگر اُس صورت میں کہ دونوں ٹکڑے کوہ حرا کے دونوں طرف الگ الگ نظر آئے ظاہر ہے کہ فاصلہ ہزاروں میل کا ہوا ہوگا اور یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

(ی) جس وقت چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں گے اور اُن میں باہم فصل ہوا ہوگا تو اس فصل کے پیدا ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو دونوں ٹکڑے اپنی اصلی جگہ سے ہٹے ہونگے یا ایک اپنی جگہ پر قایم رہا ہوگا اور دوسرے نے حرکت کی ہوگی۔ بصورت اوّل دونوں ٹکڑوں کو اور بصورت ثانی دوسرے ٹکڑے کو بے نور ہو جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آفتاب کا محاذ جاتا رہا تھا اور ظاہر ہے کہ قمر آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے صرف اسی قدر حصہ میں جو آفتاب کے مقابل ہوتا ہے۔

یہ ہیں چند اعتراضات جو معجزۂ شق القمر پر کیئے جاتے ہیں۔

اب ہم مختصراً اُن کا جواب آخر سے دینا شروع کرتے ہیں:۔

اعتراض "ی" کے متعلق اوّل تو ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ قمر آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے۔ چونکہ تحقیقات علم ہیئت ابھی تک درجہ تکمیل کو نہیں پہونچی اس لیئے ہم پر واجب نہیں کہ تمام موجودہ مسائل علم ہیئت کو ہم صحیح باور کرلیں۔ جس طرح نظام بطلیموسی باطل ہو چکا (حالانکہ وہ اُس زمانہ میں بہت زیادہ صحیح خیال کیا جاتا تھا) اس طرح بالکل ممکن ہے کہ موجودہ انکشافات ہیئت بھی غلط ثابت ہوں۔ پھر علاوہ اس کے جبکہ آج تک بھی تحقق نہیں ہو سکا کہ جرم آفتاب خود منور ہے یا نہیں تو پھر کسی دوسرے کرہ کی نسبت یہ کہنا کہ آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے بالکل بادر ہوا بات ہے۔ جدید تحقیقات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ آفتاب خود جسم نورانی نہیں ہے بلکہ اُس کے گرد تتق نور پھیلا ہوا ہے۔ اس سے قبل یہ بتلایا جاتا تھا کہ نہیں وہ خود نورانی ہے کیونکہ اُس میں شدید گرمی ہے۔ پھر ابھی تک اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا نور و حرارت دو جدا جدا چیزیں ہیں یا ایک ہی، مگر اُسی کے ساتھ اس میں بھی کلام نہیں ہو سکتا کہ آفتاب کا نور ضرور گرمی رکھتا ہے۔ کیونکہ جب آتشی شیشہ اُس کے مقابل رکھا جاتا ہے تو آگ پیدا کرتا ہے، لیکن کیسی حیرت کی بات ہے کہ وہی آفتاب کی حرارت جب کرۂ قمر میں پہونچتی ہے تو سرد ہو جاتی ہے۔ یا تو آتشی شیشہ سے آفتاب کے مقابل رکھکر دھات تک پگھلائی جا سکتی ہے یا اُسی نور آفتاب کی یہ برودت ہے کہ کرۂ قمر کے سامنے وہ آتشی شیشہ ایک درجہ حرارت کا بھی نہیں پیدا کر سکتا۔ آج تک کوئی ہیئت داں اس راز کو نہیں دریافت کر سکا، پھر جب کہ ابھی تک یہی تحقق نہیں کہ واقعی کرۂ قمر میں روشنی کہاں سے آتی ہے تو کیونکر ہم اس کو محال سمجھ سکتے ہیں کہ آفتاب کے محاذ سے ہٹ کر چاند کی روشنی باقی رہ سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کرۂ قمر کی روشنی خود اُس کی ذاتی روشنی ہے اور اس لیئے بحالت شق القمر وہ زائل نہیں ہو سکتی، خواہ دونوں ٹکڑوں کا محاذ آفتاب سے ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ کرۂ قمر آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے تو بھی نور قمر کا زائل ہونا بحالت شق القمر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ اُس وقت ممکن ہے جو شرقاً غرباً ٹکڑوں میں فصل ہوا ہو۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ حرا کے دونوں جانب یہ ٹکڑے دیکھے گئے۔ اس لیئے مکہ کے جائے وقوع کے لحاظ سے یہ شق شمالاً جنوباً ہوا اور اس لیئے آفتاب کا محاذ قایم رہا۔ اور دونوں ٹکڑوں کی روشنی بھی زائل نہیں ہوئی۔

اعتراض (ط) کا تعلق علم مناظر والمرایا سے ہے اور اُسکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ دونوں ٹکڑوں میں ہزاروں میل کا فرق ہوا ہوگا جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ غالباً یہ کوئی اعتراض نہیں ہے، کیونکہ سمجھ میں نہ آنا یا نقص سمجھنے والے کا ہے نہ کہ کسی دوسرے کا۔ پھر اُس نقص کی بنا پر جو معترض میں ہے ہم بھی اسکا جواب دینے کو بری الذمہ ہیں، مگر ہم انہیں کے اصول کو صحیح تسلیم کرکے اسکا جواب دیتے ہیں:۔

علم المناظر کا یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ ہر شئے کی پوری مقدار اسی جگہ سے نظر آ سکتی ہے جہاں زاویۂ رویت زاویۂ قائمہ ہے۔ مثلاً اگر کوئی مکعب جسم ۱۰۰ گز مکعب کا ہے اور اُسکا

ہر قطر ۲۰۰ گز ہے) تو اُس کی پوری و صحیح جسامت ہیں ۔اگز کے فاصلے سے نظر آئیگی جہاں ذرا بڑی رویت قائمہ بنے گا، اور اگر ہم اُسے قریب سے دیکھیں گے تو وہ بڑا اور دور سے چھوٹا نظر آئے گا۔ اس حساب سے چونکہ قطر قمر دو ہزار ایک سو اسّی میل کا ہے اس لیے ایک ہزار نوّے میل کی دوری سے اُس کی صحیح جسامت نظر آ سکتی ہے پھر چونکہ ہمیں کا فصل کرۂ قمر سے دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے، اس لیے یہاں سے کرۂ قمر ایک اور ۲۲۰ کی نسبت سے چھوٹا نظر آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ کرۂ قمر ہمیں زمین سے کتنا بڑا نظر آتا ہے - زیادہ سے زیادہ گز بھر کا اس لیئے اس حساب سے کرۂ قمر صرف ۲۰۰ گز کا ہوا۔ حالانکہ اُس کا قطر اس سے ہزاروں گنا زیادہ ہے اس سے غالباً کافی ثبوت اس بات کا مل گیا ہوگا کہ اُصول علم المناظر کس درجہ غلط ہیں۔ پھر جب خود ان کی میں یہ قدر نقصان ہے تو اُن کی بناء پر یہ حکم لگانا کہ دونوں ٹکڑوں میں اس قدر فصل ہو گیا ہوگا، بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔

اعتراض (ح) کی نسبت ہمیں سوائے اسکے اور کچھ کہنا نہیں کہ وہی مادۂ سدیمیۃ تمام جو ہوا، و فضائے عالم میں پھیلا ہوا ہے، وہی دونوں ٹکڑوں کے درمیان بھر دیا گیا ہوگا، اور اس میں کوئی استحالۂ عقلی نہیں ہے۔

اعتراض (س) کے متعلق ہمارا جواب یہ ہے کہ اوّل تو پہلے اُس اختلاف کو دور کر لیا جائے جو کرۂ قمر کی آبادی کے متعلق ہے۔ پھر یہ سوال اُٹھایا جائے کہ بعض کا خیال ہے کہ آبادی ہے اور بعض محققین کی رائے ہے کہ کسی زمانہ میں وہاں ضرور آبادی تھی لیکن اب کثرت برودت سے وہ آبادی فنا ہو گئی ہے اور سب کرۂ قمر بالکل غیر آباد ہے۔ اس لیے جب تک یہ نہ تحقیق ہو جائے ہمیں اس اعتراض کے جواب دینے کی زحمت گوارا کرنا ضروری نہیں ہے۔

اعتراض (و) کی نسبت ہمارا وہی جواب ہے جو (س) کے تحت میں ہم نے دیا ہے کہ ابھی تک یہی تحقیق نہیں کہ وہاں دریا وغیرہ ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو اُن کو کثرت برودت نے منجمد کر دیا ہے یا نہیں۔ لیکن ہر شخص یہی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ وہاں ہونگے بھی تو منجمد حالت میں اسلیئے بوقت شق القمر اُن کا بہہ نکلنا لازم نہیں آتا۔

اعتراض (ک) کی نسبت یہ کہنا کافی ہوگا کہ اگر پانی کا کم ہو جانا ضروری ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اسکا ذکر بھی ضرور کیا جائے۔ ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ چاند کا پانی زیادہ ہو گیا تھا تو بیشک یہ اعتراض وارد ہو سکتا تھا۔

اعتراض (د) کو ہم صحیح نہیں مانتے۔ اسکا ثبوت پہلے معترض کے ذمہ ہے کہ وہ حرکت قمر کے رُک جانے سے نظام فلکیہ میں برہمی کو ثابت کرے اور جب تک یہ تحقیق ہو جائے شق القمر پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اعتراض (ج و ب) کا جواب یہ ہے کہ حرکت قسری قمر کی حرکت ذاتی کے منافی نہیں ہے بلکہ وہ دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ جیسے حرکت آفتاب کہ اُس میں اُس کی حرکت ذاتی اور حرکت عرضی دونوں شامل ہیں۔ علاوہ اس کے دریا میں اکثر یہ روز ہوتا ہے کہ ایک پورب کی طرف بہنے والے دریا میں جب دکن کی طرف سے کشتی جانب شمال لائی جاتی ہے تو کشتی کی حرکت سکون میں تبدیل نہیں ہو جاتی بنابر آں یہ قابل تسلیم نہیں کہ شق القمر کے وقت رفتار قمر میں سکون ہو گیا ہوگا۔

اعتراض (الف) کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تھوڑی دیر کو یہ ہم شمس کی قوت جاذبہ کو کرۂ قمر پر عامل نہ تسلیم کریں تو کیا استحالۂ عقلی ہے، جب کہ موجودہ تحقیقات ابھی تک حالت تذبذب میں ہے اور روزانہ جرم آفتاب کے متعلق نئی نئی باتیں دریافت ہوتی جاتی ہیں، بالکل ممکن ہے کہ کرۂ شمس کی جاذبیت دونوں ٹکڑوں کے ساتھ یکساں رہی ہو۔ اس کے سوا کوئی دلیل عقلی عائد نہیں ہو سکتی ۔

نیاز محمد خاں نیاز فتحپوری

ایمان بالقدر

خدا کی شان ہے کہ وہ عقیدہ جو ہر درد کی دوا اور ہر مرض کی شفا تھا جو ہر مصیبت میں وجہ تسلی اور ہر تکلیف میں باعث تسکین ہوتا، وہی عقیدہ ہماری کج فہمی اور نادانی سے اتنا مشکل اور مبہم ہو گیا کہ ساری دُنیا نے ہمارے قومی تنزل اور انحطاط کا سبب اسی کو ٹھہرایا اور ہم خود بھی اپنی پست ہمتی اور دون طبعی کے نتیجوں کا الزام اسی کے سر تھوپنے لگے۔

عقیدۂ تقدیر بالاجمال یہ ہے کہ دُنیا میں جو کچھ ہوا ہے جو کچھ ہوتا ہے اور جو کچھ ہوگا سب اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم سے ہو رہا ہے، وہ شروع ہی سے ہر ایک بات کی بابت فیصلہ کر چکا ہے کہ یہ اس طرح ظہور پذیر ہوگی اور ہر شخص کے لیئے مقرر کر چکا ہے کہ اُس کو یہ حالات و واقعات پیش آئیں گے۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ (جو کچھ ہونے والا تھا اُس پر قلم چل گیا) ۔

یہانتک کہ اعمال کی نیکی اور بدی اور آدمی کا دوزخی یا جنّتی تک ہونا بھی مقدر ہو چکا ہے اور چونکہ اللہ کے حکم ناگزیر ہیں اس لیئے مقدرات سے سرتابی و انحراف ممکن نہیں ہے۔ یہی سبب تھا کہ عام طور پر مسلمانوں نے اس عقیدہ کو مہمل انکاری اور غفلت شعاری کا حیلہ بنا لیا اور اغیار نے اسے سعی و کوشش کا منافی اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کا مرادف سمجھ لیا اور تدبیر اور تقدیر کو ایک دوسرے کی ضد ٹھہرایا حالانکہ یہ سرتاسر غلط فہمی اور گمراہی ہے۔ بیشک ہمارا اتنا عقیدہ ہے کہ مشیت ایزدی کے بغیر کوئی چھوٹی سی چھوٹی بات نہیں ہو سکتی۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے بھی پہلے اسکا علم ازل سے ابد تک تمام حالات و واقعات معلومہ و غیر معلومہ پر حاوی و محیط تھا لیکن پھر بھی اس سے نہ تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم اپنے ہر ایک کام میں مجبور اور پابند ہیں اور نہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہمارے اعمال و افعال کی جوابدہی ہم سے ساقط ہو جاتی ہے مسئلہ تقدیر کا یہ مفہوم لینا نہایت سخت غلطی ہے اور اس عقیدہ پر جو کچھ حرف گیری کی گئی ہے وہ اسکو

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ہم زبور میں نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

اصلاح الاخلاق والاعمال

تہذیب النفس — تدبیر منزل — سیاست مدن

غنیم کا لشکر

میں ایک روز نرم نرم بستر پر عمدہ عمدہ نعمتیں کھا پی کر اور نغمہ و ساز کی دلکش آوازیں سن کر بے فکری کے ساتھ پاؤں پھیلائے سو رہا تھا اور اپنے دل میں یہ خیال کرتا تھا کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے تمام ضرورت کی چیزیں مجھے عنایت کی ہیں۔ در حقیقت عیش و عشرت کے اسباب میرے لئے مہیا کئے ہیں۔ رہنے کو اچھے پاکیزہ اور آراستہ مکان کھانے کو عمدہ عمدہ قسم کے لذیذ کھانے، پہننے کو اچھے اچھے طرحدار، خوش وضع اور خوش قطع لباس، چڑھنے کو بہتر سے بہتر سواریاں۔ پس میں اپنے دل میں بہت خوش تھا کہ خدا نے مجھے اُن چیزوں کی فکروں سے سبکدوش کیا ہے جن کے واسطے تمام عالم سرگرداں و حیران پھرتا ہے۔

اس وقت میرے عیش و آرام میں اور بادشاہ وقت کے سرور و انبساط میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ پس اگر میں اپنے آپ کو بادشاہ تصور کروں تو بیجا نہیں اور واقعی ہر شخص اپنے گھر بار اور مال و ملک اور زن و عیال اور نوکر چاکر کا بادشاہ ہوتا ہے اور جیسا کہ بادشاہ کو سلطنت کے انتظام کی فکر اور رعایا کی غور و پرداخت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ہر صاحب خانہ کو اپنے گھر بار کے انتظام اور اہل و عیال کی تعلیم و تربیت اور نوکر چاکروں کی غور و پرداخت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہ فکر معاشرت کی فکر کہلاتی ہے، یہ فکر ایسی سخت نہیں ہے جیسی کہ معیشت کی فکر سخت ہوا کرتی ہے۔ میں خدائے پاک کی عنایتوں کا کس قدر شکر بجا لاؤں کہ جس نے مجھے معیشت کی فکروں سے بچا رکھا ہے۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں اور میں اسی باعث سے اپنی خوشی کو بادشاہ کی خوشی کے مساوی پاتا ہوں۔

غرضکہ میں ایسے ایسے خیالات میں مستغرق تھا کہ مجھے نیند آ گئی۔ میں لمبی تان کر سویا اور بڑی راحت کے ساتھ سویا۔ آدھی رات کو یکایک میرا ایک قدیم دوست جس کا نام القائے ربانی ہے، میری خوابگاہ میں آیا اور اُس نے میرا بازو ہلا کر مجھے بیدار کیا۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھا اور میں نے اُس سے بھی وہی ذکر چھیڑا جس کا خیال اگلی شب سے میرے دل میں جاگزیں تھا۔ اور میں نے کہا کہ اے دوست! دیکھ تو میں کیسا خوش حال اور کیسا خوش نصیب ہوں کہ خدا نے مجھے کیسی کیسی نعمتیں عنایت کی ہیں اور میری زندگی کیسی بے فکری میں گزرتی ہے اور اپنی سلطنت و حکومت میں کیسی اچھی طرح راج کر رہا ہوں اور خوب طرح داد عیش و کامرانی دے رہا ہوں۔

تب اُس نے ایک آہ سرد کھینچکر کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں، مگر آپ ابھی اُن چیزوں سے بے خبر ہیں جن کی خبر میں آپ کو سنانے آیا ہوں، آپ ہوشیار ہو جائیں کہ آپ کے دشمنوں کے لشکر آپ کی سلطنت کو زوال پہونچانے کے لیے منزل بمنزل نزدیک چلے آ رہے ہیں اور آپ کے دشمنوں نے آپ کو ترکیب سے گھیرنا چاہا ہے، تاکہ آپ کی خوشحالی و بے فکری کو یک لخت مٹا دیں اور آپ کے چین و آرام کو ایک دم نیست و نابود کر دیں۔

میں گھبرایا اور اُس کی بات کو کاٹکر کہنے لگا کہ اے دوست! تو ایسی دل کو پژمردہ کرنے والی خبر کہاں سے لایا ہے۔ بھلا کہیں برٹش سرکار کے راج میں بھی ایسا اندھیر ہو سکتا ہے کہ کوئی ریاست کسی ریاست پر لشکر کشی کرے، اور کوئی راجہ کسی راجہ کے ملک و دیار میں بدامنی پھیلائے۔

دوست نے کہا کہ یہ آپ سچ فرماتے ہیں، بے شک اس وقت علم و ہنر کا بازار گرم ہے اور تہذیب و شائستگی کی روشنی ترقی پر ہے۔ امن و انصاف نے شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا رکھا ہے۔ مگر تم ذرا کوٹھے پر چڑھ کر دوربین کے ذریعے اُس لشکر کی آمد آمد کو ملاحظہ کرو جو بغیر تیغ و تبر کے تمہارا گلا کاٹنے کو آمادہ ہے۔

میں گھبرایا ہوا اُٹھا اور اپنے دوست کی باتوں پر یقین نہ کر کے ازراہ حیرت و استعجاب کوٹھے پر چڑھ گیا۔ اور عقل کی عینک آنکھوں سے لگائی اور دور اندیشی کی دوربین سے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔ دیکھتے دیکھتے بے اختیار میں پکار اُٹھا کہ ہاں ہاں۔ سچ کہتے ہو یہ لشکر تو بڑے ڈھب ہے۔

ایک سمت سے تو جنیوں اور مہاجنوں کا لشکر نظر آ رہا ہے جو گھر بار تباہ کرنے اور دن دہاڑے بھلے مانسوں کو لوٹنے مونڈنے پر کمربستہ ہیں، ہم اگر ہزار فریاد و نالہ کریں مگر اُن کے بس میں آ کر چھوٹنا محال اُن کے شکنجہ میں پھنس کر آزاد ہونا غیر ممکن۔ یہ لوگ ہماری

سلطنت و مملکت و حکومت و عزت و بے فکری و فارغ البالی و خوش حالی کے کٹّے بدخواہ و دشمن ہیں ۔

اس لشکر کے چند کس ہماری جان ومال کا فیصلہ کرنے اور ہماری اولاد کو بے در و بے گھر کرنے اور جاہ و جلال کے منصب سے اُتار کر بھیک منگوانے کو کافی ہیں تو پھر پوری جمعیت کا کیا ذکر کیا جائے ۔

دوسری طرف لشکر یاروں ہم نشینوں اور مصاحبوں کا دکھائی دیا ۔ جو ہمارا وقت ہمیشہ بیہودہ باتوں میں گذار دیتے ہیں اور گنجفہ و شطرنج و چوسر و پتنگ وغیرہ کھیلوں میں شامل ہو کر ایسے واہیات کاموں میں مدد دیتے ہیں جن کے باعث ہمیں دین و دنیا کے مفید کام کاج کے سوچنے سمجھنے کی فرصت نہیں ملتی اور ہماری زندگی بیکاری میں گذر جاتی ہے اور ہم اس وقت کف افسوس ملتے ہیں اور نہایت حسرت و یاس کے ساتھ جان دیتے ہیں کہ ہائے ہم نے دُنیا میں آکر کچھ نہ کیا ۔

تیسری جانب سے ایک اور لشکر نظر پڑا ۔ وہ حسینوں مہ جبینوں رنڈیوں اور ہرجائیوں کا تھا جن کی خواہش اور رغبت نے ایک عالم کو دیوانہ و مستانہ وارفتہ بنا رکھا ہے ۔ اس لشکر نے اچھے اچھے عابدوں زاہدوں کا دین و ایمان غارت کیا ہے اور اچھے اچھے نیک بخت شرمیلے جوانوں کو بے شرم و بے غیرت بنایا ہے اور اچھے اچھے نام آوروں کی نیک نامیوں کو بٹہ لگایا ہے اور اچھی اچھی فرماں بردار و سعادتمند اولاد کو ماں باپ سے چھڑایا ہے ۔ اور نافرمان و نالائق اولاد کا خطاب دلوایا ہے ۔ اور اچھی اچھی حسین و مہ جبین بیبیوں کو اُن کے شوہروں کے فراق میں آٹھ آٹھ آنسو رلوایا ہے ۔ اور عزیب پردہ نشین شریف زادیوں کی زندگی کو خاک میں ملایا ہے ۔

کسبیوں کا گروہ تو ایسا ہے کہ جو اُن کے داؤ گھات میں آیا اُس کے گھر بار پر انہوں نے جھاڑو پھروا دی اور دیکھتے دیکھتے بیچارے کی دُنیا کو اُجاڑ دیا ۔ (… خدا کو خبر ہے) پھر جب میاں جی کے پاس کچھ نہ رہا تو اُن کی … اب یہ تین میں رہے نہ تیرہ میں ۔ اور اُن سے کچھ اولاد ہوگئی تو اگر لڑکا ہے تو اس نے … اور بھڑوے پن اختیار کی اور اگر لڑکی ہے تو کسبن بنائی گئی ۔

باپ اپنے گھر بیٹھے ہوئے دیکھا کریں کہ اُن کی صاحبزادی کسب کرانے میں کیسی نامور نکلی ہے ۔

چوتھا لشکر بزازیوں اور بیوپاریوں کا دکھائی دیا ۔ یہ ہمیشہ نئی نئی قسم اور نئی نئی طرز اور نئے نئے فیشن کا اسباب لاکر اپنی اپنی دوکانیں سجاتے اور خریداروں کی دولت کو اس طرح چھین لیتے ہیں جیسے کہ حسین معشوق آنکھیں ملا کر عاشقوں کا دل چھین لیتے ہیں ۔ واقعی اسباب کی تراش و خراش چمک دمک انوکھی قطع اور انوکھی وضع ہمارے دلوں کو گرویدہ کرلیتی ہے اور ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے اسی لیئے ہم اندھے ہوکر اس طرح سامان خریدنے لگتے ہیں کہ پس و پیش کا کچھ خیال نہیں رہتا ۔ نہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمکو اسکی ضرورت بھی ہے یا نہیں اور نہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ چیزیں پائیدار ہیں یا صرف جگمگاہٹ اور خوبصورتی ہی خوبصورتی ہے ۔ اور نہ اس بات پر نظر کرتے ہیں کہ ہم کو اپنی دولت سے دوسرے کام بھی لینے ہیں یا صرف اسباب ہی خریدنا ہے ۔ اگر اسباب خریدنا ہے تو کونسا اور کس قدر ؟

تب میں چاہتا تھا کہ لشکروں کا کچھ حال پوچھوں کہ میں نے خوف زدہ ہوکر القائے ربانی سے کہا کہ تم سچ کہتے ہو یہ لوگ بغیر توپ و بندوق اور نیزہ و تلوار کے اپنا کام کر جاتے ہیں ہماری دولت اور راحت کو چھین لیتے ہیں ہم کو بے دست و پا بنا کر بٹھا دیتے ہیں اور ہمارے دین و دنیا کو اُجاڑ دیتے ہیں ۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہم اس لشکر سے اپنی جان و مال کو کیونکر محفوظ رکھ سکیں ۔

تب القائے ربانی نے جواب دیا اے میرے پیارے دوست ! اگر تم پہلے لشکر کے ہاتھوں سے بچنا چاہتے ہو تو اول یہ کرو کہ فضول شادی بیاہ کی رسموں کو بند کر دو ۔ اور مخلوق کے بُرا بھلا کہنے کی بالکل پروا نہ کرو ۔ دوم گھر کا خرچ آمدنی سے زیادہ نہ بڑھاؤ ۔

سوم جو کچھ پہلے قرض ہو چکا ہے اس کی ادائیگی کی جلد فکر کرو ۔

چہارم آج سے توبہ کرو کہ میں آیندہ کبھی قرض نہ لونگا اور خواہ کیسی ہی تکلیف ہوگی میں اُسے برداشت کرونگا ۔ مگر کسی بنیے کی دوکان نہ جھانکونگا اور ان کا منحوس قدم گھر میں نہ گھسنے دونگا ۔

اگر دوسرے لشکر سے بھی پناہ چاہتے ہو تو اپنے وقت کو اچھے کاموں میں صرف کرو اور ایسے مصاحب و دوست پیدا کرو کہ جو تمہیں اچھے کاموں کی ترغیب دیا کریں اور اچھے کاموں میں مدد دینے کو آمادہ ہوں اور خود بھی رات دن اچھے کاموں اور اچھے شغلوں کا مصروف رہتے ہوں ۔ اگر تم کو ایسے دوست نہیں ملتے اور یقین ہے کہ اس زمانہ میں نہیں ملینگے تو اپنے … اور یہ خیال بھی کہ شغل کسب کا … اور اگر … دوستوں اور ہم نشینوں کے بغیر صبر نہیں آتا اور طبیعت ناشاد رہتی ہے (تو ذکر اتنی احتیاط … اپنے بھولے دل سے … کا وقت خاص مقرر رہو اور کسی سے اس قدر گہری دوستی اور بے انتہا تعلق و محبت بے تکلفانہ پیدا نہ کرو کہ وہ تمہیں اپنے رنگ کا بنا لیں ۔ دیکھو … اگر یہ … تمام … دل سے توبہ کرو ۔

اگر تیسرے لشکر سے بھی بچنا چاہتے ہو تو … اُن کو … میں اپنی خرابی نہ سمجھو اور ان … بیہودہ باتوں پر کبھی … اور بے غیرت جوانوں کی سوسائٹی سے ہمیشہ الگ رہو ۔ اگر ان دونوں تمہاری طبیعت … رہتی ہے تو کسی شریف گھر کی لڑکی سے اپنی پسند کے موافق عقد کرلو ۔

اگر تم چوتھے لشکر سے بھی اپنی حفاظت چاہتے ہو تو کبھی ولایتی اسباب کی تراش و خراش خوبصورتی اور بناوٹ پر لٹو نہ ہو اور اُس کی چمک دمک پر نگاہ نہ کرو ۔ اپنے کام کی چیز ہو تو اُٹھا لو اور دوسری چیزوں کو ہاتھ نہ لگاؤ ۔ اور ان دوکانوں کی زیادہ سیر بھی نہ کرو ۔

جب سفروں کے خرچ میں اپنی حیثیت و مقدرت کا خیال رکھو اپنی حد سے آگے قدم نہ بڑھاؤ ۔ شعر

جو کی تقلید خسرو کی تو گھر کر دیگا کمبخت بگڑا … چلا جب چال کوا ہنس کی اسکا چلن بگڑا

راقم خادم قوم میر صدرالدین حسین

ترکِ شراب خواری

جوانی میں جو مستِ بادۂ انگور رہتے ہیں جہاں سے بے خبر ہو کر نشے میں چُور رہتے ہیں
وہ ناکام ازل ہوش و خرد سے دور رہتے ہیں تہیدستی میں مثل ساغرِ بلور رہتے ہیں
شرابِ ناب کے پینے سے گھر برباد ہوتا ہے
بگڑ جاتی ہے صورت مال و زر برباد ہوتا ہے
کبھی تدبیر کرتے ہی نہیں روٹی کمانے کی مصیبت سے نظر آتی ہے صورت آب و دانے کی
برنگ جامِ مے رہتی ہیں گردش میں زمانے کی پڑی رہتی ہے پینے کی نہ کچھ پرواہ کھانے کی
صبح ہوتے ہی نکلے اور متوالوں میں جا بیٹھے
وہاں سے چھک پئے جب آم کی پالو میں جا بیٹھے
خدا کی شان شیشے کی پری بیٹھی ہے پہلو میں کہ ہے تاثیر سحر سامری کی اسکے جادو میں
تماشا ہے کہ اُلو بن گئے ہیں ڈیڑھ چلو میں نہ ان کے پاؤں قابو میں نہ ان کا ہاتھ قابو میں

پڑے ہیں رند مدہوشی میں میخانہ کی چوکھٹ پر
مگر آنکھیں لگی رہتی ہیں پیمانے کی پلکھٹ پر
زمیں کا حال گر پوچھو فلک کی بات کرتے ہیں اگر دو چار مل بیٹھے تو دن کی رات کرتے ہیں
ہمیشہ مے گساری میں بسر اوقات کرتے ہیں خلافِ شرعِ عزّا فعل یہ بد ذات کرتے ہیں
کسے جنّت کی پروا ہے جو یوں حاصل بجا لی ہو
شرابِ ناب کی بوتل ہو جام پُر تکا لی ہو
سرورِ جام میں دولت کسی کو بخشدی ساری مزارِ حاتمِ طائی پہ گویا لات دے ماری
بدہ ساقی نے باقی وظیفہ ہو گیا جاری بڑی علت ہے میخواری بڑی علت ہے میخواری
بچے رہنا خلیقؔ زار یہ انساں کی قاتل ہے
جسے دارو سمجھ رکھا ہے اسمیں زہر شامل ہے

محمد عبد الخالق (خلیقؔ) دہلوی

مکالمۂ احباب

اک گریجوئیٹ ؔ اپنے دوست نے باصد نیاز ایکدن پوچھا کہ بھائی کیوں نہیں پڑھتے نماز
یہ تو فرض ہے ہم مسلموں پر یہ نماز لیکن اس سے آپکو پاتا ہوں بالکل بے نیاز
ہنسکے فرمانے لگے جب آپنے اے مہرباں اسکو چھیڑا ہے تو اچھا مجھ سے سُنئے اسکا راز
دیکھتا ہوں میں جسے صد درجہ پابندِ صلوٰۃ پاتا ہوں اتنا ہی اُس کو مبتلائے حرص و آز
اُس میں سب معیوب باتیں مجھ کو آتی ہیں نظر گرچہ وہ معلوم ہوتا ہے نیظاہر پاکباز
ڈرتا ہوں یہ عیب مجھ میں بھی کہیں پیدا نہو بھائی جاں میں نے اگر پڑھنی شروع کردی نماز
اسکو سنکر دوست نے حسرت سے ٹھنڈی سانس لے اپنے انگاش میں مخلص سے کہا باسوز و ساز
آپ نے جو کچھ کہ فرمایا اگر ہو بھی صحیح اس سے لازم آپ پر کیونکر ہوا ترکِ نماز
ان عیوبوں کی وجہ ہوتی اگر صوم و صلوٰۃ بے نمازی آج سب ہوجاتے صالح راستباز
بے نمازی کے عیوبوں پر نظر کرکے کبھی آپنے سمجھا کہ اسکی وجہ ہے ترکِ نماز؟
بے نمازی کی بُری باتوں سے ڈر کر آپ نے سجدہ میں سر رکھ دیا ہوتا کبھی تو با نیاز
یہ نہیں سمجھا مگر وہ ٹھیک سمجھا آپ نے ترک کا کیا خوب بھائی آپنے تبلایا راز
دونوں جانب صورتیں جب ایک سی موجود ہوں پھر ہمیں ترجیح کا تبلائیے کچھ امتیاز
فعل پر کیوں ترک کو ترجیح دی ہے آپنے کچھ سبب اس کا تو ہونا چاہیئے بندہ نواز
ایک مسلم عاقل و فرزانہ کا یہ فیصلہ آپ ہی فرمائیے کس درجہ کو ہے جاں گداز
آپ با این عقل و دانش راہ حق کو چھوڑ کر اپنے ہچشموں کے آگے اسپہ فرماتے ہیں ناز
ایسی باتیں کچھ مفید مدعا ہوتی نہیں ہے عبث ناحق کی خاطر آپ کا یہ ترکتاز
تغذیہ ہی پر ہے سب کی زندگی کا گو مدار پر کبھی مہلک بھی کہدیتے ہیں از روئے مجاز
نتیجہ تغذیہ کا ہے اگر کوئی کہے کس قدر مہمل کہینگے اُسکو دانایانِ راز
باعث اس کا اصل میں اپنی غلط تدبیر ہے ہے غذا کی کیا خطا فرمائیے بندہ نواز
اس سے ڈر کر ترک کردے گر کوئی اپنی غذا کھانے پینے سے اُسے کُلیتہً ہو احتراز
کیا یہ شیوہ عقلمندوں کا ہے سچ فرمائیے موت کا رمز اسکو یا کہ زیست کا کہیئے گا راز
دیکھکر کیچڑ میں موتی کو پڑا کیا ہوشمند اُسکو کیچڑ ہی سمجھ کر پھیر لیگا چشم ناز
آپ کی آنکھیں اُسے محسوس کرتی ہیں بُری آنکھ کی ٹھنڈک جسے فرما گئے شاہِ حجاز
گر یہی ہے حال تو عالی کا کہنا ٹھیک ہے دین و ایماں ترک کن زاں بعد با یورپ بساز

سید محمد ظہیر الدین گیلانوی بہاری

رباعیاتِ اوج

آنکھوں سے وہ جشنِ خسروانہ دیکھا اقبال و ادبار کا زمانہ دیکھا
شادی کو قرار ہے نہ غم ہی کو قیام سب نقش برآب کا رخانہ دیکھا

نادان بنا تو اپنی حالت اچھی اچھوں کی ہوا کرتی ہے صحبت اچھی
کڑوی ہوتی ہیں ان کی باتیں لیکن ہوتی ہے بزرگوں کی نصیحت اچھی

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی ہے بے شک اُس نے بڑی دولت پائی

حِکمَت و مَوعِظَت

مَوت کی گھڑی

اچھا لکھنے والے لکھ چکے' اچھا بولنے والے بولکر تھک گئے' دلیل اور حجت کی بارش برستی رہی عقل نے بہتیرا زور لگایا۔ تلوار نے ہر چند دھمکیاں دیں' مگر لامذہب کا انکار تو' وہ جہاں تھا' وہیں رہا۔

کوئی ایک ثبوت پیش کرتا' لامذہب چار تردیدیں سامنے لاتا۔ زبان اسکی تیز۔ قلم تیز اس سے زیادہ علم میں پورا۔ ارادہ کا پکا۔ بھلا کس کی مجال تھی جو اُس کو قایل کرتا اور مذہب کے آگے اُس کا سر جھکاتا۔

لامذہب جانتا تھا جس چیز کا خلقت نے مذہب نام رکھا ہے وہ فطرت انسانی کی ایسی تنہائی ہے جو آدمی کو دایرۂ انسانیت میں قایم رکھ سکے' مگر جب میں خود اپنے ضمیر و عقل سے اتنی تمیز رکھتا ہوں کہ سوسائٹی اور آدمیت کے خلاف کوئی بات۔ ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ کان زبان یا اعضائے ظاہری و باطنی سے نہ کروں تو پھر کیا ضرورت ہے کہ یک ہجوم بے عقلاں میں شریک ہوں اور مذہبی آدمی کہلاؤں' کیونکہ مذہب کے پابند زیادہ تر جاہل اور بے عقل لوگ ہوتے ہیں، اور مذہب کے راستے میں چلنے والے کو بیشمار مضحکہ خیز بیوقوفی کی رسمیں بھی ادا کرنی پڑتی ہیں اور بعض اوقات تو مذہب آدمی سے ایسی ناشائستہ حرکات جوشِ تعصبی میں کرا دیتا ہے جو دانش اور ہوشِ انسانی کے سراسر منافی ہیں +

غرض لامذہب کا انکار دن بدن پختہ ہوتا گیا۔ پہلے تو لوگ اُس کو سمجھاتے تھے تحریری و تقریری اثر اس پر ڈالنا چاہتے تھے' اور اب وہ خود دوسرے اہل مذہب کو فہمائش کرتا تھا اور عقل و دلیل کے زور سے اُس نے متعدد آدمیوں کو منکر مذہب بنا دیا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ میرا جادو چل سکتا ہے تو اُس نے ایک کتاب "اسلام اور عقیدت" یا مذہب اور عقل کے نام سے لکھ ڈالی اور اُس کو شائع کر دیا۔

کتاب کے شایع ہوتے ہی توقع کے موافق اہل مذہب جوش میں آگئے جہاں اس نے تعلیم پائی تھی اُس کو برا بھلا کہنے لگے۔ بعض نے نفس تعلیم کو صلواتیں سُنا دیں' دو ایک نے عقل کے پتھر کا جواب جہل کے پتھر سے دیا۔ لامذہب مُسکرا مُسکرا کر مزے لیتا تھا۔ اس کو تو پہلے سے ان حرکات عجیبہ کا علم تھا۔ وہ چاہتا تو اس پر ایک پیشین گوئی شایع کر سکتا تھا جو بالکل ہو بہو پوری اُترتی مگر پیشین گوئی کو بھی وہ مذہب کی ایک شاخ سمجھتا تھا' لہٰذا وہ چپکا رہا اور اپنا کام کیے گیا +

لامذہب کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ شراب سے اُس کو نفرت تھی' زنا اور جوئے کا کبھی اُس نے ارادہ تک نہیں کیا۔ دغا' فریب' غیبت' چوری کے گناہ اُس نے دانستہ کیا نادانستہ بھی نہیں کیے۔ اپنی روزی محنت سے کماتا تھا اور بڑی بے فکری اور آزادی کی خوش باش زندگی بسر کرتا تھا +

اُس کی زندگی کا پروگرام یہ تھا۔ صبح طلوع آفتاب سے پہلے بیدار ہوتا۔ ورزش کرتا غسل کر کے دودھ پیتا پھر ہوا خوری کو نکل جاتا۔ واپس آکر کالج کے سبق کی کتاب دیکھتا کیونکہ وہ ایک کالج کا پروفیسر تھا۔ دس بجے کھانا کھا کر کالج جاتا۔ چار بجے واپس آکر کچھ ناشتہ کرتا' اور ٹینس کھیلنے ایک کلب میں چلا جاتا' وہیں اُس کے ہمخیال احباب ملتے جن سے سورج چھپنے کے وقت تک خوش گپی رہتی' پھر گھر آتا۔ کھانا کھا کر کتاب دیکھتا۔ اخبار پڑھتا' اور پاؤں پھیلا کر آرام سے سو رہتا۔ اس کو نمازیوں کی پابندی جیل نظر آتی تھی' وہ کہتا تھا وقت کی پابندی کام کے لیے ضروری ہے' اُس کام کی کیا ضرورت ہے جس کا نتیجہ کچھ نہیں' خواہ مخواہ وقت ضائع کیا جاتا ہے۔

وہ بہت فیاض تھا۔ اکثر اپنے حصہ کا کھانا کوئی بیکس محتاج سامنے آجاتا تو اُس کو دے دیتا تھا مگر روزہ پر اس کو حیرت تھی کہ خلقت کیوں مرتی ہے۔

اس کی آمدنی اتنی تھی کہ ذاتی ضروریات سے روپے بچ رہتے تھے' ان کو وہ طالبعلموں یا اور غریبوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ مگر زکوٰۃ کے ٹیکس کو وہ فضول سمجھتا تھا کیونکہ اس کو مذہبی قواعد کے ماتحت رہکر خیرات کرنے سے چڑ تھی +

لامذہب پروفیسر میں ایک متقی مسلمان کے اوصاف سب موجود تھے سوائے اس کے کہ اس کا عقیدہ مذہب اور اُس کے خدا پر نہ تھا اُس کا خیال تھا خدا کوئی چیز نہیں ہے فطرت کی تقاضے سے چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور شکل بدلکر مٹ جاتی ہیں۔

اگرچہ وہ مسلمانی مذہب کا منکر تھا' مگر مسلمان قوم پر اس کی جان فدا تھی' کیا مجال کہ مسلمانوں کی کہیں توہین ہوتی ہو اور وہ برداشت کر لے۔ مرنے مارنے کو تیار ہو جاتا تھا۔ وہ سرحدی جوان تھا۔ ہاتھ پاؤں خوب مضبوط تھے۔ دس پانچ کیا ۲۰ پچاس آدمیوں کی ہیبت اس پر ذرہ کے برابر بھی اثر نہ کرتی تھی +

لامذہب پروفیسر کو شادی کی رسمیں معلوم کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ہر قوم کی رسوات شادی سنتا، موقع ملتا تو خود جاکر دیکھتا۔ کوئی کتاب ایسی ملتی تو بار بار پڑھتا اور مراسم کو یاد کرکے لوگوں کو سناتا۔

یہ سن چکے ہو کہ لامذہب پروفیسر بہت توانا اور تندرست نوجوان تھا۔ پاکبازی کے سبب اس کی صحت جسمانی بہت اچھی حالت پر قائم تھی اور وہ یقین کرتا تھا کہ طبعی عمر سے پہلے اس کو موت نہیں آئے گی۔

یقینیات اہل مذہب کے ایمان کی طرح مضبوط تھے اور کوئی چیز اس کے خیال عقلی کو بدلنے والی موجود نہ تھی۔

لیکن یکایک وہ بیمار ہوا اور ایسا کہ دو وقت بھی توشک کے بستر سے اٹھنا دوبھر ہو گیا۔ اس کے دوستوں نے ڈاکٹروں کا جم غفیر جمع کر دیا جنہوں نے بہت توجہ سے پہلے اس کے مرض کی تشخیص کی اور پھر علاج شروع کیا۔ ڈاکٹروں نے مرض کے جو اسباب تجویز کیے ان کو پروفیسر نے تسلیم کیا اور اسے خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر ٹھیک راستے پر پہنچے ہیں اور اب مرض کے دفعیہ میں ان کی کامیابی یقینی ہے۔ ڈاکٹروں نے جو کچھ دوا دی اس نے ٹھیک اصول کے موافق اس کو استعمال کیا اور پرہیز بھی ایسا کیا جو پرہیز کا حق تھا۔ یعنی ڈاکٹری مشورے سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہوا۔

مگر پروفیسر حیران تھا کہ دوا اثر کیوں نہیں کرتی، مرض بڑھتا چلا جاتا ہے اور کوئی تدبیر اس کو روک نہیں سکتی۔ اس نے بار بار ڈاکٹر تبدیل کرائے لیکن کسی سے مرض کی روک تھام نہ ہو سکی۔

وہ یونانی علاج کا قائل نہ تھا مگر مجبور ہو کر جب اچھے طبیب بھی بلائے، ان کی تجویز بھی ڈاکٹروں کے موافق ہوئی مگر دوا پی تو اس کا اثر یہاں بھی ندارد۔ آخر ڈاکٹروں اور طبیبوں نے جواب دے دیا۔ احباب سے نہیں، خود پروفیسر سے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ پروفیسر ڈرنے والا آدمی نہیں ہے۔

پروفیسر نے اس فیصلہ کو بہت اطمینان سے سنا۔ اس کی نسل موت سے کبھی نہیں ڈرتی کیونکہ عقل و فلسفہ سے اس کے دماغ کی پرورش ہوئی تھی اور وہ موت کی زندگی کا ایک لازمی اور ضروری حصہ سمجھتا تھا۔ اس واسطے اس نے ڈاکٹری رائے کی کچھ پروا نہ کی اور اطلاع مرگ سے ہوش باطنی اور حواس ظاہری کو پراگندہ نہ ہونے دیا۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ پروفیسر کے اعصاب دل و دماغ ہی نے اس خبر کو زیادہ اہم نہیں سمجھا تھا۔

مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنے قوائے حفظ ماتقدم کو بار بار زور ڈالتا تھا اور سوچتا تھا کہ میرا مرض ان امراض میں نہیں ہے جن کا علاج ڈاکٹروں کو معلوم نہیں۔ معمولی بیماری ہے جس کی حقیقت سے اور اس کی دوا سے میں خود اناڑی آدمی تک واقف ہوں، پھر کیا وجہ ہے جو دوا اپنا اثر نہیں کرتی۔ مجھے آخر دم تک تدابیر اور کوشش سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ ڈاکٹروں کا فیصلہ نیچر کا فیصلہ نہیں ہے، آدمی کی رائے میں غلطی کا امکان موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بشریت سے سب ڈاکٹروں کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہو۔

یہ خیال کرتے ہی اس کے دل کو ایک دھکا سا لگا، اس کا ضمیر خود بخود نادم سا ہو گیا کیونکہ اس خیال کی لہر کے ساتھ دوسرے گوشۂ خیال سے یہ موج پیدا ہوئی تھی کہ اسی طرح خدا کے وجود کو نہ ماننے میں ممکن ہے میری بھول ہو اور مرض کو لاعلاج خدا ہی نے کر دیا ہو تاکہ وہ میرے انکار مذہب کو شک پہنچائے۔ اس خیالی جنبش نے پروفیسر کو کچھ گھبرا سا دیا۔ اس کے چہرے پر پسینہ آ گیا۔ دل کی حرکت تیز ہو گئی، مگر فوراً ایک نئے خیال نے اس کے اوسان درست کر دیے جو یہ تھا:۔

ہر انسان میں قدرتی طور پر لیاقت اور نالائقی۔ قوت اور کمزوری ساتھ پیدا ہوتی ہیں، اگر علم و تربیت سے لیاقت اور طاقت کو سہارا ملا، تو وہ نالائقی اور کمزوری پر حاوی ہو جاتی ہیں، ورنہ انسان پر غلبہ نالائقی اور کمزوری کا ہو جاتا ہے۔ چونکہ میری تعلیم و تربیت اچھی ہوئی ہے۔ میں اپنی کمزوریوں پر غالب تھا۔ مگر اب بیماری کے سبب اعضائے دماغی ناتوان ہو گئے ہیں اس واسطے عقیدے کی کمزوری ابھرتی ہے اور مجھ کو خدا اور مذہب کی حقانیت کا وہم دلاتی ہے پس مجھے پختہ ہونا چاہیے، اور دنیا سے چلتے وقت ایسی مجہولی کی حرکت سے اپنے کیرکٹر کو گندہ نہ کرنا چاہیے۔

اس خیالی موج نے پروفیسر کے بحر قلب کا وہ بلبلا توڑ ڈالا جس میں ابھی ساری عمر کے بعد تصور خدا کی ہوا سمائی تھی، اور وہ ہمہ تن صاف سینہ ہو کر پھر اپنے مرض پر غور کرنے لگا۔

سکرات کا آلارم

افسوس اجل نے پروفیسر کو مزید غور و فکر کی مہلت نہ دی اور اپنی آمد کا گھنٹہ بجانا شروع کر دیا۔

پروفیسر نے بہت کم موت کا فلسفہ پڑھا تھا، کیونکہ وہ ابھی جوان تھا اور اس وقت تک تیاری کو ضروری نہ سمجھتا تھا۔ نہ اس نے اور لوگوں کے مرنے میں کبھی شرکت کی تھی، جو مرنے کی حالت سے واقف ہوتا۔ اس واسطے موت کی آمد کا عقلی نشان اس کو معلوم نہ تھا تاہم وقت آخر کی جسمانی کوفت سے اس نے سمجھا کہ یہ کیفیت مرض کی تکلیف سے کچھ الگ سی ہے شاید کچھ پیش آنے والا ہے، ممکن ہے ڈاکٹروں کی رائے کے موافق موت آئی ہو۔ اگر موت آتی ہے اور اگر مذہب والے سچے ہیں، اور اگر موت کے وقت فرشتے آیا کرتے ہیں تو وہ کہاں ہیں مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ سب فرضی کہانیاں تھیں یا شاید مجھے موت ہی نہ آئی ہو۔ موت نہیں آئی تو فرشتے کیونکر آتے۔

پروفیسر اپنے خیال میں جھنجھلایا کہ گھڑی گھڑی خدا اور مذہب کا دھیان کیوں آتا ہے۔ موت آئی ہے تو میں خوشی سے زندگی دینے کو تیار ہوں پر احمق پن کے خیالات میں جان کیوں دوں۔

اسی کشمکش میں تلووں میں کسی نے بجلی کی مشین لگا دی جس سے بدن کے پٹھے اکڑنے لگے اور پروفیسر کو سخت تکلیف ہونے لگی، وہ تڑپنا چاہتا تھا۔ مگر تڑپ نہ سکتا تھا، وہ چیخنا چاہتا تھا مگر اس کی آواز نہ نکلتی تھی، وہ پیروں کے سمیٹنے کی کوشش میں تمام جسم کی قوت صرف کر رہا تھا مگر پاؤں ہلتے تک نہ تھے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ پاؤں سامنے پھیلے ہوئے ہیں لیکن اس کے ارادے سے اوپر کو نہیں سمٹتے۔ زبان کی حرکت معلوم ہوتا تھا کہ وہ منہ کے اندر موجود ہے مگر وہ بولنے سے گویا انکار کرتی تھی، پروفیسر

نے اس بے اختیاری سے ہراساں ہو کر پلنگ کے آس پاس اپنے احباب کو دیکھا لیکن کسی دوست نے اُس کے مطلب کو نہ سمجھا، وہ چاہتا تھا کہ اپنی فریاد اُن سے کرے۔ کسی کی مخالفت بھی نہ تھی، کوئی روکنے والا نہ تھا، مگر زبان پر قفل لگ گیا تھا۔ اور اسی بات کو پروفیسر زیادہ کھسیانہ اور مایوس تھا۔

بجلی کی شیشی موجود نہ تھی مگر پروفیسر کو معلوم ایسا ہوتا تھا کہ اُس کے پیروں پر بجلی لگی ہوئی ہے جو اس کی رگوں اور پٹھوں کو کھینچ کھینچ کر توڑے ڈالتی ہے۔ اُسے معلوم ہوا کہ دماغ نشتر سے چیرا جاتا ہے، "میں دماغ کے اندر آباد ہوں" اس واسطے اُس نے پھر کوشش کی اور پکار پکار کر کہنا شروع کیا، اس گھر کے اندر میں ہوں اس کو نہ توڑنا۔ اس کو نہ چیرنا۔ مگر اس کی چیخ پکار سے اُس کو تسلی نہ ہوئی۔ اس واسطے اُس نے خیال کیا کہ میری آواز شاید کسی نے بھی نہیں سنی، ہائے میں کیسا بے کس ہو گیا ہوں +

اب اسے معلوم ہوا کہ میں شاید ہزاروں کوس اونچے مینار سے نیچے گر رہا ہوں اور نیچے گرتے وقت کلیجہ میں جو ایک سنسناہٹ سا ہوتا ہے اُس کا احساس پروفیسر کو بہت تیزی سے محسوس ہونے لگا۔

پھر معلوم ہوا کہ دل میں ایک دریا ہے، میں مینار پر سے اُس کے اندر گر پڑا۔ بہت دیر تک تو دریا کی تہہ میں ڈبکیاں کھاتا رہا۔ آخر اوپر اُبھرا اور پانی سے گردن باہر نکالی۔ گردن نکلی تھی کہ اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ پلنگ پر لیٹا تھا دوست چاروں طرف بیٹھے تھے، ڈاکٹر آلہ سے دل کی حرکت دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر نے ڈاکٹر سے کہا کہ دُنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جو میری زندگی کو موت کے ہاتھ سے بچا لے؟ ڈاکٹر کوئی خدا پرست آدمی تھا۔ بولا سوائے خدا کے کسی میں یہ طاقت نہیں +

پروفیسر:- اُس چیز کا نام مت لو۔ کیا ایسے عقل اور سائنس کے زمانے میں انسان جیسی ہستی موت کو روکنے سے عاجز ہے؟ تو کیا تاریک اور وحشی زمانہ کا خدا اس وقت بھی ہم لوگوں پر کچھ اقتدار رکھتا ہے؟

یورپ و امریکہ نے بڑی بھول کی جو اسباب حیات کے لئے آلات بنانے میں مصروف ہو گئے، آسائش جسمانی کی ترقیوں کے لئے اُنہوں نے اپنی عقلوں کو خرچ کیا، کاش وہ سب سے پہلے موت کی حقیقت معلوم کرتے، کاش وہ اتنا سمجھ لیتے کہ تھوڑی دیر کے واسطے موت کیونکر رُک سکتی ہے۔ آہ۔ میں زندہ رہ سکوں تو ساری زندگی اسی دریافت میں خرچ کر دوں گا۔ ارے کوئی تو ایسا آئے جو مجھے اس وقت مرنے نہ دے۔ کوئی تدبیر تو ایسی نکالو کہ موت مجھ کو مہلت دیدے۔

ہائے یہ کمپونڈ کے درخت کیسے زندگی میں آزاد کھڑے ہیں اور میں ان کا مالک جان دے رہا ہوں۔ یہ میز کرسیاں موجود رہیں اور میرا وجود فنا ہو جائے۔ اس بنگلہ کی چھت بھی میرا ساتھ نہیں دیتی، زندگی میں یہ مجھکو دھوپ اور بارش سے بچاتی تھی، میری کتابیں الماری میں خاموش رکھی ہیں، وہ بھی کچھ نہیں بولتیں۔

میں آدمی ہوں۔ عقل کا پُتلا ہوں، کیا ایسی عاجزی اور لاچاری کا وقت بھی پیش آنے والا تھا جس کا علاج میرے پاس نہیں۔

یہ کہتے کہتے پھر بجلی اُس کے پیروں میں لگا دی گئی اور پہلی سی تکلیف اُس کو ہونے لگی۔

اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ وحشی ایام کے خدا سے مدد مانگوں گا۔ اُس کا اقرار کروں گا۔ بیشک وہ ہے، اُس کے خیال کرنے سے مجھکو تسلی ہوتی ہے۔ مجھے حضرت علیؑ کا قول یاد ہے کہ اگر موت کے بعد کچھ نہیں ہے تو خدا پرست اور منکرین خدا کی یکساں حالت ہے، اور اگر کوئی دوسرا عالم مرنے کے بعد ہے تو خدا پرست فائدے میں ہیں اور منکر گھاٹے میں۔ بیشک علیؑ کا فلسفہ سچا ہے۔ خدا کے اقرار میں لذت ہے اور اُس کے انکار میں بیکسی و مایوسی۔ وہ ضرور موجود ہے۔ نہ ہوتا تو انسان اس وقت مجبور کا چارہ کار ضرور پیدا کر لیتا۔ وہی نہیں کرنے دیتا۔ اُسی نے دواؤں کو بے اثر کر دیا۔ وہی عقل کو مغلوب کر رہا ہے۔

اے خدا! تو جہاں ہے۔ میری سُن۔ میں تجھ کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تیرا اقرار کرتا ہوں۔ میں اپنے نام محمد ظریف کے پہلے حصہ کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔ محمد تیرا فرستادہ تھا۔ میری عقل کا سلام اُس کو پہونچا اور اُس سے بنتی ہے میرا سہارا بن۔ موت سے بچا لے۔ یا اس کی دشواری کو آسان کر۔

یہ کہتے ہی پروفیسر کے بدن میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ تکلیف جاتی رہی اور ایک طرح کی لذت کا اثر اس کو محسوس ہوا۔ جسم کے رونگٹوں سے کوئی چیز نکلتی معلوم ہوئی۔ آنکھوں پر نیند کا سا غلبہ ہوا اور ایک جھکولا ایسا لگا کہ پروفیسر نیند سے چونکتا سا رہ گیا اور پھر اُسے خبر نہ ہوئی کہ وہ کہاں ہے کیسا ہے۔ کیا تھا۔ کہاں تھا اور اب کہاں چلا گیا +

(منقول از رسالہ تمدن لکھنؤ)

حسن نظامی

پند بر دیوار

ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں، اُس قدر کان سے نہیں سیکھتے، جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اُس کا اثر اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جس کو ہم صرف کانوں سے سُن لیتے یا کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں۔ خصوصاً بچپن میں تو جو کچھ انسان سیکھتا ہے زیادہ تر آنکھوں سے سیکھتا ہے، بچے جو کچھ دیکھتے ہیں بے سمجھے بوجھے اُس کی نقلیں کرنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے ساتھیوں کے سے ہو جاتے ہیں اسی لئے بچپن میں تعلیم کا عمدہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ سکول میں کیسی ہی عمدہ تعلیم کیوں نہ ہوتی ہو، لیکن انسان جو کچھ گھر میں سیکھتا ہے اُس کا اثر اُس سے کہیں قوی ہوتا ہے، اور اکثر ایسی بیرونی تعلیموں پر غالب آجاتا ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو قوم کی قوم اپنے گہوارہ ہی میں سنورتی یا بگڑتی ہے۔

سیموئیل سمائلس

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

بے شک عقل والوں کے لیئے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے۔

تذکرۃ السّلف

اہلِ بیتِ رسولؐ کے تین روزے

سبطینِ مصطفٰےؐ ہوئے اِک مرتبہ علیل — شدت کا شاہزادوں کو لاحق بخار تھا
ہر روز تھی مرض میں کچھ ایسی زیادتی — جس سے تمام گھر کو عجب انتشار تھا
بے چین تھے رسولؐ، تو بیتاب مرتضیٰؑ — پہلو میں فاطمہؑ کے نہ دل کو قرار تھا
منّت کے روزے رکھے علیؑ و بتولؑ نے — لیکن نہ گھر میں کھانے کو کچھ زینہار تھا
لائے کسی سے قرض سواسیر جَو امامؑ — اِفطارِ صوم پاک کا جن پر مدار تھا
بنتِ نبیؐ نے پیسے، وہ جَو اپنے ہاتھ سے — اس میں نہ کوئی شرم نہ کچھ ننگ و عار تھا
لائیں پکائے شام کو وہ۔ پانچ روٹیاں — جس جا قیام بادشہِ ذوالفقار تھا
اتنے میں در پہ ایک مسافر نے دی صدا — جو مبتلائے گردشِ لیل ونہار تھا
اللہ رے فیض و خلقِ امامِ فلک مقام — ردِّ سوال خاطرِ عاطر پہ بار تھا
دیدیں اُٹھاکے روٹیاں پانچوں حضورؐ نے — ہر شخص گھر میں صبح کو پھر روزہ دار تھا
پھر شام کو پکائی گئیں، پانچ روٹیاں — ہوجائے وقتِ صوم، یہی انتظار تھا
آواز اک یتیم نے دی در پہ ناگہاں — جو گرسنہ تھا اور غریب الدّیار تھا
دیدیں علیؑ نے روٹیاں سب اُس یتیم کو — پھر روزہ دار وہ شہِ عالی وقار تھا
زہراؑ نے، پھر پکاکے رکھیں، پانچ روٹیاں — مغرب کا اہلِ بیت کو پھر انتظار تھا
پھر در پہ اک فقیر نے آکر کیا سوال — صدمہ سے بھوک کے جو بہت بیقرار تھا
دیدیں تمام روٹیاں پھر اُس فقیر کو — کیا خوب اہلِ بیتِ نبیؐ کا شعار تھا
یہ ماجرا جو دختر و داماد کا سُنا — حیران و مضطرب ہوئے پیغمبرِ انامؐ
جبریلؑ یک بیک ہوئے حاضر بصد ادب — پیغامِ حق دیا یہ، پس از تحفۂ سلام
اے آفتابِ اوجِ رسالت! نہو ملول — تھا سب یہ امتحانِ علیؑ فلک مقام
دو فاطمہؑ کو صحتِ حسنینؑ کی نوید — اور مرتضیٰؑ کو مژدۂ منظوریِ صیام
بعد اس کے پیش، پانچ طبق نور کے کیئے — جنمیں قویؔ بھرا تھا عجب خوشمزہ طعام
کی عرض، اہلِ بیتؑ اسے نوشِ جاں کریں — کھانا ہے یہ، عطیۂ رزّاقِ ذوالکرام
محبوبِ کبریا نے کیا شکرِ حق ادا — گھر آئے مرتضیٰؑ کے بصد عزّ واحترام
مژدہ دیا جنابِ علیؑ و بتولؑ کو — خوش ہو کے پنجتنؑ نے تناول کیا طعام

(ملک الکلام) قویؔ الامروہی

استقامت

جبکہ کفارِ عرب بڑھ گئے حد سے باہر — اور پہونچانے لگے شمعِ نبوت کو ضرر
بھیجی انصارِ مدینہ نے نبیؐ کو دعوت — آپؐ نے دم لیا مکّہ سے مدینہ جاکر
جتنے پروانے تھے اُس شمعِ ہدایت کے یہاں — وہ بھی جا پہونچے بہ تعجیل مدینہ اُڑکر
دیکھ کر رنگ یہ تیار ہوئے بوسلمہؓ — باندھی ہجرت کے لیئے آپ نے بھی کَس کے کمر
کرچکے جبکہ وہ سامانِ سفر کی تکمیل — اونٹ پر بیوی کو، بچہ کو بٹھایا جاکر
آگئے دشمنِ توحید بھی اتنے میں وہاں — دفعتہً آپکو کفار نے گھیرا آکر
بو اسد سے یہ کہا جاؤ تو جاتا ہی کہیں — ہیں در کار نہیں تجھ سا جوانِ خودسر
پر یہ سلمہ ہے قبیلہ کا ہمارے بچہ — جانے دیں ساتھ تیرے اسکو بھلا ہم کیونکر
بڑھ کے کچھ لوگ عناں گیر ہوئے اُشتر کی — بولے بوسلمہ سے پھر اُس کی برابر جاکر
تو جو جاتا ہے مدینے تو نہیں غم ہم کو — لیکن اصلا نہیں جاسکتی ہماری دختر
چھین کر لے گئے وہ زوجہ کو، فرزند کو بھی — اب کھڑے تنہا تھے بوسلمہ بحالِ مضطر
ایک جانب کششِ الفتِ دینِ اسلام — ایک جانب زن و فرزند کی الفت تھی مگر
ایک تشویش سی تشویش تھی لاحق اُن کو — امتحاں سخت تھا اور وقت تھا یہ نازک تر
غالب آئی مگر اسلام کی اُلفت آخر — پہونچے بوسلمہؓ مدینہ میں پیادہ چلکر
عرض کی حضرتؐ اقدس میں یہ جملہ روداد — آبدیدہ ہوئے سُن سُن کے جنابِ سرورؐ
بعد ازاں صبر کی تلقین کی بوسلمہؓ کو — پھاہا اس طرح رکھا آپ نے زخمِ دل پر
زنِ بوسلمہؓ تھی مکّہ میں پہ دل اور کہیں — درد انگیز تھے اشعار زباں پر یکسر
پیارے شوہر سے جُدا کی گئی تھی وہ جسجا — رو یا کرتی تھی وہ ہر روز وہاں جاجاکر
دیکھکر حال یہ کفار کو رحم آہی گیا — ایک نے دیدیا اُس کا اُسے بچہ لاکر
دوسرے نے کہا لے اونٹ چلی جا یثرب — تیری جے دینے سے ہے خوف ہمیں بھی یکسر
زنِ بوسلمہؓ غرض چلکے مدینہ پہونچی — جذبِ الفت سے ملے بچہ و زوجہ شوہر
مُخلصِ دین کا یہ انعام ملا دنیا میں — وہ جُدا چیز ہے، ہوتی ہے جو عقبیٰ کا ثمر

(از نقشبند سیالکوٹ)

حکیم مظفر حسین اَظہر دہلوی

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

کہیں جاننے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں

علم و ادب

زبانِ اُردو میں الفاظِ سنسکرت

"کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم" یعنی مخاطب سے ایسی باتیں نہ کرو جسکے سمجھنے کی عقل وہ نہ رکھتا ہو۔ یہ تو وہ حالت ہے کہ متکلم کی زبان مخاطب سمجھتا ہے مگر مفہوم کلام مخاطب کی استعداد سے باہر ہے۔ لیکن اگر متکلم ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے مخاطب واقف ہی نہ ہو تو یہ جہالت ہے اور ایسی زبان بولنے والا "چارپایہ بر و کتابے چند" کا مصداق ہے۔

جس زمانہ میں کہ زبان فارسی بولنے والے ہندوستان میں معدوم ہو رہے تھے اور عام مسلمان ہندوستانی بھاشا میں عربی فارسی اور ترکی الفاظ غیر متعارف سے پرہیز کر رہے تھے اُس وقت علمائے مذہب اسلام پر عربی الفاظ کا ترک کرنا گراں گزرتا تھا۔ اُسی وقت کی ایک نقل ہے کہ ایک مولوی صاحب کے اصطبل میں گھوڑا دیکھکر ایک پردیسی اُن سے تھوڑی سی گھاس مانگنے آیا۔ مولوی صاحب نے پردیسی کے سوال کے جواب میں فرمایا: "ہیرے سفرس میں اس قدر حق نہیں ہے کہ عصافیر اُسے مستعار لیکر اپنے مفحص کے استعمال میں لائیں" یعنی میرے اصطبل میں اتنی گھاس بھی نہیں ہے کہ چڑیاں اُسے لیجا کر اپنا گھونسلا بنا سکیں۔

پردیسی نے پھر کہا کہ مولوی صاحب! مجھے تھوڑی سی گھاس چاہیئے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا "تکرار کلام از داب اُلوالالباب مستبعد ہے" یعنی ایک ہی بات کو بار بار کہنا عقلمندوں کی شان سے بعید ہے۔

پردیسی نے کہا۔ میں گھاس مانگتا ہوں اور آپ معلوم نہیں کیا فرماتے ہیں؟ مولوی صاحب نے لہجۂ معذرت سے فرمایا "خواہی تفہم یا لاتفهم بندہ تو اسی کیفیت سے متکیف ہے" یعنی تم میری بات سمجھو یا نہ سمجھو، میں تو ایسی ہی بولی بولتا ہوں۔

سنسکرت زبان کو گوتم بدھ نے جو ہندوستان سے نکالا تو پھر وہ واپس نہ آئی ایک عرصہ کے بعد شنکر اچارج کی کوشش سے وہ آئی بھی تو محدود حالت کے ساتھ آئی اور زندہ زبان کی صورت اُس نے اختیار نہیں کی، اور پھر اس کے بعد ہندوؤں کے زوال پر اُس میں اور بھی کمی آ گئی۔ مسلمانوں نے اپنے عہد میں واقفیت بڑھانے کے لیئے اُسے پڑھنا بھی چاہا لیکن باثر ہندوؤں نے اُسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا اور صرف پیشوایان مذہب کے گھروں میں اس کا چرچا رہا اور وہ بھی اس طرح کہ ہزاروں میں کوئی دو چار اُسے اچھی طرح جانتے رہے ہوں گے ورنہ عام طور پر ادعائے باطل کے ساتھ لوگ اپنی واقفیت کا اظہار کرتے تھے۔

جب کوئی امتحان کا قاعدہ مستقل نہیں تھا تو پھر ذرا سے علم کو زائد دکھانا کیا مشکل تھا۔ مسلمانوں کی حالت پر قیاس کیجیئے کہ کچھ دنوں پہلے عربی زبان لوگ مذہبی کتابوں کو پڑھنے کے لیئے بہت سیکھتے تھے اور اس کے ساتھ ہی علوم عقلیہ بھی عربی میں پڑھتے تھے مگر بہت کم لوگ زبان عربی کے علم ادب کو جاننے والے تھے۔ یہ ماننا پڑیگا کہ برٹش گورنمنٹ نے عربی اور سنسکرت زبان جب سے کالجوں میں داخل کی یا اس کے پہلے عربی اور سنسکرت کے مدرسے قایم کیے تو ان دونوں زبانوں کے لٹریچر کا پڑھنا ایک خاص طور پر رائج ہوا۔ ہندوؤں میں سنسکرت جاننے والے اس طرح بہت پیدا ہو گئے اور سنسکرت زبان کا تو گویا از سر نو چرچا شروع ہوا۔ لیکن مسلمانوں پر اور ہندوؤں پر اس نئے طریقۂ تعلیم کا اثر یکساں نہیں ہوا۔ مسلمانوں میں اب ایسے لوگ نظر نہیں آتے جو اُن مولوی صاحب کا تتبع کریں جن کی نقل اوپر لکھی گئی ہے۔ بلکہ فصحائے اُردو یہ کوشش کرتے ہیں کہ عربی وغیرہ کے غیر متعارف الفاظ استعمال نہ کیئے جائیں حتیٰ کہ عربی الفاظ کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے ہندی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ اسی اصول پر طیار کو بعض اصحاب تیار لکھنا اور فاحش غلطی کو فاش غلطی بولنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن کی جگہ لکن (عربی) بولنا عیب خیال کیا جاتا ہے اور واو عطف فارسی کی جگہ پر ہندیکا "اور" استعمال کرنا فصحا بہتر سمجھتے ہیں۔ مرزا نوشہ غالب کے زمانہ سے ادھر اُردو زبان کی خدمت کرنے والے برابر یہ کوشش کرتے ہیں کہ غیر مانوس الفاظ زبان سے دور رہیں اور عالم و جاہل کی ایک ہی زبان ہو جائے۔ برعکس اس کے ہندو جو سنسکرت زبان مدرسوں یا کالجوں میں پڑھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جتنے الفاظ کتاب میں وہ پڑھ چکے ہیں وہ روزمرہ میں مستعمل نہوں لیکن تحریروں یا لیکچروں میں ضرور مستعمل ہوں اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ان میں سے بعض بوجہ کم استعدادی کے مناسب الفاظ سے جو اُردو زبان میں فصیح خیال کیئے جائیں خوب واقف نہیں ہیں اور مضحکہ کے خیال سے غیر مانوس الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ اُن کی غلطی کی گرفت نہ ہو سکے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ بعض لوگ جو ہندوؤں کے لیڈر بننے کے خواہشمند ہیں وہ کوشش کرتے ہیں کہ سنسکرت کے الفاظ بولکر اپنے ہم مذہب پر اپنی لیاقت کا ثبوت دیں۔ اور اپنے ساتھ ہندوؤں کا گروہ بڑھائیں، نتیجہ اس ترقی معکوس کا یہ ہوتا ہے کہ ہندو سامعین بھی مفہوم کلام تک نہیں پہونچتے اور کوئی مسلمان تبدیل خیال کیلیئے ایسے جلسوں میں شریک ہوتا ہے تو وہ بالکل ہی

بے بہرہ رہتا ہے۔

اگر کوئی ہندو اپنے جلسوں میں ایسی زبان بولتا ہے جو سامعین کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ خود اپنا مطلب فوت کرتا ہے، دوسروں کو کیا واسطہ ہے لیکن دقت یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے باشندے اُردو زبان کو مسلمانوں کی زبان سمجھکر اُسے بگاڑتے ہیں اور اس لیے خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں۔ اس اعتراض کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہنود کی کد بڑھتی جاتی ہے۔ ع شیفتہ ضد کے ہزاروں میں تو ہٹ کے لاکھوں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ ہندوستان میں جہاں سیکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں وہاں اگر ایک زبان ایسی بھی رائج ہو جائے جسمیں افعال ہندی زبان کے ہوں اور اسمار سنسکرت زبان کے ہوں تو مسلمانوں کا کیا بگڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص گھی کو گھرت۔ دودھ کو دگدھ۔ چاول کو تندل۔ آگ کو اگنی۔ آسمان کو آکاش۔ پوتے کو پوتیر۔ لڑکی کو دوہیا۔ نواسہ کو دوہتر۔ بھائی کو بھراتری۔ بھائیوں کو بھراتری گن کہے۔ یا جلسوں میں مگر کیجگہ پر نتو۔ اگر کی جگہ جدی بولے، یا میر مجلس کو سبھاپتی۔ ممبر کو سبھاسد۔ طاقت کو پراکرم کہے یا ایسے ہی اور بہت سے الفاظ استعمال کرے تو مسلمانوں کا کیا نقصان ہے۔ ہزاروں برس سے جو الفاظ سنسکرت کے ہندی جامہ پہن چکے ہیں، اگر ان پر سے ہندی جامہ اُترتا ہے یا گوتم بدھ نے جو الفاظ سنسکرت کے زبان ہند سے اس غرض سے کہ عوام اور خواص کی ایک زبان ہونے سے ملکی بہبودی ہوگی نکال ڈالے تھے، انہیں بہی خواہانِ قوم

پھر داخل کرنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کو اس پر اظہار ناخوشی کا کیا موقع ہے؟۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ زبانِ اُردو کا سنگ بنیاد گوتم بدھ نے رکھا تھا۔ اور موجودہ زبان اُردو میں جو الفاظ عربی، فارسی اور ترکی کے داخل ہوئے ہیں وہ زائد تر ہندوؤں کے سبب سے داخل ہوئے ہیں، اسے بآسانی یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جب کوئی سولین اُردو بولتا ہے تو گو وہ ٹوٹی پھوٹی اُردو ہوتی ہے لیکن اُس میں انگریزی کے الفاظ نسبتاً اُس روزمرہ سے کم ہوتے ہیں جو کالج کے لڑکے یا دو انگریزی داں ہندوستانی آپس میں استعمال کرتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ دہلی کے مسلمان بادشاہوں نے سرپرستی زبانِ اُردو کی کی تھی۔ دکن وہ مقام ہے جہاں کہ گوتم بدھ کی قایم کی ہوئی بُنیاد پر ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے زبانِ اُردو کی تعمیر شروع ہوئی اور انگریزوں کے عہد میں اُس کی رونق بڑھی۔ جو حضرات میرے خیال سے متفق نہوں وہ مہربانی فرماکر میرا رسالہ زبانِ اُردو۔ اور دیباچہ نشترِ سخن ملاحظہ فرمائیں۔

آخر میں میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں کا سنسکرت الفاظ سے متوحش ہونا خلافِ مصلحت ہے زبانِ اُردو کے حق میں بھی یہ بُرا ہے اور اُخوتِ ملکی کے لحاظ سے بھی قرین نہیں ہے۔ اب نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان الفاظ غیر مانوس سنکر خواہ مخواہ کچھ کہنا ہی چاہتا ہے تو بہتر ہے کہ وہ زبان سے کچھ نہ کہے یہ مضمون پڑھکر نئی زبان رائج کرنیوالوں کو سمجھا دے مولوی حبیب صاحب کی نقل سنکر کوئی سمجھدار شخص ایسا نہوگا کہ اسے غیر مانوس الفاظ استعمال کرنے پر شرم نہ آئیگی۔ نزاکت از نیشنل محمد احسان الحق

سائنس کی قوت

سائنس کے جاننے سے صرف حُسن و آرائش ہی حاصل نہیں ہوتی، بلکہ قوت حاصل ہوتی ہے، وہ قومیں جو آج سائنس سے کام لیتی ہیں ترقی کے آسمان کا تارہ بن رہی ہیں، یہ سائنس ہی کا نتیجہ ہے کہ سمندروں میں جہاز، اور خشکی پر ریلیں دوڑ رہی ہیں، اور جو مسافت پہلے برسوں میں طے ہوتی تھی، اب گھنٹوں میں گزر جاتی ہے، عالم مسافرت میں جن احباب کے مرنے جینے کی خبر بھی نہ معلوم ہوتی تھی اب تار برقی (تلگرام) کے ذریعہ سے اُن سے ہر وقت باتیں کر سکتے ہیں ٹیلیفون میں ہر وقت بالمشافہ باتیں کرنے کا لطف حاصل ہے۔ سائنس نے قدرت کی اُن اشیاء کو انسان کا محکوم بنا دیا ہے، جو انسان کے وہم و خیال سے بالاتر تھیں،

اب آفتاب کی کرن دوستوں کی عکسی تصویر کھینچتی ہے، اور آواز فونوگراف کے پردوں میں مقید ہو جاتی ہے تاکہ جن شیریں زبانوں کے لب و لہجہ سے محبت ہے ہر وقت اُن کی آواز بے منت سُن سکیں۔

سائنس نے خوردبین اور دوربین ایجاد کی اور دور و پاس کی ہر ایک چیز کی حقیقت کا پردہ فاش کر دیا۔

سائنس کی قوت کی ادنے کرامت یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں من کا بوجھ جر ثقیل میں تنکے کی طرح اُٹھا لیتا ہے، بجلی کی روشنی چاند سورج کو شرماتی ہے اور رات کو دن کر دکھاتی ہے۔

سائنس نے انسانی محنت اور تکلیف کے کم کرنے میں بڑی مدد دی ہے جو کام وہ برسوں میں پورا کرتا اب اُس سے اچھا گھنٹوں میں تیار کرتا ہے سیکڑوں اور ہزاروں طرح کی مشینیں ایجاد ہو گئیں، جو ایسے ایسے کام کرتی ہیں کہ انسان کے ہاتھ بمشکل ویسا بنا سکتے ہیں، اور اس قدر کم عرصہ میں بنانا تو ناممکن ہے۔

آج اس سائنس کے طفیل سلطنتیں تھمی ہوئی ہیں اور اس کے سبب سے ہزاروں میل دور ملکوں پر حکمرانی کرتی ہیں۔

سائنس کی مدد سے انسان ایسے ایسے کام کرتا ہے کہ بادی النظر میں معجزہ اور کرامت معلوم ہوتے ہیں، اور سائنس ہی وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا قوت ہے۔ اور ابھی انسان نے سائنس کے مسائل کو معلوم کرنا شروع ہی کیا ہے، اور موجودات عالم کی بے انتہا خاصیتیں ابھی معلوم نہیں علم کا ایک بے پایاں سمندر موجود ہے جس کی تہہ میں معلومات کے بیش بہا موتی چھپے ہوئے ہیں +

(ماخوذ از حکمت عملی) محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

دارالحدیث دیوبند

ہم نے سُنا تھا کہ رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ میں دارالحدیث دیوبند کے خلاف کوئی مضمون شایع ہوا ہے دیکھنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ اُسوۂ حسنہ کی تحریر پر اخبار مدینہ وغیرہ میں بحث چھڑی، اور دارالعلوم پر نکتہ چینیوں کا باب کھلا۔ جس پر ہم کو اخبارات میں اعلان شایع کرنے کی نوبت آئی۔ کل ہم نے دسمبر کا اُسوۂ حسنہ دیکھا اُس کو دیکھکر دو وجہ سے ہمیں مسرت ہوئی اوّل تو اس وجہ سے کہ ہمارے اعلان کو پسندیدگی سے دیکھا گیا اور جو لوگ نکتہ چینی کرتے تھے اُن کو رائے دی گئی ہے کہ دیوبند جاکر اپنا اطمینان کرلیں اور خود قبل توثیق اخبار ایسی نکتہ چینی سے احتراز کو پسند فرمایا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اسوۂ حسنہ کو دارالحدیث کی ضرورت میں کلام نہیں۔ کلام ہے تو صرف اس میں کہ محض ترفع وشان کے لیئے مسلمانوں کا روپیہ اسراف وتبذیر اور شاہانہ ٹھاٹھ میں برباد نہ کیا جاوے۔ ہم نے اس مشورہ کو بہت سکون واطمینان سے دیکھا۔ اور ہم یقین دلاتے ہیں کہ خدام دارالعلوم مصلحانہ وہمدردانہ رائے ومشورہ پر غور کرنے کے لیئے اور قدیم طرزِ عمل کے موافق عمل کے لیئے ہر وقت آمادہ ہیں ہم یقین دلاتے ہیں کہ دارالحدیث کی تعمیر سے ہرگز نمود ونمایش۔ آرایش وزیبائش، شاہانہ ٹھاٹھ، ترفع وافتخار مقصود نہیں ہے اور نہ بانیانِ مدرسہ کی سُنّتِ متبرکہ سے کسی وقت انحراف گوارا۔ دارالعلوم میں کثرت طلبہ بالخصوص جماعت حدیث کی روز افزوں ترقی اور قلّت وتنگی درسگاہوں نے مجبور کیا کہ متعدد وسیع درسگاہیں تعمیر کی جائیں۔ علم حدیث نہایت نفیس ورفیع الشان علم ہے۔ تمام علوم فقہ وتفسیر کا اصل اصول اور مدار ہے، خود علم حدیث کے متعلق بہت سے علوم ہیں جن میں سے ہر ایک کو مستقل فن بنا دیا گیا ہے۔ موجودہ درسگاہوں میں جماعت حدیث کی جو حالت ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کوئی مدرس مسجد میں درس دیتے ہیں اور کوئی چھوٹی سی درسگاہ میں۔ جسمیں طلبہ کسی طرح باقاعدہ نشست نہیں کرسکتے بلکہ اُن کو کسی طرح ایسی جگہ بھی نہیں ملتی کہ اُستاد کی تقریر بدلجمعی سُن سکیں۔ موجودہ درسگاہوں میں سب سے وسیع درسگاہ وہ ہے جس میں مولانا محمد انور شاہ صاحب قایم مقام صدر مدرس درس دیتے ہیں۔ اس وسیع درسگاہ میں طلبہ کی نشست کا یہ حال ہے کہ آگے پیچھے چار یا پانچ حلقے بناکر بیٹھتے ہیں۔ اگلے حلقہ کی پشت دوسرے حلقہ کی طرف ہوتی ہے اور دوسرے کی تیسرے کی طرف وعلیٰ ہذا۔ اسی طرح کتب حدیث بھی پس پشت رکھی جاتی ہیں، جو کتب حدیث کے ادب کو لحاظ رکھتے ہوئے گوارا ہونے کی قابل ہے نہ طلبہ کے لحاظ سے، مگر مجبوری چند سال سے ایسا ہوتا ہے اور جب یہ خیال کیا جائے کہ دس سال کے اندر طلبہ کی تعداد سہ گونہ کو پہونچ گئی تو دارالعلوم کی رفتار اور طلبۂ حدیث کے رجوع وہجوم کو دیکھتے ہوئے آیندہ کیسی حالت ہوگی۔ تب یہ ضرورت اور بھی بڑھجاتی ہے۔ علم حدیث کے علاوہ اور تمام جماعات کا یہی حال ہے۔ ایک ایک جماعت میں ساٹھ ستر بلکہ سو یا سو سے زیادہ طلبہ ہیں، اور درسگاہیں گو وقت تعمیر وسیع سمجھکر بنائی گئی تھیں مگر اب اُن میں کسی طرح سے گنجائش نہیں ہے۔ پھر آج سے دس سال قبل اگر کل سات آٹھ مدرس ومعین تھے تو اب بیس سے زیادہ ہیں۔ حالانکہ چھوٹی بڑی درسگاہیں دس بارہ سے زائد نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ بہت سی وسیع درسگاہیں بالخصوص جماعات حدیث وعلوم حدیث کیلئے تعمیر کی جائیں، تمام ارکان مدرسہ نے بالاتفاق دارالحدیث کی تجویز کو منظور کیا۔ دارالحدیث کے مجموعہ میں ۱۲ یا ۱۳ درسگاہیں ہوں گی۔ جن میں دو بڑی جن کا طول ۸۱ فٹ عرض ۳۸ فٹ اور پانچ اُن سے چھوٹی۔ جنکا طول وعرض تقریباً ۳۴ فٹ ہوگا اِن کے علاوہ ان سے چھوٹی اور درسگاہیں ہونگی۔ آگے برآمدے ہونگے درسگاہوں کے درمیان راستے دیے گئے ہیں، کیونکہ تجربے نے بتلا دیا ہے کہ موجودہ درسگاہ کلاں میں تصادم اصوات سے کس قدر دقتیں مدرسین وطلبہ کو پیش آتی ہیں خدام دارالعلوم کا مقصود اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ متعدد وسیع درسگاہیں تیار ہوجائیں، ہرگز کسی قسم کی نمایش وآرایش کو اس میں دخل نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی وسیع درسگاہیں کتنی ہی سادہ بنائی جائیں شاندار ضرور ہوں گی۔ عرض وطول کی نسبت سے ارتفاع بھی ہوگا۔ اُسی نسبت سے میناروں کا استحکام لازمی ہوگا۔ آثار بھی اُسی نسبت سے رکھے جائیں گے اور اس لیے ہر لحاظ سے کثیر رقم خرچ ہوگی۔ نقشۂ دارالحدیث جو انجنیر صاحب نے بنایا ہے اُس میں صرف ایک بُرج اور دو بُرجیاں ایسی ہیں جن کو آرائش وترفع یا نمائش پر محمول کیا جاسکتا ہے اور اس میں روپیہ خرچ کرنے کو اسراف وتبذیر سے۔ لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ برج اور برجیاں ہرگز ہمارے مقصود میں داخل نہیں ہیں، نہ ہماری اصلی خواہش تھی، انجنیر صاحب نے اس مقدس عمارت کو بغرض حصول برکت مشابہت روضۂ حضور انور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بنانے کے لیئے یہ برج تجویز کیا ہے، لیکن ہم اس کے لیئے بالکل تیار ہیں کہ یہ برج نہ بنایا جائے اور نہ مسلمانوں سے اس کے لیئے چندہ لیا جائے۔ یہ پانچ چھ ہزار کا خرچ اُس مطلوبہ مقدار سے منہا کردیا جائے۔ بعد تیاری عمارت اگر مسلمان خود اس کو پسند کریں

توجانیں۔ خواہ چندہ سے یا کوئی صاحب اپنی جیب خاص سے۔ اس امر کے علاوہ ہرگز کوئی نمائشی امر پیش نظر نہیں۔ رہا مطبوعہ نقشہ میں صحن سواد و آرائشوں وغیرہ کا دکھلانا۔ یہ بھی اس کی صورت دلکش بنانے کے لیے ہے اُس کو نفسِ تعمیر میں کچھ دخل نہیں ہے، نہ اُس کے لیے چندے کی طلب۔ اور اگر ہمارے اعلان کے مطابق چند اہلِ خیر و ہمدرد تشریف لا کر دارالعلوم کی ضروریات اور موقع دارالحدیث کو دیکھ کر اور کچھ ترمیم کی رائے دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم کو ہر نیک مشورہ کے قبول کے لیے آمادہ پائیں گے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ دارالحدیث کی مقبولیت عامہ مسلمانانِ ہند میں پھیل چکی ہے اور اس کے لیے لگاتار اس طرح چندہ آیا اور آرہا ہے جو آج تک دارالعلوم کی پچاس سالہ تاریخ میں کسی عمارت بلکہ کسی شعبہ کی نسبت نہیں آیا۔ اور اس لیے یہ توقع بلکہ یقین رکھنا بالکل بجا ہے کہ دارالحدیث کا موجودہ نقشہ کے موافق مع برج کے جلد از جلد تیار ہونا دنوں کی بات ہے مگر ہم پھر یقین دلاتے ہیں کہ ہم کو اس پر اصرار نہیں ہے

اور نہ ہم کسی مقدس کے فعل کو پیش کر کے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ ایک ضرورت ہے جس کو پورا کرنا چاہتے ہیں، اور تمام مسلمانوں کو اُس کی تکمیل کی طرف متوجہ کر کے شریکِ اجر و ثواب کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم۔ طریقِ تعلیم۔ طلبہ کی تربیت اخلاق وغیرہ کے متعلق آپ کے بہترین خیالات اور آرا کو دل سے پسند کرتا اور اُس کی موافقت کر کے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ مسلمانوں کو اُن پر عمل کی ہدایت کرے۔ اُن کو توفیق دے کہ لایعنی۔ غیر مفید، بلکہ مضر امور میں اپنی عمر اور مال کو ضائع نہ کریں۔ فقط۔

احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ مددگار مہتمم مدرسہ

دیوبند۔ ۲۱ ربیع الاول ۳۵ھ مطابق ۱۶ جنوری ۲۷ء

جناب محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا یہ جوابی مضمون اس لحاظ سے امید افزا ہے کہ ارکین مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند اپنے مخلص نکتہ چینوں سے نیک مشوروں کو نظرِ استحسان سے دیکھتے ہیں اور مقدس بانیانِ مدرسہ کی سنت متبرکہ سے منحرف ہونا پسند نہیں کرتے۔ لیکن تعجب ہے کہ فاضل مجیب باوجود اُن خیالات سے دلی اتفاق رکھنے کے جو طلبہ کی تعلیم و تربیت کے متعلق اُسوۂ حسنہ کی اعتراضی تحریرات میں ظاہر کیے گئے ہیں اور باوجود مسلمانوں کو اُن پر عمل کرنے کی ہدایت فرمانے کے خود اُن خیالات کا عملی نمونہ مسلمانانِ ہند کے سب سے بڑے دینی مدرسہ میں قائم کرنا ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ علم باعمل ہمیشہ مقدسین دیوبند کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔ عمارت دارالحدیث پر اعتراض کرتے وقت ہم نے اپنے پہلے نوٹ میں یہ بھی لکھا تھا کہ غریب مسلمانوں کا روپیہ ایسی بے احتیاطی و بیدردی سے کیوں خرچ کیا جاتا ہے اس کے متعلق مولانا ممدوح اطمینان دلاتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کی خواہش نہیں ہے تو دارالحدیث کے چندہ کا کوئی جزو عمارت مذکورہ کی ترفع شان پر صرف نہیں کیا جائیگا فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔ لیکن اعتراض کا وہ دوسرا پہلو جو فی الحقیقت اعتراضی تحریرات کی اشاعت کا اصلی محرک تھا افسوس کہ اُس کے جواب کے متعلق مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے اپنے مضمون میں کسی تشفی بخش ارادہ کا اظہار نہیں فرمایا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نقشہ عمارت دارالحدیث میں صرف ایک برج اور دو برجیاں ایسی ہیں جن کو آرائش و ترفع یا نمائش پر محمول کیا جا سکتا ہے اور اُنہیں روپیہ صرف کرنے کو "اسراف و تبذیر پر" ہم کو مولانائے ممدوح کے اس خیال سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ اگر رفیعی (منسوب بحضرت مولانا رفیع الدینؒ) کفایت شعاری اور سادگی کو پورے طور پر ملحوظ و مدنظر رکھ کر جدید مکانات تعمیر کیے جائیں تو کم از کم ایک تہائی رقم مجوزہ تخمینہ مصارف تعمیر میں سے با آسانی پس انداز ہو کر دوسرے بہتر مصارف میں لگائی جا سکتی ہے اور "تصادم اصوات" وغیرہ کی جدید قسمیں بھی محض دیواروں کے آثار عریض رکھنے سے بقدر ضرورت رفع ہو سکتی ہیں۔ قطع نظر اس کے ہم جناب مہتمم صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اسوۂ حسنہ کے تعلیمی خیالات کی بنا پر جن کے مفید ہونے کا مسلمانوں کی خوش قسمتی سے خود جناب کو بھی اعتراف ہے عمارت دارالحدیث میں برجوں اور برجیوں کی نمائش و زیبائش کسی اصولی نقطۂ نظر سے مضر ہے تو شخص واحد یا چند خاص اشخاص کے روپیہ سے ان کا تعمیر کیا جانا ان کے ضرر رساں عواقب و نتائج کو کیونکر زائل یا کم کر سکتا ہے؟ حضرات علمائے دیوبند مسلمانوں کو انگریزی لباس اختیار کرنے کی شرعی اجازت نہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اُس لباس کے اختیار کرنے سے طبائع میں وہ کیفیات خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں جو اسلامی احکام کی بجا آوری اور نواہی سے محترز رہنے میں حارج ہوتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ کبھی مہتممان مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند کے خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے اور طلباء مدرسہ کے لیے انگریزی طرز کی وردیاں بنوانے کی ضرورت کسی وجہ سے محسوس کرنے لگیں اور اس مقصد کے لیے مسلمانوں سے چندہ کے طالب ہوں اور مسلمان اُن کی اس غیر متوقع حرکت پر اُن سے باز پرس کریں تو کیا وہ یہ کہہ کر چھوٹ سکتے ہیں کہ اچھا ہم پبلک چندہ کو یہ وردیاں نہیں بنواتے، البتہ اگر کوئی خاص شخص اپنی عالی ہمتی سے وردیوں کے مصارف اپنے ذمہ لے لے تو مضائقہ نہیں؟ اگر کسی آئندہ زمانہ میں آئندہ مہتممانِ مدرسہ کا یہ عذر قابل پذیرائی تصور کیا جا سکتا ہے تو موجودہ مہتمم صاحبان بھی اعتراضات متعلقہ دارالحدیث سے اپنا دامن یہ کہہ کر بچا سکتے ہیں کہ عمارت مذکور کی شان و شوکت نمائش پبلک چندہ کی رہینِ منت نہیں ہے، بلکہ کسی خاص شخص کی مخلصانہ فیاضی کا نتیجہ ہے۔ گو یہ سوال پھر بھی باقی رہیگا کہ وہ شخص مخصوص پبلک میں داخل ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو کیوں؟

مضمون کے طول سے بچنے کے لیے "تجاہل عارفانہ" کی پیرے کام لینا کم از کم مقدسین دیوبند کے شایانِ شان نہیں ہے اور ہم مولانا حبیب الرحمٰن [illegible] نہایت ملتجی ہوتے ہیں کہ خدارا دیوبند کے مدرسہ کو تو اُن آلائشوں سے پاک ہی رکھیئے جن سے قلوب مسلمانان پر تاریکی چھائی چلی جا رہی ہے، اور جن کے مفاسد و نقصانات سے آپ حضرات ہم سے زیادہ واقف ہیں۔ — اڈیٹر

آئینہ کمالات

[illegible]

نہایت مستند اور قیمتی ... قیمت ۲؍

[illegible] جوہر لطیف

[illegible]

شمائم امدادیہ

حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ... [illegible]

... قیمت ... (۱۲؍)

فرائض والدین

[illegible] کی تربیت و تعلیم کے ... [illegible]

... قیمت ... ۲؍

تذکرہ [illegible]

اس کتاب میں ... حضرت مولانا ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرات [illegible] قرآن [illegible]

[illegible] ترکستان، افغانستان میں [illegible]

[illegible] قرآن عربی [illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible] محمد احسان اللہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

تالیفات و تصنیفات [illegible] محمد احسان اللہ [illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٦	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٧	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٨	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٩	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	١٠	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible] کا آئینہ

[illegible] عجب اخلاق [illegible]

[illegible] کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

د

ملنے کا پتہ مُدیر تحریک بقا ادبیہ کیمپ میرٹھ

ایک مرتبہ شروع سے آخر تک پڑھ جائیے

مُردہ رُوحوں کو زندہ کرنیوالی علمی ادبی مذہبی اصلاحی اور صُوفیانہ کتابیں

جنکی مانگ میدان جنگ یورپ افریقہ اور امریکہ تک سے آتی ہے

مقدس و متبرک مقامات کا بےمثل سفرنامہ

جس میں نہایت دلکش ۱۲ نقشے اور تصویریں بھی ہیں

بلا مبالغہ اب تک جس قدر سفرنامے طبع ہو کر اردو میں لکھے گئے ہیں یہ سفرنامہ بلامبالغہ ان سب سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد ہے۔ معزز رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ کی رائے ہے کہ "یہ سفرنامہ اس قدر دلچسپ ہے کہ اگر اسے شروع کر کے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مصنف نے اپنے متبرک سفر کی پوری سرگزشت اس تفصیل سے قلمبند کی ہے کہ اب تک کسی سفرنامہ میں ایسی تفصیل ہماری نظر سے نہیں گزری۔ ہر ایک مضمون میں بیداری ہو جاتی ہے جو ایسی صفائی نظر آتی ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر خاص اثر پڑتا ہے اور بعض مقامات پر زیارت حرمین الشریفین کے شوق سے بے چین ہو جاتا ہے۔ جو لوگ زیارت حرمین الشریفین کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو اس سفرنامہ کا ہر وقت مطالعہ میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔" اسوۂ حسنہ کے علاوہ اکثر انگریزی اور اردو اخبارات نے اس بےمثل سفرنامہ کی تعریف کی ہے۔ بڑی تقطیع کے ساڑھے سات سو صفحے کی ضخامت۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت پاکیزہ۔ اس خوبی پر یہ کہ سفرنامہ کے ساتھ اکیس فوٹو کی تصویریں اور دس نقشے بھی شامل ہیں جو نہایت پُر اثر اور دلکش ہیں۔ مرقد اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاف مبارک کا نقشہ دیکھنے سے دل پر خاص اثر پڑتا ہے۔ قیمت باوجود اس قدر ضخامت اور گرانی کاغذ کے صرف تین روپے ہے۔ علاوہ محصول وغیرہ۔

قطعات حالی جیبی تقطیع پر نہایت خوشخط خوشنما تیار کرائے گئے ہیں۔ بچوں کو اردو پڑھانے اور زمانۂ حال کی ضرورت کے مطابق اخلاقی تعلیم دینے کے لئے اس وقت اردو میں قطعات حالی سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان کے گھر میں بچیوں کا یہ تحفہ ضرور رہنا چاہئے۔ قیمت ۷ ر

رباعیات حالی جیبی تقطیع پر نہایت نفاست و خوشنمائی کے ساتھ جلی قلم سے نہایت خوشخط لکھوا کر طبع کرائی گئی ہیں جو نہ صرف بچوں کو اردو زبان اور اخلاق کی تعلیم دینے میں بلکہ خوشنویسی سکھانے میں بہت مفید ثابت ہونگی۔ قدردان حالی اپنے کتب خانوں کے لئے اس ایڈیشن کو بھی ضرور منگائیں۔ قیمت فی جلد صرف ۵/ ر

مناجات بیوہ و "مثنوی حقوق اولاد" مولانا حالی مرحوم و مغفور کی وہ دو مشہور نظمیں جن میں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی اور اولاد کی تعلیم و تربیت کے فوائد کو نہایت مؤثر انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ دونوں نظمیں جیبی تقطیع پر بہت خوشنما چھپی ہیں۔ قابل دید ہیں۔ والدین اور بیوہ عورتیں ضرور منگائیں ۵/ ر

حیات حالی مولانا حالی مرحوم و مغفور کے حالات زندگی جن کے پڑھنے سے بصیرت اور قومی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا حالی کے کلام پر ریویو بھی ہے اور شروع میں مولانا مرحوم کی تصویر ہے۔ ۶/ ر

ضمیمہ کلیات نظم حالی یعنی مولانا حالی کے فارسی اور عربی کلام کا مجموعہ جو ابھی حال میں شائع ہوا ہے قابل دید ہے۔ ضرور طلب فرمائیے۔ قیمت ۱۲/ ر

مسدس حالی مولانا حالی کی مشہور و نامور اور بہترین تصنیف جس میں آپنے بہ امداد تاثیر غضب مسلمانوں کی مردہ غفلت شعار قوم میں بیداری پیدا کرنے کی غرض سے قوم کی حالت زار کا نقشہ نہایت دردانگیز پیرایہ میں کھینچا ہے مع ضمیمہ و حواشی وغیرہ طبع جدید قیمت فی جلد صرف ... ۸/ ر

حدیقۃ الاخلاق بچوں کو اخلاق و آداب سکھانے والی بہترین کتاب "اکاڈمی آف ہیومن لائف" کا اردو ترجمہ جسکی نصیحتیں موتیوں میں تولنے کے لائق ہیں۔ قیمت (بارہ آنے) ۱۲/ ر

علمی کہانیاں کہانیوں اور مکالموں کے پیرایہ میں بہت سی ایجادوں اور علوم و فنون کے اصول بیان کر دیئے گئے ہیں۔ خورد و کلاں سب کے مطالعہ کے قابل ہے۔ دماغ کو روشن اور ایجادات کی طرف مائل کرتی ہے۔ قیمت (آٹھ آنے) ۸/ ر

عالم خیال حضرت شوق قدوائی کی ایک بے اضافت و بے بدل اردو نظم جس میں عورت کے جذبات کو نہایت خوبی سے دکھایا ہے۔ شروع میں ایک خوش خیال عورت کی تصویر ہے۔ قابل دید کتاب ہے جلد طلب فرمائیے۔ قیمت ۱۰/ ر

نشاط عمر ہر قوم کے نوجوان تا کتخدا لڑکوں کے لئے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا قابل قدر ذخیرہ اور افعال قبیحہ اور عادات ذمیمہ کے ہولناک نتائج سے بچنے کی عمدہ تدابیر نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں گویا ازکیٰ کم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر ہے۔ انگریزی کتاب "دی ماسٹری اوینگ مین اسٹوڈنٹ" کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔ آجکل کے نوجوانوں کو ایک نسخہ ضرور منگانا چاہئے۔ قیمت ۱۲/ ر

عصائے پیری۔ عمر رسیدہ لوگوں کے لئے ایک ایسا بیش بہا، قابل قدر ذخیرہ نفیس و مفید معلومات کا ہے جو دُنیا کی آخری منزل میں بھی کارآمد ہے۔ انگریزی کتاب "دی ماسٹری آف فارٹی فالو آٹ ٹوڈے" کا دلچسپ اور سلیس اردو ترجمہ ہے۔ قیمت فی جلد صرف (بارہ آنے) ۱۲/ ر

پہیلی نامہ سیکڑوں نایاب مہذب دلچسپ اور معنی خیز پہیلیوں کا مجموعہ جن سے بچوں کی ذہانت اور دماغی قوت کو ترقی ہوتی ہے۔ نہایت دلچسپ۔ قیمت (سات آنے) ۷/ ر

خوان یغما معروف بہ خوان نعمت کلاں جس میں ہر قسم کے کھانے، مٹھائی، حلوے، مربے، اچار، شربت وغیرہ کے بنانے اور تیار کرنے کی نہایت صحیح اور مستند ترکیبیں درج ہیں۔ عورتوں کیلئے نہایت کارآمد کتاب ہے۔ قیمت ۱۲/ ر

تذکرۃ الصالحین جس میں بارہ اولیائے کرام کے نہایت دلچسپ پُر اثر اور سبق آموز حالات درج کئے گئے ہیں۔ خصوصاً بعض بزرگان نجات اس کتاب کی ایک ایک سطر پڑھنے کے قابل ہے اگر مطالعہ دین کو قوت اور روح کو فرحت ہوتی ہے۔ ۱۰/ ر

باورچی خانہ جس میں عمدہ عمدہ ہندوستانی اور انگریزی کھانا پکانے کی ترکیبیں اور انڈے سے لذیذ اچار چٹنیوں اور مربوں کے نسخے درج ہیں۔ یہ کتاب شریف گھرانوں میں بہت پسند کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد صرف (پانچ آنے) ۵/ ر

حیات داغ حضور نظام دکن کے استاد فصیح الملک حضرت میرزا داغ دہلوی کے باتفصیل حالات اور کلام کا انتخاب۔ قیمت ۶/ ر

اس سے پہلی تمام فہرستیں منسوخ کردی گئیں

ملنے کا پتہ - مدیر مکتبہ قادریہ میرٹھ کیمپ

عطرِ سخن یا جذباتِ مسلم
دورِ جدید کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی ڈاکٹر اقبال مولوی شبلی مولوی ظفر علیخاں سیماب شفق اسعد وغیرہ کی مقبول خاص و عام قومی اور مذہبی نظموں کا نہایت عجیب و پسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ میں رہنا ضروری ہے اگر یہ نظمیں بچوں کو حفظ کرادی جائیں تو اُن کے دلوں میں قومیت کے جذبات خوب راسخ ہوجائیں گے۔ قیمت ۴ر

حیاتِ ابدی ولی کامل حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے دلچسپ [illegible] قیمت صرف (چار آنے) ۴ر

آئینۂ خود شناسی تصوف کی بے نظیر اور لاجواب کتاب [illegible] کی رہبر کیفیت و سوز کے جذبات پیدا کرنے والی چیز ہے۔ قیمت (چھ آنے) ۶ر

محاربات صلیبی سلطان صلاح الدین کی مشہور صلیبی لڑائیوں کا مفصل حال جس کے مطالعہ سے اسلامی جوش پیدا ہوتا ہے ۸ر

میلاد الرسول ؐ مولانا شاہ محمد حسن میاں صاحب پھلواری مرحوم کا تصنیف کردہ سُنی طرز کا مولود شریف جو حضرات اہل تصوف کے حلقہ میں بیحد مقبول ہوا ہے نہایت دلکش و دلچسپ و معتبر ہے ۶ر

خزانۂ صنعت و حرفت
بیسیوں قسم کے صنعتی چٹکلے اور دستکاریاں وغیرہ اور روپیہ کمانے کی صدہا مجرب ترکیبیں اور کارآمد نسخے درج کیے گئے ہیں اور قیمت صرف (آٹھ آنے) ۸ر

داتا گنج بخش رح کی سوانح عمری۔ پنجاب کے سب سے پہلے واعظ اسلام حضرت علی مخدوم ہجویری عرف داتا گنج بخش رح کے [illegible] آموز حالات ۱۰ر

بیانِ خسرو مولانا شبلی مرحوم کی لکھی ہوئی امیر خسرو رح کی سوانح عمری۔ قیمت ۱۰ر

عمرو عیار کا چچا یا باغ صنعت
جس میں انگلستان فرانس امریکہ کے مشہور اور لاثانی شعبدہ بازوں کی خاص طبع زاد بالکل نئے منتخب تماشے اور عجیب و غریب شعبدے درج ہیں اور نیز چاندی سونے کا ملمع چڑھانے کے عمدہ طریقے بیان کیے گئے ہیں قیمت ۸ر

اورادِ قادری سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجرب اوراد و اعمال اور وظائف جو بڑے بڑے بزرگوں سے منقول ہیں قیمت ۲ر

الوارث ہندوستان کے مشہور رند مشرب بزرگ حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کے پُراثر اور نہایت دلسوز حالات۔ قیمت ۱۲ر

ایڈیٹر کا حشر مولوی ظفر علیخاں صاحب بی۔ اے کا لکھا ہوا ایک نہایت عبرت ناک افسانہ۔ اخبار نویسوں کی مشکلات کی اچھی تصویر۔ قیمت صرف ۱۰ر

چند دن بعد کیا ہوگا؟ اس کتاب میں نہایت دلچسپ اور عجیب و غریب اسرار بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۲ر

لباس المحبوب خدا کے پیارے حبیب [illegible] کا لباس [illegible] فرمایا ہے اس کا مفصل بیان ہے یہ رسالہ دیکھ کر محبانِ رسول کو چاہیے کہ وہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں تاکہ لباس اختیار کریں کہ جیسا حضرت پہنتے تھے۔ ۳ر

مجموعۂ دلپذیر در ذکر بشیر و نذیر
مولود شریف کی مجالس میں پڑھنے کے لیے نہایت مؤثر و معتبر کتاب جس میں حضرت کے ولادت کے فضائل و مناقب کو بڑی خوبی سے نظم میں بیان کیا گیا ہے قیمت (دو آنے) ۲ر

عرفان ایمان: اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے مذہبی عقیدے جن کی تعلیم سب سے پہلے فرض ہے نہایت سلیس اُردو میں لکھے گئے ہیں۔ بچوں کے لیے نہایت مفید اور ضروری چیز ہے ۱۰ر

شکوہ و جوابِ شکوہ ڈاکٹر اقبال۔ جناب سیماب کی مشہور اور مقبول نظموں کا مجموعہ قیمت ۳ر

شاعرانہ خیالات۔ اسمیں انگریزی شاعری کا مختصر و دلچسپ حال اور مشہور و معروف شعرائے انگلستان کی بہترین نظموں کا سلیس اُردو ترجمہ درج ہے مولانا حالی اور مولانا شبلی نے اس کتاب کو بہت پسند کیا تھا ۸ر

جاماسپ نامہ حکیم جاماسپ اس کتاب میں ۵ ہزار برس پہلے قیامت تک کے حالات لکھ گیا ہے جو سچے سب ٹھیک نکل رہے ہیں۔ قیمت ۳ر

خواجہ خضر کے حالات کون مسلمان ہے جو خواجہ خضرؑ کے نام سے واقف نہو اُن کی مبارک مقدس اور دلسوز حالات اسمیں درج ہیں ۲ر

رسولِ عربیؐ۔ حضور صلعم کی عام فہم نہایت دلچسپ سوانح عمری۔ قیمت ۸ر

بنت الرسولؐ۔ خاتون جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کی مکمل سوانح عمری قیمت ۵ر

اصول سراغرسانی۔ پولیس والوں کے عجیب و غریب کتاب ہے۔ قیمت ۶ر

ہماری بہبود کے وسائل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم کا ایک بے نظیر مضمون جسمیں مسلمانوں کو انکی بہبود و بحث سے با خبر کرکے صحیح وسائل ترقی کر آگاہ کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۲ر

برزخ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان پر کیا حالت گزرتی ہے۔ اس رسالہ کو مطالعہ سے معلوم ہوگی یہ کتاب تہذیب جدید کے ایک ماہر نے قرآن و حدیث کی چاشنی دیکر لکھی ہے گویا ایک معجون مرکب ہے جو قیامت کے سوداویں مادہ نئی روشنی والوں کی بگڑی ہوئی طبیعت سے [illegible] صاف کردیتی ہے قیمت صرف ۱۲ر

مسٹر محمد علی کا مقدمہ۔ پرائیوٹ کی سخت کیبرادوں پر [illegible] کلکتہ کی رائے۔ مسٹر محمد علی ناظر ہمدرد کے مقدمہ کا حیرت انگیز فیصلہ ۲ر

فرائض الدین للبنات کو بچیوں کی تعلیم کے بہترین [illegible] نہایت عجیب [illegible] تیس کہانیاں بچے کے لیے نہایت ضروری ہے ۴ر

خون شہادت کے دو قطرے حضرت شہید کربلا اور حضرت منصور کے دلسوز حالات۔ ۳ر

آئینِ دستاویز نویسی اس کتاب کی مدد سے ہر شخص جملہ قسم کی وصیت و ہبانامہ اقرار نامجات اور رسیدات وغیرہ خود لکھ سکتا ہے عرائض نویسوں، اہلکاروں، مہاجنوں اور زمینداروں کے لیے نہایت کارآمد ہے۔ دو نوجوانوں کی تصنیف ۵ر

طاعون کا علاج۔ مرض طاعون کی تاریخ حقیقت اور اسکے اسباب علامات پر نہایت محققانہ بحث اور تمام مجرب علاج قیمت ۴ر

مائدۂ محمدیہ۔ اُن کھانوں پر مشتمل بیان جو حضور صلعم کو دست خوان پر پسند تھے یا جو آپ نوش فرماتے تھے [illegible] آپ کھانے کے قبل اور بعد کیا فرماتے تھے قیمت ۳ر

عرفان کی تجلی۔ حضرت خواجہ [illegible] کے مقدس اور متبرک حالات۔ قیمت ۴ر

حیاتِ غوثیہ۔ حضرت غوث پاک کے حالات اور ملفوظات و ارشادات [illegible] عالیہ قادریہ۔ قیمت (دو آنے) ۲ر

تذکرۂ غوثیہ مولانا غوث علی صاحب پانی پتی کی قلندرانہ زندگی کی [illegible] قیمت ۲ر

اسلامی فوٹو بک۔ [illegible] مقامات مقدسہ [illegible] وغیرہ کی عکسی تصویریں نہایت عمدہ [illegible] افریقہ سے آئی ہیں قیمت [illegible]

روزنامچۂ سیاحت خواجہ [illegible] حسن نظامی [illegible] کا لیٹ [illegible] قسطنطنیہ شام [illegible] مصر کے بعض مشہور شہروں کے [illegible] میں وہاں کے مسلمانوں کی [illegible] حالت پر نہایت قابلیت و بیدار مغزی سے تبصرہ کیا ہے۔ قیمت صرف (دو روپے) عہ

انوارِ ساطعہ۔ وہی مشہور و مقبول کتاب جس کی عرب و عجم میں دھوم ہے [illegible] اور [illegible] وغیرہ کا ایسا زبردست ثبوت دیا گیا ہے کہ کسی مصنف سے اتفاق کیا جا سکتا ہے نہیں ہوسکتا۔ قیمت [illegible]

کفایت شعاری - یہ عجیب غریب کتاب ڈاکٹر اسمائلس کی پاکیزہ اور نفیس تصنیف "تھرفٹ" کا سلیس اردو ترجمہ ہے جسمیں کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور اقتصادی بحث کی گئی ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت دیدہ زیب اور عمدہ ۔ آپکے کتب خانہ میں اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمایئے ۔ قیمت صرف (آٹھ آنے) ۸/

نو لہائے قاری ۔ دہلی کے مشہور [illegible] جاپان و انگلستان قاری سر [illegible] [illegible] نہایت دلچسپ [illegible] [illegible] [illegible] موضوع میں مصنف کی علمی [illegible] کاغذ عمدہ [illegible] قیمت ۱۲/

اقبال و فغن ۔ [illegible] کی زندگی کی دلچسپ تصویریں [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] ۵/

[illegible]

تحقیق السماع ۔ جواز سماع کا مدلل ثبوت [illegible] قیمت ۵/

تحقیق البدعۃ قرآن و حدیث و کتب ائمہ [illegible] وغیرہ کا زبردست ثبوت دیا گیا [illegible] غلط فہمی کو نمایاں کیا ہے ۵/

اظہار الحق [illegible] کے عدم جواز [illegible] جو فتوی شایع کیا تھا اسکا جواب ۳/

تحفۃ المسلمین فی رفع نزاع التامین
آمین نماز میں بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ ہے اسکی زبردست تحقیق جسمیں جہر ثابت کیا گیا ہے ۳/

دافع الزام منو سلیمین و حبا شیعیان حضرت مولانا ضیاء احمد صاحب [illegible] پر تفضیلیت کا جو الزام لگایا جاتا ہے اسکا مدلل جواب ۔ قیمت ۲/

تنبیہ المنکرین فی اخفاء التامین [illegible] [illegible] ۳/

کما یتقول لنقال [illegible] [illegible] ۵/

القول المضابطہ فی اثبات الرابطہ [illegible] حضرت مولانا احمد سعید صاحب کا بیمثل فارسی رسالہ ۔ قیمت ۳/

ہدایت الاسلام ۔ السلام علیکم [illegible] [illegible] قیمت ۲/

تحبیب العقاب [illegible] [illegible] قیمت ۲/

فلاح دارین روزمرہ کی دینی و دنیاوی ضرورتیں پوری کرنے والی [illegible] کتاب ۔ [illegible] [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

جواہرات ابن حجر عسقلانی کی مشہور [illegible] منبہات کا سلیس اردو ترجمہ ۔ بچوں کا اتالیق جوانوں کا مصلح ۔ بوڑھوں کا رہبر قیمت ۱/

تحفۃ الاستغفار تقریباً ایک ہزار عربی درود شریفوں کا مجموعہ ۔ حضرت صلعم کے اخلاق و عادات سوانح و غزوات اور خوارق و معجزات کا آئینہ ضخامت ۔ ۱۹۰ صفحے ۔ قیمت (۱۰/)

خون ناحق ۔ ملک کا جادو نگار انشا پردازوں کے دل ہلا دینے والے مضامین کا خوشنما مجموعہ ۔ جنگ طرابلس کے مظالم اور مظلوموں کی مظلومیت اور بیکسی کی دردناک تصویر جنگ کے [illegible] عبرت انگیز بیان ۔ ۱۰/

انتخاب توحید ۔ میرٹھ کے مشہور معروف اخبار [illegible] کا [illegible] [illegible] گزاریوں کی یادگار [illegible] نظامی صاحب کے دلچسپ مضامین اور نوٹوں کا نمونہ عجیب غریب چیز ہے ۔ قیمت ۱۰/

تواریخ عجیبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کے پیر و مرشد شاہ سید احمد صاحب بریلوی کے جنگی کارناموں اصلاحی کوششوں و کرامات و خطوط وغیرہ کا دلکش و موثر مجموعہ قیمت ۱۲/

خنجر تسلیم مہمان اہل بیت کے لئے کربلا کے خونی دستر خوان پر کیسے کیسے کھانے چنے گئے تھے [illegible] ذوق و شوق و صبر و تحمل کے ساتھ انہیں نوش کیا گیا ۔ ان رُلانے والے سوالات کا جواب خنجر تسلیم میں ملاحظہ فرمایئے ۔ قیمت (چھ آنے) ۶/

عید کا تحفہ یا علمی پھولوں کا گلدستہ جسمیں خواجہ حسن نظامی مولانا ابو الکلام آزاد حضرت اکبر الہ آبادی ڈاکٹر اقبال وغیرہ کے مضامین نظم و نثر سے آراستہ کیا گیا ہے ۔ عید کارڈوں میں پیسہ [illegible] اپنے احباب کو یہ تحفہ اور اپنے بچوں کو یہ گلدستہ دیجیے ۔ قیمت ۵/

آئینۂ قیامت ۔ واقعات محرم میں [illegible] معتبر و مبسوط رسالہ ۔ تحریرات نظم و نثر کا گنجینہ جس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا فلسفہ معلوم ہوتا ہے ۔ قیمت چھ آنہ معمولی کاغذ

کاشف الاسرار بعض ظاہر بین مولوی صوفیاء صافی کو بظاہر خلاف شریعت عمل کرتے ہوئے دیکھکر اعتراض کیا کرتے ہیں انکا جواب قیمت ۱۰/

وجدانی نشتر عرف سوز و گداز عربی فارسی پنجابی سندھی کے ان متبرک و [illegible] اشعار اور ترکش پاک [illegible] آیتوں کا مجموعہ جن کے پڑھنے یا سننے سے اولیائے کرام پر حال وجد طاری ہوتا ہے ۔ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور اہل اللہ کیلئے راز و نیاز سوز و گداز سکون اضطراب کا [illegible] مجموعہ ۔ قیمت صرف ۱۲/

سی پارۂ دل خواجہ حسن نظامی صاحب کے تمام دلکش مضامین کا [illegible] مجموعہ قیمت ۸/

محرم نامہ ۔ محرم کے واقعات و تعزیت کا بیان خواجہ حسن نظامی صاحب کے پُر اثر انشا میں جیسا ہوگا اسکا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں قیمت ۱۲/

میلاد نامہ ۔ خواجہ صاحب کی تازہ ترین عجیب غریب تصنیف ہے جسمیں سوانح مقبول کے واقعات میلاد کو ایک خاص رنگ میں بیان کیا ہے فوراً طلب فرمایئے ۔ قیمت ۱۲/

خواجہ صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف نے ملک میں خاص مقبولیت حاصل کر لی ہے لہذا انکے صرف نام اور قیمت لکھ دینے پر اکتفا کیا گیا ہے ۔

غدر دہلی کے افسانے ۔ ۴/
اتالیق خطوط نویسی ۱۰/ **تسخیر** [illegible]
گاما خاتون کی داستان ۲/ **ترجمہ** [illegible]
یشخ سنوسی کی پانچوں حصے [illegible] **دستہ** عجیب ۲/
پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں ۴/
روزنامچہ سفر ہندوستان قیمت ۸/
روزنامہ بالتصویر خواجہ صاحب کے سفر و شام و مصر و غیرہ کے دلچسپ حالات ۔ اسلامی قلعوں کی بھی تصویریں ہیں ۔ مع التصاویر ۱۲/
رسول کی عیدی امت کے بچوں کے لئے ۲/
فرانسیسی رولش کے ملفوظات ۲/
اسلام کا انجام ۴/ **اسرار** ۴/
سی سیپارہ نامہ ۲/ **پیاری تھیڑی** ۲/ **طریقت** کی پہلی اور دوسری ۴/

علاوہ اسکے اگر آپ کو ضرورت ہو تو جلد بندی کا کام بھی ہمارے یہاں اعلیٰ پیمانہ پر کرا سکتے ہیں جنکی اجرت کام کی حیثیت سے نہایت مناسب لیجاتی ہے ۔ مدیر مکتبہ قادر کیمپ میرٹھ

رسالۂ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابتہ ماہ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ لغایۃ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

جلد ۴ | فہرست مضامین | نمبر ۳۱



تبصرہ

یادگار نواب وقار الملک مرحوم

نواب وقار الملک مرحوم کی آخری اور سب سے بڑی قومی خدمت ان کی وفات حسرت آیات ہے جو درد والم اور رنج ومصیبت کے پردہ میں بصیرت وموعظت کا ایک دفتر بے پایاں ساتھ لیکر آئی ہے اور جس نے فراموش کار فطرت انسانی کو پھر اُس مبتدائے حیات کی خبر دی ہے جسکی خبر پانے کی ہزاروں موتوں کو تمنا رہتی ہے۔ اہل بینش کے لیے لطفہ موت سیلی اُستاد سے کم نہیں ہوتا۔ توحیف ہے اگر ہم جو بینش رکھنے کے مدعی ہیں اُس بزرگ محترم کی موت سے جس کی زندگی بھی ایک شفیق ترین اُستاد کی زندگی تھی۔ سبق حیات نہ حاصل کریں اور تف ہے اُس نام نہاد زندگی پر جو بعد زوال بھی نعمت کی قدر نہ کرسکے

نواب وقار الملک مرحوم کی یادگار قائم ہونے کی قومی ضرورت پر اشاعت ماسبق میں بالاجمال وہ سب کچھ کہدیا گیا ہے جو ایک غیرت مند۔ منت شناس اور دور اندیش قوم کے جذبات کو متاثر کرنے کے لیے کافی ہے۔ اِس وقت اُن تجاویز پر نظر ڈالنا مقصود ہے جو قیام یادگار کے متعلق قوم کی طرف سے ابتک پیش کی گئی ہیں۔

یادگار قایم ہونے کی امید دلانے والوں میں سابق اول علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا کے فرزند سعید شہزادہ حمید اللہ خاں صاحب بی۔ اے ہیں۔ جنکو خدا نے دولت وعزت اِسی لیے دی ہے کہ وہ قوم وملک کے کام آئے اور جن کی برمحل فیاضی وہمدردی مسلمان اُمرا و رؤسا کیلیے قابل تقلید ہے۔ شہزادہ صاحب ممدوح نے اپنی جیب خاص سے پانچ ہزار روپے کی گرانقدر رقم اس نیک مقصد کے لیے عطا فرمائی ہے کہ جس سے علی گڑھ میں نواب صاحب مرحوم کی کوئی مناسب یادگار قایم کی جائے۔ فجزاہم اللہ خیر الجزا۔ امید ہے کہ شہزادہ صاحب کی محترم وفیاض والدہ صاحبہ کی طرف سے جانشین سرسید رح کی یادگار کے لیے کم ازکم پچاس ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان ہوگا اور دوسرے اُمرا و والیان ریاست خصوصاً حضور نظام خلد اللہ ملکہ بھی یادگار فنڈ کی توفیر میں عالی ہمتی وفیاضی سے حصہ لیکر اپنی بیکس قوم کی دستگیری فرمائینگے۔

قیام یادگار کے متعلق اب تک جس قدر تجویزیں اخبارات کے صفحات پر آئی ہیں اُن میں سے چند اہم یہ ہیں:-

(۱) نواب صاحب مرحوم کے قائم کردہ مڈل سکول امروہہ کو ترقی دیکر وقار الملک میموریل ہائی سکول بنایا جائے۔ یہ تجویز نواب صاحب مرحوم کے صاحبزادہ جناب مشتاق احمد صاحب سلمہ کی طرف سے دو ہزار روپیہ کے گرانقدر عطیہ کے ساتھ پیش کی گئی ہے اور نواب صاحب مرحوم کے داماد مولوی صبغۃ اللہ صاحب بی۔ اے نے بھی اس مد میں ایک ہزار روپیہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۲) علی گڑھ کالج میں ایک یا دو بورڈنگ ہاؤس تعمیر کیے جائیں۔ اِس تجویز کے محرک جناب محترم صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب ہیں۔

(۳) علی گڑھ میں ایک صنعت وحرفت کی درسگاہ وسیع اور اعلےٰ پیمانہ پر قائم کی جائے جس میں سائنٹفک اصول پر جدید آلات سے کام لیا جائے۔ یہ تجویز محترم معاصر

ہمدم لکھنؤ نے پیش کی ہے۔

(۴) نواب صاحب مرحوم کے مجوزہ خاکہ کے مطابق ایک اُردو یونیورسٹی قائم کی جائے یہ رائے معزز ہمعصر صداقت کی ہے۔

(۵) ایک "نیشنل فنڈ" (قومی بیت المال) قایم کیا جائے جس سے مختلف قومی ضروریات کی تکمیل بآسانی ہوتی رہے۔ اِس تجویز کی جانب معزز معاصر مساوات نے قوم کو توجہ دلائی ہے۔

مندرجۂ بالا تجاویز سب اپنی اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت مفید اور ضروری ہیں اور ان سے اس دردناک حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ مسلمانانِ ہند اپنی بدقسمتی سے سفرِ ترقی کی پہلی منزل کیلیے بھی ابھی تک زادِ راہ مہیا نہیں کر سکے اور آج جبکہ آفتاب ترقی اپنی پوری تیزی کے ساتھ دنیا پر چمک رہا ہے وہ اُن تجویزوں پر صرف غور کر رہے ہیں جن پر ان کی ہم وطن و خواجہ تاش قومیں بھی مدت ہوئی عمل کر چکی ہیں۔ مادری زبان میں تعلیم دینے والی یونیورسٹی، صنعت و حرفت کی درسگاہ اور قومی بیت المال یہ سب وسائل ترقی ان ناگزیر ضروریات میں سے ہیں جنکے بغیر دنیا کی کوئی قوم اپنے اندر زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا نہیں کر سکتی۔ لیکن ہماری رائے ناقص میں اِس وقت مندرجۂ بالا تجاویز میں سے کسی ایک کو عمل میں لانے کی بجائے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ مسلمانوں کی مجموعی رفتار ترقی کو تیز تر کرنے کی کوئی مؤثر سبیل نکالی جائے اور یادگار وقارالملک کے لیے کوئی ایسی مناسب شکل تجویز کی جائے جس سے مندرجۂ بالا تجاویز کے فوائد بھی ایک حد تک حاصل ہوں اور قوم کے کیرکٹر میں بھی وہ خصوصیات پیدا ہو جائیں جن سے مفید تجاویز کے پیش کرنے اور عمل میں لانے کے لیے بزرگانِ قوم کی وفات کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت نہ رہے۔

اس وقت سب سے بڑی ضرورت ہمکو مخلص دردمند کام کرنے والوں کی ہے جب تک ہماری قوم میں صلاحیت رکھنے والے عاملین کافی تعداد میں پیدا نہیں ہونگے اُس وقت تک کسی مفید سے مفید تجویز کا بھی خاطرخواہ کامیاب ہونا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اور بالفرض اگر کسی تجویز میں تھوڑی بہت کامیابی ہوئی بھی تو اُس سے عام قومی نقطۂ نظر سے کسی معتد بہ نتیجہ کی امید رکھنا فضول ہے۔ غفلت کی گہری نیند سے چونک کر برسوں کے بعد ایک کروٹ لے لینا منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ آج نواب وقارالملک مرحوم کی وفات سے ہمارے جذبۂ عمل میں ہیجان پیدا ہو گیا اور ہم نے اُردو یونیورسٹی یا درسگاہ صنعتی کا سنگ بنیاد قایم کر دیا لیکن کل ان ہاتھوں کو کون جنبش دیگا جو بنیاد کے استحکام اور عمارت کی تعمیر کے لیے مطلوب ہونگے؟ علاوہ ازیں اُردو یونیورسٹی یا صنعتی درسگاہ ہی سے تو ہماری ساری ضرورتیں پوری نہیں ہو جائینگی پھر کیا اُن دیگر ضروریات قومی کے لیے مناسب تجاویز کے عمل میں لانے کے ارادہ کو ہمیں اُس وقت تک کے لیے ملتوی کرنا پڑیگا جبتک کہ خدانخواستہ پھر کسی بزرگ قوم کی وفات کی خبر ہمارے جذبۂ عمل کو تحریک نہ دے؟ اس لیے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم قوم کے اندر وہ کیرکٹر پیدا کریں جسے اپنی بہبود کے کاموں میں حصّہ لینے کا از خود احساس ہو۔ جو مفید تجاویز کے سوچنے اور عمل میں لانے کے لیے مصنوعی خارجی تحریکات کا محتاج نہ ہو اور جو ایک مفید کام کو شروع کر کے اسکو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی اہلیت رکھتا ہو۔

ہمارے یہاں قوم کی عام تعلیمی، معاشرتی، اخلاقی اور تمدنی صلاح و فلاح کے لیے کام کرنے والی صرف ایک جماعت ہے جو جماعت علی گڑھ کے نام سے موسوم ہے اور جس پر بدقسمتی سے قومی کاموں کا اس قدر بوجھ لاد دیا گیا ہے جس سے اُس کے قوائے عملی روز بروز مضمحل و معطل ہوتے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قوم کا اعتماد بھی بزرگانِ علی گڑھ پر سے کچھ اُٹھ گیا ہے اور اُٹھتا جاتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی جدید تجویز کا بار "امانت" بھی اسی "ظلوم و جہول" جماعت کے سر پر رکھ دیا گیا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں علی گڑھ کی کمزور بنیادیں ساری قومی عمارت ہی کو لیکر نہ بیٹھ جائیں۔ پس ہم کو جماعت علی گڑھ سے اب یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ وہ ہر جدید تجویز کو عمل میں لانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لیگی بلکہ اس امر کی کوشش کرنی چاہیے کہ سر سید رح کے فیض صحبت و تلقین کے اثر سے مخلص خادمانِ قوم کی جو ایک جماعت قائم ہو گئی تھی اور جو اب بدقسمتی سے روز بروز محدود ہوتی جاتی ہے اُسکو موجودہ زمانہ کی ضروریات کا لحاظ رکھکر وسیع کیا جائے تاکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں جہاں مسلمان آباد ہیں چند عمل پسند نفوس ایسے پیدا ہو جائیں جو اپنی خدمات اصلاح قوم کے لیے وقف کر سکیں۔

خلوص و ایثار، محنت و جفاکشی، بے تکلفی و سادگی، ہمدردی و دلسوزی اور احساس حقوق و فرائض ایسے اوصاف ہیں جنکے بغیر کوئی قوم من حیث القوم ترقی نہیں کر سکتی اور ہم مسلمانوں کی سیرت باوجود دائرۂ تعلیم وسیع ہو جانے کے ان اخلاق حسنہ سے روز بروز معرا ہوتی جاتی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں ہم قومی خدمت کا وہ سچا جوش نہیں پاتے جو سر سید رح، اُنکے اعوان و انصار اور انکے ہمعصر بزرگوں کے دلوں میں تھا اور جسکی روشن ترین جھلک ابھی کل تک ہمکو نواب وقارالملک مرحوم کی گرانمایہ زندگی میں نظر آ رہی تھی۔ اسلیے ہمارے نزدیک نواب وقارالملک مرحوم کی یادگار کی شکل تجویز کرنے میں سب سے اہم مقصد مدنظر رکھنے کے قابل یہی ہے کہ اُسکے ذریعہ سے قوم میں نواب وقارالملک کا سا کیرکٹر پیدا ہو اور قومی ضروریات کے مختلف شعبوں کیلیے ایسے کام کرنے والے مہیا ہو جائیں جو قوم کی سود و بہبود کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر کے خلوص و ایثار اور محنت و جفاکشی وغیرہ کے قابل تقلید نمونے قایم کرتے رہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بہترین صورت ہمارے نزدیک یہی ہو سکتی ہے کہ مروبہ کے قریب کسی غیر معروف مقام میں ہردوار کے گروکل یا درسگاہ انجمن خدام ہند کے اصول پر ایک ایسی تربیت گاہ بالفعل مختصر پیمانہ پر قایم کی جائے جس کا مقصد ادنیٰ خادمان قوم کا تیار کرنا ہو اور جس میں محض لکھنے پڑھنے اور صنعت و حرفت ہی کی نہیں بلکہ خلوص و ایثار، محنت و جفاکشی اور ہمدردی و دلسوزی وغیرہ اوصاف حمیدہ کی بھی تعلیم دی جائے جس میں ذریعہ تعلیم اُردو ہو اور زبان ثانوی انگریزی یا عربی۔ اِس تربیت گاہ میں ایک شعبہ صنعت و حرفت اور تجارت کا بھی ہو جسے معاصر ہمدم کی تجویز کے مطابق بتدریج اعلیٰ پیمانہ پر لانے کی کوشش کی جائے لیکن بالفعل اُس سے مقصود صرف یہ ہو کہ جو طلبا اس تربیت گاہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلیں انھیں حصول معاش کیلیے ملازمت کا دست نگر ہونا نہ پڑے۔ نصاب تعلیم ایسا مقرر کیا جائے جو تمام کارآمد علوم و فنون پر حاوی ہو

نمایشی علوم سے پاک ہو۔ الغرض اس تربیت گاہ میں ماضی کے تجربات اور مستقبل کی ضروریات کو مد نظر رکھکر طلبا کو ایسی تعلیم و تربیت دیجائے جس سے حقیقی تعلیم کی برکات رونما ہو کر نمایشی تعلیم کی دلاویزیوں کو گرد کر دیں۔ "اُردو یونیورسٹی" اور "صنعتی درسگاہ" کا فی الحال اعلٰے پیمانہ پر قایم ہونا نظر بحالات موجودہ مشکل ہی۔ لیکن ایک ایسی تربیت گاہ جو اُردو یونیورسٹی اور صنعتی درسگاہ دونوں کے فوائد ایک حد تک دیجا اندر رکھتی ہو جو متوسط الحال شریف مسلمانی خاندانوں کی دیرینہ تمنا کو پورا کرنے والی ہو اور جسکی امداد و اعانت کی طرف قدامت پسند قوم کو متوجہ کرنے کیلیے گروکل کانگڑی وغیرہ کی زندہ مثالیں ہمارے پاس موجود ہوں نسبتاً آسانی کے ساتھ قایم ہو سکتی ہے۔ دو لاکھ کا سرمایہ اس تجویز کو مختصر پیمانہ پر عمل میں لانے کے لیے بہت کافی ہے اور دو لاکھ روپئے کی رقم کچھ ایسی بڑی رقم نہیں ہے جو باقاعدہ کوشش سے وصول نہو سکے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ تجویز بالا کو جامۂ عمل پہنانے اور تربیت گاہ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے کام کرنے والے کہاں سے آئینگے؟ ہمارے نزدیک اس سوال کا حل کرنے کے لیے ہمکو اُس انقلاب سے مدد لینی چاہیے جو ابھی حال میں گورنمنٹ برطانیہ کے نظام وزارت میں مسٹر اسکوئیتھ کے مستعفی ہونے اور مسٹر لائڈ جارج کے بر سر حکومت آنے سے ہوا ہے۔ مسٹر لائڈ جارج کی ترتیب دادہ جدید وزارت کی دو خصوصیتیں ایسی ہیں جنکی ہماری قوم کو بھی جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے اس وقت اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ انگلستان کو ہے۔ جدید وزارت کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اُس نے اہم ترین ملکی خدمت انجام دینے والی جماعت "وار کونسل" کے دائرہ کو محدود اور اُس کے اختیارات کو بے حد وسیع کر دیا ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مسٹر لائڈ جارج نے اس نازک وقت میں حکومت کی مشین چلانے کے لیے مشاہیر ملک اور ماہرین سیاست کی بجائے اُن غیر معروف کاروباری اشخاص کو منتخب کیا ہے جن کی عملی دوستی و معاملہ فہمی نے انکو شہرت کے پلیٹ فارم پر آنے کی فرصت نہیں دی تھی۔

ہماری قوم کو بھی برطانیہ عظمٰی کے وزیر اعظم کی اس عاقلانہ مصلحت اندیشی و تدبر کی تقلید کرنی چاہیے اور متوسط طبقہ کے ان لوگوں کو جو باتیں بنانے کی قابلیت اور اقتدار حاصل کرنے کی آرزو نہ رکھنے کی وجہ سے گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں لیکن خلوص خاموشی اور جفاکشی کے ساتھ کام کرنا جانتے ہیں۔ مجبور کرنا چاہیے کہ وہ بعض ایسے قومی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لیں جنمیں مہارت فن سے زیادہ محنت و دلسوزی کی ضرورت ہے۔ انجمنیں اور کانفرنسیں قایم کرنے کا اصول کام چلانیکی حالت میں خواہ کتنا ہی ضروری اور سود مند کیوں نہو لیکن قوم کی موجودہ اخلاقی حالت پر نظر کرتے ہوئے مفید تجاویز کو عمل میں لانے کے لیے شروع ہی سے انجمنوں اور کانفرنسوں کے خبط میں پڑنا ہمارے نزدیک مفید نہیں ہے۔ ایک ایسے شخص کو جو ضروری اوصاف حمیدہ سے متصف ہو اور جس پر اعتماد نہ کرنے کی قوم کے پاس کوئی معقول وجہ موجود نہو تمام سیاہ و سپید کا مختار کرکے اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایکسال کے اندر اپنے آپکو اُس قومی خدمت اور اعتماد کا اہل ثابت کر سکے فبہا ورنہ پھر کسی دوسرے کو اُس کی جگہ منتخب کیا جائے ہمارے نزدیک خاد مانِ قوم کیلیے انفرادی طور پر کام کرنے کی شرط بھی قومی کاموں کی تکمیل میں بہت دقتیں پیدا کر رہی ہے وقت آگیا ہے کہ اس شرط کو بھی کم از کم تھوڑے عرصہ کے لیے اُٹھا دیا جائے متوسط تنخواہ پر ہم کو اب بھی ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو اس وقت معمولی کاروبار کر رہے ہیں یا اسلامیہ مدارس اور دفتروں وغیرہ میں ملازم ہیں۔ لیکن جن کے اندر اس قسم کی صلاحیت علمی و عملی موجود ہے کہ اگر ان کو موقع دیا جائے تو وہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے آپ کو محسن الملک و وقار الملک ثابت کر سکتے ہیں۔

ممکن ہے کہ بعض اصحاب ہمارے ان ناچیز مشوروں کو خیالی طلسم پردازی سے تعبیر فرمائیں لیکن اگر وہ عملی اور ہمدردانہ نقطۂ نظر سے غور فرمائینگے تو امید ہے کہ اُن کو ہماری رائے سے اتفاق کرنا پڑیگا۔ بہرحال یادگار نواب وقار الملک کے متعلق ہمنے اپنے خیالات کا بالاجمال اظہار کر دیا۔ اگر قوم نے ان پر غور کرنے کی ضرورت سمجھی اور مجوزۂ بالا تربیت گاہ قائم کرنے کی تائید کیگئی تو انشاءاللہ کسی دوسرے موقع پر ہم اس مسئلہ پر مفصل بحث کرینگے امید ہے کہ معاصرین کرام بھی ہماری پیش کردہ تجویز یادگار کے متعلق اپنے خیالات سے قوم کو مستفید فرمائینگے ✦

اخبار ہندوستان کی نصیحت

حضرات ہنود کا مقتدر و معزز اخبار ہندوستان لاہور رقمطراز ہے:-

"اسٹیشن کی تعلیمی ینگ ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس لاہور میں ہونے والا ہے جس کے لیے نہایت سرگرمی سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لاہور کا ایک اسلامی اخبار لکھتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی تقلید ہے۔ نہ مسلمان محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالتے نہ دوسری قوموں کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ تعلیم عمدہ چیز ہے۔ اسی طرح اسلامی یونیورسٹی کی تحریک سے ہی ہندو یونیورسٹی کی تحریک بعد میں شروع ہوئی لیکن جلد کامیاب ہو گئی۔ اس بیخبر کو علم نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس تیس سال کے عرصہ میں کیسی نمایاں ترقی تعلیم کے میدان میں کی ہے کہ وہ ہندوؤں کے لگ بھگ آپہنچے ہیں ✦

یہ بیداری کا زمانہ ہے ہر قوم اپنی سود و بہبود سے واقف ہوتی جاتی ہے مسلمانوں میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ انہیں اپنا اُستاد تسلیم کرنے میں ہندوؤں یا سکھوں کو کوئی وجہ عذر نہیں ہے۔ مذہب کیلیے جو جوش مسلمانوں میں ہے وہ بھی اس قابل ہے کہ دوسری قومیں ان کی تقلید کریں۔ غیر مذاہب کے مقابلہ میں مخالفتوں کو طے کر دینے کی جو صفت مسلمانوں میں ہے ایس بھی وہ مرشد کا درجہ رکھتے ہیں۔ بیشک بہت کچھ مسلمانوں نے ہمیں سکھلایا ہے اور آیندہ بہت کچھ اُن سے سیکھیں گے۔ لیکن بُردباری اور درگذر ہندوؤں سے مسلمانوں کو سیکھنی پڑیگی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ تمام ملک کی ترقی ہو"

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اپنے معزز ہمعصر کے اوراق میں مندرجۂ بالا سطور کو پڑھکر ہمیں کتنی ندامت و خفت ہوئی کہ باایںہمہ نالایقی و بدنصیبی ہماری قوم میں اب بھی ایسے چھوٹے لوگ موجود ہیں جو برادرانِ وطن کی عظیم الشان تعلیمی اور اصلاحی کوششوں سے سبق عبرت حاصل کرنے کی بجائے ان کو مسلمانوں کی تقلید کا منت کش بتانے پر فخر کرتے ہیں ان کی یہ نازیبا حرکت دوسری اقوام

کی قلموں میں انتہائی بے غیرتی و بے شرمی پر محمول کی جاتی ہے۔ کاش یہ لوگ معزز معاصر مہتاب کے مندرجہ بالا بلیغ مضمون سے سبق حاصل کریں اور اپنے اندر صلاحیت و لیاقت پیدا کرنے کی، اپنی اُستادی و مرشدی پر نازاں ہونے کی بجائے شاگردی و مریدی کی برکات و فوائد سے متمتع ہونے کی کوشش کریں۔ اگر ہندوؤں نے واقعی مسلمانوں ہی کی تقلید سے ترقی کی ہے (جس سے کوئی واقف کار مسلمان اتفاق نہیں کرسکتا) تو ہم ان کو نہایت خلوص دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ان کی قوم میں ایسے سمجھدار اور عاقبت اندیش رہنما موجود ہیں جو دوسری اقوام کی پسندیدہ باتوں کے اختیار کرنے اور اغیار کی تقلید سے فائدہ اٹھانے کی اہمیت و ضرورت کو سمجھتے ہیں۔ اور اگر مسلمانوں کو واقعی اپنے اُستاد و مقتدیٰ ہونے کا احساس ہے تو ہم ان کو غیرت دلاتے ہیں کہ ان کے مرید و مقلد تو منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے اور وہ ابھی تک ترقی کے دروازہ ہی کو ٹٹول رہے ہیں۔ کاش کانفرنس و لیگ پر گھمنڈ کرنے والے مسلمان ہندوؤں کی اس خصوصیت ہی کو اپنا رہنما بنالیں کہ وہ دوسری قوموں کی اچھی باتیں اختیار کرنے کو معیوب نہیں سمجھتے اور اپنے لاموں کو خیال آفرینیوں کی بھول بھلیاں میں چھوڑ کر خود میدان عمل پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب کسی قوم کے قوائے عملی مضمحل و معطل ہو جاتے ہیں اور وہ ترقی کی دوڑ میں دوسری اقوام کے ساتھ چلنے سے ہمت ہار دیتی ہے۔ تو پھر اُسکے پاس دل کو تسلی دینے اور خفت مٹانے کیلیے صرف دو چیزیں رہجاتی ہیں۔ ایک خیالی پلاؤ پکانے کی عادت دوسرے اپنے گزشتہ کارناموں پر گھمنڈ کرنے کی قابلیت۔ مسلمان عرصہ دراز سے انہی دو خبطوں میں مبتلا ہیں۔ کبھی تو وہ اپنے شاندار مستقبل کے خواب دیکھنے لگتے ہیں اور کبھی ماضی کے افسانوں کو یاد کرکے دل کو تسلی دیدیتے ہیں۔ لاہور کے اسلامی اخبار کا ہندوؤں کو اپنا مقلد بنانا اسی خبط کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسپر رحم کرے اور مسلمانوں کو ایسے ناسمجھ رہنماؤں سے ضرور محفوظ رکھے۔

اسلامی حمیت کلکتہ کا روزانہ اسلامی اخبار صداقت لکھتا ہے:-

"ہمیں معزز ہمعصر ترکستان سے معلوم ہوا ہے کہ ہزہائینس حضور نظام نے اسلامی سکول وانمباڑی (جنوبی ہند) کی امداد کے لیے ایک گرانقدر عطیہ اس شرط کے ساتھ منظور فرمایا تھا کہ مدرسہ کا نام "مدرسہ عثمانیہ" رکھا جائے لیکن وانمباڑی کے غیور اور باحمیت مسلمانوں نے اس بنا پر عطیہ لینے سے انکار کردیا کہ وہ "عثمانیہ" کے مقابلہ میں "اسلامیہ" کو ترک کرنا اپنے مذہب کی توہین سمجھتے ہیں جسے وہ کسی صورت میں گوارا نہیں کرسکتے۔ ہزہائینس کا گرانقدر عطیہ بیس پچیس ہزار سے کم نہوگا جس سے یقیناً مدرسہ کی حالت میں انقلاب پیدا کیا جاسکتا ہے ہم وانمباڑی کے سکول کے اراکین کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے روپیہ کے مقابلہ میں۔ اسلامی وقار کو زیادہ عزیز سمجھا۔ لیکن کیا یہ بات قیاس میں آسکتی ہے کہ حضور نظام اپنے نام کا اشتہار دینا چاہتے ہیں اور کیا ان کے نام کو اشتہار کی ضرورت ہے جو پہلے ہی ہندوستان کی اسلامی دنیا میں سورج کی طرح چمک رہا ہے۔"

جس قوم نے مذہب کو اپنے جذبات نفسانی کی تفریح کے لیے بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہو۔ جو مذہب کو چھوڑ کر پوست مذہب کی پرستش میں مصروف ہو۔ جو اسلام کی سیدھی سادی تعلیمات پر وہم پرستی و تعصب کا رنگ چڑھانے کی عادی ہوگئی ہو۔ جسکے نزدیک مذہبی پابندی کے معنی مذہبی نمائش ہوں اُسکے وقیع اخبارات اگر حمایت دین کے جوش میں اس قسم کی خطرناک تحریرات شائع کریں تو کچھ تعجب نہیں ہے۔ کاش ہمارا معتقد و معزز ہمعصر جو وانمباڑی کے غیور و باحمیت مسلمانوں کو صرف اسلیے مستحق مبارکباد سمجھتا ہے کہ انہوں نے ایک ہمدرد قوم والی ملک کے گرانقدر عطیہ سے مستفید ہونے کے مقابلہ میں مدرسہ اسلامیہ کو مدرسہ عثمانیہ کے نام سے موسوم کرنا گوارا نہیں کیا۔ اپنی تائید میں کوئی آیت یا حدیث یا کم از کم کسی مستند بزرگ کا قول ہی پیش کر دیتا۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی بلیغ تنبیہ ہمارے سامنے موجود ہے اور قومی کاموں میں اعانت کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنے کی بہترین صورت یہی ہو سکتی ہے کہ محسن و معطی کے نام کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے نہ صرف قوم کی منت شناسی کا ثبوت ملتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی قومی کاموں میں جان و مال سے حصہ لینے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اسلیے ہم وانمباڑی کے بھولے مسلمانوں کو جو غالباً کسی پرجوش مذہب پرست کے بہکانے میں آگئے ہیں۔ ان کی اس سخت ناعاقبت اندیشانہ غلطی پر متنبہ کرتے ہیں جو ایک نہایت لغو و مہمل عذر کی بنا پر حضور نظام کا گرانقدر عطیہ قبول نہ کرنے سے اُن سے سرزد ہوئی ہے۔ اُمید ہے کہ وہ اس خیال باطل کو دل سے نکال دینگے کہ مدرسہ اسلامیہ کو مدرسہ عثمانیہ کے نام سے موسوم کرنا اسلامی حمیت و وقار کے منافی ہے اور دلی شکریہ کے ساتھ حیدرآباد کے عطیہ کو قبول کرکے وانمباڑی کے مدرسہ کو ترقی دینے کی کوشش کرینگے۔

ایک وقف کی فیض رسانی محترم معاصر "وکیل" امرتسر لکھتا ہے:-

"ذیل کی سطور سے معلوم ہوگا کہ اگر اوقاف مذہبی کا انتظام پوری احتیاط کے ساتھ کیا جائے تو ہمیں کس قدر عظیم الشان فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

جموں میں اندرون دروازہ گمٹ رگھناتھ جی کا ایک شاندار مندر ہے یہ مندر مہاراجہ صاحب کی طرف سے ہے۔ اسکے انتظام کے لیے جو عملہ ہے اسکی تنخواہوں کا خرچ ایک ہزار روپیہ ماہوار ہے مہاراجہ صاحب جو خیرات اِس مندر کو دیتے ہیں اسکا نصف حصہ محتاجوں کو تقسیم ہوتا ہے نصف مندر کے فنڈ میں جمع رہتا ہے۔ اس فنڈ میں کس قدر روپیہ جمع ہے۔ اسکا اندازہ لگانے کے لیے یہ کہدینا کافی ہے کہ توی (جموں) سے سیالکوٹ تک جو ریلوے لائن جاری ہے وہ اسی فنڈ سے ۸۰ لاکھ روپیہ قرض لیکر بنائی گئی تھی جس کا سود اصل پر پانچ فی صدی مل رہا ہے۔ مندر کا سدا برت وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ اِس فنڈ سے کلکتہ اور بمبئی میں کئی تجارتی کارخانے بھی قائم ہیں۔ غرض یہ وقف نہ صرف مضبوطی سے قائم ہے۔ بلکہ ہندو پبلک اس سے بے شمار فوائد حاصل کررہی ہے۔ جب تک مندروں اور مساجد اور مزارات کا انتظام ایسے ہی معتبر ہاتھوں میں نہوگا محال ہے کہ ان سے کچھ حقیقی فائدہ پہنچ سکے۔

معاصر "کشمیری میگزین" سچ کہتا ہے۔ کہ اگر وقفات کی آمدنی جائز طور پر خرچ ہو تو نہ ہندوؤں اور نہ مسلمانوں کو کالجوں، سکولوں اور دیگر قومی کاموں کے لیے کاسۂ گدائی ہاتھ میں لینا پڑے۔ نہ ہندو اور مسلمان نادار و یتیم لڑکے لڑکیاں اپنے مذاہب سے روگرداں ہوں۔"

اُمید ہے کہ ہندوستان خصوصاً کاٹھیاواڑ کے اسلامی اوقاف کے متولی صاحبان مندرجہ بالا تحریر سے سبق حاصل کرینگے اور مسلمانوں کی درماندگی و مفلسی پر رحم کرکے اسلامی اوقاف کو زیادہ منضبط صورت میں لانے اور ان کی آمدنی سے قوم کو حقیقی اور پائدار نفع پہنچانے کی کوشش کرینگے۔

ہمارے معاصرین

عصر جدید ـ انگریزی مشہور اسلامی اخبار کامریڈ کے سابق سب ایڈیٹر جناب راجہ غلام حسین صاحب بی ـ اے ـ لکھنؤ سے ایک ہفتہ وار انگریزی پرچہ نیو ایرا (عصر جدید) نامی عنقریب شائع کرنے والے ہیں ـ راجہ غلام حسین صاحب انگریزی انشا پردازی میں مہارت کامل رکھنے کے علاوہ فرائض ایڈیٹری کو بھی بوجہ احسن انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں اور اس لیے ہمکو توی امید ہے کہ انکا اخبار نیو ایرا نہایت مفید و دلچسپ اخبار ہوگا ـ اور ہندوستان کے زیر انتظام جو بہترین انگریزی پرچے نکل رہے ہیں ان سے کسی حالت میں کم نہیں رہیگا ـ لیکن ہماری رائے میں اس وقت مسلمانوں کو ہفتہ وار اخبار کی بجائے ایک روزانہ انگریزی پرچہ کی زیادہ ضرورت تھی ـ اگر راجہ صاحب موصوف نیو ایرا کو بجائے ہفتہ وار کے روزانہ کر دیں تو یہ تبدیلی نہ صرف قوم و ملک کے حق میں بہتر ثابت ہوگی بلکہ اس سے نیو ایرا کی کامیابی بھی زیادہ یقینی ہو جائیگی ـ نیو ایرا کی پالیسی کے متعلق ہمکو راجہ غلام حسین صاحب کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اگر وہ مرحوم و مغفور خواجہ غلام الثقلین صاحب کے رسالہ عصر جدید کی مصلحت اندیشانہ بے لاگ اور تعمیری (کانسٹرکٹو) پالیسی پر اپنے پرچہ کو چلانے کی کوشش کرینگے تو امید ہے کہ وہ پریس ایکٹ کی زد سے محفوظ رہینگے اور قوم و ملک کو بھی کوئی مستقل اور پائدار نفع پہنچا سکیں گے ـ

انگریزی عصر جدید کے جاری ہونے کی خبر سنکر قدرتی طور پر ہمکو اردو کا وہ بہترین رسالہ عصر جدید یاد آگیا جسے اس کے بانی و ایڈیٹر شہید قوم خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد زندہ کرنے کی کسی خیر خواہ قوم کو ابھی تک توفیق نہیں ہوئی ـ کاش کوئی عالی حوصلہ مسلمان رئیس اردو عصر جدید کی جانب بھی اپنی توجہ مبذول کرے اور ایک مخلص خادم قوم کی بہترین یادگار قایم ہونے کی کوئی سبیل نکل آئے ؛

المشتہر ـ لکھنؤ یہ ہفتہ وار اخبار تجارت اور صنعت و حرفت کے متعلق مفید معلومات بہم پہنچانے اور تاجروں کے کاروبار کو بذریعہ اشتہار ہندوستان میں فروغ دینے کے لیے شہر لکھنؤ سے شائع ہوا ہے ـ اس قسم کے اخبار و رسائل ترقی یافتہ ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتے اور وہاں کے کاروباری حلقوں کی اہم ضروریات کو پورا کرتے ہیں ـ ہندوستان نے چونکہ تجارت و صناعات میں ابھی کوئی نمایاں ترقی نہیں کی اسلیے یہاں کی دیسی زبانوں خصوصاً اردو میں تجارتی اور صنعتی رسائل و اخبارات کی سخت کمی ہے اور جو پانچ سات پرچے برائے نام نکلتے بھی ہیں ان سے سوائے اس کے کہ صابون سازی ـ بال اڑانے کا پوڈر ـ یا پارہ کا کلاس وغیرہ بنانے کی ترکیبیں معلوم ہو جائیں ـ ہندوستان کی صنعت و تجارت کو کوئی معتد بہ نفع نہیں پہنچ سکتا ـ المشتہر اگرچہ یورپ و امریکہ کے پرچوں کے مقابلہ میں کوئی وقیع حیثیت نہیں رکھتا لیکن اردو کی بے مایگی پر نظر کرتے ہوئے بہت غنیمت ہے اور جس قدر نمبر اس کے اب تک شائع ہوئے ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار کسی وسیع وجہ کے واقف کار اور قابل ایڈیٹر کے ہاتھ میں ہے ـ جو اپنے پرچہ کو اردو داں ہندوستانیوں کی موجودہ ضروریات کے لحاظ سے دلچسپ و کارآمد بنانا چاہتے ہیں ـ لیکن شاید اپنے دوسرے مشاغل کی وجہ سے پوری توجہ اس پر صرف نہیں کرسکتے اور ایک روپیہ سالانہ قیمت کے اردو ہفتہ وار اخبار کے ایڈیٹر سے یہ امید کی بھی نہیں جاسکتی کہ وہ اپنی مہارت فن اور دماغ سوزی کا پورا صلہ اس اخبار کے منافع سے حاصل کرکے اپنے آپ کو اسکی ایڈیٹری کے لیے وقف کرسکیگا ـ بہرحال المشتہر اپنے رنگ کا ایک مفید اور عمدہ اخبار ہے اور اس قابل ہے کہ ملک کی اعانت و سرپرستی سے اُسکو ترقی دی جائے ہندوستان میں اعلیٰ پیمانہ کے تجارتی اور صنعتی کاروبار زیادہ تر ایسے لوگوں کی کوشش یا اولوالعزمی سے وجود میں آتے ہیں جو ان کے متعلق تمام معلومات انگریزی اخبارات و رسائل وغیرہ سے حاصل کرتے ہیں اس لیے ہمارے نزدیک المشتہر میں فی الحال ایسے مضامین کی اشاعت مناسب نہیں ہے جو صرف بڑے لوگوں کے لیے کارآمد ہوں اور متوسط طبقہ کے اردو داں عملاً اُن سے کچھ مستفید نہ ہو سکیں ـ بالفعل المشتہر کے صفحات کو صرف انہی مضامین کیلیے مخصوص کر دینا چاہیے جن سے ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں کو تجارت اور صنعت و حرفت کا شوق پیدا ہو اور جنھیں پڑھکر تھوڑا سرمایہ رکھنے والے بھی اپنے لیے کوئی پرمنفعت و مناسب تجارتی لائن تجویز کرسکیں انگریزی رسائل سسٹم اور اِنڈسٹری وغیرہ میں کئی مستقل عنوان ایسے ہیں جو اگر المشتہر میں بھی قائم کردیے جائیں تو نہ صرف اردو داں ہندوستانیوں کو اُن سے بہت فوائد حاصل ہونگے بلکہ المشتہر کی دلچسپی و دلعزیزی بھی بڑھ جائیگی ـ استفسارات کے جوابات شائع کرنے کا جو سلسلہ المشتہر کی کسی تازہ اشاعت سے شروع کیا گیا ہے ہمارے خیال میں یہ بہت مفید سلسلہ ہے بشرطیکہ سوالوں کے جواب محض سرسری طور پر نہ دیے جائیں اور وہ صحیح واقفیت پر مبنی ہوں ـ المشتہر کی سالانہ قیمت مع محصول صرف ایک روپیہ ہے اور آجکل ایک ہفتہ وار اخبار کا اس برائے نام قیمت پر فروخت ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ مفت تقسیم کیا جارہا ہے ـ ہمکو تعجب ہوگا اگر اس قدر ارزاں اور مفید اخبار کو بھی پبلک کی طرف سے بے توجہی کی شکایت پیدا ہوئی ـ

درخواست خریداری "مینیجر صاحب اخبار المشتہر لکھنؤ" کو بھیجیے

العرفان ـ بنگلور یہ صوفیانہ رنگ کا ماہوار مذہبی رسالہ جنوبی ہندوستان کی روحانی اصلاح کے لیے جناب مولینا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری کی سرپرستی اور شاہ محمد اسحاق صاحب قادری سلیمانی کی ایڈیٹری میں بنگلور سے جاری کیا گیا ہے اور اُن تمام خصوصیات سے مزین ہے جو اس زمانہ کے صوفیانہ رسائل کی کامیابی کیلیے ضروری سمجھی جاتی ہیں ـ جنوبی ہند میں واقعی ایک ایسے اسلامی رسالہ کی ضرورت تھی جو تشنگان روحانیت کو جام عرفان کے تسکین بخش جرعوں سے سیراب کرسکے اور اسی سلسلہ میں ان اعتقادی اور عملی مفاسد کی اصلاح بھی کرتا جائے جو مذہب و تصوف میں افراط و تفریط کا کمانا نکلنے کی وجہ سے عام طور پر مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں ـ امید ہے کہ ہمارا عزیز معاصر العرفان اس فرض کو بوجہ احسن ادا کرنے کی کوشش کریگا اور اس عرفانی نصیحت کو دل سے کبھی نہ بھولنے دیگا کہ ـ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ہم خلوصِ دل سے جنوبی ہند کے روحانی علمبردار العرفان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ صوفیانہ مذاق رکھنے والے مسلمان اس رسالے کی قدر کرینگے۔ العرفان دو قسم کے کاغذ پر چھپتا ہے۔ قسم اوّل کے رسالہ کی سالانہ قیمت ہے اور قسم دوم کے رسالہ کی ہے۔ یہ رسالہ عرفان منزل بنگلور سے شائع ہوتا ہے خط و کتابت اسی پتہ پر ہونی چاہیے۔

سخن سنج لکھنؤ یہ ادبی سہ ماہی رسالہ لکھنؤ کے مشہور ادبی رسالہ دلگداز کے مینیجر حکیم محمد سراج الحق صاحب نے نکالا ہے۔ سخن سنج پر دلگداز پریس کا نام اور سہ ماہی کا لفظ چھپا ہوا دیکھکر ہمکو خوشی ہوئی تھی کہ اُردو کے موقت الشیوع پرچوں میں ایک اعلےٰ سہ ماہی رسالہ کی جو جگہ خالی تھی، اور جس کا شاید گورنمنٹ کی کسی رپورٹ میں بھی افسوس کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ وہ سخن سنج سے پُر ہوگئی۔ مگر جب ہم نے اس رسالہ کے حجم پر نظر کی اور اس کے مضامین نثر و نظم کی نوعیت کو دیکھا تو ہماری خوشی رنج و مایوسی سے بدل گئی اور معلوم ہوا کہ سخن سنج کے اجرا کی غرض زیادہ تر یہ ہے کہ اُسکے ذریعہ سے بعض مشہور انشا پردازوں کے مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے لیے مستقل خریداروں کی ایک کافی تعداد مہیا کرلی جائے۔ یہ مقصد بھی کچھ برا نہیں ہے اور اُردو کی ترقی و توسیع میں اس سے بھی بڑی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن بہتر ہوتا اگر اس مقصد کو واضح طور پر رسالہ کے ٹائٹل پیج پر بیان کر دیا جاتا تاکہ اُردو کے ایک سہ ماہی رسالہ کی خصوصیات کا اندازہ سخن سنج کو سامنے رکھکر نہ کیا جاتا۔ سخن سنج کا ابھی صرف پہلا نمبر شائع ہوا ہے جس میں ۱۶ صفحے کا ایک مضمون نثر "قرۃ العین" مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے جو غالباً رسالۂ معلومات لکھنؤ میں بھی نکل چکا ہے۔ باقی ۱۶ صفحوں میں مختلف شعرا کی قومی اور عاشقانہ نظمیں ہیں جن میں بعض ایک سہ ماہی ادبی رسالہ کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ سخن سنج کی سالانہ قیمت صرف ۲؍ ہے۔ نمونہ دلگداز پریس لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

کتب جدیدہ

خذ ما صفا اگر اس امر کا اہتمام کیا جا سکے کہ اُردو کے ممتاز اخبارات و رسائل میں جس قدر مضامین نثر و نظم اعلیٰ درجہ کے شائع ہوں ان سب کو بعد اختتام سال مناسب و مسلسل ابواب و فصول کے ماتحت سلیقہ سے ترتیب دیکر سالنامہ کے طور پر ایک کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو اُردو لٹریچر کی ترقی میں اس سے بڑی مدد مل سکتی ہے اور جو اہلِ قلم اخبارات و رسائل میں مضامین لکھنا محض اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ اکثر اوقات ان کی محنت و دماغ سوزی کے بہترین نتائج اخباری صفحات میں پہنچکر محض پنساری کی پڑیوں کے کام میں آتے ہیں۔ ان کی یہ دیرینہ اور واجبی شکایت بھی مذکورۂ بالا مجموعہائے مضامین کی اشاعت سے ایک حد تک رفع ہو سکتی ہے اس لیے جناب نواب حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب ایڈیٹر رسالۂ افادہ آگرہ کی یہ علمی خدمت واقعی نہایت مفید اور قابلِ قدر ہے کہ موصوف نے اُردو کے اُن اخبارات میں سے جن کے پرچے آپکے پاس محفوظ تھے۔ مفید علمی اور تاریخی مضامین منتخب و مرتب کرکے تین سو آٹھ صفحہ

کی ایک خوشنما کتاب کی صورت میں "خذ ما صفا" کے نام سے شائع کیے ہیں۔ اس نفیس مجموعہ میں تقریباً ۷۰ مضمون ہیں اور سب مفید و قابلِ دید ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ خذ ما صفا میں حسنِ ترتیب کا لحاظ رکھنا نواب صاحب موصوف نے ضروری نہیں سمجھا۔ اگر وہ مضامین کو ان کی مختلف نوعیتوں کے لحاظ سے مناسب ابواب و فصول کے تحت میں درج کرتے یا کم از کم کتاب کے شروع میں ایک جامع فہرست مضامین ایسی لگا دیتے جس سے ابواب و فصول قایم کرنے کا مقصد حاصل ہو سکتا تو ان کا ترتیب دادہ مجموعۂ مضامین اور بھی کار آمد ہو جاتا اور ایک ایسے شخص کو جو کسی خاص موضوع پر مضامین دیکھنے کا خواہشمند ہے یا یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فلاں مسئلہ کے متعلق اُردو جرائد میں کیا کیا خیالات ظاہر کیے گئے ہیں اُسے پوری کتاب کی ورق گردانی کی زحمت نہ اُٹھانی پڑتی۔ آجکل جبکہ مطبوعات اور علوم و فنون کی اس قدر کثرت اور فرصت و وقت کی کمی ہے خذ ما صفا جیسی کتاب میں ابواب و فصول اور مکمل فہرست مضامین کا نہ ہونا ایک بہت بڑا نقص ہے۔ انگریزی کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب حتیٰ کہ تجارتی اشتہاری فہرستوں میں بھی فہرست مضامین ہی نہیں بلکہ ایک بسیط انڈکس بھی ضرور ہوتا ہے جس سے علمی مشاغل رکھنے والوں کو کتاب سے عند الضرورت مستفید ہونے میں نہایت آسانی ہوتی ہے۔ اگر اُردو کے تمام اخبارات و رسائل اپنی جلدوں کے مکمل ہونے پر ایک بسیط فہرست مضامین شائع کر دیا کریں تو بہت سے گرانقدر خیالات جو اُن کے صفحات میں ظاہر کیے جاتے ہیں دستبردِ زمانہ سے بہت کچھ محفوظ ہو جائیں اور ضرورت کے وقت اپنے متلاشیوں کو نفع پہنچا سکیں۔ ہفتہ وار اور روزانہ اخبارات ایسا کر سکتے ہیں کہ جلد کا آخری پرچہ وہ فہرست مضامین کیلیے مخصوص کردیں۔ اس طریقہ سے ان پر زائد مصارف کا بار بھی نہیں پڑیگا اور ایک اہم علمی ضرورت بہ آسانی پوری ہو جائیگی۔

"خذ ما صفا" کو شائع کرکے نواب حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب نے علمی خدمت کی ایک مفید مثال قایم کی ہے اور ہم خوش ہونگے اگر اس مثال کی تقلید کی گئی۔

"خذ ما صفا" پر قیمت درج نہیں ہے۔ غالباً ایک روپیہ یا سوا روپیہ ہوگی یہ کتاب نواب حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب ایڈیٹر رسالۂ افادہ۔ سول لائنس آگرہ کے پتہ پر درخواست کرنے سے مل سکتی ہے۔

مطالب القرآن یہ دیکھکر نہایت مسرت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اب قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم اور کلام اللہ کے حقائق و معارف کی اشاعت کی ضرورت عام طور پر محسوس ہونے لگی ہے اور اُردو کے اسلامی مذہبی لٹریچر میں ایسی کتابوں کی تعداد بحمد اللہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے جو مذکورۂ بالا مقصود کی تکمیل میں ممد و معین ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک نہایت مفید عام فہم کتاب مطالب القرآن کے نام سے ابھی حال میں شائع ہوئی ہے جس کے مصنف ہمارے دیرینہ دوست و ہمدرد قوم جناب مولوی سید علی حسن صاحب بی اے۔ ڈپٹی کلکٹر صوبہ بہار ہیں۔ اُردو داں مسلمانوں کی موجودہ مذہبی ضروریات اور عربی تعلیم کی طرف سے روز افزوں بے توجہی پر نظر کرتے ہوئے۔ مطالب القرآن اپنے موضوع تصنیف کے لحاظ سے فی الحقیقت ایک بہترین کتاب ہے جو مطالب

قرآن حکیم کو اردو داں عوام الناس کے ذہن نشین کرنے میں بیحد نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ قوم کو مولوی سید علی حسن صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ آپ نے باوجود علی ہے سالہ ولایتی کے اکثر رہنے کے اپنی علمی توجہ ایک ایسی اہم دینی ضرورت کی طرف مبذول فرمائی ہے جو طبقہ عوام سے تعلق رکھنے کی وجہ سے آجکل کے نام نہاد تعلیم یافتہ ہمدردان قوم کے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ امید ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی یہ دینی خدمت پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائیگی اور دارین میں ان کی سرخروئی کا باعث ہوگی۔ (انشاء اللہ تعالےٰ)

مطالب القرآن ساڑھے گیارہ سو صفحے کی کتاب ہے اور بنظر سہولت اُس کو چار حصوں میں شائع کیا گیا ہے۔ حصۂ اول میں منظوم تمہید اور دیباچۂ نثر کے بعد دو ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں قرآن مجید کے نزول اور جمع و ترتیب کے متعلق ضروری معلومات اور مضامین قرآن کی ایک مختصر فہرست دی گئی ہے جس سے سرسری طور پر اس امر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کس قسم کی کتاب ہے اور اس میں کیا کیا باتیں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے ضمیمہ میں مذہب اسلام کی مشہور اصطلاحات کو حروف تہجی کی ترتیب سے درج کرکے ان کی عام فہم طریقہ سے تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ یہ ضمیمہ گویا شرعی اصطلاحات کی ایک مختصر لغت ہے اور اسلیے ان سب لوگوں کے واسطے کارآمد ہے جو دینی ذوق رکھتے اور کتب مذہبی کے مطالعہ میں دلچسپی لیتے ہیں۔ ضمیموں کے بعد چند مختصر فہرستیں ہیں جن سے پاروں اور سورتوں کے نکالنے اور سورتوں کی ترتیب نزولی اور ترتیب قرآنی کے معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ان فہرستوں کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس میں مطالب قرآن کی توضیح اس طریقہ سے کی گئی ہے کہ اول ہر ایک رکوع کے شروع میں اُس رکوع کا خلاصۂ مطلب صاف و سلیس زبان میں بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر آیات رکوع کی ایک واضح و مختصر اور عام فہم تفسیر ہے جو توسین کی توضیحی عبارتوں کو حذف کرکے ترجمہ کا کام بھی دے سکتی ہے۔ تفسیر کو اس صورت میں لکھنے سے لائق مصنف کا مقصد غالباً یہ ہے کہ قرآن مجید کے ظاہری معانی و مطالب اور اُس کے احکام و مسائل کے سمجھنے میں کسی معمولی لیاقت کے اُردو داں شخص کو کوئی دقت و دشواری پیش نہ آئے۔ ترجمے چونکہ نہایت مختصر ہوتے ہیں اور ان کے دیکھنے سے بعض اوقات فہم معانی میں اُلجھن پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح مطول تفسیروں کا مطالعہ بھی ایک حد تک مخل مقصود ہے کہ ذہن مطالب قرآن سے ہٹکر مفسرین کی علمی موشگافیوں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسلیے مطالب القرآن کے فہیم مصنف نے ایک ایسا بین بین طریقہ اختیار کیا ہے جس سے ترجمہ کا بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور تفسیر کا بھی اور مقصود اصلی یعنی تفہیم و تفہم قرآن فوت نہیں ہوتا۔ معمولی اُردو داں لوگوں کیلیے اس قسم کی ترجمہ نما تفسیر یا تفسیر نما ترجمہ کی ضرورت تھی اور اُمید ہے کہ وہ بہت مفید ثابت ہوگی۔ خلاصۂ رکوع اور اُسکے تفسیری ترجمہ کے بعد وہ نتائج بیان کیے گئے ہیں جو مطالب رکوع سے مفہوم و مستنبط ہوتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ہم قرآن مجید کی کسی آیت کا ترجمہ دیکھکر اسکا مطلب تو سمجھ لیتے ہیں مگر ہمارا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ اُس آیت سے ہم کو کیا سبق حاصل کرنا چاہیے یا یہ کہ اُس آیت میں ہماری ہدایت کے لیے کونسا اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے مصنف مطالب القرآن کی یہ دانشمندانہ جدت واقعی قابل تحسین ہے کہ موصوف نے ہر ایک رکوع کے آخر میں اُن نتائج کو بھی واضح طور پر بیان کر دیا ہے جن کی طرف قرآن مجید کے سرسری مطالعہ میں لوگوں کے ذہن منتقل نہیں ہوتے مگر جن کا معلوم کرنا مقصد تنزیل قرآن کے لحاظ سے فہم مطالب سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اعتقادی اور فقہی مسائل بھی اگرچہ نتائج ہی کے تحت میں آسکتے تھے مگر چونکہ ان کی شرعی اہمیت کے قابل مصنف نے ان کو حسب ضرورت علیحدہ بیان کیا ہے۔ گویا مطالب القرآن میں قرآن مجید کے مدارک کیا کے معانی و مطالب کو چار طریقوں سے قاری کے دل نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور تعلیمی و اصلاحی تحریرات میں تکرار مطالب سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ کسی واقف کار کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مصنف نے محض خلاصہ، تفسیر، نتائج اور مسائل ہی کے بیان کرنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ جا بجا حواشی بھی دیے ہیں جنمیں ان توضیح طلب امور کی تشریح کی گئی ہے جن سے فہم معانی قرآن میں اور بھی مدد ملتی ہے۔ یہ مفید تفسیر مطالب القرآن تین حصوں میں تمام ہوئی ہے۔ چوتھے حصہ میں مضامین قرآن کی مفصل فہرست ہے جس میں حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور حوالہ کے لیے پارہ، سورۃ اور رکوع کے نمبر مع سورۃ کے نام کے درج کیے گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ فہرست کچھ زیادہ کارآمد نہیں ہے اور اُس سے جامع تر فہرستیں مطالب القرآن سے قبل شائع ہو چکی ہیں۔ کاش مولوی سید علی حسن صاحب مضامین قرآن کی فہرست زیادہ محنت و کاوش سے تیار کرتے تاکہ اس سے ایک مکمل انڈکس قرآنی کا نفع حاصل ہوسکتا۔ امید ہے کہ طبع ثانی میں وہ اس نقص کی ضرور تلافی کردینگے۔

مطالب القرآن میں قرآن مجید کی عربی عبارت کا نہ ہونا بھی ہمارے خیال میں ایک افسوسناک کمی ہے اور ہمکو زیادہ خوشی ہوتی اگر مصنف صاحب اپنی کتاب میں خفی قلم سے ہی اصلی عربی عبارت بھی درج کرا دیتے۔

بحیثیت مجموعی ہم مطالب القرآن کو اس زمانہ کی بہترین تصانیف میں شمار کرتے ہیں اور دین دوست مسلمانوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر نہ صرف خود پڑھینگے بلکہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی پڑھائینگے۔ مطالب القرآن میں کاغذ نہایت عمدہ لگایا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی اوسط درجہ کی ہے۔ چاروں حصوں کی قیمت ۸ روپیہ ہے جو اس کتاب کی قابل قدر معنوی خصوصیات سے قطع نظر کرکے محض اسکے حجم اور لکھائی چھپائی اور کاغذ وغیرہ کے لحاظ سے بھی بہت کم ہے۔ اگر ایسی مفید اور سستی کتاب کے خریدنے میں بھی مسلمانوں نے بےپروائی سے کام لیا تو پھر علمی و دینی خدمات میں حصہ لینے کا کس کو حوصلہ ہوگا ہے۔ "مطالب القرآن" پتۂ ذیل پر درخواست کرنے سے مل سکتی ہے۔
منشی محمد ظہور الحق صاحب پروپرائٹر ستارا آف انڈیا پریس۔ آرہ (بہار)

اخوان الصفا۔ اُردو نفس انسانی کی تہذیب و تربیت اور فلسفۂ اخلاق کی تعلیم و تفہیم کے متعلق حکمائے اسلام نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے جو گرانقدر اور عظیم الشان کوششیں کی ہیں دنیا اُن کے بار احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ فلسفۂ اخلاق اور حکمت عملی پر ایسی بیش بہا کتابیں مسلمان مصنفین کی لکھی ہوئی موجود ہیں جن کے تراجم و اقتباسات دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں اور کوئی ترقی یافتہ قوم ایسی نہیں ہے جس نے مسلمانوں کی اخلاقی تصانیف سے براہ راست یا بالواسطہ فائدہ نہ اٹھایا ہو مگر افسوس ہے کہ مسلمان اپنے واجب الاحترام بزرگوں کی ان مقبول عام اور مفید تالیفات

کتابوں سے روز بروز بیگانہ ہوتے جاتے ہیں بلکہ تہذیب جدید کی نمائشی چمک دمک پر فریفتہ ہو کر ان کو نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔ اب گلستاں۔ بوستاں اور کیمیائے سعادت وغیرہ جیسی سبق آموز حکیمانہ کتابوں کا پڑھنا پڑھانا عموماً فضول سمجھا جاتا ہے اور ان کی بجائے بعض ایسی کتابیں رائج ہو گئی ہیں جن سے سوائے تضیع اوقات کے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا۔

منجملہ ان مفید کتابوں کے جو ایک زمانہ میں مدارس اسلامیہ کے ادبی نصاب ہائے تعلیم میں داخل تھیں اور جن کے مطالعہ سے محض ادبی قابلیت ہی نہیں بلکہ بہت سی مفید اخلاقی معلومات بھی حاصل ہوتی تھی۔ ایک عربی کتاب اخوان الصفا بھی ہے جو ادبی حیثیت سے فصیح و بلیغ ہونے کے علاوہ فلسفۂ اخلاق و الٰہیات کے بعض دقیق مسائل کو ایسے دلچسپ طریقہ سے بیان کرتی ہے کہ اسکے پڑھنے سے علم الاخلاق کی فلسفیانہ باریکیاں خود بخود طلباء کے دلنشین ہوتی چلی جاتی ہیں اور ان کی طبیعتوں میں بچپن ہی سے تہذیب و اصلاح نفس کا وہ احساس راسخ ہو جاتا ہے جو ان کو تمام عمر اخلاقی امراض میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اخوان الصفا میں بظاہر اس فرضی مناظرہ کی دلچسپ کیفیت بیان کی گئی ہے جو انسانوں اور دیگر حیوانات کے درمیان بادشاہ جنات کے سامنے ہوا ہے اور جس میں حیوانوں نے انسان کے اس دعوے کی کہ وہ اشرف المخلوقات ہے عجیب نیز عقلی و نقلی دلائل سے تردید کی ہے۔ گو آخر میں انکو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ بعض حیثیات میں انسان دوسری مخلوقات پر فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ اس مناظرے کے پیرایہ میں اخوان الصفا کے فاضل مصنفین نے جنکی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ تعداد میں دس تھے۔ اخلاق و الٰہیات کے وہ حقائق و معارف اسلامی نقطۂ نظر سے بیان کیے ہیں جن پر مطلع ہو کر انسان اپنی حقیقت سے بہت کچھ واقف ہو سکتا ہے۔

کتاب زیر نظر عربی اخوان الصفا کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۸۱۰ء میں بزمانہ لارڈ منٹو بہادر (اوّل) حسب ایماء جان ولیم صاحب کپتان مولوی شیخ اکرام علی صاحب مرحوم سیتاپوری نے کیا تھا اور اسی زمانہ میں وہ ٹائپ میں چھپکر شائع بھی ہو گیا تھا۔ ترجمہ مذکور کا یہ جدید ایڈیشن مترجم مرحوم کے نبیرہ منشی حسن رضا صاحب ادیب سیتاپوری نے لیتھو پریس میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ مگر ہمکو افسوس ہے کہ سو برس پہلے کی زبان کو زمانۂ حال کی روش تحریر کے مطابق سلیس و فصیح بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگر منشی حسن رضا صاحب تھوڑی سی محنت ترجمہ کی نظر ثانی میں گوارا فرمالیتے تو ان کی یہ علمی خدمت زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی اور اخوان الصفا کے اس ترجمہ کو وہی مقبولیت حاصل ہوتی جسکا وہ اپنی دل آویز خصوصیات کی وجہ سے مستحق ہے بہرحال عربی کی ایک نہایت مفید کتاب کے اردو ترجمہ کا جو عرصہ سے نایاب تھا مکرر شائع ہونا خالی از فائدہ نہیں ہے اور ہمکو امید ہے کہ پبلک اس ترجمہ کو خرید کر ادیب صاحب کی حوصلہ افزائی کریگی۔ ترجمہ اخوان الصفا کی لکھائی چھپائی اچھی ہے اور کاغذ بھی عمدہ لگایا گیا ہے ضخامت ۱۲۸ صفحے اور تقطیع $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ ہے قیمت ۱۲ ر مناسب ہے۔ ملنے کا پتہ منشی حسن رضا صاحب ادیب۔ سیتاپور

رہنمائے صحت حفظان صحت کے اصول و قوانین اور وبائی امراض سے محفوظ رہنے کی تدابیر کے متعلق مختصر کتابیں تو گورنمنٹ اور پبلک کی توجہ سے اردو میں بہت سی شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن کوئی ایسی جامع اور مکمل کتاب اس موضوع پر اب تک ہماری نظر سے نہیں گزری تھی جس میں حفظان صحت کے تمام اصول پوری تفصیل و توضیح کے ساتھ تحقیقات جدیدہ کی رو سے بیان کیے گئے ہوں۔ امید ہے کہ کتاب رہنمائے صحت سے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ ضرورت بوجہ احسن پوری ہو جائیگی۔ رہنمائے صحت جناب خانصاحب ڈاکٹر سید زاہد حسین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن کی تصنیف ہے اور اپنی مفید نوعیت اور قابل قدر خصوصیات کی وجہ سے اردو کی بہترین طبی کتابوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ اس دلچسپ و کار آمد کتاب میں اوّل اعضائے انسانی کے متعلق وہ ضروری تشریحات درج کی گئی ہیں جن سے اصول حفظان صحت کو پورے طور پر سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس کے بعد انسانی زندگی کی ضروریات ثلٰثہ یعنی پانی۔ ہوا اور غذا کے متعلق نہایت تفصیل کے ساتھ تمام ضروری احتیاطوں اور بے احتیاطیوں کے نقصانات کو ہندوستانیوں کے طرز معاشرت اور اخلاق و عادات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے مؤثر طریقہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے خیال میں یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحیح الدماغ غیر محتاط شخص ان کو پڑھکر کچھ نہ کچھ سبق نہ حاصل کرے۔ صفحے ۱۲۰ سے اُن متعدی امراض کا بیان شروع ہوا ہے جن کی وجہ سے لاکھوں جانیں ہر سال ہندوستان میں ضائع ہوتی ہیں اور ملک کی خوشحالی اور تموّل کو نقصان پہنچتا ہے۔ رہنمائے صحت کے قابل مصنف نے تقریباً تمام متعدی مرضوں کے اسباب و علامات، اور حفظ ماتقدم کی تدابیر اور علاج وغیرہ کو جدید ترین تحقیقات کی رو سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ حصہ ہندوستانیوں کے لیے خصوصیت سے مفید ہے بالغرض رہنمائے صحت نہایت مفید اور دلچسپ کتاب ہے اور اس قابل ہے کہ ہر پڑھے لکھے ہندوستانی کے مطالعہ میں رہے۔ رہنمائے صحت کی لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے۔ قیمت عہ ر ۲۱۲ صفحے کی کتاب کیلیے ہرگز زائد نہیں ہے۔ پتۂ ذیل سے مل سکتی ہے۔

پتہ۔ جناب خانصاحب ڈاکٹر سید زاہد حسین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن لیڈی پولیس ہسپتال الہ آباد

کلام نیرنگ چونسٹھ صفحے کا یہ خوبصورت رسالہ اردو کے مشہور اہل قلم جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ۔ بی۔ اے۔ کی اُن دل آویز و پر اثر نظموں کا مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں معتقد ادبی رسالہ مخزن میں شائع ہو کر مقبولیت عام کی سند حاصل کر چکی ہیں اور جو جدید طرز کی شاعری کا ایک بہترین نمونہ ہونے کی حیثیت سے ادب اردو کیلیے سرمایۂ زینت و فخر ہیں۔ کلام نیرنگ کا ابتدائی ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں شیخ محمد اکرام صاحب بیرسٹر لائق سب ایڈیٹر مخزن نے نکالا تھا۔ اب یہ دوسرا ایڈیشن منشی فضل الٰہی صاحب مرغوب رقم نے مزید اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اس ایڈیشن کی لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور کاغذ ولایتی دبیز اور چکنا لگایا گیا ہے شروع میں سید غلام بھیک صاحب کی ایک عکسی تصویر بھی ہے۔ ٹائٹل پیج رنگین اور نہایت خوشنما ہے قیمت ۸ ر۔ مرغوب ایجنسی لاہور سے مل سکتا ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اُتاری ہے تاکہ لوگ اسکی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اسکے مطالب سے) نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

نجات کا دار و مدار اعمال صالحہ پر ہے

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰي شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰي شَيْءٍ ۙ وَّھُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞

ترجمہ۔ اور اُن اہل کتاب نے کہا۔ کہ جنت میں کوئی نہیں جائیگا۔ لیکن وہی جو یہودی یا نصرانی ہوگا۔ یہ اُن کی تمنائیں ہیں۔ اے محمد تم اُن سے کہدو کہ اگر تم سچے ہو۔ تو دلیل پیش کرو۔ ایسا نہیں ہے۔ مگر ہاں جس نے خدا کے سامنے اپنا سر جھکایا۔ اور نیک کردار ہے اس کا بدلہ اُسکے رب کے پاس ہے۔ نہ اُسے کچھ خوف ہے۔ نہ وہ غمگین ہوگا۔ اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ ذرا بھی حق پر نہیں۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کو حق سے کچھ واسطہ نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں گروہ کتاب بھی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی کہا جو علم نہیں رکھتے۔ (یعنی عرب) کہ یہ دونوں کچھ نہیں ہیں۔ پس اللہ ہی قیامت کے دن ان لوگوں کی اُن باتوں کا فیصلہ کریگا جن کے بارے میں یہ جھگڑ رہے ہیں +

تفسیر۔ شانِ نزول آیات مذکورۃ الصدر کے متعلق امام فخرالدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قبیلہ نجران (عیسائی) کا ایک وفد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد کی آمد کی خبر سُنکر کچھ علمائے یہود بھی آن موجود ہوئے۔ اور باتوں باتوں میں دونوں فریق میں مباحثہ و مجادلہ ہونے لگا۔ یہودی کہتے تھے۔ کہ تمہارا دین کچھ نہیں ہے۔ نہ انجیل آسمانی کتاب ہے اور نہ عیسےٰؑ اللہ کا رسول تھا۔ عیسائیوں نے بھی بگڑ کر موسےٰؑ کی رسالت اور توریت سے انکار کر دیا اور ہر فریق اپنی اپنی فضیلت و برتری کا دعویٰ کرنے لگا۔

اغلب ہے کہ مشرکین نے اہلِ کتاب کو یوں مکابرہ اور لایعنی حجتیں کرتے ہوئے دیکھکر اپنی برتری کا دعویٰ کیا۔ اور کہا ہوگا۔ کہ ہم اہلِ کتاب اور مسلمانوں سب سے بہتر ہیں جس کی طرف كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ سے قرآن مجید میں اشارہ ہے۔

چونکہ مذکورۂ بالا ہر سہ گروہ کے دعاوی بلاحجت تھے اور ہر ایک من مانی کہہ رہا تھا۔ و صدق و بطلان کا کوئی معیار نہ تھا۔ اس لیے وحی نازل ہوئی۔ اور سب کے دعوے کی تردید کی اور جو امرِ حق تھا وہ ظاہر کر دیا۔

قاعدہ ہے کہ جب جہالت کا دور دورہ ہوتا ہے اور دین کا محض نام ہی نام رہ جاتا ہے تو خود پسندی و تعصب عام ہو جاتا ہے۔ حق و باطل میں تمیز کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ ہر شخص اپنے دعوے اور اپنے غیر موجہ خیال کو بھی اس قابل سمجھنے لگتا ہے کہ دوسرے اُسے بے چون و چرا مان لیں اور غیر کے اچھے بیان کو بھی کچھ خاطر میں نہیں لاتا۔ آغازِ اسلام میں عام جہلائے عرب کا تو کیا ذکر ہے۔ اہلِ کتاب بھی اس بلا میں گرفتار تھے۔ ہر ایک گروہ صرف اپنے آپ ہی کو برگزیدۂ خدا سمجھتا اور کہتا تھا۔ اور ہر ایک اپنے اپنے انبیاء و اولیاء۔ بت و صنم کے انتساب پر مفتخر و نازاں تھا۔ اسلام نے سب سے پہلے اسی عقیدۂ باطل کے خلاف توحید فی الاعتقاد و العبادت کا وعظ شروع کیا۔ مگر اس عہد کے لوگ جو اپنے اپنے زعم میں خاصانِ خدا بنے ہوئے تھے۔ کب اس وعظ و پند کو خیال میں لانے والے اور سلیم الطبع ہو کر اپنے معتقدات باطلہ اور عقائد حقۂ اسلام میں غور و خوض کرنے والے تھے۔ رسول اُمّی کو جھٹلایا۔ دیوانہ و مجنون بنایا اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا۔ بلکہ جو لوگ اسلام لے آئے تھے۔ اُن کو بھی بہکانے اور ورغلانے لگے۔ کہ یہ دین جدید بھی کوئی دین ہے۔ دین ہمارا ہے۔ یہود بولے۔ اگر برگزیدۂ خدا بننا اور جنت میں جانا ہے۔ تو آؤ یہودی بنو۔ کیونکہ جنت میں وہی جائینگے جو یہودی ہونگے۔ نصاریٰ کہنے لگے کہ نجات تو نصرانیوں کا حصہ ہے۔ نجات درکار ہے تو مسیح ناصری کی خداوندی پر ایمان لاؤ۔ جس نے مصلوب ہو کر بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے۔ مشرکین عرب پکارے۔ سب سے اچھے ہم ہیں۔ ہمارا کوئی برابر کوئی نہیں۔ ہمارے معبودوں کی پرستش کرو اور نجات حاصل کرو۔ ہمارے شفیع بڑے زبردست ہیں۔ ان کے بغیر خدا کے یہاں کسی کی پرسش نہ ہوگی۔

جس وقت یہ من مانے دعوے ہو رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اُن سب پوچ دعووں کے توڑنے کے لیے فرمایا۔ اے محمدؐ! ان لوگوں سے جو من مانی چلا رہے ہیں۔ کہو۔ اگر تم سچے ہو اور تمہارے دعاوی درست و صحیح ہیں۔ تو لاؤ۔ دلیل پیش کرو۔ عقلاً و نقلاً جو ثبوت کافی رکھتے ہو بیان کرو ورنہ یہ تمہاری خام خیالیاں اور نری تمنائیں کیونکر قابلِ پذیرائی ہو سکتی ہیں۔ اور کیونکر کوئی عاقل انہیں مان سکتا ہے۔ مگر یہ خوش کن جھوٹے خیالوں میں خوش رہنے والے اپنی ان خام خیالیوں کی صداقت و واقعیت کا کیا ثبوت دینگے۔ محال ہے کہ یہودی ثابت کر سکیں کہ جنت یہودیوں ہی کے لیے ہے۔ اور کیا طاقت ہے کہ نصرانی اپنے اختصاص نجات کے دعوے پر حجت پیش کر سکیں۔ اور کیا حوصلہ ہے کہ مشرکین اپنے دعوے کو مدلل کر سکیں۔ سنو! ہم بتاتے ہیں کہ جنت کے اہل وہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے اپنا سرِ نیاز جھکاتے خضوع و خشوع کرتے ہیں اور نیک کردار و خوش شعار ہیں۔ یہود یا نصاریٰ ہی کی کچھ خصوصیت نہیں۔ اگر یہ خصوصیت درحقیقت ہوتی یا کوئی گروہ اپنے دعوے کی صداقت پر کوئی دلیل رکھتا ہوتا۔ تو کیوں یہود نصاریٰ کو اور نصاریٰ یہود کو اور مشرکین ان دونوں کو جھٹلاتے۔ اور باہم ایک دوسرے کی توہین و تحقیر کرتے؟

کہہ اچھا اے اہلِ کتاب اور اے مشرکانِ عرب تم یوں ہی جھگڑتے جاؤ۔ قیامت کے دن ہم تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دینگے۔ اور جب تم جیسے مدعیانِ باطل دوزخ میں جھونکے جائینگے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم میں سے سچا کون ہے۔ اور جنت کس کی میراث ہے۔ اِس سے قبل تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے ماننے والے نہیں اور اگر مانو تو ہم نے بتا ہی دیا کہ جنت و نجات مؤمنین ابرار کا حصہ ہے۔ اِس لیے کہ جنت وارثِ ثواب ہے۔ اور ثواب کا مستحق وہی ہے۔ جو ایماندار ہو۔ نیک کام کرتا ہو۔ نری تمناؤں سے نجات و جنت حاصل نہیں ہوتی۔“

مگر کیا ایمان حسن امید و تمنائے مغفرت نہیں؟ بیشک نہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لَيْسَ الْاِيْمَانُ بِالتَّمَنِّيْ وَلٰكِنْ مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ اِنَّ قَوْمًا اَلْهَتْهُمْ اَمَانِي الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى خَرَجُوْا مِنَ الدُّنْيَا وَلَا حَسَنَةَ لَهُمْ وَقَالُوْا نَحْنُ نُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَكَذَبُوْا لَوْ اَحْسَنُوا الظَّنَّ لَاَحْسَنُوا الْعَمَلَ۔ یعنی تمنا ایمان نہیں ہے ایمان وہ ہے جو دل میں جم جائے اور اعمال اُسکی تصدیق کریں۔ بہت سے لوگوں کو مغفرت کی تمناؤں نے مدت العمر بھلائے رکھا۔ یہاں تک کہ جب اُنہوں نے دنیا سے کوچ کیا انکے ساتھ کوئی نیکی نہ تھی۔ اور وہ کہتے تھے کہ ہم کو اللہ تعالےٰ سے حسنِ ظن ہے کہ وہ مغفرت سے کارفرما ہوگا۔ حالانکہ اُنہوں نے یہ جھوٹ کہا اگر انکو خدا سے حسنِ ظن ہوتا تو وہ ضرور اچھے کام کرتے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ الخ یہ آیت اُن لوگوں کے لیے جو محض تمامیانِ خدا کی نسبت و توسل پر برخود نازاں ہیں۔ تنبیہ عظیم و وعید شدید ہے۔ تاکہ وہ اچھی طرح آگاہ ہو جائیں کہ محض یہ تمنائیں ذریعہ نجات نہیں ہو سکتیں۔ ایمان صحیح اور اعمال صالحہ شرطِ نجات و مغفرت ہیں۔

آیت کا سیاق و اسلوب ایسا واقع ہوا ہے جس سے محض انتساب و توسل پر تکیہ لگا بیٹھنے سے جو خرابیاں واقع ہوتی ہیں وہ بھی ظاہر ہو گئی ہیں۔ کیونکہ جب کسی کو کسی سہارے پر نجات کا یقین ہو جائیگا تو ضرور ہے کہ وہ اعمال و حسنات کی طرف سے بے پروا ہو جائے۔ اور جب عمل ہی کو چھوڑ بیٹھا تو اُس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایسا شخص دین و شریعت میں غور و تدبر بھی نہ کرے۔ ایسے آدمی سے جو بات کی جائیگی کیسی ہی حق۔ واضح الدلیل، واجب العمل کیوں نہ ہو وہ اُس پر نہ کان دھرے گا۔ نہ اُسے سوچے سمجھے گا۔ یہی وجہ تھی کہ موسیٰؑ و مسیحؑ کی نسبت پر گھمنڈ رکھنے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مواعظ و حقائق اسلام پر تو غور نہ کرتے تھے اور صرف یہی کہے جاتے تھے کہ ہم خاصانِ خدا ہیں۔ بہترین امم ہیں۔ اولادِ اسرائیل ہیں۔ ہمارا دین افضل الادیان ہے ہمارے سوا کوئی جنت میں نہیں جائیگا۔ ہم ہی جنت کے واحد مالک ہیں اور باقی سب راندۂ خدا اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ الخ یہ آیت جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اُس وقت یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب کی شان میں نازل ہوئی۔ جبکہ وہ محض خاصانِ خدا کے انتساب اور خدا کے عاجز بندوں کو ذریعہ نجات سمجھ رہے تھے۔ اور اعمالِ صالحہ و حسنات کی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہی تھی۔ مانتے تھے کہ خدا ہے لیکن نہ اُس کا خوف اُنکے دلوں میں تھا اور نہ اُس کے احکام کی کچھ وقعت و عظمت تھی۔ اسلام نے آکر اُن گمراہوں کو للکارا۔ اور اُن کے معتقداتِ باطلہ کی تردید کر کے تمنائے محض کو بے سود بتایا اور ایمان و صالحات کو مدارِ نجات قرار دیا۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہم مسلمان انہیں تمناؤں میں گرفتار ہیں۔ جن کی نسبت قرآن کہتا ہے تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ۔ دلوں میں ایمان کامل نہیں۔ جو محرکِ اعمالِ حسنہ ہو۔ مرتے دم تک صرف وہی حسنِ ظن ساتھ ہوتا ہے جس کے متعلق روحی فداہ رسول اللہ نے فرمایا تھا وَكَذَبُوْا لَوْ اَحْسَنُوا الظَّنَّ لَاَحْسَنُوا الْعَمَلَ۔ اسلام اور محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا محض انتساب ہی مدارِ نجات سمجھے بیٹھے ہیں۔ شفیع المذنبین کی محض شفاعت پر تکیہ اور سہارا ہے۔ فدیۂ عظیم ہی کو کفارۂ گناہ خیال کرتے ہیں۔ نہ ایمان صحیح ہے اور نہ اعمال درست۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمۃ الزہرا سے بھی یہی فرماتے رہے۔ يَا فَاطِمَةُ اِعْمَلِيْ فَاِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ اے لختِ جگر فاطمہ عمل کرو عمل۔ خدا کے سامنے میری قرابت و ابوت تمہارے کچھ کام نہ آئیگی اور میں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکونگا اور اعمال ہی تمہارے ساتھ ہونگے۔ وہی تمہارے کام آئیں گے۔

عبرت کی جگہ ہے کہ رسول اللہ تو خاتونِ جنت سے یوں فرمائیں۔ اور ہم مسلمان ضعفِ ایمان اور توحید و رسالت کا محض زبان سے اقرار کر کے

یہاں تک مغرور ہو جائیں کہ ایمان صحیح و اعمال صالحہ کی ضرورت تک نہ سمجھیں اور یہ کہکر دل بہلاتے رہیں۔ اللہ رحمان و رحیم ہے۔ وہ ہم گنہگاروں پر رحم کریگا رحمۃ اللعالمین ہماری شفاعت کرینگے اور دوزخ سے بچا لینگے اس پر بھی اکتفا نہیں کرتے۔ سینکڑوں فرقے ہیں اور ہر ایک یہی کہتا ہے کہ فوز عظیم ہمارا حصہ ہے۔ ہم ہی ناجی ہیں اور سب ناری۔

مسلمانو! سوچو تو کیا آج تمہارا وہی حال نہیں جو رسول اللہ کے وقت میں اہل کتاب اور مشرکین عرب کا تھا۔ کیا ان لوگوں کو نری تمناؤں اور توسل محض کے اعتماد نے کچھ فائدہ دیا۔ کیا اُن لوگوں کا یہ دعوے صحیح مانا گیا کہ جنت صرف انہیں کی میراث ہے۔ جو یہود کہلاتے ہیں۔ یا نصرانی یا اپنے ماسوا اللہ (یعنی غیر مستحق عبادت) معبودوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ جب اُن کا یہ دعوے نہ مانا گیا۔ تو پھر اے اسلام کا ایک نام لینے والو مگر بوجوہ مختلف اختلاف کر کے مختلف گروہ بن جانے والے مسلمانو! تم کس منہ سے کہتے ہو کہ فقط ہمارا گروہ ناجی ہے۔ اور سارے ناری ہیں جب یہود و نصاری کو نام کی یہودیت و عیسویت نے کچھ فائدہ نہ دیا اور عزیر و مسیح کا انتساب و توسل کام نہ آیا تو پھر محض یہ کہدینا کہ "ہم مسلمان ہیں۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلاً ہی اُمت ہیں"! تمہیں کیونکر اُس فوز عظیم کو پہنچا سکتا ہے جسکے تم مدعی ہو نری تمنا رحمت و شفاعت نے انہیں کیا فائدہ دیا کہ تمہیں دیگی۔ کون کہتا ہے کہ اللہ رحمان و رحیم نہیں کون کہتا ہے کہ روحی فداہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین اور شفیع المذنبین نہیں۔ مگر رحمت و شفاعت کی اہلیت تو پیدا کرو۔ سچی اور صحیح اُمت تو بنو۔ کیا یہ شرم و غیرت کی بات نہیں ہے کہ اُمت کہلاؤ۔ اہلیت کا دعوے کرو اور امتثال رسول کے سے نہ کرو۔ خدا اور اُس کے حکم پر نہ چلو۔ اتباع و اہلیت تو یہی ہے کہ تم ایماندار بنو اور نیک کام کرو تب ہی تم رحمت و مغفرت کے مستحق ہو سکتے ہو۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ماخوذ از تفسیر القرآن

وجود باری پر استدلال

انسان کو آغاز تمیز میں جن بدیہی و حسی مقدمات کا علم ہوتا ہے انہیں ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو مرتب۔ باقاعدہ اور منتظم دیکھتا ہے تو اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ کسی دانشمند نے ان چیزوں کو ترتیب دیا ہے۔ اگر کسی جگہ ہم چند چیزیں بے ترتیب رکھی دیکھیں تو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ سے آپ یہ چیزیں اکٹھی ہو گئی ہونگی لیکن جب وہ اُس ترتیب اور سلیقہ سے چنی گئی ہوں کہ ایک ہوشیار صناع بھی بمشکل اس طرح چن سکتا ہے تو یہ خیال کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ سے آپ یہ ترتیب پیدا ہو گئی ہوگی اسکو ایک اور واضح مثال میں سمجھو۔ خواجہ حافظ یا نظامی کا کوئی شعر لو۔ اُس کے الفاظ اُلٹ پلٹ کر کے کسی معمولی آدمی کو دو اور اُس سے کہو کہ الفاظ کو آگے پیچھے رکھکر ترتیب دے۔ وہ سو سو طرح اُلٹ پلٹ کریگا لیکن اتفاقیہ طور سے بھی کبھی یہ نہوگا کہ حافظ اور نظامی کا شعر نکل آئے۔ حالانکہ وہی الفاظ ہیں۔ وہی حروف ہیں۔ وہی جملے ہیں۔ صرف ذرا سی ترتیب کا پھیر ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ نظام عالم جو اس قدر باقاعدہ۔ مرتب اور موزوں ہے وہ خود بخود قائم ہو گیا ہو۔ قرآن مجید میں خدا کے وجود پر اسی سے استدلال کیا ہے۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ — یہ خدا کی کاریگری ہے جسنے ہر شے کو خوب

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ — پختہ طور سے بنایا۔ خدا کی کاریگری میں تمکو کہیں

تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ — فرق نظر نہ آئیگا۔ پھر دوبارہ دیکھو کہیں کوئی

هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ — دراڑ دکھلائی دیتی ہے۔

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا — خدا نے ہر شے کو پیدا کیا پھر اسکا ایک اندازہ معین کیا

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ — خدا کی بناوٹ میں رد و بدل ممکن نہیں

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا — خدا کے طریقہ میں تم رد و بدل نہیں پا سکتے

ان آیتوں میں عالم کی نسبت تین اوصاف بیان کیے ہیں۔ کامل اور بے نقص ہے۔ موزوں اور مرتب ہے۔ ایسے اصول و ضوابط کا پابند ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتے۔ یہ دلیل کا صغریٰ ہے۔ کبریٰ خود ظاہر ہے یعنی جو چیز کامل۔ مرتب اور مستمر النظام ہوگی وہ خود بخود پیدا نہیں ہو گئی ہوگی۔ بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اُسے پیدا کیا ہوگا۔

آج جبکہ تحقیقات و تدقیقات کی انتہا ہو گئی ہے۔ جبکہ کائنات کے سینکڑوں اسرار فاش ہو گئے ہیں جبکہ حقائق اشیاء نے اپنے چہرے سے نقاب اُلٹ دیا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکما انتہا کے غور و فکر کے بعد یہی استدلال پیش کرسکے جو قرآن مجید نے تیرہ سو برس پہلے نہایت قریب الفہم اور صاف طریقہ میں ادا کیا تھا۔

(ماخوذ از الکلام)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ موجود ہے

السیرۃ المحمدیۃ والخصائص النبویۃ

برگزیدہ نبی کے برگزیدہ خصائل

مدارات و مداہنت

فلا تطع المکذبین ودّوا لو تدھن فیدھنون (پ ۲۹ س القلم ع ۱)	اے پیغمبر! کہیں جھٹلانے والوں کے کہے میں نہ آجانا۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم ملائم پڑو تو یہ بھی ملائم پڑیں۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجۂ بالا شعر آبِ زر سے لکھنے اور حرزِ جاں بنانے کے لائق ہے۔ بلاشبہ دوستوں کے ساتھ تلطف اور دشمنوں کے ساتھ مدارات مرعی و ملحوظ رکھنے سے انسان اس جہان میں خوش و خرم رہ سکتا ہے اور اس جہان میں بھی کیونکہ حقوق العباد کی دارد گیر حقوق اللہ سے اہم و اقدم ہے اور جب دوست و دشمن کو معاملات میں اس پر حرف گیری کا موقع نہ مل سکیگا تو حق سبحانہٗ وتعالےٰ جو غفور الرحیم ہے اپنے حقوق کی فروگذاشت معاف فرما دیگا اور انسان کو اس جہان کی آسائش بھی نصیب ہوگی۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

لیکن تلطف و مدارات اُسی حد تک مستحسن ہے کہ شائبۂ مداہنت سے ملوث نہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدارات اور مداہنت میں نہایت باریک سا فرق ہے۔ مدارات کہتے ہیں اپنے دین کی حفاظت اور سلامتی کے لیے چشم پوشی کرنا یا اس چشم پوشی میں اپنے مسلمان بھائی کی اصلاح مدنظر رکھنا اگر حظِ نفس حبِ جاہ یا خواہش نفسانی کے لیے چشم پوشی کی جائے تو وہ مدارات نہیں بلکہ مداہنت ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ بے شمار فضائل ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی اعتدال سے تجاوز یا افراط و تفریط کی طرف میلان کرنے سے مبدل بہ رذائل ہو جاتے ہیں۔ اسی بنا پر اکتساب فضائل یا اعتدال ملحوظ خاطر رکھنے کو پل صراط پر چلنے سے تعبیر کیا جاتا ہے جو تلوار سے تیز تر اور بال سے باریک تر ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج وہاج بدرجۂ غایت وضع استقامت پیدا تھا اور مظہرِ کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال تھا۔ چنانچہ آپ کی شان میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے۔ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ یعنی اے نبی! تو ایک خلق عظیم پر مخلوق و مفطور ہے

یعنی اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم و مکمل ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدت العمر میں حسن اخلاق نرمی تلطف ملائمت و مدارات مرعی رکھنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر مداہنت سے ہمیشہ محترز و مجتنب رہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس کا ماحصل حسب ذیل ہے

ماضرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شیئا قط بیدہ ولا امرأۃ ولا خادما الا ان یجاھد فی سبیل اللہ وما نیل منہ شیٔ قط فینتقم من صاحبہ الا ان ینتھک شیٔ من محارم اللہ فینتقم للہ۔	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا نہ عورت کو نہ خادم کو مگر ہاں راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے اور کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ کسی طرح کی کوئی تکلیف و ایذا قول و فعل سے آپکو پہنچائی گئی ہو اور آپنے اس شخص سے بدلہ لیا ہو مگر جب محارم الٰہی کی ہتک حرمت ہوتی تھی تو آپ اپنے نفس کیلیے نہیں بلکہ صرف خدا کیلیے بدلہ لیتے تھے۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک زندگی کا ہر ایک واقعہ متبعین اسلام کیلیے فضائل کا ایک اعلیٰ و اکمل نمونہ پیش کرتا ہے۔ غور کرو آپ کی زندگی کا آغاز مکۂ معظمہ میں نہایت بیکسی کی حالت میں ہوا اور جب آپ پر تبلیغ رسالت کا بارِ گراں ڈالا گیا تو کوئی آپ کا یار و مددگار نہ تھا بلکہ کوئی آپ کی باتیں سننے کا بھی روادار نہ ہوتا تھا۔ آپ کے برخلاف طرح طرح کی سازشیں اور منصوبہ بازیاں کی جاتی تھیں اور مخالفین و معاندین دن رات آپ کو نیست و نابود کر دینے کے درپے رہتے تھے۔ ایسے نازک وقت میں بھی آپ نے فقیری میں بادشاہی کی اور مداہنت سے محترز اور مجتنب رہے۔ چنانچہ آپ کی مکی زندگی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مکہ کا ایک بڑا سردار عتبہ بن ربیعہ جو بڑا مالدار تھا آپ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تو اس کام سے مال و زر جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ہم سے صاف صاف بیان کر ہم فراہمی چندہ سے تجھے مالامال کر دیں۔ اگر حبِ جاہ و عزت ہے تو ہم تیری ریاست تسلیم کریں اور تیری اطاعت و انقیاد کا جوا اپنی گردن پر رکھیں

اگر حکومت و امارت کا خواہاں ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ منتخب کریں۔ جو کچھ تو چاہے کرنے کو حاضر ہیں تو اپنا طریقِ عمل چھوڑ دے اور بت پرستی کے استیصال سے باز آ۔ اگر تیرے دماغ میں اختلال واقع ہو گیا ہے تو اطباء کی طرف رجوع کریں اور تیرے معالجہ میں جد و جہد کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ حضرت سردار انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تم نے میری نسبت بیان کیا ہے وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مال و زر جاہ و عزت حکومت و امارت کسی چیز کا میں خواہاں نہیں اور نہ میرے دماغ میں خلل ہے۔ میری حقیقت تم کو قرآن حکیم کی ان آیات سے معلوم ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حٰمٓ ۝ تنزیل من الرحمٰن
الرحیم ۝ کتٰب فصلت
اٰیٰتہ قراٰنا عربیا
لقوم یعلمون ۝ بشیرا
ونذیرا فاعرض اکثرھم
فھم لا یسمعون ۝ و
قالوا قلوبنا فی اکنۃ
مما تدعونا الیہ
وفی اٰذاننا وقر ومن
بیننا وبینک حجاب
فاعمل اننا عاملون ۝
قل انما انا بشر
مثلکم یوحٰی الی
انما الٰھکم الٰہ
واحد فاستقیموا
الیہ واستغفروہ
وویل للمشرکین ۝
الذین لا یؤتون
الزکوٰۃ وھم
بالاٰخرۃ ھم
کافرون ۝ ان الذین اٰمنوا
وعملوا الصلحٰت لھم
اجر غیر ممنون ۝
(پ ۲۴ س حٰمٓ السجدۃ ع ۱)

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے۔ یہ فرمان خدائے رحمٰن و رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی آیتیں زبان عربی میں سمجھدار لوگوں کیلیے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں ماننے والوں کو خوشنودی خدا کی خوشخبری سُناتا اور منکروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے۔ اس پر بھی اکثروں نے انکی سے منہ موڑ لیا اور اسکو سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہمارے دل تو اس سے پردوں میں ہیں یعنی تمہاری بات دلکو نہیں لگتی اور ہمارے کانوں میں ایک طرح کی گرانی ہے جو تم کہتے ہو سُنائی نہیں دیتا اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ حائل ہے۔ تم ہم پر کسی طرح کا اثر نہیں ڈال سکتے اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے طور پر عمل کیے جاؤ ہم اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں۔ اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس وہی ایک معبود ہے پس سیدھے اُسی کی طرف منہ کیے چلے جاؤ اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور شرک کرنے والوں پر افسوس کہ وہ صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے اُن کے لیے آخرت میں بڑا درجہ ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

آیات مجیدہ مرقومہ بالا کی تلاوت کے بعد جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوالولید تو نے سُنا اب تجھے اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس پر چاہے اُس پر چل۔

جب طمع دنیوی کی ترغیب و تحریص سے کاربراری نہ ہوئی تو تمام قبائل و شعوب کے صنادید و عمائد جمع ہوئے اور اس پر متفق ہوئے کہ ترہیب و تہدید سے کام نکالنا چاہیے۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے چچا ابو طالب کے پاس جا کر کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کے قلع و قمع کے درپے ہے ہم نے اب تک آپ کا بہت لحاظ و ادب کیا ہے مگر اس سے زیادہ ہمیں تاب صبر نہیں آپ اسکو سمجھا دیں ورنہ ہم اسکو تیغ بیدریغ کر دینگے۔ اور آپ تنہا ہم سب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ مشرکین اس قسم کی دھمکی دیکر چلے گئے۔ ابو طالب نے خیال کیا کہ اب معاملہ بہت نازک ہو گیا ہے۔ سرداران قریش سے بگاڑ اچھا نہیں ایک نیک نفس بھتیجے کی رفاقت چھوڑ دینا بے حمیتی ہے۔ بالآخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر کہا کہ حالات موجودہ کے نشیب و فراز پر غور و تامل کرنے سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم خاموش رہو اور ان لوگوں کی تعلیم و تلقین اور پند و نصیحت سے باز آؤ۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مونس و غمگسار چچا کی یہ باتیں سُنکر خیال فرمایا کہ اب چچا نے میری حمایت سے دست برداری ظاہر کی ہے۔ فوراً خدائے عزوجل پر توکل کرکے کھڑے ہوئے اور کمال استقلال سے ارشاد فرمایا۔ اے میرے چچا! اگر قریش آفتاب کو میرے داہنی طرف اور ماہتاب کو میرے بائیں طرف لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض تبلیغ رسالت سے باز نہ آؤنگا اور خدائے تعالیٰ کے حکم میں ایک حرف بھی کم و بیش نہ کرونگا۔ خواہ اس کوشش و کشش میں میرا سر جائے یا رہے۔ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان صدق ترجمان سے جب یہ پُرجوش الفاظ صادر ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور چچا کے پاس سے باہر نکلے۔ ابو طالب کا دل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلوص و استقلال یا ورعزم بالجزم اور ثبات سے بیحد متاثر ہوا۔ اس سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور چلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے! کہاں جاتے ہو؟ ادھر آؤ۔ سنو جو کچھ تمہارے دل میں آئے بیشوق بیبے کرو۔ واللہ باللہ میں ہرگز تمہاری رفاقت نہیں چھوڑونگا۔ یہاں تک کہ ایک دن خاک میں مل جاؤں۔

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبات و استقلال اور عدم مداہنہ کا ایک شمہ بیان ہوا اب اس امر کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ دشمنوں کے ساتھ مدارات کیسے کرتے تھے تاکہ مدارات و مداہنہ کا فرق معلوم ہو سکے۔ اس موضوع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کے چند واقعات ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ایک دفعہ مکہ معظمہ میں ایسا شدید قحط پڑا کہ لوگ مارے بھوک کے چمڑے اور بال مردار تک کھانے لگے۔ اسی اثناء میں ابو سفیان جو اسلام کا غالی دشمن، متعصب اور جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد مقابل ہونے کا دعوےٰ تھا جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا محمد! تم تو اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری اور صلہ رحم کا دعوےٰ کرتے ہو اور تمہاری قوم فاقہ کشی سے مر رہی ہے اس کے لیے دعا کرو۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو خوب بارش ہوئی اور قحط سے عامۃ الناس نے نجات پائی۔

ثمامہ بن اثال سردار نجد جب مشرف باسلام ہو کر اپنے وطن مالوفہ کو واپس گیا تو اس نے مکۂ معظمہ میں درآمد غلہ کا سد باب کر دیا۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اہل مکہ ہی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلا وطن کیا تھا اور بدر احد اور خندق مختلف محاربات ومعارک میں حضرت داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کے استیصال اور قلع وقمع میں اپنی ساری طاقت صرف کر چکے تھے۔ جب لوگ غلہ کی درآمد رک جانے سے جاں بلب ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ملتجی ہونا پڑا۔ حضرت رحمۃ للعالمین اس وقت بادشاہ تھے مگر آپ یہ امر بنظر استحسان نہیں دیکھتے تھے کہ اپنے دشمنوں کا غلہ روک کر ان کو تنگ وذلیل کریں اور اس طرح انکو اپنا مطیع ومنقاد بنائیں۔ آپ نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ مدارات سے دریغ نہ فرمایا اور ثمامہ کے نام نامۂ فیض شمامہ بمضمون این معنی ارسال فرمایا کہ غلہ بدستور جانے دے۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میدان حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسّی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان نماز پڑھ رہے تھے اس ارادہ سے اُترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر ہی قتل کر دیں۔ مگر یہ سب لوگ گرفتار ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدون کسی معاوضہ۔ سزا کے اُن سب کو آزاد فرمایا۔ قرآن حکیم کی اس آیہ مجیدہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم وکان اللہ بما تعملون بصیرا (پ ۲۶ س الفتح ع ۱۱) اور مسلمانو! وہ خدا ہی تو تھا جس نے عین شہر مکہ میں تم کو ان پر فتح دی پیچھے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور اس وقت جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے تھے اللہ تعالے سب دیکھتا تھا۔ غور کرو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف سے جو مدارات وملائمت کا سلوک مخالفین ومعاندین کے ساتھ ہو رہا تھا یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان لوگوں کی جانیں بچ گئیں ورنہ کفار نابہنجار اپنے کرتوتوں سے کشتنی وگردن زدنی تھے۔

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ان کی مدارات میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور وہیں ان کو ان کے طور پر عبادت کرنے کی بھی اجازت دی۔ لیکن جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو ہوئی تو آپ نے اظہار امر حق میں مداہنت نہیں فرمائی بلکہ ان کو ان کے عقائد باطلہ علے الخصوص الوہیت مسیح پر تنبیہ کرکے اسلام کے اصل اصول توحید کی تلقین کی اور بحکم الٰہی مباہلہ کو تیار ہوئے اسی واقعہ کے متعلق مندرجۂ ذیل آیات نازل ہوئیں:۔

ان مثل عیسےٰ عند اللہ	اللہ کے نزدیک جیسے آدمؑ ویسے عیسےٰؑ کہ خدا نے
کمثل آدم خلقہ من	مٹی سے آدمؑ کے پتلے کو بنا کر اسکو حکم دیا کہ آدم بن
تراب ثم قال لہ کن	اور وہ آدم بن گیا۔ اے پیغمبر! یہ ہی حق بات جو تم کو
فیکون الحق من ربک	تمہارے پروردگار کی طرف سے بتائی سچائی ہے تو کہیں
فلا تکن من الممترین	تم بھی شک کرنے والوں میں نہ ہو جانا پھر جب تم کو عیسےٰ
فمن حاجک فیہ من بعد	کی حقیقت معلوم ہو چکی اسکے بعد تم بھی ان کے بارے
ما جاءک من العلم	میں کوئی کٹ حجتی کرنے لگے تو ایسے لوگوں سے کہو
فقل تعالوا ندع ابناءنا	کہ اچھا تو میدان میں آؤ ادھر ہم اپنے بیٹوں کو
وابناءکم ونساءنا ونساءکم	بلائیں اُدھر تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور نیز ہم اپنی
وانفسنا وانفسکم	بیٹیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو اور ہم اپنے
ثم نبتھل فنجعل	تئیں بھی شریک کریں اور تم بھی اپنے تئیں شریک
لعنت اللہ علی الکاذبین	کرو پھر ہم سب ملکر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں
(پ ۳ س آل عمران ع ۱۴)	اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

بعض موذی جفاکار سفاک وخونخوار نفوس نے آپ کے متعلقین پر گوناگوں جور وستم کرکے آپ کے دل کو اس قسم کے صدمات پہنچائے تھے کہ ان کی پاداش میں کیسی ہی سخت سے سخت سزائیں ان کو دی جاتیں ان کے جرائم کی نوعیت کے مقابلہ میں ان کی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھی جاتی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا۔ چنانچہ اُن میں سے بعض کے نام ذیل میں درج ہیں۔

عکرمہ بن ابوجہل ہمیشہ اسلام کے قلع وقمع کے لیے مسلمانوں سے برسرپیکار رہا بالآخر مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ کی بربادی وتباہی کا باعث بھی وہی ہوا۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی زینب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں ہبار نے اُن کے نیزہ مارا اور گرا دیا اس صدمہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

عبد اللہ بن ابی سرح کافر انام میں کہا کرتا تھا کہ نزول وحی محض بیہودہ بات ہے یہ شخص (حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری سُنی سنائی باتیں لکھوایا کرتا ہے۔

وحشی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا امیر حمزہ کو دھوکے سے قتل کیا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا۔

ہندہ زوجہ ابو سفیان نے امیر حمزہ کا کلیجہ سینہ سے نکالکر دانتوں سے چبایا۔ ان کی ناک اور کانوں کو کاٹ کر تاگے میں پرو لیا اور گلے کا ہار بنایا۔

غور کرو ایسے بے رحم درندوں پر ترحم وملاطفت حسن سلوک مدارات اسی بادشاہ کا کام تھا جس کی شان میں حق سبحانہ وتعالے نے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین نازل فرمایا ہے اور جو بادشاہی میں فقیری کرتا تھا۔

داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہل اسلام کے اعدی عدو اور غالی دشمن مشرکین مکہ تھے جنہوں نے کئی بے گناہ مسلمانوں کو صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے تہ تیغ بیدریغ کیا تھا جنہوں نے بیکس مسلمانوں پر

اہل طرح کے جور و ستم وہ کفار ان کو جلا وطن کیا تھا اور یہاں مکہ میں ان کے جان و مال پر قابض و متصرف ہوگئے تھے۔ جنہوں نے مہاجرین کو مکہ سے تین سو میل کے فاصلہ پر چین نہیں لینے دیا اور جو بدفعات مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوچکے تھے۔ جنہوں نے اسلام کے قلع و قمع اور مسلمانوں کے استیصال کیلیے حبش شام نجد اور یمن تک بادیہ پیمائی سے باک نہیں کیا تھا۔ اور جنہوں نے مسلسل ۲۱ سال تک زور سے زر سے تدبیر سے تزویر سے مسلمانوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا ایسے ظالم، جابر، جفاکیش، ستمگار موذیوں کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اسلام کے امین مقدس بادشاہ نے جو مدارات و ملاطفت ظاہر فرمائی اس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ جب صنادید قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وحجت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی

يا معشر قريش ان الله	اے جماعت قریش! حق سبحانہ و تعالٰے نے
قد اذهب عنكم نخوة	تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر
الجاهلية وتعظمها	اترانے کا غرور آج توڑ دیا۔ حق تو یہ ہے کہ
بالآباء الناس من آدم	سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی
وآدم خلق من تراب	سے بنایا گیا تھا۔
ثم تلا رسول الله	(پھر جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ
صلے الله عليه وآله وسلم	وسلم نے یہ آیۂ شریفہ پڑھی)

يا ايها الناس انا خلقنكم	خدائے عزوجل فرماتا ہے۔ لوگو! ہم نے تم کو
من ذكر وانثى وجعلنكم	ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور
شعوبا وقبائل لتعارفوا	تمہارے گوت اور قبیلے سب پہچان کے لیے
ان اكرمكم عند الله	بنا دیے ہیں بلاشبہ خدا کے ہاں تم میں عزت زیادہ
اتقكم	اسے ہے جس میں تقوےٰ زیادہ ہے۔
اذهبوا فانتم الطلقاء	پھر ارشاد فرمایا جاؤ تم آزاد ہو آج تم پر
لا تثريب عليكم اليوم	کوئی مواخذہ نہیں۔

واقعات مندرجہ بالا سے مدارات و مداہنت کا فرق بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ غور کرو کہ مخالفین و معاندین حق ہمیشہ اس امر کے آرزومند رہتے ہیں کہ جو عیب ان میں ہو ان کو نہ چھیڑا جائے اور اظہار امر حق میں اغماض روا رکھا جائے اور بعض سہل انگار نفوس ایسے مواقع پر چشم پوشی [illegible] سمجھتے ہیں تاکہ باہمی میل جول قائم رہے۔

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسی طریق عمل کا نام مداہنت ہے جس سے حق سبحانہ و تعالٰے نے مرقومۂ بالا آیات میں ممانعت فرمائی ہے اور جس سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ محترز و مجتنب رہے۔ وفي ذلك فليتنافس المتنافسون۔

نورالدین

مصائب رسولؐ

مصائب حضرت امام حسینؑ سے ہر چھوٹا بڑا شخص واقف ہے۔ مصائب حضرت علیؑ [illegible] کمتر و پیچیدہ ہیں۔ تاریخ الاسلام باب چہارم فصل چہارم پڑھنے سے اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ لیکن مصائب رسول کا درجہ ان دونوں حضرات کے مصائب سے بڑھ کر ہے۔

مسئلہ "رضا و تسلیم" پر جو مضمون میرا اسوۂ حسنہ جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں چھپا ہے اس میں میں نے ان تکالیف کا اجمالی ذکر کر کے دکھایا ہے کہ۔ ع جتنے وہ سہے ہیں سوا انکو سہا مشکل ہے۔ یہاں پر میں ذرا تفصیل کے ساتھ اس تکلیف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آنحضرت کو کفار کے ایمان نہ لانے سے یعنی [illegible] تسلیم کرنے سے پہنچتی تھی اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ایذائیں جو کفار ہر صورت میں آنحضرت کو پہنچاتے تھے اور دوسری وہ روحانی تکلیفیں جو کفار کے ایمان نہ لانے یعنی راہ راست پر نہ آنے سے آنحضرت کو پہنچتی تھیں۔ پہلی قسم کو میں یہیں چھوڑتا ہوں۔ تاریخ الاسلام کے باب سوم فصل سوم میں اسکا ذکر موجود ہے یہاں صرف دوسری قسم بیان کرتا ہوں اور وہ بھی صرف اس حد تک جہاں تک آیات قرآنی سے اسکا پتہ چلتا ہے۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ رسول کا ان کفار کے ساتھ لڑنا و قتل کرنا [illegible] تو ایسے شخص کو رفع شبہ کیلیے تاریخ الاسلام کا [illegible] فصل چہارم پڑھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کو مجبوریوں سے تلوار اٹھانی پڑی تھی۔

آنحضرت کے دل میں اپنی قوم کا درد تھا۔ وہ تکلیفیں پہنچاتے تھے لیکن آپ انکی خیر خواہی سے باز نہ آتے تھے۔ وہ جتنی بھی عداوت ظاہر کرتے تھے اتنی ہی ان کی محبت آپ کے دل میں بڑھتی جاتی تھی۔ آپ کی حالت فنا فی القوم دیکھکر ارشاد باری ہوا کہ "آپ کیوں غم کرتے ہیں لا تسئل عن اصحٰب الجحیم آپ سے اصحاب دوزخ کا سوال (یعنی مواخذہ) نہ ہوگا۔" پھر ارشاد ہوا لست علیہم بمصیطر "آپ ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں۔" کہ آپ ان سے ضرور ہی احکام الٰہی کی تعمیل کرائیں آپکا کام صرف تبلیغ رسالت ہے۔ یہ آیتیں آنحضرت کا اضطراب رفع کرنے کے لیے نازل ہوئی تھیں۔ اگر آنحضرت کا غم غیر معمولی نہ ہوتا تو آیتوں کا نزول نہ ہوتا۔ اس پر بھی آنحضرت کا اضطراب کم نہ ہوتا تھا۔ عاشق کو بغیر وصال معشوق جس طرح چین نہیں ہوتا اسی طرح آپ کا معشوق تھا قوم کا درست ہونا۔ جب تک قوم کی حالت درست نہ ہوئی آپ بے چین تھے عشق جب کسی کام کا ہوتا ہے تو جب تک وہ کام درست نہیں ہوتا طبیعت کو چین نہیں ہوتا۔ فرط غلو کا نام عشق ہے۔ آپکی حالت بیتابی دیکھکر تسکین خاطر کیلیے پھر ارشاد ہوا "لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین" شاید تو ان لوگوں کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان ہلاک کر دیگا" یعنی تیرا غم منجر بہ ہلاکت ہوا چاہتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ غم و فکر [illegible] لیکن یہاں یہ کیفیت تھی کہ گویا ایک آگ تھی کہ سینے کے اندر لگی ہوئی تھی کسی طرح بجھتی نہ تھی

جبکہ کوئی بڑا کام انجام پاتا تو ذرا تسکین ہوتی اور تھوڑی دیر کے بعد پھر یہ فکر دامنگیر ہوا کہ فلاں منکر رسالت یا فلاں کٹر مشرک توحید کا سیدھا سادا مسئلہ سمجھ جاتا تو اُسکے ذہنیات از خود سدھر جاتے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بہت میرے تمام باتیں دل سے یقین کرتا ہے لیکن منہ سے اقرار کرنے میں کیسے حائل ہیں مانع ہوتی ہے۔ کیا افسوس ہے کہ لوگوں کی عقل تو رام ہوئی لیکن ذرا سی کسر اور جو فی الواقع بہت بڑی کسر ہے باقی رہ گئی اور اُن کے دل کسی طرح قابو میں نہیں آتے۔ جب آنحضرتؐ کی تکلیف روحانی۔ جو جذبۂ عشق کا مقتضائے لازمی ہے زیادہ بڑھی تو ارشاد ہوا وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ " آپ اُن پر غم نہ کیجیے اور ان کے مکروں سے تنگ دل نہ ہوجیے" اور یہ بھی ارشاد ہوا وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ " اگر ان کا اعراض آپ پر گراں گزرتا ہے تو آپ کو قدرت ہو تو زمین میں کوئی سوراخ بنائے یا آسمان میں سیڑھی لگائے اور کوئی معجزہ لائے۔ اور پھر ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ " اگر تمہارا رب چاہتا تو سب کے سب مومن ہو جاتے تو کیا تو ان لوگوں پر جب تک ایمان نہ لائیں جبر کرنا چاہتا ہے" پھر ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝ " ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کے اقوال سے آپ بے شک تنگ دلی ہوتی ہے۔ آپ تسبیح اور تحمید اپنے رب کی کیجیے اور سجدہ کیجیے " یعنی عبادت کو شغلہ بنائیے کہ اس سے تنگ دلی رفع ہو گی اور غم ہلکا ہوگا۔ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکلیف آنحضرتؐ کی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جناب باری نے رفع تکلیف کے لیے بار بار مختلف پیرایہ سے اپنے رسول کی تسکین خاطر فرمایا۔ الغرض کے لیے دنیوں کا بھیجنا ضروری یا مناسب تصور فرمایا۔ مفصلۂ بالا بیان سے ہمیں تین باتوں کا سبق لینا چاہیے ایک تو یہ کہ غیر مذہب والوں کے سامنے مذہب اسلام پیش کرتے وقت ہمیں صبر و استقلال سے بدرجۂ غایت کام لینا چاہیے اور تکالیف جو لاحق ہوں اُن پر صبر کرنا چاہیے اور باوجود اُن کی سخت کلامی کے اُن کے ساتھ اخلاق محمدی کا اظہار کرنا چاہیے۔ تاکہ اُن پر اچھا اثر پیدا ہو۔ اسلام بالکل عقل اور فطرت کے موافق ہے جب وہ تہذیب اور متانت کے پیرایہ سے پیش کیا جائیگا تو ممکن نہیں کہ طبیعتیں اس کی طرف راغب نہ ہوں جو علما نیابت رسولؐ کے مدعی ہیں اُنہیں احکام شریعت کے پھیلانے میں اخلاق محمدی کا پورا نمونہ بھی دکھانا چاہیے۔ آریوں یا عیسائیوں سے مقابلہ ہو تو اُن کے صلح اور حکمت کا جواب ترکی بہ ترکی دینا شانِ نیابت رسول نہیں ہے۔ اُن کی سخت زبانی کے مقابلہ میں نرم زبانی جو اخلاق محمدی کا پیرایہ رکھیگی از بس کافی ہے۔ دوسرا یہ کہ گمراہ مسلمانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بھی اُسی صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے جو شعار اسلام تھا۔ تاکہ مسلمانوں کا جتھا قائم رہے۔ نفاق پیدا نہ ہو۔ حضرات شیعہ اپنی مجلسوں میں اپنے سُنّی بھائیوں اور اُن کے مقتداؤں کو بُرا کہیں تو بلحاظ مصالح دنیا اس میں چنداں مضائقہ نہیں لیکن مضائقہ اس میں ہے اور بہت قابل اعتراض بیامر ہے کہ گروہ سُنّیوں سے نفرت کریں اور سُنّیوں کو بُری حالت میں دیکھکر خوش ہوں۔ جب آنحضرتؐ کافروں

سے ہمدردی کرتے تھے اور کافروں کی بھلائی کے لیے اپنے آپ کو مغموم رکھتے تھے تو کیا سُنّی کفار سے بھی بدتر حالت میں ہیں کہ اگر وہ شیعوں کی روایتوں کا اتباع نہ کریں تو حضرات شیعہ اُن سے اُن کی جہالت پر افسوس کرنے کے بجائے اُن سے نفرت کریں۔ اِسی طرح اگر حضرات شیعہ سُنّیوں کے بعض مقتداؤں کے مدارج کا لحاظ نہیں کرتے تو کیا شیعوں کی عظمت جو بحیثیت ایک کلمہ گو ہونے کے اُنہیں حاصل ہے۔ یا آل رسولؐ میں ہونے کے خیال سے یا محب آل رسول ہونے کے اعتبار سے جس اعزاز کے وہ مستحق ہیں اُسے سُنّی بالکل نظرانداز کردیں اور اُن کی ذلّت پر خوش اور اُن کی عزت پر ناخوش ہوں ۔ ہمارے نبیؐ کا تو اب برتاؤ کفار کے ساتھ بھی نہ تھا۔ ایک سُنّی جب کسی شیعہ کے عقائد مذہبی کو زیر بحث لائے تو اُسے چاہیے کہ ہمدردانہ طرز سے نہ کہ مخاصمانہ طریقہ سے اُس پر نظر ڈالے۔ اِسی طرح حضرات شیعہ اگر سُنّیوں کے غیر مطبوع افعال کو بیان کرتے ہوئے ہمدردانہ طریقہ سے اُن کی غلطیوں پر اُنہیں متنبہ کریں تو اس طرح آنحضرتؐ کے اُس طریقہ کا اتباع ہوگا جسے آنحضرتؐ عمدہ باتوں کو سکھانے اور پھیلانے میں اختیار کرتے تھے۔ حنفی۔ اہلحدیث۔ اہل تصوف کی جماعتیں تو پہلے سے ہیں اب ایک فرقہ بہی خواہانِ قوم کا نکلا ہے جو دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کی حالتیں درست کرنے کے لیے پیشوا بننے کی خواہش رکھتا ہے ان میں سے کسی پر بھی میرا کچھ اعتراض نہیں ہے جو بات جس کی سمجھ میں آئے اگر وہ نیک نیتی سے اُسے ابنائے جنس کو بتانا چاہے تو اُس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اعتراض اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ناصح نصیحت نہ ماننے والوں کا دشمن بن جاتا ہے اور یہ ہرگز خیال نہیں کرتا کہ آنحضرتؐ جب کفار کے دشمن نہ تھے تو ہم کلمہ گو کے دشمن کیوں ہوتے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ ہمارے پیشوایانِ قوم میں وہ مذہبی پیشوا ہوں یا دنیاوی پیشوا ہوں جب تک اپنے آپ میں یہ صلاحیت نہ دیکھیں کہ منکرین سے اُنہیں بغض اور عناد پیدا نہ ہوگا تب تک ہرگز ہرگز قومی اصلاح میں وہ قدم نہ رکھیں۔ ان مدعیان باطل نے بجائے نفع پہنچانے کے قوم میں تفریق پیدا کرکے قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہمیں صرف مذہبی علم کی ضرورت ہے اُن بہی خواہوں کی ضرورت نہیں ہے جن سے قومی نفاق روز بروز بڑھتا ہے اور قومی اتفاق کم ہوتا جاتا ہے۔ تیسری بات جو ہمیں مفصلۂ بالا حالات رسولؐ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی اصلاح قوم کا خیال سچے دل سے قائم کریگا تو وہ کچھ نہ کچھ کرکے دکھا دیگا۔ آنحضرتؐ نے جس دلسوزی سے قوم کی حالت پر نظر کی اور جیسے دل سے کوشش کی عند الناس مشکور ہونے کیلیے نہیں بلکہ عنداللہ ماجور ہونے کیلیے تو اُنہوں نے گویا تمام عرب کے سنگ خارا کو الماس اور زمرد بنا کر دکھا دیا۔ عوام کے شدھرنے کا جب وقت آتا ہے تو خدا قوم کا ایک محسن پیدا کرتا ہے جس سے حالت قوم بدل جاتی ہے ورنہ ہزاروں لاکھوں مدعیان باطل کھڑے ہوں تو کیا؟ ایسے لوگ حالت کو خراب کرتے ہیں درست نہیں کرتے۔ مصلح یار فارم ہونے کیلیے غیرمعمولی انسان کی ضرورت ہے نبی کا سا مزاج ہونا تو مشکل ہے لیکن کچھ کچھ جھلک سنّتِ نبوی کی اُس میں چاہیے جو اصلاح قوم کے لیے کھڑا ہوتا ہے ◆

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج ہم تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا

تعلیم الاسلام

عقل و اسلام

(سلسلہ کیلیے دیکھو اُسوۂ حسنہ بابت ماہ گزشتہ)

تم حکمت کو اک گم شدہ لعل سمجھو جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو

(۱) "کیا اندھا اور بینا برابر ہیں کیا تم فکر نہیں کرتے"

(۲) "ناپاک اور پاک برابر نہیں خواہ تم کو ناپاک کی کثرت سے دھوکا ہو"

(۳) "اندھا اور بینا نہیں اور روشنی و تاریکی برابر ہے اور نہ دھوپ اور چھاؤں برابر ہے اور نہ زندہ و مردہ برابر ہیں"

(۴) "کیا برابر ہیں وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے بے شک نصیحت عقلمند ہی حاصل کر سکتے ہیں" (قرآن)

۱ "سب سے پہلے خدا نے عقل کو پیدا کیا اور فرمایا سامنے ہو وہ سامنے ہوئی پھر فرمایا پیٹھ پھیر اُس نے پشت پھیری پھر اللہ نے فرمایا قسم ہے اپنی عزت و بزرگی کی میں نے اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ کوئی مخلوق اکرم پیدا نہیں کی میں تجھ ہی سے لونگا اور تجھ ہی سے دونگا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کرونگا۔

۲ "احمق آدمی اپنی جہالت کے باعث بدکار کی بدکاری سے زیادہ کر لیتا ہے اور فردائے قیامت میں خدائے تعالےٰ سے قریب ہونے کے درجات عقلوں ہی کے موافق بلند کیے جائینگے"

۳ "آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا درجہ پا لیتا ہے اور کسی شخص کا حسن خلق پورا نہیں ہوتا جب تک اُسکی عقل کامل نہو پس اُس وقت اُسکا ایمان کامل ہوتا ہے اور اپنے رب کا فرمانبردار اور اُسکے دشمن شیطان کا نافرمان ہے"

۴ - "ہر چیز کا ایک تکیہ ہے اور ایماندار کا سہارا عقل ہے تو اس کی عبادت اس کی عقل ہی کے بموجب ہوگی کیا تم نے نہیں سُنا کہ بدکار دوزخ میں یوں کہینگے اگر ہم ہوتے سُنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے"۔

۵ - "اے لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہے اور مرد کی سواری عقل ہے اور تم میں دلیل و حجت میں بہتر وہ ہے جو عقل میں بڑھکر ہو"

۶ - "جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ اپنی نیکیوں اور عقلوں ہی کے بموجب مرتبہ پائینگے

۷ - میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں کو دنیا میں کونسی چیز سے فضیلت ہے آپ نے فرمایا عقل سے - میں نے عرض کیا آخرت میں کس چیز سے آپ نے فرمایا عقل سے میں نے عرض کیا کہ کیا اپنے اعمال کے عوض ان کو جزا نہ ہوگی آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ انہوں نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی اللہ نے انکو عقل دی ہوگی تو جتنی عقل ملی ہے اتنے ہی عمل ہونگے اور جس قدر عمل کیا ہوگا اُسکی جزا ہوگی۔

۸ - "ہر شے کا ایک لازمہ و سامان ہے اور ایماندار کا سامان و آلہ عقل ہے ہر چیز کی ایک سواری ہے اور مرد کی سواری عقل ہے - ہر چیز کا ایک رُکن ہے اور دین کا رُکن عقل ہے - ہر قوم کی ایک غایت ہے اور بندوں کی غایت عقل ہے - ہر آدمی کے لیے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوں اور اس کے باعث ذکر کیا جاتا ہے اور صدیقوں کے پیچھے رہنے والا جس کی طرف وہ منسوب ہوں اور جس کے باعث وہ ذکر کیے جائیں عقل ہے - ہر سفر کے لیے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہے اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہے۔"

غرض اسلام کا دفتر عقل کی فضیلت و منفعت اور اس کے استعمال کی تاکید سے معمور ہے بایں حد کہ

"وہ جو جئے دلیل سے اور جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو"

بلا دلیل یقین کرنے کے لیے اسلام نے کسی شخص کو حکماً مجبور نہیں کیا - اسکی ہدایت ہے صحیفۂ کائنات کا مطالعہ کرو - نظام و ترتیب سلسلۂ اسباب و نتائج پر غور کرو اسلام نے عقل کو اجازت دی ہے کہ وہ آزادی سے اپنی راہ چلے جو قدرت نے مقرر کی ہے وہ بلند آواز سے کہتا ہے

"آسمان و زمین کی بناوٹ پر غور کرو - رات دن کے ہیر پھیر پر نظر ڈالو ہواؤں کے چلنے کو دیکھو جن کے سبب کشتیاں جہاز سمندر میں انسان کے فائدے کے لیے حرکت کرتے ہیں - بادل آسمان پر آتے اور پانی برسا کر کھیتوں کو سرسبز کرتے ہیں - بارش کی مدد سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن پر حیوان و انسان کی روزی کا مدار ہے - یہ سب خدا کی نشانیاں ہیں - اگر انسان ان نشانیوں پر غور کریں تو وہ دل کی آنکھوں سے خدا کو پہچان سکتے ہیں"

اور سے گویا دونوں ایک ہی سلسلۂ اخوت رکھتے ہیں۔ حال کی جنگ فرانس میں ایک موقعہ پر الجزائری مسلمانوں اور ہندوستانی مسلمانوں کی پلٹنوں کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ دونوں طرف سے السّلام علیکم وسلام علیکم کہنے سے دونوں میں اخوت کی بجلیاں دوڑ گئیں بغیر اسکے کہ کوئی شناسائی اور واقفیت کرائے دونوں جانب اخوت کی کشش سے ایسے مل جل گئے کہ گویا برسوں کے واقف تھے ایک دوسرے کی بولی نہ جاننے پر بھی دونوں میں الفت اور محبت کی لہریں اٹھنے لگیں۔ صرف السلام علیکم وعلیکم سلام کہنے سے ایکدوسرے کو پہچان لیا اور جان لیا کہ ہم ایک ہی شجر کی شاخیں اور ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں انگلستان کے ایک اخبار نے اس اخوت اور اس کشش پر ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ مارا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس قسم کی کشش کسی اور طریقۂ سلام میں نہیں پائی جاتی۔

السّلام علیکم اور تعارف

السلام علیکم وعلیکم سلام میں تعارف کی ضرورت نہیں پڑتی کہتے کے ساتھ ہی دونوں سمجھ جاتے ہیں کہ دونوں مسلمان ہیں اور دونوں میں ایک رشتہ ہے نام اور مسکن پوچھنے کی بعد میں کہیں نوبت آتی ہے السلام علیکم اور سلام علیکم کہنے سے تسلی ہو جاتی ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں نہ کوئی منافرت رہتی ہے اور نہ کوئی مغائرت یہ مناسبت کسی دوسرے طریقۂ سلام میں نہیں پائی جاتی یا یہ کہ جس وسعت سے السّلام علیکم اور سلام علیکم میں یہ بات پائی جاتی ہے اور کوئی طریقۂ سلام ایسی وسعت نہیں رکھتا۔ چاہے کوئی ملک ہو اور کوئی قوم اور کوئی سی زبان رکھتی ہو سب میں سلام علیکم ایک ہی ہوگا۔

اشارات سے بریت

السلام علیکم اور سلام علیکم میں اشارات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ نہ جھکنا نہ چھاتی پر ہاتھ رکھنا۔ نہ ہاتھ جوڑنا نہ پاؤں پڑنا۔ صرف السّلام علیکم اور سلام علیکم ہی کہدینا کافی ہوتا ہے۔ گو بعض مسلمان اشارات بھی کرتے ہیں لیکن ایکی اجازت اور ضرورت نہیں۔ شرعاً صرف السلام علیکم اور سلام علیکم کہدینا ہی کافی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ کسی کے سامنے جھکنا اور ہاتھ جوڑنا درست نہیں ہے۔ سیدھے سادھے طور پر ایک دوسرے سے ملو اور سلام علیکم کرو۔ اگرچہ ان ہدایات کے خلاف مسلمانوں میں بہت کچھ رواج ہوگیا ہے اور تعظیمی ادب و آداب اور سلام بہت کچھ معمول ہیں لیکن اصل حکم یہی ہے کہ منہ سے سلام علیکم وعلیکم السّلام کہو اور اس پر ابتدائی تخاطب کا خاتمہ کردو۔

عورتیں اور السّلام علیکم

دوسرے اسلامی ممالک میں رواج ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی ایک دوسرے کو السلام علیکم اور سلام علیکم کہتی ہیں ہندوستان میں یہ رسم کم ہوتے ہوتے صرف سلام ہی رہگیا ہے حالانکہ دونوں کے واسطے ایک ہی قسم کا حکم تھا اور ایک ہی سٹیج پر مردوں اور عورتوں کو رکھا گیا تھا جہاں اور اسلامی رسمیں گھٹ رہی ہیں وہاں ہندوستان میں السلام علیکم اور علیکم السلام کی رسم بھی کم ہو رہی ہے۔

عام مسلمان

عام طور پر مسلمانوں میں بجائے شرعی سلام علیکم کے صرف سلام پر ہی کفایت کی جاتی ہے بعض مسلمان تو اپنی امارت اور ریاست کے شوق اور گھمنڈ میں کسی مسلمان سے السلام علیکم کا سننا پسند بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ اس میں مساوات اور برابری کی ایک جھلک پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹے درجہ کا مسلمان ایک بڑے درجہ کے مسلمان سے کن الفاظ میں مخاطب ہوتا اور کس جرأت برادرانہ سے پیش آتا ہے۔ چھوٹے درجہ کے مسلمانوں میں اس رسم شرعی کی بہت کچھ پابندی ہے لیکن بڑے درجوں میں اسکی پابندی دن بدن کم ہو رہی ہے بڑے درجہ والوں کو صرف اس وجہ سے اس سے چڑ ہے کہ اس میں ایک مساوات اور ایک برادرانہ پہلو پایا جاتا ہے۔ باوجود ان سب قسم کی کمزوریوں اور کراہتوں کے بھی السّلام علیکم وسلام علیکم کی جو شاندار کشش ہے وہ کسی اور طریقہ سلام میں نہیں پائی جاتی۔ کبھی ذرا غور سے سنو اور دیکھو تو سہی کہ کس جوش اور کس جرأت سے ایک غریب مسلمان ایک مقتدر مسلمان کو ایک مجمع عام میں السلام علیکم کہتا ہے غریب مسلمان کا طریق تکلم ثابت کر رہا ہے کہ وہ خود کو ایکی برابر ہی سمجھتا ہے اللھم زد فزد۔

سلطان احمد

پنڈ دادن خان

حفظانِ صحت

اسلام امراض کو خدا کا عذاب خیال کرتا ہے جو قوانین مقررہ کی مخالفت اور اصول حفظان صحت کی نافرمانی سے بندوں پر نازل ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مرض ایک خدائی تازیانہ ہے جس سے خدا اپنے بندوں کی تادیب فرماتا ہے" پس ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جب اس کو کوئی مرض عارض ہو تو وہ اپنی زندگی کے معاملات میں المقدور اس کی طرف توجہ کرے اور بیمار ایسے حاذق طبیب کے مشورہ کے بغیر ناممکن ہے جو طبی قواعد اور قوانین صحت میں پوری مہارت رکھتا ہو۔ اسلام ہمیں نیم حکیموں کے دام فریب میں پھنسنے کو بھی ہوشیار کرکے بدن کو سخت جانبی سے ڈراتا ہے آنحضرت کا ارشاد ہے "من تطبب ولم یعلم منہ طب فہو ضامن" جو شخص باوجود علم طب نا واقف ہونے کے علاج کرتا ہے وہ ذمہ وار ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

اصلاح الاخلاق والاعمال

صدرنشین کانگرس کی نصیحتیں

انڈین نیشنل کانگرس کے اکتیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ کے فاضل صدرنشین جناب آنریبل بابو امبیکا چرن صاحب مزمدار نے اپنے طویل خطبۂ صدارت میں بعض باتیں ایسی بھی ارشاد فرمائی ہیں جو نہ صرف سیاسی نقطۂ نظر سے قابل ستایش ہیں بلکہ عام اخلاقی و اصلاحی اعتبار سے بھی باشندگان ہند خصوصاً مسلمانوں کے لیے مفید ہیں۔ اس لیے خطبۂ مذکور سے چند اقتباسات ناظرین اسوۂ حسنہ کی دلچسپی کیلیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:-

اڈیٹر

"قبل ازیں کہ سرزمین موعود کے در دولت تک ہماری رسائی ہو اس تھکا دینے والے صحرائی سفر میں بڑے بڑے جانباز گر چکے اور کتنے اور بھی گرینگے لیکن خواہ وہ مردہ ہوں یا زندہ۔ وہ ہمارے ہاتھ سے نہیں جاسکتے۔ اگر ہم صرف یہ محسوس کرسکیں کہ ان کی مقدس روحیں ہمارے اوپر سایہ کیے رہتی ہیں اور چونکہ انکی نظر کبھی خطا نہیں کرتی پس جب ہم آگے قدم بڑھاتے ہیں تو وہ ہماری راہنما ہوتی ہیں۔ جب ہم کامیاب ہوتے ہیں ہمارے حوصلے اور زیادہ بڑھاتی ہیں اور جب ہم مایوس یا مضمحل ہوجاتے ہیں تو ہمکو دلاسا دیتی ہیں"

"اگر نیت اچھی ہو اور مقصد واحد نظر ہے تو چاہے اختلاف رائے کا دائرہ کیسا ہی وسیع کیوں نہ ہو کسی معقول شخص کو اس سے خوفزدہ ہونے یا جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے مخالفت سے مراد زندہ دلی ہے کیونکہ جو پانی ساکن رہتا ہے وہ گندا ہوجاتا ہے اور زور و شور سے بہتی ہوئی ندی یا دھارے کا پانی ساکن جھیل کے شفاف پانی کے مقابلہ میں زیادہ خوشگوار ہوا کرتا ہے...... قوم کا اصلی استحکام صرف اس میں نہیں ہے کہ یکسوئی کے ساتھ کام چلتا رہے بلکہ اس میں ہے کہ جب قومی معاملات کے لحاظ سے ضرورت ہو تو قوم کی جانب سے یکجہتی اور اجتماع ظاہر ہو اور جونہیں ادائے فرض منصبی کے لیے آواز دی جائے ہر شخص اختلافات کو دور کرکے معاملۂ واحد کی جانب متوجہ ہوجائے۔ اصول کے نام سے تعصبات پر بضد رہنا اور کسی معاملہ میں جو در اصل تصفیہ طلب ہو اسکو نظر انداز کردینا داخل حماقت ہے"

"جس جماعت کے نفع کے واسطے باقاعدہ طور پر سرگرمیوں کا سلسلہ جاری ہو وہاں باہمی احترام بھروسا اور اعتماد کی قلت اگر اس کے افراد میں پائی جائے تو اس جماعت کے حق میں اس سے زیادہ تباہ کن دوسری حالت نہ ہوگی۔ جہاں مقصد واحد ہے وہاں مقصد برآری کے ذرائع اور طریقے ایسے ہونے چاہئیں جو جماعتوں یا منفرد اشخاص کو ایسے طرز عمل کا پیرو بنادیں جو مقصد ہی کو غارت کردے۔ جو اصول عمل سے جدا رہیگا وہ ضرور ناقص خیالات میں تبدیل ہوجائیگا۔ تمام عملی اغراض کے واسطے نادر سے نادر خیالات بھی بسا اوقات گردو پیش کی اشد ضرورتوں کے سامنے دب جایا کرتے ہیں اور باہمی اتحاد۔ تحمل۔ چشم پوشی حتےٰ کہ باہمی ایثار کے ولولہ کے تابع ہوجاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مباحثہ کی گرماگرمی میں ہم کبھی اپنا مقصد بھی نظر انداز کردیتے ہیں اور اصل تصفیہ طلب بات کو چھوڑ کر بجائے مقصد کے سارا زور ذرائع پر دیتے ہیں تعصب اور جوش کے رنگ میں اختلاف رائے کی جو جھلک نظر آتی ہے اسپر اگر نظر عمیق ڈالی جائے تو کبھی کبھی اسمیں اختلافات اصول مضمر معلوم ہوتے ہیں اور مخلص سے مخلص ہمدم بھی بآسانی اپنے تئیں فریق مخالف سمجھنے لگتے ہیں۔ غلط فہمی نار منافرت کو وسیع بنادیتی ہے۔ الٹے الزامات دلوں میں رنجش ڈال دیتے ہیں اور غلط بیانیاں آتش مخالفت کے شعلے بھڑکاتی ہیں"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم بوڑھوں کو برا کہیں یا جوانوں سے نفرت ظاہر کریں۔ اگر دماغ نوجوانی کا جوش اور سرگرمی ملک کے لیے قیمتی ہیں تو بوڑھوں کی رائے اور تجربہ بزرگوں کی احتیاط و سلامت روی بھی کچھ کم مفید اور ناگزیر نہیں ہے...... لوگ چلنا تو سیکھتے نہیں مگر دوڑنے لگتے ہیں۔ اگر چہل قدمی آہستہ خرامی ہے تو دوڑنا بھی بلاشبہ ایک ایسا طریقہ نہیں ہے جس میں ٹھوکر کھا کر گرنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اپنے بزرگوں کو احمق بیان کرنا یقیناً دانشمندوں کا وطیرہ نہیں ہے کیونکہ جو لوگ ہمارے بعد آنے والے ہیں وہ ہمارے نقش قدم پر چلکر اسی لقب سے بلکہ اس میں اور کچھ اضافہ کرکے ہمکو یاد کرینگے۔ پس ہمکو طعن و تشنیع ترک کرکے باعمل آدمیوں کی طرح استقلال و استحکام لیکن اعتدال و دانائی کے ساتھ موجودہ حالت کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنا دل مضبوط بناکر اور اپنے سر پر خدا کا سایہ محسوس کرکے وفاداری کے ساتھ اپنے ان لیڈروں کا ساتھ دینا چاہیے جو اگر زیادہ نہیں جیتے تاہم نہ تو وہ پیچھے ہی رہ گئے ہیں اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو غیر معتبر ثابت کیا ہے"

"میرے عزیز نوجوان دوستو و ابنائے وطن! تم آئندہ نسلوں کے کفیل ہو۔ ہر ایک نسل

ہمیشہ اپنے حقوق اور ذمہ داریاں دوسری نسل کو تفویض کرتی رہتی ہے۔ آج جو ورثہ ایک نسل کو ملتا ہے کل دوسری نسل اُسکی مستحق ہوجاتی ہے۔ ہر ایک نسل کا یہ فرض ہے کہ اُسے اپنے بزرگوں سے جو کچھ ملے اُس سے نہ صرف خود فائدہ اُٹھائے بلکہ اُسکو پائیدار بنا کر اور بڑھا کر اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑ جائے۔ اس قومی جد وجہد میں جو لوگ ہمارے ساتھ تھے گزر گئے ہیں وہ اپنے آباؤ اجداد میں جا ملے اور جو لوگ اِس وقت میدان میں ہیں وہ بھی اُن کے بعد جلد چلے جائیں گے۔ تم کو لازم ہے کہ آگے بڑھ کر ان کی جگہ لو اور ان کے ہاتھوں میں جو جھنڈا سرنگوں ہوا چاہتا ہے اس کو سنبھالو۔ لہذا تیار رہو"..... "تم کو صرف ماضی کی یاد کر کے پھولے نہ سمانا چاہیے۔ تمام دنیا اور ہندوستان میں انقلاب کا زبردست تموج ایک مکمل تغیر پیدا کر رہا ہے۔ اس کا مستقبل تمہارے دست قدرت میں ہے تم چاہے مستقبل کو سنوار دو چاہے بگاڑ دو۔ اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ اس موقع پر ہماری ملک اپنے فرزندوں کے سامنے کونسا اولین مطالبہ پیش کرتا ہے۔ تو میں بلا تامل یہ جواب دونگا کہ وہ "حب وطن" کا مطالبہ ہے اور یہی اول۔ دوم اور سوم ہے۔ میرا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ ناقص جذبات حب وطن درکار ہیں جو آتشبازی کی ہوائی کی طرح آناً فاناً بلندی پر جا کر آواز دیں اور بعد ازاں ختم ہوجائیں۔ نہ ایسے جذبات درکار ہیں جو انسان کو اس درجہ از خود رفتہ بنا دیں کہ وہ اپنے تئیں زحمت میں مبتلا کردے۔ نہ ایسے جذبات درکار ہیں جو جوش پیدا کریں۔ لیکن عقل سے محروم بنا دیں۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ اعلےٰ اوصاف پیدا ہوں جو دماغ کو روشن بنا دیں دل کو شرف عطا کریں اور روحانی اثرات کے اندر انسان اپنی ذات خاص کی جانب سے بے فکر ہو کر اپنی شخصیت کو اس طرح مٹا دے جس طرح پانی کا قطرہ سمندر میں مل جاتا ہے اور اس کو سوا اپنے ملک کی بہبود کی اور کوئی فکر باقی نہ رہے جس کی غذا ایثار علے النفس ہو اور وہ اُسی سے پرورش پا کر پروان چڑھے"...... بغض وحسد رخصت ہوجائے اور تمہارے درمیان جو شدید مناقشات ہوا کرتے ہیں ان کی صدائے افتراق بند ہوجائے۔ تم سب مقصد واحد کے لیے اپنے اختلافات دفن کر دو متفق ومتحد ہو کر دوش بدوش کھڑے ہو جاؤ اور فتح کر لینے یا مرجانے کے لیے اڑے رہو۔ کیونکہ جب ہم امیرانہ زندگی نہیں بسر کرسکتے تو ہماری زندگی کس کام کی؟ اپنے مقاصد کے لیے مستقل مزاج اور ثابت قدم رہو۔ اپنا سیلان مردانہ اور شاندار رکھو۔ نہایت متانت اور احتیاط کے ساتھ قدم بڑھاؤ۔ اپنے فرمانروا کی جان نثار رعایا ہو اور اپنے ملک کے شیدائی رہو۔ تمکو بلاشک بہت مشکل کام درپیش ہے۔ تمہارے وطیرے حد قانون سے تجاوز نہ کریں۔ آزادی کی کوئی شارع عام نہیں ہے۔ ہر قدم میں صرف پیش آہنگی لیکن ان کا اثر یہ ہونا چاہیے کہ تم اور زیادہ ثابت قدم ہو۔ مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ مایوسی ناکامی کا پیش خیمہ ہے۔ اگرچہ زمانہ کا لنگر آگے اور پیچھے جھونکے کھاتا ہو لیکن اُوپر نظر اُٹھاؤ اور دیکھو کہ کس طرح زمانہ کے ہاتھ پیش قدمی کے نشانات تمہارے ملک کی پیشانی پر متواتر بناتے جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ اس بات کو یاد رکھو کہ قوم خود بخود پیدا نہیں ہوتی بلکہ بنائی جاتی ہے۔ وہ اندر ہی اندر پیدا ہوسکتی ہے لیکن بیرونی اسباب سے اُسکی نشوونما ہوتی ہے۔ تم اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہو جاؤ دل مضبوط کرو خدا پر بھروسہ کرو جد وجہد کیواسطے تیار رہو۔ چارس برطانوی نشان امارت پر یہ مقولہ لکھا ہوا ہے "خدا اور میرا حق" تمکو بحیثیت باشندہ سلطنت برطانیہ اس مقولہ کو اپنا جنگ اور صدائے محافظت اس انقلاب عظیم میں قرار دینا چاہیے جو کشت وخون سے پاک ہو کر تمہارے ملک میں جاری ہے۔ تم اولوالعزم ضرور بنو لیکن غرور کرو سب سے جھک جاؤ لیکن ہر تر مردانہ اور تندرست زندگی کے متمنی رہو۔ یاد

تعلیم نسواں

آجکل جہاں اور بہت سے مسائل زیر بحث ہیں وہاں مسئلہ تعلیم نسواں بھی ایک امر نزاعی قرار پاگیا ہے۔ ایک اس کے موافق ہے تو دوسرا اسکے مخالف ہے۔ یہ اختلاف کچھ تو غلط فہمی پر مبنی ہے اور کچھ ناواقفیت پر مبنی ہے۔ شرعی نظر سے دیکھا جائے اور ضروریات تمدن کے لحاظ سے غور کیا جائے تو کوئی امر نزاعی باقی نہیں رہتا۔ نفس تعلیم سے کسی کو مخالفت نہیں ہے۔ عذر جو کچھ ہے وہ نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم پر ہے۔

علم کا سیکھنا جس طرح ہر مرد مسلمان پر واجب ہے اُسی طرح ہر مسلمان عورت پر اس کا سیکھنا واجب ہے۔ لڑکیوں کے اولیا کو لڑکیوں کو تعلیم دینا نہایت ضروری ہے۔ جہاں تک علم دین کو تعلق ہے یہ تعلیم وتعلم تو واجب سے بڑھکر فرض کے درجہ میں ہے اور حصول معاش یا ضروریات تمدن کے لیے اس کا سیکھنا سکھانا مذہباً نہیں تو اخلاقاً ضرور واجب ہے۔ مثلاً لڑکیوں کو دینیات کی تعلیم دینا فقہ اور حدیث کے مسائل سے اُنہیں آگاہ کرنا اولیا پر واجب ہے۔ اُردو یا اور کسی مانوس زبان میں قرآن۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں کا ترجمہ پڑھایا جائے تو اور بہتر ہے۔ نوشت وخواند زبان اُردو سے ہندوستان کی مسلمان لڑکیوں کا بے بہرہ رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ لڑکیوں اور لڑکوں کا نصاب تعلیم یہاں تک مشترک ہے۔ ان دونوں کو معلومات مذہبی اور اُردو نوشت وخواند کی یکساں تعلیم دینا چاہیے بلکہ خوشخطی اگر لڑکیوں کو لڑکوں سے زائد تر سکھائی جائے تو بہتر ہے کہ وہ چھاپے خانوں کی کتابت کا کام گھر میں بیٹھی ہوئی نہایت آسانی سے کرسکیں گی۔ یہ کام بہ نسبت مردوں کے زائد تر عورتوں کے کرنے کا ہے۔ اس کے بعد تعلیم دینے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور مردوں کی تعلیم عورتوں کی تعلیم سے بالکل جدا ہوجاتی ہے۔

جس طرح مردوں کی پوشش سے عورتوں کا لباس جدا ہے اسی طرح اُنکا نصاب تعلیم بھی جدا ہونا چاہیے۔ مرد وہ علوم سیکھیں جن سے بادشاہ وقت کی ملازمت حاصل کریں۔ تجارت میں ترقی کریں یا اور ذرائع کسب معاش کے اختیار کریں۔ عورتوں کیلیے جو کسب معاش کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں

بلکہ مردوں کی کمائی ہوئی دولت کو باقاعدہ خرچ کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں علوم اکتساب زر کی طرف متوجہ ہونا بالکل بے سود ہے۔ جو لوگ اپنی لڑکیوں کو اُن علوم کے پڑھانے پر مجبور یا راغب کرتے ہیں جو مردوں کے کام کے ہیں وہ عورتوں پر ظلم نہیں کرتے بلکہ فطرت انسانی پر ظلم کرتے ہیں۔ لڑکیوں کو جب وہ دینیات کی تحصیل سے فارغ ہوں یا اثنائے تحصیل میں تعلیم دینیات کے ساتھ ساتھ پہلے کھانا پکانا اور اُسکے بعد کپڑا سینا سکھانا چاہیے۔ پھر اس کے بعد ترتیب منزل اور بچوں کی پرورش کے متعلق جو کتابیں ہوں وہ پڑھانا چاہیے۔ باعد اسلاف ان مردوں اور عورتوں کی سوانح عمریاں بھی پڑھائی جائیں تو اچھا ہے۔ یہاں تک لڑکیوں پر تعلیم کیلیے جبر اور سختی کرنا ضروری ہے۔ اُن کی طبیعتیں مناسب ہوں یا نہوں مگر یہ باتیں اُن کو ضرور سکھانی چاہییں۔ اسکے بعد اگر ریاضی۔ سائنس۔ فلسفہ۔ تاریخ۔ جغرافیہ کیطرف وہ از خود متوجہ ہوں تو اُن کی خواہشوں کا روکنا مناسب نہیں ہے۔ شوق سے وہ جو کچھ سیکھیں۔ مزاحمت نہ کرنا چاہیے لیکن لڑکیوں کو مجبور کرنا کہ وہ خواہ مخواہ مڈل۔ مٹریکولیشن۔ ایف اے۔ بی اے۔ اور ایم۔ اے کے امتحانات پاس کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میرے خیال میں عورتوں پر ظلم کرنا ہے۔ آجکل لوگ عام شکایت کرتے ہیں کہ موجودہ یونیورسٹی کا نصاب تعلیم لڑکوں کے مناسب نہیں ہے۔ مردوں کیلیے تو بغیر اُسکے چارہ نہیں ہے مجبوری ہے۔ لیکن جب لوگ باوجود اس شکایت کے اپنی لڑکیوں کو یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق تعلیم دیتے ہیں تو مجھے سنکر حیرت ہوتی ہے۔ ہم اپنی لڑکیوں کو خدا ترسی کا سبق دیں یہ مناسب ہے کہ اُن کی اولاد اپنی ماؤں کو دیکھکر خدا ترس اور نیک چلن ہوں۔ ہم اُن کو کھانا پکانا سکھائیں تو بہتر ہے کہ اُن کے شوہر اور بچوں کو آیندہ چلکر تھوڑے خرچ میں عمدہ غذائیں نصیب ہوں۔ ہم کپڑا سینا انہیں سکھائیں تو اُن کے شوہر اور بچے خوش پوشاک رہیں گے۔ قیمتی کپڑے اُتنے قابل قدر نہیں ہوتے جتنے کہ عمدہ سلے ہوئے کپڑے قابل قدر ہوتے ہیں۔ افسوس ہے اُن لڑکیوں کے حال پر جو الجبرا اور اقلیدس کی مشق حل کرتی ہیں جیسے اور جاپان کے دریا اور پہاڑ کے نام رٹتی ہیں لیکن دال اور روٹی بھی خوش ذائقہ پکا نہیں سکتیں۔ اور نہ اپنے چھوٹے بھائی کیلیے ایک ٹوپی سی سکتی ہیں جب میں اس مسئلہ پر غور کرتا ہوں تو میرے ایک دوست کی افسردہ صورت گویا سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ میرے ایک دوست ایم۔ اے کا امتحان پاس کرکے ایک کالج میں دو ڈیڑھ سو روپیہ کے پروفیسر ہوگئے۔ منتہٰی خیالات کی گمراہی نے مدتوں تک اُنہیں پریشان رکھا کہ کوئی تعلیم یافتہ بی بی ہاتھ آئے۔ تعلیم یافتہ بی بی کا ملنا تو مشکل نہ تھا لیکن لفظ تعلیم یافتہ کے معنی سمجھنے میں وہ ایسے گمراہ واقع ہوئے تھے کہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُنکا دائرہ تلاش مدتوں تک وسیع رہا۔ لیکن کوئی تعلیم یافتہ بی بی نہ ملتی تھی۔ بہزار دشواری ایک ایف اے پاس لڑکی سے

اُن کا نکاح ہوا۔ دو ایک مہینے تک تو وہ اپنی تلاش کی داد ہر شخص سے چاہتے رہے۔ اُس کے بعد خانہ داری کے مرحلے سامنے آئے تو پھر اُن کی دادو فریاد کا سُننے والا کوئی ملتا نہ تھا۔ جب کبھی وہ کالج سے شام کو گھر تشریف لاتے تھے تو دیکھتے تھے کہ بی بی یا ویبر پڑھ رہی ہیں اور باورچی خانہ میلا ہے۔ برتن بے دھلے ہوئے ہیں شور و غل مچا ہے۔ پروفیسر صاحب نے جلدی جلدی کھانا پکاکر سامنے رکھا تو پتیلی جلی ہوئی اور دال کچی۔ ترکاری اور گوشت میں کبھی نمک تیز ہوگیا اور کبھی مرچیں زیادہ ہوگئیں۔ آپ و نمک تیں کھانے کا درست ہو اُس کا ذائقہ کہاں تک درست ہوسکتا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھ سے بہیں خوش زندگی اُن لوگوں کی ہے جو پندرہ بیس روپیہ ماہوار پاتے ہیں اور بیبیاں اُن کی نئی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔

تعلیم یعنی علم کا سیکھنا انسانی جوہر ہے لیکن کس طبقہ اور کس درجے کے انسان کو کیا سیکھنا چاہیے۔ یہ ہر حالت کا جدا مقتضا ہوتا ہے۔ عورتوں کو ضرور تعلیم دینا چاہیے لیکن صرف وہ تعلیم جو اُن کی زندگی کے مناسب حال ہو۔ تعلیم کے لیے بے پردگی لازمی نہیں ہے۔ ہر شریف کا گھر اُس کے کنبے یا برادری کی لڑکیوں کے لیے ایک مکتب یا مدرسہ کا کام دے سکتا ہے۔ عام مدرسے جب کبھی کبھی لڑکوں کے لیے مخرب اخلاق ثابت ہوتے ہیں تو لڑکیوں کے لیے یہ جگہ کس طرح مناسب ہوسکتی ہے؟ بہت سی باتیں ہیں جو مردوں کے لیے ہنر اور عورتوں کے لیے عیب ہیں۔ مرد کمانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اور عورتیں مرد کی کمائی کو سلیقہ سے خرچ کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ دونوں کا نصاب تعلیم دنیوی کسی طرح ایک نہیں ہوسکتا میں نے اُن لوگوں سے جو عورتوں کے لیے بھی مردوں کی طرح عام اسکول قائم کرنا چاہتے ہیں سوال کیا کہ کیا آپ اپنے گھر کی لڑکیوں کو بھی اسکولوں میں بھیجنے پر آمادہ ہیں۔ اگر آمادہ ہیں تو دوسروں کے لیے نمونہ بنیے۔ یہ سوال سُنکر جب اُنہوں نے نظریں نیچی کرلیں تو پھر مجھے یہ کہنا پڑا کہ جب آپ یہ اسکول کہاروں اور باریوں کی لڑکیوں کے لیے بناتے ہیں تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ کہار اور باری کی لڑکیاں لکھ پڑھکر اپنے شوہروں سے متنفر رہیں گی اور تناسب قومی پر بڑا اثر پڑیگا۔ میں نے ایک شریف ہندو سے جو لڑکیوں کو انگریزی اسکول میں تعلیم دلوانے کا بڑا حامی تھا سوال کیا کہ اگر آپ کی لڑکی گریجویٹ ہونے کے بعد کسی چمار گریجویٹ کو شوہر بنانا چاہے تو آپ اُسے روا رکھیں گے؟ جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ جواب سنکر میں نے کہا کہ آپ ایسے تنگ خیال شخص کو لڑکیوں کی تعلیم انگریزی کا حامی ہونا مناسب نہیں ہے۔ جب آپ میں آزادی نہیں ہے تو آزاد قوموں کی تقلید آپ کے لیے موجب راحت نہیں ہوسکتی۔ ناظرین میری تحریر سے مجھے تنگ خیال نہ تصور فرمائیں میں آزاد ہوں اور آزادی کو پسند کرتا ہوں لیکن ایسی آزادی جو محض زبان پر ہو دل میں اُس کا اثر نہو پسند نہیں کرتا۔ پردہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے شرعاً لازم نہیں ہے۔ لیکن اُس کے دفعتاً اُٹھا دینے کے بعد جو زحمتیں پیش آئینگی اُن کے مقابلہ کی قوت میں کسی میں نہیں پاتا۔ اور اسلیے میں یہ

کہتا ہوں کہ اُسکا دفعتاً اُٹھ جانا مناسب نہیں ہے۔ وہ بتدریج اُٹھے تو بہتر ہے۔ دفعتاً گھر سے پردہ نشین عورتیں باہر کر دی جائیں تو ان کی کیفیت ہوگی کہ جیسے کوئی پرند قفس میں نشو و نما پانے کے بعد قفس سے آزاد ہو جائے اور اپنی حفاظت کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ میرے خیال میں گھر سے باہر نکلنے والی عورتیں بے تکلف اپنے تحفظ کی قابلیت رکھتی ہیں لیکن ہماری پردہ نشین عورتیں جب ہی تک امن سے بسر کر سکتی ہیں جب تک پردے میں ہیں۔ عورتوں کے لیے اعلیٰ تعلیم انگریزی کا پردے میں رہکر حاصل کرنا محال عقلی ہے۔ عورتوں کیلیے اعلیٰ تعلیم انگریزی کا حاصل کرنا جب کوئی ضروری شے نہیں ہے تو کیوں پردہ اُسپر قربان کیا جائے۔ زمانہ کی حالت نے مردوں کے پرانے طریقۂ تعلیم و تعلم کو ایک حد تک ضرور بیکار کر دیا ہے لیکن الحمدللہ کہ ہماری عورتوں کے لیے تعلیم کا پرانا نصاب اور طریقہ بیکار یا غیر مفید بالکل نہیں ہے۔ اگر ہم انہیں زیر عمل رکھیں کافی ہے۔ اور میرا تو یہ خیال ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں جو کچھ بچی کھچی قابل قدر اور مایہ ناز موجود ہیں وہ صرف عورتوں کی بدولت ہیں۔ ناواقف ہیں وہ لوگ جو مسلمان شریف زادیوں کو بے تعلیم یافتہ کہتے ہیں۔ اُن میں اسلاف کی بھلائیاں بہت کچھ موجود ہیں اور اگر اُنکی بھلائیاں نہیں کھلی ہیں تو وہ صرف اسلیے ہے کہ زمانہ اور بالخصوص مردوں نے اُن کا اعزاز کم کر دیا ہے۔ اُنکا اعزاز بڑھایا جائے تو وہ گھر میں بیٹھی ہوئی بہتر سے بہتر بیبیاں اور اعلیٰ مائیں بن سکتی ہیں۔ ہمیں سر سید کے اس قول سے بالکل اتفاق ہے کہ ہم مسلمانان ہند نے اپنی تمام چیزیں کھو دی ہیں مگر الحمدللہ کہ ہماری عورتیں ہماری ہیں۔" اگر یہ عورتیں اپنے مذہبی تعلیم اور مذہبی اخلاق پر قائم رہیں گی تو ہم پھر اپنی حالتیں سنبھال سکیں گے اور اگر یہ بھی زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہیں تو پھر ہمارے اُبھرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ شرفاء ہند کی عورتوں میں بجز اسکے کہ وہ بیاہ شادی کی چند رسوم غیر ضروری کی پابند ہیں اور وہ بھی محض اپنے مردوں کی جہالت اور اخلاقی کمزوری کی وجہ سے لیکن کسی قسم کا مذہبی یا اخلاقی عیب کوئی نہیں بتا سکتا۔ خانہ داری میں مذہبی پابندیوں میں کھانا پکانے میں سینے پرونے میں پرورش اولاد میں وہ آپ اپنی نظیر ہیں اور جس صبر و استقلال اور عزت و آبرو کے ساتھ وہ اپنے پرانے دستور و تعلیم کی بدولت اپنے شوہروں کی حالت غلامی کو درست کیے ہوئے خودداری کے ساتھ گزر کر رہی ہیں شاید ہی دنیا کے پردہ میں ایسی عورتیں مل سکیں۔ ہم بُرے اور بہت بُرے ہیں لیکن ہماری عورتیں اچھی اور بہت اچھی ہیں۔ ہم خار ہیں تو وہ گلاب کی پنکھڑیاں ہیں اور اُن سے ہماری رونق ہے۔ خدا انہیں حوادث زمانہ سے بچائے اور بیہودہ اور مخرب اخلاق تعلیم سے انہیں بے بہرہ رکھے۔

عام شکایت ہے کہ نئی تعلیم نے لڑکوں کو مذہب سے بیگانہ بنا دیا۔ گھر کے بڑے بوڑھوں کا نہ حاکم وقت اور برادری کے بااثر لوگوں کا لحاظ اُن کے دل سے نکال دیا۔ نصاب تعلیم کی سختی نے جس میں طبعی مناسبت کا لحاظ نہیں کیا جاتا لڑکوں کے قوائے جسمانی کمزور کر دیے اور ایسے ذی علم پیدا نہیں ہونے دیے جیسی کہ یورپ کی تعلیم گاہیں پیدا کرتی ہیں۔ لیکن ان سب برائیوں کے ساتھ جو شے انکی شکل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس تعلیم سے سرکاری ملازمتیں یا چند ایسے پیشے ہاتھ آجاتے ہیں جنکی بدولت زر حاصل ہوتا ہے اور اس طرح تلافی مافات ہو جاتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم اگر اسی نصاب پر جو یونیورسٹیوں میں قائم ہے دی جائیگی تو علاوہ اُن عیوب کے جو علوم خانہ داری کے نہ سیکھنے سے اُن میں پیدا ہونگے وہ عیوب بھی پیدا ہونگے جن کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے اور یہ عیوب نہایت ہی تکلیف دہ ثابت ہونگے جب عیب ہی عیب رہ جائیگا اور زر پیدا کرنے کی ایک صورت جو مردوں کے لیے مفید ہے عورتوں کے لیے پیدا نہ ہوگی۔ یاد رہے کہ مردوں کی آزادی بیجا تو کبھی کبھی تکلیف دہ ہوتی ہے لیکن عورتوں کی آزادی بیجا ہمیشہ کے لیے باعث زحمت ہوگی اور یہ زحمت صرف گھر تک محدود نہ رہیگی قوم پر اثر بد پہنچائیگی۔

میں عورتوں کا ہمیشہ سے حامی ہوں۔ اُن کے حقوق کی حفاظت کے متعلق میری تالیفات کا بہت بڑا حصہ وقف ہے۔ میں اُن کی جائز آزادی کے لیے قوم سے برابر لڑتا آیا ہوں اُن کی تعلیم کا بھی مجھے بہت بڑا خیال ہے۔ رسم پردہ جس سختی سے قایم ہے میں اُسے فوراً اٹھا دینا خلاف مصلحت جانتا ہوں لیکن بتدریج اُسمیں کمی پیدا کرکے شرعی پردہ تک لانا اچھا سمجھتا ہوں۔ یہ سب کچھ ہے مگر عورتوں کے لیے موجودہ یونیورسٹی کی تعلیم کا مناسب خیال کرنا میرے نزدیک عورتوں کیساتھ دشمنی کرنا ہے۔ میں بالکل خلاف ہوں اُن بہی خواہان قوم کی رائے سے جو لڑکیوں کو اس نصاب پر اعلیٰ تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ جو لڑکوں کے لیے یونیورسٹیوں میں قائم کیے گئے ہیں۔ میں انکے حق میں سوا اسکے اور کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ اگر یہ لوگ اجتہادی غلطی کرتے ہیں تو الاعمال بالنیات کے حکم سے ممکن ہے کہ ان سے آخرت میں کوئی مواخذہ نہ ہو لیکن اگر یہ گورنمنٹ اور قوم کے سامنے اپنا اعزاز بڑھانے اور قوم کے لیڈر کہلانے کیلیے ایسا کرتے ہیں تو مجھے بہت شک ہے کہ یہ عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہونگے۔

اس میں کلام نہیں ہے کہ عورتوں کی تعلیم پر خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے اُنکی دنیوی تعلیم کے نصاب میں کچھ علم حساب کا اضافہ ہو تو اچھا ہے۔ طریقۂ تعلیم کے متعلق بہترین صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہر شریف مسلمان کا گھر تعلیم نسواں کے لیے ایک مدرسہ قرار دیا جائے اور وہاں تعلیم کے لیے وہ تمام لڑکیاں جمع ہوں جو شادی بیاہ کی تقریب میں وہاں بے تکلف آتی جاتی ہیں۔ پڑھانے والے یا پڑھانے والیاں وہ ہوں جن کے سامنے آنا دیگر مواقع پر بھی لڑکیوں کے اولیا جائز رکھتے ہیں۔ لڑکیوں کو جس مختصر تعلیم کی ضرورت ہے اُس کے لیے یہ انتظام بہت کافی ہے +

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

جذبات اکبر

مخلوط کرو نہ نفس و نیچر کو بہم — گو نفس نے بھی لیا ہے نیچر سے جنم
جو بھوک لگے زباں کو وہ ٹھیک نہیں — نافع وہ طعام ہے کہ طالب ہو شکم

پڑتا ہے بتوں سے ساعت چند کا کام — تمہید ہیں اُسکی دولت و عمر تمام
اللہ سے ہر نفس کا رہتا ہے لگاؤ — دشوار ہے نفس پر عبادت کا کام

علم و حکمت میں ہو اگر خواہش فیم[1] — سرکار کی نوکری کو ہرگز نہ کر ایم[2]
شادی نہ کرو اپنی قبل تحصیل علوم — بُت ہو کہ پری ہو خواہ وہ ہو کوئی میم

ق

بھولے جاتے ہیں ہسٹری بھی اپنی — مذہب کو بھی ضعیف پاتے ہیں ہم
ہے دولت و جاہ بھی کمی پر ہر روز — ظاہر یہ ہے کہ مٹتے جاتے ہیں ہم

1 Fame شہرت 2 Aim مقصود

اجتنبوا قول الزور

دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ہر قوم کی ترقی و تنزل رفعت و انحطاط، بہبودی و تباہی بنیے بالکل اچھائی اور برائی پر منحصر ہے، جس قوم کا ہر فرد خوبیوں کا منبع، حسنات کا مخزن فضائل کا معدن ہوگا اُس قوم کا ہر فرد حسنات و فضائل کے زیور سے آراستہ ہوگا اور جس قوم کا ہر فرد اعمال سئیہ کا عادی، خواہشات نفسانی کا تابع اور بدکاریوں کا غلام ہوگا اُس قوم کے افراد کا دامن معاصی و معائب کی چھینٹوں سے پاک نہوگا اور وہ قوم ہمیشہ ذلت و خواری میں مبتلا رہیگی۔

دنیا کے ہر شعبہ کا یہی حال ہے، اعضاء انسانی یوں تو تمام بقاء انسانی کے لیے ضروری اور مفید ہیں لیکن اُس میں ایک جز ایسا بھی ہے کہ جس کی حرکت پر تمام اعضاء کی حرکت منحصر ہے، جس کی اچھائی اور برائی کا اثر تمام اعضاء پر مرتب ہوتا ہے، جس کو بمنزلہ سلطان کا خطاب دیا گیا ہے، جسکے متعلق شریعت عظمے کا ارشاد ہے اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ

پس ہر اُس شخص کا جو اپنی ہستی کو ایک بالاتر ہستی بنانا چاہتا ہے اور اپنی ذات کو مفید اور کارآمد بنانے کی خواہش رکھتا ہے فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنے قلب کی حالت درست کرے اسلیے کہ اسکی درستگی پر تمام حرکات و سکنات کی درستگی موقوف ہے۔

اب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ دشمن ایمان اور مفسد قلب کون ہے۔ سب سے زیادہ مخرب قلب کذب ہے جسکے متعلق رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر جھوٹ سے جھوٹے کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑجاتا ہے، جو پھیلتا جاتا ہے اور کچھ دن کے بعد اُس کا پورا قلب سیاہ و تاریک ہوجاتا ہے، جسکے بعد دنیا کی تمام برائیاں خوشنما پیکر میں نظر آتی ہیں اور انسان اندھا ہوجاتا ہے۔ بھلے برے میں مطلق تمیز نہیں رہتی۔

بہت سے لوگ حصول زر کیلیے جھوٹ بولتے ہیں لیکن انکا خیال غلط ہے، اگر وہ مومن اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام اقوال کو حکمت سمجھتے ہیں تو انکے لیے حضرت سرور کائنات کا یہ قول کافی ہے۔

الکذب ینقص الرزق، جھوٹ بولنے سے روزی گھٹ جاتی ہے۔

حکیم امت کا فرمان ہے کہ الکذب یسود الوجہ جھوٹ بولنے سے منھ کالا ہوجاتا ہے۔ اس کا یہ منشا نہیں کہ چہرۂ انسانی سیاہ ہوجاتا ہے بلکہ انسان ذلیل و خوار اور بے عزت ہوجاتا ہے۔ اُسکی کسی کی نظر میں وقعت نہیں رہتی۔

مشہور عربی شاعر سابوری کا قول ہے،

من یشتہر بالکذب فی لمنطق ثم اتی بالصدق لم یصدق
جو شخص ہرزہ سرائی میں مشہور ہوجاتا ہے پھر کوئی سچی بات بھی کہتا ہے تو اسکا اعتبار نہیں کیا جاتا
من عذب الکذب علے لسانہ فالصدق لیس کان من شانہ
جو جھوٹ کو معیوب نہیں سمجھتا اُس سے سچائی کی اُمید فضول ہے
لا تسلم الامر الی کذوب فانہ لا رای للمکذوب

کوئی خدمت دروغ باف کے سپرد نہ کرو اس لیے کہ اُس کا کوئی اعتبار نہیں

دنیا کا کوئی کلیہ استثناء سے خالی نہیں، ایک شے جو اپنی تمام حیثیتوں سے مستحسن ہے کسی موقع پر قبیح و مفعول بھی جاتی ہے، اور اسی طرح بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو درحقیقت بُری ہیں مگر بعض وقتوں میں ان کا اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔ کذب بھی اس اثر سے مبرا نہیں ہے باوجودیکہ کذب، محض دشمن ایمان اور معصیت ہے۔ تاہم بعض موقعوں پر صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

ایک بے قصور انسان تختۂ دار پر چڑھا ہوا ہے اُس کا کوئی حامی و مددگار نہیں، اُسکی رہائی کی تمام صورتیں مفقود ہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی جھوٹ بولکر بچالے تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، ہر شخص اپنے رفیق زندگی یعنی بیوی کو جھوٹ بولکر خوش کرسکتا ہے، اسی طرح صنف نازک یعنی عورت جھوٹ بولکر اپنے شوہر کو راضی و خوش کرسکتی ہے، مقاتلہ و مجادلہ میں انسان جھوٹ بولکر اپنے غنیم کو تباہ و برباد کرسکتا ہے غرض مصالحت میں بھی جھوٹ سے کام لے سکتا ہے، ان مواقع کے علاوہ ہمیں کبھی جھوٹ بولنا نہ چاہیے اس لیے کہ یہ نہایت مذموم شے ہے کبھی رسول اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ نے کذب کو منافق کی علامت تبلائی ہے اور کبھی یہ فرمایا ہے کہ کذب و ایمان دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

اپنے سلف صالحین کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیے تو حیرت ہوگی، ایک دہقانی ہشام کے دربار میں آتا ہے اور بوقت خطاب خلیفہ کا لفظ اسکے نام کے ساتھ نہیں ملاتا خلیفہ ناراض ہوکر وجہ دریافت کرتا ہے دہقانی بلا خوف و خطر صاف صاف لفظوں میں یہ کہتا ہے، کہ ابھی لوگ تیری خلافت پر متفق نہیں ہیں میں ڈرتا ہوں کہ عنداللہ تجھے خلیفہ کہنے میں کاذب نہ ٹھہروں اگر تجھے اسکا شوق ہے تو جا اپنے مخالفین کو راضی کر۔

ایک بادشاہ ایک فقیر کی حق گوئی سے ناراض ہوکر اُس کو مقید کردیتا ہے اُسکے احباب اُسکو سمجھاتے ہیں اور اسکی خلاف مصلحت آزادی پر اظہار افسوس کرتے ہیں لیکن فقیر یہ جواب دیتا ہے ؎

رسانیدن امر حق طاعت است ز زنداں نہ ترسم کہ یک ساعت است

تبلیغ امر حق عبادت الٰہی ہے، مجھے قیدخانہ کی جو درحقیقت ایک لمحہ کی تکلیف ہے مطلقاً پروا نہیں ہے۔ بادشاہ یہ سنکر اُسکو دائم الحبس ہونے کا حکم سناتا ہے، اس پر بھی وہ باز نہیں آتا اور کہتا ہے ؎

کہ دنیا ہمی ساعتے بیش نیست غم و خرمی پیش درویش نیست

دنیا کا قیام ایک ساعت کے قیام سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ رنج و خوشی فقیر کے لیے دونوں یکساں ہیں۔ بادشاہ غیظ و غضب سے جل اُٹھتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اسکی زبان گدی سے کھینچ لی جائے، اس سے بھی اسکے پائے استقلال میں لرزا نہیں آتا اور کہتا ہے کہ

من از بے زبانی ندارم غمے کہ دانم کہ ناگفتہ داند ہمے

مجھکو اپنی بے زبانی کی ہی مطلق پرواہ نہوگی، اسلیے کہ خداوند وحدۂ لاشریک کو سنانے کیلیے

زبان کی ضرورت نہیں۔

قرآن کے مخلوق و غیر مخلوق ہونے کے مسئلہ میں ہزاروں حنابلہ نے اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن ضمیر کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکالنا گوارا نہ کیا۔"

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اسلاف جھوٹ کے مقابلہ میں اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرتے تھے اور ہم معمولی فائدہ کیلئے ایمان فروشی پر آمادہ ہیں +

سید عبدالقیوم ملیح آبادی۔ متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء ۔ لکھنؤ

فیشن

مشرقِ بخت سے تاباں ہوا مہرِ اقبال علم و دولت میں ہوا عالمِ امکاں کو کمال
اس زمانے میں دکھایا ہے ترقی نے جمال روز درپیش ہے اسلام کی ہستی کا سوال
ناخدا قوم کی کشتی کو بچائیں کیونکر
بیچ منجدھار میں ہے پار لگائیں کیونکر

نیو فیشن

نوجوانوں کے خیالات میں ترمیم رہے اب نیا دَور ہے اِک نئی تقویم رہے
بوستاں اور گلستاں کی نہ تعظیم رہے فارسی دور کرو مغربی تعلیم رہے
جان پڑ جائے گی یورپ سے برابر ہوکر
کام بن جائیں گے ہر برٹ سپنسر ہوکر

کام آنے کی نہیں تیغ زبانی اپنی زنگ آلودہ ہے شمشیر پرانی اپنی
لو تاریخ ہے جھوٹی سے کہانی اپنی کون برباد کرے مُفت جوانی اپنی
آئیں گے راہِ ترقی میں وہ نیوٹن ہوکر
قوم کی ریل کو لیجائیں گے انجن ہوکر

فلسفی ہیں تو زمانے میں نئے ڈھنگ کے ہیں بات میں بات خیالات عجب طور کے ہیں
دور کی سوچنے والے ہیں بڑے غور کے ہیں خاص لندن کے ہیں دلی کے نہ لاہور کے ہیں
حل کیا ہے کششِ ثقل کا عقدہ کس نے
کان پکڑا ہے ولیسلو کو سنا ہے جس نے

اِن کی تحقیق کا دعویٰ ہے زمیں پھرتی ہے آگیا سوچنے والوں کو یقیں پھرتی ہے
ورنہ اب تک یہی کہتے تھے کہیں پھرتی ہے یہ تو دیکھا ہے حسینوں کی جبیں پھرتی ہے
جو کوئی عشق کی راہوں میں پھرا کرتا ہے
کوچۂ یار نگاہوں میں پھرا کرتا ہے

بس ترقی نے طلسمات دکھائے کیا کیا خبریں دینے کے لیے تار بنائے کیا کیا
بیڑے زیپلن کے ہواؤں میں اُڑائے کیا کیا اور طوفان سمندر میں اُٹھائے کیا کیا
بہتے دریا کی روانی کو کہیں روک دیا
نہر کے واسطے پانی کو کہیں روک دیا

دی ترقی ہے ہوا بادوں کو جانبازی نے کام اتنا نہ کیا ہوگا کسی غازی نے
کر لیا وقت کو قابو میں گھڑی سازی نے خوب ترکیب کی تہذیب کی غمازی نے
برق وش شوخ حسیں کہتے ہیں سارے
اِن کی طاقت میں ہیں بجلی کے کرشمے سارے

ایک سے ایک ترقی ہے قیامت اِن کی صنعتِ چیں سے بھی کچھ بڑھ گئی صنعت انکی
ربعِ مسکوں میں ہے مشہور جو حرفت انکی جس جگہ دیکھیے پھیلی ہے تجارت انکی
ان کے قابو میں سمندر ہے ہوا بس میں ہے
بارے جو چیز ہے وہ نامِ خدا بس میں ہے

الغرض اِس نئے فیشن سے ترقی ہوگی ہند میں وادیِ ایمن کی تجلی ہوگی
مغربی طرز کی جو بات ہے اچھی ہوگی سربلندی کے لیے ہیٹ کی کلغی ہوگی
مغربی رنگ جمے بوٹ پہنکر نکلیں
کوٹ پتلون کا ہم سوٹ پہنکر نکلیں

سبز میدان میں کرکٹ کہیں ٹینس کھیلیں گول فُٹ بال کا لارڈ بھر کے برابر لے لیں
علم کے واسطے کالج کی مصیبت جھیلیں یعنی لوہے کے چنے چاب کر پاپڑ بیلیں
تب کہیں دہر میں اسلام کی ہستی ہوگی
اپنے مذہب میں اگر قوم پرستی ہوگی

اولڈ فیشن

اگلے لوگوں کا یہ دعویٰ ہے وہی بات کرو ہوتی آئی ہے بزرگوں سے جو دن رات کرو
ہادیِ قوم جو ہیں اُن سے ملاقات کرو دور فیشن کے زمانے سے خیالات کرو
ہوگی قرآں کی تلاوت سے ترقی اپنی
پارسائی سے عبادت سے ترقی اپنی

یادِ خالق کی کرو خوب نمازی ہوکر زلفِ زاہد کی بڑھے شب کی درازی ہوکر
نازوالے بھی کریں ناز نیازی ہوکر اپنا الطاف بڑھے بندہ نوازی ہوکر
دھیان ہوا اپنے بزرگوں کے سبب کا دل میں
اپنے اخلاق و تمدن کا ادب کا دل میں

اپنی تاریخ ہے اسلاف کے افسانوں کی جسکی بنیاد پہ ہستی ہے مسلمانوں کی
کچھ خبر بھی ہے مشاہیر کے احسانوں کی مسجدیں سینکڑوں بنوائی تھیں میخانوں کی
ہیں مسلمان وہی ہند کے رہنے والے
کلمۂ پاکِ شہادت کے ہیں کہنے والے

دینِ اسلام کی جس وقت میں پابندی تھی شادمانی تھی میسر ہمیں خورسندی تھی
عقل بھی فہم بھی عزت بھی خردمندی تھی چاندنی رات کی ہر شہر میں نوچندی تھی

فارغ البال تھے تسلیم و رضا کے بندے
عیش و آرام کے مالک تھے خدا کے بندے

دہر میں کاشفِ اسرار نہانی ہم تھے
اور سر چشمۂ اعجاز بیانی ہم تھے
علم میں علم طبیعات کے بانی ہم تھے
بحث میں بحثِ سکندر کی نشانی ہم تھے
فلسفہ اور ریاضی تھا ہمارے گھر کا
نام لقمان و فلاطون تھا سارے گھر کا

دوئی کا نام نہ تھا دور تھا یکتائی کا
لطف توحید میں آجاتا تھا تنہائی کا
شوق تھا سب کو درِ حق کی جبیں سائی کا
دل قناعت سے غنی صبر و شکیبائی کا
شمع حسنِ نبوی جلوہ فگن تھی دل میں
نور پر نور برستا تھا ہر اک محفل میں

آجکل اُنس و محبت کا کہیں نام نہیں
بخشش و فیض و کرم جود و سخا عام نہیں
فائدہ بخشِ خلائق کا کوئی کام نہیں
اہلِ دولت کو بھی اس دور میں آرام نہیں
حرص غالب ہے قناعت سے پرے رہتے ہیں
اور فیشن کی ترقی پہ مرے رہتے ہیں

ہیٹ ہے کوٹ ہے پتلون ہے نکٹائی ہے
سائکل کا کوئی موٹر کا تماشائی ہے
مینا بازار میں اب انجمن آرائی ہے
جسکو دیکھو وہ نئے حُسن کا شیدائی ہے
روز ہوٹل میں جہاں بادہ پرستی ہوگی
غیر ممکن ہے وہاں قوم کی ہستی ہوگی

ایسی باتوں میں کبھی ہستی اسلام نہیں
مغربی طرز میں وحدت کا کہیں نام نہیں
اہلِ فیشن میں حقیقت کا سر انجام نہیں
روز روزی ہے یہاں روزہ کا کچھ کام نہیں
ہستی اسلام کی درکار اگر ہے تو کہو
روز قرآن پڑھو اپنے طریقوں پہ رہو

فیصلہ

الغرض دونوں فریقوں کی زبانی کچھ ہے
ہستی قوم کی دنیا میں کہانی کچھ ہے
زندگی کے لیے تجویز پرانی کچھ ہے
نوجوانوں کی مگر سحر بیانی کچھ ہے
دونوں سچے ہیں اگر دونوں میں یکتائی ہو
میل ہو اُنس ہو اخلاق ہو دانائی ہو

قوم بن جائیگی ایثار اگر ہو تم میں
قوم بن جائیگی غمخوار اگر ہو تم میں
ایک کا ایک طرفدار اگر ہو تم میں
ایک کا ایک مددگار اگر ہو تم میں
روز آپس میں لڑا کیجیے لہروں کی طرح
ایک ہوجاؤ مگر وقت پہ نہروں کی طرح

مغربی علم پڑھو مشرقی تہذیب رہے
جاؤ دنیا میں مگر قوم کی ترتیب رہے
اس زمانے میں ترقی کی یہ ترکیب رہے
تکمیل کا تکمیل ہو تادیب کی تادیب رہے
جتنے بچے ہیں یہاں غیرتِ سر سید ہوں
محسن الملک ہوں یا ڈپٹی نذیر احمد ہوں

اس طرح دہر میں اسلام کی ہستی ہوگی
رحمتِ ابرِ کرم گھر میں برستی ہوگی
اہلِ اسلام کی ہر شہر میں بستی ہوگی
عافیت قوم کے بازار میں سستی ہوگی
ہے خلیق جگر افگار کی آواز یہی
ایک ہو جائیے توحید کا ہے راز یہی

منشی عبدالخالق خلیق دہلوی

کیا پرندوں کا چھڑانا ثواب ہے؟

خالق عز و جل نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسکے واسطے ہژدہ ہزار عالم کو پیدا کیا۔ چرند، پرند، شجر، حجر سب انسان ہی کے واسطے ہیں۔ بعض اشیاء گو بادی النظر میں غیر مفید معلوم ہوتی ہیں مگر وہ بھی فوائد سے خالی نہیں مثل مشہور ہے گُدڑی نیم سے بھی پالا پڑتا ہے۔ پرندے بھی مخلوق خدا ہیں اور وہ ہزاروں قسم کے ہوتے ہیں مگر میں انسانی ضروریات کو ملحوظ رکھکر ان کو تین ۳ قسم پر تقسیم کرتا ہوں اولاً وہ پرندے ہیں جو اپنی سُریلی آواز اور دلکش نغموں سے انسان کے پژمردہ دل کو باغ باغ کر دیتے ہیں۔ ثانیاً وہ پرندے ہیں جو شرعاً حلال ہیں اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ثالثاً وہ پرندے ہیں جو ان دونوں قسموں سے علیحدہ ہیں اور بادی النظر میں غیر مفید معلوم ہوتے ہیں۔ میرا مندرجۂ عنوان سوال اسی موخر الذکر قسم سے متعلق ہے۔ چڑی مار ہر قسم کے جانور پکڑ لاتے ہیں کیونکہ انکا پیشہ ہی پکڑنے سے کام ہوتا ہے اول و دوم قسم کے پرندوں کے پکڑنے کی وجوہ تو صاف ظاہر ہیں عیاں راچہ بیاں۔ مگر موخر الذکر پرندوں کو پکڑ کر بے آب و دانہ دام قفس میں پھانسے رکھنا اگر ظلم نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک دن میں بازار جا رہا تھا۔ اتفاقاً چند چڑی مار نظر پڑے جن کے پاس مختلف قسم کے پرندے پنجروں اور جھولیوں میں پڑے تھے۔ اور اُن میں بہت زیادہ ایسے پرندے تھے جنکو محض طمع نفسانی کی وجہ سے دام قفس میں پھانسا گیا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چند ہندو مسلمان لوگوں نے ان جانوروں کو آدھ آنہ فی جانور دیکر چھُڑانا شروع کیا کیونکہ یہ حضرات اسکو ثواب عظیم سمجھتے ہیں مگر انکو خبر نہیں کہ ان جانوروں کے دام قفس میں پھنسنے کا باعث یہی حضرات ہیں مجھکو اُسی وقت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کا فتویٰ جو بھیک مانگنے والوں کی نسبت تھا یاد آیا جس میں تحریر ہے کہ ہٹے کٹے نوجوانوں کو جو بھیک مانگنے کے عادی ہوگئے ہیں بھیک دینا گناہ ہے بلکہ شرط ہے اگر انکو بھیک دی جائے تو آپ بھیک مانگیں اور محنت مزدوری کریں۔ میرے نزدیک یوہنی وہ حضرات جو پرندوں کا چھڑانا ثواب سمجھتے ہیں۔ اگر چڑیماروں سے پرندے نہ چھڑائے جائیں تو چڑیمار کبھی اس قسم کے پرندوں کو نہ پکڑیں اور اُن چڑیماروں کے بچے بھی فضول کام میں صَرف ہونے سے محفوظ رہیں اور تحسین کے کام آئیں۔ والسّلام علی من اتبع الھدیٰ ؎

عرفان علی رضوی

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

بے شک عقل والوں کے لیے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے

تذکرۃ السلف

استقامت

عرب، تقدس حاصل جسے کی قطعاتِ عالم میں
رہا ہے مدتوں مرکز جہالت کا حماقت کا

خدائی تھی بتوں کی آہ! اس ارضِ مقدس میں
کہ جس میں دور آنا تھا ابھی وحدت رسالت کا

نمونہ تھا جہنم کا یہ قطعہ ظلم و عصیاں سے
نشاں ڈھونڈے نہ ملتا تھا یہاں پر امن و راحت کا

اٹھا طوفان اک ظلم و ستم کا خاکِ بطحیٰ سے
سنایا وعظ جب حضرت نے توحید و رسالت کا

بپا محشر کیا ظلم و ستم کا اہل مکہ نے
عباد اللہ پر فتنہ اٹھایا بس قیامت کا

صدائے حق سے تھی جاہل پرستی نعل در آتش
کیا کفار نے مسلم پہ اب اظہار طاقت کا

عرب کا ذرہ ذرہ تک ہوا اسلام کا دشمن
محیطِ ارض یکسر ہو گیا بادل مصیبت کا

اتر آئے وہ گستاخی پہ حضرت کی (معاذ اللہ)
نہ بن آیا جواب ان سے جو قرآں کی فصاحت کا

ہزاروں ظلم ڈھائے اُف مسلمانوں کی جانوں پر
اٹھا رکھا نہ اک شمہ شرارت کا جہالت کا

رسول اللہ اور اصحاب تھے نرغۂ اعدا کے
بجز تائیدِ حق ساماں نہ تھا کوئی حفاظت کا

بہت بیباک تھی گستاخ تھی۔ اشرار مکہ کے
بنا تھا خانۂ اللہ تک مرکز ضلالت کا

دکھائیں آنکھیں کچھ اس طرح سے کفار مکہ نے
نہ تھا گویا مسلمانوں سے رشتہ بھی اخوت کا

بہت نازک تھی حالت ان دنوں اللہ والوں کی
یہی پہلا تھا موقع امتحان و استقامت کا

مگر بے سود تھیں یہ کوششیں کفار مکہ کی
نہ سرکا اپنے مرکز سے ذرا پاؤں صداقت کا

نقاہت جسکے حصہ میں تھی دعا بہ جہالت کی
غلامی اسکی قسمت میں تھی اصحاب شرارت کی

وہ خالِ چہرۂ مسلم۔ بلالِ مومنِ کامل
عرب تک کھینچ لائی تھی کشش جن کو رسالت کی

مقدر نے بنایا تھا انہیں بندہ امیہ کا
کہ جس نے کچھ کمی باقی نہ رکھی تھی شرارت کی

گلے میں ڈال کر رسی وہ کھنچواتا تھا لڑکوں سے
کہ یا د کفر سے بجھ جائیگی یہ شمع وحدت کی

لٹاتا تھا امیہ ان کو تپتی ریت پر اکثر
نکالی تھی یہ اس نے اک نئی صورت شرارت کی

پھر اس پر سنگدل رکھتا تھا پتھر انکے سینہ پر
کہ تا جھک جائے یا مذہب سے گردن صداقت کی

اسے اصرار تھا منکر ہو تو وحدت رسالت کا
یہی اس دشمنِ اسلام نے اکثر حماقت کی

ادھر زہر ہلاہل تھا ادھر تھا شہد کا پیالہ
طمع بھی لا رہا تھا درمیاں وہ مال و دولت کی

مگر بے سود تھی سب کفر پرور مسلم آرائی
یہاں کچھ پیش جاتی تھی نہ دولت کی نہ طاقت کی

بلالؓ عاشقِ اسلام سب کچھ جان پہ سہتے تھے
یہ آوازِ دل کہتے تھے وہ تکبیر و وحدت کی

احد۔ اللہ اکبر کا لگاتے تھے وہ جب نعرہ
تو مشرک بھی نظر آتے تھے اک تصویر حیرت کی

یہی حالت عقوبت کی رہی اس وقت تک قائم
کہ جبدن آنکر بوبکرؓ نے ان کی حمایت کی

خریدا آپ نے انکو امیہ سے بصد مشکل
کہ کاٹی بیخ ظلم اس طرح سے بڑی مصیبت کی

کیا آزاد پھر راہِ خدا میں آپ نے ان کو
دکھائی اس طرح سے شان اسلامی شرافت کی

فقط مسلم کا سینہ ہے خزینہ ایسی نعمت کا
نہیں نا اہل کو حاصل یہ دولت استقامت کی

(حکیم) مظفر حسین اظہر۔ دہلوی

حضرت عمرؓ کی بے تعصبی

حضرت عمرؓ اگرچہ مذہب کی مجسم تصویر تھے لیکن زاہد متقشف نہ تھے۔ اور آجکل کے مقدس لوگوں کی طرح تصلب اور سختی نہ تھی۔ ہمارے علما عیسائیوں کے برتن وغیرہ کا استعمال کرنا تقدس کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کی نسبت امام بخاری اور امام شافعی نے روایت کی ہے کہ توضّا من ماءٍ حمیمٍ جاء من عند نصرانیۃ۔ بغوی کی روایت اس سے زیادہ صاف ہے توضّا عمر من ماءٍ فی جرّ نصرانیۃ یعنی حضرت عمرؓ نے ایک عیسائی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کیا۔ بغوی نے حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ عیسائی جو پنیر بناتے ہیں اسکو کھاؤ۔ "عیسائیوں وغیرہ کا کھانا آجکل مکروہ اور ممنوع بتایا جاتا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے معاہدات میں یہ قاعدہ داخل کر دیا تھا کہ جب کسی مسلمان کا گذر ہو تو عیسائی اسکو تین دن مہمان رکھیں۔ آج غیر قوموں سے عداوت اور ضد رکھنے کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ مرتے مرتے بھی عیسائی اور یہودی رعایا کو نہ بھولے چنانچہ انکی نسبت رحم و ہمدردی کی جو وصیت کی وہ صحیح بخاری و کتاب الخراج وغیرہ میں مذکور ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے اس امر کو حضرت عمرؓ کے محاسن و فضائل میں شمار کیا ہے کہ وہ اہل ذمہ (یعنی وہ عیسائی اور یہودی جو مسلمانوں کے ملک میں بستے تھے) کیساتھ سلوک کرنے کی تاکید کرتے تھے چنانچہ شاہ صاحب کے خاص الفاظ یہ ہیں "و از آن جملہ آنکہ باحسان اہل ذمہ تاکید فرمود"

(ماخوذ از الفاروق حصہ دوم)

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

ابطال التنقید

بجواب اعتراضات مسافر آگرہ بر قرآن مجید

(از جناب مولٰنا سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری۔ مولوی فاضل و صدر الافاضل)

مسافر آگرہ آریہ صاحبان کا ایک مشہور و معتقد مذہبی اخبار ہے جو اپنا اہم ترین مقصد آریہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت بیان کرتا ہے۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ اپنے نیک اور قابل تعریف بلکہ قابل تقلید مقصد کے حصول کے لیے ہمارے محترم ہمعصر نے جن تحریری ذرائع کو اختیار کیا ہے وہ نہ صرف اخلاقی و تمدنی بلکہ عام مذہبی نقطۂ نظر سے بھی ناپسندیدہ اور غیر مفید نہیں کہے جا سکتے۔ جس طرح رفتار زمانہ کے اقتضاء سے تعلیم و تفہیم کے بہت سے اصول بدل گئے ہیں اسی طرح تبلیغ مذاہب اور تصحیح عقائد کے وسائل و ذرائع بھی اب وہ نہیں ہے جو چند سال قبل مفید و موثر سمجھے جاتے تھے۔ آجکل کسی مذہب کی حقانیت کا ثبوت دینے اور اُس کا دائرۂ ارشاد و ہدایت وسیع کرنے کے لیے سب سے پہلے اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان کی ترقی پذیر دینی و دنیاوی ضروریات اور جدید ترین اصول تہذیب و اصلاح کے لحاظ سے اُس مذہب کے محاسن و خصوصیات اور فوائد و برکات واضح طور پر ابنائے زماں کے دل نشین کردیے جائیں۔ اگر اعتراضات کی جانب توجہ کی جائے جو اُس مذہب کے اصول و تعلیمات کے متعلق دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں اور سب سے آخر میں اُس مذہب کے اصول و تعلیمات کا دوسرے مذاہب کے اصول و تعلیمات سے محققانہ اور منصفانہ موازنہ کرکے یہ دکھایا جائے کہ فلاں فلاں امور میں وہ مذہب اپنے زمانہ کے دوسرے مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے۔ جہاں تک ہم کو علم ہے (اور اس بارے میں ہم اپنے علم کے ناقص ہونے کے معترف ہیں کیونکہ معزز مسافر آگرہ کے مطالعہ کی عزت تھوڑے ہی عرصہ سے ہمکو حاصل ہوئی ہے) ہمارا پرجوش ہمعصر اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مندرجۂ بالا مفید و مؤثر اصول کی پروا نہیں کرتا۔ وہ آریہ مذہب کے محاسن و برکات کے اعلان و اظہار میں بہت بخل سے کام لیتا ہے (بخل کا لفظ ہم نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ ہمارے نزدیک دنیا کے دوسرے تمام مذہبوں کی طرح آریہ مذہب میں بھی بہت سی خوبیاں ہیں جن سے دنیا کو روشناس و مستفید کرنا ہر حامی مذہب کے لیے ضروری ہے) اور محض دوسرے مذاہب خصوصاً مذہب اسلام کی تنقیص و تحقیر کو اپنی کامیابی و مقصد برآری کے لیے کافی سمجھتا ہے۔ مگر شاید ہمارے معزز ہمعصر نے جوش تبلیغ میں اس حقیقت کو فراموش کردیا ہے کہ متبع مذہب اور پابند دین ہونے کی حیثیت سے آریہ۔ مسلمان۔ عیسائی اور موسائی سب برابر ہیں۔ اور دہریت و لامذہبی کا جو سیلاب ہمارے باہمی رخنہ اندازیوں کی وجہ سے مذہب کی دیواروں کو روز بروز تنگ و رکرتا چلا جارہا ہے اُس کی روک تھام کی کوشش کرنا پیروان ویدک دھرم کے لیے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا معتقدین اسلام و عیسائیت وغیرہ کیلیے۔ اگر (بزعم مسافر) محض قرآن مجید اور مذہب اسلام کے نقائص دکھا دینے سے ویدک دھرم کو تقویت پہنچ سکتی یا اُس کے پیروؤں کا دائرہ وسیع ہوسکتا تو ہم کو عام مذہبی مفاد کے خیال سے اپنے معزز ہمعصر کو فہمایش کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن ہمیں یقین ہے اور غالباً معزز مسافر کے قابل ایڈیٹر کو بھی تجربہ ہوگیا ہوگا کہ مناظرہ و مباحثہ کا جو طریقہ اُس نے اختیار کر رکھا ہے اُس سے سوائے اس کے کہ ادیان و مذاہب کے خلاف بدگمانیوں کو ترقی ہو یا بعض مذاہب کے پیروؤں کے جذبات مذہبی کو صدمہ پہنچے اور کوئی مفید نتیجہ آریہ نقطۂ نظر سے بھی مترتب نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہمیں امید ہے کہ ہمارا معزز ہمعصر اپنی روش میں کم از کم اتنی تبدیلی ضرور کردیگا کہ اسکی تحریرات بدنیتی و بے انصافی پر محمول نہ کی جائیں اور اُن سے آریہ مذہب کو بھی کوئی معتدبہ نقصان نہ پہنچ سکے۔

مندرجۂ ذیل مضمون ہماری استدعا پر جناب مولٰنا سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری نے اُس سلسلۂ مضامین کے جواب میں تحریر فرمایا ہے جو عرصہ سے "قرآن مجید پر تنقید" کے عنوان سے ہمعصر مسافر آگرہ میں شائع ہورہا ہے۔ مسافر کے اس سلسلۂ مضامین کے متعلق ہمکو عمومی حیثیت سے وہی شکایت ہے جس کا سطور بالا میں ذکر کیا جاچکا ہے۔ یعنی ان مضمونوں میں تنقید پر تنقید نہیں بلکہ قرآن مجید کی مخالفت کی جاتی ہے اور مخالفت بھی اس لیے نہیں کہ اُس سے آریہ مذہب کے محاسن و خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس لیے کہ اُس سے قرآن مجید اور اسلام کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور مسافر کے مسلمان ناظرین کے جذبات مذہبی کو صدمہ پہنچتا ہے۔ اس قسم کے مضمونوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینا ہمارے نزدیک انصاف و دیانت

بلکہ گستاخانہ ہے اس لیے ہم اُن اسلامی معاصرین کے رویّہ کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں جو ہمعصر مسافر کے دل آزار حملوں سے برافروختہ ہوکر غیظ و غضب کے جوش میں ۔ق جادۂ ہالتی ھی احسن کے ارشاد پاک کو بھول جاتے ہیں اور بھی تا قیام تحریر سے بجائے اسکے غیر مسلموں کے جذبات مذہبی کو تکلیف دیتے ہیں۔ بے شک ہمعصر مسافر کی "تنقید قرآن" میں بہت سے اعتراضات غیر وارد اور بہت سے حملے بانیٔ تہذیب و متانت سے گرے ہوئے ہیں۔ لیکن دنیا بھی اب ایسی بے وقوف نہیں رہی ہے کہ وہ اِس قسم کے اعتراضات اور الفاظ سے متاثر ہوکر قرآن حکیم کے خلاف یا اپنے مذہب کے موافق کوئی غلطی رائے قائم کرسکے۔ اسلیے ہمارے نزدیک ہمعصر مسافر کی "تنقید" کا جواب لکھنے والوں کو اس کے لغو و مہمل اعتراضات کی طرف توجہ کرنی چاہیے جن سے نا واقفوں کے دلوں میں قرآن کریم کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونیکا اندیشہ ہو۔ یا جن سے حقائق و معارف قرآن حکیم پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہو۔

ہم جناب مولینا سید محمد [illegible] صاحب زندگی پوری مدت فیہ منہم کے ممنون ہیں کہ آپ نے باوجود سالہا سال کی طویل و خطرناک علالت اور بے حد عدیم الفرصتی کے اُسوۂ حسنہ کی روش مخصوص کو مدنظر رکھکر ہمعصر مسافر آگرہ کے اہم اعتراضات کے جواب میں متین اور سنجیدہ مضامین لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ سردست آپ نے ہمعصر مسافر کے دو نمبروں کے جوابات قلم برداشتہ لکھکر ارسال فرمائے ہیں۔ مگر یہ جوابات اِس قدر مفصل اور طویل ہیں کہ ہم کو فاضل مضمون نگار کی اجازت سے اِن کو بہت کچھ مختصر کرنا پڑا۔ اور پھر بھی اُسوۂ حسنہ کے ایک نمبر میں ان کو تمام و کمال درج کرنے کی گنجایش نہ نکل سکی۔ اِس لیے ہم مولینا محمد و ح کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آئندہ اس امر کا اہتمام فرمائیں کہ ہمعصر مسافر کے چار نمبروں کے جوابات حتی الامکان اُسوۂ حسنہ کے چار صفحوں سے زائد نہوں۔ ہمکو یقین ہے کہ جس خوبی سے فاضل مضمون نگار نے مفصل جوابات لکھے ہیں اُسی خوبی سے وہ مختصر اور مکمل جوابات لکھنے پر بھی قادر ہیں۔

آخر میں ہم اپنے معزز ہمعصر مسافر آگرہ کے یہ گوش گزار کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقصود اِس سلسلۂ مضامین کی اشاعت سے محض قرآن حکیم کی خدمت کرنا ہے نہ کہ مناظرہ و مجادلہ بازی میں وقت ضائع کرنا۔ چونکہ آجکل کے نوجوان مسلمانوں کی طبیعتوں میں بھی فلسفۂ مذہب اور اصول اسلام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کے متعلق بعض شکوک شبہات اُسی قسم کے پیدا ہونے ہیں جس قسم کے اعتراضات مسافر آگرہ میں کیے جاتے ہیں اِس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ ایک سلسلۂ مضامین اُسوۂ حسنہ میں مستقل طور پر ایسا بھی شروع کردیا جائے جس سے نا واقفوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا رہے۔ امید ہے کہ ناظرین اُسوۂ حسنہ اِس سلسلہ کو پسند کرینگے اور منصف مزاج غیر مسلموں کو اُسکے ذریعہ سے اسلام کی تعلیمات کا اپنے مذہبوں کی تعلیمات سے موازنہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

ایڈیٹر

[حاشیہ:] ہو دل آزار حملوں اور غیظ و غضب و بالکل غیر ذمہ دارانہ طرز کے صرف اُن اعتراضات

نبی کے بعد اُس کے حکم کی اطاعت کیونکر ممکن ہے؟

قرآن مجید کی دو آیتیں اور مسافر آگرہ کی اُن پر تنقید

اِس وقت ۱۵ دسمبر ۱۹۱۹ء کا اخبار "مسافر" ہمارے پیش نظر ہے جس میں اُس نے "پیغام صلح" کو مخاطب کرکے یہ دو آیتیں مع ترجمہ لکھی ہیں۔

(آیت اولے) وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝

(آیت ثانیہ) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

ترجمہ "اور ہمنے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ خدا کے حکم سے لوگ اسکی اطاعت کریں۔ اور (اے رسول) جب اِن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اگر تمہارے پاس چلے آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول (تم بھی) اُن کی مغفرت چاہتے تو بے شک وہ خدا کو بڑا توبہ قبول کرنے والا پاتے۔ پس (اے رسول) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے نہ ہونگے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حکم نہ بنادیں۔ پھر (یہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے دلتنگ نہوں اور خوش خوش اِس کو مان لیں"

مسافر اِس پر تنقید کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"پہلی آیت کا مطلب ہے کہ جو رسول آتے ہیں وہ اسی لیے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ ان کا حکم مانیں" اور دوسری میں فرمایا جاتا ہے کہ "اے محمد جب تک یہ لوگ تجھے انصاف کرنیکے لیے اپنا حاکم نہ بنائینگے وہ ہرگز ایماندار نہ ہوسکیں گے"

"کیسی لطیف منطق ہے کہ اوّل تو سب اپنے فیصلوں کے لیے آنحضرت کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور پھر اِن فیصلہ جات سے مطمئن ہونا بھی ہوگا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اِس آیت کا فی زمانہ کیا اثر ہے کیونکہ اِس وقت نہ آنحضرت ہی موجود ہیں اور نہ اُن کا کوئی جانشین ہی موجود ہے ایسی صورت میں لوگ اپنا انصاف کس سے کرائیں"

ا۔ تمہید جواب اعتراض

ا۔ یہ آیات فلسفۂ تمدن کے اصول کیطرف رہنمائی کرتی ہیں

اِن دونوں آیتوں میں فلسفۂ تمدن کے اصول کی طرف اشارہ ہے جس سے نبی کی ضرورت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اِسکا مختصر بیان یہ ہے کہ ہر رسول کی بعثت صرف اسلیے ہوتی ہے کہ لوگ اسکی اطاعت کریں اور اسکے حکم کے موافق عمل درآمد کرکے اپنی زندگی کے حالات کو درست کریں۔ اس بیان میں بہت بڑے مسئلہ سیاسی بلکہ مسئلۂ عقلی کو طے کیا ہے اور وہ یہ کہ بنی آدم چونکہ تمدنی مزاج رکھتے ہیں جب تک ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوکر اسباب معیشت کو مہیا نہ کریں انسانی زندگی کبھی خوبی سے بسر نہیں ہوسکتی کسی کو لازم ہے کہ زراعت کرے کسی کو فرصت ہے کہ تجارت کرے۔ کسی کا فرض ہے کہ صناعت و حرفت کرے۔ کوئی کسی کیلیے لباس مہیا کرے تو کوئی کسی کے لیے طعام۔ کوئی کسی کیلیے گرمی کے واسطے اسباب مہیا کرے تو کوئی کسی کے لیے موسم سرما کے اسباب۔ غرض دنیوی زندگی بغیر مشارکت باہمی کے بسر نہیں ہوسکتی مگر چونکہ ہر شخص اپنے ہی نفع کو ملحوظ رکھتا ہے اور اپنی ہی جانب

فائدہ کے حصول کا خواہشمند رہتا ہے۔ لہٰذا منازعت کا پیدا ہوجانا بہت آسان ہے جو مشاہدہ و محسوس ہے کہ ذرا ذرا سے معاملات میں باہم نزاع و فساد و جنگ و جدال کی نوبت آ جایا کرتی ہے۔ اور اگر اسکو اسطرح رہنے دیا جائے تو تھوڑے ہی زمانہ میں نسل انسانی کا خاتمہ ہو جائے اور سب لوگ لڑ مر کر فنا ہو جائیں۔ ایسی صورت میں حکیم علی الاطلاق اور خالق عالم کی حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ جب انسانی زندگی کو اس نے متمدنی بنایا ہے تو کوئی نہ کوئی قانون بھی ان کے لیے ایسا بنا دے جسکے مطابق عمل کرنے سے لوگ با آسائش اپنی زندگانی کے امور کو انجام دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضرور ہے کہ اس قانون کے پہنچانے کیلیے کوئی ایسا متدین۔ با ایمان۔ عاقل اور نیک نفس آدمی مقرر کیا جائے جس پر ساری طور سے ہر شخص اطمینان کر سکے اور اپنے منازعات میں اسے حکم بناکر رفع فساد کر سکے۔

۴ ۔ ضرورت نبی پر استدلال اور نبی کی صفات | یہ بات اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک چند باتیں اس شخص میں نہ ہوں۔

۱ ۔ وہ شخص عادل ہو جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر فرد بشر کے واجبی حقوق کا پورا خیال رکھتا ہو۔ جھوٹ نہ بولتا ہو۔ غیبت نہ کرتا ہو۔ بدکار نہ ہو۔ شراب خوار نہ ہو خودغرض نہ ہو۔ نفس پرست نہ ہو۔ بندۂ ہوس نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲ ۔ اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عاقل ہو۔ فہم و فراست میں سب سے بالاتر ہو تاکہ ہر شخص کی ضرورتوں کو عقل کی میزان میں تول کر اُسکے منازعات کا فیصلہ کر سکے۔

۳ ۔ طالب جاہ و منصب نہ ہو اور جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے سب کو ایک قانون مساوات کے اندر سمجھتا ہو۔

۴ ۔ سہو و نسیان سے بھی محفوظ ہو۔ تاکہ دفعات قانون الٰہیہ میں اُسکو بھول چوک نہ واقع ہو۔ اور کچھ کا کچھ حکم نہ بیان کر جائے۔

۵ ۔ خالق کل اور صانع عالم کی طرف سے کوئی سرٹیفکٹ بھی ایسا رکھتا ہو جسے دیکھکر عام لوگ سمجھ سکیں کہ بالضرور یہ شخص ہمارے خدا کا بھیجا ہوا ہے اور ہماری اصلاح کیلیے آیا ہے۔

۶ ۔ اسکے انداز بسر برد زندگی ایسے ہوں کہ ہر شخص کو اسکے اعمال و اقوال پر پورا بھروسہ کرنے کی کافی وجہ مل سکے۔

جب ایسا شخص لوگوں کے درمیان ظاہر ہو تو عقل کا فیصلہ صحیح یہی ہے کہ اس کے قول و فعل کو تسلیم کریں۔ اسکے امر و نہی پر عمل کریں۔ اسکے وعد و وعید کو سچ سمجھیں۔ اسپر کافی اطمینان کرکے اپنے نزاعات کے فیصلہ کو اسکی رائے پر چھوڑ دیں۔ اگر وہ صلح کل کا حکم دے تو صلح کریں۔ اگر وہ کسی موقع پر جنگ کا حکم دے تو جنگ کریں۔ کیونکہ اُس کا حکم ہمیشہ عاقلانہ ہوگا اور جو کچھ وہ کہیگا وہ خالق عالم ہی کا حکم ہوگا۔

۳ ۔ آیۂ اوّل کا جزو اوّل اور اس کی جامعیت | اسی مسئلہ کو اس مختصر جملہ میں پروردگار عالم نے ادا فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (النساء ۹ ع) ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ ہمارے اذن سے لوگ اسکی اطاعت کریں اور اسکے احکام اوامر و نواہی پر عمل کرنا اپنا فرض اولین سمجھیں۔ کیونکہ اگر اسکے احکام کو نہ مانا تو لامحالہ تنازعات قائم رہینگے اور نتیجہ وہی ہوگا جو اسکے نہونے کی حالت میں ہوتا۔ لیکن حکیم علی الاطلاق ایسا نہیں کر سکتا کہ بندوں کے حالات منتشر ہوں۔ لہٰذا اپنا پیغامبر ضرور مقرر کرتا ہے۔ تاکہ اسکی فرمانبرداری کے بعد کسی کو کسی سے ضرر نہ پہنچ سکے اور ہر شخص اپنے امور میں اس سے مدد لے سکے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

۲ ۔ اصل اعتراض کا جواب

۴ ۔ نبی کی اطاعت اسکے بعد بھی ہو سکتی ہے | اب یہ خیال کہ "یہ امور صرف اسکی زندگی ہی میں پورے ہو سکتے ہیں۔ اسکے مرنے کے نہیں ہو سکتے" غلط ہے۔ کیونکہ اطاعت کے واسطے اسی کا زندہ رہنا لازم نہیں بلکہ اسکے اقوال و احکام جو حکیمانہ اور عاقلانہ ہونگے اسکے مرنے کے بعد بھی ہر شخص کی راہنمائی کا کام دے سکیں گے۔

۵ ۔ شریعت محمدی کی اکملیت اور افضلیت | اسوقت چونکہ بحث صرف جناب سرور کائنات محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہے۔ اسلیے ہم بتائے دیتے ہیں کہ آپکی شریعت کو خدا تعالیٰ نے اس قدر مکمل بنا کر بھیجا ہے کہ قیامت تک پھر کسی دوسری شریعت کی حاجت نہ ہو۔ اس شریعت نے انسانی ضروریات کی ایک عظیم الشان اور طویل فہرست پیش نظر رکھکر کل احکام جزئیہ و کلیہ کو مرتب کیا ہے۔ کوئی سوال دنیا میں ایسا پیش نہیں آ سکتا جس کا حکم اور جواب اسلامی شریعت نے پہلے ہی سے نہ بتا دیا ہو اور وہ اسلامی کتب میں مذکور نہ ہو۔ یہ خصوصیت کسی دوسری شریعت یا دوسری کتاب میں نہیں ہے۔ اور اس امر کی توضیح کسی دوسرے موقع پر ہو سکتی ہے۔

۶ ۔ یہ آیتیں عام ہیں انکی تعمیل کسی زمانۂ خاص کے ساتھ مخصوص نہیں | ایسی صورت میں ہر انسان عاقل کا فرض ہے کہ وہ اس شریعت کے احکام کو جو بین حکم رسول ہیں اپنا پیشرو بنائے اور اپنی زندگی کی اصلاح و درستی کے لیے ہمیشہ انہیں پیش نظر رکھے اسی کا نام اطاعت ہے اور یہی مطلب ہے اس آیۂ کا کہ "ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسلیے کہ لوگ اُسکی فرمانبرداری کریں"۔ لہٰذا ہمارے اس رسول کی فرمانبرداری بھی ہر شخص پر فرض ہے۔ اور وہ اسکی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں آسانی سے ممکن ہے۔ اسکے اقوال موجود ہیں۔ اسکے احکام قلمبند ہیں۔ اسکے فیصلجات محفوظ ہیں۔ صرف اطاعت کی ضرورت ہے جو انسانوں پر لازم ہے۔ ہاں اگر اطاعت کے لیے اُسکی زندگی ہی کی ضرورت ہوتی یا اسکے اقوال و احکام موجود و معلوم نہوتے تو البتہ یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ یہ آیت اس زمانہ میں بیکار ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اطاعت کے واسطے مُطاع کی زندگی لازم نہیں اور نہ رسول اکرم کے اقوال و احکام ہی نامعلوم ہیں۔ البتہ اس امر کے جتلانے کی ہر وقت ضرورت ہے کہ "ایہا الناس! تم لوگ ہمارے رسول کی اطاعت کرو" اور وہ اس آیت سے۔ ہر زمانہ۔ ہر موسم۔ ہر وقت اور ہر ساعت میں پورا ہو رہا ہے لہٰذا ایک منٹ کے لیے بھی یہ آیت بیکار نہیں اور نہ اُس پر الزام عبثیت کا عائد ہو سکتا ہے۔

۳ ۔ آیات معترض علیہا کے محاسن عقلیہ

ہمنے ما فوق کے اصل اعتراض کا جواب کافی و وافی دیدیا ہے اور اسکے ساتھ ہی آیات معترض علیہا کی خوبی و جامعیت بھی مجملاً بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم ان آیات کی مزید خوبیاں دکھاتے ہیں جن سے اُنکی تعلیم کا عالمگیر ہونا واضح ہوتا ہے۔

۷ ۔ پہلی خوبی ۔ اللہ تعالیٰ کی نیکی ہو کریں | آیۂ اول سے مستنبط ہوتا ہے کہ گناہ کے بعد اگر کوئی شخص خدا سے معافی مانگے تو وہ اسے بخش دیتا ہے۔ بشرطیکہ گرفتاری الفضل سمیع

سے بچاؤ۔ معصیت ہی ہو چونکہ معصیت کا اثر انسان ہی کے نفس پر پڑتا ہے۔ اور وہی اسکی عقوبت بھگتتا ہے۔ تو در اصل وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے جس طرح کسی شخص کے ظلم سے دوسرے انسان کو زحمت پہنچتی ہے۔ اور وہ ظالم کہا جاتا ہے اسی طرح وہ شخص اپنے نفس کو زحمت پہنچانے کے سبب ظالم کہا گیا ہے۔ بہرحال اس آیت میں کمال ترحم اور شفقت کا پروردگار عالم کی طرف سے اظہار کیا گیا ہے جس سے بالاتر متصور نہیں۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ ایسا رحیم و کریم ہے کہ باوجودیکہ انسان اسکی مخالفت کرتا اور اسکی نافرمانی کے میدان میں اپنی حد سے تجاوز ہو کر بعد مزن ہوتا ہے۔ حالانکہ شب و روز اسکی نعمتوں میں بسر کرتا اور ہر آن اسکی رحمتوں کا محتاج رہتا ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ ہرگز اسکو معافی نہ دی جائے۔ مگر جس وقت بھی دل سے معافی مانگتا ہے معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسکا قانون یہ نہیں کہ ہر گناہ کی سزا مل ہی جائے بلکہ توبہ و انابت ہی اسکے سرکشانہ اعمال کا بدلہ ہو سکتی ہے جسکی تفصیل اپنے محل پر موجود ہے۔

۸۔ **دوسری خوبی (خدا ترسی کی ضرورت)** دوسرا امر جو بھی مستنبط ہوا کہ آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خالق کی ناراضی سے خوفزدہ رہے۔ اور اسکی سزاؤں سے جو نہایت سخت ہیں ڈرتا رہے یہ بات ہدایت استغفار سے سمجھ میں آئی یعنی اگر انسان خدا کی سزا سے خوف ہی نہ رکھیگا تو اس سے اپنے اعمال بد کی معافی کا خواستگار کیوں ہوگا۔

۹۔ **تیسری خوبی (استغفار کا اثر تمدن پر)** یہ ہدایت استغفار حکمت تمدن میں بھی نہایت کارآمد ہے کیونکہ اس سے خود بخود انسان کے حالات زندگی درست ہو سکتے ہیں۔ جس وقت اُسے اپنے اعمال قبیحہ کی طرف توجہ ہوگی اور معاً یہ خیال گزریگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کاموں کے مرتکب ہو کر سزا کے مستحق بنیں تو لامحالہ اُسکی عقل ان کاموں کے ترک کی اسے ہدایت کریگی اور اس طرح وہ نیکوکار اور خوش اعمال بن سکیگا جس سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کا اثر محدود زمانہ تک کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں ہر شخص اس سے مساوی فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور کسی وقت بھی یہ آیت بیکار نہیں ثابت ہو سکتی۔ لہٰذا مسافر آگرہ کا یہ خیال کہ "وہ تعلیم جسکا حکم ایک خاص زمانہ اور ایک خاص قوم تک محدود ہو سے کوئی عقل سلیم کیسے عالمگیر تسلیم کر سکتی ہے؟" صحیح نہیں اسلیے کہ اسکی سمجھ میں آیت مذکورہ کا یہ نکتہ ہرگز نہیں آیا ہے جسے ہم نے کسی قدر توضیح کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا ہرگز آیت کا مفہوم محدود زمانہ اور محدود قوم سے متعلق نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے آدمیوں کے لیے خواہ وہ کسی وقت میں پیدا ہوں عام ہے۔ لہٰذا اس تعلیم کا عالمگیر ہونا ہر وقت محفوظ رہیگا۔ اور کوئی زمانہ اور کوئی قوم اپنی ذات پر اُسے کھلے نہیں کر سکتی۔ ہم حقیقت استغفار کو کسی دوسرے موقع پر مفصل بیان کرینگے۔

۱۰۔ **چوتھی خوبی (شان نبی کی رعایت)** چوتھی بات جو اس آیت سے مستنبط ہوئی وہ شان نبی یا ہادی دین کی رعایت اور اُسکا عدو درجہ ملحوظ رکھنا ہے۔ جو تمدن کے لیے نہایت لازم اور بقائے نظام عالم کیلیے بے حد ضروری ہے۔ اسلیے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ جسکا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے ہادی اور نبی کو جو خدا کا بھیجا ہوا ہے اپنے ہر کام میں [illegible] خصوصاً خدا تعالیٰ کے معاملہ میں۔ اور اُس سے درخواست کریں کہ وہ بھی انکی معافی کی خواہش انکی جناب میں کرے [illegible] اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لوگ اسے سچا رسول اور خدا کا مقرب نہ سمجھیں اور جب ایسا سمجھیں گے تو لامحالہ اُسے واجب التسلیم اور اسکے احکام کو واجب التعمیل جانینگے۔ اور جب ایسا ہوگا تو یقیناً انکے نظام زندگی کے امور ٹھیک ٹھیک واقع ہونگے جو غرض اصلی رسول کی بعثت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مذکورہ کسی محدود زمانہ اور محدود قوم کیلیے خاص نہیں ہوئی بلکہ ہر زمانہ والے اس سے برابر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۱۱۔ **پانچویں خوبی (ہادی دین کے فیصلہ پر اطمینان کی ضرورت)** پانچویں بات جو اس بیان سے سمجھی گئی وہ یہ ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ جسکو وہ حَکَم بنائے اُسکے فیصلہ پر پورا اطمینان رکھتا ہو۔ ورنہ اگر مطمئن نہیں ہے۔ تو ہرگز اُسکا حکم تسلیم کرنا کیلیے اس کا نفس اجازت نہ دیگا اور اس وقت ایک اضطراب قلبی قائم رہیگا جو اسکے احوال زندگی کو متغیر رکھنے کیلیے کافی ہے۔ پس ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے لیے شریع ایسا تجویز کرے جو بالکل قابل اطمینان ہو اور پھر اسکے فیصلہ کو منصفانہ تسلیم کرے اور یہ بات اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جبتک اُس حَکَم کو عادل اور منجانب اللہ تسلیم کرے اسی لیے اسلام نے انبیا کو واسطے کمال عدالت اور امانت و دیانت کو شرطاً لازم ٹھہرایا ہے کیونکہ بغیر اسکے سکون نفس پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ انسان نے اپنے حکم یعنی رسول کو امین [illegible] اور عادل مان لیا تو ہر زمانہ میں اسے حق حاصل ہے کہ اسکے احکام کو اپنا پیشرو اور ہادی بنا رکھے خواہ اسکی زندگی میں ہو یا اسکے مرنے کے بعد۔ اس امر کی توضیح دوسری آیت (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ) میں کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے بھی آیتیں مذکورہ کسی خاص قوم یا زمانہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ اُن کی ہدایت بنی نوع انسان کی اپنے دامن میں لیے ہوئے قیامت تک کی رہنمائی کی ذمہ دار ہیں۔

۴۔ تتمۂ اعتراض مسافر اور اُس کا جواب

۱۲۔ **مسافر کا استعجاب** مسافر آگرہ کہتا ہے "وہ کیسی لطیف منطق ہے کہ اول تو سب کو اپنے فیصلوں کیلیے آنحضرت کیطرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور پھر ان فیصلہ جات سے مطمئن ہونا بھی ہوگا۔"

۱۳۔ **رد استعجاب** سمجھ میں نہیں آتا "اس لطیف منطق" میں مسافر کو کیا عذر ہے اور کیوں یہ بات اعتراض سمجھی گئی؟ کیا اگر یہ بات تسلیم ہو جائے کہ فلاں شخص بالضرور حکیم۔ عادل اور خیر خواہ بشر ہے نیز اسکے پاس ایسی سندات بھی ہیں جنکے ذریعہ سے وہ اپنے آپ کو خدا کا مقرب اور بھیجا ثابت کرتا ہے تو کیا اہل دنیا کا فرض نہ ہوگا کہ ایسے شخص کیطرف عموماً اپنے فیصلوں کیلیے رجوع کریں اور کیا بعد اس کے عقل اجازت دیگی کہ اس کے سوا کسی اور کو جو ایسی صفت کا نہ ہو فیصلہ کیلیے تجویز کریں؟ ہرگز نہیں۔ ہاں جو لوگ اپنی کم عقلی کی وجہ سے (نہ کہ از راہ تمرد و سرکشی) اسکی قابلیت اور صداقت کو سمجھ نہیں سکتے وہ معذور ہیں لیکن ان اوصاف کے ثابت ہو جانے اُنکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے یا معتبر ذرائع سے اُنکی تحقیق کر لینے کے بعد اسکی مخالفت یا اس سے [illegible] عقل کے نزدیک کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ پھر چونکہ یہ حکم انہی لوگوں کی طرف متوجہ ہے جو اسے [illegible] کے ساتھ متصف مان چکے ہیں۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے فیصلوں کے لیے اسی کیطرف رجوع [illegible]

۱۴۔ **نبی کے فیصلہ پر مطمئن نہ ہونا یقیناً بے دینی ہے** یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ کسی فرد انسانی کو نبی یا رسول تسلیم کر لینے کے بعد اس کے فیصلہ جات سے اطمینان کامل اور مطلق حاصل کر لیا جائے۔ اس لیے کہ اُس وقت میں اُس کا حکم عین حکم حق سمجھا جائیگا اور اُس کا فیصلہ عین فیصلۂ الٰہیہ پھر کیوں مطمئن ہونا لازم نہ ہوگا [illegible] حالت میں باوجود ادعائے اسلام نبی کے فیصلہ کو دل سے تسلیم نہ کرنا یقیناً [illegible] کا انکار اور بے دینی ہے۔

(باقی آئندہ)

[illegible]

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے قرآن کو دین و ایمان جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ٹرکی ایران ترکستان افغانستان میں ملکی زبان میں ترجمہ قرآن مجید شایع نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ملکوں میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی شریف مسلمان ایسا نہیں کہ ذی علم ہے اور قرآن عربی کو سمجھ نہیں سکتا [illegible] یہ صرف آج کل کا ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی سمجھنے سے قاصر ہیں اور اسی ضرورت پر علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی جملہ تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے۔ پورے قرآن مجید کا ایک بامحاورہ اردو ترجمہ عبارت قرآنی سے علیحدہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے [illegible] مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شایع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ نہایت بسیط لکھا ہے جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں:-

(۱) ترجمہ کرنے کا خیال کب اور کیوں پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانہ ماضی اور زمانۂ اخیر میں (۳) زمانۂ حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم کے خیالات مختلف (۵) مولانا نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ (۶) تراجم موجودہ کی اشاعت کے اسباب (۷) ترجمہ کی دقتیں (۸) مختلف ترجمے (۹) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصول مذاہب مختلف (۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب آسمانی اور پیغمبر (۱۳) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۴) حضرت جبرئیل اور نزول قرآن (۱۵) رسالت اور آنحضرت محمد (۱۶) قرآن مجید کا نزول (۱۷) قرآن کی سورتیں اور آیتیں (۱۸) تدوین قرآن (۱۹) اعراب قرآنی (۲۰) قرآن کے تیس پارے (۲۱) متضاد احکام قرآن میں نہیں ہیں (۲۲) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۳) مکرر باتیں قرآن میں (۲۴) قرآن کے مضامین کا ہمکنا (۲۵) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ اسلام بھی دیکھنا چاہیے۔ (۲۶) برکات اسلام (۲۷) چند احکام قرآنی جن پر صرف یورپ کے مہذب لوگوں کا عمل ہے (۲۸) برکات اسلام کے لئے تاریخ اسلام بھی دیکھنا چاہیے (۲۹) معجزات (۳۰) مؤلف کی معذرت (۳۱) آیات قرآنی میں علماء کا اختلاف (۳۲) درخواست مسلمانوں سے۔

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے اور جتنے مسائل مذہبی قرآن سے نکلتے ہیں ان کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور اختلافات قرأت یا علماء حنفی المذہب و اہل تشیع میں جو مسائل فقہ مختلف فیہ ہو گئے ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق جو ترجمہ اختلافی ہیں یا علماء حنفی المذہب نے باہمی اختلافات کئے ہیں حاشیہ زیریں میں سب کا بیان ہے تاکہ ترجمہ سب مذاہب کے لئے یکساں مفید ہو لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو سنی حنفی المذہب کے موافق ہو کیونکہ انہیں کی کثرت ہندوستان میں ہے۔

فارسی و اردو کے قدیم ترجمے اور اردو کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کرکے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان صحیح ترین ترجمہ اسے کہنا بیجا ہے۔ یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ علامہ نے [illegible] برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے۔ بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اوّل اوّل [illegible] میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ شایع کیا تھا اس سے چار برس کے بعد [illegible] میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شایع ہوا تھا پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے اور اسکا نتیجہ ظاہر ہوا ہے ناظرین کلام مجید کو دیکھکر انشاء اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ دیر آید درست آید۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ بذریعہ وی۔ پی طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور کم سے کم اتنا تو ہو کہ یہ ترجمہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے ہاتھوں میں پہونچکر اشتہار کا باعث ہو۔ ملحوظ رہے کہ یہ ترجمہ سلیس زبان میں عام فہم طریقہ پر جسکے لئے علامہ کی تحریرات خاص شہرت رکھتی ہیں کیا گیا ہے

ہدیہ قیمت فی جلد مذہب تین روپیہ (للعہ) (نوٹ) یہاں سینکڑوں ہزاروں روپیہ اور کاموں میں خرچ ہوتے ہیں اگر تین روپیہ قرآن کے سمجھنے میں خرچ ہوں تو کیا بیجا ہے

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید [illegible]	اردو	مذہب اسلام	۱۲۰۰	۷ر	ے	مجلد
۲	تاریخ الاسلام	اردو	مذہب اسلام	۹۰۰	سے	للعہ	مجلد [illegible]
۳	الاسلام	اردو	[illegible]	۸۰۰	سے	۲	[illegible]
۴	[illegible]	اردو	مذہب اسلام	۲۷۰	[illegible]	۱۰ر	[illegible]
۵	[illegible]	اردو	[illegible]	۱۹۰	عہ	عہ	٠
۶	[illegible]	اردو	[illegible]	۲۰	۱۰ر	۱۰ر	٠
۷	نشتر سخن	[illegible]	[illegible]	۸۰	[illegible]	[illegible]	٠
۸	زبان اردو	اردو	پالیٹکس	۳۲	۲ر	۲ر	٠
۹	[illegible]	انگریزی	٠	۱۸	۴ر	۲ر	٠
۱۰	[illegible]	٠	٠	۴۴	۴ر	۲ر	٠
۱۱	شرح [illegible]	اردو	[illegible]	۴۴۴	[illegible]	[illegible]	مجلد
۱۲	[illegible]	انگریزی	٠	۴۰۰	[illegible]	۲ر	٠
۱۳	[illegible]	٠	٠	۴۲۴	[illegible]	[illegible]	٠
۱۴	[illegible]	٠	٠	۴۴۴	[illegible]	[illegible]	٠

المشتہر عبد الواحد خان مینجر قاضی اینڈ کمپنی گورکھپور



او سر اپردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ،
حسن سیرت و معاشرت کا روحانی خطیب، اخلاقی و
تمدنی امراض کا مذہبی معالج، مسلمان مردوں کا رہبر، عورتوں کا
معلم، بچوں کا اتالیق، مفید اصلاحی مضامین کا دلکش مجموعہ
ہر شمسی مہینے کی پہلی تاریخ کو شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے
سالانہ چندہ مع محصولڈاک
قسم اول ۔ قسم دوم
قیمت فی پرچہ
محال است سعدی کہ راہ صفا + تواں رفت جز در پے مصطفےٰ
خلاف پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسوۂ حسنہ کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ مسلمان حقیقی اور سچے مسلمان بن جائیں یعنی محض زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار سے بھی وہ مسلمان ہوں جس کا ثبوت دیں۔ قرآن پاک کے حقایق و معارف اور اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ خوف خدا اور عظمت رسول کو معاشرت و تمدن میں بنیاد بنا کر جائیں۔ اسلام کی رسی کو مضبوط تھام کر دنیاوی ترقی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ نہ کریں تعصب اور کورانہ تقلید سے بچتے رہیں۔ صاف سمجھیں غیر مسلم اقوام کی اچھی اور مفید باتوں کے اختیار کرنے میں [illegible] آباؤ اجداد کی مفید و جاہلانہ رسوم کو چھوڑ دیں جو کہ عیوب ہیں [illegible] افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کے مسلک پر آجائیں وقت وقت اور قوت [illegible] اپنے ہاتھوں کو [illegible] اپنی قومیت کی بنیادوں کو متزلزل نہ کریں۔ خانہ جنگیوں [illegible] اتفاق [illegible] اپنے شکستہ قومی قلعہ کو اتحاد و اتفاق اور ہمدردی و خلوص کی آہنی حصار سے مستحکم و محفوظ کرلیں [illegible] کاہلی اور خیالی پلاؤ پکانے کی عادت چھوڑ دیں [illegible] مستقل مزاج اور کفایت شعار بن جائیں۔ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالیں اپنی مدد آپ کرنا سیکھیں۔ مفید علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں۔ صنعت و حرفت و تجارت کی طرف پوری توجہ کریں۔ [illegible] اسلاف کے کارناموں پر گھمنڈ کرنا چھوڑ دیں [illegible] تمام [illegible] زیادہ قابل اصلاح تصور کریں۔ شراب خواری، [illegible] نمائش [illegible] مقدسہ بازی [illegible] اور شادی بیاہ وغیرہ کی [illegible] رسوم کو ترک کریں۔ گوشہ نشینوں اور [illegible] کو [illegible] خلاف [illegible] تصور کریں اور ہرگز قابل اتباع نہ سمجھیں۔ پیرزادوں کی نذریں بند کر کے ان سے مفت خوری کی عادت چھڑا دیں۔ ایسے مولویوں، ایسے صوفیوں، ایسی انجمنوں اور ایسے مدرسوں کو چندہ دینا بند کر دیں جو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور ان کی [illegible] مناظرہ و مجادلہ بازی میں ضایع کرتے ہیں۔ خودغرض ملت فروش اور نام نہاد خیرخواہ لیڈروں کے پھندے میں نہ پھنسیں۔ سیاسی شور و شغب پر مفید قومی اور دینی کاموں کو قربان نہ کریں۔ خلاصہ یہ کہ [illegible] ایسے اوصاف سے متصف رہیں جو ایک اصلح انسان میں ہونے چاہئیں تاکہ زمین کی وراثت کے وہ مستحق سمجھے جائیں۔ اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ

قواعد و ضوابط

(۱) اسوۂ حسنہ [illegible] کو (انشاء اللہ) شایع ہوا کرے گا۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہونچے تو [illegible] تک منگا لینا چاہیے ورنہ پھر شاید قیمتاً بھی نہ مل سکے۔ (۲) اسوۂ حسنہ [illegible] قسم اول کے پرچہ کی سالانہ قیمت ہے اور قسم دوم کے پرچہ کی ہے مع محصول ڈاک مقرر ہے جو ہر حال پیشگی آنی چاہیے۔ (۳) جو حضرات بطور اعانت [illegible] اسوۂ حسنہ [illegible] سالانہ قیمت مبلغ پانچ روپے یا اس سے زائد عطا فرمائیں گے وہ معاونین خاص سمجھے جائیں گے ان کے اسمائے گرامی اسوۂ حسنہ میں شایع ہوا کریں گے اور ان کا عطیہ [illegible] غیر مستطیع حضرات [illegible] کی معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائے گی۔ (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع وقت پر نہیں پہونچے گی تو ہم آئندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی۔ پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے اور خریدار کو وہ وی۔ پی قانوناً وصول کرنا ہوگا۔ (۵) اسوۂ حسنہ کا نمونہ اس شرط پر مفت دیا جا سکتا ہے کہ اگر نمونہ دیکھنے کے بعد سال کی خریداری منظور [illegible] واپس کر دیا جائے ورنہ ایک سال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا وی۔ پی ادا کر دی جائے۔ (۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیے۔ شکایتی خطوط میں نمبر خریداری [illegible] لکھنا چاہیے اور نام و پتہ صاف و خوشخط لکھنا چاہیے ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔ (۷) اسوۂ حسنہ میں اشتہارات چھپوانے والوں کے لیے [illegible] موجود ہے [illegible] منگا لیا جائے۔

مضمون نگاروں کیلیے

اسوۂ حسنہ کے قلمی [illegible] ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول عنہ کا حوالہ ضرور دیں (۳) ایسے مضامین [illegible] بے نتیجہ اور غیر محققانہ ہوں یا اسوۂ حسنہ کے مقاصد کے صراحتاً یا کنایتاً منافی ہوں یا جن میں لفاظی و تخیل زیادہ اور مفید علمی و اصلاحی مطالب کم ہوں [illegible] (۴) جو مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شایع ہو چکا ہو یا شایع ہونے کیلیے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو اس کا تذکرہ کر دینا چاہیے ورنہ [illegible] (۵) مضمون بھیجنے سے قبل اسوۂ حسنہ کے [illegible] دیکھ لینا ضروری ہے جو اسی صفحہ پر چھپے ہوئے ہیں (۶) اسوۂ حسنہ میں مختلف النوع مضامین کے لیے [illegible] کی مناسبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے (۷) طویل [illegible] مضامین حتی الامکان اسوۂ حسنہ کے لیے نہ لکھے جائیں چھوٹے چھوٹے دلچسپ مضمون یا نظمیں [illegible] بہ شکریہ قبول کیے جائیں گے بشرطیکہ وہ کوئی اصلاحی [illegible] دینی مناسبت رکھتے ہوں (۸) دلکش اصلاحی اور تاریخی نظمیں بشرطیکہ لفظی و معنوی اسقام سے پاک [illegible] اسوۂ حسنہ میں نہایت شوق سے شایع کی جائیں گی۔ **مینیجر**

رسالہ اسوۂ حسنہ نمبر بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۷ء مطابق ۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۵ ہجری لغایتہ ۶ جمادی الآخری سنہ ۱۳۳۵ ہجری

جلد (۴) | فہرست مضامین | نمبر ۳۲

فہرست مضامین

تبصرہ

نئی کتابیں

معارف القرآن

تعلیم الاسلام

اصلاح الاخلاق و الاعمال

قرضہ جنگ

مسلمان جو مذہبًا سود لینا حرام سمجھتے ہیں لیکن قرضہ جنگ میں روپیہ دینا چاہتے ہیں۔ اُن کی استدعا پر گورنمنٹ عالیہ نے بلا سودی سرٹیفکٹوں کے اجراء کا انتظام کیا ہے اور زمینداروں وغیرہ کیلئے اور بھی کئی قسم کی سہولتیں پیدا کردی ہیں۔ امید ہے کہ اب مسلمان اپنی اولوالعزمانہ فیاضی سے یہ ثابت کردینگے کہ باوجود مفلس اور غریب ہونے کے وہ قرضہ جنگ کی امداد میں دل کھول کر حصہ لے رہے ہیں۔ کم از کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ جسقدر بھی ممکن ہو۔ ادا کرکے آپ اس قرضہ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جلدی کیجئے۔ آپ کی امداد کی ابھی ضرورت ہے۔

قرضہ جنگ کی مفصل کیفیت اور شرائط وغیرہ آپکو اپنی محلہ یا شہر کے ڈاکخانہ سی معلوم ہو سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوۂ حسنہ

تبصرہ

نئی کتابیں

فلسفۂ اجتماع جناب عبدالماجد صاحب بی اے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اس لحاظ سے ایک امتیاز رکھتے ہیں کہ آپ نے بی اے ہوجانے کے بعد بھی علمی مشاغل کو جاری رکھا اور اپنی گرانقدر علمی کمائی کو ملازمت و وکالت میں پڑ کر برباد نہیں کیا بلکہ اپنی تمام تر توجہ ایسی علمی خدمات کی جانب مبذول کی جن سے انجمن ترقی اُردو کو بلاکسی اہتمام خاص کے اپنی کارگزاریوں کی فہرست میں فلسفہ کی بھی چند کتابوں کے نام لکھدینے کی عزت حاصل ہوگئی۔ عبدالماجد صاحب کی پہلی کتاب جو اُردو کی بےمائگی کی وجہ سے بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی اور جو ہمارے لائق مصنف کے ذوق علمی کی رہین منت ہونے کے باوجود انجمن ترقی اُردو کی کوشش سے شائع ہوئی۔ فلسفۂ جذبات تھی جس میں علم النفس (سایکالوجی) کے صرف وہ مسائل بیان کیے گئے تھے جن کا تعلق انسان کے شخصی یا انفرادی جذبات سے ہے۔ اُردو میں اس موضوع پر کوئی مبسوط کتاب موجود نہیں تھی اور اس لیے مؤلف کو اسکی تالیف پر وضع اصطلاحات وغیرہ کی وجہ سے واقعی بہت کوشش و کاوش کرنی پڑی تھی۔ فلسفۂ جذبات علمی حلقوں میں بہت پسند کی گئی اور اسکی اشاعت سے اُردو کے سرمایۂ علم میں ایک قیمتی اضافہ ہوا۔ کتاب فلسفۂ اجتماع۔ جو اس وقت زیر نظر ہے۔ اسی فلسفۂ جذبات کا دوسرا حصہ ہے جس میں ان تغیرات کو بیان کیا گیا ہے جو اجتماعی زندگی میں انسان کے جذبات کو لاحق ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ انسانی جماعتوں کی وہ جی زندگی کی تشلیل و تشریح کی گئی ہے۔ فلسفۂ جذبات زیادہ تر حکماء مغرب کی کتابوں سے ماخوذ و مستنبط تھی لیکن فلسفۂ اجتماع میں نفس اجتماعی کے تاثرات و مؤثرات کے متعلق بہت سے اصول اور کلیے خود اس کے لائق مصنف کی تلاش و استقرا کا نتیجہ ہیں

اس لیے فلسفۂ اجتماع ایک اجتہادی شان اپنے اندر رکھتی ہے اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جسکے فقدان کا ماتم اسلامی ہندمیں عرصہ سے کیا جارہا ہے فلسفہ کی کتابوں میں آجکل کی متعارف دلچسپی ڈھونڈنا ان کتابوں کی تحقیر کرنا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فلسفۂ اجتماع جہاں دقیق مسائل حکمت کی فلسفیانہ لب ولہجہ میں تعلیم دیتی ہے وہاں معمولی علمی مذاق رکھنے والوں کیلیے دلچسپی سے بھی خالی نہیں لائق مصنف نے بعض بعض مسائل کی توضیح و تشریح اور مختلف تمثیلات و شواہد کے ذریعہ سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ جہانتک وقار فلسفہ اجازت دے غیر فلسفیوں کے لیے بھی دلچسپی کا کچھ سامان مہیا کردیا جائے۔ چنانچہ۔ مقدمہ۔ جہاں سے کتاب شروع ہوتی ہے۔ اسکا ابتدائی حصہ اس قدر دلچسپ ہے کہ بادی النظر میں یہ تمیز نہیں ہوسکتی کہ فلسفہ کی کتاب پڑھی جارہی ہے یا قصے کہانیوں کی۔ علی ہذا البعض اور مقامات بھی عام پسند اور دلچسپ ہیں۔ اصطلاحات البتہ اکثر مشکل اور غیر مانوس ہیں۔ بلکہ بعض بعض جگہ تو بلا ضرورت عربی کے ایسے موٹے موٹے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کی بجائے اُردو۔ فارسی یا عربی کے مانوس الفاظ آسانی اور موزونیت کے ساتھ رکھے جاسکتے تھے۔ کاش انجمن ترقی اُردو ہی اتنی زحمت گوارا کرلیتی کہ غیر مانوس اور مشکل الفاظ کو جہاں کہیں ممکن ہوتا آسان اور مانوس الفاظ سے بدلوادیتی۔ جدید علوم کی اکثر اصطلاحات کا غیر مانوس ہونا تو ناگزیر ہے لیکن عبارت میں خواہ مخواہ اصطلاحات ہی کا استعمال کرنا مضمون کو اور زیادہ مغلق و پیچیدہ کردیتا ہے

فلسفۂ اجتماع میں جو فلسفہ بیان کیا گیا ہے اس پر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے رائے زنی کرنے کے لیے ایک مبسوط و مستقل مضمون کی ضرورت ہے اس لیے بالفعل ہم اس بحث کو قلم انداز کرتے ہیں۔ لیکن اس افسوسناک حقیقت کے اظہار پر مجبور ہیں کہ فلسفۂ اجتماع

کے قابل مصنف نے جو باوجود لایق و قابل ہونے کے ابھی فورتھ ایر کے درس فلسفہ سے اُٹھکر آئے ہیں اپنے تمام حکمت کی ضرب سے غریب مذہب کو مجروح کیے بغیر نہیں چھوڑا اور جوش حکمت آفرینی میں حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، پر قرآن حکیم کی نسبت بعض ایسے کلمات لکھ گئے جن کی مسٹر عبدالماجد جیسے قابل و باخبر مسلمان کے قلم سے نکلنے کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ صفحہ ۱۳۰ پر آپ فرماتے ہیں:۔

"ذیل میں ہم متفرق مقامات سے دو چار اور آیات قرآنی بھی نقل کرتے ہیں جن سے اِس کا مزید اندازہ ہوگا کہ پیغمبر نے اپنے واتی نفوذ کے تحفظ کے لیے کس قدر شدید اہتمام و سعی بلیغ سے کام لیا ہے۔ یہ چند آیات صرف بطور نمونہ ہیں ورنہ اس طرح کی صدہا آیات اور مل سکتی ہیں"

اِس عبارت کے نیچے قرآن پاک کی چند آیات نقل کی گئی ہیں جن سے حضور انور کی فضیلت و عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

صفحہ ۱۳۲ سے صفحہ ۱۳۸ تک جو مضمون بیان کیا گیا ہے اس کے پڑھنے سے دل میں یہ شک گزرتا تھا کہ آیا قرآن پاک واقعی کلام خدا ہے یا نعوذ باللہ پیغمبر خدا کی تصنیف ہے؟ منقولۂ بالا عبارت نے اس کو صاف کر دیا اور فلسفی صاحب نے فیصلہ سنا دیا کہ قرآن نعوذ باللہ پیغمبر خدا کا بنایا ہوا ہے۔ اور آپ ہی نے (نعوذ باللہ) شاید مسٹر عبدالماجد کی فلسفۂ اجتماع کا مطالعہ کر کے قرآن میں ایسی آیتیں خصوصیت سے رکھی ہیں۔ جن سے آپکی عظمت و فضیلت اور ادب و احترام کی تاکید نکلتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہم مسٹر عبدالماجد کی اِس ملحدانہ عبارت پر سوائے اسکے اور کیا کہیں کہ کاش وہ بھی ڈپٹی کلکٹر یا وکیل ہائی کورٹ ہوتے کہ ان کی لامذہبی کا اثر دوسروں تک تو متعدی نہوتا۔

فلسفۂ اجتماع ۱۸ × ۲۲ کی تقطیع پر خوشنما چھپی ہے۔ خط معمولی ہے۔ مگر کاغذ اچھا۔ ضخامت ۴۰۰ صفحے اور قیمت عہ ہے - پتۂ ذیل سے مل سکتی ہے۔

پتہ:۔ دارالاشاعت انجمن ترقی اُردو۔ کٹرہ سید حسین خاں۔ چوک لکھنؤ۔

طبقات الارض

یہ مفید علمی کتاب بھی انجمن ترقی اُردو کی طرف سے حال میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں طبقات الارض (Geology) کے ابتدائی اصول اور بنیادی مسائل کو مبتدیوں کے لیے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

علم طبقات الارض میں قشر زمین کی ساخت اور خاصیت سے بحث کی جاتی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ سطح زمین کی موجودہ شکل و ترکیب کن تدریجی تغیرات کے بعد پیدا ہوئی ہے اور اب کون کونسی تبدیلیاں اس میں جاری ہیں۔ طبقات الارض اُن مفید علوم میں سے ہے جن سے انسانی قوت مشاہدہ کی تربیت و توسیع ہوتی ہے اور صنعت و حرفت کے فروغ و ترقی میں مدد ملتی ہے۔ قرآن پاک - احادیث اور حکماء اسلام کی تصانیف میں طبقات الارض کے متعلق غیر مربوط اشارات و اصول موجود ہیں۔ لیکن اس علم کی باقاعدہ تدوین اور عام اشاعت اٹھارھویں صدی عیسوی میں حکماء مغرب نے کی ہے اور اس لیے اُس کے عملی فوائد سے بھی زیادہ تر اہل مغرب ہی مستفید ہوئے ہیں۔ علوم جغرافیہ - تاریخ، کیمیا اور معدنیات وغیرہ کو طبقات الارض کی وجہ سے بہت وسعت ہوئی ہے۔ اور یورپ و امریکہ کی صنعت گاہوں کی کامیابی و ترقی میں بھی اِس کو بڑا دخل ہے۔ الغرض طبقات الارض نہایت کار آمد علم ہے اور مرزا مہدی خاں صاحب کوکب باستثناء ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے ایسے ضروری اور مفید علم کو ذخیرۂ اُردو میں منتقل کرنے کی جانب توجہ فرمائی اور بتائید الٰہی اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔

افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم نے موجودہ تعلیم کے ناقص نتائج سے واقف ہو جانے کے باوجود ابھی تک کوئی ایسی درگاہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جس میں جملہ علوم و فنون کی تعلیم مادری زبان اُردو کے ذریعہ سے دی جائے۔ ورنہ طبقات الارض جیسی کتابیں محض اسی وجہ سے قابل قدر نہ سمجھی جائیں کہ اُن سے اُردو کے سرمایۂ علم میں کوئی قیمتی اضافہ ہوتا ہے بلکہ ان سے ملک و قوم کو کوئی معتدبہ عملی نفع بھی پہنچ سکتا۔ اب سوائے اِس کے کہ ان علمی کتابوں کو فرصت کے وقت تفریحاً پڑھکر سائنس اور فلسفہ کی چند اصطلاحیں اور بعض عام پسند اصول زبان پر چڑھا لیے جائیں اور عندالضرورت اُن سے نمائش علم کا کام لیا جائے۔ ان کی تالیف و اشاعت کی اصلی غرض پوری نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا اندیشہ لگا رہتا ہے کہ جس طرح حکمت و فلسفہ کی اور بہت سی اُردو کتابیں قعر گمنامی میں گر کر ناپید ہو چکی ہیں اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد جدید کتابوں کا بھی حشر نہ ہو۔ کاش ہماری قوم کے بڑے لوگ اب بھی مشرقی درسگاہ کی ضرورت کو محسوس کریں اور علمی تصانیف میں دماغ کھپانے والوں کی محنت کو ٹھکانے لگائیں۔

طبقات الارض (اُردو) کی زبان صاف ہے مگر اصطلاحات کی تسہیل اور کتاب کو مبتدیوں کے لیے دلچسپ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگر شروع میں ایک باب صرف علم طبقات الارض کی تعریف اور فوائد و منافع کے متعلق لکھ دیا جاتا تو کتاب میں مبتدیوں کا زیادہ جی لگتا۔ مگر طبقات الارض کے قابل مصنف نے دوسرے ہی صفحہ سے اصطلاحات و فلسفیانہ زبان کا وہ بھیانک منظر دکھانا شروع کر دیا ہے کہ بہت سے لوگ جو عزم راسخ کی نعمت سے محروم ہیں دوسرے ہی صفحہ کو دیکھکر کتاب بند کر کے رکھدینگے۔

کتاب کے آخر میں اُن اصطلاحات کی ایک فرہنگ ہے جو مصنف کو علم طبقات الارض کو اُردو جامہ پہنانے کے لیے عربی مادوں سے وضع کرنی پڑی ہیں۔ یہ فرہنگ بہت مفید ہے۔ اگر اسی کے ساتھ ایک اور فرہنگ ایسی بھی لگائی جاتی جس میں انگریزی اصطلاحوں کو بہ ترتیب حروف تہجی لکھکر ان کے مقابل اُردو کی اصطلاح بتا دی جاتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔ موجودہ فرہنگ طبقات الارض پڑھنے والوں کیلیے تو ضرور مفید ہے لیکن انگریزی کتب کے مترجم اس سے بدقت مستفید ہونگے۔

طبقات الارض تقریباً تین سو صفحے کی کتاب ہے۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ کا ہے۔ قیمت ۲ھ ہے۔ مہتمم دارالاشاعت انجمن ترقی اُردو - کٹرہ سید حسین خاں چوک لکھنؤ سے ملیگی +

مشاہیر یونان و روما

یہ حکیم پلوٹارک یونانی کی شہرۂ آفاق کتاب سیر ملوک الیونان (Parallel Lives) کا اُردو ترجمہ ہے جسے انجمن ترقی اُردو کی تحریک سے سید ہاشمی صاحب فرید آبادی نے کیا ہے۔

یورپ کی موجودہ ذہنی - اخلاقی اور تمدنی تہذیب یونان وروما کی قدیم تہذیب و حکمت کی ایک ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ یورپ کو سیاسیات و ذہنیات میں جو کچھ حصہ وافر حاصل ہوا ہے وہ زیادہ تر حکمائے یونان و روما ہی کی خوشہ چینی کا نتیجہ ہے۔ یورپ کی مذہبی و ذہنی اور تمدنی حالت نہایت گری ہوئی تھی اور جہالت و خود غرضی نے اسکو اپنا شکار بنا رکھا تھا۔ اندلس کی اسلامی درسگاہوں کے طفیل سے اسکو یونانی آثار سے استفادہ کا موقع مل گیا اور ان حکمت سے لبریز کتابوں کی سحرکاری نے تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی کایا پلٹ دی۔ یونانی حکماء کی جن کتابوں نے یورپ میں روشنی پھیلائی اور وہ زبردست انقلاب پیدا کیا جس کی وجہ سے یورپ - یورپ ہوگیا ان میں ایک بہترین تاریخی کتاب پلوتارک کی پیریلل لائوز بھی ہے جس میں مشاہیر یونان و روما کے سبق آموز حالات اور زبردست کارنامے بیان کیے گئے ہیں اور ان کے فضائل و اخلاق کی ایسے دلکش انداز سے تصویر کھینچی گئی ہے جسکو دیکھکر حب وطن ایثار - اولوالعزمی - جفاکشی - بے نفسی اور حریت کے جذبات دل میں موجزن ہونے لگتے ہیں اور طبیعتوں میں ان اخلاقی محاسن کی عظمت درحقیقت راسخ ہو جاتی ہے جو ایک قوم کی تہذیب و ترقی کے لیے نہایت لازمی اور ضروری ہیں - پلوتارک نے مشاہیر یونان و روما کی سیرت کشی میں اس پہلو کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا ہے اور یہی اس کا سب سے بڑا کمال ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں وہ لفظوں سے وہ اثر پیدا کردیتا ہے جو زندگی میں اُن لوگوں کی صحبت سے بھی شاید حاصل نہوتا -

یورپ میں پلوٹارک کی کتاب کی بیحد قدر ہے اور مشاہیر یورپ میں بہت کم ایسے ہونگے جنھوں نے اس یونانی فلاسفر کی کتاب کا بنظر امعان مطالعہ کرکے اُس سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا ہو - اُردو میں ایک ایسی مفید اور دنیا کی ایک بہترین کتاب کا ترجمہ ہو جانا یقیناً نہایت سودمند ثابت ہوگا اور اُردو داں طبقہ بھی یونان کے فلسفہ و حکمت - قوانین اور نظام سلطنت اور دلچسپ قدیم روایات سے روشناس ہو جائیگا۔

سید ہاشمی صاحب کا ترجمہ اگرچہ ہمارے نزدیک اُس پایہ کا نہیں ہے جیسا کہ انجمن ترقی اُردو کے سکریٹری جناب مولوی عبدالحق صاحب بی اے نے اپنے دلچسپ دیباچہ میں اسکو ظاہر کیا ہے - تاہم بہت اچھا ہے - امید ہے کہ کچھ عرصہ کی مشق کے بعد سید ہاشمی صاحب کا قلم ترجمہ میں اور بھی رواں ہو جائیگا - اور عبارت میں جو کہیں کہیں تکلف کرنا پڑا ہے اس کی ضرورت آئندہ پیش نہیں آئیگی۔

اِس کتاب کے شروع میں مولوی عبدالحق صاحب نے ایک دلچسپ دیباچہ اور مترجم نے ایک مفید مقدمہ لکھا ہے - دیباچہ سے پلوٹارک کے طرز تحریر کی خصوصیت اور اس کی کتاب کی عظمت و اہمیت ظاہر ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل یورپ اسکو کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - مترجم کے مقدمہ میں یونان و روما کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے جس سے اصل کتاب کے سمجھنے اور اُس سے پورے طور پر لطف اندوز و مستفید ہونے میں مدد ملتی ہے - پلوٹارک کی کتاب میں بہت سے مقامات کے نام بھی آئے ہیں - مترجم نے اپنے جغرافیائی نوٹ میں ان کی توضیح و تشریح کردی ہے علاوہ ازیں یونان قدیم اور جمہوریہ روما کے دو نقشے بھی کتاب کے ساتھ شامل ہیں۔ الغرض مترجم نے اپنے فرائض کو نہایت محنت و کوشش سے انجام دیا ہے اور ان کا ترجمہ اس قابل ہے کہ ہندوستان کے ہر علم دوست کے کتب خانہ میں رہے۔

مشاہیر یونان و روما ساڑھے چار سو صفحہ کی ضخیم کتاب ہے ۲۲×۲۶ کی تقطیع اور عمدہ کاغذ پر خوشنما چھپی ہے - قیمت عہ ہے مہتمم دارالاشاعت - انجمن ترقی اُردو کمرہ سید حسین خاں پوسٹ لکھنؤ سے مل سکتی ہے -

شام زندگی

منشی راشد الخیری صاحب ایڈیٹر "عصمت" عہد جدید کے ان نامور انشا پردازوں میں ہیں جن کا مخصوص رنگ تحریر شان ادب نازی و دل ربائی میں شہرت دوام حاصل کرچکا ہے اور جن کے سحر نگار قلم نے اپنی قابل رشک زندگی کو ہندوستان کی ستم رسیدہ عورتوں کی خدمت کے لیے وقف کردیا ہے - زیر نظر کتاب شام زندگی آپ ہی کی تصنیف ہے اور اپنی دلکش و نافع خوبیوں کی وجہ سے یقیناً قابل قدر و توصیف ہے -

عورت کے لیے سب سے کٹھن اور امتحان کا زمانہ وہ ہوتا ہے جب اس کو سسرال پہنچکر اجنبی جذبات اور متضاد حسیات کا مقابلہ کرنا اور تدبیر منزل کے صعب ترین فرائض کا بار دوش نازک پر اٹھانا پڑتا ہے - اِس لیے والدین کا ایک بڑا فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زمانہ دوشیزگی ہی میں شادی کے بعد کی زندگی کے نشیب و فراز سے پورے طور پر متنبہ و آگاہ کردیں اور اُن کے لیے ایک ایسا دستور العمل مہیا کریں جس پر وہ کاربند ہو کر شادی کے بعد بھی راحت و آسائش سے زندگی بسر کرسکیں - اِس مقصد کے لیے شام زندگی ایک بہترین کتاب ہے جس میں شادی کے بعد کی مشکلات اور گوناگوں ذمہ داریوں کو ایسے مؤثر و دلنشین طریقہ سے سمجھایا گیا ہے کہ اُس کو پڑھکر سعید اور سمجھدار لڑکیاں میکہ کی آغوش عاطفت سے نکلکر بھی خوش نصیبی کی دولت پر قابض رہ سکتی ہیں - جناب راشد الخیری صاحب کو صاحب کی طبیعت میں اخذ نصیحت کی قابلیت پیدا کرنے کے لیے غمناک تخیل کی اشک ریز تصویر کھینچنے میں خاص ملکہ ہے - اسی وجہ سے ان کے خیالات کو نسوانی طبائع کی تسخیر میں زیادہ کامیابی ہوتی ہے اور وہ علم و نصیحت کی خشک باتوں کو درد و سوز کی لے میں اس بے ساختگی سے ادا کرجاتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے دماغ کا ذائقہ خراب نہیں ہوتا اور علم و نصیحت کا لقمہ آسانی سے نگل لیا جاتا ہے -

شام زندگی میں بھی اسکے مصور غم مصنف نے اپنی اس تحریری خصوصیت کو خوب نباہا ہے - اور جابجا دردناک واقعات کی تصویریں عبرت انگیز و دلگداز الفاظ میں کھینچکر گویا معلومات و نصائح کے موتیوں کو سوز و درد کے رشتہ میں پرو دیا ہے -

شام زندگی ایک تعلیمی کتاب ہے اُس کے دیکھنے سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں - بہت سے غلط اعتقادات و خیالات کی اصلاح ہوتی ہے - بہت سی مضر رسموں کی وقعت دلوں سے کم ہوجاتی ہے - اخلاق و اطوار درست ہوتے ہیں - خانہ داری کا سلیقہ آتا ہے - مذہبی پابندی کا احساس پیدا ہوتا ہے - الغرض اس سے وہ تمام فوائد حاصل ہوتے ہیں جو ایک متوسط درجہ کی تعلیمی اور اصلاحی کتاب سے ہوسکتے ہیں مگر بایں ہمہ

شامِ زندگی ایک قصہ ہے اور پھر اس قدر دلچسپ کہ جس کو سنجیدگی و علم فہمی سے کچھ بھی مس ہے وہ اُسکو شاید بغیر ختم کئے نہیں چھوڑ سکتا۔ شامِ زندگی کے مصنف محض عورتوں کی زبان ہی لکھنے پر قادر نہیں ہیں بلکہ ان کے جذبات و خیالات اور حسیات و عادات کی بھی اس بے تکلفی سے ترجمانی کرتے ہیں کہ بے جان الفاظ میں جان پڑ جاتی ہے۔ اس لیے ہمارا خیال ہے کہ جو لطف شامِ زندگی کے پڑھنے سے ہم نے حاصل کیا ہے عورتیں اُس سے زیادہ لطف حاصل کرینگی۔ کیونکہ اس آئینہ میں وہ اپنی سیرت کے مخفی خط و خال کو ہم سے زیادہ دیکھ سکیں گی۔ المختصر شامِ زندگی نہایت دلچسپ، مفید اور ضروری کتاب ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں مصنف و ناشر کی حوصلہ افزائی کے لیے نہیں بلکہ خود اپنے نفع کے لیے اُسے خریدیں اور پڑھیں۔ لڑکیوں کا وہ تعلیمی نصاب یقیناً ناقص ہوگا جس میں شامِ زندگی کو کوئی جگہ نہیں دی جائیگی شفیق محترم مولانا... صاحب کا ... تعریف... ناتوان کی خدا عمر دراز کرے کہ اُس کی سعی اضطراری سے قوم کی لڑکیوں کے لیے ایسی عمدہ کتاب شائع ہوئی۔ ہم تمنا دوسرے ناولوں کو بھی توفیق ہو کہ وہ اپنی پیاری بیٹیوں کو جہیز میں دینے کے لیے نامور مصنفین سے شامِ زندگی جیسی کتابیں لکھوائیں۔

ہمکو معلوم ہوا ہے کہ واحدی صاحب نے شامِ زندگی معقول معاوضہ دیکر لکھوائی ہے ایسی صورت میں ایک سو چھتیس صفحہ کی کتاب کی قیمت عمر ہرگز زیادہ نہیں ہے کیونکہ معنوی خوبیوں کے علاوہ کاغذ اور لکھائی چھپائی وغیرہ بھی اس کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ شامِ زندگی منیجر صاحب رسالہ نظام المشائخ و خطیب دہلی سے مل سکتی ہے

بیوی کی تعلیم

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی لکھی ہوئی کتابوں میں کتاب "بیوی کی تعلیم" اصلاحی اور تعلیمی اعتبار سے غالباً سب سے بہتر اور سب سے زیادہ مفید ہے۔ خواجہ صاحب کی دل پسند منشیانہ خصوصیات اور تحریری اجتہادات میں اگرچہ فلسفیان ادب کی موشگاف نظریں ہمیشہ نئی نئی باریکیاں نکالتی رہینگی لیکن جہانتک عام پسندی اور اثراندازی کا تعلق ہے انکی شہرت اس قدر وسیع بلکہ عالمگیر ہو گئی ہے کہ اب ان کے متعلق کچھ لکھنا بے سود ہے۔

"بیوی کی تعلیم" خواجہ صاحب نے لڑکیوں کو لایق بیوی بنانے اور انکو ضروریات و مقتضیاتِ زمانہ سے باخبر کرنے اور خانہ داری سکھانے کیلیے تحریر فرمائی ہے۔ یہ نہایت مفید، مؤثر اور دلچسپ کتاب ہے اور اس قابل ہے کہ وہ تمام لڑکیاں جو سلیس اُردو سمجھ سکتی ہیں اس کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ اس میں بہت سی باتیں ایسی بیان کی گئی ہیں جو اتنے مؤثر الفاظ میں کسی دوسری کتاب میں غالباً نہیں ملینگی۔ جہانتک ہم کو معلوم ہے خواجہ صاحب نے کسی ٹریننگ کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ لیکن فطرت و جذبہ شناسی کی رہنمائی نے بیوی کی تعلیم میں آپ سے قریب قریب ان تمام اصول کی پابندی کرائی ہے جن پر فلسفۂ تعلیم کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس مفید تصنیف میں تعلیم و تلقین نسواں کیلیے آپ نے عام پیرایہ یہ اختیار کیا ہے کہ جن امور کے متعلق معلومات حاصل کرنا یا اپنے خیالات و معتقدات کی تصحیح کرنا نظر بحالات موجودہ آپ کے نزدیک عورتوں کے لیے ضروری تھا۔ ان پر آپ نے نہایت دلچسپ و مفید مضامین خطوط کی صورت میں لکھکر اپنی اہلیہ جناب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ کو بھیجے ہیں اور اُدھر سے خواجہ بانو صاحبہ نے ان خطوط نما تعلیمی مضامین کو بغور پڑھکر ان کے مناسب و مختصر جوابات لکھے ہیں خطوط میں جو باتیں ایک شریف خاندان میں تربیت پائی ہوئی صائب الرائے اور روشن خیال خاتون کے نزدیک قابلِ تسلیم تھیں وہ تسلیم کرلی گئی ہیں باقی سے اختلاف کیا گیا ہے علاوہ ازیں خواجہ صاحب نے اپنے خطوط میں جو باتیں مجمل یا گول مول رکھی تھیں۔ بانو صاحبہ نے بقدرِ ضرورت اُن کی توضیح و تشریح کردی ہے۔ خواجہ بانو صاحبہ کے اس اختلاف و توضیح نے خواجہ صاحب کی کئی انتہا پسندیوں کو معتدل بنادیا ہے اور میاں بیوی کے قدرتی خیالات کی ہم نشینی سے اس کتاب میں ایک ایسی دل آویز اور نافع خصوصیت پیدا ہو گئی ہے جو اس رنگ کی کتابوں میں مشکل سے ملیگی۔

بیوی کی تعلیم میں مندرجۂ ذیل ۱۹ عنوانوں پر مضامین یا خطوط لکھے گئے ہیں۔
(دین ۔ تعلیم ۔ بیوی کم بڑی بی بنیں ۔ دنیا داری ۔ راگ ۔ ہوتی ۔ سیاں ۔ بچے ۔ شادی ۔ غمی ۔ کئی بیویاں ۔ سمدھیانے ۔ بیاہ ۔ نذر نیاز ۔ اپنی پیری مقلل ۔ پیر ۔ عرس و محرم ۔ ہندو مسلم ۔ مسلم لیگ اور کانگریس)۔

عنوانوں کے تجویز کرنے میں خواجہ صاحب نے بالغ نظری سے کام لیا ہے اور ہندوستان کی عورتوں میں جو خرابیاں علی العموم رائج ہیں یا رائج ہوتی جاتی ہیں ان سب کے متعلق نہایت آزادی سے بحث کی ہے اور لومۃ لائم کے خوف کو بالائے طاق رکھکر بعض دینی مراسم اور قدیم خاندانوں کے ہر دلعزیز مگر تباہ کن معمولات کے خلاف ایسی سچی مگر کڑوی باتیں لکھی ہیں جن کی خواجہ صاحب کے مخصوص حالات اور انکی مقدس خاندانی روایات کو پیشِ نظر رکھکر ان کے قلم سے نکلنے کی امید نہیں ہوسکتی تھی۔ چنانچہ نذر و نیاز، عرس و محرم، پیر اور اپنی پیری مقلل وغیرہ پر آپکے مضامین پڑھنے سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے۔ دوسرے مضمونوں میں بھی خواجہ صاحب نے پرانے اور نئے فیشن والوں کی تقلید نہیں کی اور جو بات ان کے خیال میں مفید اور حق معلوم ہوئی وہ صاف صاف ظاہر کردی۔ عورتوں کے اندرونی قضیوں کا تجربہ خواجہ صاحب کو بہت کم ہے لیکن اس تھوڑے سے تجربہ سے بھی آپ نے اس قدر فائدہ اُٹھایا ہے کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔

"مسلم لیگ و کانگریس" کا عنوان تعلیم نسواں کی اس ابتدائی کتاب میں کچھ بے جوڑ سا اور غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اسکی بجائے اگر دنیاوی ضروریات کے متعلق کوئی زیادہ مفید اور ضروری عنوان رکھدیا جاتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔

"بیوی کی تعلیم" کی زبان اس قدر عام فہم اور سلیس ہے کہ معمولی اُردو پڑھی ہوئی لڑکیاں بآسانی اسکو سمجھکر لطف اندوز ہوسکتی ہیں۔ ہنسانا اور رُلانا خواجہ صاحب کا حصہ ہے کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اپنی اس خداداد قابلیت سے اپنی بہترین تصنیف کو دلچسپ و مؤثر بنانے میں کام نہ لیتے۔ "بیوی کی تعلیم" کے اکثر مضمونوں میں آپنے حسب موقع اس سے فائدہ اُٹھایا ہے اور ڈاکٹر اقبال جیسے خوددار فلسفی کے جذبات کو بھی مسخر کیے بغیر نہیں چھوڑا چنانچہ ڈاکٹر صاحب اپنی تقریظ میں خود اقبال کرتے ہیں کہ آپکے "دمڑی والے مضمون نے تو مجھے ہنسایا بھی اور رُلایا بھی" اس کامیابی پر خواجہ صاحب واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ "بیوی کی تعلیم" میں خواجہ صاحب اور خواجہ بانو صاحبہ نے کہیں کہیں

چرا نہ بیان ایسا اختیار کیا ہے جو شاید پرانی تہذیب کے دلدادوں کو ناگوار معلوم ہوگا مگر کیا جائے زمانہ ہی ایسا ہے۔ کہ اس زمانہ میں میاں بیوی کے بے تکلفانہ مبادلۂ خیالات کی تصویر نیچرل لفظوں میں کھینچنا بھی انشا پردازی کا ایک کمال سمجھا جاتا ہے۔ کاش خواجہ صاحب اپنے کمال انشا پردازی سے ہمیں محروم نہ ہوتے۔

غرض "بیوی کی تعلیم" نہ صرف عورتوں کے لیے بلکہ مردوں کے لیے بھی نہایت مفید کتاب ہے۔ ہماری قوم میں جتنی اسکی اشاعت ہوگی اتنا ہی اسکو نفع پہنچیگا۔ ملک کے اکثر سربرآوردہ اور تعلیم یافتہ اصحاب نے اس کی تعریفیں لکھی ہیں۔ بقول جناب منشی راشد الخیری صاحب "بیوی کی تعلیم" ایک ایسی کتاب ہے جو بچی سے لیکر بوڑھی تک اور بیٹی سے لیکر نانی تک سب کے لیے یکساں مفید ہوگی۔"

"بیوی کی تعلیم" کی لکھائی صاف اور چھپائی خوشنما ہے۔ کاغذ بھی گرانی و کمیابی کو دیکھتے ہوئے برا نہیں ہے۔ تقطیع ۲۲×۱۸ اور ضخامت ۱۴۸ صفحہ ہے قیمت صرف ۱۲ار ہے۔ پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقہ المشائخ۔ ڈاکخانہ عرب سرائے متصل دہلی سے مل سکتی ہے۔

بچوں کی کہانیاں

قصے کہانیوں سے انسان کی طبیعت کو کچھ ایسا اُنس ہے کہ گویا وہ بھی اسکی افتاد طبیعت کی کسی مخفی تحریک کا نتیجہ ہے۔ دنیا کی کسی قوم کے قومی لٹریچر کو اٹھا کر دیکھیے۔ اس میں سب سے بڑی تعداد آپ کو ان کتابوں کی ملیگی جن پر کسی نہ کسی حیثیت سے قصہ کہانی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ بڑے تو بڑے بچوں کو دیکھیے کہ جہاں ذرا انہوں نے ہوش سنبھالا وہاں کو قصے کہانیوں کی چاٹ پڑ گئی اب وہ جب تک ماں بہنوں یا دائی ماماؤں سے ایک آدھ کہانی نہ سن لیں انہیں نیند نہیں آتی۔ بچوں کو کہانیاں سنانے کا دستور غالباً اُسی وقت سے جاری ہے جب سے کہ کہانیاں ایجاد ہوئی ہیں۔ اور تعجب نہیں جو بچوں کے دل بہلانے کی ضرورت ہی اس ایجاد کی محرک ہوئی ہو۔ حالانکہ بچوں کو شروع ہی سے کہانیاں سننے کا شوق ہوتا ہے اور دنیا کی تمام مہذب قوموں نے اس فطری قدرتی شوق کو دبانے کی بجائے اس کو صحیح راہ پر لگانے اور اس سے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ہمارے یہاں بھی گھروں میں جو کہانیاں بچوں کے سامنے کہی جاتی تھیں اور جو تھوڑے ہی عرصہ پہلے ہندوستان کے اکثر حصوں میں پھیل گئی تھیں۔ ان میں بھی اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا کہ بچوں کا جو وقت گھر میں گزرتا ہے وہ محض بیکار نہ جائے اور شروع ہی سے ان کے کانوں میں قصے کہانیوں کے ذریعہ سے ایسی باتیں ڈال دی جائیں جن سے ان کے اخلاق و عادات درست ہوں۔ قوم و مذہب کی محبت و عظمت دلوں میں راسخ ہو اور عقل و فہم ترقی ہو۔ یہ کہانیاں اسقدر پر لطف اور بچوں کے مذاق کے موافق ہوتی تھیں کہ وہ ان کو نہایت دلچسپی سے ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتے تھے محض سنتے ہی نہیں بلکہ خود ان کے یاد کرنے کی کوشش کرتے تھے اور یاد کر لینے کے بعد ماں بہنوں یا اپنے سے چھوٹے بچوں کے سامنے بھولی بھولی زبان اور معصومانہ لب و لہجہ سے ان کو دہراتے تھے۔ اس طریقہ سے بلا کسی خارجی کوشش کے ان کے حافظہ اور قوت بیانیہ میں ترقی ہوتی تھی۔ اور کھیل کھیل میں بہت سی مفید باتیں ان کے دلوں میں ایسا گھر کر لیتی تھیں کہ عمر بھر ان کا اثر زائل نہیں ہوتا تھا۔

افسوس کہ ہماری ادعائے جدت پرستی یا افسردہ دلی کے باعث ان مفید کہانیوں کا رواج بہت کم ہو گیا ہے اور روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔ پرانی تہذیب کے یادگار گھروں میں جب ماں بہنوں کا جی گھبراتا یا بچہ ضد میں آ کر روتا ہے تو کبھی کبھی اس قسم کی کہانیاں سننے میں آجاتی ہیں ورنہ عام طور پر ان گھروں میں بھی آئے دن کے دکھ بیماریوں اور افلاس تنگی کی وجہ سے اس قدر افسردگی چھائی ہوتی ہے کہ کسی کو تفکرات کے پیچھے کہانیاں سنانے کا خیال بھی نہیں آتا۔ رہیں وہ عورتیں جو روشن خیال اور تعلیم یافتہ کہلاتی ہیں۔ ان کی۔ اس قسم کی کہانیاں زبان پر لانے سے ہتک اور توہین ہوتی ہے۔ وہ حکمائے مغرب کا فلسفۂ تعلیم پڑھ لینے کے بعد بھی بچوں کے نازک دماغوں میں زبردستی اخبارات اور کتابوں کے مضامین ٹھونستی ہیں۔ الغرض پرانے زمانہ کی مفید و دلچسپ کہانیاں نئے لوگوں کی قدر ناشناسی کے ہاتھوں فراموشی کی قبروں میں دفن ہو چکی ہیں۔ اور جو تھوڑی بہت باقی رہ گئی ہیں انکا بھی یہی حشر ہوتا اگر بچوں کی قسمت سے لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ کے دل میں ان کی حفاظت کا درد پیدا نہ ہوتا۔ اور قدرت کی طرف سے اس کام کی تکمیل کے لیے انکو خواجہ حسن نظامی جیسا شوہر نہ ملتا۔

خواجہ بانو صاحبہ نے "بچوں کی کہانیاں" نامی کتاب میں بڑی بوڑھی عورتوں سے پوچھ پوچھ کر وہ لطیف اور سبق آموز کہانیاں جمع کی ہیں جو غدر سے پہلے دہلی اور نواح دہلی کی عورتیں بچوں کے سامنے کہا کرتی تھیں۔ ان کہانیوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر ایسے ایسے عالی دماغوں کی گھڑی ہوئی ہیں جو بچوں کے جذبات و تخیلات اور ان کی طبیعت و فطرت سے پوری پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اور تعلیم و تربیت کے اُس فلسفہ کی کنہ تک پہنچے ہوئے تھے جس پر اہل مغرب کو آجکل بہت کچھ ناز ہے۔ ان کہانیوں کی زبان ایسی پیاری اور بیان کا انداز ایسا دلآویز ہے کہ بڑوں کو بھی ان کے بار بار پڑھنے میں لطف آتا ہے۔ اور بچوں کے لیے تو وہ لکھی ہی گئی ہیں۔ خیال تو کیجیے کہ اگر ایسے بیش قیمت جواہرات سے اردو کا خزانہ خالی ہو جاتا تو اردو کی حفاظت کے مدعیوں کے لیے کس قدر شرم کی بات تھی۔ اس لیے ہمکو زیر نظر کتاب کی قدرشناس مؤلفہ جناب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ کا ممنون ہونا چاہیے کہ آپ نے کہانیوں کے ایسے انمول ذخیرہ کو اتلاف سے بچا لیا۔

آپ نے اپنی جمع کردہ کہانیوں کا ابھی صرف پہلا حصہ شائع کیا ہے۔ اس مختصر مجموعہ میں بعض کہانیاں پوری حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی لکھی ہوئی ہیں اور زیادہ ایسی ہیں جن کی عبارت کو خواجہ صاحب نے درست کر کے نسوانی زبان کا لوچ کو قائم رکھتے ہوئے بالکل اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ امید ہے کہ کہانیوں کا یہ دلکش مجموعہ جو ایک شہرۂ آفاق شوہر کی محترمہ اہلیہ کا نتیجۂ محنت ہے ملک میں وہی مقبولیت حاصل کریگا جس کا وہ مستحق ہے اور قوم لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ کی حوصلہ افزائی کریگی تاکہ وہ اپنے علمی مشاغل سے ہمکو مستفید فرماتی رہیں۔

"بچوں کی کہانیاں" چھوٹی تقطیع کے ۸۰ صفحوں پر شائع ہوئی ہے۔ خط کھلا ہوا اور چھپائی صاف ہے۔ قیمت ۴ر بہت مناسب ہے۔ ہر اردو پڑھی ہوئی صاحب اولاد خاتون کے پاس اس کا ایک نسخہ ضرور رہنا چاہیے۔ پیرزادہ محمد صادق صاحب کارکن حلقہ المشائخ ڈاکخانہ عرب سرائے دہلی سے طلب کیجیے۔

چٹکیاں اور گدگدیاں

جس طرح قوائے جسمانی اور حواس ظاہری کی صحت وبحالی رکھنے کے لیے تفریح اور ہوا خوری ضروری ہے اسی طرح مضمحل قوائے ذہنی اور حواس باطنی کا اعتدال دو رکھنے کے لیے بھی ذہنی تفریح کی ضرورت ہے۔ بغیر ذہنی تفریح کے باطنی قوتیں اپنے فرائض کما حقہ سرانجام نہیں دے سکتیں۔ قوائے باطنی کی تفریح براہِ راست صرف ان مشاغل سے ہوسکتی ہے جن سے نہ تو ان پر زیادہ بار پڑے اور نہ وہ بالکل ہی معطل کردی جائیں بلکہ ان سے کوئی ایسا ہلکا کام لیا جائے جیسا کہ سخت جسمانی مشقت کے بعد جسم سے ٹہلنے کا لیا جاتا ہے جن مشاغل سے ذہن کی براہ راست تفریح کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔ اُن میں ایک عمدہ مشغلہ ایسی کتابوں کا مطالعہ ہے جن کو انگریزی میں لائٹ لٹریچر (دل بہلانے کی کتابیں) کے تحت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اسی لائٹ لٹریچر کی ایک شاخ ظریفانہ مضامین اور مذاقیہ تحریرات وغیرہ ہیں جن کو مغرب کی مہذب اقوام نے جہاں علوم وفنون اور لائٹ لٹریچر کے دوسرے شعبوں میں کمال پیدا کیا ہے۔ وہاں ان کو ظرافت نگاری اور بذلہ سنجی کی جانب بھی خاص توجہ ہے اور وہ روز بروز لائٹ لٹریچر کے اس شعبہ کی بھی اصلاح وتوسیع کرتے جاتے ہیں اور یورپ وامریکہ میں ایک بڑے سے بڑا علم دوست بھی اپنا تھوڑا بہت وقت کسی نہ کسی دل بہلانے کی کتاب کے مطالعہ میں باقاعدہ صرف کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی قوموں نے فنون لطیفہ اور لائٹ لٹریچر سے بھی ایسے عظیم الشان فوائد حاصل کیے ہیں جو ہمارے تصورات کے بالکل برعکس ہیں۔ ہمارے یہاں مصیبت یہ ہے کہ کسی کام اور کسی شغل میں بھی اعتدال کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ علم کا شوق ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ کتابوں کے کیڑے نہ بن جائیں اور دماغی وجسمانی قوتیں بالکل ہی بیکار نہ کردیں جب چین نہیں پڑتا اور اگر بدقسمتی سے کسی تفریحی مشغلہ سے دلچسپی پیدا ہوگئی تو پھر نہ دین کے کام کے رہتے ہیں نہ دنیا کے۔ لکھنا پڑھنا ہی نہیں بلکہ تمام ضروری کام بالائے طاق رکھ دیے جاتے ہیں یا کم از کم ان میں ہرج ونقصان واقع ہوتا ہے۔ اگر اعتدال اور تناسب ملحوظ رہے تو نہ موسیقی مضر ہے اور نہ شاعری نہ عمدہ ناولوں کا مطالعہ اخلاق وعادات پر برا اثر ڈال سکتا ہے اور نہ ظریفانہ مضامین وتحریرات سے دماغ کا مذاق بگڑ سکتا ہے۔ لیکن اگر اعتدال کی حد قائم نہ رکھی جائے تو مفید سے مفید مشغلہ بھی انجام کار مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى میں یہی گُر سمجھایا گیا تھا۔ مگر قسمت کی خوبی دیکھیے کہ ہم کو ابھی تک اُسکے معنی بھی نہیں سمجھے اور دوسری قومیں اُس سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں بلکہ فائدہ اُٹھا کر ترقی کرچکی ہیں۔

ہمارے مہذب طبقوں میں ظرافت ومذاق اور قصے کہانیوں کی کتابیں دیکھنا معیوب سمجھا جاتا ہے اور واقعی جس طریقہ سے ہم ان کتابوں کو پڑھتے ہیں اس کے معیوب وناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ نہ صرف ہمارا طریقِ مطالعہ قابلِ اعتراض ہے بلکہ اردو میں ابھی تک ایسے پاکیزہ مذاق کی کتابوں کی بھی کمی ہے جنہیں کوئی نیک طبیعت علم دوست شخص پڑھکر لطف اندوز ہوسکے عام طور پر لطائف وظرائف اور مذاق کی جو کتابیں بازاروں میں بکتی ہیں اُن سے بجائے قوی ذہنی کی تفریح ہونے کے جذباتِ شہوانی کی تحریک ہوتی ہے اور پڑھنے والوں کے اخلاق کا ستیاناس ہوجاتا ہے ضرورت ہے کہ یورپ وامریکہ کی طرح ہندوستان میں بھی اُردو کے قابل انشا پرداز ظرافت نگاری کی اصلاح کی جانب اپنی توجہ مبذول کریں اور اپنی زبان کے اس شعبہ کو بھی اس قابل بنا دیں کہ اس سے وہ تمام فوائد حاصل ہونے لگیں جو دوسری قوموں کو ہو رہے ہیں بعض مشاہیر اہل قلم خصوصاً نامہ نگاران اور مؤرخین نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ لیکن انکے مضامین نثر ونظم میں بھی ابھی اصلاح کی بہت گنجائش ہے اور اُمید ہے کہ وہ بتدریج عمل میں آتی جائیگی۔ مجھے دونوں سے مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کو بھی اس طرف توجہ ہوئی ہے اور آپ کا توسنِ قلم جو درد وغم کے میدان میں اپنی اشک ریز نثر کا سکہ بٹھا چکا ہے۔ آجکل کبھی کبھی میدانِ ظرافت میں بھی جولانیاں دکھایا کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کے ظریفانہ مضامین کا ایک دلکش مجموعہ "چٹکیاں اور گدگدیاں" کے بلیغ لقب سے ابھی حال میں شائع ہوا ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اسی کے صحیح استعمال سے فائدہ اُٹھانے کی قوم کو ترغیب دینے کے لیے ہمیں تبصرہ پر کسی قدر طویل تمہید لکھنے کی ضرورت پڑی ہے۔

"چٹکیاں اور گدگدیاں" دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی قادر الکلامی سے اگرچہ ان مضمونوں میں ظرافت کی گہری چاشنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ یہ رنگِ تحریر آپ کی افتادِ طبیعت کے خلاف ہے اس لیے ظرافت نگاری میں بھی آپ کا قلم بار بار اسی طرف مڑتا ہے جس طرف وہ چلنے کا عادی ہوچکا ہے۔ اور خواجہ صاحب کو اس کی روک تھام کے لیے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے جو علم انشا میں آورد وتکلف کے اصطلاحی نام سے موسوم ہے تاہم اس مجموعۂ ظرافت میں بہت سے مضمون ایسے بھی ہیں جو ظریفانہ خصوصیات کے لحاظ سے بھی اعلیٰ مضامین ظرافت میں شمار کیے جاسکتے ہیں جن سے وہ تمام فوائد حاصل ہوسکتے ہیں جو اس قسم کے مضامین سے حاصل ہونے چاہئیں۔

خواجہ صاحب نے اپنے ظریفانہ مضامین کے اس مجموعہ میں تین باب رکھے ہیں پہلے باب میں ایسے مضامین ہیں جو امور مذہبی سے تعلق رکھتے ہیں یعنی جنمیں مذہبی رموز ونصائح کو ظریفانہ پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے اور آجکل کی مذہبی بے اعتدالیوں کا سنجیدگی سے مذاق اُڑایا گیا ہے۔ دوسرے باب میں امور معاشرت وتمدن کے متعلق مضمون ہیں۔ خواجہ صاحب جن تمدنی اور معاشرتی اصلاحات کی جانب مسلمانوں کو ہمیشہ سے توجہ دلا رہے ہیں تقریباً وہی تمام باتیں اس باب میں مذاقیہ لہجہ میں بیان کی گئی ہیں اور ایسے دلکش انداز سے کہ یہ ناممکن ہے کہ پڑھنے والوں پر انکا کچھ نہ کچھ اثر نہ پڑے یہ دونوں باب محض دلچسپ ہی نہیں بلکہ بہت سی کارآمد باتوں پر مشتمل ہیں۔ تیسرے باب میں وہ ظریفانہ مضمون ہیں جو خالص ادب وانشا اور انوکھی تخیلات کی دلچسپیاں اپنے اندر رکھتے ہیں خواجہ صاحب کے نزدیک "اس باب میں صرف الفاظ وعبارت کا لطف ہے اور کچھ نہیں" اگرچہ ہمکو بھی خواجہ صاحب کی اس صاف گوئی سے ایک حد تک اتفاق ہے لیکن "اور کچھ نہیں" کو ہم انکے انکسار پر محمول کیے بغیر نہیں رہ سکتے ہمارے نزدیک ان مضمونوں میں بھی کہیں کہیں ایسے اشارات موجود ہیں جو "ادب وانشا" کی سرحد سے باہر بھی دل آویز وسبق آموز ثابت ہونگے مجموعہ کے شروع میں "ایک نئی دل لگی" کے عنوان سے خود خواجہ صاحب نے دیباچہ لکھا ہے۔ یہ دیباچہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ الغرض ہر حیثیت سے خواجہ صاحب کے ظریفانہ مضامین کا یہ مجموعہ نہایت دلچسپ اور قابلِ دید ہے۔ اس کے شائع ہونے سے اُردو ادب کو ایک پائدار نفع پہنچا ہے۔ امید ہے کہ جو لوگ ظریفانہ

مضامین پڑھنے کے شائق ہیں وہ اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوں گے اور جن لوگوں کو ظرافت سے دشمنی ہے وہ بھی اس مجموعہ کو دیکھکر اپنے خیالات میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کی ضرورت محسوس کرینگے

یہ مجموعہ "چٹکلیاں اور گدگدیاں" $\frac{22\times18}{8}$ کی تقطیع کے ۱۱۶ صفحوں پر خوشنما چھپا ہے، اور صرف آٹھ آنے میں پیرزادہ محمد صادق صاحب کارکن حلقۃ المشائخ ڈاکخانہ عرب سرائے صوبہ دہلی سے مل سکتا ہے۔

جامع الخطب مع ترجمہ منظوم

حاجی محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور نے مشہور عربی خطبوں کو مترجم شائع کرنے میں خاص شہرت حاصل کی ہے اور واقعی یہ ایک ایسی مفید دینی خدمت ہے جس سے بتدریج مسلمانوں کو بے حد نفع پہنچنے کی امید ہے۔ ہم بارہا ظاہر کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں ایسے لوگوں کے سامنے جو عربی زبان سے محض نابلد ہیں جمعہ اور عیدین کے خطبے عربی میں پڑھنا بالکل بے سود بلکہ مضر ہے۔ اس لیے اس لغو دستور کے مٹانے کے لیے جو کوششیں کی جاتی ہیں وہ ہمارے نزدیک قابل قدر ہیں۔ حاجی محی الدین صاحب نے جو مترجم خطبے شائع کئے ہیں ان سے بھی اس مقصد کے حصول میں بہت مدد ملیگی اور امید ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان کے مسلمان محض اردو میں خطبہ سننے اور پڑھنے کے عادی ہو جائیں گے۔

حاجی صاحب کے شائع کردہ جدید مجموعۂ خطب کا نام "جامع الخطب" ہے اس میں ہر جمعہ کے لیے ایک خطبہ آیات قرآن اور احادیث سے احکام و نصایح مقتبس کرکے عربی میں مرتب کیا گیا ہے۔ پھر اس عربی خطبہ کا اردو نظم میں ترجمہ ہے۔ مترجم و ناظم شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی ہیں۔ جن کو نظم نگاری کا خاص ملکہ اور شعر گوئی کا خاص ذوق ہے۔ نظمیں عموماً موثر اور رواں ہیں۔ گو حضرت سیماب کی شہرت کے شایان شایان نہیں ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ اس قسم کے خطبوں کا نظم میں ترجمہ کرنا بھی ایک دشوار کام ہے اور اس کی دشواری کو دیکھتے ہوئے ہم سیماب صاحب کو ایک حد تک معذور سمجھتے ہیں۔

جامع الخطب کی ضخامت ۱۵۰ صفحے۔ تقطیع $\frac{26\times20}{8}$ اور قیمت ۱۲/ ہے کاغذ نفیس لگایا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ امید ہے کہ ائمہ مساجد اور وہ مسلمان جن کو وعظ و پند کی کتابیں دیکھنے کا شوق ہے جامع الخطب کو پسند کرینگے۔

کتب۔ حاجی محی الدین صاحب سوداگر کتب نمبر ۳۹۹ موچی بازار لشکر بنگلور سے مل سکتا ہے۔

طبی جوہر

علاج معالجہ میں جو شرعی بے احتیاطیاں طبیبوں، مریضوں اور تیمارداروں سے ہوتی ہیں۔ ان سب کو اس مفید رسالہ میں دلائل شرعیہ کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ بھی حضرت مولنا مولوی اشرف علی صاحب کے ایما و ہدایت سے ممدوح کے خلیفہ جناب مولوی حکیم محمد مصطفیٰ خاں صاحب بجنوری نے تالیف فرمایا ہے اور تقریباً ان تمام ضروری مسائل فقہیہ پر حاوی ہے جو علاج و معالجہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ پہلے فقہ اور حدیث کی مطول کتابوں میں منتشر پڑے ہوئے تھے اور عوام الناس ان سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے حکیم مصطفیٰ خاں صاحب کی یہ دینی خدمت قابل شکر و امتنان ہے کہ آپ نے بنظر افادۂ عام ان کو ایک جگہ جمع کرکے سلیس اردو میں تحریر کر دیا۔ امید ہے کہ شریعت مطہرہ کا احترام کرنے والے مسلمان اس رسالہ کو بہت پسند کرینگے۔ طبی جوہر کے محتاط مؤلف نے ایسے مسائل کو جو دقیق اور غور طلب تھے مولنا اشرف علی صاحب اور مولنا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سے حل کرایا ہے اس لیے فقہی نقطۂ نظر سے رسالہ کے معتبر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کاش اس رسالہ میں ان بے احتیاطیوں اور بد عقیدگیوں کی اصلاح کے متعلق بھی چند صفحات لکھ دیے جاتے جو قوانین حفظان صحت کی عدم پابندی کی مختلف صورتوں میں تعلیم یافتہ مسلمانوں سے ظاہر ہوتی ہیں یعنی زمانہ یہ علے العموم دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ آجکل کی اصطلاح میں زیادہ دیندار ہوتے ہیں وہی حفظان صحت کے اصول و قوانین کی پروا کم کرتے ہیں بلکہ اس لاپروائی کو بھی دینداری کا ایک ضروری جزو سمجھتے ہیں۔ دوا کا استعمال تو خیر اس مجبوری سے کر لیا جاتا ہے کہ اسمیں اتباع سنت نبوی کی اندیشہ شرعی تحریک موجود ہے لیکن تدابیر حفظ ماتقدم اور تبدیل آب و ہوا وغیرہ کی طرف سے سخت غفلت برتی جاتی ہے۔ اور اس غفلت کو من گھڑت شریعت کی ہدایات کی طرف منسوب کرکے اسلام کی بے لوث تعلیمات کو بدنام کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک طبی جوہر میں جہاں علاج معالجہ کے متعلق شرعی ہدایات پر اخروی اور روحانی پہلو سے بحث کی گئی ہے۔ وہاں اگر مختصراً ان کا دنیاوی اور مادی پہلو بھی دکھا دیا جاتا تو یہ رسالہ اس زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے بہت زیادہ مفید ہو جاتا۔

طبی جوہر کی ضخامت ۴۰ صفحے۔ تقطیع $\frac{26\times20}{8}$۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی ہے۔ قیمت ۲/ ہے۔ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب مالک دار الشفاء مصطفائی محلہ کرم علی مکان نمبر ۹ متصل گزری شہر سرہند پر درخواست کرنے سے مل سکتا ہے۔

لمعات انوار محمدیہ

یہ سبق آموز اور متبرک کتاب ان بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے جو حضرت سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت شریفہ کے مختلف پہلوؤں کے متعلق علماء ہند اور محققین یورپ کے قلم سے نکل کر رسالۂ اسلامک ریویو لندن میں شائع ہوئے تھے نہایت خوشی کی بات ہے کہ اردو کے مذہبی لٹریچر میں روشن خیال اور ضرورت شناس اصحاب کی کوشش سے سیرۃ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک عمدہ ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اس ذخیرہ سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے کردار و اعمال سے اس امر کا ثبوت دیں کہ واقعی وہ

ایک ایسے برگزیدہ نبی کی امت میں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے خلق عظیم عطا فرمایا تھا اور جن کی سیرت مبارکہ ان مختلف حیثیات کی جامع تھی جن کا سیرت واحد میں اجتماع اس زمانہ میں ناممکن سمجھا جاتا ہے۔

لمعات انوار محمدیہ میں ۲۶ مضمون ہیں اور ہر ایک مضمون اس قابل ہے کہ اس کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ یہ رسالہ ۲۰×۲۶/۸ کی تقطیع اور عمدہ کاغذ پر نہایت خوشنما چھپا ہے۔ ضخامت ۴۶ صفحے۔ قیمت ۱۰ رہے۔

منیجر صاحب اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل۔ نولکھا لاہور سے ملسکتا ہے

مدینہ کی کھجور

یہ منشی عبدالخالق صاحب خلیق دہلوی کی لکھی ہوئی ایک پُرسوز نظم کا نام ہے جسے مرغوب ایجنسی لاہور نے چھوٹی تقطیع پر نہایت خوشنما چھپوایا ہے۔ نظم میں اگرچہ کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے جو اُردو شاعری کے لئے مایۂ زینت سمجھی جائے یا جس سے مسلمانوں کو کوئی معتدبہ دینی یا قومی نفع پہنچے۔ تاہم جو لوگ محض تفریح کے لیے نظمیں پڑھتے ہیں وہ مدینہ کی کھجور کو بھی دیکھکر ضرور محظوظ ہونگے۔ یہ نظم چھوٹی تقطیع کے ۱۶ صفحوں پر اس قدر خوشنما چھپائی گئی ہے کہ محض اس کے دیکھنے سے آنکھوں کو فرحت ہوتی ہے۔ قیمت سوا ر آنہ ہے۔ مرغوب ایجنسی لاہور سے ملیگی

قواعد ریلوے

یہ کارآمد کتاب حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی تحریک سے سید معصوم علی صاحب سبزواری میرٹھی نے مرتب کی ہے انگریزی نہ جاننے والوں کو ریلوے کے قواعد و ضوابط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے جو صعوبتیں اور پریشانیاں اُٹھانی پڑتی ہیں وہ اکثر اوقات نہایت نقصان رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ محض اُردو داں لوگوں میں مشکل سے دس فی صدی ایسے نکلیں گے جو ان حقوق و مراعات سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھاتے ہوں۔ جو گورنمنٹ کے قانون اور ریلوے کمپنیوں کے قواعد و ضوابط کی رو سے ان کو حاصل ہیں۔ یہ فرض ریلوے کمپنیوں کا تھا کہ وہ غیر انگریزی داں ہندوستانیوں کی اطلاع و آسائش کے لیے دیسی زبانوں میں اپنے قواعد و ضوابط کے ترجمے شائع کرتیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کو اپنی بعض خودغرضانہ مصلحتوں اور تنگ نظری کی وجہ سے ادھر توجہ نہیں ہوئی۔ اور تمام مہذب ممالک کے دستور کے خلاف ہندوستان میں ٹائم ٹیبل اور کوچنگ ٹیرف وغیرہ کو غیر ملکی زبان میں شائع کرنے کے بیہودہ طریقہ کو ترک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اُس سے ان کروڑہا مسافروں کی حق تلفی ہوتی ہے جن کی گاڑھی کمائی کا ایک بڑا حصہ ہر سال ریلوے کمپنیوں کی جیب میں جاتا ہے بلکہ جن کی وجہ سے ہندوستان میں ان کمپنیوں کا وجود قائم ہے۔

سید معصوم علی صاحب تمام اُردو داں ہندوستانیوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے اپنی توجہ ایسے ضروری امر کی جانب مبذول کی جس سے کروڑہا بندگان خدا کو نفع پہنچیگا اور وہ نقصان مالی و اذیت روحانی سے محفوظ رہیں گے۔

"قواعد ریلوے" میں انگریزی کتابوں سے اخذ کر کے ریلوے کے اکثر ضروری قواعد سلیس زبان میں تحریر کیے گئے ہیں۔ اگرچہ اس کتاب میں بھی بہت سی ضروری باتیں درج نہیں ہوئیں یا بہت ہی مجمل طور پر درج ہوئی ہیں۔ تاہم جہاں تک ہمکو علم ہے اس موضوع پر اب تک جس قدر کتابیں اُردو میں لکھی گئی ہیں قواعد ریلوے غالباً اُن سب سے بہتر ہے اور طبع اوّل میں جو خامیاں رہ گئی ہیں وہ ایسی ہیں جن کی طبع ثانی میں بآسانی اصلاح ہو سکتی ہے۔ آجکل شاید ہی کوئی گوشہ نشین ایسا ہوگا جس کو کبھی نہ کبھی ریل میں سفر کرنے کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ پس جو لوگ اُردو جانتے ہیں اور براہ راست انگریزی کتابوں سے مستفید نہیں ہو سکتے ان کو چاہیے کہ میر معصوم علی صاحب کی قواعد ریلوے کا ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھیں اور محض ذرا سی لاپروائی اور ناواقفیت کی وجہ سے اپنے حقوق کو ضائع نہ کریں۔ قواعد ریلوے کی زبان عام فہم اور سلیس ہے۔ پیرائیہ بیان بھی سُلجھا ہوا ہے۔ لیکن ریلوے کی غیر معروف انگریزی اصطلاحات کا عبارت میں کہیں کہیں بلا ضرورت بھی استعمال کیا گیا ہے۔ بعض اصطلاحات جو زبان زد خواص و عوام ہیں ان کے بجنسہ استعمال کرنے میں تو کوئی ہرج نہیں تھا لیکن جو اصطلاحات ایسی ہیں کہ صرف انگریزی داں طبقہ میں معروف ہیں اور جن کے لیے اُردو میں مناسب و عام فہم الفاظ موجود ہیں اگر اُن کا اُردو میں ترجمہ کر دیا جاتا تو زیادہ اچھا تھا۔ اسی طرح بعض مشہور و معروف اصطلاحوں کے غیر مانوس ترجموں سے بھی قواعد ریلوے کی عبارت میں کہیں کہیں اُلجھن پیدا ہوگئی ہے۔ مگر اُمید ہے کہ نظر ثانی میں ان تمام باتوں کی اصلاح ہو جائیگی۔

قواعد ریلوے کی ضخامت ۱۰۸ صفحے۔ تقطیع ۱۸×۲۲/۸ لکھائی چھپائی خوشنما اور کاغذ اوسط درجہ کا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک نقشہ ہندوستان کی تمام ریلوے لائنوں کا دیا گیا ہے جس سے سمجھدار مسافروں کو بہت مدد مل سکتی ہے۔ قواعد ریلوے کی قیمت ۸ رہے۔

مینیجر صاحب "اسد کمپنی" کمبوہ دروازہ شہر میرٹھ سے مل سکتی ہے

الطیب النغم مترجم

حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور نعتیہ قصیدہ "الطیب النغم" ہے جو حضرت سواد ابن قارب رضی اللہ عنہ کے مقبول قصیدہ بائیہ کے طرز پر لکھا گیا ہے۔ کتاب زیر نظر اسی فصیح و بلیغ قصیدۂ عربی کی اُردو شرح ہے۔ جو جناب مولوی دوست محمد صاحب اجمیری نے تحریر فرمائی ہے۔ مولوی صاحب نے پہلے اشعار عربی کا اُردو نظم میں ترجمہ کیا ہے پھر نثر میں ان کا مطلب بیان کیا ہے بعد بقدر ضرورت لغات وغیرہ کی توضیح کر دی ہے مگر افسوس ہے کہ ترجمہ منظوم اور شرح میں زبان زیادہ تر پُرانے طرز کی استعمال کی گئی ہے جسکے پڑھنے اور سمجھنے میں کسی قدر اُلجھن ہوتی ہے۔ قصیدہ بائیہ کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور قصیدہ ہمزیہ درج کیا گیا ہے۔ اس قصیدہ کے ساتھ بھی اس کا منظوم اُردو ترجمہ اور مختصر شرح ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ ضخامت ۴۶ صفحے اور لکھائی چھپائی معمولی ہے قیمت ۵ ر ہے۔ حاجی محمد تجمل الدین صاحب تاجر کتب لشکر منگلور سے مل سکتی ہے

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اُتاری ہے تاکہ لوگ اسکی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے اسکے مطالب سے نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

تسبیح

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ

جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب خدا کی تقدیس اور تسبیح کر رہی ہیں لیکن تم لوگ اُن کی تقدیس اور تسبیح نہیں سمجھتے۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے وہ سب کچھ اپنے رنگ میں خداوند کریم کی تقدیس اور تسبیح کر رہا ہے۔

صرف یہی ایک آیت نہیں اور آیات میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے۔

جس کائنات میں ہم رہتے ہیں وہ چار قسم کا ہے۔

(الف) حیوانات　　(ب) نباتات

(ج) جمادات　　(د) علویات

حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ انسان اور دیگر حیوانات

عموماً ... باقی قسم اگرچہ نباتات اور جمادات سے بظاہر کوئی تعلق نہیں رکھتی لیکن انسانی ... مثلاً ایک حصہ علوی بھی ہے اور دوسرا حصہ مادی یا سفلی انسان جو روح رکھتا ہے اور جسکی بابت قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ قل الروح من امر ربی وہ ایک علوی چیز ہے گو سفلیات ... سے تعلق اور وابستگی ہے مگر ہے وہ دراصل ایک علوی حقیقت امر ربی اس حقیقت علوی ... اظہار کے لیے کافی ہے اگرچہ روح کی بہت کچھ تاویلیں کی جاتی ہیں مگر اب تک یہ کہنے کے سوائے ... پڑا کہ وہ ... ایک امر ربی ہے چونکہ اس کے امر کی حقیقت بھی ہم سے مادی ... پنہاں ہے اور ... کی نسبت بھی کچھ زیادہ تر نہیں کہہ سکتے اس واسطے اس امر کی نسبت بھی ... اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک سر الٰہی ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان اور دیگر ... کے سوائے اور جس قدر مخلوق اور کائنات ہے وہ زندہ نہیں ہے یا کسی قسم کی زندگی نہیں رکھتی ... ہم قرآن مجید کو بنظر غور پڑھیں تو ہم پر اس خیال یا اس قیاس کی غلطی خود بخود کھل جاوے گی ... صرف خیال اور قیاس ہی نہیں بلکہ یقینی طور پر یہ کہنا پڑیگا کہ انسان ذریات یا دیگر حیوانات کے سوائے اور جس قدر مخلوق اور کائنات ہے وہ بھی کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہے اور اس ... بھی جان ہے۔

بعض مفسرین قرآن مجید نے یہ خیال کیا ہے کہ تسبیح اور تقدیس سے مراد یہ ہے کہ دیگر مخلوقات اپنے خالق کی ہستی کی گواہ ہے۔ یہی ترجمہ مرحوم مولینا نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی کیا ہے۔ میرے ناقص ... میں یہ درست نہیں جہاں کہیں آیت کا یہ مطلب ہے وہاں اور الفاظ یا اور طرز میں کہا گیا ہے۔ اس آیت میں یا اس قسم کی دوسری آیات میں یہی مراد ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جس قدر مخلوقات ہے وہ سب کی سب اپنے خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اس بحث میں ضروری ہے کہ ہم امور ذیل پر غور کریں۔

(۱) کیا صرف انسان اور دیگر حیوانات ہی زندہ ہیں یا زندگی رکھتے ہیں۔

(۲) یا دوسری مخلوق بھی کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہے۔

(۳) تقدیس اور تسبیح سے مراد کیا ہے۔

انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے ہمارے ارد گرد ہمارے ہی کرہ میں نباتات اور جمادات ہیں یہ دونوں قسم کی مخلوق اپنے اپنے رنگ میں نشو و نما پاتی اور ایک وقت کے بعد نابود بھی ہو جاتی ہے۔ ان کے نشو و نما اور قیام و ثبات کے اسباب بھی ہیں اور ان ہی اسباب کے تحت یہ نشو و نما پاتی ہے۔ جب ان کا اپنے اپنے رنگ میں نشو و نما پانا ثابت ہے اور ان پر بعض اسباب موثر اور یہ اُن سے متاثر ہیں تو یہ ماننا پڑیگا کہ یہ مخلوق بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے اگرچہ اُنکی زندگی انسانی یا حیوانی زندگی کے مشابہ نہیں ہے لیکن ایک قسم کی زندگی ضرور ہے۔ آجکل بعض اخبارات میں ڈاکٹر مسٹر بوس بنگالی کے نباتاتی اجتہاد کی نسبت ولایت اور جاپان تک شہرت ہے پچھلے دنوں رسالہ الناظر لکھنؤ میں بھی ڈاکٹر موصوف کے نباتاتی اجتہاد پر ایک مبصرانہ مضمون نکلا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے ثابت کیا ہے کہ نباتات میں ایک قسم کی زندگی ہے اور ما لیا احساس جو لوازم یا آثار زندگی میں سے ہے۔

ایک پرانا خیال ہے اور درست بھی ہے کہ لاجونتی بوٹی انسان کے سایہ سے کملا جاتی ہے اِس سے بھی ثابت ہے کہ نباتات ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں۔ نباتات کی سبزی اور نشو و نما ... شاہد ہے کہ وہ بھی ایک قسم کے قانون زندگی کے تحت ہیں۔ دیکھو اگر انہیں کاٹ دیں تو اُن کا نشو و نما رک جاتا ہے۔ بعض آلات سے اُنہیں کاٹنا اُن کی روئیدگی ... لیکن دوسرے ... سے کاٹنا اُن کا نشو و نما روک دیتا ہے۔ ... زندگی رکھتے ہیں اور اُن میں نشو و نما کی طاقت پائی جاتی ہے

جب یہ مخلوق بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے تو کہنا چاہیئے کہ انھیں بھی ایک قسم کا احساس حاصل ہے اور دوسرے الفاظ میں احساس ہی زندگی کا نام ہے کیونکہ جس زندگی میں احساس نہیں وہ زندگی ہی نہیں ہے

زندگی زندہ دلی کا ہے نام مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

رہی باقی یہ بات کہ ہمیں اُن کی زندگی کا ثبوت کس طرح ہے یہ کچھ مشکل نہیں ہم روز دیکھتے ہیں کہ نباتات مختلف درجوں میں نشو ونما پاتے ہیں اُن پر بھی بعض اسباب موثر ہیں اور غالب ہیں اور اُن کے ماتحت ہی اُن کی ہستی بھی قائم کی گئی ہے اور دوسری طرف وہ مؤثر بھی ہیں اور متاثر بھی ان تمام باتوں سے اُن کی زندگی تو ثابت ہے اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو کیوں بعض اسباب مفیدہ و اسباب مضرہ سے اُن کی کیفیت بدل جاتی ہے دیکھو ایک پودا پانی دینے سے بڑھتا ہے اور ہوا میں لہلہاتا ہے لیکن جب اُسے کاٹ دیا جاتا ہے تو اگرچہ وہ کہ ہوا میں ہی رکھا جاوے تو اُس پر کوئی قوت نامیہ اثر نہیں کرتی نہ تو وہ نشو ونما پا سکتا ہے اور نہ سبز اور شاداب ہو سکتا ہے۔ یہ اس واسطے کہ اس کی زندگی منقطع ہو چکی ہے اور جو حس تھی وہ ماری گئی ہے۔ یا تو یہ ہے کہ ایک پودہ ایک پھول ہاتھ لگانے سے ہی کملا جاتا ہے اور یا یہ کہ کوئی چیز بھی اُس پر اثر نہیں کرتی۔

اگر ہم علم نباتات سے واقف ہوں تو یہ راز بہت آسانی کھل سکتا ہے کہ اُن کی افزائش اور پیدائش ہماری طرح ہی جوڑے پر موقوف ہے مکئی گندم کھجور وغیرہ پودے اور درخت تانیث اور تذکیر رکھتے ہیں اور ان کی افزائش اس قانون تانیث و تذکیر کے ماتحت ہو رہی ہے۔ اگر اُن میں زندگی نہیں ہے تو ایسا کیوں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے نزدیک زندگی ثابت نہیں کیونکہ ہم سے مشابہ نہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ دیگر حیوانات کی زندگی بھی تو ہمارے مشابہ نہیں ہے دیکھو بعض حیوانات میں ہماری طرح خون نہیں ہوتا نہ وہ اخلاط ہوتے ہیں جو ہم میں پائے جاتے ہیں اور پھر بھی وہ زندہ ہیں اگر ہم میں خون ہے اور خون ہی ہماری زندگی کا موجب مقدم ہے تو نباتات میں بھی ایک قسم کا خون ہے فرق صرف یہ ہے کہ ہمارا خون لال ہے اور اُن کا خون سفید یا زرد اور سفید ہے۔ ہمارا خون بھی سیّال اور اُن کا بھی سیّال ہم بھی خون کے نکل جانے سے کمزور پڑ جاتے ہیں اور نباتات بھی مردہ ہو جاتے ہیں۔

ہم چونکہ قدرتاً ناطق ہیں اس واسطے کسی صدمہ یا خون نکلنے کے وقت واویلا کرتے ہیں اور نباتات اس رنگ میں نہیں کرتے کیونکہ انہیں ہوا ہے اگر دُکھ ہو تو اُن کے نشو ونما اور افزائش میں فرق نہ آوے رہی یہ بات کہ دوسری مخلوق یا نباتات اور جمادات ناطق ہیں اور وہ ہم سے ہمکلام نہیں ہوتے یہ ایک اور بات ہے۔

اگر یہی بات ہے تو ہم دوسرے حیوانات کی بولیاں کب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی ہماری طرح جاندار ہیں کیا اس سے ہم یہ کہیں گے کہ وہ بھی زندہ نہیں ہیں یہ ماننا پڑیگا کہ نباتات اور جمادات بھی اپنے اپنے رنگ میں ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں اور انہیں بھی ایک حس حاصل ہے گو وہ ہماری طرح ناطق نہیں ہیں مگر اپنے دائرہ میں اُن کی زندگی باوجود ایک صامت زندگی ہونے کے بھی ایک احساس رکھتی ہے وہی احساس اور وہی زندگی مدنظر رکھکر قرآن مجید میں چند مرتبہ یہ فرمایا گیا ہے کہ:-

"ہر مخلوق اور ہر چیز تقدیس یا تسبیح کر رہی ہے" اب رہی یہ بات کہ یہ بھی تقدیس اور تسبیح کس طرح اور کس رنگ کی ہوتی ہے۔

"وہ کسی قسم کے نطق سے" "رکوع و سجود سے" "تضرع و زاری سے"

ان میں سے ہم کسی قسم کی تخصیص نہیں کر سکتے اُسے اللہ کریم ہی جانتے ہیں۔ اسی واسطے اس آیت کریمہ میں کہا گیا ہے کہ تم لوگ اُسے نہیں سمجھ سکتے جب ہم زندہ حیوانات کی بولیاں نہیں سمجھ سکتے تو ان نباتات اور جمادات کی تقدیس و تسبیح کس طرح سمجھ سکتے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اس کا اعتراف بھی نہ کریں۔ تیرہ سو سال سے قرآن مجید یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سب مخلوق میری تقدیس اور تسبیح کر رہی ہے اس پر تو ہمیں یقین نہیں آتا مگر جب کوئی حکیم اور فلاسفر کہتا ہے کہ ان میں بھی ایک قسم کی زندگی اور حس ہے تو ہم اُس کا الٹا خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

ہر چیز اور ہر مخلوق اپنے اپنے رنگ میں ایک زندگی ایک احساس اور ایک بان رکھتی ہے اور اُس سے اپنے خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔

بار بار قرآن مجید جو اس بات کا اعلان کرتا ہے اُس کا صرف یہی منشا تو نہیں کہ وہ یہ راز بھی بتلا دے بلکہ یہ ہے کہ تم بھی عملی رنگ میں اس پر غور اور کوشش کرو کہ جب دیگر مخلوق جسے ہم بیجان اور بے حس جانتے ہیں خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے تو اس کی مزید دریافت بھی انسانی قوتوں کے ماتحت ہونی چاہیے اگر ہم فرضاً نباتات کی نسبت یہ سوچیں اور یہ پتہ لگائیں کہ ان میں کس قسم کی زندگی ہے اور ان کا احساس کیا کچھ کیفیت رکھتا ہے تو ہم علم نباتات میں بہت کچھ باریکیاں نکال لینگے۔

ذرا غور تو کرو قرآن مجید تو نزول سے بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ یہ تمام دیگر بیجان مخلوق اور حیوانات بھی خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگے ہوئے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی خوش قسمتی سے انہیں ابتک بیجان ہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ مسٹر بوس تو اس نکتہ پر پہنچ گئے اور وہ نباتات کے احساس سے واقف ہو گئے اور ہم قرآن خواں ابتک شک میں ہی ہیں۔

قرآن مجید میں اس واسطے ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے یمرون علیھا وھم عنا معرضون دیکھتے اور پاس سے گزرتے بھی ہیں پھر بھی سرسری نظروں سے۔

بے شک ہم مناظر قدرت اور مظاہر عالم سے یونہی آنکھ موند کر گزر جاتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ محض سرسری ہوتا ہے۔ ہماری نگاہیں سطح تک ہی پہنچکر بے بصیرت ہو جاتی ہیں۔ یا تو ہمیں ان آیات پر یقین نہیں اور یا ہم اُن کی تاویلیں ہی اوٹ پٹانگ کرتے ہیں یہ کہنا کہ یہ مخلوق کوئی احساس اور کسی قسم کی زبان نہیں رکھتی ہیں ان آیات کا دامن معانی تنگ کرتا ہے بے شک ان کا وجود وجود خالق پر ایک دلیل ہے۔ لیکن اس سے کیوں انکار کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی زندگی نہیں رکھتی ہیں۔ یہ زندگی رکھتی ہیں اور اپنے رنگ میں تقدیس اور تسبیح بھی کرتی ہیں گو اُس تقدیس اور تسبیح کا رنگ بھی اس تقدیس اور تسبیح سے نہیں ملتا۔

یہ کہنا کہ خدائے کریم صرف ہماری ہی بولی سمجھتا ہے کسی اور مخلوق کی بولیاں نہیں سمجھتا ہے یہ ایک مسامحت ہے خدائے تعالیٰ اس آیت میں یہ جو کہتے ہیں کہ تم اُن کی تقدیس اور تسبیح نہیں سمجھتے اس سے ثابت ہے کہ وہ خود سمجھتا ہے۔ یہ آیت اور نیز اسی مضمون کی دوسری آیات یہ بھی سمجھاتی ہیں کہ ہمارے اپنے سوائے جو کچھ اس موجودات میں پایا جاتا ہے اُس کا جائزہ بھی علمی رنگ میں لینا چاہیے۔ بمصداق لآیات لقوم یعقلون۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اس طریق سے مختلف اشیاء کے علوم سے واقف ہو جائینگے

اور خداوند کریم تو بار بار قرآن مجید میں یہ فرما رہا ہے کہ ہماری نشانیاں اُن لوگوں کیواسطے نشانیاں نہیں جو سمجھتے ہیں اُسکی بھی تعمیل ہو جاویگی۔ اگرچہ ہم عملی رنگ میں دوسری مخلوق کی تقدیس اور تسبیح سمجھ نہ سکیں مگر اس ضمن میں دیگر فوائد جو حاصل ہونگے وہ کیا کچھ کم ہونگے جو مخلوق خدا کی تقدیس اور تسبیح کرتی ہے اس میں اور خود ہمارے بیان بھی کس قدر ہوں گی اور اُن کی دریافت ہمارے واسطے کیا کچھ قیمت اور منفعت رکھے گی۔

قرآن مجید کے نقطۂ خیال سے دوسری کل مخلوق چاہے حیوانات میں سے ہو چاہے نباتات میں سے ہو اور چاہے جمادات میں سے اور چاہے علویات میں سے اپنے اپنے دائرہ میں ایک قسم کی زندگی اور حس رکھتی ہے اور اُسپر غور کرنا انسانی معلومات میں ایک قیمتی اور گرانبہا اضافہ ہے۔

اگر تمہارے نزدیک اس آیت یا اس قسم کی دیگر آیات کا یہ مفہوم نہیں ہے تو نعوذ باللہ اُسکا مطلب یہ ہوگا کہ خدائے قدیر نے دوسری سب اشیاء اور سب مخلوق مردہ اور بے حس پیدا کی ہیں۔

کیا علویات میں سے برق کوئی حس نہیں رکھتی۔ ذرا اس قسم کی آیات کو بار بار اور غور سے پڑھو اور اُنسے عملی رہنمائی لو کیونکہ یہ اقبالی رنگ میں اعلان علوم اور تذکرہ فنون میں

سلطان احمد (جہلم)

تفسیر سورۂ کافرون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ترجمہ: (اے نبی تو اپنے حال اور مقال سے بتا دے کہ اے (دین حق کے) منکرو! میں اُس شے (یعنی معبودان باطل) کو نہیں پوج سکتا جسے تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم ہی اُس (ذات حق) کے پرستار ہو جسے میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں آئندہ بھی کبھی اس شے (معبودان باطل) کی عبادت کرنے والا ہوں جسے تم پوجتے رہتے ہو اور نہ تم ہی اُس (ذات حق) کو پوجنے والے ہو جس کی عبادت میں کر رہا ہوں۔ تمہیں تمہاری راہ (مبارک) رہے اور مجھے میری راہ"

تفسیر۔ یہ سورت بڑے پایہ کی ہے۔ اس میں توحید پر قائم رہنے کی زبردست ہدایت اور کفر و شرک سے جدا رہنے کی بڑی تاکید ہے۔ یہ وہ سورت ہے جس پر ایک سچا مسلمان کاربند رہ کر ہرگز شرک و کفر کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیشہ کیلئے اہل شرک کے کرتوتوں سے بیزار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہادیٔ کامل حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سورۂ پاک کی شان میں فرمایا ہے کہ

"سورۂ قل یا ایہا الکفرون کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن کے پڑھنے کے برابر ہے"

(ترمذی شریف)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "قرآن کریم میں شیطان پر اسکو کوئی سورت زیادہ سخت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ہمیشہ کیلئے عملی طور پر توحید پر قائم رہنے اور شرک سے بری ہونے کا حکم ہے"

اس سورۂ پاک کی حقیقت کے سمجھنے میں اکثر لوگوں نے دھوکا کھایا ہے۔ اور اس کے ایسے معانی بیان کئے ہیں جن سے قرآن حکیم اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر حرف آتا ہے اور اُن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس سورت میں کفار کو اُنکے دین پر قائم رہنے کی اجازت ہے" یا یہ کہ "کافروں کا کفر بھی خدائے پاک کو پسند ہے" یہی وجہ ہے کہ بعض بڑے طبقہ کے مفسرین نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "یہ سورت منسوخ ہے" سخت حیرت ہے کہ ان حضرات نے ایسا کیوں گمان کر لیا۔ حالانکہ یہ سورۂ پاک کفر و ایمان میں ہمیشہ کے لیے تمیز کرنے والی اور محکم ہدایت ہے۔ اسنے علم الاخلاق کے اُس زبردست اصول کو حل کیا ہے اور دنیا کو وہ سبق پڑھایا ہے جس پر آج مہذب ممالک کو فخر و ناز ہے۔ جس سے دنیا بالکل بے خبر تھی اور جس کے نہ جاننے کی وجہ سے ہزارہا قسم کے فتنے و فساد برپا ہوتے تھے پہلے اس سورۂ پاک کا شان نزول بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکے بعد وہ اخلاقی سبق بآسانی سمجھ میں آجائیگا۔

اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ عمائد قریش کی ایک معزز جماعت جیسے ابوجہل عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آپکے چچا کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت و مخالفت چھوڑ دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو ہماری ذات سے کسی قسم کی اذیت یا تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس نئی قسم کی تعلیم (توحید) سے اگر آپ کا مقصد بادشاہ بننا ہے تو ہم آپکو اپنا سردار اور امیر بنا لیتے ہیں۔ اگر مال مقصود ہے تو ہم اس قدر روپیہ جمع کیے دیتے ہیں کہ سب سے بڑے دولتمند آپ ہی بن جائیں۔ کسی حسین اور خوبصورت عورت سے نکاح کا شوق ہے۔ تو قبائل قریش کی حسین سے حسین لڑکی کے ساتھ آپکا نکاح کرنے کیلئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت اور توحید کی اشاعت چھوڑ دیں گے

ان تمام ترغیبات اور مواعید انعامات کے جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان امور میں سے کسی کی بھی خواہش نہیں۔ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ تم لوگوں کو ہلاکت اور تباہی سے نکالکر ابدی نجات کی راہ دکھاؤں۔ اور تمکو تمہارے خالق کی رضامندی کا تحفہ دلاؤں

سرداران قریش کو جب اس طرح بھی کامیابی نہ ہوئی تو اُنہوں نے ہار کر یہ پیغام بھیجا کہ اچھا اگر یہ منظور نہیں تو آپ اور ہم اس طرح صلح کر لیتے ہیں کہ ایک وقت آپ ہمارے بتوں کی پوجا کر لیا کریں دوسرے وقت ہم آپ کے ساتھ ملکر آپ کے معبود واحد کی عبادت کر لیا کرینگے۔ اس طرح باہمی مصالحت سے آئے دن کی کشمکش اور مخالفت کا خاتمہ ہو جائیگا اور ہم اور آپ ہمیشہ کے لیے باہم شیر و شکر ہو جائینگے۔ ورنہ آپ ہم سے الگ رہ کر اپنا نیا دین کبھی جاری نہیں کر سکیں گے اور نہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے"

اس نئی تجویز صلح کا جواب بھی آپ نے ایسا صاف و قاطع اور بے لاگ دیا جس پر اگر

اگر انصاف سے غور کیا جائے تو توحید اور شرک کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں ہوتا کہ آپ سب [illegible] اور معاذ اللہ [illegible] آپ نے فرمایا کہ اگر آفتاب میرے داہنے ہاتھ اور ماہتاب بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیا جائے تو بھی آپ [illegible] ہرگز ہرگز متفق نہیں ہو سکتا [illegible] الٰہی کے مطابق یہ جواب ان کو سنایا۔ جو اس سورت مبارک میں ہے۔ کہ کفر واسلام کا میل نہ اب ہے اور نہ کبھی آئندہ ہرگز ہو سکتا ہے۔ توحید اور شرک کبھی جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ تم مجھ سے ہرگز یہ توقع نہ رکھو کہ خدائے واحد کی عبادت نہ کروں تو میں بھی تمہارے معبودانِ باطل کی عبادت نہیں کر سکتا۔ تم اپنے حال میں مست ہو میں اپنے حال میں۔ تمہارا دین تمہیں مبارک میرا مجھے۔ یہ جواب سنکر وہ سب اپنا سا منھ لیکر رہ گئے۔

سلطنتوں اور حکومتوں کو رعایا کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرنا ہمیشہ خونریزی و فساد کا باعث ہوا ہے اسلیے حکمائے اخلاق و ماہرین سیاست کی رائے ہے کہ رعایا کے ہر فرد کو امور مذہبی میں پوری آزادی ہونی چاہیے کہ جو عقائد انکو درست اور صحیح معلوم ہوں اُن کو اختیار کریں اور جو طریقہ عبادت اُن کے نزدیک بہتر ہو اُسکو برتیں کسی دوسرے کو ان پر ان کے معتقدات و اعمال مذہبی کے بارے میں جبر و تشدد کرنے کا حق نہیں ہے جس طرح احوال میں تغیر [illegible] آدمی [illegible] میں نغیر ہوتا ہے اسیطرح اُسکے معلومات میں بھی تغیر ہوتا ہے جو بات ایک وقت میں بالکل صحیح اور یقینی معلوم ہوتی ہے وہ آئندہ کسی تجربہ اور ماحول کے تغیر سے کبھی غلط ثابت ہو جاتی ہے اسلیے عاقل کے لیے احتیاط کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کسی مد مقابل کو جو غلط راستے پر جا رہا ہو [illegible] اُسکی سمجھ میں نہ آسکتی ہو اُسکے حال پر چھوڑ دے۔ اور خود اُسکے سامنے اپنی صداقت اور راستبازی پر قائم رہکر اُسکے دل کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا رہے۔ قانونِ فطرت اپنے وقت پر جب آئندہ واقعات یا تغیرات کے ذریعہ اُسکے کسی عقیدے کو غیر صحیح اور کسی دوسرے عقیدے کو اس سے بہتر ثابت کر دیگا تو وہ اس عقیدۂ جدید کو بطیب خاطر قبول کر لیگا اور عقیدۂ اول پر اصرار نہ کرے گا قرآن کریم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام میں اسی اصول کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں سے کہدیجے لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۝ (تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین) یعنی اگر اس وقت یہ سچائی اور حقانیت جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو تم اپنے طریق پر عمل کیے جاؤ۔ میں اپنے مذہب پر قائم ہوں قانون قدرت کچھ عرصہ کے بعد تمہارے اس عقیدہ کو خود بخود غیر صحیح ثابت کر دیگا اور تم میرا توحید کے [illegible] ہیں انکو معلوم ہو جائیگا کہ اس سے پہلا خیال غلط تھا اور آئندہ بھی تم اسی طریق سے انسانی بہبود کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ نفاق اور مداہنت انسانی ترقی کی راہ میں سخت ترین موانع ہیں بعض وقت سمجھدار لوگ بھی دھوکا کھا کر ان بدخصلتوں کے ذریعہ سے کامیابی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ [illegible] میں انکو شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اس سورۂ پاک میں اس بری خصلت سے بھی روکا گیا ہے۔ کیونکہ ہمیں کہا ہے کہ جیسے مومنوں اور کفار کے درمیان ایک اور حد فاصل کھینچ دیگئی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ کفر و اسلام کبھی اکھٹے نہیں ہو سکتے۔ نفاق اور مداہنت سے اگر ان دونوں کو ملا کر اکھٹا کرنا چاہے تو یہ اس کی غلطی ہے گروہ کفار ہمیشہ کفر و شرک پر قائم اور توحید و اخلاص سے متنفر ہوتا ہے اور اہل حق ہمیشہ توحید و اخلاص پر قائم اور کفر و شرک سے بیزار رہتے ہیں۔ پہلے احتمال تو ان کی کشمکش سے فتنہ و فساد پیدا ہوں اور لوگوں کی جان و مال پر آ بنے۔ اور ایک دوسرے کی آزادی کے سلب کرنے اور ایک دوسرے کے مذہب میں دخل دینے کی وجہ سے قتل و خونریزی تک نوبت پہنچ جائے۔ پس قرآن حکیم نے اپنے متعلقین کو ہدایت دی کہ ایسے موقع پر ہمیشہ اس پر عمل لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۝ پر رکھا گیا ہے اہل اسلام کے لیے ضروری ہے کہ اگر تم اس زریں اصول کو ہاتھ سے نہیں جانے دو تو تھوڑے ہی دنوں میں تمہاری سچائی کا [illegible] خود بخود کھل جائیگا۔

یہ ہے سچا ایمان۔ اخلاص جسکی مومن موحد کو ہمیشہ پیروی کرنا چاہیے۔ [illegible] واہمہ سے سچا مومن ہمیشہ بچا رہتا ہے اور ایک منٹ کے لیے کسی لالچ اور طمع کی وجہ سے عقائد مذہبی میں انکے ساتھ مداہنت و الحاق نہیں کر سکتا بلکہ اسکے ساتھ ہی وہ مستحکین کفار کی مذہبی آزادی سے بھی کچھ تعرض نہیں کرتا اور نہ کچھ اپنے مذہب کی تعلیمات کی خوبیاں بتا [illegible] رہتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ سورۂ مبارک کیسی توحید کی راہ بتانے والی اور کفر و شرک سے بیزار کرنے والی ہے دنیوی حیثیت سے کس قدر قوم و ملک اور حکومت و سلطنت کے لیے باعث امن و سلامتی ہے اور منکرین کی ہدایت و رشد کیلیے کیسا اعلیٰ اصول سکھاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس سورت کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن مجید کے برابر [illegible] بالکل حق و راست ہے۔

محمد عظیم واعظ اسلام از لکھنؤ

قرآن مجید کی ترتیب

مانشیو سیورای جو ایک فرانسیسی مترجم قرآن ہے مانشیو ڈورائر (یہ شخص گورنمنٹ فرانس کی طرف سے مصر میں کانسل تھا اور عربی زبان و ترکی جانتا تھا) کے ترجمہ کی نسبت لکھتا ہے کہ اگر قرآن جو تمام ایشیائی ملکوں میں عبارت کے کمال اور قوت خیالات کے مجد و جلال میں اعلیٰ مرتبہ پر ہے ڈورائر کے ترجمہ میں ایک نامرتب اور سست و بے مزہ بیان کہ جس سے طبیعت دق ہو جاتی ہے معلوم ہوتو یہ الزام اُس طرز پر لگانا واجب ہے جو ڈورائر نے اس طرز میں اختیار کی۔ یہ کتاب زبور داؤد کی مانند جدا جدا آیتوں میں ہے۔ یہ طرز تحریر جو نبیوں نے اختیار کی اس غرض سے تھی کہ نثر میں زندہ خیالات اور نظم کے استعارے اور عبارت بیان [illegible] نے بلا لحاظ متن کے سب آیتوں کو ملا دیا۔ اور اُن کے [illegible] کے رفع کرنے کو کئی تفسیریں اور بیچ کارہ عبارتیں بیچ میں ملا دیں جس [illegible] کی شان اور عبارت کی فریبندگی بالکل جاتی رہی اور اصل کی تعریف [illegible] ممکن ہو [illegible] ترجمہ سے کوئی نہیں خیال کر سکتا کہ قرآن عربی زبان میں وحید و فرید ہے۔

(ماخوذ از) النبی والاسلام

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا ۔)

تعلیم الاسلام

علم و اسلام

(سلسلہ کے لیے دیکھو ... ماہ فروری ۱۹۱۶ء)

مسلمانوں کے کارناموں کے متعلق مورخین یورپ کا فیصلہ

... سے نصرانیوں نے ۔۔۔ کیا سب اخلاق روحانیوں نے
... سے سیکھا تھا یونانیوں نے ۔۔۔ کہا بڑھکے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا
ہوا ... مزہ ... کو چکھایا ۔۔۔ فلاطون کو زندہ پھر کر دکھایا
... کو یونان بنایا ۔۔۔ مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا
... ہر طرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانے کو خواب گراں سے

... نے عہد خلافت میں تاریخ نویسی، شاعری، انشاپردازی نے ... قدر ترقی ... کوئی قوم علوم میں ایسی ترقی نہ کر سکی اموی خلافت کے آخری ایام میں ... لگا اور پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے بہت سی کتابیں عقلی علوم ...

... جب بغداد علم و تمدن کا مرکز بن گیا ہارون کے حکم سے ہر مسجد کے ساتھ ایک ... علوم و فنون کی تعلیم کے ... مقرر ہو گیا علم اپنے پورے عروج پر پہنچا ... وہ علمی کتابیں لائی گئیں قیصر روم کے ساتھ اس شرط پر صلح کی گئی کہ وہ قسطنطنیہ کا ... خانہ خلافت کی نذر کرے ۔ یہ امر بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ ارسطو کو سرکار اسلام ... "معلم اول" کا خطاب عطا ہوا ۔

... قائم کرنے پر اس قدر سرگرمی سے توجہ ہوئی کہ اس زمانہ میں کوئی غیر مسلم سلطنت ہمسری نہیں کر سکتی تھی ۔ ... چوتھی صدی میں ... کے کتب خانے میں ایک لاکھ کتابیں تھیں جن میں صرف طب و ہیئت کی چھ ہزار کے قریب تھیں ۔ ... ایک چاندی کا خاص بطلیموس کا بنایا ہوا جس کی قیمت تین ہزار درم ... تھی ۔

اسپین کے عظیم الشان کتب خانہ میں ... لاکھ جلدیں تھیں جن کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی ۔ ستر کتب خانے ایسے تھے جہاں عام اجازت تھی ... مطالعہ نقل و ترجمہ کے لیے ... کمرے بنے ہوئے تھے ۔

خاص خاص اہل علم بھی اپنے مکانوں پر نہایت عمدہ کتب خانے رکھتے تھے اور عام اجازت دے رکھی تھی ۔ مشہور ہے کہ بخارا کے ایک حکمران نے اسپین سے ایک مسلمان طبیب کو علاج کے لیے بلوایا طبیب نے جواب میں لکھا میرا آنا ناممکن ہے کیونکہ میری کتابوں کے بار کرنے کے لیے کم سے کم چار سو اونٹ درکار ہیں ۔

ہزاروں مدرسے قائم تھے جن میں جوق جوق طلبا تحصیل علم کے لیے آتے تھے ۔ ہر علم کی کتابیں ہر قسم کے مضامین شائع کیے جاتے تھے کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی ۔

"مسلمان گورنر، وزیر، علما، اہل علم کی قدر دانی میں خلفا کے ساتھ ہمسری کرنے کے بڑے شائق تھے ۔ اجرائے مدارس و امداد طلبا میں نہایت فیاضی سے کام لیتے تھے" (گبن)

ایک زمانہ میں تین اسلامی سلطنتیں قائم تھیں جو صولت و سطوت کے علاوہ ترقی علم میں بھی ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتی تھیں ۔ عباسی ایشیا میں ۔ فاطمی افریقہ میں اور اموی یورپ میں ۔ چنانچہ جس طرح سمرقند کی رصدگاہ مشرق میں مشہور تھی اسی طرح اسپین کی رصدگاہ اشبیلیہ میں معروف تھی

سب سے پہلا اعلیٰ طبی مدرسہ سرنو (اٹلی) کا طبی مدرسہ تھا جس کو عربوں نے قایم کیا تھا اور سب سے پہلی رصدگاہ جو یورپ میں قائم کی گئی وہ اشبیلیہ کی رصدگاہ تھی۔

مسلمانوں نے ہر قسم کے علوم طبعیہ و ادبیہ پر سرگرمی کا اظہار کیا رفتہ رفتہ بہت سے مسلمانوں نے یونانی و لاطینی کے لغت بھی تیار کیے۔ جو شاندار مدرسے مسلمانوں نے قایم کیے اُن میں ہر مذہب ہر قوم کے معلم مقرر کیے گئے اور تعلیم اہل کمال کے سپرد کی گئی علمی ترقیاں کسی گروہ سے مخصوص نہ تھیں عام و خاص سب اس بات میں مشغول تھے کہ علم حاصل کریں اور ترقی دیں۔

خلفا بذاتِ خود علمی تحقیق میں سرگرم رہتے تھے۔ مامون رشید اکثر لوگوں کو سزا دیکرتا تھا جو فلسفہ و علم کے دشمن ہوا کرتے تھے۔ مذہب اسلام کے سوا کسی مذہب کی تاریخ میں یہ واقعہ نہیں پایا جائیگا کہ کسی مذہبی حاکم نے علم و فلسفہ کے دشمن کو سزا دی ہو اسلام نے قریب و دور سب کی برابر عزت کی ہے اور یگانہ و بیگانہ علما و حکما کے ساتھ یکساں رواداری سے پیش آیا ہے۔

"دنیا کی قوموں نے نہ مسلمان فاتحین جیسے حکمران دیکھے نہ اسلام جیسا روادار و فیاض مذہب پایا۔" (ایک عالم یورپ)

"ہم جس طرح مذہبی رواداری میں مسلمانوں کے شرمندۂ احسان ہیں اسی طرح انصاف کے طریقوں میں بھی ہم نے ان سے سبق حاصل کیا ہے ہمیں مسلمانوں کے شعار لا اکراہ فی الدین کو اپنا شعار بنا لینا چاہیے اور اس کی حدود سے ایک قدم باہر نہ جانا چاہیے۔" (موسیو بافوٹو)

علوم ریاضی اور طبیعیات فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ تاریخ کی چھان بین کی سب علوم میں اُستاد ہو گئے۔ تمام علوم میں جتنی فائدہ و حکمت کی باتیں تھیں بموجب اِس حدیث کے کہ "حکمت مسلمان کی گم شدہ پونجی ہے جہاں میں جس مسلمان کو ہاتھ لگے لے لے وہی اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے" اخذ کرلیں۔ غیر قوموں نے جو موم جامہ چڑھا رکھا تھا اُس کو اُتار کر خالص اسلامی لباس پہنا دیا۔

"مسلمانوں نے اور قوموں سے کتنا ہی کچھ کیوں نہیں سیکھا مگر انہوں نے اپنی لیاقت و قابلیت سے اسلوبیت کچھ ترقی دی۔" (ادشاہ جرمن)

تمام علوم مسلمانوں کے زیر عاطفت آکر ان کے حلقہ بگوش غلام بن گئے تھوڑے ہی دنوں میں ہر ایک علم و فن میں ایسے اشخاص ظہور میں آئے جنہیں اُستاد وقت کا لقب دیا گیا ہے۔

یہ سچ ہے کہ ہر فرد بشر فلسفی نہیں بن گیا تھا بعض اوقات فلسفہ سے بے اعتنائی برتی گئی لیکن یہ شکایت بلاد اسلامیہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

آزاد سے آزاد اور مہذب سے مہذب ممالک میں بھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ بعض اوقات امن عام کی خاطر حکومت کو بھی مجبوراً دست اندازی کرنی پڑتی ہے اور باہمی حسد کی سیاہ بختی کا تاریک سایہ دنیا میں ہمیشہ نحوست پھیلاتا رہا ہے۔

"ہم نہایت فخر اور نہایت خوشی سے دعوے کرتے ہیں کہ اسلام نے کبھی حکما اور فلاسفہ کو نقصان نہیں پہنچایا۔ فارابی، کندی، بوعلی سینا، نوبخت، بہمنیار، ابن مسکویہ، بیرونی، ابوبکر رازی، خیام بحیثیت حکیم اور فلسفی تھے لیکن ان میں کسی شخص کو انکوزیشن کی عدالت میں نہیں جانا پڑا۔ نہ وہ زندہ جلائے گئے نہ شکنجہ میں کسے گئے۔ نہ انکو کسی طرح کی تکلیف دی گئی، خلفا و سلاطین اسلام نے ان کا نہایت اعزاز و احترام کیا وہ جہاں جاتے تھے لوگ ان کے لیے آنکھیں بچھاتے تھے۔ جہاں ان کا ذکر آتا ہے ان کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ محدثین و فقہا ان کا ذکر مدحیہ الفاظ میں کرتے ہیں اس سے زیادہ فلسفہ کی کیا عزت کی جاسکتی ہے لا یعرف الفضل الا ذو الکمال کمال کی قدر صاحب کمال ہی کرسکتا ہے۔" (شبلی نعمانی)

عربوں کا علم اوّل اوّل بالکل یونانی تھا ایک ہی صدی کے بعد ان کا علم عربی ہو گیا انہوں نے اس بات پر قناعت نہیں کی کہ وہ مدت دراز تک ارسطو، افلاطون، اقلیدس بطلیموس کے شاگرد کہلائیں جیسے کہ اہل یورپ کی حالت دس صدیوں تک رہی۔

سب سے پہلا اصول جس کے سبب مسلمانوں کا فلسفہ غیر قوموں کے فلسفہ سے ممتاز ہوا یہ تھا کہ انہوں نے علم کی بنیاد مشاہدہ و تجربہ پر رکھی اور اس بات پر زور دیا کہ علوم عقلیہ و طبعیہ میں محض منقول پر قناعت نہ کی جائے جب تک تجربہ و مشاہدہ سے تائید نہ ہو۔

"عربوں کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمات میں سے تھا کہ پہلے تجربہ و مشاہدہ کرو پھر یقین کرو۔ مگر یورپ میں دسویں صدی کے بعد تک یہ قاعدہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ کتابوں میں پڑھو اور بار بار دُہراؤ یہی طریقہ علم حاصل کرنے کا ہے۔" (گستاؤلی بان)

"عرب ہی نے سب سے پہلے دنیا کو بتایا کہ مذہب پر قائم رہنے کے ساتھ علم میں آزادی کے ساتھ کیونکر شامل ہو سکتے ہیں۔" (گستاولی بان)

"عمرو بن عاص فاتح مصر و یوحنا نحوی میں جو محبت آمیز تعلق تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کی عقل آزاد اور بلند خیالات کے قبول کرنے میں کہاں تک ترقی کر گئی ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ عرب کے باشندے زمانۂ جاہلیت کی بت پرستی سے نکل کر جیسے ہی توحید کے دائرہ میں داخل ہوئے تو ان کی عقل فلسفی اور ادبی علوم میں جولانیاں دکھانے کے لیے پوری طرح تیار ہو گئی تھی۔" (ایک فلسفی انشا پرداز یورپ)

"اگر یونانیوں میں ستاروں کے رصد کرنے والے دو تین مل سکتے ہیں تو عربوں میں اجرام سماوی کا مشاہدہ کرنے والے اور اپنے مشاہدات کو باقاعدہ قلمبند کرنے والے بے شمار مل سکتے ہیں اور علم کیمیا کا تو یہ حال ہے کہ اگر یونانیوں میں ایک کیمیا داں مل سکتا ہے تو اس کے مقابلہ میں دو سو عرب کیمیا داں بتائے جاسکتے ہیں جنہوں نے اپنے تجربوں سے اس علم کو ترقی دی۔ یہی سبب ہے کہ کیمیا تحقیقی کو ہم خالص عربی علوم میں شامل کرتے ہیں۔" (ڈیلامبیر تاریخ علم ہیئت)

"یورپ کی علمی کتابوں کو دیکھکر نہایت حیرت ہوتی ہے جبکہ ان میں وہ رائیں اور خیالات نظر آتے ہیں جو یورپ میں ابھی ابھی شائع کیے گئے ہیں۔ مثلاً کائنات عضویہ کا ارتقا جو زمانۂ حال کا علمی نظریہ ہے عربوں کے مدارس میں مسلم تھا۔ اس باب میں ان کے خیالات ہم سے بھی زیادہ بلند اور وسیع تھے۔" (یورپ کا ایک نامور فلسفی)

"جب علم طب کیمیا طبیعات فلاحت عرب کے ہاتھ آیا تو اس میں انہوں نے بہت کچھ

ترقی کی یہاں تک کہ ان علوم میں ان کی فضیلت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور جہاں تک ہم کو معلوم ہے گویا کہ وہ ایک شے ہے۔ اس اصلی حقیقت کا جو آج تک ہم کو معلوم ہی نہیں ہوئی۔ ہر کیف عرب کی قوم ہمارے جملہ فضل و کمال کا اب بھی سرچشمہ ہے اور جن کمالات کو ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہماری قوموں کی ایجاد ہوں گے اب ہم کو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے اصل موجد عرب ہی ہیں" (موسیو سیدیو)

"یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے دنیا کو تمدن کا سبق نصرانیت سے زیادہ پڑھایا ہے اور اخوت و مساوات کی روح زیادہ عام کی ہے" (ڈاکٹر کین ٹیلر)

"یہ بات مطلق سمجھ میں نہیں آتی کہ صرف دو صدیوں میں مسلمانوں میں کس طرح بے شمار ہیئت داں پیدا ہو گئے تھے۔ حالانکہ بارہ صدیوں میں مذہب عیسوی یورپ میں ایک ہیئت داں بھی پیدا نہ کر سکا" (ایک مصنف یورپ)

"عرب کی قوموں کو خدا نے دنیا میں اس لیے پیدا کیا تھا کہ وہ علوم و فنون اور اسباب تمدن کو ان مختلف قوموں تک پہنچا دیں جو فرات کے کنارے سے لیکر اسپانیہ کی وادی کبیر تک پھیل رہی ہیں۔ چنانچہ ان تمام قوموں نے جملہ کمالات اسی قوم سے حاصل کیے تھے" (ایک فرنچ عالم)

"عربوں نے جن علوم کو غیر قوموں سے حاصل کیا وہ یا تو پرانے کتب خانوں کی چاردیواری میں بند تھے یا بعض کے دماغوں میں پوشیدہ تھے۔ نوع انسان کو ان سے کوئی فیض نہیں پہنچتا تھا۔ جب وہ عربوں کے ہاتھ میں آئے تو انہوں نے ان علوم کے مردہ قالبوں میں روح پھونکدی وہ اخلاق و ارواح کی غذا بن گئے وہ دولت و صنعت کے سرچشمے ہو گئے وہ انسانی قوتوں کو منزل کمال تک دوڑانے کے لیے مہمیز بن گئے۔ یورپ میں جن لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور عقل و انصاف سے کام لیا ہے ان میں کوئی شخص ایسا نہیں جو مسلمانوں کی اس علمی فضیلت سے انکار کرے کہ انہوں نے یورپ کو جہالت کی تاریکی سے نکالکر علم کی روشنی میں پہنچا دیا اور ان کو بتایا کہ وہ کس طرح دیکھیں و کس طرح سوچیں اور ان کو جتایا کہ علم حاصل کرنے کا صحیح اصلی طریقہ تجربہ و مشاہدہ ہے سو انہیں مسلمانوں نے اپنے علوم سپین و جنوبی اٹلی کے رستہ سے یورپ میں داخل کیے۔ پیرس کی سڑکوں پر بارھویں صدی تک پتھر کا فرش نہیں ہوا تھا حالانکہ اس وقت سے بہت پہلے مسلمانوں کے اندلسی شہروں میں پتھر کی سڑکیں موجود تھیں (پیرس کا ایک فلسفی)

"خلفا کے دور حکومت میں مسلمانوں نے نسطوری عیسائی اور یہودی علما کیساتھ تو تعظیم و تکریم ہی کا برتاؤ نہیں کیا بلکہ انہوں نے سلطنت کے بڑے بڑے کام ان کے سپرد کیے بڑے بڑے عہدوں پر ان کو ممتاز کیا مدارس کا انتظام نہایت آزادی و فیاضی کے ساتھ کبھی عیسائیوں کے سپرد کیا جاتا تھا کبھی یہودیوں کے یہ کبھی نہیں دیکھا جاتا تھا کہ وہ علما جن کی سپردگی میں اتنا بڑا انتظام دیا جاتا ہے کس شہر کے باشندے ہیں یا کس مذہب کے ماننے والے ہیں"

مامون کا قول ہے "اہل علم خدا کے برگزیدہ بندے ہیں جنہوں نے اپنی توجہ تزکیہ نفس روحانی کی طرف مائل کی ہے اور اپنے نفسوں کو تمام گناہوں سے پاک صاف کیا ہے وہ دنیا کے نور ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا وحشت و جہالت کے اندھیرے میں ٹکراتی

پھرتی" عربوں نے یہودی طبیبوں اور عیسائی معلموں کی فوج تیار کر کے علم و فلسفہ کو اس سے بھی زیادہ تیزی سے فتح کیا جس تیزی سے کہ وہ رومی سلطنت کی آخری حدود پر پہنچ گئے تھے۔

میں اس الزامی طریقہ پر افسوس کرتا ہوں کہ یورپ نے اہل اسلام کے ان احسانات کو جو ہم پر سائنس کے باب میں انہوں نے کیے نظر انداز کرنے کی تدبیر کی ہے۔ واقعی احسانات اب زیادہ دیر تک چھپے نہیں رہ سکتے ناانصافی جو مذہبی عناد اور قومی غلط فہمی پر مبنی ہو وہ ہمیشہ کے لیے قائم نہیں رہ سکتی اہل عرب نے یورپ کے دل و دماغ پر اپنی عقل و فرزانگی کا سکہ بٹھایا ہوا ہے بہت جلد عیسائی دنیا کو اس بات کا اقرار کرنا پڑیگا۔ اہل عرب نے یہ نہ مٹنے والی بات آسمان پر لکھدی ہے اور اس کو ہر شخص جو ستاروں کو دیکھ سکتا ہے اسے بھی پڑھ سکتا ہے۔

"علم کے سیکھنے میں اہل فرنگ ابو علی الحسن، ابو موسیٰ، ابو الوفا اور علماء عرب کے زیادہ تر احسانمند ہیں" (ڈریپر)

"اسلامی یونیورسٹیوں میں ہی زانوئے ادب تہ کر کے یورپ نے علم و فن کا اکتساب کیا ہے اگر ان اسلامی درسگاہوں کا وجود نہ ہوتا تو شاید ہی اہل یورپ بیداری و سرگرمی سے ہمکنار ہو سکتے۔ ان یونیورسٹیوں کے شاگرد ہونے ہی نے یورپ میں علوم و فنون کی تنویر سے ظلمت جہل کو کافور کیا۔ آج مغرب جن علمی اکتشافات پر نازاں ہے یہ سب اسلامیوں کے فیض صحبت کا نتیجہ ہے اسلام کو یہ جائز فخر حاصل ہے کہ یہ مذہب مشن اپنے نام سے انکو سائنس سے مرعوب نہیں بناتا برخلاف اسکے مسیحی کلیسا نے سائنس والوں کو فرزند ابن شیطان قرار دیا ہے" (ڈاکٹر ای جارج فلاڈلفیا امریکہ)

"اسلامی سلطنت دینی حیثیت میں باقی تمام سلطنتوں اور قوموں کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر رہی ہے۔ حالانکہ اس کا عقیدہ کلمہ توحید سے ایک انچ بھی آگے نہ سرکا ۷۱۱ء میں اسلامی تلواروں نے سپین فتح کیا لیکن عیسائی دنیا پر کوئی زیادتی نہیں کی گئی عیسائیوں کے مذہبی عقائد پر کبھی کوئی بیجا دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ یورپ میں جو اس وقت تمدن ہے وہ سب مسلمانوں کا سکھلایا ہوا ہے۔ ہندسہ، فلک، ریاضیات سب کچھ یورپ نے مسلمانوں ہی سے پایا ہے" (ایک یورپ کا عالم)

"ایسی حالت میں جبکہ یورپ ظلمات جہالت میں مبتلا تھا اور علمی روشنی کا اس میں نام و نشان نہ تھا یکایک اسلام کی طرف سے تیز نورانی شعاعیں نمودار ہوئیں جن سے تمام یورپ چمک اٹھا۔ یہ شعاعیں علوم اور بیہ فلسفہ اور فنون و صناعات کی تھیں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے کہ بغداد، سمرقند، دمشق، مصر، فاس، غرناطہ و قرطبہ علوم و فنون کی اشاعت کے مرکز تھے۔ انہی مرکزوں سے تمام عالم منور رہا اور مختلف قوموں میں روشنی پھیلی۔ اہل یورپ نے قرون وسطیٰ میں اہل اسلام کے اکتشافات صناعات اور علوم کو اپنی ترقی کا سنگ بنیاد قرار دیا" (ڈاروے سابق وزیر تعلیم فرانس)

"یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ عرب ہی نے تمام کتابوں اور تحریروں کو فلسفہ یونان کی تباہی سے محفوظ رکھا اور انہی کی وجہ سے یورپ میں علم و فلسفہ پہنچا اس امر خاص میں یورپ ان کا ممنون احسان ہے اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ ان

کہ ان لوگوں سے علم ہندسہ، ہیئت، طب، کیمیا میں بڑی کوشش کی اور ان ہی کی بدولت اسپین سے فرانس ہو کر فرنگستان میں علم پھیلا۔"

"اسپین میں علم و حکمت کے کمال نے تعصب کو ایسا مٹا دیا تھا کہ زمانۂ حال کے لوگ سنکر تعجب کرینگے۔ یہودی، عیسائی، مسلمان ایک ہی زبان بولتے۔ ایک ہی قسم کی شعر سے محظوظ ہوتے۔ ایک ہی طرح کا خیال رکھتے۔ عرب یہود و نصاریٰ کو اپنے فرائض مذہبی و مراسم کے ادا کرنے سے مطلق مزاحم و مانع نہ تھے۔ ان کی دوستی و محبت، ربط و ضبط یہاں تک بڑھا کہ مسلمان، عیسائی اور یہود میں شادی بیاہ ہونے لگا۔" (جان ہنری ڈریپر)

"یورپ نے علوم و فنون اول ہی اول مسلمانوں سے سیکھے۔ اسپین میں لٹریچر و سائنس نے ایسی ترقی کی کہ اس وقت سوائے وہاں کے یورپ میں کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔ صرف مسلمانوں کے شہروں میں جو علم کا سرچشمہ بنا تھا، اس سے پینے کے واسطے فرانس، جرمن، انگلستان سے طلبا کے گروہ کے گروہ اکٹھے ہو کر چلے آتے تھے۔ اندلس کے سرجن ڈاکٹر علم کا پیش خیمہ تھے۔ علم ہیئت، نباتات، تاریخ فلسفہ، علم اصول قوانین ہسپانیہ سے اور صرف ہسپانیہ سے سیکھے جا سکتے تھے۔ جو چیز سلطنت کو بزرگ و سرسبز بناتی اور تہذیب و شایستگی کو پیدا کرتی ہے اسلامی ہسپانیہ میں موجود تھی۔" (لین پول)

"ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانۂ حال کے علم ادب کے درمیان میں بطور ایک سلسلہ کے بیان کیے گئے ہیں بلاشبہ وہ ایشیائی مسلمان اور اندلس کے مور تھے جو خلفائے عباسیہ و بنی امیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے۔ علم جو ابتدا میں ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اس کا وہاں دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا۔ یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے اور یورپ میں جہالت و وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا اور علم ادب قریباً نیست و نابود ہو گیا تھا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیے کہ تمام علوم طبیعیات، ہیئت، فلسفہ، ریاضی، جو یورپ میں جاری تھے ابتداءً عرب کے علما سے حاصل ہوئے تھے، اور خصوصاً اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کیے جاتے ہیں۔ اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہیے کہ وہ حضرت محمدؐ کے پیرؤوں کے (جو قدیمی اور زمانۂ حال کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ہیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکما کی بہت سی کتابیں ان ہی کی کوششوں سے فنون اور علم ریاضی طب وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی شائع ہوئیں۔" (جان ڈیون پورٹ)

"اس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ زمانۂ حال کا سائنس اپنے ہر ایک انکشاف اور ہر ایک تحقیقات کے لیے عربی دماغ کا ممنون ہے۔ اسلامی حکومت تابع عقل تھی۔ علمی تحقیقات کا شوق مسلمانوں میں جنون کے درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ حکومت کا ہر شعبہ زندگی کا ہر مشغلہ، تعلیم کی ہر شاخ اس شوق کی جولانگاہ تھی۔ ادارہ اور مذہبی معابد تک اس کی دست برد سے بچے ہوئے نہ تھے۔ شعر و سخن، ادب، دانش کا چرچا اور تجربہ و مشاہدہ کے ذریعہ سے علمی تحقیقات کا مشغلہ آٹھ سو سال تک عربوں کی سب سے بڑی خصوصیت اور فرمانروایانِ اسلام کا سب سے نمایاں وصف تھا۔ عقل انسانی کی اس آزادی اور اس تمدنی ترقی کو اس فیاضانہ روش کا لازمی نتیجہ تصور کرنا چاہیے جو خلفائے بنی امیہ نے اپنی عظیم الشان سلطنت میں مدتوں اختیار کیے رکھی۔ وہ سلطنت جس کا تمدن قرون متوسطہ کے یورپ کا سرمایۂ تعجب تھا اور جس کے جلال و جبروت کے تصور تک سے یورپ کانپ اٹھتا تھا۔ زمانۂ حال کی تہذیب کے لیے جس کے وجود میں آنے کا باعث یہی مسلمانوں کے مشاغل ہیں۔ نہایت شرم کا مقام ہے کہ محض مذہبی تعصب کی بنا پر وہ مسلمانوں کے احسانات کو فراموش کر رہی ہے اور کھلے دل سے ان کی جلالت، قدر و عظمت مراتب کا اعتراف نہیں کرتی۔ یقیناً تمام دنیا کے لٹریچر میں حضرت محمدؐ کے اس قول سے زیادہ پاک اور لطیف خیال کسی مقولہ میں نہ پایا جائیگا کہ دماغ بغیر علم کے اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو اور سچی دولت و عظمت دولت سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ علم سے۔" (پروفیسر اسکاٹ امریکہ)

عبدالکریم (از کسیلہ)

اخوۃ اسلامی

ایک غریب اندھے سے کسی نے پوچھا بھی کھیر کھاؤ گے۔ اُس نے کہا میں نے تو کبھی کھائی نہیں ہے اور نہ جانتا ہوں کہ کیسی ہوتی ہے۔ پوچھنے والے نے کہا دودھ اور چاول سے بنتی ہے اور نہایت سفید ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا سفید کیسی۔ اُس نے کہا۔ کیا یہ بھی نہیں جانتے بگلے کے پر کی طرح سفید براق ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا بگلہ کیسا ہوتا ہے۔ اُس نے کہا صلاح نہ شد بلا شد۔ اب میں تمہیں بگلہ کیسے سمجھاؤں بگلہ ایک پرند ہے۔ بڑی گردن اوپر سے خم دار یہ کہکر اپنا ہاتھ ٹیڑھا کیا اور اندھے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اندھے نے گویا بگلے کی گردن ٹٹول کر کہا۔ یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے مجھسے کھائی نہ جائیگی۔ جب سے ٹیڑھی کھیر ضرب المثل ہے۔ اِس حکایت کا یہ نتیجہ صریحاً اخذ ہو سکتا ہے کہ جو چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے وہ زبان کے سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ خدا نے فرمایا ہے "انما المؤمنون اخوۃ" (مسلمان بھائی بھائی ہیں) یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رکھے جیسا ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ رکھتا ہے۔ اب جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اُس وقت عرب میں ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا تب تک اس آیت کے معنی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اگر ہندوستان کے بھائیوں پر خیال کریں تو آیت کا مفہوم خبط ہو جا

ہے یہاں تو پہلے بھائی سے بھائی لڑیگا پھر کہیں غیر سے لڑیگا ابتدا گھر ہی سے ہوگی کیا معنی کہ اشتراک خاندان کا برتاوستور تمام ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکساں قایم ہے - پیشوائے خاندان تمام دنیا کے جھگڑے بکھیڑے اپنے سر رکھتا ہے اور دیگر اشخاص خانہ دنیا وما فیہا سے خبر نہیں رکھتے - اگر ان کا کچھ مشغلہ ہے تو صرف یہ کہ پیشوائے خانہ کی طرف سے دل میں صد ہا کدورتیں جمع کرتے جاتے ہیں اور منہ سے کچھ نہیں کہتے - اندر ہی اندر جب خوب مواد پک لیا تو ایک مرتبہ خانہ جنگی کی ٹھہری اور اُسکے بعد جُدائی ہوئی سب لڑتے بھڑتے پیشوائے خانہ بندگان حلقہ بگوش کو آزاد نہ کریگا اور نہ سگان ندوکی (سگ زرد باش برادر خور دمباش) کی غلامی کریگا - گویا ہر ایک کو دنیا کے جھگڑوں میں پڑنے کے قبل اپنے بھائی یا اور قریبی رشتہ داروں سے جو بھائی کی مدمیں ہیں لڑنا فرض ہے - اب ایسی حالت میں ہم کیا سمجھا سکتے ہیں کہ اخوت اسلامی کی بنیاد دین اسلام نے کس بیش بہا اصول پر قایم کی تھی - جب اخوۃ کی عظمت ہمارے دل میں نہیں ہے تو اخوۃ اسلامی ہم کیا سمجھیں گے -

عرب میں گو جہالت تھی لیکن اُن کے تمدن نے برادرانہ حقوق کی حفاظت نہایت اعلیٰ درجہ پر کی تھی - حالتِ ماند و بود اُنکی نہایت سادہ تھی - بالغ ہونے کے بعد ہر ایک بھائی خود کمانے کھانے کی فکر کرتا تھا اور بیاہ شادی جب ہی کرتا تھا کہ خود میں بار عیالداری اُٹھانے کی استطاعت پاتا تھا - امیر وغریب سب ہی میں ہوتے ہیں اور فطرتی محبت کا مقتضا کم و بیش سب میں ہوتا ہے - شرکت کی وجہ سے جو دلوں میں بغض اور کینہ کی گرہیں پڑجاتی ہیں - عرب میں ان کا نام بھی نہ تھا - ایک بھائی دوسرے بھائی کی تنگدستی میں دستگیری کرتا تھا - طرفین سے اظہار خلوص و احسانمندی ہوتا تھا - فطرتی محبت میں ان کے طریق عمل بے حد قوت پہنچاتے تھے - علاوہ اس حسن معاشرت کے ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے یا ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے لڑنے کی ضرورت ہوتی تھی اور اُس وقت تمام اہلِ خاندان سردار قوم کی ماتحتی میں اپنا مرنا جینا عزت اور فخر کا باعث سمجھتے تھے - اگر کسی ایک کو دوسرے قبیلہ کا کوئی شخص مارتا یا گالی دیتا تھا تو صرف اُس کے بھائی بھتیجے نہیں بلکہ کل قوم کے نوجوان اُس کی مدد کو از خود کھڑے ہو جاتے تھے اور کسی قسم کا بار احسان نہیں رکھتے تھے - وہ سمجھتے تھے کہ آج جس کی مدد کو ہم کھڑے ہوتے ہیں وہ کل ہماری مدد کو اسی طرح کھڑا ہوگا - بھائیوں کا قوتِ بازو ہونا عربوں ہی کے تمدن میں پایا جاتا تھا - دوسری جگہ اس کی مثال نہیں ملتی - ہاں اس کے قریب قریب ایک شے ہندوستان میں ہم پاتے ہیں کہ مقدمہ بازی کے لیے جتنے جھوٹے گواہ چاہییں لے لیجیے - مشہور ہے کہ زمینداری کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور تنہا جھوٹ بولنے سے کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک دس پانچ گواہی دینے والے ساتھ نہوں - اس لیے ایک کا دوسرے کی طرف سے گواہی دینا کسی قسم کا احسان رکھنا نہیں ہے بلکہ آپس کی تمدنی حالت کا مقتضے ہے -

اگر اس تقریر سے عرب کے بھائیوں کے باہمی برتاؤ کا نقشہ ناظرین کے ذہن میں کچھ آیا ہو تو وہ سمجھیں کہ شرع محمدی نے خاندانی اخوۃ کو وسیع پیمانے پر پھیلا کر یہ حکم دیا کہ جتنے لوگ دائرہ اسلام میں آتے جائیں وہ ایک ماں باپ کی اولاد یا ایک خاندان کے افراد ہوتے جائیں - اُس وقت مسلمانوں کا یہ انداز تھا کہ ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کا جوٹھا پانی پیتا تھا - جوٹھا کھانا کھاتا تھا - اُن میں دولت ثروت اور ہنر کا کچھ امتیاز نہ تھا امیر سے امیر ایک ادنے غریب سے فروتنی کے ساتھ پیش آتا تھا - کوئی شخص دولت کی وجہ سے خود کو زیادہ معزز نہیں سمجھتا تھا - اگر عزت تھی تو پیری کی تھی یا علم کی - غریب سے غریب مسلمان کی عزت تمام متمول مسلمان اُتنی ہی کرتے تھے جتنی اُس کے چھوٹے بھائی یا لڑکے کرتے تھے - غریب سے غریب فقیہ محدث یا حافظ قرآن بڑے بڑے امیروں کے دربار میں محترم سمجھا جاتا تھا - ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی غیبت یا عیب جوئی نہیں کرتا تھا - ایک کو خوشحال دیکھکر دوسرا خوشیاں مناتا تھا - حسد کا نام بھی ان میں نہ تھا - کسی ایک بھائی کے گھر دولت کا آنا ہر ایک عین اپنے گھر دولت کا آنا تصور کرتا تھا - غیر قوموں سے اگر ایک مسلمان نے بھولے سے بھی کوئی وعدہ کیا یا کسی بات میں زبان دیدی تو تمام مسلمان اسے عین اپنا وعدہ کرنا اور اپنی زبان دینا تصور کرتے تھے - اس اخوۃ نے بے انتہا اتفاق پیدا کر دیا تھا - پیغمبر خدا کے زمانہ میں اور صحابہؓ کرام کے زمانہ میں اس اخوۃ نے ایسے ایسے کام بنائے کہ یورپین مورخ پڑھکر حیران ہو جاتے ہیں - تمام باتیں ان کی سمجھ میں آجاتی ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ان ایسے متلون - خود غرض اور کمزور مخلوق کو نبیؐ نے کس طرح اخوۃ اسلامی کی رسی سے جکڑ کر مستقل مزاج - فرشتہ خصلت اور زبردست قوم بنادی تھی -

زمانۂ مابعد میں جہاں سب چیزوں میں ضعف آیا اخوۃ اسلامی میں بھی ضعف آیا اور اب تو محض لفظ ہی لفظ ہے اِس میں کوئی مفہوم ہی نہیں ہے - کالبد ہے روح نہیں ہے مگر خدا کا شکر ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ انحطاط میں بھی جو اخوۃ مسلمانوں میں ہے وہ اور کسی مذہب میں نہیں ہے - آج کوئی شخص جاپان یا چین کا رہنے والا آسٹریلیا برما - امریکہ یا دنیا کے کسی حصہ کا باشندہ ہمارے سامنے آکھڑا ہو ہم اُس کی زبان سے نا آشنا ہوں - صورت اُسکی بالکل غیر مانوس ہو کسی قسم کی مناسبت ہم سے نہو - لیکن وہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہمارے سامنے کہدے تو ایک مرتبہ ہماری رگوں میں اخوۃ اسلامی ضرور جوش زن ہو جائیگی - ہم اجنبیت کا خیال نہ کرینگے - یہ بھی نہ سوچینگے کہ وہ ہمارے لیے کوئی بلا ساتھ لایا ہے یا پیغام شادمانی سنانے آیا ہے - رات کو اُسکے ساتھی ڈاکہ مارنے آئینگے تو یہ پھاٹک کھولکر اُن کو گھر میں بلائیگا یا ہمارے ساتھ رہکر یہ ہم کو کوئی عمدہ سبق دیگا اور ہماری حفاظت کریگا - یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ ہم خود پکے مسلمان ہوں - ارکانِ مذہب جانتے ہوں - اسلام سے ہم کو محبت ہو - ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے - ہماری آؤبھگت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے مسلمان کے گھر جنم لیا ہے اور ہمارے سامنے ایک اجنبی کلمہ پڑھتا ہوا آیا ہے ہم بے سمجھے بوجھے اُس سے چمٹ جائینگے - اور دسترخوان پر کھانا بچھا کر کہیں گے - آئیے ! بسم اللہ ہاتھ دھوئیے !! - ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اُس کے ساتھ بے وفائی نہ کریں گے اگر اُس کی تقدیر میں گردش ہے تو سب سے پہلے ہم ہی اُس کی تخریب کے اسباب بھی پہنچائینگے - یہ ہماری موجودہ بُرائیوں کا دوسرا رُخ ہے - لیکن ایک مرتبہ ہم اپنے اظہار اخلاق سے اُس کا دل ضرور خوش کر دینگے - اور اگر وہ کسی غیر مذہب کا ہے اور

تقیہ کرکے ہم سے ملاپ جب بھی ہم اُس کے دل میں ایک مرتبہ پھر جا دینگے کہ پیغمبر کے وقت میں جو اخوۃ اسلامی کی آگ روشن کی گئی تھی اُس کی خاکستر میں اب بھی ذرا ذرا سی چنگاریاں موجود ہیں اور دنیا کا کوئی مذہب اس بارہ میں اس درجہ قیاس نہیں ہے

آیات قرآنی

"سب ملکر مضبوطی سے اللہ کا ذریعہ پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔ اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور اُس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے" (آل عمران ۱۱)

"خدا سے موسٰی نے کہا کہ میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا کر اُن سے میری ڈھارس بندھا اور میرے کام میں اُنکو شریک کر" (طہٰ ۲)

"لے پالکوں کو اُنکے حقیقی باپوں کے ناموں سے پکارا کرو یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے لیکن اگر تم کو اُنکے باپ معلوم نہوں تو خیر وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں" (سورۂ احزاب رکوع ۴)

"مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ تم پر رحم کیا جائے" (سورۂ حجرات رکوع اوّل)

"پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو برا نہ کہے کیا کوئی تم میں سے گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یہ تو ہرگز گوارا نہ کرے گا" (سورۂ حجرات رکوع ۲)

(ماخوذ از) الاسلام

علمی آزادی

علم کو قوت عقلی کے ساتھ وہی نسبت ہے جو غذا کو جسم کے ساتھ ہے پس جس طرح انسان کا جسم مختلف قسم کی بیرونی اشیاء سے غذا حاصل کرکے نشو و نما پاتا اور بڑھتا ہے اسی طرح اُس کی عقلی قوت بھی علمی ذخائر اور تجاربی معلومات سے قوی ہوتی اور ترقی کرتی ہے۔ اسی وجہ سے نوع انسان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والوں نے علم کی مذمت کرنے اور اس کی طرف سے لوگوں کو نفرت دلانے اور اہل علم کو تکلیف دینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اُنھوں نے قطعی حکم لگا دیا کہ علم ایک ایسی ناپاک چیز ہے جسکے قریب آنا بھی ناجائز ہے۔ علامہ ڈریپر نے دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ "انکا خیال تھا کہ علم ایک ایسا ملعون درخت ہے جو اپنے زہریلے میووں سے بنی آدم کو ہلاک کرتا ہے" انھوں نے علم کی مخالفت پر یہاں تک کمر باندھی تھی کہ لوگوں کو اُس کا نام لینے سے منع کرتے تھے۔ وہ قدمائے فلسفہ میں تحریف کرکے اُسکو اپنی خواہشات کے موافق بنانا چاہتے تھے۔ حتّٰی کہ وہ ان خرافات کی بدولت ایسا بدصورت ہوگیا کہ عقل اُسکو دیکھکر سخت نفرت کرتی تھی۔

ان کے دل میں یہ خیال خام پیدا ہوگیا تھا کہ ہمارے پاس ایسا علم ہے جس کی طرف جہالت کی راہ نہیں ہو سکتی اُنھوں نے قطعی حکم لگا دیا تھا کہ جو چیز اس علم سے باہر ہو وہ دائرۂ تحقیق سے خارج ہے اور سوائے ہمارے کسی شخص کا اس کا قائل نہیں ہو سکتا ایسے لوگوں کو وہ اس قدر بے رحمانہ سزائیں دیتے تھے جنکے ذکر سے انسان کا دل دہل جاتا ہے اور اسی طریقہ سے اُنھوں نے علماء کی ایک بڑی تعداد کو صرف اس جرم میں ہلاک کیا کہ وہ علمی مواد کے بڑھانے میں کوشش کرتے ہیں۔

ان بیانات و مسائل سے اُس عام میلان میں جو علم کی طرف تھا سکون پیدا ہوگیا مگر اُس نے فوراً زندگی کے قوانین کی زبان سے حجت قائم کی اور وہ ناطق حجت یہ تھی کہ جہالت اور گمراہیوں کی گرم بازاری ہوئی اور اوہام اور خرافات کو رواج حاصل ہوا اور بہیمی خواہشیں انسانی خصلتوں پر غالب ہوئیں۔ زبردستوں نے زیردستوں کو دبا لیا اور ان کو تمام طبعی حقوق سے محروم کر دیا نوع انسان کی حالت میں ایک عرصہ تک سخت بدنظمی اور اختلال رہا۔ اسکے بعد اندرونی شورشوں اور بغاوتوں اور خونریزیوں کے بعد اب کا زمانہ آیا جو علم کو اُسکی جہنمی قیود سے آزاد کرانے کی غرض سے برپا ہوا ہے۔

جس وقت قوموں کی یہ حالت تھی اُس وقت آسمانی حقائق حضرت سید ولد آدم صاحب المقام المحمود صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو رہے تھے اور حقیقی تمدن اور آزادی علم کے اصول کی تدوین ہو رہی تھی۔ مذہب اسلام نے آکر ان تمام طوق و سلاسل کو توڑا جن میں علم مقید تھا اور قرار دیا کہ علم کو کسی قید سے مقید اور کسی حد سے محدود کرنا ایک ایسی بے انصافی ہے جو معیوب خیال کی جاسکتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم کی کوئی انتہا ہے تو وہ اُس کی حق تلفی کرتا ہے اور اُسکو اُس مرتبہ سے گراتا ہے جو خدا نے اُس کے لیے قرار دیا ہے۔" اور اسی لیے خدا نے فرمایا ہے "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا"

اسلام نے تصریح کی ہے کہ کلام الٰہی کی حکمتوں کا سمجھنا اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ انسانی فکر علوم کی روشنی سے منور نہو خدا نے فرمایا ہے "تلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون" اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ طلب علم میں کوتاہی کرنے والوں کو انجام کی خرابی سے ڈرایا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے "اور اے پیغمبر!

"ولئن جئتهم بآیة لیقولن الذین کفروا ان انتم الا مبطلون۔ کذلك یطبع الله علی قلوب الذین لا یعلمون"

اگر تم ان لوگوں کو کوئی سا معجزہ بھی لا دکھاؤ تو جو منکر ہیں وہ تو بس یہی کہینگے کہ تم سب نرے جھوٹے ہو۔ جو لوگ سمجھ نہیں رکھتے اُن کے دلوں پر اللہ اسی طرح مہر لگا دیا کرتا ہے۔

اس قسم کی آیات بینات سے اسلام نے انسانی عقول کیلیے علوم و معارف کے دروازے کھول دیے اور ہدایت کی کہ علم کا طلب کرنا اور اسکے اکتساب میں کوشش کرنا خدا کی سب سے بڑی عبادت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بہترین عبادت طلب علم ہے" اور نیز فرمایا ہے کہ "ایک ساعت علم میں غور کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"

(ماخوذ از) المدنیۃ والاسلام

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر أن الأرض يرثها عبادي الصالحون

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے

اصلاح الاخلاق والاعمال

تہذیب النفس — تدبیر منزل — سیاست مدن

نیچرل پردہ

عورت پردہ کرے؟ یا منہ کھولے بازاروں میں بھی پھرے؟ یہ نئی روشنی اور پرانی روشنی کی بحث کا ایک اکھاڑہ ہے۔

نئے زمانے والے کہتے ہیں

پردہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ عورت دنیا میں آئی ہے۔ دیکھنے دکھانے کو۔ یا گھر کے اور [illegible] زنانہ میں منہ کو اور بدن کو قید لیے لیے مرجانے کو۔ مرد سب کو دیکھتا ہے [illegible] سب اسکو دیکھتے ہیں اور بات چیت کرتے ہیں پھر کیا وجہ کہ عورت اس سے [illegible] رہے۔ عورت کے دل نہیں ہے۔ آنکھ نہیں ہے۔ دل میں ارمان پیدا نہیں ہوتے [illegible] قرآن میں عورت کو مرد سے کم رکھا ہے جب وہ مرد کی قید میں ہو کر گھر [illegible] بیٹھی رہے۔

[illegible] مردوں کے لیے اگر آزادی ہے تو عورتوں کا بھی اس میں کچھ حق ہے [illegible] عورت مرد دونوں [illegible] حکم اٹھانے میں برابر کے شریک ہیں تو کیا وجہ ہے کہ [illegible] جس [illegible] فرض اور عورتوں پر حرام۔ مرد تو دنیا کے ہر [illegible] دیکھیں [illegible] ہر علم [illegible] اور عورتوں کو اس سے روکیں۔

[illegible] اسلام کا جو کلمہ توحید پڑھتے ہیں وہ عورتوں کے کلمہ سے کوئی الگ چیز ہے؟ [illegible] مردوں کی نماز عورتوں سے کچھ زیادہ ہے؟ مردوں کے روزے [illegible] سے کچھ بڑھکر ہیں؟ مردوں کا حج عورتوں کے حج سے کچھ ممتاز ہے؟ مردوں کی زکوۃ عورتوں کی زکوۃ پر کچھ فوقیت رکھتی ہے؟ شریعت میں ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے پانچوں رکن جن کا ذکر اوپر ہوا [illegible] عورت مرد [illegible] پر یکساں واجب اور فرض ہیں۔ ان فرائض میں جن پر اسلام کی بنیاد ہے عورت مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان حکموں میں مرد کو عورت پر کچھ بھی فوقیت نہیں دی۔

[illegible] شریف میں الرجال قوامون علی النساء فرمایا۔ مدینہ میں ان کا حصہ آدھا مقرر کیا ہے جاہلیت کی بے شرمی و بے پردگی سے روکا ہے۔ مگر یہ کہیں نہیں کہا کہ مرد بادشاہ ہے اور عورت لونڈی ہے۔ مرد خدا ہے۔ اور عورت بندی۔ مرد خود مختار ہے اور عورت لاچار و بے اختیار۔

اعضائے جسمانی کی تعداد میں عورت مرد کی برابر ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس کا جسم مرد سے نسبتاً کمزور ہے اور اسی ناتوانی کے سبب رجال کی نسبت قوامون علی النساء ارشاد ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ [illegible] کے عالم میں [illegible] اس لیے ہے کہ مرد کی جسمانی تنومندی زیادہ خوراک چاہتی ہے اور مرد کی لازم جوانی زیادہ مصارف کی خواستگار ہے

لا تبرجن تبرج الجاهلية کا بھی یہ مطلب ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ میں عورتیں جاہلوں کی طرح بے حیائیاں کرتی تھیں۔ اسلام نے تہذیب سکھائی تو ان بے شرمیوں کو منع کر دیا۔ یہ غرض نہ تھی کہ عورت پردہ کی قید میں منہ چھپا کر بیٹھ جائے اور دنیا میں مردوں کی مانند زندگی بسر [illegible]۔

پرانی روشنی والے کہتے ہیں

عورت ناقص العقل ہے۔ عورت فتنہ ہے۔ عورت کو مرد کی برابری کا کوئی حق نہیں۔ ارکان اسلام میں [illegible] موجود ہے۔ عورت پر ایسے وقت آتے ہیں جب وہ نماز روزہ کے پاس نہیں جا سکتی۔ الرجال قوامون علی النساء کا یہی مطلب ہے کہ عورتوں پر مرد کامل فوقیت رکھتے ہیں۔ لا تبرجن تبرج الجاهلية کا یہی منشا ہے کہ عورت گھر کے اندر قید ہو کر بیٹھے۔ کہیں نہ جائے۔ کسی سے نہ ملے۔ مرد کی کسی بات میں دخل نہ دے۔ مرد کو کسی بات میں نہ ٹوکے۔ چلنے پھرنے سیر و سیاحت کا اُسے کوئی حق نہیں ہے۔

شریف وہ ہے جس کی بہو بیٹی کو آنکھ بھی غیر مرد نے نہ دیکھا ہو۔ آواز تک سنی نہ ہو

جس کے گھر میں بڑا انگ کا گزر ہو۔

جن کی عورتیں پڑھنا جانتی ہیں ان کی شرافت میں شبہ ہے۔ اور جن کی عورتوں کو لکھنا بھی آتا ہو وہ تو قیامت تک شریف نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا عورت کو تعلیم نہ دینی چاہیے اور گھر کی چار دیواری میں مقید رکھ کر بال بچوں کو پالنے۔ سینے پرونے بھنے ریندھنے میں عمر کاٹ دینی چاہیے۔ سیر تماشا۔ ملنا جلنا۔ دیکھنا دکھانا مردوں کا حق ہے عورتوں کو اس سے کیا سروکار۔

نیچر و فطرت کہتی ہے

عورت ہر اعتبار سے مرد کے مساوی ہے۔ اسلام نے اس کے حقوق دنیا بھر کے مذاہب اور قوموں کے مقابلہ میں زیادہ مقرر کیے ہیں۔ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو عورت کو آدمیت کا جامہ پہنانے آیا تھا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ توحید کے بعد اسلام نے جو سب سے بڑا کام دنیا میں کیا وہ عورت کا زندہ کرنا تھا۔ اسلام نے عورت کو نیچرل طریقہ پر زندہ کیا۔ اور اس کے حقوق دلوائے اور دنیا میں اسکی بود و باش کے لیے مرد کے برابر جگہ مہیا کر دی۔

موجودہ یورپ میں عورت کی جو شان پیدا ہوئی ہے اور ان یورپین لوگوں نے جو پرستش عورتوں کی شروع کی ہے۔ جو فوق العادت اختیارات عورت کو مرد پر دیے ہیں یہ اَن نیچرل ہیں۔ خلاف فطرت ہیں۔ ان سے انسانیت کی ترازو اور زندگی کے پلڑے برابر نہیں رہ سکتے۔ اس بے مروپا آزادی اور عورت کی خودمختاری سے وہ بے شرمیاں اور بے حیائیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو اسلام نے مٹایا تھا۔ اور جن کو تبرج جاہلیۃ کا خطاب دیا تھا۔

بے شبہ عورت پر یہ ظلم ہے کہ گھر کے اندر قید رہے۔ دنیا کی دید سے اس کو محروم رکھا جائے۔ مرد سب کچھ کرے۔ عورت کچھ بھی نہ کر سکے۔

مگر نئی روشنی کا یہ دستور پرانی روشنی کے اس ظلم سے بھی بدتر ہے کہ عورت جو چاہے کرے مرد کو اس میں دخل دینے کا کچھ حق نہیں۔ عورت خاوند کی مرضی یا اطلاع کے بغیر غیر مردوں سے ملے جلے۔ ان کے ساتھ تخلیہ میں رہے مشتبہ اور ناقابل اطمینان مقامات کی سیر کرتی پھرے۔ اپنے حسن کی نمائش میں رات دن مصروف رہے اپنے ناز و ادا کی داد غیر مردوں سے لے۔ اور مرد ان سب باتوں میں اسی طرح صبر و سکوت سے کام لیں جس طرح پرانی روشنی کی مظلوم عورتیں مردوں کے آگے خاموش و بے بس ہوتی ہیں۔

عورت کا پردہ کرنا اور طبع مرد میں خلل ڈالنے والی زیبایش کا چھپانا قاعدہ اسلام کے جو پورا دستور فطرت ہے۔ بالکل موافق ہے۔

جو پردہ پرانی روشنی کا ہے یہ بھی غلط اور لغو ہے۔ اور جو بے پردگی نئی روشنی نے اختیار کی ہے یہ بھی اَن نیچرل اور بیہودہ ہے۔

اسلام کی فطرتی رفتار کے دونوں خلاف ہیں۔ فطرت نے جو اسلام کی زبان اسلام کی آنکھ ہے اسلام کا دل ہے۔ اسلام کا دماغ ہے۔ مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی ہے۔ بے شمار باتوں میں مرد عورت سے ممتاز ہے۔ انسانوں ہی کا مرد نہیں حیوانوں اور جانوروں میں بھی مرد کی شان عورت سے اعلیٰ اور برتر پائی جاتی ہے۔

مرد جانور

فطرت کائنات پر غور کرو جس قدر نر جانور ہیں وہ مادہ جانوروں سے زیادہ حسین و خوبصورت ہوتے ہیں۔ دیکھا نہیں چڑا اپنی چڑیا کے مقابلہ میں کیسے لال لال اور پھولدار پروں کا لباس رکھتا ہے۔ مور کو دیکھو چونچ سے لیکر پاؤں تک حسن کا پتلا ہے۔ مگر اس کی مورنی بیچاری بالکل بدشکل۔ پودنہ کیا چمکدار سُرمئی ہے۔ اور پودنی کیسی خاکی نابدصورت۔ لال کس قدر پیارا پیارا گل دار لال جوڑا لیکر پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی مادہ پدڑی کتنی بدنما ہے۔ مرغ کی تاجداری و خوشنمائی کو دیکھو اور اسکی سادہ مرغی پر نظر ڈالو۔ بیچاری از حد بدصورت ہے مرغ کا کلا گہرا سرخ اور پیارا ہوتا ہے اور اسکی مادہ سیدھی سادی خاکی رنگ کی۔ شیر کی صورت اور شیرنی کی شکل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ شیر کی گردن شیر کا چہرہ شاندار اور مردانہ حسن رکھتا ہے اور شیرنی اس سے محروم ہے۔ بکرا لمبے سینگ لمبی داڑھی اور اونچے قد کا بکریوں میں الگ ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ غریب گائیں اپنے نر سانڈ کے سامنے کیسی بدصورت اور ناتواں ہیں۔ نر گھوڑا مادہ گھوڑیوں میں حسین و برگزیدہ نظر آتا ہے۔

اسی طرح جس قدر غور کروگے اشیائے کائنات میں نر کی فوقیت کی بے شمار مثالیں پائی جائیں گی۔

آدمیوں میں بھی مرد کا حسن عورت کے حسن سے زیادہ ہے۔ مرد کے جذبات عورت کے جذبات سے اعلیٰ ہیں۔ مرد کا حسن دیرپا ہے مرد کی قوت فطرتاً آخر عمر تک قائم رہتی ہے اور عورت چند سال میں اپنے حسن و جمال و جذبات شباب سے محروم ہو جاتی ہے۔

محبوب مرد ہے

یورپ نے یہ غلط اصول نکالا ہے کہ عورت محبوب ہے اور مرد محب اس واسطے کہ یہ نیچر و فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ قدرت نے مرد کو محبوبیت کی شان دی ہے عورت کو نہیں دی۔ کیونکہ مرد باعتبار حسن جسمانی اور باعتبار جذبات جوانی (اگر عوارض پیش نہ آئیں) تو تمام العمر مرد ہے اور عورت (خواہ کوئی بھی عارضہ پیش نہ آئے) چند روز کی بہار دکھا کر ختم ہو جاتی ہے۔ پس محبوب وہ ہونا چاہیے جو آخر تک محبوب رہے وہ نہیں جس کی زندگی میں بہت تھوڑا حصہ محبوبیت پایا جائے۔

ہندوستان کے فطرت شناسوں نے ہزاروں برس پہلے اسکو سمجھا تھا وہ آج تک اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ محبوبیت مرد کا حق ہے۔ ان کی شاعری کو دیکھو جس میں عورت کو عاشق اور مرد کو معشوق بنایا جاتا ہے۔ ہندی شاعری سے کس کو واقفیت نہیں ہے۔ کون ایسا ہے جس نے کبھی ہندی کا شعر نہ سنا ہوگا۔ اور وہ اس دعوے کو تسلیم نہ کریگا کہ ہندو مرد کو محبوب اور عورت کو محب مانتے ہیں اور شعروں میں باندھتے ہیں۔

ہندوؤں کا یہ تخیل بالکل نیچرل ہے اور یورپ کا وہ تصور سراسر خلاف فطرت ہے۔ جو لوگ یورپ کی دیکھا دیکھی زنانہ حسن کی واہ واہ کرتے ہیں وہ فطرت کے خیال میں خود زنانے ہیں۔ اُنہوں نے اس کی حقیقت اور نیچر پر توجہ ہی نہ کی ورنہ وہ جان جاتے کہ مرد کو جو میلان قدرتی طور سے عورت کی طرف ہے وہ بقائے نسل اور ترقی نسل کے واسطے ہے۔ اس لیے نہیں کہ مرد اس جذبۂ شہوانی کو عشق کا نام دیدیں اور تفوق عشق کو ہوس نفس میں غرق کر کے غلیظ اور گندہ بنا دیں۔

نسل تعلق اور ہے اور محبت اور ہے۔ قرار نسل کے لیے نیچر نے مرد کو عورت کی جانب میلان یکطرفہ نہیں دیا۔ عورت میں بھی یہ مادہ رکھا گیا ہے۔ کہ وہ مرد کو حاصل کر کے نسل بڑھائے۔

اس سے مرد کی فوقیت میں فرق نہیں آتا۔ یہاں یہ سمجھنا کہ نادانی ہے کہ عورت قدرتاً محبوب ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مرد کو عورت پر فضیلت ہے۔ مرد عورت کا قدرتی محبوب ہے۔ قرآن نے سچ کہا کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں اور اس سے مردوں کی نیچرل فوقیت معلوم ہوتی ہے۔

قرآن زبان نیچر ہے۔ نیچر بہت سنجیدہ اور شائستہ مزاج واقع ہوئی ہے اسلیے قرآن بھی سراسر نیچرتی اور سنجیدہ ہے۔ اس میں جذبات عشق کا بہت کم اظہار ہے مگر اس سے خالی بھی نہیں۔ قرآن نے عشق کا بیان بھی کیا ہے۔ سورۂ یوسف کو پڑھو اس میں ذکر عشق پاؤگے۔ بیان عشق کی سنجیدگی دیکھنی ہو تو سورۂ یوسف ملاحظہ کیجئے۔

قرآن میں مرد کی محبوبیت

لیکن ہم کو حیرت ہوگی کہ قرآن نے ہندو فلسفہ عشق کی تائید کی ہے۔ اور اس نے بھی مرد کی محبوبیت کو تسلیم کیا ہے۔ یوسف کو محبوب اور زلیخا کو محب فرمایا ہے۔ یہ کھلا ہوا ثبوت قرآن کی نیچر شناسی کا ہے۔ یا کھلی ہوئی دلیل اس کی ہے کہ قرآن فطرت و نیچر کا متن ہے اور اس میں کوئی بات خلاف فطرت نہیں۔

پس جو لوگ مسلمان کہلا کر یورپ کے نفسانی و شہوانی فلسفہ ازدواج کی ریس کرتے ہیں اور عورت کو مرد پر فوقیت دیتے ہیں وہ اپنے قرآن کے خلاف چلتے ہیں۔ خدا کی فطرت و نیچر سے انحراف کرنا چاہتے ہیں۔

عورت مرد کی ماتحت ہے۔ عورت پر مرد کی خوشی و رضا جوئی لازم ہے۔ عورت کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ مرد پر حکومت کرے۔ مردوں کی نامردی ہے جو وہ عورتوں کے سامنے جھکتے ہیں اور ان کی اس طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح ہندوستان کی جاہل عورتیں مردوں کی کیا کرتی ہیں۔

نئی روشنی نے جیسا مردوں کو بگاڑا ہے اور عورتوں کے آگے ان کو ذلیل کیا ہے اسی طرح پرانی روشنی میں عورت کی حالت خراب ہے یہاں مرد عورتوں کو لونڈی یا گھاس پھوس سمجھتے ہیں۔

یہ دونوں غلط راستے پر ہیں۔ اسلام نے اور نیچر و فطرت نے ان دونوں باتوں سے روکا ہے۔ اس نے عورت کو خدا کے سامنے مرد کے برابر کا بیان کیا ہے کیونکہ جس قدر ارکان مذہب ہیں ان میں عورت مرد کو یکساں حقوق ملے ہیں۔

مگر زندگی دنیا میں اور حیات بود و باش میں عورت کو مرد کا تابع وار بنایا گیا ہے۔ وراثت دنیا کی چیز ہے۔ اس میں عورت کا حصہ نصف ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ کلمہ دین کی چیزیں ہیں لہٰذا ان میں وہ مرد کے برابر ہے۔

عورت نیچرل آزاد ہے

مرد کی ماتحتی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ عورتوں کو لونڈیاں سمجھا جائے اور ان کی آزادی سلب کر لی جائے۔ عورتیں فطرتاً آزاد ہیں۔ ان کو دنیا میں چلنے پھرنے کا حق ہے۔ ان کو مرد کی برابر آسائش جسم حاصل کرنے کے اختیارات اسلام و نیچر نے دیے ہیں کسی مرد کو جائز نہیں ہے جو حریت نسواں میں مداخلت کرے۔

عورت کو ناقص العقل کہا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ عورت ناقص العقل ہے تو مرد ناقص الکل۔ کیونکہ سب مرد عورتوں کی گود میں پلتے ہیں۔ عورت ناقص العقل قرار پائیگی تو مرد ناقص الکل ہو جائینگے۔ عورت کامل العقل ہے۔ اگر مرد اس کو اس حدیث پر عمل کرنے دیں۔

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ"

عورت کی تعلیم کے جو مخالف ہیں وہ حکم خدا و رسول کے مخالف ہیں تحصیل علم مردوں اور عورتوں پر یکساں فرض ہے۔ وہ تعلیم حاصل کرے اور پوری تعلیم حاصل کرے تو کبھی ناقص العقل نہ کہلائے۔

مردوں کی برتری کے اسلام و نیچر نے فتوے دیے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہا کہ عورتوں کو جانور سمجھو۔ ان کو گھر کے جیلخانے میں قید کر دو۔ بلکہ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ یورپ کی سی آزادی و خود مختاری بے شرمی و بے حیائی سے ان کو بچاؤ کہ یہی تبرج جاہلیت ہے۔

نیچرل پردہ

اس مضمون کا حاصل مقصود پردہ تھا مگر وہ سمجھ میں نہ آتا جب تک گرد و پیش کی بحث نہ ہوتی۔

جو پردہ نئی روشنی والے چاہتے ہیں۔ یا جس بے پردگی کا رواج یورپ میں ہے اور اس کی تقلید نئی روشنی کے پیش نظر ہے وہ بالکل خلاف نیچر اور مخالف اسلام ہے خدا رسول نے اس سے منع کیا ہے۔ عورت اپنی زیبائش کے چھپانے اور عفت و عصمت کے بچانے پر مامور ہے۔ اسکو اجازت نہیں ہے کہ اپنے حسن کی داد نامحرم مردوں سے لے اسکو حکم نہیں ہے کہ غیر مردوں کی صحبتوں میں علانیہ ماری ماری پھرے۔ اسکو اپنے ذمہ دار مردوں کا کہنا ماننا اور نامحرموں سے پردہ کرنا لازم ہے۔

مگر گھر میں قید رہنے کا پردہ نہیں۔ وہ بازاروں میں جا سکتی ہے۔ وہ دنیا کی سیر کو باہر نکل سکتی ہے۔ مرد اسکو اس اسلامی عطیہ سے محروم کرنے کے مجاز نہیں ہیں لیکن اس سیر کو منع ہے کہ اس طرح باہر نکلے کہ اس کے حسن جسمانی اور حسین لباس کی نمائش ہو وہ یورپین عورتوں کی مثل اپنی سیر دکھانے باہر نہ جائے بلکہ خود دنیا کو دیکھنے نکلے۔

والے سب کو دیکھے ۔ اُس نے یا اُس کی رنج و غم کی حالتوں کو کوئی نہ دیکھے ۔

جو لوگ عورتوں کو گھروں کی اونچی اونچی دیواروں میں خدا کی ہوا اور روشنی سے محروم کر کے مقید رکھتے ہیں وہ گنہگار ہیں ۔ ہندوستان کا موجودہ پردہ اسلام کے خلاف ہے ۔ اور یورپ کی موجودہ بے پردگی بھی اسلام کے خلاف ہے ۔ ان دونوں کے وسط میں ایک راستہ موجود ہے اس کو اسلام نے پسند کیا ہے ۔

مطالعہ فطرت سے پردہ کے بہت سے ثبوت ملتے ہیں ۔ پہلا اور سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ خدا پردہ میں ہے ۔ اور وہ ہر شے کے ذرہ ذرہ میں ہونے کے باوجود نگاہ غیر سے مخفی ہے ۔ اس میں اشارہ ہے اس کا کہ عزت دار اور قیمت دار چیز اجنبی آنکھوں سے چھپانا چاہیے جن کی نظر غیر اور اجنبی نہیں ہے وہ خدا کو بے پردہ دیکھتے ہیں ۔ جو نامحرم ہیں اُن کو پردہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ۔

عورت آدمی کی ناموس ہے ۔ عورت پر آدمی کی غیرت و ہمت کا مدار ہے اسلئے خدا نے خود پردہ کر کے دکھایا کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا چاہیے کہ بے پردگی کا رعب زندگی اور وقار ہستی جاتا رہتا ہے ۔

تلوار غلاف میں رہتی ہے ۔ جب تلوار برہنہ رہے تو اُس کی ہیبت مفقود ہو جائے ۔ توپ کا گولہ ۔ بندوق کی گولی ۔ نال کے پردہ میں آگ لیتی ہے اور آگ کا برقع اوڑھ کر باہر نکلتی ہے ۔ سمندر کے سیلے چھپا گ اور سیپ کے پردہ میں رہتے ہیں ۔ موتی سیپ میں پردہ کے اندر رہتے ہیں ۔ ہر جانور کی دُم جسم کے اس حصہ پر لگائی گئی ہے جہاں سے قابل پردہ مقام دُم کے پردہ میں مخفی رہیں ۔ جانوروں کا پردہ صرف اسی قدر ہے تاہم اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود فطرت شرم و حیا کی کس قدر حامی و طرفدار ہے ۔

جس قدر پھول اور پھل ہیں ان پر ایک برقع ہوتا ہے ۔ گلاب چنبیلی ۔ موتیا غرض جتنے پھول دیکھو گے ان کے اوپر سبز رنگ کا ایک برقع نظر آئیگا ۔ یہ برقع پھول کے چہرے کو نہیں چھپاتا بلکہ نچلے حصہ کو پوشیدہ رکھتا ہے

اسلام نے بھی عورت کو آنکھیں ڈھکنے کا حکم نہیں دیا بلکہ جسم کی آرائش اور اعضائے مخفی کی پوشیدگی کا حکم دیا ہے ۔

یہ مارچ کا مہینہ ہے ۔ درختوں کی پت جھڑ ہو رہی ہے یعنی درختوں کے پُرانے پتے سوکھ سوکھ کر گر رہے ہیں ۔ ذرا باغ میں اور جنگل میں جا کر دیکھو کہ پھر اس خزاں میں پردہ کی بابت کیا فتوے دیتے ہو ۔

تم دیکھو گے کہ بعض درخت تو بالکل برہنہ ہو جاتے ہیں یعنی انکے تمام پتے جھڑ جاتے ہیں اور ٹہنیاں ننگی ہو جاتی ہیں جب نئے پتے پیدا ہوتے ہیں ۔

اور بعض ایسے ہیں کہ پُرانے پتے خشک ہو کر گرتے جاتے ہیں اور نئے پتے ان کی جگہ نکلتے آتے ہیں ۔ درخت ننگا نہیں ہونے پاتا کہ قدرت اس کو دوسرے نئے کپڑے پہنا دیتی ہے ۔

میں نے دو چار درختوں پر توجہ کی تو ایک عجیب انکشاف ہوا ۔ نیم اور پیپل کے پتے بالکل گر گئے ۔ سرس سراسر برہنہ ہو گیا ۔ مگر املی ۔ کھرنی ۔ جامن کے پتے بالکل صاف نہیں ہوئے ۔ پُرانے پتے گرتے گئے اور نئے نکلتے رہے ۔ قدرت نے ان درختوں کو ایک دم برہنہ نہ کیا ۔ یعنی ان کا پردہ برقرار رکھا ۔

ہماری زبان میں ۔ سرس ۔ پیپل ۔ نیم مذکر ہیں ۔ اور کھرنی ۔ املی مؤنث کہے جاتے ہیں کہ فطرت نے مؤنث کے پردہ کا درخت میں بھی خیال رکھا ۔ مگر یہ محض ایک حسن تخیل ہے ورنہ درختوں کی تذکیر و تانیث تو ہماری زبان کی تراشیدہ ہے ۔ اس سے سند لانی فضول ہے ۔ تاہم اس اشارہ سے طبائع کو اسرار فطرت پر غور کرنے کا چسکہ ضرور پیدا ہوگا

قصہ مختصر نیچرل پردہ یہ ہے کہ عورت گھر کے اندر بھی نامحرموں سے اپنی زیبائش و عفت کو پوشیدہ رکھے اور باہر بھی ۔ اور مرد اس کو باہر چلنے اور چلنے پھرنے کی ممانعت نہ کریں ۔ کہ یہ حرکت اسلام کے خلاف ہے اور عورت کے حقوق معاشرت میں ناروا مداخلت ہے ✦

حسن نظامی

صدارتی تقریر

جو آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس علی گڑھ منعقدہ دہلی کے چوتھے سالانہ اجلاس میں جنابہ محمودہ بیگم صاحبہ نے ۲۰؍فروری سنہ ۱۹۱۸ء کو پڑھی ۔

اے میری عزیز اور محترم بہنو !

سب سے اول میرا یہ فرض ہے کہ آپ سب نے جو بیش بہا عزت مجھکو اس اجلاس کا صدر منتخب کرنے سے بخشی ہے اس کے لیے تہ دل سے شکریہ ادا کروں اور خالق ذو الجلال کی جناب میں بکمال عجز و خلوص دعا کروں کہ اسکے فضل و کرم سے ہمارے جلسوں کی کارروائی ہر طرح پر کامیاب اور ہمارے دلوں کی مرادیں حسب دلخواہ پوری ہوں ۔ آمین

اے خواتین اسلام ! آج ہم مسلمانوں کی جو حالت ہے اور ہمارے تمام کام جس قدر خستہ اور پراگندہ حال ہیں اس کے متعلق سالہا سال سے مرثیہ خوانی ہو رہی ہے ۔ اس کے اعادہ کی اس وقت کچھ ضرورت نہیں ۔ بڑا سوال یہ ہے کہ ہمارا جو مرض ہے اس کا سبب کیا ہے اور جو سبب ہے اس کا علاج کیا ہے ۔ مرض کی صحیح تشخیص اور تشخیص کے مطابق مناسب نسخہ کی تجویز اور نسخہ کے موافق تجویزہ دوا کے حصول پر ہماری آئندہ فلاح کا انحصار ہے ۔ ہماری قوم کے مسلّمہ حکیموں نے مراض کا سب سے بڑا سبب جہل تشخیص کیا ہے اور اس کے علاج کے لیے تعلیم و تربیت کا نسخہ قرار دیا ہے اور رفتہ رفتہ زمانہ نے اب یہ بھی سمجھا دیا کہ اس نسخہ کا اصلی جزو تعلیم اناث ہے ۔ پس ہماری یہ کانفرنس جس مقصد کے لیے وجود میں آئی ہے وہ فی الحقیقت تمام قومی تحریک کی جان ہے وہ تعلیم و تربیت جو قوم از سر نو حیات اور فلاح پیدا کر سکتی ہے ۔ اس کا دار و مدار طبقہ اناث کی حقیقی تعلیم و ترقی پر ہے ۔ اس حقیقت کے لحاظ سے اس کانفرنس کے مشن کی عظمت اور اہمیت ظاہر ہے مگر اس کے ساتھ اس کے

ارکین اور ممبروں کی ذمہ داری بھی اُتنی نسبت سے عظیم اور اہم ہے۔

اے میری عزیز بہنو! گو نوع انسان نے اس امر واقعہ کو نظر انداز کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کے لیے خواہ وہ مردوں کی ہو یا عورتوں کی اعلیٰ ترین اور مقدم ترین ضرورت لائق استادوں کی ہے۔ چونکہ انسان کی تعلیم و تربیت کا آغاز مکتب یا سکول میں داخلہ کے وقت نہیں ہوتا بلکہ پیدائش کی گھڑی سے شروع ہوتا ہے۔ اس لیے اُستاد کی ضرورت بھی اوّل ہی گھڑی سے شروع ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پیدائش کے وقت سے مکتب میں داخلہ کے وقت تک استادی کے فرائض کون انجام دے سکتا ہے۔ اس کا جواب فطرت انسانی کے قانون میں موجود ہے جس کے مطابق ہر ایک انسان کے شرف اور شخصیت کی بنیاد سب سے اوّل عورت کے ہاتھ سے رکھی جاتی ہے۔ کوئی انسان ہو اس میں علمی اخلاقی اور عملی ترقی کی جس قدر بھی صلاحیت قدرت سے رکھی گئی ہو اس کے نشو و نما اور ظہور کا دارو مدار اس ابتدائی پرداخت پر ہے جو ماں کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔

آج ہمارے ملک اور قوم کے تعلیم یافتوں میں باوجود اعلیٰ مدارج تعلیمی کے جو کمی اور نقص ہے اور زندہ اور باقبال قوموں کے افراد کے مقابلہ میں جو ناکامی اس کو حاصل ہوتی ہے اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ ان کی عمر کی ابتدائی منزل کی پرداخت نادان اور غافل ہاتھوں میں رہنے کی وجہ سے ان کی علمی اخلاقی اور عملی قوتیں اپنی مراد کو نہیں پہنچیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہماری تعلیمی تحریک کی حقیقی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ قوم کے بچوں کے دلوں اور دماغوں میں قدرت نے جس قدر علمی اخلاقی اور عملی ترقی کا مادہ رکھا ہے اس کی پیدائش کے وقت سے پوری حفاظت ہو اور اس پر مسلسل نشو و نما ہو کر ہر ایک قوت کو اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کا موقع ملے۔ اس مقصد کے حصول کی اوّل شرط یہ ہے کہ بچوں کی سب سے اوّل محافظ اور اُستاد یعنی ان کی مائیں اپنے فرائض اور ادائے فرائض کے طریقوں سے آگاہ ہوں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود تعلیم یافتہ ہوں۔ پس ہر لحاظ اور ہر پہلو سے تعلیم اُناث کے مسئلہ کو قومی تعلیمی تحریک کے پروگرام میں سب سے مقدم جگہ دینا از بس ضروری ہے۔

اے محترم خواتین! اس مسئلہ کی اہمیت اور ضرورت پر تو سب کا اتفاق ہے قابل غور یہ امر ہے کہ اس زمانہ اور ملک میں ہماری قوم میں تعلیم اُناث کس طرح پھیلے اور ترقی کے جس درجہ پر اُسکو پہنچنا چاہیے وہ کیسے حاصل ہو۔ ظاہر ہے کہ تعلیم پھیلانے کا عملی ذریعہ یہی ہے کہ مکاتب اور اسکول اور کالج قائم کیے جائیں اور وظائف اور مالی امداد کے ذریعہ سے غریب اور ہونہار لڑکیوں کو درسگاہوں میں داخل ہو کر تکمیل تعلیم کے لیے رغبت دی جائے۔ ضروری نصاب تیار کیے جائیں۔ عورتوں کے مذاق اور ضرورتوں کے مطابق کتابیں تصنیف کرائی جائیں۔ یہ اور اسی قسم کے اور جو طریقے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے تجربہ سے مفید ثابت ہوئے ہیں وہی کسی قدر تبدیلی اور ترمیم کے ساتھ لڑکیوں کے لیے ضروری ہیں۔ میں اس وقت ان مسائل کے متعلق زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتی کیونکہ ہم سے زیادہ ہمارے مردان ضرورتوں سے واقف ہیں اور ان کو پورا کرنے میں وہ ساعی ہیں۔ مکاتب یا سکولوں کا قائم کرنا۔ کتابیں تصنیف کرنا یا کرانا۔ اور نصاب تجویز کرنا یہ سب کچھ تو ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب تک ضروری درسگاہیں قائم ہوں اور تعلیم سے روشنی اور تربیت سے تہذیب قوم کے طبقہ نسواں میں پھیلے اُس وقت تک ہم کو کیا کرنا چاہیے اور اس مسئلہ کے حل میں ہم کو عملاً مردوں کی کس طرح مدد کرنا چاہیے۔

اے میری عزیز بہنو! جہاں تک کہ میں سمجھتی ہوں موجودہ حالت اور ضرورت کے لحاظ سے ہماری یہ کانفرنس مفصلہ ذیل اُمور میں قوم کی حقیقی مدد اور خدمت کر سکتی ہے۔

(۱) پیدائش کے وقت سے مسلم بچوں کی جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی پرداخت کے متعلق قوم کی ماؤں کو ضروری اصول اور طریقوں سے آگاہ اور ان پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرنا۔

(۲) جو عقائد اور رسوم مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کے سد راہ اور قوم میں مراسم قائم رکھنے اور بڑھانے کے اصلی سبب ہیں اُن کی اصلاح کے لیے کوشش کرنا۔

(۳) تعلیم یافتہ لڑکیوں کے اخلاق اور طرز معاشرت کو شرعی حدود اور اسلامی سادگی کے رنگ میں رنگنے کے لیے پوری کوشش کرنا۔

(۴) شریف خاندانوں اور مسلمان آبادیوں میں مکاتب کھولنے اور جو موجود ہوں اُن کی نگرانی اور ترقی کے لیے کوشش کرنا۔

اپنے مقصد اور مطلب کو صاف طور پر واضح کرنے کے لیے اب میں مذکورہ بالا اُمور کے متعلق کسی قدر تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات عرض کرنا چاہتی ہوں۔ اسکے لیے تو ابھی مدت چاہیے کہ قوم کی مائیں تعلیم یافتہ ہو کر اپنے فرائض کو سمجھیں اور ان کے مطابق اپنے بچوں کو پیدائش کے وقت سے اسکول اور کالج میں داخل ہونے کے وقت تک ان کی پرورش اور تربیت صحیح اصول کے موافق کر سکیں اگر اس وقت کے انتظار میں ہم بیٹھے رہے تو دنیا ترقی کر کے اس قدر اور ہم سے آگے بڑھ جائیگی کہ پھر زندگی کی دوڑ میں ہماری قوم کا کہیں پتہ نہ لگے گا۔ مناسب یہ ہے کہ اسی وقت سے جو کچھ ہو سکے وہ کیا جائے۔ اس کے متعلق جو میرا مشورہ ہے وہ ذیل میں عرض کرتی ہوں۔

(۱) ایک مختصر رسالہ مرتب کیا جائے جس میں پیدائش کے وقت سے چھ سات برس کے عرصہ تک کے بچوں کی پرداخت پرورش اور تربیت کے متعلق ضروری ہدایات ہوں۔ ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال کی مشہور تصانیف اور دیگر ذرائع سے اس قسم کا رسالہ اس کانفرنس کو عام فہم عبارت میں لکھوانا چاہیے اور ہزاروں کی تعداد میں اس کو طبع کرا کر کل ملک کے مسلمانوں میں اسکو مفت تقسیم کرایا جاوے اس کام میں ہم کو آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سے بھی مدد لینا چاہیے۔

(۲) اس ملک کے مختلف مقامات میں جس قدر مشہور علما اور مشائخ ہیں ان کی خدمت میں اس کانفرنس کی طرف سے درخواست بھیجی جائے کہ وہ اپنے وعظوں

اور جلسوں میں اپنے سامعین اور مریدین کو پیدائش کے وقت سے بچوں کی تعلیم اور تربیت کی طرف رغبت کریں اور جو عورتیں ان کی مرید ہوں ان کو مذکورۂ بالا رسالہ کے مطالب کی طرف متوجہ کریں۔

(۳) اس کانفرنس کے ممبروں کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اپنے اپنے وطن میں جلسے کریں اور ان میں جس قدر بچوں کی ماؤں اور بہنوں کو شریک ہوں ان کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔ خاص کر میلاد شریف کی مجالس میں اس مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے ممبروں کو چاہیے کہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں اس کے متعلق رپورٹ پیش کریں۔ انہوں نے کتنے جلسے کیے اور کتنی ماؤں کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔ کانفرنس کی جس قدر لوکل کمیٹیاں ہوں ان کے سکریٹریوں کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مقام پر جلسے کر کے یا شادی وغیرہ کی تقاریب میں اس مقصد کے متعلق جو کچھ کارروائی کی جائے اس کی رپورٹ سالانہ اجلاس میں پیش کریں۔

(۴) جو اخبار طبقۂ اناث کی اصلاح خیالات اور اشاعت تعلیم کے لیے جاری ہیں ان کی اشاعت میں ترقی دینے کے لیے اس کانفرنس کے ممبروں کو خاص کوشش کرنا چاہیے سکریٹری صاحبہ کانفرنس کو چاہیے کہ ان اخبارات میں جو عمدہ مضامین طبع ہوں ان کو لوکل کمیٹیوں کے پاس بھیجیں اور ان سے خواہش کریں کہ جن پرچوں میں وہ مضامین چھپے ہوں ان کو منگا کر اپنے اپنے مقام پر جلسوں میں ان کو پڑھ کر سنایا جائے۔ سالانہ رپورٹ میں اس کا ذکر کیا جائے کہ اس طرح کتنے مضامین پڑھے گئے اور سنائے گئے۔

(۵) کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں چند ایسی بیبیوں کو مدعو کیا جائے جنہوں نے اپنے بچوں کی ان کی پیدائش کے وقت سے نہایت عمدگی اور کامیابی کے ساتھ پرورش اور تربیت کی ہو۔ اور ایسی بیبیوں سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے تجربہ کو اجلاس کے سامنے بیان کریں اگر وہ خود بیان نہ کر سکیں تو اپنی معلومات کو لکھوا کر سنائیں۔ اور تفصیل سے بتائیں کہ اپنے بچوں کو سلیقہ کس طرح سکھلایا۔ ان کی ضد کی عادت کو کیسے توڑا۔ سچ بولنا اور جھوٹ سے نفرت کرنا کیسے بتایا۔ بڑوں کا ادب کس طرح سکھایا۔ صاف رہنا۔ وقت پر کھانے اور بھوک سے زیادہ نہ کھانے کی عادت کیسے ڈلوائی۔ تازی ہوا اور مفید کھیلوں کے ذریعہ سے ان کی صحت کو کس طرح ترقی دی۔ گنڈے تعویذوں پر بھروسہ نہ کر کے مناسب علاج اور دوا کے استعمال کا کیا طریقہ اختیار کیا۔ بجائے چڑیا اور چڑے کی کہانی کے کیسی کیسی نصیحت آمیز کہانیاں سنائیں اور ان کے ذریعہ سے بچوں کے دلوں میں اچھے کاموں کے حوصلے پیدا کیے اور آئندہ بڑے ہو کر بڑے بڑے کام کرنے کی خواہش پیدا کی (چیرز !!!) غرضکہ جو جو مشکلات ان کو پیش آئی ہوں اور جن جن طریقوں سے انہوں نے کامیابی حاصل کی ہو ان کو جلسہ کے سامنے بیان کریں۔ اگر اس قسم کی کوئی تقریر مفید اور دلچسپ ہو تو اس کو چھپوا کر عام طور پر تقسیم کروایا جائے کیونکہ زندہ مثال کا ہمیشہ بہت اچھا اثر ہوتا ہے (چیرز !!!)

اس کے بعد دوسرا مسئلہ عقائد، رسوم اور اسراف کا ہے جن کا ہماری حالت پر بہت کچھ اثر ہے یہ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے تمام افعال ہمارے عقائد کے تابع ہیں۔ اس لیے اگر ہم اپنے طرز عمل میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو مقدم ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد کو درست کریں۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ ہماری قوم میں عام طور پر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی آئندہ زندگی کے متعلق اس کی ماں کے دل میں سب سے بڑی امید اور اُمنگ اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ اُس کا بچہ بڑا ہو کر اس قابل ہو کہ اُس کے سر پر سونے کا سہرا دیکھے۔ وہ دلہن بیاہ کر لائے اور اس طرح پر گھر آباد ہو اور آئندہ نام قائم رہے۔ حالانکہ ایک مسلمان والدہ کا نصب العین یہ ہونا چاہیے کہ اس کا بچہ بڑا ہو کر اچھا اور کامیاب مسلمان ہو (چیرز !!!) سونے کا سہرا اور دلہن تو ایک مشرک کے لیے بھی اسی طرح حاصل ہو سکتے ہیں جیسے کہ ایک مسلم کے لیے۔ یہ چیزیں اس قابل نہیں ہیں کہ ایک مسلمان والدہ کی دلی مراد کا نصب العین ہوں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ آج ہماری قوم کی ماؤں کی اعلیٰ سے اعلیٰ تمنا یہی ہوتی ہے کہ اس کا بچہ بڑا ہو اور اس کو سونے کا سہرا نصیب ہو۔ میں صاف کہتی ہوں کہ اب وقت ہے کہ اس نقطۂ خیال میں تبدیلی ہو (چیرز !!!) میں یہ نہیں کہتی کہ سونے کا سہرا نہ بندھے۔ یا ہم اپنے بچوں کی اس قسم کی خوشیاں نہ دیکھیں۔ نہیں ضرور دیکھیں۔ لیکن پیدائش کے وقت سے اور تعلیم کے زمانہ تک ہماری کوشش کا مقصد اصلی بچہ کی اخلاقی اور علمی فضیلت ہونا چاہیے (چیرز !!!) جو کہ ایک مسلمان کا اصلی جوہر اور زیور ہے پس اس کانفرنس کا ایک بڑا کام یہ ہونا چاہیے کہ قوم کی ماؤں کا نصب العین صحیح اصول پر قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی کامیاب اور با اقبال قوموں کی ماؤں کی مثالیں فراہم کی جائیں۔ مثلاً آج امریکہ اور انگلستان اور یورپ میں مائیں اپنے بچوں کو کس کام کے لیے تیار کرتی ہیں۔ خود اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلم ماؤں کے کیا خیالات اور منصوبے تھے۔ اس مضمون کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہوں ان سے ایک مختصر رسالہ مرتب کر کے عام طور پر تقسیم کیا جائے اور قوم کے علما و مشائخ سے بہت لجاجت سے التجا کی جائے کہ وہ اپنے وعظوں اور ہدایات میں اس مقصد کی طرف اپنے معتقدین کو متوجہ کرنے میں مدد فرمائیں۔ ہر ایک مسلم والدہ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آج اور آئندہ دنیا میں اسلام کے اقبال اور وقار کا دار و مدار ان بچوں پر ہے۔ اسلامی باغ کی بہار کا انحصار اس کے پودوں کی شادابی اور ان کے پھلوں کے ذائقہ پر ہے (چیرز !!!) اور پودوں کی شادابی اس ابتدائی پرورش اور پرداخت پر منحصر ہے جو قوم کے اصلی مالیوں یعنی ماؤں کے ہاتھ میں ہے اس لیے از بس ضروری ہے کہ قوم کے بچوں کی آئندہ زندگی کے متعلق ماؤں کا نصب العین درست ہو۔

اس سلسلہ میں ہماری قومی رسوم کا مسئلہ نہایت اہم ہے کیونکہ رسوم کی بقا اور ان کی پابندی بہت کچھ طبقۂ اناث کے مذاق اور اثر پر منحصر ہے۔ یہ آپ سب کو معلوم ہے کہ کم عمر میں منگنی یا شادی کر دینے سے بچوں کی تعلیم و تربیت پر کس قدر برا اثر ہوتا ہے اس سے عموماً بچوں کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ اس میں بہت زیادہ قصور عورتوں کا ہی ہوتا ہے کیونکہ عموماً بے وقت منگنی یا شادی ماں کی خوشی بلکہ اصرار کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے ماں جو بچہ کی حقیقی خیرخواہ ہونی چاہیے وہ عملاً اس کی دشمن ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی عارضی اور نمائشی خوشی کے لیے

اپنے بچے کی زندگی ہمیشہ کے لیے خراب کر دیتی ہے۔

پس اس کانفرنس کا بڑا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ خراب رسوم کی اصلاح کرے اور اس کے ممبروں کو چاہیے کہ وہ ہر سال رپورٹ پیش کریں کہ انھوں نے کس کس خاندان میں بے وقت منگنی و شادی کے ہونے سے روکا یا روکنے کی کوشش کی جو ممبر ایسا کریں یا جو والدین اس قسم کے فعل سے باز رہیں اُن کا سالانہ اجلاس میں شکریہ ادا ہونا چاہیے تاکہ اس قسم کے ثواب کے کام کی اوروں کو ترغیب ہو۔ اسی مسئلہ کے متعلق اسراف کا سوال نہایت قابل غور ہے۔ کیونکہ ہماری قوم کو بیجا رسوم کے اخراجات نے بہت کچھ تباہ کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی ذمہ داری بہت زیادہ عورتوں پر ہے اس لیے اس کانفرنس کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ قوم میں سے اسراف کو حتے الامکان کم کرنے کی کوشش کرے یہ تب ہی ہو سکیگا کہ بچوں کی مائیں پیدائش کے وقت سے اور شادی کے وقت تک اس حقیقت کو ذہن نشین رکھیں کہ بچوں کو لائق اور کامیاب بنانے کے لیے سب سے زیادہ اعلیٰ تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ اس لیے ان کے ضروری اخراجات سے جس قدر پس انداز ہو سکے اس پر مقدم حق تعلیم و تربیت کے متعلق اخراجات کا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ پیدائش کے وقت طرح طرح سے خرچ کیا جاتا ہے۔ پھر چھٹی کے روز خرچ ہوتا ہے پھر منگنی میں خرچ ہوتا ہے اور پھر شادی میں بے ضرورت اور اندازہ سے زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اور یہ واقع ہے کہ جو لوگ مدرسہ کی فیس تک ادا نہیں کر سکتے وہ تمام اندوختہ کو یہاں تک کہ سامان اور مکان کو گرو اور رہن رکھکر شادیوں میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ سب کچھ زیادہ تر عورتوں کے حمق اور کوتاہ اندیشی اور خام خیالی اور عارضی خوشی کی بدولت ہوتا ہے۔ مرد مجبور ہوتے ہیں اور عورتوں کے اثر اور اصرار کے سبب سے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے مصیبت مول لیتے ہیں۔ اس کانفرنس کے ممبروں کو چاہیے کہ اس اہم اصلاح کے متعلق مردوں کی پوری مدد کریں اور کفایت شعاری کی مثال قائم کریں۔ اس کے ممبروں میں سے جو اس قسم کی رسوم میں کچھ خرچ نہ کریں یا اپنے وسائل کے لحاظ سے بہت کم کریں ان کا خاص طور پر سالانہ اجلاس میں شکریہ ادا کیا جاوے۔ اور اس طرح پر قوم کی ماؤں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے تمام اخراجات کو کم کر کے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے سرمایہ محفوظ کرنے میں مردوں کی پوری مدد کریں۔ اس کے متعلق بھی قوم کے مشہور علما اور مشائخ سے استدعا کی جائے کہ وہ اپنے وعظ میں طبقۂ اناث کو تلقین فرما دیں کہ شادی و غمی کی تقاریب میں جس قدر کم خرچ کیا جائے اور تعلیم کے لیے جس قدر زیادہ سرمایہ محفوظ کیا جائے اُسی قدر زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔

اے میری محترم بہنو! اب میں ایک ایسی بات آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں جو جس قدر اہم ہے اُسی قدر نازک بھی مگر اس کی نسبت اپنی صاف اور سچی رائے عرض کر دینا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ کیونکہ نئی تعلیم سے ہمارے خیالات اور رہنے سہنے کے طریقوں میں جو فرق آنے لگا ہے اس کو صحیح اصول اور رستہ پر رکھنے کی کوشش نہ کی گئی تو بجائے نفع کے سخت نقصان کا اندیشہ ہے اس لیے میں آپ کی اجازت سے اپنی ناچیز رائے عرض کرتی ہوں۔

جس کسی نے قوم کے زوال کے اسباب اور ترقی کے وسائل پر غور کیا ہے وہ لڑکیوں کی تعلیم کی ضرورت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ بیشک اس زمانہ میں لڑکیوں کی تعلیم ضروری چیز ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ ہم اپنے قومی اخلاق اور طرز معاشرت کی نگرانی سے غافل نہوں کیونکہ ایسا نہو کہ یورپ کی معاشرت کا جو خراب اثر ہمارے لڑکوں کی طرز زندگی پر پڑا ہے اسی قسم کا لڑکیوں کے خیالات اور معاشرت پر بھی ہو جائے مضر رسوم کی پابندی اور غیر ضروری تقاریب پر اسراف کی ذمہ داری تو عورتوں پر بیشتر سے ہے۔ اگر آئندہ نئے فیشن کی وبا بھی اس اسباب میں داخل ہو گئی تو پھر ہماری مشکلات کی کوئی حد نہ رہیگی۔ اس لیے اب وقت ہے کہ آنے والے اندیشہ کی روک کے لیے حتے الامکان فکر کی جائے۔ بڑا اہم سوال یہ ہے کہ کس طرح یہ مقصد حاصل ہو۔ میری سمجھ میں جو طریقہ ہے وہ حسب ذیل عرض کرتی ہوں۔

(۱) سب سے اوّل یہ سمجھنا چاہیے کہ لڑکیوں کے سامنے مثال ایسی پیش ہو جس سے وہ سادہ زندگی کی طرف مائل ہوں گھروں میں اور جلسوں میں اور خاصکر لڑکیوں کے مدرسوں میں ہمکو نہایت سادہ لباس میں رہنا اور جانا چاہیے۔ ہمکو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ صفائی اور سادگی میں جو شان ہے وہ آرائش اور تکلفات میں نہیں ہے۔ میں اس موقع پر کلام پاک کا ارشاد پیش کرتی ہوں جس میں ہمارے حبیب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مقدس بیبیوں کو دنیاوی زیب زینت پر خدا اور اس کے رسول اور عاقبت کو ترجیح دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ :-

یا ایها النبی قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين امتعكن واسرحكن سراحاً جميلاً ۝ وان كنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرة فان الله اعد للمحسنٰت منكن اجراً عظيماً ۝

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کی طلبگار ہو تو آؤ تمہیں (کچھ) دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسولؐ اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کے لیے خدا نے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ پستی سے نکلکر ترقی پر پہنچنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ ہماری قوم میں اسلامی اخلاق پھر زندہ ہو۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ ہمارے بچے پیدائش کے وقت آنکھ کھولنے پر اور آئندہ ہوش آنے پر اپنے سب طرف اسلامی رنگ دیکھیں اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ان کی مائیں اور بہنیں اپنے ظاہر اور باطن میں اسلامی اخلاق اور اسلامی وضع کا نمونہ پیش کریں جو نمونہ درکار ہے اسکا نقشہ اس ہدایت میں موجود ہے جو مذکورۂ بالا کلام پاک میں ارشاد ہوئی ہے۔

پس اس خدائی فرمان کو ہر وقت ہم سب کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی لڑکیوں کے سامنے زندگی اور معاشرت کا وہی نمونہ پیش کرنا چاہیے جس کا ذکر کلام الٰہی میں کیا گیا ہے۔ علم کے ساتھ ہماری بچیوں میں اسلامی سادگی اور اسلامی مذاق اور اخلاق ہونا لازمی ہے۔ ورنہ علم کے نتائج حسب مراد نہونگے۔

(۲) لڑکیوں کے مدارس میں اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے کہ ان کی زندگی بالکل سادہ اور ان کے خیالات آرائش اور نمائش پسند نہوں بلکہ مسلمانوں میں جیسی

باحیا۔ باسلیقہ، باغیرت بیبیاں ہوتی تھیں۔ ان کے جانشین اب بھی غیرت سے پیدا ہوں۔ اس کے لیے صحیح مذہبی زندگی ضروری چیز ہے۔ اور اس کے لیے زندہ مثال لازمی شرط ہے یعنی یہ ہیں کہ اسکول کی اُستانیوں میں اسلامی اخلاق اور شعار کے نمونے موجود ہوں۔ ضروری ہے کہ اُستانیاں غیر مذہب کی نہ ہوں۔ ان کے لیے بھی یہ لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرز زندگی سے واقف ہوں اور انہیں کی عظمت طلبا کے دل میں بٹھانا وہ اپنا فرض سمجھیں ورنہ تمام کوشش رائیگاں ہوگی اور بے اثر رہیگی۔ اس مقصد کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کانفرنس ایک لائق مسلمان تعلیمیافتہ بی بی کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کا یہ کام ہو کہ مسلمان لڑکیوں کے مدارس کا معائنہ کرے اور ان مدرسوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم اور تربیت اور طرز معاشرت کی جانچ کرکے کانفرنس کو رپورٹ کرے اور ان اسکولوں میں پیدا ہونے والے تمام اثرات کے انگریزی اُستانیوں کی طرز معاشرت اور طرز زندگی کا خاص اثر پیدا نہ ہوسکے۔ یہ میری رائے ہرگز نہیں ہے کہ تعلیم نسواں کے رستہ میں رکاوٹیں پیدا کی جاویں لیکن اس کے ساتھ یہ میں ضرور عرض کروں گی کہ اس تعلیم کو صحیح راستہ پر رکھنے کے لیے حتی الامکان کوشش ضرور کرنا چاہیے۔

(۳) مسلمان لڑکیوں کے مدرسوں میں خانہ داری کے کاموں کی تعلیم دی جائے اور گھروں میں بیبیوں کو کھانے پکانے سینے پرونے اور گھر کے انتظام کے متعلق جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس کی مشق کرائی جائے۔ اگر ہمارے مدرسوں کی لڑکیاں بڑی عالم ہوگئیں لیکن کھانا پکانا اور گھر کا انتظام ان کو نہ آیا تو یہ کام ہمارے گھروں میں کون کریگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گھروں کے اخراجات اور زیادہ ہوجائینگے اور اسراف کی جو وبا ہم میں ہے وہ اور بڑھ جائیگی۔ اس کانفرنس کو چاہیے کہ سادہ لباس اور زندگی کے لیے اور خانہ داری کے کاموں میں مشق کے لیے اسکول کی لڑکیوں کے لیے انعام مقرر کرے۔ جو لڑکی سادہ لباس میں سب سے زیادہ صاف رہے اس کو انعام ملے اور جو لڑکی پڑھنے کے علاوہ کھانا پکانے اور سینے میں اچھی مشق حاصل کرے اس کو انعام ملنا چاہیے۔ تعلیم یافتہ لڑکیاں کھانا پکانا یا سینا بہت جلد سیکھ سکتی ہیں لیکن ابتدا سے ان کو کام کرنے اور تکلیف اٹھانے کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔

(۴) مسلمان لڑکیوں کے مدرسوں میں جو کتابیں پڑھائی جائیں ان میں ایک ایسی بھی کتاب ہو جس میں ایک پڑھی لکھی مسلمان بی بی کی زندگی کے حالات بطور نمونہ دکھلائے جائیں جس میں یہ دکھلایا جائے کہ ایک پڑھی لکھی مسلمان بی بی اپنا لباس کیسا سادہ اور صاف رکھتی ہے۔ مکان کا سامان کس سلیقہ اور احتیاط سے رکھتی ہے۔ جنس کے گودام کو کیسے انتظام سے رکھتی ہے۔ باورچی خانہ کو کیسا صاف رکھتی ہے اور کھانے پکانے کا اہتمام کس توجہ اور محبت سے کرتی ہے۔ بچوں کی نگرانی اور اپنے شوہر کی خدمت کس خوبی اور کامیابی سے کرتی ہے۔ رشتہ داروں اور مہمانوں کے ساتھ کیسا شریفانہ برتاؤ کرتی ہے۔ محتاجوں کو خیرات کس فیاضی سے دیتی ہے۔ بیماروں کی تیمارداری کس ہمدردی سے کرتی ہے اور ہر ایک خوشی اور تکلیف میں اپنے خدا کو کس قدر شکر اور صبر کے ساتھ یاد رکھتی ہے۔ اس قسم کی کتابوں کو مدرسوں میں پڑھایا جاوے اور ان کے متعلق لڑکیوں سے مضمون لکھوائے جائیں اور عمدہ مضامین پر انعام دیے جائیں۔

یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کی تعلیم کے ساتھ نئی نئی رسم کے سنگار اور اخراجات کے جو طریقے ہمارے لڑکے اور لڑکیاں سیکھتی ہیں انکو روکا جائے اور ہمارے پرانے گھرانوں میں جو سادگی اور مذہبی زندگی تھی اور خانہ داری کا جو سلیقہ تھا اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔

آخر میں جو مشورہ اس کانفرنس کو دینا چاہتی ہوں وہ یہ کہ اس وقت جو سکول لڑکیوں کے لیے قائم ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ ہماری ضرورت ان سے پوری نہیں ہوسکتی۔ کافی تعداد میں اسکولوں کے قائم ہونے کو مدت چاہیے۔ ہونا یہ چاہیے کہ جس طرح پہلے زمانہ میں شریف گھرانوں میں مکتب ہوتے تھے۔ اس قسم کے مکتب قائم کیے جائیں۔ اور جو ہوں اُن کی مدد کی جائے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ اس کانفرنس کے ممبروں کو چاہیے کہ ان میں جو پڑھی لکھی ہیں وہ کچھ نہ کچھ وقت اس کام میں دیں اور اپنے محلہ کی لڑکیوں کو اپنے علم سے فیض پہنچائیں۔ اور ان کے شہر یا قصبے میں جس قدر پڑھی لکھی بیبیاں ہوں اُن سے بھی درخواست کریں کہ وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہوں اور اپنے گھروں یا محلوں میں لڑکیوں کے لیے مکتب کھولیں۔ علاوہ اس کے ہماری قوم میں جو بزرگ سن رسیدہ یعنی ۵۵ سال سے متجاوز اور شریف خاندان کے خوش چلن ہوں اور جو پنشن یافتہ ہونے یا اور وجوہ سے فرصت رکھتے ہوں ان سے درخواست کی جائے کہ اپنے محلے کی لڑکیوں کو پڑھانے میں کچھ وقت صرف کریں۔ اس کانفرنس کی لوکل کمیٹیوں کا یہ کام ہونا چاہیے کہ مختلف مقامات میں ایسے بزرگوں کی فہرست تیار کریں اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے محلے میں لڑکیوں کا مکتب قائم کریں اور قوم کی بیبیوں کو تعلیم دینے میں عملاً مدد دیں۔ جو بزرگ اس طرح پر اس کام میں مدد دیں اُن کا سالانہ اجلاس میں خاص طور پر شکریہ ادا کیا جائے۔ اس کانفرنس کو چاہیے کہ جہاں جہاں پڑھی لکھی بیبیاں یا سن رسیدہ بزرگ اس قسم کے مکاتب جاری کریں ان کے لیے ضروری نصاب کی کتابیں مہیا کرنے میں مدد دے۔ اس قسم کے تمام کاموں میں ہماری اس کانفرنس کو آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سے مدد لینا چاہیے۔

اے میری معزز بہنو! جو کچھ میں نے اوپر عرض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم میں تعلیم پھیلانے کے کام میں جن جن باتوں میں ہم مردوں کی مدد کرسکتے ہیں ہم کو ابھی سے کرنا چاہیے جن رسوم کی وجہ سے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم ناقص ہوتی ہے یا رک جاتی ہے اور جو ہم عورتوں کی وجہ سے مرد کرتے ہیں ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ عقیقہ، ختنہ، منگنی یا بیاہ کے موقعوں پر اخراجات کو بالکل ترک یا بہت کم کردینا چاہیے۔ بچہ کی پیدائش کے وقت سے اور جوان ہونے تک اُس کے دل میں ہم کو یہ حوصلہ پیدا کرنا چاہیے کہ بڑا ہوکر وہ اپنے ملک اور خاندان کے لیے نام پیدا کرے گا۔

اگر اس کے سونے کے سہرے کی خواہش میں ہم رہینگے تو اس کی زندگی خراب ہوگی۔ وہ کبھی ترقی نہیں کریگا لیکن اگر ہم شروع سے اسکی عادتوں اور اخلاق اور تعلیم کا خیال رکھیں گی تو ہماری مُراد پوری ہوگی۔ اگر ہم فضول رسموں پر خرچ نہ کریں گے اور اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے روپیہ بچانے میں اپنے مردوں کی مدد کرینگے تو قوم کی تعلیم کے لیے

کا فی سامان ہو جائیگا۔ اگر ہم اپنے گھروں میں سادہ طور پر رہینگے۔ گھر کا سب کام کرینگے اپنے ذاتی سنگار اور آسائش میں وقت اور روپیہ صرف نہ کرینگے تو ہماری لڑکیاں بھی سادہ اور صاف زندگی کو پسند کرینگی اور اپنے مردوں اور بچوں کی عمدگی سے خدمت کر سکیں گی۔ لیکن اگر ہم نے بناؤ سنگار اور نئے فیشن کی مثال ان کے سامنے پیش کی تو اس زمانہ کا نیا رنگ ہمارے گھروں کے طریقوں کو اور ان کے ساتھ خوشحالی کو خراب کر دیگا۔ اس لیے ہم کو اپنی لڑکیوں کے مدرسوں میں بھی اور سادہ زندگی اور خانہ داری کے کاموں کا خاص انتظام کرنا چاہیے اور تعلیم کی نعمت کو عام کرنے کے لیے ہم میں جو لکھی پڑھی ہیں ان کے اپنے محلے کی لڑکیوں کو خود پڑھانا لکھوانا چاہیے اور جہاں تعلیم یافتہ بیبیاں نہ ملیں وہاں شریف خوش چلن سن رسیدہ بزرگوں سے اس کام میں مدد لینا چاہیے۔

آخر میں اس قدر اور عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اس کانفرنس کا مقصد اسی وقت پورا ہوگا جبکہ ہر ایک صاحبہ اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ عملی کام کرے۔

ہم سب کو ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال کا دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ ان کی سرپرستی اور مدد سے ہم کو اس کانفرنس کے شروع کرنے اور چلانے کا حوصلہ ہوا۔ اور بڑا احسان ہے عبد اللہ بیگم صاحبہ اور سکندر بیگم صاحبہ اور نفیس دلہن صاحبہ کا جن کی محنت توجہ اور قابلیت کی بدولت یہ کام چل رہا ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنی ان بہنوں کی مدد کریں اور ان کا احسان مانیں۔ اسی کے ساتھ ان بیبیوں کا شکریہ ادا کرنا بھی میرا فرض ہے جو دور دور سے تشریف لا کر اس جلسہ میں شریک ہوئی ہیں۔ اللہ تعالے ہم سب کی دلی مرادوں کو پورا کرے۔ اور ہماری قوم کے بچوں کو علم اور اخلاق کی دولت نصیب کرے۔ آمین

محمودہ بیگم (شریف بی بی)

گھن کی نصیحت

گھن کو کون نہیں جانتا۔ یہ ایک کیڑا ہے جو عموماً گیہوں وغیرہ اناج میں پایا جاتا ہے۔ جب اناج میں گھن لگ جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اُس کا مغز چاٹتا رہتا ہے کہ بالکل کھوکلا کر دیتا ہے۔ جن کھتوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور کچھ عرصہ تک ان کی خبر نہیں لی جاتی تو مالک کو سوائے چھلکے اور خراب خستہ آٹے کے کچھ نہیں ملتا۔ اسی لیے [illegible] والے اناج کی جلد جلد خبر لیتے رہتے ہیں۔ دھوپ میں سُکھاتے ہیں۔ [illegible] پتوں کی تہیں لگاتے ہیں۔ تاکہ اناج گھن سے محفوظ رہے۔

[illegible] دن کا ذکر ہے میرے مکان کے گیہوں سُکھانے کے واسطے صحن میں [illegible] گئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ دھوپ کی تیزی سے بیقرار ہو کر گھنوں کی پلٹن [illegible] کی طرف چل پڑی۔ میں نے ایک موٹے تازے گھن کو پکڑ لیا اور [illegible] اُس کی یوں توہین کرنا شروع کی "اے بے حیا و بے درد کیڑے! [illegible] ضعیف الجثہ۔ چھوٹا سا جانور ہے مگر در اصل آفت کا پرکالہ ہے [illegible] لائق ملامت ہیں کیونکہ تو ہمارے گاڑھے پسینہ کی کمائی نہایت [illegible] کے ساتھ برباد کرتا ہے۔ انسان بیچارہ کیسی کیسی محنت و مشقت [illegible] کھیت و کھلیان سے گھر میں لاتا ہے مگر چار ماہ بھی گزرنے نہیں پاتے [illegible] تو کھا کر برابر کر دیتا ہے"

گھن نے بزبانِ حال جواب دیا۔ جناب من! خطا معاف! میں انسان کو ضرر و نقصان پہنچاتا ہوں مگر سچ سچ پوچھیے تو یہ بھی اُسی کی غفلت ہے۔ جب [illegible] اناج کی خبر نہیں لیتا تو کہیں میرا پیر جمتا ہے۔ مگر میں پھر بھی اس قدر نقصان نہیں پہنچاتا ہوں۔ جس قدر میرا ہمنام گھن ان کا دشمن ہے اور اس نے ہزاروں [illegible] کر دیا سینکڑوں کو نان شبینہ کیلیے محتاج بنا دیا۔ میں تو چھلکا اور خراب [illegible] چھوڑ بھی دیتا ہوں جو کسی نہ کسی کام میں آجاتا ہے مگر وہ گھن جس سے آپ بے خبر ہیں ایسا قوی ہے اور اس تیزی سے چاٹتا ہے کہ تھوڑی ہی مدت میں بالکل صاف کر دیتا ہے۔ آپ مجھ جیسے کمزور کو تو یوں صلواتیں سُنا رہے ہیں مگر اُس کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتے جو دے سے بڑے گھرانوں میں گھسا ہوا چُپکے چُپکے اپنا کام کر رہا ہے۔

گھن کی اس تقریر کو سُن کر میں نے اُس سے دریافت کیا۔ پیارے ناصح یہ تو بتاؤ؟ کہ وہ گھن کونسا ہے جو تم سے بھی زیادہ ضرر رساں ہے۔ اُس نے کہا وہ میرا ہمنام غیر ذی روح "گھن" یا "گھن" سودی قرضہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سودی قرضہ کی بدولت کیسی کیسی [illegible] تلف ہوگئیں۔ کیسے کیسے مالداروں اور تعلقہ داروں کے بچے روٹیوں کو محتاج پھرتے ہیں۔ نہ رہنے کو مکان۔ نہ بیٹھنے کو جگہ۔ جب کبھی وہ اپنے آباؤ اجداد کے عالی شان مکانات کی آرائش و زیبائش کا خیال کرتے ہوں گے تو تلملا جاتے ہوں گے کہ ہائے کل کیا تھا اور آج کیا ہوگیا۔ مگر میں تو پھر بھی کہونگا کہ جس طرح اناج میں میرے قدم جمنے کا باعث آپ کی غفلت ہے یوں ہی اس جائداد کے گھن کا خیر مقدم کرنے والے آپ کے افعال و فضول اخراجات ہیں۔ آپکے اسراف بیجا کی بدولت کروڑوں روپیوں کی جائدادیں اس گھن (قرضہ) کی نذر ہوگئیں اور ہو رہی ہیں۔ جب گھر میں یہ گھن قدم رکھتا ہے بس تیا ناس ہی کرکے چھوڑتا ہے۔ جس جائداد میں دانت لگاتا ہے پھر اُس کا سلامت رہنا محال ہو جاتا ہے۔ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ سَو دو سو روپیہ کے مقروض کے سر پر چند ہی سال میں ہزاروں کی گٹھڑی ہو جاتی ہے اور پھر پیچھا چھڑانا وبالِ جان ہو جاتا ہے۔ دوکان۔ مکان گاؤں وغیرہ کچھ بھی ہو بغیر نیلام ہوئے نہیں بچتا کسی کی قرقی ہوتی ہے کسی کی سمن میں گرفتاری کی نوبت پہنچتی ہے

کاش ؎

عذر آپ اسراف بیجا سے کرتے / اگر بہر جہیز و رسم کے اندر نہ بہتے
جو قرضہ سے ہر دو منت ہر آن ڈرتے / تو آج یہ قرضہ کے رنج و الم میں نہ مرتے

تمہاری مشیخت نے تم کو ڈبویا
بلاشبہ تمہیں دین و دنیا سے کھویا

مگر حالت تو یہ ہے کہ ؎

اگر آپ شادی کے کرنے پہ آئیں / جہاں تک کہ ممکن ہو سرا جیب کر لگائیں
رہن گھر زمیں رکھ کر جو قرضہ منگائیں / تو مشہور ہو ندی کہاں سے بچائیں

چلی جائے جائداد ساری کمائی
رہے دوستوں میں مگر نام باقی

اب آخری نصیحت یہ ہے ؎

سنبھل جاؤ اب بھی نہیں کچھ گیا ہے / کہ لاتسرفوا صاف حکم خدا ہے
ہر اک سمت سے آ رہی یہ صدا ہے / وہ منکر ہے جو حد سے بڑھا ہے

جو اسراف بیجا یونہی تم کروگے
پڑے قعر پستی میں عرفاں رہوگے

عرفان علی رضوی بیسلپوری

مثنوی در مذمت شراب

ہے بے پیر مردار یہ شراب / خدایا تو کر اس کا خانہ خراب
اُجاڑے ہزاروں کے تاجر نے گھر / جلائے ہیں ظالم نے لاکھوں جگر
کروڑوں کا اس سے لیا مال و زر / دیا اسکے بدلے فقط دردِ سر
اُجاڑے ہیں اس نے بہت خاندان / پچھاڑے ہیں اس نے بہت پہلوان
امیروں کو اس نے بنایا فقیر / عزیزوں کو اس نے ذلیل و حقیر
توانا کو اس نے کیا ناتواں / ضعیف اس کے ہاتھوں ہوا نیم جاں
گیا جس مکاں میں ہے اس کا قدم / وہ ویراں ہوا گو تھا باغِ ارم
یہ تحفہ لگی جس کے منہ ایک بار / چھٹی پھر نہ کی گرچہ کوشش ہزار
ملا اس کا لب جس کے لب سے ذرا / ہوا چند امراض میں مبتلا
قوئے سست اعضا ہوئے مضمحل / پریشاں دماغ و پراگندہ دل
ہوئے جاری اسہال و قے دمبدم / پڑا رعشہ اور لڑکھڑانے قدم
جگر میں ہوئی تشنگی جاگزیں / جو برف اور سوڈے سے بجھتی نہیں
ہوا جبکہ وارد براندی کا بل / شرابی لگا ڈھونڈنے جا کے بل
رہا جیب میں جب نہ باقی ٹکا / گرد پھر تو سر کا عمامہ ہوا
ملی خاک میں جاہ و عزت تمام / لگے اس پہ ہنسنے خواص و عوام
شرابی کبابی ہے مردار خوار / ہر اک اہل مذہب کو ہے اس سے عار
ہے یہ دشمنِ جان و مالِ بشر / مناسب ہے انساں کو اس سے حذر
یہ ظاہر میں ہے لال گرچہ پری / ہے باطن میں لیکن نجاست بھری
بظاہر ہیں لب اسکے یاقوت فام / بھرا ہے مگر زہر ان میں مدام
نہ عفت ہے اس میں نہ بوئے وفا / یہ صحبت کے قابل نہیں ہے سوا
لبھائے وہ کتنا ہی صورت حرام / نہ ہو تم نہ بھولے سے بھی اس کا جام
رہے گر گلے کا ترے ہو کے ہار / تو صحبت اس کی ہوگی تجھے ہوگی بار
ہے گندہ بغل اور گندہ دہن / نجاست کی ہے دوسری یہ بہن
یہ لیتی ہے عقل اور دیتی ہے رنج / کفایت نہیں اس کو قاروں کا گنج
مضر گر نہ ہوتی برائے بشر / تو ہرگز نہ کہتے اسے آبِ شر
نہ باید کہ پیشش روی جانِ من / دگر میروی بہر خود گور کن
نشے میں رہیگا ہمیشہ جو چور / بہشتِ خدا سے رہیگا وہ دور
شرابوں میں بہتر شراب طہور / کہ دے دل کو فرحت تو جانکو سرور
نہ ہو عقل زائل نہ ہو دردِ سر / دہن ہو معطر تو ہو معنبر تر
شرابِ خدا سے ہو محمود تم / شرابِ نجس سے رہو دور تم

محمود خاں محمود از پونہ

بے ثباتیِ دنیا

یہ جہاں ہے فانی و بے وفا / کیے اس نے لاکھوں ہی گھر تباہ
نہ ملی کسی کو یہاں بقا / تو فقط خدا ہی سے لو لگا
اجل آ کے سر پہ کھڑی ہے اب / تو بکھیڑے دنیا کے چھوڑ سب
ذرا دل سے کر لے تو یادِ رب / کہ اسی میں ہوگا ترا بھلا
ترے بیوی بچے رہیں گے یاں / ترا مال کھائینگے بعد ازاں
تو اکیلا جائیگا بے گماں / کوئی ساتھ دیگا نہ واں ترا
کیے فعل بد ہیں اگر یہاں / وہ پڑیگی مار کہ الاماں
ترے پس ہی جائینگے استخواں / کہ یہی بدی کی ہے واں سزا
کیے کام نیک اگر یہاں / تو ملیگی راحت جاوداں
تو خدا کو دیکھے گا واں عیاں / کہ یہی ہے نیکوں کی واں جزا

محمود خاں محمود (از پونہ)

رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء مطابق ۸ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۳۵ لغایتہ ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۵

جلد (۴) | فہرست مضامین | نمبر ۳۳

فہرست مضامین

معارف القرآن

تعلیم الاسلام

السیرۃ المحمدیہ والخصائص النبویہ

اصلاح الاخلاق والاعمال

تذکرۃ السلف

مذاکرہ ومناظرہ



معارف القرآن

خلق الانسان من علق

یوں تو کم و بیش ہر زبان میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو اپنے اپنے طریق استعمال کے مطابق اپنے محل وقوع کی مناسبت سے یا ترکیب صرفی نحوی کے ماتحت مختلف معانی ادا کرتے ہیں لیکن زبان عربی میں یہ خصوصیت ہے کہ کسی جملہ میں اگر کوئی متعدد المعانی لفظ استعمال ہوا ہو تو اس کا ہر معنی ایک جداگانہ حقیقت کا اظہار اور کسی خاص اصول فطرت کو بیان کریگا یعنی اس لفظ کے جس قدر معنی ہونگے اسی قدر مسائل کا حل اسی ایک جملہ میں موجود ہوگا اور اس ام الالسنہ میں اتری ہوئی ام الکتاب جہاں اور لاتعداد خصائص کی حامل ہے۔ اس خصوص میں بھی بے مثل ہے۔ سطور ذیل میں ہم لفظ عَلَق کے متعدد معانی دیکر آیۂ کریمہ خلق الانسان من علق کے مطالب یا تشریح بیان کریں گے۔ مگر سب سے قبل ایک اصول کا بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے کسی لفظ کے اگر متعدد معانی ہوں تو ہم علیحدہ علیحدہ ہر معنی کو اختیار کرکے آیت کے مختلف مطالب سے استفادہ کا حق رکھتے ہیں لیکن کسی دوسری آیت سے کسی خاص مفہوم کی تردید ہوتی ہو یا کسی خاص معنی کو ماسبق یا مابعد سے تعلق نہ ہو تو ہمیں اس معنی کو غلط جان کر ترک دینا چاہیے۔ قارئین کرام اسی اصول کو مدنظر رکھکر ذیل کی بحث کو ملاحظہ فرمائیں:-

آیۃ محولہ میں اگرچہ لفظ علق بھی کثیر المعنی ہے اور لفظ انسان بھی مفصل بحث طلب ہے مگر آیۃ کے مطالب بیان کرنے کے لیے لفظ خلق۔ کے معنی کسی مادی شے کو مختلف مدارج طے کرا کر درجۂ کمال کو پہنچانے کے لیے جائیں گے۔

(۱) از روے طب قدیم تکوّن جنین کی صورت یہ ہے کہ طرفین کا مادۂ منویہ ایک ہفتہ تک جھاگ کی شکل میں پڑا رہتا ہے اس بعد دو ہفتہ تک سرخ رنگ کی رطوبت رحم میں سے نکلکر اس جھاگ میں شامل ہوتی رہتی ہے جس سے وہ جھاگ خون کی طرح سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اصطلاح طب میں اس حالت کا نام عَلَقہ ہے۔ آیۃ کا مطلب صاف یہ ہے کہ (وہ خدا جس نے) علقہ کو بتدریج ترقی دیکر انسانی صورت عطا فرمائی۔

(۲) جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ مرد کی منی میں حیوانات منویہ پائے جاتے ہیں چنانچہ قطرۂ منی کو اگر پانسو گنا دکھانے کی طاقت والی خوردبین سے دیکھا جائے تو اس میں سینکڑوں کیڑے جن کا سر بڑا اور لمبی سی دُم ہوگی تیرتے ہوئے دکھائی دینگے ان کے مقابل رحم میں سے خوردبینی کے سے یا خلیات خارج ہوتے ہیں جن کو بیضہ

انتے بھی نہ سکتے ہیں جب کوئی ... منویہ بیضہ انثے میں داخل ہو جاتا ہے تو حمل قرار پاتا ہے ... کے بعد رحم کے اندر ... تغیر ... وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ہماری بحث سے خارج ہیں ... تفصیل ... ذکر کرتے ہیں۔

لغت میں علق کے معنی جونک بھی ہے ... حیوانات ... خوردبینی ... بے محتاج تشریح نہیں قبل مناسبت بھی ... جس طرح حیوانات منویہ بیضہ انثے میں ... ہو جاتے ہیں ... انسان ... جاتی ہے یا معلق ہو جاتی ہے ... زبان میں ... خود ... اندر موجود ہوتی ہے ... کرام ... ان ... سے کا مترادف کوئی لفظ علق سے بہتر ہو سکتا ہے ... زیر بحث کے معنی اگر (وہ خدا جس نے) حیوانات ... کو ... ترقی دیتے دیتے ... انسان تک ... جائیں تو کیا غلطی ہو سکتی ہے۔

(۳) ... اعصاب ... وغیرہ پائی ہیں ... اگر آپ ... بالکل ... جونک ... کی طرح ... اور ملائم ہو جاتا ہے۔

... میں جو ... ہوتا ہے وہ بھی دراصل حیوانی خلایات (سیل) جسم انسانی کی بناوٹ میں ... بہت بڑی مقدار شامل ہوتی ہے۔ ... صرف ہڈی کی ترکیب ... ہی مادہ ہوتا ہے اور بذریعہ ... کیمیائی الگ کیا جا سکتا ہے۔

اب آیۂ موصوفہ میں علق سے اگر یہی خلایات ... تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

(۴) لغت میں علق کے معنی (دم المطلق) یا مطلق خون کے ہیں خواہ منجمد ہو یا سیال بلا تخصیص خون کی ہر حالت کا نام علق ہے ... انسان کے جسم میں قریباً چھ سیر خون ہوتا ہے اور اسی کی کمی یا بیشی پر ... صحت کا انحصار ہے۔ غذا بھی خون بنکر اعضا کے نشو و نما کا باعث ہوتی ہے۔ اور خون کی شریانوں میں دورہ ... روح حیوانی پیدا ہوتی ہے جو بقائے حیات کے لیے ازبس ضروری ہے۔

تکون جنین کے لیے خون حیض لابدی ہے۔ الغرض جسم انسان کا جزو اعظم خون ہے، اس قدر بیان کر دینے کے بعد از خود روشن ہو جاتا ہے کہ آیۂ مذکورۂ بالا میں علق سے خون بھی مراد لے سکتے ہیں۔

(۵) علق کے ایک معنی لغت میں محبت و خصومت لازمہ کے بھی ہیں ملاحظہ ہو قاموس۔ صراح وغیرہ وغیرہ۔ کون نہیں جانتا کہ قسّام ازل نے نوع انسان کو فطرت ہی ایسی عطا کی ہے کہ مفید اور نفع بخش اشیا سے علی قدر مراتب ... و رغبت رکھتا ہے اور مضر و نقصان رساں چیزوں سے خصومت و نفرت۔

آیۂ موصوفہ میں اگر علق کے یہی معنی مراد لیے جائیں تو بغیر کسی تاویل کے مضمون ... ہے کہ انسان کی خلقت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ جس چیز سے اس کو کسی اعتبار سے کوئی بھی فائدہ پہنچتا ہے اُسے محبوب اور جو شے کسی لحاظ سے کوئی بھی نقصان پہنچاتی ہے نامحبوب ہوتی ہے۔ اب ناظرین آیۂ زیر بحث کا آیۂ ماقبل اور آیات ماسبق سے بلیغ تعلق ملاحظہ فرمائیں:۔

... اکناف عالم پر ظلمت طاری ہے اہل عالم اپنے خالق اور معبود حقیقی ہی کو نہیں فراموش کیے ہوئے بلکہ اپنے آپ کو بھی بھولے ہوئے ہیں۔ اُس ذات مقدس کو جسے مشیت نے ازل سے تکمیل ہدایت کے واسطے منتخب کیا تھا دنیا میں آئے ہوئے ایک ... کامل ... سال گزر چکے ہیں وہ افضل البشر اس معتدبہ زمانہ میں آغوش مادر کی ... یتیمی کے مصائب و آلام۔ تعلق از دواج کی نرمیاں ... معیشت کی سختیاں ... عزو بشر کی تکالیف اور آرام ... نشیب ... عالم کا ... تجربہ کر چکا ہے ... حادثہ پُرخار سے صاف دامن بچا کر اور ... صداقت او ... کا سلسلہ ... منزل ... پر ... آخر ... قدم ... چکا ہے ... اہل عالم کی حالت زار کو دیکھ دیکھ کر ... کڑھتا اور غار حرا کی تنہائی میں غور و ... کر رہا ہے ... ایک طرف تو ظلمت اور جہل کا پیمانہ لبریز ہو کر ... کی ... مبتلا رہا ہے اور دوسری جانب ... ہدایت اُبلنے کے لیے ... کیا منتظر ہے کہ ... تمام اطراف و اکناف عالم کو سیراب کر دے ... چنانچہ وہ ساعت آتی ہے اور علیم حقیقی ہادیٔ کامل کو پہلا سبق دیتا ہے۔

اقراء باسم ربك الذي خلق

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا

اس کے بعد معرفت حق کے لیے بفحوائے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ... (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اپنے رب کو پہچانا) انسان کی پیدائش ... ہے۔

خلق الانسان من علق

(وہ رب جس نے) علق کو ترقی دیکر انسان ... پہنچایا ... ضعیف البنیان ہونا سمجھا کر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار بھی ... ہوں جو علق جیسی بظاہر ناکارہ اور گندہ چیز کو ترقی دیکر اشرف ... عطا فرماتا ہوں اور اپنی قدرت کاملہ کی ایسی محکم دلیل دینے کے بعد ...

اقراء وربك الاكرم الذي علم بالقلم

(پڑھ[1] اور (غور کر) کہ تیرا رب کس قدر کریم ہے جس نے قلم کا استعمال سکھایا) اور پہلی دلیل کی مزید تائید کے لیے فرمایا:۔

علم الانسان ما لم يعلم

(سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا ...) کیونکہ علم ہی وہ نعمت ہے جس کے سبب سے انسان کو اشرف المخلوقات کا ... عطا ... پس دنیا میں انسان کے لیے علم سے بڑھکر کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔ غرض ... آیات ... خداوند تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور کریمیت کے ثبوت میں بیان کیا ہے کہ میں نے ... کیسی ناکارہ اور بے حقیقت چیز سے خلق کیا۔ بعدہٗ اُسے جامۂ انسانیت ... علم سے بھی آراستہ کیا ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اے محمد تو ... کی ضلالت و جہالت کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے۔ وہی خداوند عالم ... المخلوقات بنا دیتا ہے۔ تیری قوم کو تیرے ہی واسطہ سے علم و فضل میں کسی رنگ میں رنگیں کر دیگا۔ بلکہ یہی نہیں تمام دنیا کی قومیں علوم ... کی تحصیل کے لیے تیری قوم کے سامنے زانوئے ادب طے کرینگی۔ چنانچہ ...

[1] ... یہ ... اس کے مطالب و معانی ... اور دلیلوں سے ذہن نشین کرائے جاتے ہیں آیات بالا میں اقراء کے معنی محض زبان سے ادا کرنے کے لینا غلط ہے ۱۲

[illegible] کا [illegible] ہے۔ آیات بالا و دیکھو صرف یا پنج چھوٹے چھوٹے جملے [illegible] معارف کے خزانے اپنے اندر رکھتے ہیں فقط والسلام

طیب علی عبدالرسول (جبلپوری)

صبغۃ اللہ

[illegible] لکھا ہے کہ عیسائی اپنی اولاد کو یا کسی کو اپنی جماعت نصاریٰ [illegible] رنگت والے پانی میں غوطہ دیتے۔ اور [illegible] پاک ہو گیا۔ اور اس کام پر فخر اور بڑائی کرتے کہ ہمارے [illegible] کو یہ رنگت نصیب نہیں [illegible] پر خدائے پاک نے [illegible]

[illegible]

[illegible] صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ

[illegible] (البقرۃ [illegible])

[illegible] خدائے پاک [illegible] کہ [illegible] کو کہ ہم تو الٰہی [illegible] رنگ [illegible] کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ اور ہم تو [illegible]

[illegible]

[illegible] میں بہت بڑائی [illegible] پر کیا منحصر ہے [illegible] میں جو دیانت کے مدعی ہیں یہی رواج ہے۔ کہ وہ علم اعتبار [illegible] کہ اپنی مریدی یا غلامی میں لیتے وقت اُن [illegible] کے پہنتے ہیں جس سے وہ بھی یہی سمجھتے ہیں۔ کہ اب یہ [illegible] رنگا گیا ہے۔ یہ ایک پرانا فضول خیال تھا جس کی تردید [illegible] مبارک الفاظ میں کی۔

[illegible] کہ اے مسلمانوں ایسے خیال والے لوگوں سے یہ [illegible] ہو چکے اب وہ رنگ ہم سے اُتر نہیں سکتا اور نہ ہم اُس [illegible] ظاہری رنگ یا رنگین کپڑے کے محتاج نہیں۔ کیونکہ سب [illegible] ہونے والے ہیں۔

[illegible] خدائے پاک کا دین اسلام ہے جو فطرۃ اللہ و خلق اللہ اور [illegible] لیے نہایت ہی مؤثر اور اعلیٰ درجہ کا مزین و مصفیٰ اور احسن [illegible] پاک دین کا ہر ایک مسئلہ فطرۃ اللہ و خلق اللہ کی تربیت [illegible] تربیت کرنے کے لیے اور کسی دین کا خیال کرنا بھی غلطی ہے۔

[illegible] جو چیز اس رنگ کو قبول کرنے کا مادہ رکھتی ہو اُس پر اگر [illegible] چیز اپنا رنگ چھوڑ دیتی ہے اور بالکل وہی رنگ بن جاتی [illegible] اسی طرح فطرۃ اللہ و خلق اللہ کا جامہ جو الانسان کو عطا کیا [illegible] ملکانیہ [illegible] اور بہیمیہ اُس پر چڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ [illegible] محض اپنے فضل و کرم سے ایک نہایت [illegible] جملہ کتب سماویہ میں اپنے انبیاء و رسل کی

معرفت [illegible] عام طور پر [illegible] مگر [illegible] اس کے [illegible] بھی کوئی رنگ نہیں [illegible] جامہ ایسا رنگین ہوگا [illegible] ہو جائیگا [illegible] یہ رنگ الٰہی [illegible] جو حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible] الانبیاء سید الرسل [illegible] تک برابر [illegible] کم و بیش جو تعلیم [illegible] تفصیل تفسیر [illegible] فقط قرآن کریم میں ہی موجود ہے اور بس۔

[illegible] الا اللہ جس کو مومن اور مسلم ہر وقت ورد زبان رکھتا ہے [illegible] اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ الٰہ [illegible] سے مشتق ہے [illegible] معنی ہیں ایسا [illegible] کیا جائے [illegible] یہ کلمہ [illegible] قرآن کریم ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ جس نے ایسا واحد لا شریک لہ خدا سکھلایا اور [illegible] محبت کی رو سے اس کو واحد لا شریک ٹھہرایا۔ اور [illegible] کی علامت ہی یہ فرمائی:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [illegible] ایماندار [illegible] سب سے [illegible] محبت رکھتے ہیں" پھر ایک جگہ فرمایا:-

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا "خدا کو یاد کرو جس طرح کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے تھے بلکہ اس سے [illegible] محبت [illegible] کی محبت کے ساتھ یاد کرو"

پھر ایک جگہ فرماتا ہے:-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (حوالہ [illegible]) [illegible] پیروی کرنا چاہتے ہیں اُن کو) کہہ دے کہ میری قربانی اور میری [illegible] میرا زندہ رہنا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے"

پس نتیجہ یہ نکلا کہ رنگ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لیے اُس کا قول اور فعل اور حرکات و سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی کے بجالانے میں سرگرم رہے۔ سو اُس کو خدا کی بارگاہ میں قرب اور منزلت حاصل ہوگی اور وہی فائز المرام ہوگا۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب آفتاب کی طرف کھڑکی کھولی جائے تو آفتاب کی شعاعیں ضرور کھڑکی کے اندر آجاتی ہیں۔ ایسا ہی جب انسان خدائے پاک کی طرف بالکل سیدھا ہو جائے اور اُس میں اور خدائے پاک میں کچھ حجاب نہ رہے تو فی الفور ایک نورانی شعلہ اُس پر نازل ہوتا ہے اور اُس کو منور کر دیتا ہے اور اُس کی تمام اندرونی غلاظت کو دھو دیتا ہے۔ تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے اور ایک بڑی تبدیلی اُس کے اندر پیدا ہوتی ہے [illegible]

کہا جاتا ہے کہ یہ الٰہی رنگ میں رنگا گیا۔

جب تک یہ الٰہی رنگ مسلمانوں پر چڑھا رہا۔ وہ تمام دنیا کی نظروں میں فی عزت و با اقبال تھے اسی رنگ الٰہی کا مقناطیسی اثر تھا جو لوگوں کے دل بے اختیار اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ وہ عام لوگ اس الٰہی رنگ کے رنگیلے بندوں کا طرزِ عمل دیکھ دیکھ کر بڑے ذوق و شوق کے ساتھ جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ جو مسلمان ہوتا تھا وہ اسلام کا سچا عاشق ہوتا تھا اور اس کے عشق میں جو جو تکلیفیں کھانے پینے اور جسمانی اذیتوں کی ان پر ہوتی تھیں ان کو وہ اسی طرح راست سمجھتا تھا جس طرح کوئی دل بیتاب کے عشق میں اس کا جانثار وہ عاشق سب طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے مگر منہ نہیں موڑتا۔ جس کی تصدیق کے لیے حضرت بلال رضؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ یہی لوگ شریعت کے احکام کا دل و جان سے اتباع کرتے تھے۔ امین وہ تھے۔ سچے وہ تھے۔ رحم دل وہ تھے محسن وہ تھے۔ اعزہ اقارب کے حقوق وہ پہچانتے تھے۔ اسی بندۂ خدا کے ٹھیس لگتی تھی تو ان کے دل پر چوٹ لگتی تھی۔ اگر کسی کے چوٹ لگتی تھی تو ان کے دل میں درد ہوتا تھا۔ کسی کے درد ہوتا تھا تو ان کے آنسو نکل آتے تھے اور اگر کسی کی آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے تو وہ سب اضطراب سے اٹھتے تھے۔ اصل تو یہ ہے کہ وہی سچے مسلمان الٰہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ صبغۃ اللہ کا دودھ انہی کا سچا تھا۔ اور انہی کا ایمان اور اسلام حقیقی ایمان و اسلام تھا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے جس قدر بُعد ہوتا گیا رسالتی سلام کو ہمارے باغ میں اور ہی ہوائیں چلنے لگیں۔ رفتہ رفتہ سارا رنگ یہاں سے رخصت ہو گئی اور زنگ کا گزر ہو گیا۔ اور اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم میں صبغۃ اللہ کی کوئی خو بو کہیں نام کو بھی نہیں رہ گئی ہے۔ حسد۔ بغض۔ عداوت۔ فریب۔ بے رحمی۔ جھوٹ۔ ریا۔ دغا بازی۔ خلف وعدہ اور بے عزتی اور بے غیرتی۔ الغرض دنیا میں جس قدر بُری باتیں ہیں وہ سب ہم میں اسی طرح بھری ہوئی ہیں جس طرح ہمارے اسلاف میں کبھی خوبیاں تھیں البتہ اب ہم عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح اپنے کپڑوں کو زرد یا گیروے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی صبغۃ اللہ اور الٰہی رنگ ہے۔ یہ ہماری غلط فہمی اور جہالت ہے۔ الٰہی رنگ ان ظاہری رنگوں کا محتاج نہیں۔ جو الٰہی رنگ میں رنگا جائے اسے اپنے کپڑوں کو رنگنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے اور بھی بُری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرے۔ آمین

محمد عظیم (واعظ الاسلام) از گکھڑ

بذل فی سبیل اللہ

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

(اور اللہ کو اچھا قرض دو)

جس قوم میں مال خیرات کرنے والے غنی ہوتے ہیں اور کاروبار میں لوگوں کی باہمدگر مدد کرتے ہیں اس قوم کا کوئی فقیر اور کوئی ضعیف تباہ نہیں ہونے پاتا غنی فقیروں کی کفالت کرتے ہیں قوی ضعیفوں کو سنبھالے رہتے ہیں نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے۔ اس قوم کے مصالح و منافع کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ زمین اس کے آگے خزانے اگلنے لگتی ہے اور ہر طرف سعادت ہی سعادت ہوتی ہے۔ اور جب تک کہ مصالح عامّہ میں بذل و تعاون قائم رہتا ہے قوم کے تمام افراد دولت و نعمت میں غرق رہتے ہیں۔ یوں اس بذل و انفاق والوں کو دنیا میں ہزار چند مل جاتا ہے۔ اور اس حسنِ عمل کے صلہ میں آخرت کے ثواب بدیہ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ وہ دیا ہوا دنیا میں بھی چند در چند ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اگر ہم بحکم سیروا فی الارض روئے زمین کی سیر کو نکلیں اور موجودہ قوموں کے حالات کی تحقیق کریں اور گزشتہ قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ فنا ہو گئیں۔ اور مر مٹیں وہ قومیں جنہوں نے اس فریضہ کے ادا کرنے میں کوتاہی کی یا کم از کم ان کو غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑی اور جن قوموں نے اس فرض کو پہچانا اور ادا کیا۔ وہ صاحب عزت رہیں اور سعید بنیں۔ یہ انفاق دنیا میں چند در چند ہوا اور ہو جاتا ہے۔ ہر اس قوم کے لیے جس نے اس سنت الٰہیہ سے اپنی ہستی کی حفاظت اور اپنی سلطنت کی تقویت میں کام لیا عام اس سے کہ انہوں نے اس بذل و انفاق سے اجر عنداللہ کی توقع کی ہو یا نہ کی ہو اور یہ در چند بھی اتنی بار ہوا جس کا اعداد سے گنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

کس قدر جاہل و بے خبر ہیں وہ قومیں جو اس زرین اصول کو نہیں جانتیں اور جب ان قوموں کو دیکھتی ہیں جنہوں نے اس پر عامل ہو کر چار دانگ عالم میں سکہ جما لیا ہے تو حیران رہ جاتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ہم بھی عظمت حاصل کریں۔ لیکن نہیں جانتیں کہ کیونکر اس عظمت کو پہنچیں۔ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ مسلمان دن رات کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں لیکن وہی تمام قوموں سے زیادہ اس سنت الٰہی اور ترقی و کمال کے زرین اصول سے زیادہ بے خبر ہیں۔ اس آیت کو پڑھ کر بھی نہ ان کے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے اور نہ ان کے ہاتھ بذل و انفاق فی سبیل اللہ کے لیے دراز ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ جب تک اس بذل فی سبیل اللہ پر عامل نہ ہوں گے۔ ہرگز وہ دنیا میں عزت و عظمت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں بھی ٹوٹے میں رہیں گے اور آخرت میں بھی خسارہ میں۔

وَذَالِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنَ

(ماخوذ از تفسیر القرآن)

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

اب ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور تمہارے لیے (ہمیشہ کے لیے) دین اسلام کو پسند فرمایا

تعلیم الاسلام

اسلام ماضی وحال

ماضی اسلام کے چند شاندار اوراق

جس میں اسلام کے ابتدائی اصولوں کا مختصر بیان ہے اور جس میں گذشتہ مسلمانوں کی علمی اور عملی کوششوں کا اجمالاً ذکر ہے

(پروفیسر فیروزالدین صاحب مراد۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ... کالج علی گڈھ کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ)

... ابتدائے تخلیق عالم سے ... جس طرح ہوئی ہو تمام دنیا کے مذاہب مصلح اور ... کوشش میں رہے ہیں کہ ... انسان کو چند مسائل سمجھا دیں۔ وہ ایک ... میں مشترک رہا ہے۔ وہ توحید الٰہ کا مسئلہ ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے ... اسلام اور اس کے نبی کے تمام دیگر مذاہب اور انبیا توحید الٰہ کے مشترک ... کو اچھی طرح سے سمجھنے میں ... کامیاب رہے ہیں۔ ہندو لاتعداد خداؤں ... اور خدا کے اوتاروں پر پختہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ یورپ کے مہذب ... دیگر ممالک تثلیث کے معتقد ہیں۔ اور ایک محال عقلی یعنی ایک برابر تین ... کے ثابت کرنے کی ناکام کوششوں سے عقل اور دانش کا خون کرتے ہیں لیکن ان ہر دو مذاہب میں آجکل ایک نئی روح پھونک گئی ہے اور ایک نئے دور ... کی ذہن پر گزر رہی ہے۔

ایک مذہب نئے دیوتا اور بت اور دوسرے مذہب کی تثلیث محال معقولیت کو ... رہے ہیں۔ برہمو سماج اور یونیٹیرین (Unitarians. عیسائیوں کا ایک معقول پسند فرقہ ہے جو وحدانیت کا قائل ہے) موحدین توحید الٰہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے ہیں۔

توحید الٰہ کا سبق دینا اور مذہب اسلام کے اخلاقی اصول کو پھیلانا (اور جیسا کہ ہم ثابت کرینگے مذہب اسلام ہی ایک کامل اور عملی مذہب ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے) رسول عربی کی بعثت کا خاص منشا تھا۔ تاریخ اسلام اوائل ایام میں اور مسلمانوں کی ہر زمانے کی تاریخ نبی عربی کی تبلیغ کی کامیابی کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ پیغمبر نے بستر مرگ پر یہ دعا کی تھی کہ آپ کے مزار مبارک کی لوگ پرستش نہ کرنے پائیں اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ نبی کا ایک معجزہ ہے کہ ... کے فضل سے کسی مسلمان نے آجکل تک روضۂ نبوی کے سامنے سجدہ نہیں کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں زائرین آپ کے مزار کی زیارت کرتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص ایسی ایک مثال بھی نہیں پیش کر سکتا جس میں آپ کی اس دعا کے خلاف لوگوں نے عمل کیا ہو۔ جس کا سبق آپ اپنی امت کو تمام عمر دیتے رہے۔ آپ کا تکیہ کلام یہ تھا کہ انما انا بشر مثلکم یوحی الی یعنی میں بھی ایک آدمی ہوں۔ ور مجھ میں اور دوسرے لوگوں میں یہی فرق ہے کہ میرے پاس خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ ہر مسلمان کم از کم پنجوقتہ اپنی نماز میں یہ الفاظ دہراتا ہے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اسی واسطے اسلامی طرز معاشرت کی بنیاد اسی پر ہے کہ انسان وحدانیت خدا کا کامل اور راسخ اعتقاد رکھے اور اس کے نبی کی اطاعت لازمی جانے۔ ہمارا تمدن اسی وقت تک اسلامی ہے جس وقت تک کہ ہم قرآن اور تعلیم نبوی پر قائم رہیں۔ کوئی مسلمان ایک سچے مسلمان ہونے کا اس وقت تک دعوے نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے افعال اور اقوال اور خیالات ایک نہوں اور جب تک کہ سب نبی کی تعلیمات کے مطابق نہوں اور جب تک وہ قرآن اور احادیث نبوی پر عامل نہوں۔

ہم نہایت فخر کے ساتھ ... مسلم ہندوستان کے ایک کامل دماغ کے قول کو نقل کرتے ہیں۔ "اگر مسلمانوں کو اپنے مردوں کے دوش بدوش چلنا نہیں آتا تو وہ زندگی کے ہنر کو نہیں جانتے ... خدا سے ہماری ... قائم رہیں اور گذشتہ صدیوں کے علم و دانش کو ... خدا ترس ... اور اسلامی ... حاصل ...

مسلمانوں کو مختلف مقامات پر اُن کے خدا نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رسولؐ کے قدم بقدم چلیں۔ ہم کو ان کے اُسوۂ حسنہ کو ہر زمانے اور ہر وقت میں پیروی کرنا چاہیے۔ آپ کی زندگی ایک نمونہ تھی اور اگر ہم صرف آپ کے بتائے ہوئے حیات بخش اصولوں پر عمل کریں تو ہم ایک کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ کسی نے بہت ہی سچ کہا ہے کہ ایک مسلمان کو کوئی چیز بھی مغلوب نہیں کر سکتی۔ اس مضمون میں مختلف موقعوں پر ہم کو اس موضوع پر بحث کرنے کا موقع ملیگا۔ فی الحال ہم اپنے بیان کو صرف یہیں تک محدود رکھتے ہیں کہ ایک مسلم کی زندگی کا اصلی معیار یہی ہے کہ وہ بلا چون و چرا احکامات رسولؐ کی پیروی کرے۔ اسی معیار پر جب ہم تولے جاتے ہیں تو ہم میں سے آجکل بہت کم پورے اُترتے ہیں۔ یہی کمی ہے اور یہی نقص ہے جس نے دنیائے اسلام کو پریشان کر رکھا ہے۔ قرآن شریف میں جا بجا مسلمانوں کو خدا و رسول و اولی الامر کی یعنی اُن لوگوں کی جن کا کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے آگاہ کرنا ہے۔ اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی حکم ہے کہ جب کبھی کوئی تضیہ پیدا ہو جائے تو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو کیونکہ یہی ان کے لیے بہتر ہے۔ اگر وہ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر۔ ذالک خیر و احسن تاویلا۔ قرآن شریف میں ایک دوسرے مقام پر وارد ہوا ہے کہ۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فی ما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ یعنی بیشک وہ مسلمان نہیں ہیں جب تک کہ وہ اپنے ہر معاملہ میں تجھکو اپنا ثالث یا حاکم نہ مقرر کریں اور جب تک تیرے فیصلہ پر بلا کسی تردد کے راضی نہ ہوں۔

اوائل ایام اسلام کی تاریخ سے سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جس سے صحابہ کی دلی اور بے نظیر اطاعت رسولؐ کا پتہ لگتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ باوجود اپنی دل و دماغ کی بہت سی خوبیوں کے خلیفۂ ثانی یعنی حضرت عمرؓ کی آنحضرت صلعم کی نگاہ میں کس قدر عزت و وقعت تھی۔ حضرت بلالؓ جو ایک غریب مسلمان تھے ایک روز ادھر سے قریب ہو کر گزرے جہاں آنحضرت تشریف رکھتے تھے حضرت عمر نے جو کہ آنحضرت صلعم کی بہت ہی عزت کیا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہر ایک ویسی ہی عزت کرے فرمایا کہ یہ حبشی کیا کر رہا ہے۔ اس پر آنحضرت نے آہستہ سے فرمایا کہ اے عمر معلوم ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت کا شائبہ اب بھی تم میں باقی ہے۔ آنحضرت سے ان الفاظ کو سنکر حضرت عمر مبہوت ہو گئے اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور جب تک کہ حضرت بلال نے اُن کی خواہش کے مطابق ان کے سر کو اپنے جوتے سے نہ ٹھکرایا انہوں نے زمین سے سر نہ اُٹھایا اگر مسلمان صرف اپنی زکوٰۃ کو صحیح طریقہ پر ادا کریں اور بجا طور پر خرچ کریں تو کوئی مسلمان بھی فقیر نظر نہ آئیگا کم از کم تخمینہ جو کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان کو بیس لاکھ روپیہ خیرات پر صرف کرنا چاہیے۔ یہی زکوٰۃ تھی جو اسلامی افواج قاہرہ کی پشت پناہ تھی

اور بیت المال یا خزانۂ اسلامی کی بنیاد تھی۔ جب آنحضرت مکۂ معظمہ سے رخصت ہوئے اور مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرمائی تو آپ کے ہمراہ مسلمانان مکہ کی ایک معقول تعداد تھی۔ آپ کے فرمانے پر انصار (اہل مدینہ) اور مہاجرین (اہل مکہ) ایک دوسرے کے بھائی بھائی اور ہمیشہ کے رفیق قرار پائے۔ مہاجرین بے خانماں تھے اور انصار (مددگار مسلمانان مدینہ) نے اپنے گھروں میں اُن کو جگہ دی۔ بہت سے مہاجرین کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ مگر انصار نے اُن پر اپنی آدھی دولت تقسیم کر دی اور یہ تمام قربانیاں تطییب خاطر اس لیے کی گئیں کہ رسولؐ خوش ہو۔ تاریخ اس عدیم المثال اتحاد کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ اس امی اصول اخوت و مساوات و آزادی کی اس سے پہلے انسان کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

اگر کوئی شخص قرآن کو بغور و بلا تعصب مطالعہ کرے تو اس کو یہ دیکھکر حیرت ہوگی کہ اس میں بار بار ایسی آیتوں پر زور دیا گیا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ خدا دانشمندوں کو پسند کرتا ہے۔ خدا ان کو پسند کرتا ہے جو تعلیم میں کوشاں ہیں اور اسکو حاصل کرتے ہیں اور وہ جو علم میں کامل ہیں۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی فطرت جہالت اور نادانی سے ابا کرتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو کم از کم قرآن اور حدیث کا طالب اور عالم ہونا چاہیے اور ہر مسلمان خود ہی اپنا پروہت اور امام ہے اس واسطے کہ اسلام میں کوئی خاص فرقہ پروہتوں یا عالمانِ علم دین کا نہیں ہے۔ یہ بیشک ایک تبلیغی مذہب ہے جس کی وجہ سے کوئی مسلمان بھی جو اشاعت اسلام کا فرض انجام دینا چاہتا ہے اس بات کا روادار نہیں ہو سکتا کہ اپنے آپ کو زمانہ کے علم سے بے بہرہ رکھے اسلام میں تحصیل علم کے واسطے جو انعام ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو کہ تحصیل علم بحیثیت علم کی دلیل میں مضمر ہے۔

مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے خالق کو خوش رکھنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو تعلیم دیں اور دوسرے برادرانِ ملت کو فیض پہنچائیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ:۔ تعلموا العلم فان تعلمہ للہ حسنۃ و دراستہ تسبیح والبحث عنہ جہاد۔ وطلبہ عبادۃ و تعلیمہ صدقۃ و بذلہ لاھلہ قربۃ۔ یعنی حاصل کرو علم کو۔ اس واسطے کہ جس نے اس کو راہِ خدا میں حاصل کیا ایک کار خیر کیا جس نے اس کا ذکر کیا اپنے خالق کی حمد کی۔ جس نے اس پر بحث کی عمل صالح یعنی جہاد کیا۔ ہمارے علم میں اس اسلامی اصطلاح سے زیادہ کوئی اصطلاح ایسی نہیں ہے جس کو لوگوں نے اس قدر غلط سمجھا ہو۔ ہمارا ارادہ یہاں جہاد سے بحث کرنے کا نہیں ہے۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ ہمارے اُن قارئین کو جو اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں اس حدیث پر غور کرنا چاہیے جس میں رسول نے ایک علمی بحث کو جہاد قرار دیا ہے) جس کو اس کی طلب ہے وہ خدا کی تسبیح کرتا ہے جو اس سے دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے وہ عمل نیک کرتا ہے اور جو اس کو طالبانِ حق تک پہنچاتا ہے وہ قرب حق حاصل کرتا ہے۔

پیغمبرِ خدا نے علم کی قدر کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "طلب العلم

فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ یعنی طلب علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اگر ہم اس پر عامل رہتے تو آج تعلیم نسواں کا پہلو اس قدر تاریک نظر آتا۔ چونکہ ذیل میں مرقوم ہے اُس سے بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ مسلمان اپنے ایام عروج میں کس قدر علم کے طالب تھے ہمکو حکم ہوتا ہے کہ علم کو حاصل کرو چاہے وہ دنیا کے کسی پردے میں ہو۔ اطلبوا العلم ولو کان بالصین

ایک دوسرے مقام پر آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ وقیع ہے۔ جو اپنے گھر کو طلب علم میں چھوڑتا ہے وہ راہ خدا میں قدم رکھتا ہے۔ اور جو اُس کی تحصیل میں سفر اختیار کرتا ہے خدا اُس کو فردوس بریں کا راستہ دکھاتا ہے۔

تعلیمی معاملات اور تحصیل سائنس میں مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو دیکھکر کوئی یہ خیال کریگا کہ ہم ہمیشہ سے سائنس سے بے بہرہ رہے ہیں۔ لیکن ہم کو اندیشہ ہے کہ یہ فیصلہ اس کا غلط ہوگا۔ تھوڑی دیر کے واسطے اِس پر غور کرو جو رسولؐ نے علوم و فنون کے حاصل کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ تب ہم دکھلا دینگے کہ ہمارا ماضی کس قدر شاندار اور پر از علم و فن تھا۔ "علم کے مکتب میں بیٹھکر ایک گھنٹہ کے واسطے سبق لینا ہزار شہیدوں کے جنازوں کی نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور ہزار راتوں تک عبادت کے لیے قیام کرنے سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ مخلوقات خدا میں ایک گھنٹہ غور و خوض کرنا ستر برس تک عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ اور یہ بھی ملاحظہ ہو کہ کس قدر شد و مد کے ساتھ اہلِ علم کی عزت کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس نے اہل علم کی عزت کی اُس نے میری عزت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مشہور مقولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علم پر دسترس ہونا سب سے بڑی عزت ہے

علم اپنے حامل کو اس قابل کر دیتا ہے کہ وہ حلال و حرام میں تمیز کر سکے وہ معرفت کے راستہ کو روشن کر دیتا ہے۔ وہ جنگلوں اور صحراؤں میں ہمارا رفیق ہے اور تنہائی میں ہمارا ساتھی اور دوستوں سے الگ ہو جانے کی حالت میں ہمارا دوست بن جاتا ہے۔ علم کے ذریعہ سے خدا کا بندہ نیکی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچ جاتا ہے اور عالم آخرت میں کمال خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو تعریف علم کی ہے وہ غور کے قابل ہے یعنی شرح صدر اُسکا جوہر ہے۔ حق اُس کی غرض ہے۔ الہام اُس کا ہادی۔ عقل اُس کی مقبل۔ خدا اُس کا ملہم اور الفاظ انسانی اُس کا ذریعہ ہیں۔

آئیے اب تاریخ اسلام کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ آیا مسلمانوں نے کبھی اِن بلند پایہ اصولوں پر بھی عمل کیا ہے جن میں اِس قدر زور کے ساتھ غیر مشتبہ الفاظ میں علم کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

مشہور امام ابن جوزی اپنے والد کے انتقال کی وجہ سے تین ہی برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پھوپھی ان کی ولیہ تھیں (صرف اِسی ایک واقعہ سے آپ کو اُس زمانہ کی رفتار کا پتہ لگ سکتا ہے) اور وہ اس قدر ان کی تعلیم کی خواہاں تھیں کہ پانچ ہی برس کی عمر سے وہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے اسلامی عالموں کے درسوں میں ان کو لیجاتیں۔ یہ ان کی تعلیمی کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ امام ابن جوزی دس ہی برس کی عمر سے وعظ کہنے لگے اور اپنے زمانہ کے بڑے قابل لوگوں میں سے ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۷ جو کہ آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی)

اِس سے زیادہ تر تعجب خیز اور واضح مثال امام ربیعۃ الرائے کی سوانح عمری کا ہے جو امام مالک اور خواجہ حسن بصری کے اُستاد تھے۔ ہم اس کا ذکر یہاں پر نہ صرف اِس لیے کرتے ہیں کہ ان ایام تو سیع میں مسلمانوں کے شوق علمی کا پتہ لگے بلکہ یہ بھی دکھانا مقصود ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کو بھی کس قدر علم کا شوق تھا۔ امام صاحب کے والد خلفائے بنو اُمیہ کی فوج میں ایک سپاہی تھے اور جب اُن کے والد خراسان میں گئے ہوئے تھے اُس زمانہ میں اُن کی پیدائش ہوئی تھی۔ ان کی والدہ ہی نے امام ربیعہ کو تعلیم دلائی اور جو کچھ بھی اُن کے پاس تھا سب اُن کی تعلیم پر خرچ کر ڈالا۔

اِس دوران میں امام صاحب کے والد فوجی خدمت پر دوسرے مقاموں پر مامور رہے اور ان کی ماں نے وہ تمام آسانیاں پیدا کر دیں جو ان کے خیال میں ان کی تعلیم کو مکمل کرنے میں معاون ہو سکتی تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ربیعہ اپنے زمانے کے جید عالموں میں شمار کیے جانے لگے۔ اور ایک بڑے امام ہو گئے۔

ان کے والد ۲۷ برس کے بعد واپس ہوئے اور ان کو بڑا تعجب ہوا جب اُنھوں نے اپنی بیوی سے سُنا کہ جو کچھ وہ ان کے پاس چھوڑ گئے تھے سب خرچ ہو گیا یہاں تک کہ تیس ہزار اشرفیاں بھی صرف ہو گئیں۔ انہوں نے فوراً جواب طلب کیا لیکن اِس عاقلہ نے اس بحث کو اُس وقت تک کے لیے ٹال دیا جب تک وہ اپنے لڑکے کو نہ دیکھ لیں۔ اس اثناء میں ربیعۃ الرائے قریب کی مسجد میں طلبہ کی ایک بڑی جماعت کو درس دے رہے تھے۔ جب اُن کے والد مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گئے تو ان کو یہ دیکھکر بڑا تعجب ہوا کہ ایک شخص ان کے بیٹے کی عمر کا ایک بڑے مجمع میں مسند نشین ہے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُن کو معلوم ہوا کہ شیخ انہی کے بیٹے ہیں گھر واپس آکر انہوں نے اپنے بیٹے سے ملنے کا تمام قصہ اپنی بیوی سے بیان کیا اور جب ان کی بیوی نے ان سے یہ کہا کہ وہ تیس ہزار اشرفیاں لڑکے کی تعلیم پر صرف ہو گئیں تو ان کو پورا پورا اطمینان ہو گیا۔

یہ سرسری نظر سے زیادہ غور طلب بات ہے کہ ایک سپاہی کی بیوی کو اتنا خیال ہو کہ وہ تیس ہزار اشرفی اپنے لڑکے کی تعلیم پر صرف کر دے اور وہ بھی ایسی مجبوریوں کی حالت میں۔ اُس زمانہ کے تمام مسلمان ایک کامل تعلیم کی ضرورت کو خوب اچھی طرح سے محسوس کرتے تھے نہ صرف اوسط درجہ کے لوگ علم کے شائق تھے بلکہ امراء یہاں تک کہ شاہی خاندان کے تمام لوگ ایک ایک کر کے سب علم کے دلدادہ تھے۔

یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے کہ اگلے مسلمانوں کے جوش علمی کو وہ تکالیف جن کو ہم ناقابل برداشت کہتے ہیں ذرا بھی کم نہ کرتی تھیں۔ مفلسی۔ مسافت اور کتابوں کی قلت اور سفر کے خطرے ان کے ذوق کو نہ کم کر سکے اور نہ ان کی آتش شوق کو بجھا سکے امام بخاری کو جو حدیث کے سب سے بڑے امام گزرے ہیں اور جو چھ لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور جنہوں نے اپنی کتاب ۱۶ برس کی لگاتار محنت کے بعد لکھی تھا ان کو

بھی اپنے ایک سفرِ علمی کے دوران میں تین دن تک جنگل کی بوٹیوں پر گزر ان کرنا پڑا ایک اور طالب حدیث یعنی حجاج بغدادی نے اپنے گھر سے سو روٹیاں اپنے ساتھ باندھ لیں۔ جب انہوں نے طلب علم میں قدم اٹھایا۔ لیکن چند کتب اور ان سو روٹیوں کے سوا دنیا میں کوئی اور چیز ان کی ملکیت نہ تھی۔ ان ہی سو روٹیوں پر انہوں نے تھوڑی مدت تک اپنے استاد شہاب کی صحبت اٹھائی اور جب یہ تمام ختم ہو گئیں ان کو مجبوراً اپنے استاد کی فیض رساں صحبت کو خیرباد کہنا پڑا۔ آپ متعجب ہو کر دریافت کریں گے کہ انہوں نے ان سوکھی روٹیوں پر بغیر کسی قسم کے شوربہ وغیرہ کے کیونکر گزران کی۔ جواب یہ ہے کہ انہوں نے ایک عجیب ترکیب نکالی تھی اور وہ یہ کہ وہ روٹیوں کو فرات کے کبھی نہ ختم ہونے والے پانی کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے۔

اگلے مسلمان نہ صرف علوم اسلامی کے دلدادہ تھے بلکہ ان کا شوق علمی علم کی اور شاخوں پر بھی ایسا ہی حاوی تھا۔ اور جس کی وجہ سے انہوں نے اس وقت کی تمام دنیاے معلومہ کا سفر کر ڈالا۔

ابن رومیہ جو اندلس کے مشہور طبیب تھے انہوں نے اسپین سے مصر تک اور پھر مصر سے شام تک اس واسطے پاپیادہ سفر کیا کہ ان تمام بوٹیوں اور نباتات کا مطالعہ کریں جو مغرب میں نہ دستیاب ہو سکتی تھیں۔ اسی طرح پر مشہور عالم نباتات ضیاء الدین بیطار نے تمام یونان۔ اسپین اور ایشیاء کوچک کا سفر کیا تاکہ تمام ان بوٹیوں وغیرہ کے خواص کو معلوم کریں جو کہ ان ملکوں میں پیدا ہوتی تھیں۔ ابن منصور نے بہت سے درختوں اور بوٹیوں کی ان انواع کو دریافت کیا جن کو اس سے پہلے کوئی بھی نہ جانتا تھا وہ ان درختوں کی نمو کو اور ان کی ترقی کے مختلف مدارج کو غور سے دیکھا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ہمیشہ ایک مانی ... کی روشنائی لیے ہوئے رہا کرتا تھا اس طرح سے درختوں کی مختلف منازل زندگی کی صحیح صحیح تصویریں محفوظ رکھی گئیں۔ یہ قابل افسوس بات ہے کہ بہت سی وہ کتابیں جو اگلے قابل مسلمانوں نے تصنیف کی تھیں اب ضائع ہو گئیں ہیں۔ اور ہم کو ان کا علم صرف اس وجہ سے ہے کہ اس زمانہ کی کتابوں میں ان کا تذکرہ ہے۔

مشہور امام رازی نے ہمارے لیے اپنے ایک سفر کا جو انہوں نے تحصیل علم کے لیے اختیار کیا تھا ایک عجیب حال چھوڑا ہے۔ ایک جہاز کے سفر کے بعد وہ مع اپنے دو ساتھیوں کے بالکل تہی دست رہ گئے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ تین دن تک ہم بغیر کسی خوراک کے پاپیادہ چلے یہاں تک کہ زیادہ صبر کرنا مشکل ہو گیا۔ ہمارے ایک ساتھیوں میں سے جو بہت بوڑھا تھا بیہوش ہو گیا اور ہم کو اپنی جان بچانے کے لیے اس کو چھوڑنا پڑا۔ تھوڑی دور چلکر میں بھی بیہوش ہو گیا۔ اور میرے ساتھی نے مجھکو بھی اسی طرح میری قسمت پر چھوڑ دیا جس طرح ہم نے مرد ضعیف کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر خوش قسمتی سے میرے ساتھی کو ایک کشتی نظر پڑی اور اپنی بےبسی کو دکھلانے کی غرض سے اپنا کمبل ہوا میں ہلایا جس کی وجہ سے کشتی والوں کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے میں وہ کامیاب رہا۔ انہوں نے اس کو کچھ پانی پینے کے لیے دیا اور جب اس کو ہوش آیا تو میرا اور مرد ضعیف کا ذکر ان سے کیا۔ اس طرح پر ہماری جانیں بچیں۔

ہم اپنے مضمون کے اختتام پر ایک اور روح فرسا مثال اپنے شوق علمی اور قرون ماضیہ میں اس کے حصول کے لیے اپنی دلی کوشش کی تائید میں بیان کریں گے جو لوگ کہ علماء اسلام کے متعلق زیادہ معلومات بہم پہنچانا چاہتے ہیں انہیں نہایت زور کے ساتھ مولینا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کی بے بہا تالیف علمائے سلام کے پڑھنے کی سفارش کرینگے یہ رسالہ تقریباً سو خوشخط صفحوں کا ہے اور اس قابل ہے کہ ہر ایک مسلمان اسکو متعدد دفعہ بامعان نظر مطالعہ کرے۔

معلم ثانی حکیم ابونصر فارابی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے افلاطونؒ کی کسی تصنیف کو سو بار پڑھا تھا۔ اسی قسم کا ایک قصہ شیخ بوعلی سیناؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے (جن کے نام کو انگریزی خوانوں نے Aoicemin کر دیا ہے اسی طرح پر Avenoes ہے جو ابن رشد کے نام کی بگڑی ہوئی صورت ہے) کہ طالب علمی کے زمانہ میں انہوں نے الہیات پر ایک کتاب کم از کم چالیس مرتبہ بلا ایک لفظ کے بھی سمجھے ہوئے پڑھی اس کے سمجھنے سے ناامید ہو کر انہوں نے اسکا مطالعہ ترک کر دیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انکو ایک کتب فروش نے بہت ہی سستے داموں پر ایک کتاب پیش کی۔ انہوں نے اسکے خریدنے سے انکار کیا کیونکہ اس کا مضمون الہیات تھا لیکن کتب فروش نے اسپر بہت زور دیا اور کہا کہ وہ کتاب ایک غریب آدمی کی ہے شیخ کہتا ہے کہ وہ فارابی کی تصنیف تھی اور الہیات کی شرح تھی جسکو دیکھکر فوراً الہیات کے تمام مسائل انکی سمجھ میں آ گئے۔ یہ وہ فلسفہ کا ایک نیا باب تھا جس کے ثمرات سے یورپ اب تک فیضیاب ہو رہا ہے (باقی دارد)

المترجم سید نصیر احمد (طالب علم بی۔ ایس۔ سی کلاس علی گڑھ)

کلام اکبر

بے سود ہے یہ شکوہ و لفاظیٔ سیر
افسوس ہے مخلصوں کو اور ہنستے ہیں غیر
چلیے ابھرے رب بہتر کہکر
ہو سکتی ہے تب امید ختم بالخیر

منکر ہیں ... جو یہ اہل خرد
اک امر ہے پوچھنا ہمیں ان سے ضرور
بے فہم و خرد کام کو دھونے یہ کہو
پیدا ہوا مادّے میں کیونکر یہ شعور

سید صاحب سکھا گئے ہیں جو شعور
کہتا نہیں ہنستے ہیں کہ ہو اس سے نفور
سوتوں کو جگا دیا انہوں نے لیکن
اللہ کا نام لیکے اٹھنا ہے ضرور

لیجاؤں لحد میں اپنا اسلام بخیر
لکھیں یارب ملک مرا نام بخیر
اسلام سے جس نے بےوفائی کی ہے
پایا نہیں میں نے اس کا انجام بخیر

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ ہے

السیرۃ المحمدیۃ والخصائص النبویۃ

برگزیدہ نبی کے برگزیدہ خصائل

حضور انور کی عبادت و ریاضت

حضور انور کی بعثت اور عقائد کا اظہار عبادت سے ہوتا ہے۔ عبادت کرنے سے بندے کا تعلق اپنے خالق و مالک سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو آدمی عبادت کرتا ہے وہ اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اُس کو اپنے مالک رب العلمین سے سچا تعلق ہے۔ اور نیز عبادت ایک بیج کی مانند ہے جس کا اثر روح اور جسم دونوں پر پڑتا ہے۔ عبادت جس قدر زیادہ کی جاتی ہے اُسی قدر وہ بیج پھلتا پھولتا اور سرسبز ہوتا ہے۔ انسان جب تک عملی طور پر عبادت اور بجا آوری احکام الٰہی سے ثابت نہ کر دے کہ وہ حقیقت میں خدا پر سچا اور پکا ایمان رکھتا ہے اُس وقت تک وہ فیوض اور برکات حاصل نہیں ہو سکتے جو مقربوں کو ملا کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اسے پسند نہیں کیا کہ کوئی شخص دنیا کے تمام ضروری کاموں سے کنارہ کش ہو کر صرف تسبیح لیکر بیٹھ جائے۔ حضور انور اور آپ کے صحابہ کرام نے اپنے برگزیدہ طرز عمل سے دکھا دیا کہ فرائض انسانی کیا ہیں اُن کو میدانِ جنگ میں دیکھنے والا کبھی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ یہ لوگ مسجدوں میں خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھتے ہونگے اور اُس وقت ایسے مستغرق ہونگے۔ کہ کانٹو تو ایک قطرۂ خون نہ نکلے۔ اور نماز میں اُن کو دیکھنے والا نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ لیسے تیغ زن اور بہادر ہو سکتے ہیں۔ جیسے وہ تھے۔ غرض آپ اور آپ کے ساتھی ہر کام میں مستعد اور ہوشیار تھے۔ جو کرتے تھے دل سے اور رضائے خدا پاک کے لیے کرتے تھے۔

حضور انور (فداہ روحی) کی حقیقی تصویر ہر وقت مؤمن کے سامنے ہے۔ جب وہ خدا کا پاک کلام قرآن کریم لیکر پڑھتا ہے۔ قرآن حکیم پڑھنے سے آپ کی مبارک زندگی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور آپ کی حقیقی لائف کے واقعات کا ایک نقشہ قاری کے دل کے سامنے کھینچ جاتا ہے۔ جس سے اُس کو صاف نظر آتا ہے کہ میں خدائے قدوس کی طرح ایک عظیم الشان اور کامل انسان اور بحا کو دیکھتا ہوں اور اُس کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ خدا کی طرح اس انسان کامل کی کنہ تک بھی پہنچنا محال ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑ طبیعوں کی طرح کوئی خاص ضرب پیش دست لیے بیٹھے رہتے تھے۔ اور کوئی شغل نہ تھا۔ آپ کا عام وظیفہ نماز تھا اور یوں تو آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جو ذکر اللہ اور وظیفہ سے خالی ہو۔[۱] آپ کا زیادہ کمتر بھی ذکر اللہ تھا۔ آپ کا بیویوں کے ساتھ معاشرت کرنا بھی عبادت الٰہی تھا آپ کا مہمانوں کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا یا دالٰہی تھا۔ اور اُن کی مہمان نوازی بھی ذکر اللہ تھی۔ غرض آپ کا ہر فعل و عمل ذکر اللہ و عبادت و ریاضت میں داخل تھا۔ آپ کی مقدس اور مطہر زندگی سے مومن کو ایک تسلی دینے والا سبق یہ بھی ملتا ہے کہ جو کام محض خدا کیلئے اور تعمیل حکم میں کیا جاتا ہے وہ بھی ذکر اللہ اور عبادت و ریاضت ہی میں شمار ہوتا ہے۔ کاش کوئی سوچنے والا سوچے اور سعید روح غور کرے!!

حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اخلاق کے کامل معلم تھے اور اچھی طرح جانتے تھے کہ اخلاق کی درستی خدا ترسی اور نرم دلی سے پیدا ہوتی ہے۔ اِس لیے آپ نے نماز کی غایت تاکید فرمائی اور عملی طور پر اُس کا مکمل نمونہ دکھایا۔ بلکہ اتقاء و پرہیزگاری ہی کو جو اخلاق کا زبدہ و خلاصہ ہے مسلمانوں کے لیے موجب عزت و کرامت قرار دیا۔ دنیاوی جاہ و حشمت کو ہیچ فرمایا۔ دولت و جاہ کی کوئی توقیر نہیں کی۔ کیونکہ دولتمندی اور جاہ و حشمتِ دنیا جبکہ بغیر

---

[۱] حضرات چشتیوں سہروردیوں قادریوں اور نقشبندیوں نے جو اوراد و وظائف تجویز کیے ہیں۔ گو اُن کی سند پہنچانی بہت محال ہے مگر میں اُن کو مانتا ہوں کہ وہ خالی از ثواب و نفع نہیں مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان میں سے اکثر اوراد و وظائف اخلاق و عادات کی تبدیلی میں قطعاً فائدہ بخش نہیں جو عبادت الٰہی کا اصل موضوع ہے۔ بلکہ ان سے قوم کی جو گت بنی وہ ظاہر ہے۔ یہ وظائف و اوراد کیوں اخلاق و اعمال پر اثر نہیں کرتے اس کی وجہ صاف یہ ہے کہ یہ شان صرف کتاب اللہ ہی میں ہے کہ اُس کی ہر بات تزکیۂ قلب اور تصفیۂ روح کے لیے ہوتی ہے۔ اور ہر دعوے کے ساتھ ہر قسم کے دلائل موجود۔ ان وظائف کو عاملوں نے اغراض کی تحریک سے سر پر اُٹھا تو لیا مگر ہمیشہ نا قابل تحمل بوجھ سمجھا کیے اور رسم و عادات سے نبھاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہاں درنہاں خیانتوں اور بعض بھی بدکاریوں اور بعض اعمال خلاف شریعتِ حقہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ البتہ اگر صاحب نسبت و حال نے ان کو کبھی خلوص نیت وصدق دل سے پڑھا تو اُسے فائدہ بھی ہوا۔ مگر یہ کلیتہ نہیں۔ ۱۲ (منہ)

مستقی ہاتھوں میں ہو تمام بدیوں اور بداخلاقیوں کی جڑ ہے اور فساد و شرارت کا گھر۔

آپؐ کی عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات صرف دوگانہ نفل میں ساری رات ختم کر دیتے اور اس طرح قیام فرماتے کہ پائے مبارک آماس کر جاتے اور بیشتر راتوں کا بڑا حصہ ذکر و نماز میں بیدار رہ کر بسر کرتے۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ "آپ کی دونوں پنڈلیاں کھڑے کھڑے ورم کر جاتی تھیں۔" (بخاری شریف)

عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک رات آپ کے ساتھ نماز تہجد پڑھی تو آپؐ برابر کھڑے رہے کہ میں بالکل تھک گیا۔" (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعض وقت نماز تہجد کو اس قدر طول دیتے تھے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر جاتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اتنی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں؟ آپ تو پاک ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ "میں بھی ایک بندہ ہوں۔ کیا خدائے پاک کی شکر گزاری چھوڑ دوں؟" (بخاری و مسلم شریف)

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "جب آپ کے پیر بہت سوج جاتے۔ تو آپ بیٹھ جاتے اور جب رکوع کرنا چاہتے کھڑے ہو کر کچھ پڑھ کر رکوع کرتے (بخاری شریف)

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ پاک کے خوف سے آپؐ کے سینے سے نماز میں ایسے رونے کی آواز آتی تھی۔ کہ جیسے ہانڈی جوش کرتی ہے۔ (نسائی شریف)

نماز کا اصل مقصد خشوع و خضوع ہے۔ آپؐ جب کسی کے طرز عمل سے ان کا ظہور ہوتا ہوا نہ دیکھتے تو اُس کو تنبیہ فرماتے۔ ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا "نماز کو پھر دُہراؤ۔ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں" اُس نے تین بار نماز دہرائی اور آپ نے تینوں بار ٹوکا۔ آخر میں اُس نے عرض کیا کہ "اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔" آپ نے تکبیر۔ قرأت۔ رکوع۔ سجود قیام و قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان، سکون، وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔ (بخاری شریف)

آپؐ نماز کے سوا دیگر عبادات میں بھی حد سے زیادہ اہتمام و سعی فرماتے تھے۔ علاوہ ماہ رمضان کے اور دنوں میں بھی اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔ جن میں ایام بیض ماہ ذی الحجہ و محرم و رجب اور یوم جمعہ۔ عرفہ و عاشورہ کے روزے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

مختصر یہ کہ آپؐ روزے جیسی سخت عبادت سے کبھی جی نہیں چُراتے تھے بلکہ محبت و شوق سے فاقہ کشی کی سختی برداشت کرتے تھے۔ مسلمان روزے سے جی چُرانے والے غور کریں اور اپنے نبیؐ کی حالت کو دیکھ کر سبق سیکھیں!

باوجودیکہ آپؐ کی عبادت میں خشوع و خضوع و اخلاص اور سچا الٰہی تعلق ہوتا تھا اور ریا و نمود سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ اور آپؐ ایسے استغراق و محویت سے ادا فرماتے تھے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ ایک بے حس اور بے جان بُت ہیں مگر پھر بھی اگر کوئی ایسی حالت میں آپ کی خدمت اقدس میں آ جاتا۔ تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتے اور پوچھتے۔ تم کو "مجھ سے کچھ کام ہو تو کہو۔"

آپؐ عبادات میں آسانی کی تعلیم فرمایا کرتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "بے شک (اسلام کا) دین آسان ہے اور دین میں جو سختی کریگا تو دین اُس پر غالب آ جائیگا (بخاری شریف) مطلب یہ کہ آخیر میں وہ تھک کر خود عاجز ہو جائیگا اور نیک عمل چھوڑنا پڑیگا۔ اِس لیے اتنی عبادت کرنا چاہیے جو آسانی کے ساتھ ہو سکے۔

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے جس سے کاروباری لوگ ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے۔ ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی۔ آپؐ کو اتنا طول سے زیادہ غصہ آ گیا اور فرمایا "تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کر رہے ہو۔ امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ اُن میں مریض ضعیف۔ کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں" (بخاری شریف)

آپؐ عبادات میں اُس عمل کو پسند فرماتے تھے جو ہمیشہ کیا جائے چنانچہ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "ایک دن آپؐ جب میرے پاس تشریف لائے تو میرے گھر میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: "یہ کون ہے؟" میں نے عرض کیا "فلانی عورت ہے اور اس کی نماز کا حال بیان کرنے لگی۔ کہ ساری رات سوتی نہیں عبادت میں گزار دیتی ہے" آپؐ نے سُنکر فرمایا:۔

مہ علیکم بما تطیقون فواللہ — بس بس! وہ کام کرو (ہمیشہ) کر سکے
لا یمل اللہ حتی تملوا وکان — کیونکہ قسم خدا کی اللہ (تو ثواب دینے سے)
احب الدین الیہ مادام علیہ — تھکیگا نہیں تم ہی تھک جاؤ گے (حضرت صدیقہؓ
صاحبہ — فرماتی ہیں کہ) آپؐ کو وہ عمل بہت پسند تھا جسکا
(بخاری شریف) — کرنے والا اُسکو ہمیشہ کرے۔"

ماسوائے نماز، روزہ، حج وغیرہ احکام الٰہی کی بجا آوری کے آپ ہر وقت خدا کی یاد اور اُس کی عبادت اور اُس کے ذکر میں رہتے تھے۔ آپؐ کا کوئی کام خواہ وہ کسی طرح کا ہو ایسا نہیں تھا جس میں آپؐ اللہ تعالے کو یاد نہ کرتے ہوں۔ دعوے کرنا آسان ہے مگر کر کے دکھانا اور اُس کا ثبوت بہم پہنچانا مشکل ہے جس قدر بادیان دین اور مصلحان قوم دنیا میں پیدا ہوئے اُن کے مقابلہ میں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اِس خاص خصوصیت میں کوئی انسان آج تک آپؐ کے مقابلہ کا پیدا نہیں ہوا ایک جس نے اپنی زندگی کے ہر کام میں اپنے خالق و مالک کو اِس قدر یاد کیا ہو۔ اور اُسکے ذکر کا اِس قدر اہتمام کیا ہو جس قدر آپ نے کیا۔

مثلاً جب آپؐ کھانا کھانے بیٹھتے تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے۔ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو پڑھتے:۔

الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا — "تمام تعریفیں اُسکے لیے ہیں کہ جس نے ہم کو کھانا
واجعلنا مسلمین (ترمذی و ابن ماجہ) — کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمان کیا"

اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی دعا کھانے کے بعد آئی ہے۔

اللھم بارک لنا فیہ واطعمنا — "اے اللہ اس کھانے میں ہم کو برکت عطا فرما
خیراً منہ (مشکوٰۃ شریف) — اور اس سے اچھا کھانا ہم کو کھلا۔"

جب دودھ پیتے تو پڑھتے

اللھم بارک لنا فیہ وزدنا — "اے اللہ اس (دودھ) میں ہم کو برکت عطا

منشأ — اور اس میں ہم کو زندگی دے ۔

جب سوتے تو دعا فرماتے "رب اسلمت نفسی" جاگتے تو فرماتے "الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی" (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مرنے کے بعد مجھ کو پھر زندہ کیا۔)

چاند دیکھتے تو فرماتے کہ "اللّٰھم اھلہ علینا بالخیر والعافیۃ" نئے شہر میں داخل ہوتے تو یہ دعا فرماتے کہ :- "اے خدا اس شہر کی برکتوں سے مجھے حصہ دیجیو اور اس کی برائیوں سے محفوظ رکھیو"

جائے ضرور میں جاتے تو یہ دعا فرماتے "اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث (متفق علیہ) باہر نکلتے تو غفرانک (الٰہی تیری بخشش چاہتا ہوں) فرماتے۔ اس کے علاوہ چھینک آتی تو ذکر اللہ کرتے۔ حتےٰ کہ خور و نوش کے ساتھ مباشرت تک ذکر الٰہی کو لازمی قرار دیا۔ عموماً جو دعا آپ کی زبان مبارک پر ہمیشہ رہتی تھی وہ یہ تھی :- "اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیۃ"

غرض کوئی موقع کوئی کام ایسا نہ تھا کہ آپ خدائے پاک کے ذکر سے غافل ہوں۔ اگر ان تمام دعاؤں کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کا چلنا پھرنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ سونا جاگنا۔ کھانا پینا۔ رہنا سہنا سب یاد الٰہی تھا۔ آپ کی تمام زندگی عبادت ہی میں گزری۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عنایت فرمائے کہ آپ کے اخلاق سے پورا پورا سبق حاصل کریں تاکہ ہمسایہ قومیں جو روحانیت کی پیاسی ہیں وہ بھی ہم کو اسلامی صفات اور سرکار رسالت کے اخلاق کا زندہ نمونہ دیکھ کر اسلامی چشمۂ حیات سے سیراب ہونے کے لیے آگے بڑھیں اور یہ اسی حالت میں ممکن ہے کہ ہم خود اس پاک اور مصفےٰ اور شیریں چشمۂ سنت نبوی علےٰ صاحبہا التحیۃ کے قریب ہو کر اس سے بہرہ ور و مستفید ہوں ۔

محمد عظیم (واعظ الاسلام) از گکھڑ

قصیدۂ نعتیہ

مولینا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے — چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے — ہم آئے یہاں تمہارے لیے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم — وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے
کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی — عتیق و وصی غنی و علی ثنا کی زباں تمہارے لیے
اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل — حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے
تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک — زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیے
وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں — یہ ہر تن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لیے
ظہور نہاں قیام جہاں رکوع مہاں سجود شہاں — نیازیں یہاں نمازیں وہاں یہ کس لیے ہاں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر — یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لیے
یہ فیض دیے وہ جود کیے کہ نام لیے زمانہ جیے — جہاں نے لیے تمہارے دیے یہ اکرمیاں تمہارے لیے
سحاب کرم روانہ کیے کہ آب نعم زمانہ پیے — جو رکھتے تھے ہم وہ چاک سیے یہ ستر بداں تمہارے لیے
[illegible] کا نشاں کہ مہر وشاں بآں ہمہ شاں — بسایہ کشاں مواکب شاں یہ نام و نشاں تمہارے لیے
عطائے ارب جلائے کرب فیوض عجب بغیر طلب — یہ رحمت رب ہے کس کے سبب برب جہاں تمہارے لیے
ذنوب فنا عیوب ہبا قلوب صفا خطوب روا — یہ خوب عطا کروب زدا پئے دل و جاں تمہارے لیے
نہ جن و بشر کہ آٹھوں پہر ملائکہ در پہ بستہ کمر — نہ جبہ و سر کہ قلب و جگر ہیں سجدہ کناں تمہارے لیے
نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں — خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے
جناں میں چمن چمن میں سمن سمن میں پھبن پھبن میں دلہن — سزائے محن پہ ایسے منن یہ امن و اماں تمہارے لیے
کمال مہاں جلال شہاں جمال حساں میں تم ہو عیاں — کہ سارے جہاں بروز فکاں ظل آئینہ ساں تمہارے لیے
یہ طور کجا سپہر تو کیا کہ عرش علا بھی دور رہا — جہت سے ورا وصال ملا یہ رفعت شاں تمہارے لیے
خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی — یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
بفور صدا سماں یہ بندھا یہ سدرہ اٹھا وہ عرش جھکا — صفوف سما نے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لیے
یہ مرحمتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں — قصور کریں اور ان سے بھریں قصور جناں تمہارے لیے
فنا بدرت بقا بیرت زہر دو جہت بگرد سرت — ہے مرکزیت تمہاری صفت کہ دونوں کماں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے — لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

نعت

نعت میں تیری اے شہ کونین — زینت نظم نکتۂ قوسین
اولیں قوس ہے تو ہیئت — دوئمیں قوس ہے عبودیت
بنا [illegible] دونوں سے یہ یونیورس — احدیت کا جو ہے اعلےٰ درس
دونوں قوسوں میں نقطہ اعلےٰ — کاب قوسین بلکہ او ادنےٰ
[illegible] — حامل وحی و صادق مصدوق
خاتم انبیا محمد ہیں — سرور اتقیا محمد ہیں
اے محمد اے احمد اے محمود — اے بشیر اے نذیر اے مسعود
کلمۂ حق سنا دیا تو نے — نقش باطل مٹا دیا تو نے
رہنماؤں کا رہنما ہے تو — حق تو یہ ہے کہ حق نما ہے تو

الف دین (از کھمبی پور)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

اصلاح الاخلاق و الاعمال

اختلاف مذاہب

مذہب اسلام نے آنحضرت محمد پر رسالت ختم کر دی اور قرآن کو قانون ربانی کے طور پر مان لیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ دنیا میں خوش اور عاقبت میں سرخرو رہنے کے لیے سوا قرآن کے اور کسی دوسرے ضابطہ قوانین کی ضرورت مسلمانوں کو نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ بعض تشریح و تفسیر آیات قرآنی کے آیات قرآنی کے بعد اپنا درجہ ضرور رکھتی ہیں لیکن ان کی صحت سے شک کرنے والا خاطی نہ کہا جائیگا اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسول میں احادیث نبوی کی کتابت کا اہتمام نہیں کیا گیا ایک ایسے قانون کا بنانا جو قیامت تک تمام بنی نوع انسانی کے لیے جو دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں اور آباد رہیں گے۔ کافی ہو۔ ظاہر ایک بے جوڑی بات تھی لیکن قرآن کے پڑھنے سے یہ شک رفع ہو جاتا ہے یہ بھی ایک معجزہ قرآنی ہے کہ قرآن ہمیشہ کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ قرآن میں صرف اصولی مسائل مذکور ہیں اور لسان قرآنی ایسی ہے کہ عالم اور جاہل سب اپنے اپنے طور سے اُسے سمجھ لیتے ہیں۔ اصولی مسائل بیان کرنے کا منشا یہی ہے کہ مسائل فروعی میں مسلمان کو اپنی رائے لگانے کا اختیار رہے۔ یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص مجتہد و مجدد نہیں اکثر اہل الرائے کا مقلد ہوتا عوام قرآن کا مطلب جانتے ہیں اسی طرح مذہبی امور میں بھی مذہبی پیشواؤں کے زیر اثر رہنا سب عوام کا مقتضا ہے۔ مسائل فروعی میں اہل علم کی تقلید عوام ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لیے مسلمانوں میں باعتبار مسائل اجتہاد کو مختلف فرقے قائم ہوئے۔ فرقے بہت ہیں لیکن ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے۔ احکام قرآنی کے مطیع سمجھے جاتے ہیں۔ اور جو اس کے خلاف رائے رکھیگا گویا قرآن پاک کی مصالح سے منکر اور ناواقف ٹھہرے گا۔ اگر مسائل فروعی میں اختلاف باعتبار وقت موقع اور حالات کے ذہن مصلحت نہ ہوتا تو جناب باری کے لیے تعزیرات ہند یا مجموعۂ ضابطۂ دیوانی یا مجموعۂ ضابطۂ فوجداری کی صورت میں قرآن پاک نازل کرنا کیا مشکل تھا لیکن ایسا ہونے سے قانون باقی قیامت تک نوع انسانی کا رہنما نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے قرآن میں اصولی مسائل لکھے گئے اور فروعی مسائل کی تدوین کرنے کا کام علمائے امت محمدی سے متعلق کیا گیا اور فقہائے مذہب نے اجماع علمائے امت کو ایک معیار ہدایت قرار دیا تاکہ خود رائی سے لغزشیں پیدا نہ ہوں۔ اس اجتہاد اور اجماع کا قرن اولی پر منحصر ہونا اور قوت اجتہادیہ کا زمانۂ مابعد میں سلب ہو جانا اہل تحقیق کے نزدیک صحیح نہیں ہے لیکن اب ذی علم مسلمانوں نے قوت اجتہادی صرف کرنے کی جگہ پر مختلف مجتہدوں اور اماموں کے اقوال کا جانچنا تحقیق حق کے لیے نہیں بلکہ باہم ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے کے لیے اختیار کیا ہے۔ ایک ذی علم کا بجائے خود مجتہد بننے کے دوسرے مجتہدوں کی غلطیاں نکالنا اور اُن کے مقلدوں کو بُرا کہنا چیز نیک کچھ ہی ہو لیکن احکام قرآنی کی خوبیوں سے کوسوں دور ہے۔ کس قدر غلط خیال ہے کہ جس چیز کو خدا نے بہ تشریح بیان کرنا پسند نہ کیا اُس کی شرح کے متعلق مسلمان جھگڑیں اور مذہب اسلام کی تجزی کریں۔

مشہور ہے کہ مسلمانوں کے تہتر فرقے ہیں اور اُن میں صرف تہترواں فرقہ برحق ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ برحق فرقہ صرف وہ ہو سکتا ہے جو توحید اور رسالت کے بعد کسی امر اختلافی کو مہتم بالشان نہ سمجھے۔ ابتداءً یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا تھا موجودہ زمانہ میں کہ مسلمان ہر جگہ نفاق کی وجہ سے یا اپنے سوء معتقدات یا اپنے سوء اعمال کے سبب سے کمزور ہو رہے ہیں اُن کے ترقی کرنے کی صرف یہ ایک راہ ہے کہ مسائل فروعی کے اختلافات کو دلوں سے نکال کر وہ اخوت اسلامی کی رسی مضبوط پکڑیں اور مسلمانان طبقۂ اولی کی تقلید کریں آپس میں کتنا ہی لڑیں جھگڑیں لیکن آپس کے جھگڑوں کو مذہبی جھگڑا تصور نہ کریں۔ سب سے بڑی لڑائی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی تھی۔ اُس وقت مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر لوگ ان جھگڑوں سے بالکل الگ تھے اور جنہیں ان سے تعلق تھا اُن کا بھی یہ قول تھا کہ لذتِ نماز حضرت علیؓ کے پیچھے ہے اور لذتِ طعام امیر معاویہؓ کے دسترخوان پر ہے۔

اس کے بعد جتنی لڑائیاں مسلمانوں میں باہم ہوئیں وہ تو بلاشبہ محض ملکی لڑائیاں تھیں ان لڑائیوں سے اُس وقت مذہب کی تفریق بالکل نہیں ہوئی۔ لیکن زمانۂ مابعد میں مسلمانوں کی قوت جتنی بھی متفرق ہوئی گھٹتی گئی اور خیالات میں تنگی اور تعصب بیجا میں کشادگی ہوتی گئی اور جابجا جدا جدا فرقہ بندیاں قائم ہوئیں۔

تاریخیں پڑھیے اور غور کیجیے تو تمام فرقہ بندیاں یا تو ملک گیری کے لیے ہوئیں یا ضروریاتِ معاش کے لیے ہوئیں۔ اسلاف کی حکمت عملیوں نے انہیں قائم کیا اور اخلاف کی جہالت نے انہیں مضبوط کیا۔ اب جو حالت ہے ظاہر ہے معلوم نہیں کتنے فرقے ہو گئے ہیں اور آئندہ اور ہو نگے۔ ہر ایک اپنے فرقہ کو راہ راست پر سمجھتا ہے اور توحید اور رسالت کو جو عین اسلام ہے باہمی نفاق میں جزو مشترک نہیں سمجھتا یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور اس حالت پر افسوس کرنے والے بہت کم ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ جس طرح پہلے باہمی اتفاق پر مسلمانان سابق کو ناز تھا اسی طرح اب باہمی نفاق پر مسلمانان حال کو فخر ومباہات ہے۔ خداوندا تو مسلمانوں کی حالت پر رحم کر اور توفیق اتفاق نہیں عطا فرما۔ بھائیو! اگر قیامت کے روز علمائے امت محمدی سے یہ سوال یہ ہوا کہ تم امتِ محمدی میں اتفاق پھیلانے کی جگہ نفاق پھیلاتے تھے اور نفاق کی روز افزوں ترقی پر خوش ہوتے تھے تو تمہارے اعمال حسنہ اتنے بڑے گناہ کے مقابلہ میں کیوں نہ بیکار سمجھے جائیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے جواب میں کیا کہا جائیگا +

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہ

ہے وہ فیاضِ مبدءِ فیضان
الکریم و الرحیم و الرحمٰن

ہے وہی ایک غایتِ اعلےٰ
وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً

وحدہٗ لا شریک ذات میں ہے
رَبُّکَ الْمُنْتَہیٰ صفات میں ہے

یعنی ہے وصف ہیں عبودیت
عکس ہیں ایسے الوہیت

کرتے ہیں وہ رسولِ ربِّ کریم
مومنوں کو "تخلقوا" تعلیم

یا ہو روشن کہ یہ صفاتِ الٰہ
ہیں بشر کے لیے دلیل راہ

رب اسلام ہے علیم حکیم
یعنی مسلم پہ فرض ہے تعلیم

"اُطْلُبُوا" التجائے مسلم ہے
"رَبِّ زِدْنِی" دعائے مسلم ہے

تھی یہ اسلامیوں کی فیروزی
علم و حکمت سے بہرہ اندوزی

ہے زمانے کو یہ حقیقت یاد
کہ تھا مسلم جہان کا استاد

اب مسلّم نہیں یہ بات تری
کہ معلم کبھی تھی ذات تری

ڈیوڑھ حکم ہے امیروں کو
حصہ چالیسواں فقیروں کو

روک کرنے کی یہ ہے تاکید
ورنہ خیرات میں نہیں تحدید

ہے وہ قہار منتقم ضابط
ہے وہ جبار منتظم رابط

منتقم ہے کہ لے تو فی الجملہ
صفتِ انتقام سے حصہ

زندگی ہے یہ راہ خاص الخاص
سِنٌّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحُ قِصَاص

موت کمزور کے خواص میں ہے
زندگی طاقت و قصاص میں ہے

گر نہیں مانتے ہو میری بات
پڑھو قرآں میں "فی القصاص حیوٰۃ"

لیک "لا تعتدو" بھی آیا ہے
برمحل عفو کو سراہا ہے

بے محل عفو ہے گناہ عظیم
ناشیِ ذل ماحیِ تکریم

رب اسلام مقسط و عادل
دین مسلم ہے عدل کا کامل

الغرض ہیں صفاتِ رب جلیل
نشو انساں میں رہنمائے دلیل

تاکہ ہو متصف بخلق حسنہ
اشرف الخلق و اقرب المولیٰ

مالک الملک انت مولینا
عادنا من شرور انفسنا

بقدر الحمد ہم مسلماں ہیں
یعنی ہر دم ترے ثنا خواں ہیں

الف دین وکیل (از کیمبل پور)

مسلمانوں کے مشاغل

مسلمان رؤسا کے مشاغل کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ انکا ایک مختصر نوٹ میں محض تذکرہ بھی دریا کو کوزہ میں بند کرنا ہے۔ تاہم حال میں نیاز مند ایڈیٹر "وکیل" کو اپنے چند روزہ سفر سیالکوٹ میں اتفاق سے بعض رؤسا کے جو حالات معلوم ہوئے ہیں اُن کا ذکر خالی از لطف نہو گا۔ ایک الگ پتی مسلمان جو خیر سے تعلیم یافتہ بھی کہلاتے ہیں کتوں کے اس قدر شیدائی ہیں کہ انہیں اپنے بال بچوں کی بھی پرواہ نہیں ہے کتے مخملی گدیلوں پر آرام کرتے ہیں اور کئی کئی خدمتگار اُنکی خدمت میں مصروف ہیں لیکن آپکی زوجۂ محترمہ کا کوئی خبر لیوا نہیں ہے اور لڑکے آوارہ گردوں کی ایک جماعت ہیں جنکی تعلیم و تربیت تو کجا اُنکے معمولی رکھ رکھاؤ کی بھی کسی کو پرواہ نہیں ہے۔

ایک اور نوجوان رئیس ہیں جنکو تین لاکھ کی جائداد ورثہ میں ملی ہے اُن کو کبوتر بازی کا خبط ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اس وقت تک وہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ اس شوق کی نذر کر چکے ہیں۔

لیکن ان سب سے بڑھکر ایک سرحدی رئیس ہیں۔ جنکے متنوع مشاغل خاص ذکر کے قابل ہیں جیسا کہ ناظرین اقم الحروف ۲۰ کی صبح کو امرتسر واپس آ رہا تھا اُسی میں آپ بھی تشریف فرما تھے۔ انکے ساتھ بٹیر بازوں کی ایک جمعیت تھی جن سے معلوم ہوا کہ رئیس مذکور سرحدی علاقہ سے امرتسر محض بٹیر لڑانے کیلیے تشریف لا رہے ہیں اور ایک ہزار روپیہ کی شرط لگائی گئی ہے جو جیتنے والے کو ملیگی۔ رئیس کو ہر وقت مجوز سمجھتے ہیں کتے بیند سے۔ باز وغیرہ کا خاص شوق ہے اور کم و بیش ایک سو ملازم اس شوق کے پورا کرنے کیلیے ملازم ہیں بٹیروں کا دنگل دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ چلے آ رہے تھے اور سرحدی رئیس کی زیارت کر کے بہت خوش ہوتے تھے + اسی قسم کی بہت سی مثالیں تلاش کرنے سے مل سکتی ہیں لیکن اُنکا مادہ سے حاصل ؟ یہ سب جہالت اور بعض حالتوں میں تہذیب جہالت کی نتائج ہیں اور یہی جہالت کا نتیجہ ہے کہ قدیم جائدادیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں! اچھے اچھے خاندان مٹے جاتے ہیں !! افسوس

"وکیل" امرتسر

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

بے شک عقل والوں کے لیے اِن لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے

تذکرۃ السّلف

حضرت صدیقہ پر بہتان

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

(پ ۱۸ س النور ع ۲)

مسلمانو! جن لوگوں نے اُم المؤمنین عائشہ کی نسبت طوفان اُٹھا کھڑا کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے اِس طوفان کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوا کہ سچے مسلمان اور منافق پہچانے گئے طوفان اٹھانے والوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا اس کی سزا بھگتے گا اور جس نے ان میں سے طوفان کا بڑا حصّہ لیا ویسی ہی اس کو بڑی سخت سزا ہو گی۔

آیۂ مجیدہ مرقومۂ بالا میں اس واقعۂ افک کے متعلق اشارہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی نسبت منافقین مارین نے شرارت و نساوِ قلبی سے اُٹھا کھڑا کیا تھا اور جس میں بعض سادہ لوح مسلمانوں نے بھی بدبختی سے حصّہ لیا تھا اور اس آفت میں پھنسنے تھے۔ اِس بہتان عظیم سے نہ صرف حضرت عائشہ اور ان کے والدین ماجدین رضی اللہ عنہم کو بلکہ خود جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بے حد رنج و الم ہوا تھا۔ اِس واقعہ کی تشریح و توضیح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے۔ پہلے ہم اس حدیث کا ماحصل لکھیں گے پھر اُن نتائج کے متعلق جو اس سے اخذ ہوتے ہیں اختصار کے ساتھ بحث کرینگے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عادت تھی کہ جب آپ عازم سفر ہوتے تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈالتے جس بی بی کے نام کا قرعہ نکلتا اُس کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے۔ ایک لڑائی میں آپ تشریف لے جانے لگے تو قرعہ اندازی میں میرے نام کا قرعہ نکلا اور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ یہ واقعہ آیۂ حجاب کے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوا۔ میں اپنے ہودج میں سوار ہوتی تھی اور جب اُترنا ہوتا تو ہودج سمیت اُتاری جاتی تھی۔ اس تمام سفر میں یہی معمول رہا۔

جب جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس لڑائی سے فارغ ہوئے اور مراجعت فرمائی۔ راستے میں منازل طے کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب پہنچ لئے تو ایک رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ اس وقت میں اٹھی اور پاؤں سے چلتی لشکر کے پار نکل گئی۔ جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر ٹھکانے کو واپس آنے لگی تو ظفار کے نگینوں کا ہار جو میرے گلے میں تھا ٹوٹ کر گر پڑا۔ میں اس کو ڈھونڈنے لگی اور اس کے ڈھونڈنے میں دیر ہو گئی۔ اتنے میں وہ لوگ آگئے جو میرا ہودج اُٹھا کر اونٹ پر لادا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ میں ہودج کے اندر بیٹھی ہوں ہودج اُٹھا لیا اور میرے اونٹ پر لاد دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ اس زمانہ میں مستورات دبلی پتلی تھیں کوئی ایسی لحیم و شحیم نہ تھیں کیونکہ ان کی خوراک بہت ہی قلیل اور کیفیت میں بالکل سادہ تھی۔ مثلاً روکھی سوکھی جو کی روٹی یا کھجوریں۔ اسی بنا پر لوگوں کو ہودج کے سبک ہونے سے بھی کچھ خیال نہ آیا۔ دوسرے ان دنوں میں بالکل کم سن لڑکی تھی میرا بوجھ ہی کیا ہو سکتا تھا۔ وہ لوگ ہودج اونٹ پر لاد کر اونٹ لیکر چل دیے۔ اور مجھے ہار اس وقت ملا جب تمام لشکر روانہ ہو گیا۔ میں جو لشکر کے ٹھکانوں کی طرف واپس آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں کوئی متنفس موجود نہیں نہ بلانے والا نہ جواب دینے والا۔ بالآخر میں اس موقع کی طرف چلی جہاں رات کو اُتری تھی۔ میں نے اپنے جی میں خیال کیا کہ جب لشکر کے لوگ مجھے اونٹ پر نہ پائیں گے تو اسی موقع پر میری تلاش میں آئیں گے میں اسی جگہ بیٹھ گئی۔ اسی خیال میں بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگی میری آنکھ لگ گئی سو رہی۔

لشکر کے پیچھے پیچھے ایک شخص گری پڑی اشیاء کی خبرگیری کے واسطے مقرر تھا جس کو صفوان بن معطل سلمی کہتے تھے۔ یہ شخص صبح کے وقت اس مقام پر پہنچا جہاں میں لیٹی ہوئی تھی دور سے اس کو ایک شخص سویا ہوا معلوم ہوا۔ میرے قریب آیا تو اس نے مجھے پہچان لیا کیونکہ آیۂ حجاب کے نزول سے پہلے میں اس کے سامنے نکلا کرتی تھی۔ اس نے باآواز بلند انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنا منہ دوپٹہ سے ڈھانپ لیا۔ واللہ باللہ

اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی نہ میں نے استرجاع کے سوائے اس کے منہ سے کوئی کلمہ سنا۔ اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور اس کا پاؤں اپنے پاؤں سے دبا رکھا۔ میں اونٹنی پر سوار ہوگئی اور وہ پیدل چلتا رہا حتے کہ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب عین دوپہر کے وقت شدت گرما میں انہوں نے مقام کیا ہوا تھا بس اتنی بات پر لوگوں نے طوفان اُٹھایا اور جس کی قسمت میں تباہی لکھی تھی وہ تباہ ہوا۔ اس طوفان کا سب سے بڑھ چڑھ کر بانی مبانی عبداللہ بن ابی بن سلول مشہور و معروف منافق تھا۔

جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو میں بیمار ہوگئی اور برابر مہینہ بھر علالت طبع کی وجہ سے صاحب فراش رہی۔ کا ذا لناس طوفان اُٹھانے والوں کی باتوں کا چرچا کرتے رہے مگر مجھے اس امر کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ البتہ ایک ذرا وہم آپ [illegible] سے پیدا ہوا کہ جب کبھی میں بیمار ہوا کرتی تھی تو جس توجہ اور غمگساری کے ساتھ [illegible] حالت آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تیمار داری فرماتے تھے اس بیماری میں وہ لطف و کرم مبذول نہیں فرماتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف لاتے سلام علیک کرتے پھر کھڑے ہی کھڑے صرف اتنا ہی پوچھتے "اب کیسی ہو؟" اور واپس تشریف لے جاتے۔ اس بے التفاتی سے بے شک مجھے وہم ہوا تھا مگر خاص طور پر اس طوفان کی بالکل خبر نہ تھی۔

مجھے بیماری سے ذرا افاقہ ہوا مگر ابھی ضعف و نقاہت کی شکایت باقی تھی کہ ایک دن میں مناصع کی طرف گئی۔ ام مسطح میرے ہمراہ تھی۔ ان دنوں ہم مناصع میں اکثر رات کے وقت قضائے حاجت کو جایا کرتے تھے۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب گھروں میں پاخانے نہیں بنے تھے اور ہمارا طریق بودوباش قدیم عربوں کی طرح تھا۔ ہم قضائے حاجت کے لیے جنگل کو ہی جایا کرتے تھے۔ ان دنوں گھروں کے قریب پاخانہ بنانے میں تعفن کی وجہ سے ہمیں تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ ام مسطح ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھی اس کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی مسماۃ رائطہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھی۔ اسی کا بیٹا مسطح بن اثاثہ تھا۔ حاجت سے فارغ ہو کر ہم اپنے گھر کو آ رہی تھیں کہ ام مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھ کر پھسلا۔ اس وقت اس کے منہ سے نکلا۔ خدا کرے مسطح مرے۔ میں نے کہا یہ کیا بکتی ہو؟ مسطح تو جنگ بدر میں شریک تھا تو اس کو کوستی ہے۔ اس نے جواب دیا اے بھولی بھالی دیوانی لڑکی! تو نے شاید مسطح کی باتیں نہیں سنیں۔ میں نے پوچھا کونسی باتیں؟ تب ام مسطح نے طوفان اُٹھانے والوں کی باتیں مجھ سے بیان کیں۔ مجھے ابھی کامل صحت نہیں ہوئی تھی ان باتوں کے سننے سے پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ بیماری حملہ آور ہوئی اور اس رنج والم کے صدمہ سے میں اور بھی نڈھال ہوگئی میں اپنے حجرہ میں آکر پڑ رہی۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے حسب معمول کھڑے کھڑے پوچھا کیوں اب کیسی ہو؟ میں نے عرض کیا اجازت دیجیے میں اپنے والدین شریفین کے ہاں جاؤں۔ اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ ان سے تحقیقاً دریافت کروں کیا فی الواقع لوگوں نے طوفان اُٹھایا ہے؟

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اجازت لیکر میں اپنے والدین ماجدین کے ہاں آئی اپنی ماں سے پوچھا اماں جان! لوگ میری نسبت کیا بکواس کر رہے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا بیٹا! اتنا رنج نہ کر بخدا اکثر ایسا اتفاق ہوا کرتا ہے کہ جب کسی مرد کی بی بی شکیلہ و جمیلہ ہوتی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی سوکنیں یا دوسری عورتیں بوجہ حسد کے اکثر ایسے چرچے کیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا لوگوں نے اس کا چرچا بھی کر دیا وہ ساری رات میں روتی رہی نہ مجھے نیند آتی تھی اور نہ آنسو تھمتے تھے صبح کے وقت میں رو رہی تھی کہ حضرت سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے حضرت علی بن ابی طالبؑ اور اسامہ بن زید کو بلوایا چونکہ وحی آنے میں توقف ہوا تھا آپ ان لوگوں سے اپنی بی بی کی مفارقت کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ اسامہ بن زید کے دل میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی محبت تھی اس نے صاف جواب دیا کہ عائشہ پاکدامن و بے قصور اور اس قسم کی ناپاک باتوں سے پاک ہیں۔ حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ نے (بظاہر آپ کا غم غلط کرنے یا آپ کی تسلی کے لیے) کہا یا رسول اللہ! کیا عورتوں کی کچھ کمی ہے؟ عائشہ کے سوا بہت سی عورتیں موجود ہیں۔ بھلا آپ لونڈی سے دریافت فرمائیے وہ سارا حال سچ سچ عرض کر دیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ لونڈی کو بلایا اور فرمایا بریرہ! سچ بتا تو نے عائشہ میں کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے تجھے اس کی نسبت کسی تہمت کا شبہ پیدا ہو؟ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس ماما کو حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیا اور فرمایا تمہارا اختیار ہے تم تخویف و تہدید سے جس طرح بھی چاہو اس سے حال دریافت کرو چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے اس کو بہت ڈرایا دھمکایا ملکہ مارا بھی مگر بریرہ نے جواب دیا مجھے اس پاک پروردگار کی قسم ہے جس نے آپکو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا میں نے تو کبھی کوئی بات عائشہ میں ایسی نہیں دیکھی جس سے اس کسی قسم کا عیب لگا سکوں وہ تو ابھی کل کی صغیر سن بچی ہے۔ اور ایسی بھولی بھالی ہے کہ آٹا گھر کا گوندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہے بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ بریرہ کا اس سے مطلب تھا کہ عائشہ تو بھولی بھالی اور سیدھی سادی لڑکی ہے وہ اپنے گھر کا کام کاج سنبھالنے کے قابل نہیں اس پر ایسی باتوں کا بالکل شبہ نہیں ہو سکتا۔ بریرہ نے قسم کھا کر یہ بھی کہا کہ عائشہ سونے سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور اگر اس نے کوئی کام کیا ہوگا تو حق سبحانہ وتعالے آپ کو ضرور اس کی خبر دے گا۔ لونڈی کی اس معقول تقریر پُر فہم و فراست، احقاق حق، ابطال باطل اور عقل و درایت سے لوگ متحیر و متعجب ہوئے۔

اس تحقیق و تفتیش کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کے مقابل امداد چاہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا مسلمانو! کون میری حمایت کرتا ہے؟ کون میری مدد کرتا ہے؟ ایسے شخص کے مقابل جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر یہ بات مجھ تک پہنچائی۔ واللہ میں تو اپنے گھر والوں کو (یعنی عائشہ صدیقہ کو) نیک و پاک دامن سمجھتا ہوں جس مرد پر تہمت

لگائی جاتی ہے میں اُس کو بھی ٹیک ٹھیک سمجھتا ہوں وہ کبھی میرے گھر میں اکیلا نہیں آیا ہمیشہ میرے ساتھ ہی آیا کرتا ہے۔

جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سن کر سعد بن معاذ جو اُس قبیلہ کے سردار تھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس شخص کے مقابل آپ کی امداد و اعانت کے لیے آمادہ و مستعد ہوں۔ اگر یہ شخص اُس قبیلہ کا ہے تو میں ابھی اس کی گردن اڑا دیتا ہوں اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج قبیلہ کا ہے تو آپ جو حکم دیں ہم بجالائیں۔ سعد بن معاذ کی یہ بات سن کر سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے جو خزرج قبیلہ کے سردار تھے وہ اس سے پہلے تو بھلے آدمی تھے مگر حمیت قومی سے طیش میں آ گئے اور سعد بن معاذ سے کہا بخدا تو جھوٹ کہتا ہے تو اس کو نہ مارے گا نہ مار سکیگا اس پر اسید بن حضیر جو سعد بن معاذ کے ابن عم تھے کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ سے کہنے لگے خدا کی قسم تو جھوٹا ہے ہم ضرور اس شخص کو قتل کرینگے کیا تو منافق ہو گیا ہے کہ منافقوں کی طرفداری کرتا ہے؟ اس گفتگو پر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ کھڑے ہو گئے اور آپس میں لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی منبر ہی پر کھڑے تھے آپ نے سب کو سمجھایا بجھایا اور ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ سب ساکت و صامت ہو گئے اور آپ بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس دن تمام دن میرا یہ حال رہا کہ نہ تو میرے آنسو تھمے اور نہ میری آنکھ لگی۔ صبح کے وقت ماں باپ دونوں میرے پاس موجود تھے۔ میرا تو دو رات اور ایک دن سے یہی حال تھا کہ نہ نیند آتی تھی نہ آنسو تھمتے تھے۔ میرے والدین ماجدین نے خیال کیا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائیگا۔ اسی وقت ایسا اتفاق ہوا کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اُس کو اجازت دی وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ اسی حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور سلام علیک کر کے بیٹھ گئے اس سے پہلے جب سے مجھ پر یہ طوفان اُٹھایا گیا آپ کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ اس معاملہ کو ایک مہینہ گزر گیا تھا اس عرصہ میں آپ پر کوئی وحی میرے متعلق نہیں آئی تھی۔ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد پڑھ کر فرمایا:-

اما بعد یا عائشة! فانه قد بلغنی عنك كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك الله وان كنت الممت بذنب فاستغفری الله وتوبی اليه فان العبد اذا اعترف بذنبه ثم تاب الى الله تاب الله عليه -

اما بعد۔ عائشہ! مجھ کو تیری نسبت ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ اب اگر تو پاک ہے اور یہ خبر جھوٹ ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاک دامنی ضرور عنقریب بیان کر دیگا اور اگر تجھ سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی مانگ اور توبہ کر کیونکہ جب کوئی بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر اسکی درگاہ میں آئندہ کے لیے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اُس کا گناہ بخش دیتا ہے۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تقریر ختم فرما چکے تو خدا کی قدرت سے یکبارگی میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوتا تھا۔ میں نے والد ماجد سے عرض کی۔ ابا جان! حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بات کا جواب دیجیے۔ انہوں نے فرمایا واللہ مجھے معلوم نہیں کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ پھر میں نے اپنی والدہ شریفہ سے کہا۔ اماں جان! آپ ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ جواب دیں۔ انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ میں نہیں جانتی کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کیا جواب دوں۔ بالآخر میں خود ہی جواب دینے کے لیے آمادہ و مستعد ہوئی۔ اس وقت میں کم سن لڑکی تھی قرآن حکیم کا بھی کچھ بہت سا حصہ یاد نہ تھا۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ جواب دیا:-

انی واللہ لقد علمت لقد سمعتم هذا الحديث حتى استقر فی انفسكم وصدقتم به فلئن قلت لكم انی بريئة والله يعلم انی بريئة لا تصدقونی بذلك ولئن اعترفت لكم بامر والله يعلم انی منه بريئة لتصدقنی والله ما اجد لكم مثلاً الا قول ابی يوسف قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون -

خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ یہ بات جو تم نے سُنی ہے تمہارے دلوں میں جم گئی ہے اور تم اس کو سچا سمجھ گئے ہو۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک ہوں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ جانتا ہے کہ میں پاک ہوں تم مجھے سچا نہیں سمجھنے کے۔ لیکن اگر میں جھوٹ ایک گناہ کا اعتراف کر لوں جو مجھ سے ہرگز سرزد نہیں ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو تم مجھ کو سچا سمجھو گے۔ بخدا میں اس وقت اپنی اور تمہاری مثال بالکل ایسی ہی جانتی ہوں جو حضرت یوسف کے والد ماجد کی تھی جو کچھ انہوں نے کہا تھا میں بھی وہی کہتی ہوں خیر صبر و شکر اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی مدد کرنے والا ہے۔

یہ کہکر میں نے اپنے بچھونے پر کروٹ بدلی۔ مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں خدائے تعالیٰ میری برأت ضرور ظاہر فرمائیگا۔ مگر واللہ مجھے اس بات کا ہرگز وہم و گمان نہ تھا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ میرے متعلق وحی متلو نازل فرمائیگا۔ میں اپنی شان اس سے احقر سمجھتی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے باب میں قرآن حکیم کی ایسی بات نازل فرمائیگا جو ہمیشہ کے لیے قیامت تک پڑھی جائیگی۔ البتہ مجھے اتنی توقع ضرور تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رؤیا میں میری پاکدامنی منکشف ہو جائیگی پھر نہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے سرکے اور نہ گھر میں جو لوگ اس وقت موجود تھے ان میں سے کوئی باہر گیا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔

نزول وحی کے وقت جیسا کہ معمول تھا آپ پر ویسی ہی کیفیت طاری ہو گئی۔ پسینہ موتی کی طرح آپ کے بدن مبارک سے ٹپکنے لگا۔ حالانکہ موسم سرما تھا۔ مگر نزول وحی کے وقت ایسی ہی سختی ہوتی تھی۔ جب وحی کی حالت موقوف ہوئی تو میں نے دیکھا آپ ہنس رہے ہیں۔ پہلی بات جو آپ کی زبان مبارک سے نکلی۔ یہ تھی۔ یا عائشة

[illegible]

[illegible] آنحضرت [illegible] نازل [illegible]

[illegible] آنحضرت صلعم نے پیار سے میرا [illegible]

[illegible] اٹھا - اس پر والدہ ماجدہ نے مجھے جھڑکا - اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی وہ آیتیں نازل فرمائیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:-

"مسلمانو! جن لوگوں نے ام المومنین عائشہ کی نسبت طوفان اٹھا کھڑا کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے اس طوفان کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوا کہ مسلمان اور منافق پہچان پڑے - طوفان اٹھانے والوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا اس کی سزا بھگتے گا اور جس نے ان میں سے طوفان کا بڑا حصہ لیا ویسی ہی سخت سزا بھگتی۔ مسلمانو! جب تم نے ایسی نالائق بات سُنی تھی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں نے اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے حق میں نیک گمان کیا ہوتا اور سننے کے ساتھ ہی کیوں نہ بول اٹھے کہ یہ صریح بہتان ہے - جن لوگوں نے یہ طوفان اٹھا کھڑا کیا اپنے بیان کے ثبوت پر چار گواہ کیوں نہ لائے پھر جب گواہ نہ لائے تو خدا کے نزدیک بس یہی جھوٹے ہیں اور اگر تم مسلمانوں پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا تو جیسا تم نے ایسی نالایق بات کا چرچا کیا تھا اس پر تم پر کوئی بڑی آفت نازل ہو گئی ہوتی - کہ تم لگے اپنی زبانوں سے اس کی نقل در نقل کرنے اور اپنے منہ سے ایسی بات بکنے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم نے اس کو ایسی ہلکی سی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے اور جب تم نے ایسی نالائق بات سُنی تھی سننے کے ساتھ کیوں نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے - مسلمانو! خدا تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کے حال سے واقف اور حکمت والا ہے - جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا میں دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی اور لوگوں کے دلوں کے بھید اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" (پ ۱۸ س النور ع ۲)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب یہ آیتیں میری براءت کے متعلق نازل ہوئیں اور طوفان لگانے والوں کو سزا دی گئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ سے جو مفلس و محتاج تھا قرابت کی وجہ سے کچھ سلوک کیا کرتے تھے - انہوں نے قسم کھائی کہ اب تو میں مسطح کو کچھ بھی نہیں دینے کا - جب اس نے قرابت کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور عائشہ کی نسبت ایسی باتیں کہیں - حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسکے متعلق یہ آیۂ مجیدہ نازل فرمائی:-

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پ ۱۸ س النور ع ۳)

"اور تم میں سے جو لوگ بزرگ مرتبہ اور صاحب مقدور ہیں قرابت والوں اور

[illegible] اور [illegible]

چاہیے کہ ان کے [illegible]

قصداً [illegible]

اس آیۂ شریفہ کے نزول کے وقت جناب صدیق [illegible]

نصیحت پسند ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے بخش دے اور مسطح سے [illegible] سلوک کرنے لگے اور قسم کھائی کہ میں مسطح کا یہ معمول کبھی بند نہیں کرونگا بلکہ تمام حیات میں یہ جاری رکھونگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زمانہ میں ام المومنین زینب بنت جحش سے میرا حال دریافت فرمایا کرتے تھے کہ یا زینب! تم عائشہ کو کیسی سمجھتی ہو؟ وہ جواب دیا کرتیں میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی خوب حفاظت کرتی ہوں - یعنی جو کچھ دیکھتی اور سنتی ہوں وہی کہتی ہوں - میں انہیں اچھی ہی سمجھتی ہوں - حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ام المومنین زینب ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں میرے برابر کی تھیں کیونکہ ایک تو وہ قرشیہ تھیں دوسرے صاحب جمال - ان کا مجھ سے بڑھ چڑھ کر رہنے کی خواہش کرنا حق بجانب تھا مگر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے ان کو اس آفت میں پھنسنے سے بچا لیا - اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش اپنی بہن کے بیچ میں جھگڑنے لگی اور دیگر اصحاب افک کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئی۔

واقعات مذکورۂ بالا کے نتائج

(۱) آیۂ حجاب کے نزول کے بعد ازواج مطہرات حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ رفیق سفر ہوتی تھیں قضائے حاجت کے لیے باہر جاتی تھیں - محاربات میں مجروحین کی تیمارداری اور مرہم پٹی کرتی تھیں - چنانچہ جنگ احد میں ام المومنین حضرت عائشہ ام سلیط اور ام سلیم اپنی پیٹھ پر مشک بھر بھر کے زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلامی شریعت میں پردہ کا یہ مطلب نہیں کہ مستورات ایک مکان میں پڑی رہیں اس سے باہر نہ نکلیں - بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اپنے گھروں میں عزت و وقار کے ساتھ رہیں - بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں صرف اپنا بناؤ سنگار دکھانے کے لیے باہر نہ پھریں - ضرورت کے لیے نکلنے کے وقت بھی اپنی ہر ایک زینت کو چھپا لیں - بلکہ اپنے عمدہ لباسوں کو بھی ایک سادہ کپڑے سے چھپا لیں - اپنے گھر کے اندر عورتیں کیا طرز اختیار کریں - اس کے متعلق بعض رشتہ دار و کنبہ کے لوگ ایسے قرار دیے گئے ہیں جن کے سامنے عورت اپنی زینت ظاہر بھی کر سکتی ہے لیکن ان کے علاوہ باقی لوگ جن میں رشتہ داروں کی بھی ایک بڑی جماعت شامل ہے ایک ہی حکم کے نیچے رکھے گئے ہیں کہ ان کے سامنے عورت اپنی زینت ظاہر نہیں کر سکتی۔

(۲) بات کا بتنگڑ بنانے والے جھوٹی اور بے بنیاد باتوں کے اختراع سے اپنی عقبےٰ خراب و تباہ کرتے ہیں - غور کرو صفوان بن معطل کا ہاتھ تک حضرت [illegible] کے جسم سے نہیں لگا - استرجاع کے سوائے ان کے منہ سے کوئی کلمہ نہیں [illegible] بھی

اس وقت جب ام المومنین سوئی تھیں۔ ان کے بیدار ہونے پر کوئی بات نہیں ہوئی طوفان اٹھانے والوں نے محض شرارت سے بیہودہ باتوں کا چرچا کیا۔ کیا مقتضائے انسانیت یہ ہو سکتا تھا کہ جو شخص شکار کے پیچھے لڑکی پڑی چیز ونگی بنا ہی کے لیے مقرر تھا وہ سرعت کرا دے۔ بادشاہ کی زوجہ محترمہ۔ ہ نہ آپ دوانہ لی دور جنگل بیابان میں چھوڑ آتا

(۳) حضرت عائشہ کے مصائب وقت اللہ کا شکر کر کے بیان پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نا ہنجار بدکردار طوفان اٹھانے والوں کو ذرا بھی ترس نہ آیا کہ کم سن لڑکی کسل ہے۔ جمیل کا دن بہتان اگر کرتا نا اشد من القتل ہے۔

اسی بنا پر اسلام میں بہتان لگانے والوں کی نسبت شدید تہدید آئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے دریافت فرمایا کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو اس کو مفلس سمجھتے ہیں جو تہیدست ہو، جس کے پاس نقد وجنس نہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اصل مفلس وہ شخص ہے جس کے نامۂ اعمال میں قیامت کے دن نماز، روزہ سب کچھ ہوگا مگر وہ ان کے ثواب سے محروم رہیگا۔ کیونکہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر بہتان لگایا ہوگا۔ کسی کو جان سے مارا ہوگا۔ کسی کا مال غصب کیا ہوگا۔ اسی بنا پر اس کی نیکیوں کا ثواب مظلوموں کو مل جائے گا۔ اگر اس کی نیکیاں کم ہونگی تو مظلوموں کی بدیاں اس کے ذمہ آئیں۔ جائینگی اور خالی ہاتھ دوزخ میں جائیگا۔

(۴) حضرت سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا فنون حرب سے بھی کامل واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ مختلف محارب میں افواج کی کمان آپ نے اپنے ہاتھ میں لی۔ جن میں آپکی شجاعت و استقلال استحکام رائے اور ثبات قدم کے نمونے ظاہر ہوئے۔ گری پڑی اشیاء کی خبرگیری کے واسطے ایک شخص کا مقرر کرنا آپ کے تدبر و بیدار مغزی پر دال ہے۔ ایک سطحی آدمی خیال کریگا کہ یہ امور شان نبوت میں کوئی امتیاز نہیں پیدا کر سکتے مگر حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ آئین حرب سے واقفیت بھی ایک ثبوت ہے منجملہ دیگر ثبوتوں کے کہ آپ ہی انسان کامل اور خاتم انسانیت تھے اور آپ ہی کو ظاہری اور باطنی طور پر وہ ارتفاع حاصل تھا جو اور کسی بشر کو نہ حاصل ہوا اور نہ ہوگا۔

(۵) سرسری نگاہوں کے ساتھ دیکھنے سے کسی انسان کی نسبت افک وبہتان کے موجدین ومخترعین اسکے حریف ہی متصور ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر ام رومان والدۂ ماجدۂ حضرت عائشۂ صدیقہ کا خیال اس طرف منتقل ہوا کہ واقعۂ افک میں ان کی سوکنوں کی سازش ہوگی۔ حالانکہ دیگر ازواج مطہرات نے اس طوفان میں ایک کلمہ بھی نہیں کہا تھا۔

(۶) بعض اوقات کسی کا غم غلط کرنے کے لیے ایک انسان کی زبان سے بیساختہ ایسی بات نکل جاتی ہے جو دوسرے کو ناگوار گزرتی ہے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام کا معاذ اللہ یہ مطلب نہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا ایسے بڑے کام سے ملوث ہوئی تھیں۔ بلکہ ان کی غرض یہ تھی کہ کسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج والم دور ہو۔ اسی بنا پر انہوں نے کہا کہ اگر آپ کو ایسا ہی شبہ ہے تو عائشہ کو چھوڑ دیجئے اور بہت سی عورتیں مل سکتی ہیں۔ اسی زمانہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بمقتضائے بشریت کچھ ملال پیدا ہو گیا تھا جو تادم مدید تک باقی رہا۔

(۷) چونکہ اخلاق وعادات ایک دوسری سے پوشیدہ نہیں ہوتے بلکہ عورتیں باہم اکثر ایسی باتوں کا اظہار بھی کیا کرتی ہیں جس کا افشاء مردوں پر نہیں کرتیں۔ اس بنا پر کسی عورت کے اوضاع واطوار و اخلاق اس کی ہمجولیوں سے بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۸) نیک سرشت نفوس احقاق حق اور ابطال باطل سے باک نہیں رکھتے خواہ انہیں اس میں کیسی ہی تکلیف ہو۔ بریرہ نے تخویف وتہدید اور زدوکوب کی اصلاً پرواہ نہ کی پر کتمان شہادت حقہ سے محترز ومجتنب رہی۔ ام المومنین عائشہ کی نسبت جو کچھ اس کو معلوم تھا سچ سچ بیان کر دیا۔

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ علاوہ اور کمالات کے بڑی خوش تقدیر بھی تھیں ایسے رنج ومصیبت کے وقت جبکہ بڑے بوڑھے کچھ نہ کہہ سکے۔ انہوں نے ایسی برجستہ تقریر کی کہ سبحان اللہ۔ اصل یہ ہے کہ چونکہ فیاض ازل نے انکو ام المومنین کا شرف حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا تھا اس لیے صورت وسیرت ذہانت وسعادت فہم وفراست میں بھی انہیں ممتاز فرمایا تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

(۱۰) جب روتے روتے رنج والم حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر دفعتاً دفعتاً آنسو تھم جاتے ہیں آدمی ہکا بکا سا رہ جاتا ہے۔ پھر رنج وغم میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔

(۱۱) انسان کے بدترین خصائل میں سے تعصب بھی ایک بدترین خصلت ہے۔ بعض اوقات قومی تعصب وحمیت سے متاثر ہو کر انسان حق کی مخالفت کرنے سے باک نہیں رکھتا اور نیک نہاد وپاک طینت نفوس سے اس کی آویزش ہو جاتی ہے غور کرو سعد بن عبادہ منافق نہ تھے سچے مسلمان تھے مگر سعد بن معاذ کی یہ بات ان کو ناگوار گزری کہ ہم اس شخص کو قتل کرینگے اور قومی جوش ان پر غالب آگیا خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قومی حمیت وغیرت اور خاندان کی پچ اسی حد تک پسندیدہ و مستحسن ہے کہ حدود شرع سے تجاوز نہ کرے۔ والحق تو یہ ہے کہ شرع کے خلاف نہ قوم کوئی چیز ہے نہ خاندان وبرادری۔ جب تک کوئی شخص اللہ ورسول پہ قوم وخاندان خویش واقارب مال وجان تصدق نہ کرے اس کا ایمان معرض نقصان میں رہتا ہے۔

(۱۲) جب کبھی اشرار بدنہاد خدا کے نیک بندوں پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں حق سبحانہ وتعالے جو مستجمع جمیع صفات حمیدہ اور منزہ عن الرذائل ہے اپنی حکمت کاملہ اور قدرت بالغہ سے ان کی برات کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ غور کرو جناب یوسف علیہ السلام کو جس عورت نے ناپاک وشرمناک الزام سے متہم کیا تھا ایک وقت

ایسا آیا کہ اسی عورت کو اپنی زبان سے علی رؤس الاشہاد اقرار کرنا پڑا اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ اب تو حق بات بھی سب پر ظاہر ہو گئی اصل حقیقت یہ ہے کہ میں نے یوسف سے اپنا مطلب ناجائز حاصل کرنا چاہا تھا اور یوسف نے جو اپنی براءت ظاہر کی ہے وہ سچ کہتا ہے۔

(۱۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کرنے کے لیے نہ اُٹھنا اور اپنا ہاتھ کھینچ لینا یہ فعل بطور ناز محبوبیت کے تھا۔ اور فی الواقع ان کا ناز بجا بھی تھا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی خبریں سن سن کر ان کی طرف سے دل میں کچھ شبہ پیدا کر لیا تھا مگر پھر غور سے پڑھو انہوں نے ناز محبوبیت میں کیا کہا۔ لا احمد الا اللہ عزوجل میں تو صرف اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کروں گی۔

(۱۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب دان نہ تھے ورنہ اتنے دنوں تک آپ کیوں فکر و تردد میں رہتے۔ اصل یہ ہے کہ دانائے نہان و آشکارا سوائے عالم الغیب والشہادۃ کے کوئی دوسرا شخص نہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو امور غیبی سے اتنی ہی واقفیت ہو سکتی تھی جتنی کہ خود خدائے تعالے بذریعہ وحی و الہام کے ان پر منکشف فرماتا تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (پ ۲۸ س الجن ع ۲/۱۲) اس کو غیب کی خبر ہے وہ غیب کی باتیں کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر ہاں اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر مصلحتاً کوئی بات ظاہر کرنی چاہتا ہے تو وہ بھی اس احتیاط سے کہ آگے اور ان کے پیچھے فرشتوں کا پہرہ ان کے ساتھ رکھتا ہے۔

(۱۵) مسطح کی وجہ کفاف کے اجراء سے جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نفسیت فضیلت اور خدا ترسی کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ملتا ہے۔ بلاشبہ ان بزرگوں کا حب و بغض للہ تھا اور انہوں نے نفس کشی کی انتہا کر دی تھی۔ اگر کوئی اور شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ ہوتا تو مدت العمر تک مسطح کا منہ تک دیکھنا گوارا نہ کرتا سلوک کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔

(۱۶) نیک دل نفوس کو اپنے حریفوں سے بھی عناد نہیں ہوتا وہ حاضر و غائب ان کے حق میں کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش آنرشیہ اور صاحب جمال تھیں اور اس بنا پر حضرت عائشہ کے برابر کی تھیں مگر انہوں نے ورع و تقویٰ کے منشا و مقتضا سے اپنی سوکن کی براءت ظاہر کی۔

(۱۷) حساد کی باتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے حریفوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹی باتیں بنانے سے پاک نہیں رکھتے چنانچہ حمنہ بنت جحش ام المومنین زینب کی بہن بھی اس طوفان اُٹھانے میں شریک تھی اور مارے حسد کے چاہتی تھی کہ عائشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر سے گر جائیں اور اس کی بہن زینب کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و توجہ کلی منعطف ہو۔ گویا اس نے مدعی سست گواہ چست کی مثل کو سچ کر دکھایا۔

(۱۸) جناب رسالت مآب صلعم کے ازواج میں قرعہ ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی شرعاً جائز ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

نور الدین

حضرت سلمان فارسیؓ

یہ ایرانی النسل تھے اسلام سے پہلے ان کا نام مایہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اصفہان کے ایک گاؤں میں یہ ایک دہقان کے گھر پیدا ہوئے ایک روز کسی گرجا میں ان کا گزر ہوا عیسائیوں کا طریقۂ نماز انہیں پسند آیا انہوں نے پوچھا کہ اس مذہب کا مرکز کہاں ہے مسیحیوں نے شام بتایا اور یہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک مرتبہ موقع پا کر ایک شامی قافلہ کے ساتھ شام پہنچے اور ایک پادری کی خدمت میں رہنے لگے۔ اُس کے مرنے پر دوسرا پادری بہت اچھا اُس کا قائم مقام ہوا جب اُس کا وقت آپہنچا تو اُس نے کہا اچھے پیشوایان مذہب آجکل عنقا ہو رہے ہیں صرف موصل میں ایک شخص ہے جس سے ملکر تم خوش ہو گے۔ یہ موصل آئے اور موصل سے نصیبین نصیبین سے عموریہ۔ عموریہ کے پادری نے مرتے وقت ان کو وصیت کی کہ "ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں، تم اُن سے ملو گے تو دین کا راستہ اچھی طرح پاؤ گے" غرضکہ یہ مذہبی جوش و شوق میں رہبر کامل کی تلاش میں مدتوں سرگردان پھرے، درمیان میں کسی ظالم نے انہیں پکڑ کر غلام بنا لیا اور بالآخر یہ مدینہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بکے۔ اور جب آنحضرت ہجرت کر کے مدینہ گئے تو آنحضرت سے ملے اور مسلمان ہوئے۔ چندہ کر کے مسلمانوں نے انہیں یہودی سے آزاد کرا لیا۔

یہ بڑے ذی علم اور تجربہ کار تھے۔ غزوۂ خندق میں انہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی۔ خندق کھودنے میں انصار و مہاجرین میں مسابقت کا خیال پیدا ہوا تو ہر ایک انہیں اپنی طرف شامل کرتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ نہ انصار سے ہیں، نہ مہاجرین سے ہیں یہ ہمارے اہلبیت سے ہیں۔ مسلمانوں میں ان کا بڑا درجہ ہے۔ ان کو سنی و شیعہ یکساں مانتے ہیں۔ یہ بڑے قانع، رحمدل فیاض، زاہد اور منکسر المزاج تھے۔ یہ اخیر زمانہ میں مدائن کے امیر تھے اور بیت المال کو چار پانچ ہزار درم پاتے تھے۔ یہ سب فقرا کو تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے کسب معاش کے لیے کھجور کی چٹائیاں بنا کر معاش پیدا کرتے تھے۔ اور جلانے کیلیے لکڑیاں چن لاتے تھے حضرت عیسےٰ کیطرح انہوں نے اپنا گھر بھی نہیں بنایا۔

ایک مرتبہ جب یہ حاکم مدائن تھے ایک شخص نے ان سے کہا۔ میرا بوجھ میرے گھر تک پہنچا دو، لوگوں نے دیکھا تو کہا یہ یہاں کے امیر ہیں۔ سلمانؓ نے کہا کچھ ہی ہو

[illegible] ابوالفضل [illegible]

حضرت فاروق اعظم کا شب گشت

[illegible] مسلمیں — حکم حق سے جب خلافت کے ہوئے مسند نشیں
[illegible] شب بھر نہ سوتے بے خبر — تھا نگہبانی امت انکا فرض اولیں
[illegible] سیاست میں بسر ہوتا اگر — شب کو کرتے پاسبانی یا عبادت بہتریں
[illegible] ایک شب گرد آوری کرتے ہوئے — آپ یثرب کے کسی کوچہ سے گزرے تھے کہیں
[illegible] درد آئی کان میں — جبکہ سنکر ہوگئے فوراً کھڑے حضرت وہیں
[illegible] برداشتہ آئے در معصوم پر — اور دستک دیکے پوچھی حالت اندوہگیں

کس جفائے بے نیازی کا اثر فریاد ہے
نالۂ شبگیر کس کا حاصل بیداد ہے

[illegible] قابل ہو کوئی خدمت تو کچھ ارشاد ہو — مجھسے ہوسکتا ہو کوئی کام تو کہیئے ذرا
[illegible] نحیف و خستہ و دلگیر تھا تبھی دست — لڑکھڑاتی آئی در تک جنس الطف کی صدا
کون ای مرد خدا اس عالم تنہائی میں — مجھ اسیر دردِ زہ کو کرنے آیا ہے رہا
صاحب خانہ سفر میں میہماں آنے کو ہے — جس کی خاطر کے لیے درکار ہے اک قابلہ

آپ سے گر ہوسکے اتنا تو کیجیے دستگیر
نیکیوں کا دینے والا ہے صلہ ربِ قدیر

حضرت فاروق سنکر یہ کلام درد خیز — آئے گھر پر اور بیوی سے کہا اے [illegible]
آج کا آرام قرباں کر خدا کی راہ میں — سنت بنتِ رسول [illegible] ہمت [illegible]
چل کہ اک بی بی مسلمان درد زہ کی بند تھی — عالم تنہائی [illegible]

حق کی بندی حق کی شیدا مومنہ فخر اناث
ساتھ خاوند کے چلیں اخلاص کا لیکر اثاث

پیش دیں دونوں قدم برداشتہ آئے وہاں — نالۂ پُر درد کا جس در سے [illegible] شروع
صورتِ درباں کھڑے فاروق در پر رہ گئے — اور بیوی گھر میں پہنچیں [illegible]
مبتلائے دردِ زہ دیکھا تو اک بےجنس تھی — عالم تنہائی سے تھا [illegible] پریشاں [illegible]
آپ نے دستِ عمل سے کارفرمائی جو کی — قدرت خالق سے [illegible]
رات بھر زچہ کی اور بچہ کی خدمت میں رہیں — موسوا ایسا تھا خاتون [illegible]

قرن اول میں تھے رسوا یہ ہمارے رہنما
نام کے مخدوم پر تھے خادم خلق خدا

انوار حسین رسوا

بے ادبی کی سزا

[illegible] خسرو کا گرم ہے دربار — سلام کرنے کو آتے ہیں قیصر و فغفور
ہزار طرح کے ساماں ہیں عیشت کے — ہے دل سے شاہ کے رنج و ملال کوسوں دور
[illegible] پہلو میں بیٹھی ہے شیریں — کہ جس کے حسن کا قصہ ہے آجتک مشہور
[illegible] ارکین سلطنت میں سے — یہ آکے کرنے لگا عرض بادشہ کے حضور
[illegible] لایا ہے مکہ سے آج قاصد ایک — جو حکم ہو تو سناؤں میں پڑھکے وہ منشور
[illegible] شاہ نے نامہ تو طیش میں آکر — لگا یہ کہنے کہ مردود ہو یہاں سے دور
[illegible] رسولِ خدا کے نامہ کو — نہ سمجھا اس کا کچھ انجام کا فر مغرور

خبر جو پہنچی یہ مکہ میں شاہ عالم کو — یہ بد دعا دی کہ ہو [illegible]
چنانچہ ایسا ہوا تھوڑے ہی زمانہ میں — کہ سلطنت [illegible] بے حیا [illegible]
تمام شاہوں میں رسوا ہوا ذلیل ہوا — ہوا جو شیر [illegible]
غرضکہ گذرا زمانہ عجب مصیبت میں — [illegible]
گیا پھر ہاتھ سے بیٹے کے اس طرح مارا — کہ [illegible]
رہیگا عالم فانی میں کون اے باقی — دو روزہ [illegible]

باقی — [illegible] شاعر

حلم

[illegible] — حضرت پکارتے رہے اس نے نہ لی خبر
[illegible] — دیکھا اسے تو چین سے لیٹا ہے فرش پر
[illegible] — [illegible]

آزاد کرکے اس کو یہ فرمایا آپ نے — اب جا [illegible]
لوگوں نے عرض کی کہ یہ کیا بات ہے جناب — [illegible]
فرمایا آپ نے کہ [illegible] — [illegible]
[illegible] ایک [illegible]

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

ابطال التنقید

نمبر ۲

(از جناب مولانا سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری - مولوی فاضل و صدر الافاضل)

اللہ تعالیٰ پر تجسیم کا الزام

۱ - تمہید

۱ - اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس | ۲۲ دسمبر ۱۹۱۷ء کے مسافر میں جو اعتراضات قرآن مجید پر کیے گئے ہیں اُن کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو مجسم مانتے ہیں اور یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے (معاذ اللہ) قبل اس کے کہ اس اعتراض پر بحث کی جائے اس امر کا جتا دینا ضروری ہے کہ [illegible] پر تجسیم کا الزام لگانا اور اس کو قرآن مجید کی طرف منسوب کرنا سخت غلطی ہے [illegible] کوئی شک نہیں کہ جملہ محققین اہل اسلام نے اس امر کو مانا ہے کہ پروردگار عالم جسم [illegible] زمان و زمانیات اور جہت و مکان سے منزہ ہے - اس لیے کہ جسم ہونا یا جسمانی [illegible] ہونا - یا زمانی یا مکان ہونا - یا مکانی وغیرہ اوصاف اشیاء حادثہ سے ہیں - جیسا کہ اپنے محل پر ثابت ہو چکا ہے - خدا تعالیٰ چونکہ قدیم ازلی اور واجب الوجود ہے اس لیے اُس میں یہ صفات نہیں ہو سکتے - قرآن مجید کے روحانی معلموں نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے - ہاں فرقہ مجسمہ جو اسلام میں پیدا ہو گیا تھا خدا کے جسمانی ہونے کا قائل تھا لیکن اُس کی طرف محققین کی بالکل توجہ نہیں اور وہ ایسی رائے کو خلاف اسلام اور ایسے صاحب رائے کو فاسد العقیدہ بتاتے ہیں [illegible] کا یہ خیال آیات قرآنیہ پر تفکر و تدبر نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے اور انہوں نے معانی قرآن کے سمجھنے میں نہایت کوتاہی سے کام لیا ہے - دلائل عقلیہ کو بھی بالکل نظر انداز کیا ہے [illegible] دماغی قوت کو معطل کر کے ایک غلط خیال کی طرف گئے ہیں -

۲ - قرآن اور حدیث صحیح میں کوئی بات برہان عقلی کے خلاف نہیں ہو سکتی | قرآن مجید کو اہل اسلام نے خدائے حکیم کا کلام تسلیم کیا ہے اور حدیث کو اُس کے رسول کا ارشاد - جیسے وہ پہلے ہی دلائل عقلیہ کے حکم سے حکیم مان چکے ہیں ان دونوں کلاموں میں ہرگز اختلاف نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ایسی بات مذکور ہو سکتی ہے جو خلاف فتوائے عقل سلیم ہو - کیونکہ حکیم کی شان سے بعید ہے بلکہ محال کہ وہ سفیہانہ لایعقلانہ کوئی بات کہے - خصوصاً خدائے جل مجدہٗ اور اُس کا حکیم پیغامبر جو تمام دنیا کے عقلاء سے حکمت و دانائی میں بالاتر مانا ہوا ہے - ایسی صورت میں اگر کوئی شخص ان دونوں کلاموں میں کوئی ایسی بات تلاش کرے جو برہان عقلی کے خلاف ہو - تو وہ اُس کے فہم کے قصور کی وجہ سے ہوگا نہ کہ اُس کلام کی وجہ سے -

۳ - معانی حالیہ و مقالیہ پر غور کرنے کی ضرورت | اشارہ اور سمجھ لینا ضروری ہے کہ کلام اور تفہیم و افہام اللہ افادہ و استفادہ کا دارومدار عموماً الفاظ پر ہے (اگرچہ بعض چیزیں علاوہ الفاظ کے بھی کبھی اُن کا کام دیتی ہیں - مثلاً اشارہ و عقود وغیرہ) پھر چونکہ مطالب اور معانی بے شمار ہیں اور الفاظ محدود - اس لیے ایک ایک لفظ کئی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے - اور سمجھنے والے حسب موقع و محل وہی معنی اُس لفظ کے سمجھتے ہیں جس کے لیے اُس وقت وہ استعمال کیا گیا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ قرائن حالیہ و مقالیہ کو چھوڑ کر جو معنی چاہیں اناپ شناپ اُس لفظ کے لگا لیا کریں - بلکہ عنوان - منشاء - غرض - حالت اور وقت کی مناسبت کو بھی ہر وقت سمجھنے کے ملحوظ رکھا کرتے ہیں -

۴ - سیاق کلام پر نظر رکھنے کی ضرورت | ایک لفظ کا کئی کئی معنی کے لیے موضوع ہونا کسی خاص زبان سے مخصوص نہیں بلکہ عربی - اردو - فارسی - ترکی اور انگریزی وغیرہ ہر زبان میں رائج ہے اور لغات کی کتابیں اُن سے بھری پڑی ہیں جس میں کسی با فہم کو شبہ نہیں ہو سکتا - نیز ایسے الفاظ کے استعمال میں بھی کسی کو تشبیہ نہیں ہے - حقیقت و مجاز - منقول اور مشترک کی بحثیں - معانی و بیان اور کتب منطقیہ میں عموماً موجود ہیں - اور جب ایسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کسی موقع پر ہر لفظ کے وہی معنی مراد لیے جائیں جو خلاف عقل اور قانون برہانی کے مضاد ہیں جب ایسا لفظ کلام میں واقع ہو تو اُس کا مفہوم معین کرنے کے لیے سیاق کلام اور منشائے متکلم پر نظر رکھنا نہایت ضروری ہے -

۲ - تحقیق معانی الفاظ جن سے "مسافر" کو غلط فہمی ہوئی

۵ - لفظ استویٰ اور اُس کے معنی | اب ہم اُن الفاظ کو بتاتے ہیں جن کی رو سے مسافر اگرہ نے خدا تعالیٰ کا تجسم سمجھا ہے - اور قرآن پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ پروردگار عالم کو مجسم بتاتا ہے -

اوّل لفظ استواء ہے - لغت میں اس کا استعمال چند معنوں میں آیا ہے :-

(۱) کامل ہونا - جیسے "استوت خلقة السقط" یہاں استوت معنی میں "تمت" اور "کملت" کے ہے - یعنی سِقْط (جس بچہ کا اسقاط ہو جائے) [illegible] کامل ہو گئی (مجمع البحرین)

(۲) پختہ ہونا - جیسے "استوی الطعام" یعنی کھانا پختہ ہو گیا -

(۳) جم کر بیٹھنا۔ جیسے اِسْتَوٰی عَلٰی بَعِیْرِہٖ "فلاں شخص اپنے اونٹ پر جم کر بیٹھا"

(۴) مالک ہونا۔ "اِسْتَوٰی عَلٰی سَرِیْرِ الْمُلْکِ" یعنی ملک اور سلطنت کے تخت کا مالک ہوا۔

(۵) معتدل ہونا۔ (۶) حد بلوغ کو پہنچنا۔

(۷) چڑھنا۔ (۸) قصد کرنا۔

(۹) متوجہ ہونا۔ (۱۰) غالب ہونا۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں "اِسْتَوٰی اِعْتَدَلَ وَالرَّجُلُ بَلَغَ اَشُدَّہٗ اَوْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً وَاِلَی السَّمَآءِ صَعِدَ اَوْ عَمَدَ اَوْ قَصَدَ اَوْ تَمَکَّنَ عَلَیْہِمْ وَاسْتَوْلٰی۔ یعنی استوٰی کے معنی اِعْتَدَلَ کے ہیں (معتدل ہوا) اور یہ بھی کہ آدمی بالغ ہوا یا چالیس برس کے سن کو پہنچا۔ اور جب استوٰی کے ساتھ اِلٰی بطور صلہ آتا ہے جیسے اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ تو اُس کے معنی چڑھنے یا قصد کرنے یا اُس کی طرف متوجہ ہونے کے ہیں۔ استوٰی کے معنی اِسْتَوْلٰی کے بھی ہیں یعنی غالب ہوا۔

۶۔ لفظ یَوْم کے معانی | **دوم** لفظ یَوْم ہے۔ یہ لفظ بھی کئی معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) دن۔ جو عام طور پر مستعمل ہے۔

(۲) نعمت۔ ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ یعنی بِنِعَمِ اللّٰہِ اُن کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاؤ

(۳) وقت۔ جیسے فَعَلْتُ ذٰلِکَ یَوْمَیْنِ یعنی فی وقتین میں نے اُس کام کو دو وقتوں میں کیا۔

۷۔ لفظ وجہ کے معانی | **سوم** لفظ وجہ ہے جس کے چند معنی ہیں۔

(۱) اول نہار۔ یعنی دن کا پہلا حصہ۔ جیسے شاعر کہتا ہے ؎

مَنْ کَانَ مَسْرُوْرًا بِمَقْتَلِ مَالِکٍ فَلْیَاْتِ نِسْوَتَنَا بِوَجْہِ نَہَارٍ

یہاں وجہ نہار صبح کا وقت ہے جو اوّل نہار ہے۔

(۲) قصد۔ کے معنی ہیں۔ شاعر عرب کہتا ہے ؎

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ذَنْبًا لَسْتُ مُحْصِیَہٗ رَبَّ الْعِبَادِ اِلَیْہِ الْوَجْہُ وَالْعَمَلُ

اِس شعر میں وجہ سے مراد قصد ہے۔ مقصود شاعر یہ ہے کہ میں اُس معبود برحق سے اپنے بے شمار گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جس کی طرف بندے رجوع کرنے کا قصد اور جس کے لیے عمل کرتے ہیں۔

(۳) قدر و منزلت۔ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

وَنَادَمْتُ قَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ فَاَوْجَہَنِیْ وَرَکِبْتُ الْبَعِیْرَا

مقصود شاعر یہ ہے کہ میں نے قیصر کی ندیمی اُس کے ملک میں کی۔ تو اُس نے میری قدر و منزلت کی۔ اور میں اونٹ پر سوار ہوا۔

(۴) رئیس کے معنی میں بھی آیا ہے۔ محاورۂ عرب میں بولا جاتا ہے۔ ھُوَ وَجْہُ الْقَبِیْلَۃِ یعنی وہ شخص قبیلہ کا رئیس و سردار ہے۔

(۵) ذات اور خود شے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

وَنَحْنُ حَفَزْنَا الْحَوْفَزَانَ بِطَعْنَۃٍ فَاَفْلَتَ مِنْہَا وَجْہُہٗ عُتُدٌ نَہْدٌ

یعنی ہم نے حوفزان کو ایک نیزہ مارا تو اُسے بڑے اور اونچے گھوڑوں نے بچا لیا۔ یہاں وجہہ بمعنی ذاتہ و شخصہ آیا ہے یعنی اُس کی ذات اور خود وہ شخص۔

۸۔ لفظ یَدْ کے معانی | **چہارم** لفظ یَدْ ہے۔ اِس کے بھی بہت سے معنی لغت عرب میں آئے ہیں۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے "اَلْیَدُ اَلْکَفُّ" یعنی ایک معنی ید کے کف (ہاتھ) ہیں "اَوْ مِنْ اَطْرَافِ الْاَصَابِعِ اِلَی الْکَتِفِ" یعنی انگلیوں کے سروں سے لیکر شانہ تک بھی ید کہتے ہیں۔ وَالْیَدُ الْجَاہُ۔ وَالْوَقَارُ وَالْحَجْرُ عَلٰی مَنْ یَسْتَحِقُّہٗ۔ وَمَنْعُ الظُّلْمِ۔ وَالطَّرِیْقُ۔ وَبِلَادُ الْیَمَنِ وَالْقُوَّۃُ۔ وَالْقُدْرَۃُ۔ وَالسُّلْطَانُ۔ وَالْمِلْکُ مُکَسَّرُ الْمِیْمِ۔ وَالْجَمَاعَۃُ۔ وَالْاَکْلُ۔ وَالنَّدَمُ۔ وَالْغِیَاثُ۔ وَالْاِسْلَامُ۔ وَالذُّلُّ وَالنِّعْمَۃُ۔ وَالْاِحْسَانُ" یعنی دوسرے معنی ید کے جاہ کے ہیں تیسرے وقار کے ہیں۔ چوتھے معنی ہیں حقدار کو اُس کے حق سے محروم کرنا۔ پانچویں ظلم سے روکنے کے ہیں۔ چھٹے راہ کے معنی میں ہے۔ ساتویں ملک یمن کو بھی ید کہتے ہیں آٹھویں قوت نویں قدرت۔ دسویں غلبہ و تسلط۔ گیارھویں ملکیت۔ بارھویں جماعت تیرھویں کھانا۔ چودھویں نادم ہونا۔ پندرھویں فریاد رسی۔ سولھویں اسلام سترھویں ذلت اٹھارھویں نعمت انیسویں احسان۔ یہ سب معانی لفظ ید کے ہیں اور ہر ایک کے متعلق اسناد اور عرب کے اشعار موجود ہیں جن کو بخوف طوالت قلم انداز کیا گیا۔

۴۔ اُن آیات کی تحقیق جن میں الفاظ "استوٰی" اور "ایام" واقع ہوئے ہیں

۹۔ آیات متعلقہ مع ترجمہ | مسافر آگرہ ایسی آیات کو تجسم خدائے تعالیٰ کے متعلق پیش کرتا ہے جن میں الفاظ مذکورۃ الصدر استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً آیات ذیل:-

(۱) اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (اعراف ۸ ع ۱۳)	(۱) "بیشک تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش کا مالک ہوا"۔
(۲) قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ (حٰم السجدۃ ۲۴ ع ۱۵)	(۲) "(اے پیغمبر لوگوں سے) کہو کہ کیا تم اُس (خدا) سے انکار رکھتے ہو جس نے دو وقتوں میں زمین کو پیدا کیا"۔
(۳) وَجَعَلَ فِیْہَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِہَا وَبٰرَکَ فِیْہَا وَقَدَّرَ فِیْہَا اَقْوَاتَہَا فِیْٓ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ (حٰم السجدۃ ۲۴ ع ۱۵)	(۳) "اور اُسی نے اُس (زمین) میں اُس کے اوپر پہاڑ گاڑ دیئے۔ اور اُسمیں برکت دی اور اُسمیں کھانے پینے کی چیزوں کا سامان کیا اندازے کے ساتھ مقرر کیا (یہ سب) چار دن میں سب مانگنے والوں کے لیے برابر ہے"۔
(۴) ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَہِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَہَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْہًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ (حٰم السجدۃ ۲۴ ع ۱۵)	(۴) "پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ گرد کی شکل تھا پس اُسکو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ (ہمارا حکم مانو) خوشی سے یا مجبوری سے دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں"۔

۱۰- جملہ "اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" اور "اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ" کی تفسیر

اِن آیات میں جو الفاظ "اِسْتَوٰی" اور "یَوْمَیْن" اور "ایام" آئے ہیں اُن کی بنا پر مسافر نے اعتراضات کیے ہیں۔ اُس نے "استوی" کے معنی صرف بیٹھنے کے اور "ایام" کے معنی صرف دنوں کے سمجھے ہیں۔ حالانکہ "اِسْتَوٰی" کے معنی غَلَبَ۔ قَصَدَ اور مَلَکَ کے بھی آئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور جب "اِسْتَوٰی" کے بہت سے معنی ہیں تو ہر اُس مقام پر جہاں یہ لفظ مستعمل ہو۔ مناسبتِ مقام اور قرینہ کو دیکھنا چاہیے۔ نہ یہ کہ ہر جگہ ایک ہی معنی قائم رکھنے لازم ہیں۔ اس مقام پر چونکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ اور براہین فلسفیہ و حکمیہ نے قطعی و یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے گوشت پوست۔ ہاتھ پاؤں سر پیر کچھ نہیں ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آیت "اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" میں اِسْتَوٰی کے وہی معنی مراد ہوں جو بلحاظ موقع و محل صحیح ہوں۔ اور وہ مالک ہونے یا غالب ہونے کے معنی ہیں جس کا حاصل یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے چھ یوم یعنی چھ وقتوں میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور پھر عرش کا مالک ہوا۔ اِس کے سوا اِس آیت میں کئی اور بھی صحیح توجیہات ہیں جن کو کسی دوسرے موقع پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

الغرض کسی صورت سے خدا کا تجسم ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر خواہ مخواہ استواء کے معنی بیٹھنے ہی کے لیے جائیں تو البتہ تجسم کی طرف ذہن جا سکتا ہے۔ لیکن عبارتِ قرآن مجید میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جس سے بیٹھنے کے معنی ماخوذ ہوں۔

جملہ "استوی الی السماء" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان (کے بنانے) کا قصد کیا یا اُس کی طرف توجہ فرمائی (دیکھو دفعہ ۵)

۱۱- آیات مذکورہ پر مسافر کے تین اعتراض

آیات مندرجۂ بالا کے متعلق مسافر نے یہ نوٹ دیا ہے:-

"اِن آیات سے چند اُمور پیدا ہوئے۔ خدا کا مجسم ہونا۔ زمین و آسمان کو کبھی چھ دن میں بنانا کبھی دو دن میں۔ کبھی چار دن میں تکرار لفظی و معنوی۔ حالانکہ ایک جگہ قرآن میں آیا ہے (کُن فیکون) یعنی خدا نے تمام مخلوقات کو کہا ہو جا۔ پس وہ ہو گئی۔ وہاں تو یا کہتے ہیں خود بخود ہو گئی۔ یہاں چھ دن۔ چار دن میں خدا نے خود بنائی۔ اِس پر ناظرین خود غور کریں"

یہ تینوں اعتراض مسافر کے نہ غور کرنے پر مبنی ہیں۔ کیونکہ درحقیقت۔

(۱) نہ تو اِس کلام سے تجسم کا ثبوت ہوتا ہے۔

(۲) نہ تکرار لفظی و معنوی ہے۔ اور

(۳) نہ آیہ "کُنْ فَیَکُوْنُ" کی اِس سے مخالفت ہے۔

تفصیل اِس مطلب کی آگے آتی ہے۔

۱۲- پہلے اعتراض کا جواب (ابطال تجسیم باری تعالیٰ)

اِن آیات میں تجسم کا شبہ ڈالنے والا کوئی لفظ ہے تو "استوٰی" ہے مگر ہم نے سابقاً بتا دیا ہے کہ اِس موقع پر اُس کے معنی بیٹھنے کے نہیں بلکہ مالک اور غالب ہونے کے ہیں (دیکھو دفعہ ۵ و ۱۰) لہٰذا خدا تعالیٰ کا جسم جسمانی ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

۱۳- دوسرے اعتراض کا جواب (چھ۔ چار اور دو یوم میں کوئی مخالفت نہیں)

آیات مذکورۂ بالا میں چھ یوم۔ چار یوم۔ اور دو یوم کا جو ذکر ہے اِس میں کوئی مخالفت نہیں جہاں خدا تعالیٰ نے چھ یوم میں پیدا کرنے کو فرمایا ہے وہاں آسمان و زمین دونوں کو ملا کر کہا ہے جیسے اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (اعراف ۵۴) (ترجمہ) بیشک تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ یوم (چھ وقتوں میں پیدا کیا"۔

جہاں دو یوم کا لفظ فرمایا ہے وہاں صرف زمین کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ (حٰمٓ السجدہ ۹) "اُس نے زمین کو دو یوم میں پیدا کیا" جس کا مطلب یہ ہوا کہ چار یوم میں آسمان مخلوق ہوئے اور دو یوم میں زمین۔ مجموعی چھ یوم ہوئے۔ بھلا غور تو کیجیے کہ اِس میں مخالفت کیا ہے؟ ایک مقام پر مجملاً بیان کر دیا ہے اور دوسرے مقام پر کچھ تفصیل کر دی ہے۔

اسی طرح جس مقام پر چار یوم فرمایا ہے وہاں آسمان زمین کی خلقت کا ذکر نہیں بلکہ اقوات کے متعلق فرمایا ہے۔ وَبٰرَکَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ۔ اور (زمین کو دو یوم میں پیدا کر کے) اُس میں برکت عطا کی اور اُس میں خوراک کی چیزیں چار یوم میں اندازہ مناسب کے ساتھ مقرر کیں (حٰمٓ السجدہ ۱۰)

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ چار یوم میں اقوات (خوراک) کے پیدا کرنے کا بیان ہے دو یوم میں صرف زمین کی خلقت کا۔ چھ یوم میں مجموعی سماوات والارض کی خلقت کا تو تکرار کہاں لازم آئی؟ اور مخالفت کیونکر پیدا ہوئی؟

۱۴- تیسرے اعتراض کا جواب۔ (آیات مذکورہ اور آیہ کُنْ فَیَکُوْنُ میں کوئی مخالفت نہیں۔

الفاظ "سِتَّۃِ اَیَّامٍ۔ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ" اور "یَوْمَیْنِ" میں اور آیہ "کُنْ فَیَکُوْنُ" میں بھی کوئی مخالفت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے کسی مقام پر یہ نہیں فرمایا کہ تمام مخلوقات کو ایک ہی مرتبہ کہا ہو جا۔ بس وہ ہو گئی۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ جس شے کو پیدا کرنا چاہتا ہے اُسے فرما دیتا ہے ہو جا۔ پس ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰس ۸۲) "اُس کا امر یہی ہے کہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے فرما دیتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے"

کیا اِس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تمام مخلوقات کو یکبارگی "کُن" کہہ کر پیدا کیا؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا مسافر کے یہ الفاظ کہ "خدا نے تمام مخلوقات کو کہا ہو جا پس وہ ہو گئی" بے محل ہیں۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ عالم کی "تمام مخلوقات" ایک دم اور ایک ساتھ پیدا ہو گئیں۔ لہٰذا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

۱۵- جواب مذکور کی مزید توضیح اور الفاظ "یَوْم" "ایام" اور "خلق" کا مفہوم

اب رہا سوال "سِتَّۃِ اَیَّامٍ۔ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ" اور "یَوْمَیْنِ" کے مفہوم کی بابت اُس کا جواب یہ ہے کہ "یوم" کے معنی یہاں وقت کے ہیں۔ اور "ایام" کے معنی اوقات کے۔ اس لحاظ سے اِن الفاظ کے معنی چھ وقت۔ چار وقت اور دو وقت ہوئے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے آسمان و زمین اور اقوات کو اوقات مختلفہ میں خلق کیا۔ یہاں لفظ "خَلَقَ" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھ اوقات یا چار اوقات یا دو وقتوں میں آسمان و زمین

اور جو راکون کو بہیثیت کذائی عالم وجود میں لایا۔ چونکہ وہ قادر مطلق ہے۔ اُس کے افعال و اقوال ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا و جوارح کے استعمال کے محتاج نہیں ہیں اور وہ اِن چیزوں سے بالکل منزہ ہے۔ اِس لیے اُس کے کاموں اور انسان وغیرہ مخلوقات کے کاموں میں قطعاً کوئی مناسبت نہیں۔ بلکہ صرف اُس کا ارشاد یعنی اُس کا امر و ارادہ ہی کسی شے کے موجود ہوجانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

۱۷۔ آیۂ کن فیکون سے خدا تعالیٰ کی تنزیہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ اُس کا تجسم

اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان لفظوں میں ادا فرمایا ہے اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی وہ جس شے کے موجود کرنے کا ارادہ کرتا ہے اُسے صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ فوراً موجود ہوجاتی ہے۔ عدم سے وجود کی طرف لانے میں ارادہ الٰہی اور امر خداوندی کے سوا کسی شے کی ضرورت نہیں رہتی خلقت تدریجی۔ سو جس شے کو پروردگار عالم اپنی حکمت و مصلحت کی وجہ سے درجہ بدرجہ تکمیل کو پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ اُسی طرح تکمیل ہوکر موجود ہوجاتی ہے۔ الغرض آیۂ "کن فیکون" بہ ہر تعبیر خدا تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس اور حکمت و قدرت کو ثابت کرتی ہے اُس سے زیادہ دوسرے لفظوں میں ادا کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اِس آیت کی پوری تفسیر و تشریح کتاب "بطال تناسخ" میں موجود ہے۔ جو ہم نے سوامی پنڈت لیکھرام صاحب کی کتاب "ثبوت تناسخ" کے جواب میں لکھی ہے۔ مَنْ شَآءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا فَفِيْهَا غِنًى اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

۴۔ اُن آیات کی تحقیق جن میں لفظ "وجہ" آیا ہے

۱۵۔ آیات معترض علیہا

معترض اگرہ تجسم باری تعالیٰ کے متعلق چند اور آیتیں پیش کرتا ہے۔ مثلاً۔ اِس قسم کی آیات

(۱) فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ ۲/۱۰۹) "پس جدھر تم منہ پھیر لو اُدھر ہی اللہ موجود ہے"

(۲) وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (بقرہ ۲/۲۷۴) "اور تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے ہی کے لیے تو خرچ کرتے ہو (نہ کسی اور غرض سے)؟"

(۳) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (رعد ۱۳/۲۲) "اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے پروردگار کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے (اپنی تکلیفوں پر) صبر کیا"

ان آیتوں میں لفظ "وجہ" استعمال ہوا ہے۔ اور معترض نے ہر مقام پر "وجہ" کے معنی منہ کے لکھے ہیں۔ لیکن لغت عرب میں وجہ کے معنی صرف منہ کے نہیں بلکہ اوّل نہار۔ قصد۔ قدر و منزلت۔ رئیس قوم اور ذات شے کے بھی ہیں (دیکھو دفعہ) پھر کیا وجہ کہ ہر مقام پر اُس کے معنی منہ کے لیے جائیں۔ جو عبارت کے عنوان اور سیاق کلام کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہوسکتے۔ آخر یہ کونسی ترکیب ہے کہ "خدا کا منہ حاصل کرنے کے لیے لوگوں نے صبر کیا" یا "خدا کا منہ حاصل کرنے کے لیے خرچ کرنا" اِسی قسم کی یہ آیت بھی ہے۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (روم) "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہیں یہ امر (یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا) اُن کے لیے بہتر ہے"

اگر اِس آیت میں بھی منہ کے معنی لیے جائیں اور کہا جائے کہ "یہ بات بہتر ہے کہ اُن لوگوں کے واسطے جو خدا کے منہ کو چاہتے ہیں" تو کلام سراسر بے معنی ہوجاتا ہے اور ایسا کلام تو دیوانوں کا بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ کسی عقلمند کا اور بالخصوص خدائے حکیم کا اگر ایسے ہی بے تکے معنی عبارتوں سے سمجھے جائیں تو کوئی کلام بلیغ و فصیح یا معنی نہ رہ سکے گا۔ حالانکہ قرآن مجید کو غیر مسلموں تک نے کلام الٰہی نہیں تو اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ تو ضرور تسلیم کیا ہے۔ الغرض ہر کلام کے حقیقت و مجاز۔ تشبیہ و کنایہ۔ استعارہ و تمثیل۔ سیاق و سباق وغیرہ امور پر بھی نظر رکھنی لازم ہے تاکہ مقصود قائل کے سمجھنے میں غلطی واقع نہو۔ اور معترض آدمی ناواقف یا نادان نہ سمجھا جائے۔

۱۸۔ آیۂ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اور دیگر آیات کے معانی و مطالب

"وجہ" کے معنی جس طرح چہرے کے ہیں اُسی طرح ذات شے اور خود شے کے بھی ہیں۔ پس "وَجْهُ اللّٰه" کے معنی ہوئے "ذات خدا یا خود خداوند عالم"۔ مثلاً آیۂ ذیل میں:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ ۲/۱۰۹) "جس طرف بھی تم پھرو ادھر خدا ہے" یہ بات بتائی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہر مقام پر موجود ہے۔ وہ کہیں غائب نہیں۔ اُس سے کوئی شے مخفی نہیں جدھر تم رخ کروگے اُدھر ہی خدا کو پاؤگے۔ (نہ یہ کہ اُدھر ہی خدا کا منہ ہے) اور ظاہر ہے کہ اس معنی میں تجسیم کے شبہ کو بالکل دخل نہیں۔ یا مثلاً یہ آیت ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (قصص ۲۸/۸۸) "اُس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے"

اس میں بھی "وجہ" سے ذات کے معنی مقصود ہیں۔ یعنی ہر شے ہلاک ہونے والی اور فنا کی قابلیت رکھنے والی ہے۔ مگر ذات خدا کو ہلاکت و فنا نہیں۔ منہ کے معنی اِس مقام پر ہرگز درست نہیں ہوتے اور نہ اُس کا کوئی مطلب ہی ہوتا ہے۔ بلکہ اگر یہاں یہ معنی لیے جائیں تو کلام بالکل لغو اور بے حاصل ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس اِس آیت میں:۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (رحمٰن ۵۵/۲۶-۲۷) "تمام چیزیں جو اُس (زمین) پر ہیں فنا ہونے والی ہیں اور تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہیگی جو عظمت اور بزرگی والی ذات ہے"

وجہ سے مراد ذات خدا (جَلَّ مَجْدُهٗ وَعَزَّ ذِكْرُهٗ) ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ ہر شخص جو زمین پر موجود ہے فنا ہونے والا ہے۔ صرف ذات خدائے صاحب جلال و اکرام باقی رہیگی۔ اِس قسم کی آیات میں۔ قدم و ابدیت ذاتی پروردگار عالم اور حدوث ماسوے اللہ کو بیان کیا گیا ہے جو ایک مہتم بالشان مسئلہ مذہب اسلام کا ہے۔

۱۹۔ دیگر آیات کی مزید تفسیر جن میں لفظ "وجہ" آیا ہے

درحقیقت جن آیات میں الفاظ "وَجْهُ اللّٰه" وغیرہ استعمال ہوئے ہیں اِن میں کسی جگہ "خدا کا منہ" یا "خدا کا چہرہ" مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے سابقاً (دفعات ۱۷ و ۱۸ میں) بیان کیا ہے

اب ہم اس امر کی اور زیادہ تشریح کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ آیۂ "وَمَا تُنْفِقُوْنَ" (دیکھو دفعہ ۱۰) میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو وہ اسلئے نیک طرح خرچ کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ ریاکاری یا سمعہ یا نام آوری کے خیال سے نہ خرچ کرو۔ بلکہ محض خدا ہی کی رضا تمہارے اس فعل سے مقصود ہو۔ اسی طرح آیۂ "ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ" (دیکھو دفعہ ۱۷) کا مطلب یہ ہے کہ یہ امر (یعنی حق داروں کے حقوق ادا کرنا) بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جن کا مقصود صرف خدا ہے اور ریا و شہرت اُن کو غرض نہیں۔ آیۂ "وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا" (دفعہ ۱۸) کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ صرف خدا ہی کے پاس کرنے والے کی خوشنودی و رضاجوئی کے لیے (نہ کسی اور غرض سے) دنیا کی تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں اُن کا انجام بخیر رہے گا۔

اسی مضمون کی بہت سی آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ (دھر $\frac{۲۶}{۹}$) — (۱) "ہم تم کو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے خیال سے کھانا کھلاتے ہیں ہم تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری"

(۲) اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (لیل $\frac{۹}{۲}$) — (۲) اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے سوا (اُن کو اور کوئی بات مدنظر نہیں ہے)

پہلی آیت کا مقصود یہ ہے کہ نیکوکار اور ابرار لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو تمہیں (اے مسکین و یتیم و اسیر) کھانا کھلاتے ہیں اُس سے مقصود صرف خدا ہی کی ذات مقدس ہے۔ نہ کسی اور کو دکھانا یا سنانا۔ اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو پرہیزگار آدمی صرف اپنے پروردگار کی ذات والا کی رضا ہی مدنظر رکھتا ہے۔ وہ بس اُس کو خداوند عالم اپنے عذاب سے حفظ و امان میں رکھے گا۔

المختصر اس قسم کی آیات میں لفظ "وجہ" سے ذات خدا مراد ہے اور مقصود یہ ہے کہ جو نیک کام کیا جائے وہ بالکل خلوص اور محض رضائے الٰہی کے خیال سے کیا جائے۔ ناموری یا ریاکاری کو اُس میں مطلق دخل نہ ہو۔ یہ وہ معانی ہیں جو لغت عرب اور سیاق کلام سے مستنبط ہوتے ہیں یہاں "وجہ" کے معنی "منہ" کے نہیں بن سکتے جس کو معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی عقل سے کام لے۔

۵۔ اُن آیات کی تحقیق جنمیں الفاظ "لِقاء" وغیرہ آئے ہیں

۲۰۔ آیات متعرض علیہا — مسافر نے چند آیتیں ایسی بھی لکھی ہیں جن میں "لقاء" "مُلٰقُوا" "يَلْقَوْنَهٗ" کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔ مثلاً

(۱) قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ (بقرہ $\frac{۳}{۲۵}$) — (۱) "اُن لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ اُنکو اللہ کے حضور میں حاضر ہونا ہے کہا۔"

(۲) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (اعراف $\frac{۱۷}{۱۴۵}$) — (۲) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا اُنکے اعمال برباد ہو گئے۔

(۳) لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ — (۳) اس لیے کہ تم کو اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے کا یقین ہو"

(رعد $\frac{۱۳}{۱}$)

(۴) فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ (توبہ $\frac{۹}{۱۰}$) — (۴) "تو نتیجہ (اس عہد شکنی کا) خدا نے یہ پایا کہ ان کے دلوں میں اُس روز تک کہ خدا سے ملاقات کریں یا قیامت تک نفاق ڈالدیا"

۲۱۔ آیات مندرجہ بالا بابت "مسافر" کی غلط فہمی اور اُس کا دفعیہ — ان آیتوں سے مسافر نے سمجھا ہے کہ ملاقات سے مراد مل کر بیٹھنا اور ایک مقام پر جمع ہونا ہے۔ لیکن اُس کو نہیں معلوم کہ "لقاء" اور "ملاقات" کے الفاظ جیسے عربی، فارسی، اردو وغیرہ زبانوں میں یہ لفظ جس طرح جسمانی اتصال و قرب کے لیے بولا جاتا ہے اسی طرح غیر جسمانی میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً فارسی میں بولتے ہیں "با غم و غصہ ملاقی شد" اب غم اور غصہ سے ملنا ظاہر ہے کہ غم و غصہ جسمانی اشیاء میں سے نہیں ہیں۔ اسی طرح اردو میں بولتے ہیں "فلاں شخص نے کبھی عقل سے ملاقات نہیں کی" ظاہر ہے کہ عقل جسمانی چیز نہیں۔ اسی طرح عربی میں بولتے ہیں "فُلَانٌ لَا يَلْقٰى اَحَدًا وَمَلَّا" (فلاں شخص نے ...) ملاقات کی یعنی ... یہاں ملاقات کا لفظ عمر کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مگر عمر جسمانی چیز نہیں۔ پھر کیونکر سمجھ میں آیا کہ "مُلٰقُوا اللّٰهِ" "بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ" اور "يَلْقَوْنَهٗ" سے خدا تعالیٰ کی جسمانی ملاقات مقصود ہے اور الفاظ "لقاء" وغیرہ کی یہ انکھلی کیا بات ہے۔ وہ مقدمہ جس سے مسافر نے ... تجسم کو سمجھا ہے۔ اگر ملاقات کے واسطے ملاقی (ملاقات کنندہ) اور ملاقی (جس سے ملاقات کی جائے) دونوں کا جسم ہونا ضروری ہوتا تو مسافر کا یہ اعتراض کچھ وقعت رکھ سکتا تھا۔ لیکن ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ لقاء و ملاقات کے واسطے جسم طرفین ضروری نہیں۔

۲۲۔ ان چار آیتوں میں لفظ لقاء وغیرہ کا مفہوم — اِن چاروں آیات میں یہ الفاظ ... اُن کا مقصود صرف دنیا سے علیحدہ ہونا ہے اور آخرت سے قریب ہونا۔

چنانچہ پہلی آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ دل میں سمجھتے ہیں کہ ایک نہ ایک روز دنیا سے جانا اور عالم آخرت سے قریب ہونا ہے وہ ایسا ایسا کہتے ہیں

دوسری آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ ہماری (یعنی خدا کی) کتاب کی تکذیب کرتے اور آخرت میں پہنچنے سے منکر ہیں۔ اُن کے اعمال حبط ہو گئے ہیں۔

تیسری آیت کا مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی آیات کو تفصیل اس لیے بیان کرتا ہے کہ تم یقین کرو۔ کہ ایک نہ ایک دن تم کو دنیا سے جانا اور آخرت میں پہنچنا ہے۔ جہاں تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس ہوگی۔

چوتھی آیت کا مقصود بھی ایسا ہی ہے یعنی روز قیامت کی بازپرس تک اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں میں اُن کی بداعمالیوں کا اثر قائم کر دیا۔

۲۳۔ "لقاء اللہ" کے معنی "آخرت کی بازپرس" کیوں ہیں؟ — ان تمام آیات میں دنیا سے گزرنے اور آخرت کی بازپرس کو "لقاء اللہ" سے اس وجہ سے تعبیر کیا ہے کہ دنیا میں رہکر انسان خدا سے غافل اور قرب رحمت الٰہی سے دور ہو جاتا ہے۔ اور آخر خیال کرنے لگتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے یہی دنیا ہے۔ عیش و عشرت میں بسر کر لو۔ حرام و حلال کی پروا

[illegible] اسکے بعد کوئی عالم ایسا نہیں [illegible] کوئی [illegible] ہوگا حالانکہ یہ [illegible] غلط ہے۔ بالفرض اگر آدمی کو دنیا سے نکل کر اپنے اعمال کی جزا و سزا [illegible] ہے۔ تیسرے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا نہ سمجھو کہ تم بالکل چھوڑ دیئے جاؤ گے بلکہ تم تھے یا [illegible] اور جیسا تم [illegible] علائق دنیا کو دور [illegible] ہو گئے [illegible] ملاقات باقی [illegible]

اُن آیات کی تحقیق جن پر مسافر کا اعتراض ہے کہ الفاظ "نظر" اور "ید" واقع ہوئے ہیں

۲۷۔ [illegible] "نظر" اور "ید" والی آیات [illegible] زکّٰیہم [illegible] اللہ [illegible] البقرہ $\frac{۲}{۲۹}$ [illegible] اللہ [illegible]

[illegible]

[illegible] الغفور [illegible]

[illegible] قُل مَن بِیَدِہٖ مَلَکُوتُ کُلِّ

شَیۡءٍ [illegible] $\frac{۲}{۹}$ [illegible] کے اختیار میں ہے [illegible]

(۴) [illegible] بِاَیۡدٍ [illegible] ہم نے اپنی قدرت سے بنایا [illegible]

اب ہم ان آیات کے متعلق کسی قدر تفصیل [illegible] آئندہ میں بحث کرینگے۔

۲۸۔ کلام کا اطلاق [illegible] | [illegible] کلام کے واسطے زبان ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ [illegible] زبان کے [illegible] دوسرے ذرائع سے بھی کلام ہو سکتا ہے۔

(۱) اشارہ [illegible] (۲) [illegible] دنیا کے محاورات میں موجود ہے۔ (۳) [illegible] اور [illegible] میں سے کوئی چیز بھی زبان نہیں پھر [illegible] زبان کے سوا دوسرا ذریعہ کوئی نہیں؟ [illegible] زبان [illegible] ان آیتوں میں جب کلام کیا گیا ہے تو اس سے زبانی گفتگو مراد ہے۔؟

۲۹۔ [illegible] کلام [illegible] | [illegible] پہلے اس امر کی تحقیق کر لے کہ خدا کے کلام کرنے سے مسلمانوں کی کیا مراد ہے؟ [illegible] کرنے سے [illegible] ہیں۔ [illegible] خدا تعالیٰ متکلم ہے لیکن اس کے اسکا اعتقاد یہی ہے کہ خدا کا کلام [illegible] پیدا کر دیتا [illegible] کے ذریعہ سے [illegible] موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کے وقت درخت سے آواز پیدا کر دی یا [illegible] طاقت خلق فرما دی۔ اور اس مسئلہ کو [illegible] اچھی طرح حل کر دیا [illegible] زبان کے استعمال کی بالکل ضرورت نہیں بلکہ آلات ترکیبیہ کے ذریعہ سے بھی بآسانی گفتگو ہو سکتی ہے [illegible] ممکن ہے۔ ہاں اگر کوئی برہان عقلی یا دلیل حسی اس مطلب پر قائم ہوتی کہ بغیر زبان [illegible] ظہور کلام ناممکن ہے تو ضرور ہم مسافر کے اعتراض کو تسلیم کر لیتے لیکن آجتک کوئی [illegible] عقلی یا [illegible] اس مطلب پر قائم نہیں ہوئی اور نہ اسکا اقامہ ممکن ہے۔ پس ان آیات سے تجسیم خدا تعالیٰ کا خیال بھی [illegible] باطل [illegible] لغو ہے۔

۳۰۔ لفظ نظر کا مقصود کیا ہے؟ [illegible] نظر کے معنی آنکھ ہی سے دیکھنے کے نہیں ہیں بلکہ:۔

(۱) انتظار کو بھی نظر کہتے ہیں (۲) عقل کے غور و فکر کو بھی نظر کہتے ہیں (۳) توجہ و التفات کو بھی نظر کہتے ہیں

[illegible] لازم ہوا کہ آیۂ لَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ میں نظر بمعنی دیکھنے کے معنی [illegible] ہیں۔ تو جب [illegible] باطنی اور [illegible] کے معنی کیوں نہیں ہیں؟ اگر عقل کی بینائی والا آدمی ذرا سا بھی غور کریگا تو اسے معلوم ہو سکیگا کہ اس کلام کا [illegible] آنکھ سے دیکھنا نہیں کیونکہ آیت مذکورہ مقام عتاب میں وارد ہوئی ہے جس میں [illegible] [illegible] ظاہر فرماتا ہے۔ یہ مقام آنکھ سے دیکھنے کا کوئی محصل صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ جب [illegible] [illegible] کا مقتضیٰ یہی ہوتا ہے کہ انکی طرف توجہ نہیں کی [illegible] [illegible] اسلئے حال پر چھوڑ دیا [illegible] مقصد نہیں ہوتا [illegible] آنکھ سے نہیں دیکھا کیونکہ آنکھ سے دیکھنے کا کوئی اثر ایسے مقام پر نہیں۔ اور جب عالم محاورہ [illegible] دنیا ہی [illegible] کلام مجید بھی [illegible] دنیا میں وارد ہوا ہے۔ تو کیا وجہ کہ اس کی مخالفت کی جائے؟ [illegible] کوئی وجہ [illegible] اس مخالفت کی نہیں تو ضرور ہے کہ اس مقام پر نظر کے معنی التفات لیئے جائیں اور [illegible] التفات یہ ہے کہ کسی شخص پر اپنی رحمت نازل کرے اور عدم التفات یہ ہے کہ اپنی رحمت سے محروم رکھے [illegible] لَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] لوگ خالص [illegible] دکار [illegible] کرتے ہیں ان کو وہ اپنی رحمت سے محروم رکھے گا۔ یہی مطلب قرین عقل و فہم اور مطابق سیاق کلام ہے۔ [illegible] آنکھ سے دیکھنا یا [illegible] دیکھنا جس کا کوئی موقع و محل نہیں ہے۔

۲۸۔ لفظ "ید" اور "ہاتھ" کے مختلف استعمالات | ہم [illegible] سابقا (دفعہ [illegible] میں) بیان کر دیا ہے کہ "ید" کے بہت سے معنی لغت عرب میں آئے ہیں۔ ہاتھ کے علاوہ جاہ۔ وقار۔ ملک۔ قدرت۔ قوت اور احسان وغیرہ معانی میں یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے اور ہر ایک معنی میں کلام عرب موجود ہے۔ اپنے اپنے موقع پر یہ لفظ ان معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اگر ہر مقام میں ہاتھ ہی کے معنی مراد ہوں تو کلام لغو اور بے معنی ہو جائے کچھ عربی ہی کی خصوصیت نہیں۔ دنیا کی قریب قریب کل زبانوں کی یہی حالت ہے۔ خود ہماری زبان میں ہاتھ کا لفظ (جو مساوی لفظ ید کا ہے) مختلف معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً

(۱) حساب ضرب و جمع میں بولا جاتا ہے "بیس کا صفر ہاتھ لگے دو" یعنی حاصل ہوئے دو"

(۲) "اس کام سے تمہیں کیا ہاتھ لگا" یعنی کیا حاصل ہوا؟

(۳) "یہ بات فلاں کے ہاتھ میں ہے" یعنی اسکے اختیار میں ہے۔

(۴) فلاں چیز تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی اُس پر قدرت نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ان مثالوں میں کہیں "ہاتھ" [illegible] وہ معنی مراد نہیں جو چند ہڈیوں کی ترکیب سے بنا ہے۔

۲۹۔ قرآن مجید میں لفظ ید کا استعمال | اسی طرح "ید" کا لفظ قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے سر دست ہمکو صرف ان آیتوں سے بحث ہے جن پر مسافر نے اعتراض کیا ہے اُن میں سے کسی آیت میں بھی "ید" کے معنی ہاتھ نہیں ہیں۔ مثلاً آیات مندرجہ دفعہ ۲۷ میں سے آیۂ "اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ" میں "ید" کے معنی اختیار کے ہیں یعنی فضل خدا کے اختیار میں ہے۔ "بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ" میں بھی "ید" کے معنی اختیار اور قدرت کے ہیں یعنی بھلائی خدا کے اختیار اور قدرت میں ہے اسی طرح "بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ" میں "ید" سے قدرت و اختیار مراد ہے یعنی خدا کی قدرت اور اختیار میں ہر چیز کی حکومت ہے۔ ان آیات میں کسی طرح بھی "ید" کے معنی ہاتھ

نہیں ہو سکتے کیونکہ نفس خیر اور ملکوت جسم چیز ہی نہیں ہیں جن کو کوئی ہاتھ میں پکڑ سکے ۔ یہ رہی دوسری آیت " وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ " اس میں بھی نعمت احسان اور قدرت تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں ۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آسمان کو ہم نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے اپنے احسان سے اسے پیدا کیا ۔ (کیونکہ آسمان کی خلقت میں بھی اہل دنیا کے واسطے فوائد کے بہت سے بڑے احسانات ہیں) یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا ہماری نعمت ہے ۔ بہرصورت مفہوم کلام درست ہے اور کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ۔ اگر مسافر کے پاس کوئی دلیل ہے جس سے وہ ثابت کر سکے کہ ان آیات میں ید اور ایدی سے " ہاتھ " ہی مقصود ہیں تو وہ اسے پیش کرے تاکہ ناظرین کو غور کرنے کا موقع ملے ورنہ خواہ مخواہ خدا پر ہاتھ کا بہتان کیونکر لگایا جا سکتا ہے ۔

میں " فتح " لکھتے ہیں ۔ پھر

(الف) کیا اس کا ہاتھ انسان کے ہاتھ کی طرح ہے ۔ اور

(ب) کیا اس کا رسول کو ہاتھ لگانا ؟

ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور باہم کوئی مناسبت نہیں ۔

۳ ۔ آیۃ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْن کا بے سمجھے مطلب ۔	آیۃ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْن (البقرہ ع ۲۴) سے بھی مسافر نے خدا کا جسم ہونا سمجھا ہے ۔ حالانکہ ترجمہ یہ ہے کہ

پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ۔ کیا اس سے معلوم نہیں ہوا کہ معیت کے لیے تجسم ضروری نہیں ؟ بہت سی چیزیں انسان کے ساتھ ہوتی ہیں مگر وہ جسم نہیں ہیں ۔ مثلاً

(۱) عقل انسان کے ساتھ ہے اور اسے عقلمند کہتے ہیں ۔

(۲) علم انسان کے ساتھ ہے اور جہل بھی ۔

(۳) نیک بختی انسان کے ساتھ ہے اور بدبختی بھی ۔

(۴) صحت انسان کے ساتھ ہے اور مرض بھی

(۵) خوش فہمی انسان کے ساتھ ہے اور کج فہمی بھی وغیرہ وغیرہ ۔

اسی طرح محاورہ زبان میں بھی کہتے ہیں کہ " خدا تعالیٰ انسان کے ساتھ ہے " اور وہ جسمانی نہیں ۔ اگر معیت کے لیے جسمیت لازم ہوتی تو " اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْن " سے ہم خدا کا مجسم ہونا سمجھ لیتے ۔ لیکن بار بار کی مثالیں گزر چکی ہیں کہ " معیت " کے لیے ہرگز جسمیت لازم نہیں ۔ لہذا اس آیت سے بھی تجسم خدا سے برتر ہر استدلال کرنا باطل محض ہے ۔

مسافر کی قرآن فہمی کی بابت دو اور شہادتیں

۴ ۔ آیہ وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ کے متعلق مسافر کی غلط فہمی کا قصہ ۔	مسافر نے آیہ وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (حشر ع ۱) کو لکھکر ترجمہ کیا ہے کہ " جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو "

اور اس سے یہ سمجھا ہے کہ خدا نے اپنے رسول کو ہاتھ سے چھوا ۔ حالانکہ " اَفَاءَ " کے معنی لغت عرب میں " اَرْجَعَ " کے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ (جو مال) خدا نے اپنے رسول کی طرف لوٹایا ۔ اور وہ اُن کے ہاتھ لگا یعنی ملا اور حاصل ہوا ۔ کیونکہ اس آیت میں اُس مال کا ذکر ہے جو جنگ کے موقع پر بے لڑے رسول اللہ کے ہاتھ آتا تھا ۔ اور جس کو اصطلاح میں

ف شاہ عبدالقادر صاحب نے اَفَاءَ کا ترجمہ " ہاتھ لگایا " ہی کیا ہے ۔ شاہ صاحب نے " ہاتھ لگنا " (حاصل ہونا) کا متعدی " ہاتھ لگانا " استعمال کیا ہے اور " ہاتھ لگا " یا " ہاتھ آیا " اور " ہاتھ لگانا " بمعنی " حاصل کرانا " اُن کے زمانہ کا محاورہ تھا ۔ ... وہ اس کے ہاتھ لگا ۔ شاہ صاحب نے اپنے زمانہ کے محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے اور وہ بجائے خود صحیح ہے مگر مسافر کسی اردو ترجمہ میں " ہاتھ لگایا " لکھا ہوا دیکھ کر یہ سمجھا ہے کہ اللہ نے رسول کو ہاتھ سے لگایا ... یہ دوست مسافر کی زیادتی ہے ۔ ایڈیٹر

بجلی سے جہنم کا ثبوت

قوت برقیہ سے سابق زمانہ میں کوئی واقف نہ تھا ۔ حکیم " طالیس " یونان کا رہنے والا ۶۰۰ سال قبل مسیح اس نے دریافت کیا کہ کہربا کو اگر ریشم کے کپڑے پر رگڑیں تو اس سے باریک ریشے گھاس اور پر وغیرہ کے کھنچ آتے ہیں اس خاصہ سے اہل یونان متحیر تھے اُن کا خیال تھا کہ کہربا میں ایک قسم کی روح ہے جس سے وہ جذب کرتا ہے ۔ کہربا کو یونانی میں الیکٹرن کہتے ہیں اس سے موجودہ لفظ " الیکٹریسٹی " بنایا گیا ہے آخر سنہ ۱۶۰۰ء میں انگلستان کے رہنے والے ڈاکٹر گلبرٹ نے ایک کتاب میگنیٹزم (قوت مقناطیس) لکھی اور اشیا میں بھی اس قوت کا امتحان کیا ۔ جیسے شیشہ ۔ گندک ۔ موم ۔ اس کے بعد مسٹر گوریک نے اسی اصول پر سنہ ۱۶۶۵ء میں سب سے پہلے بجلی کی کل ایجاد کی سنہ ۱۷۴۰ء میں مسٹر ہوکس نے اس کو ترقی دی نئی نئی ایجادوں سے ۔ پھر تمام یورپ و امریکا تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے اور بڑی بڑی ایجادیں کیں ۔

بجلی اور قوت برقیہ کے فن کا جاننے والا جہنم اور اُس کے حالات سے کب انکار کر سکتا ہے وہ حالات جو احادیث و آیات قرآن مجید میں مندرج ہیں یہ سب معدن برقی و مخزن کہربائی کا پتہ دیتے ہیں اور جہنم کو ہم بجلی کا مخزن ذخیرہ جہنوں سے سمجھتے ہیں ۔

ایک یہ کہ صفات بجلی کی جہنم کی آگ میں پائی جاتی ہیں ۔

دوسرے یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " تمہاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے " (تفسیر علی بن ابراہیم قمی) صاف بتایا ہے کہ ہماری موجودہ آگ کی قوت و خواص ستر وان جزو جہنم کی آگ کا ہے وہاں کی آگ ستر درجہ زائد ہے قوت و خواص میں ہماری آگ سے ۔ پس جو خواص ہماری آگ کے ہیں بیشک اُن سے ستر درجہ زائد جہنم کی آگ کے خواص ہیں ۔ پس کیوں نہ جہنم کی آگ کے خواص و آثار کو دنیاوی آگ سے تطبیق کریں ۔ ہم جہنم کی ان خواص و آثار سے اُس وقت انکار کر سکتے ہیں جب موجودہ آگ کے وہ خواص نہ ہوں ۔

احوالات جہنم بیان کرتے ہیں اور بجلی کے آثار سے مطابق کر کے ثابت کرتے ہیں کہ جہنم بیشک موجود و مخلوق ہے اور کوئی مخزن و معدن اُس کا ہے جس کے آثار دنیا میں موجود ہیں ۔ خدا گنہگاروں کو اسی معدن برقیت میں عذاب دے گا ۔

حالات جہنم جو آیات و اخبار سے ثابت ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) جہنم ستر ہزار [illegible] زنجیروں سے کھینچی جاوے گی [illegible] شرارے اُسکے بلند ہونگے۔ برقی لہروں کا [illegible] زنجیروں کے [illegible] محشر میں لایا جانا جہنم کا کھینچا جانا کہا جاسکتا ہے۔ بجلی [illegible] قوت برقی انہیں [illegible] خارج میں استعمال کی جاتی ہے۔

(۲) ملائکہ کے ہاتھوں میں [illegible] اس [illegible] جایا ہے کہ یہ برقیت [illegible] پیدا ہوتی ہے [illegible] آلات ہیں جیسے ذریعہ سے برقی لہر پیدا ہوتی ہے۔

(۳) جہنم کے [illegible] سال کی [illegible] ہوگا [illegible] برقی لہر [illegible] جس لہر کا طول ہزار سال کی [illegible] کا ہوگا۔

(۴) جہنم سے صدا کا بیدا ہونا [illegible] برقیت [illegible] بجلی پیدا ہونے والی کا نتیجہ ہے۔

(۵) جہنم کی حرارت [illegible] کا شدید [illegible] کی طرح [illegible] بھی برقیت اختلاف کا خاصہ ہے۔

(۶) جہنم کے [illegible] شراروں کا نکلنا [illegible] مقامات سے ہے جہاں سے برقی لہریں نکلتی ہونگی۔

(۷) شرارہ جہنم کے [illegible] سے برقی بگولے اور طوفان آتے [illegible] برقی [illegible] ہے۔

(۸) جہنم میں [illegible] کی حرارت [illegible] بڑھانی

جاوے گی یہ بھی خلاف عقل نہیں ہے۔ برقی بیٹریوں سے ہم قوت برقیہ کو حاصل کرتے ہیں خالق نے بھی اگر ایسے برقی خزانے بنائے ہوں تو کیا محال ہے۔

(۹) [illegible] اور لوہے کے صندوقوں کا ہونا اور اُن سے گنہگاروں کا بذریعہ آتشی زنجیروں کے جکڑا ہونا۔ یہ برقی صندوقوں کا پتہ دیتا ہے جس سے گنہگاروں پر عذاب قوت برقی سے بذریعہ زنجیروں کے ہوگا۔

(۱۰) وادی جہنم میں کنوؤں کا ہونا جن میں حمیم و صدید بھری ہے اور اُس سے شعلے بلند ہوتے ہیں یہ اس کی کہربائیت کے مخزن معلوم ہوتے ہیں جنہیں ہیجان [illegible] سے ہوتا ہے۔

(۱۱) جہنم کا [illegible] اور [illegible] سرخ و سفید و سیاہ رنگ اختیار کرنا حالت کہربائیت کیمیاوی کی نتیجہ معلوم ہوتی ہے

(۱۲) [illegible] حرارت کا [illegible] شدت سے اُسکی اہل زمین کا جل جانا قوت کو اُس برقیت کے تماثابت۔

(۱۳) [illegible] آگ کا [illegible] جسکی بو سونگھ کر ذی روح ہلاک ہوجاویں یہ بھی کیمیائی برقیت کی [illegible] کا پتہ ہے۔ [illegible] میں حل کرتی ہے اور بعض ایسے گیس پیدا ہوتے ہیں جو بودار ہوتے ہیں اور [illegible] تنفس کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسے کسی مکان پر بجلی گرے تو گندک کی بو آتی ہے [illegible] سے آتی ہے۔

[illegible] حال [illegible] معلوم ہوتا ہے لیکن صفات جہنمی سے وہ شخص انکار کرتا ہے کہ قوت برقیہ [illegible] کی یہی ترقی ہوگی آئی حقانیت اسلام کی روشن ہوتی جاویگی۔ [illegible] والا ہے جس میں ہر جزئی مسئلہ اسلام کا انشاء اللہ ثابت ہوگا [illegible] نا منتظر [illegible] المنتظرین۔

سید احمد (علامہ ہندی)

کیا معجزہ دلیلِ نبوت ہے؟

معجزہ کا دلیل نبوت ہونا [illegible] اور وہ بھی یہ دعوےٰ نہیں کرتے کہ معجزہ نبوت کی عقلی دلیل [illegible] ہونے کے وقت لوگوں کو عادۃً یقین ہوجاتا ہے [illegible]

شرح مواقف میں:۔

وَهٰذِهِ الدَّلَالَةُ لَيْسَتْ [illegible] عَقْلِيَّةً مَحْضَةً بَلْ وَهِيَ دَلَالَةٌ عَادِيَّةٌ كَمَا أَشَارَ بِقَوْلِهِ وَهِيَ عِنْدَنَا أَيِ الْأَشَاعِرَةِ [illegible] عَادَتَهُ خَلْقَ الْعِلْمِ بِالصِّدْقِ عَقِيْبَهُ

اور یہ دلالت محض عقلی نہیں ہے بلکہ وہ دلالت عادیہ ہے جیسا کہ صاحب مواقف نے اپنے ان لفظوں میں ارشاد کیا ہے کہ "یہ دلالت ہمارے نزدیک (اشاعرہ) اس بنا پر ہے کہ خدا کی عادت یہ ہے کہ جب معجزہ صادر ہوتا ہے تو صاحب معجزہ کی سچائی کا علم خدا لوگوں کے دلوں میں پیدا کردیتا ہے۔"

یہ دعوےٰ بھی کلی طور پر نہیں کیا جاسکتا، ورنہ بداہت کی تکذیب لازم آئیگی علانیہ ثابت ہے کہ انبیاء کے معجزات کے ظہور کے وقت ہزاروں آدمی ایمان نہیں لاتے تھے، بلکہ نہ ایمان لانے والوں کی تعداد ہمیشہ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہوتی تھی اسی بنا پر امام فن اور محققین نے تصریح کی ہے کہ معجزہ نبوت کے یقین کے لیے کافی نہیں۔

امام غزالی منقذ من الضلال بحث نبوت میں لکھتے ہیں۔

فَمِنْ ذٰلِكَ الطَّرِيْقِ فَاطْلُبِ الْيَقِيْنَ بِالنُّبُوَّةِ لَا مِنْ قَلْبِ الْعَصَا ثُعْبَانًا وَشَقِّ الْقَمَرِ۔

"تو اس طریقہ سے نبوت کا یقین طلب کرو نہ اس بات سے کہ لاٹھی اژدہا بن گئی یا چاند پھٹ گیا۔"

راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔

وَذٰلِكَ يَطْلُبُهُ أَحَدُ رَجُلَيْنِ إِمَّا نَاقِصٌ عَنِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْكَلَامِ الْإِلٰهِيِّ وَبَيْنَ الْبَشَرِيِّ وَإِمَّا نَاقِصٌ وَهُوَ مَعَ نَقْصِهِ مُعَانِدٌ۔

"اور معجزہ دو قسم کے آدمی طلب کرتے ہیں۔ یا وہ جو کلام الٰہی اور کلام انسانی میں تمیز نہیں کرسکتا، یا وہ جو اس کے ساتھ ہٹ دھرم بھی ہے۔"

(ماخوذ از "الکلام")

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ قرآن کو دین و ایمان جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ترکی، ایران، ترکستان، افغانستان میں ملکی زبان میں ترجمہ قرآن مجید شایع نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی شریف مسلمان ایسا نہیں کہ ذی علم ہو اور قرآن عربی نہ سمجھ سکتا ہو [illegible] مسلمان بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں یہ صرف آج کل کا ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی سمجھنے سے قاصر ہیں [illegible] علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی جملہ تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے۔ پورے قرآن مجید کا ایک بامحاورہ اردو ترجمہ [illegible] قرآن سے علحدہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اور مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شایع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ نہایت بسیط لکھا ہے جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں:-

(۱) [illegible] کا حال کب اور کیوں پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانہ ماضی اور زمانہ حاضر میں (۳) ملک حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم کے خیالات مختلف (۵) [illegible] (۶) ترجمہ موجودہ کی [illegible] (۷) ترجمہ کی [illegible] (۸) دقتیں (۹) مختلف ترجمے (۱۰) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصول مذاہب مختلف (۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب آسمانی اور پیغمبر (۱۳) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۴) حضرت [illegible] اور نزول قرآن (۱۵) رسالت اور آنحضرت محمد (۱۶) قرآن مجید کا نزول (۱۷) قرآن کی سورتیں اور تعیین (۱۸) [illegible] (۱۹) [illegible] قرآن (۲۰) قرآن کے نزول [illegible] (۲۱) متعدد احکام قرآن میں نہیں ہیں (۲۲) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۳) [illegible] (۲۴) قرآن کے مضامین کا سمجھنا (۲۵) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۲۶) برکات اسلام (۲۷) [illegible] احکام قرآنی جن پر صرف [illegible] (۲۸) برکات اسلام [illegible] (۲۹) [illegible] (۳۰) آیات قرآنی میں علما کا اختلاف (۳۱) [illegible] (۳۲) معذرت (۳۳) درخواست مسلمانوں سے

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے [illegible] تحت کا ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف آیات کو علما حنفی المذہب و اہل تشیع میں جو مسائل مختلف فیہ ہو گئے ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق جو ترجمہ اختلافی ہیں ان کا حنفی المذہب سے باہمی اختلافات کہاں ہیں حاشیہ [illegible] ہیں اس کا بیان ہے تاکہ ہر مذہب کے لئے یکساں مفید ہو لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو کہ حنفی المذہب کے موافق ہو کیونکہ [illegible] ہندوستان میں ہے۔

فارسی و اردو کے قدیم ترجمے [illegible] کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کر کے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان صحیح ترین ترجمہ اسے کہنا بجا ہے۔ [illegible] علامہ نے [illegible] برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے۔ بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اول اول ۱۳۱۶ھ میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ شایع کیا تھا [illegible] سے چار برس [illegible] ۱۳۲۰ھ میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شایع ہوا تھا پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے [illegible] ظاہر ہوا ہے [illegible] کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی کوشش نئے دور کی درآمد [illegible] ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ بذریعہ وی۔ پی طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور کم سے کم اتنا تو ہو کہ یہ ترجمہ ایک مسلمان کے ہاتھوں میں پہونچکر اشتہار کا باعث ہو۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ سلیس زبان میں عام فہم طریقہ پر جسکے لیے علامہ کی تحریرات خاص شہرت رکھتی ہیں کیا گیا ہے

ہدیہ قیمت فی جلد مذہب تین روپیہ [illegible] (نوٹ) جہاں سینکڑوں ہزاروں روپیہ [illegible] کاموں میں خرچ ہوتے ہیں اگر تین روپیہ قرآن کے سمجھنے میں خرچ ہوں تو کیا بیجا ہے

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو مکمل تیس پارہ	اردو	مذہب اسلام	۶۲۰	[illegible]	[illegible]	مجلد
۲	تاریخ الاسلام	اردو	مذہب اسلام	۹۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳	الاسلام	اردو	[illegible]	۸۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	زاہدہ	اردو	[illegible]	۲۰۰	[illegible]	۱۰	[illegible]
۵	المحیاء	اردو	[illegible]	۱۰۰	[illegible]	[illegible]	۰
۶	[illegible] الاول	اردو	[illegible]	۲۰	۱۰	۱۰	۰
۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵۰۰	[illegible]	[illegible]	۰
۸	زبان اردو	اردو	پالٹکس	۳۲	۲	۲	۰
۹	[illegible]	انگریزی	۰	۱۸	۴	۲	۰
۱۰	[illegible]	۰	۰	۴۴	۴	۲	۰
۱۱	[illegible]	اردو	قانون	۳۴۴	[illegible]	[illegible]	مجلد
۱۲	[illegible]	انگریزی	۰	۵۴۴	[illegible]	[illegible]	۰
۱۳	[illegible]	۰	۰	۲۵۴	[illegible]	[illegible]	۰
۱۴	[illegible]	۰	۰	۹۵۲	[illegible]	[illegible]	۰

المشتہر عبد الواحد خاں منیجر قاضی اینڈ کمپنی گورکھپور

رجسٹرڈ اے نمبر ۱۷۰

اور اس پردہ یثرب کو اب
... شہ ... مدینہ خواب

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک
قسم اول ۲؎ + قسم دوم ۱؎
قیمت فی پرچہ ۳ ؍

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسنِ سیرت و معاشرت کا روحانی خطیب۔ اخلاقی و تمدنی امراض کا مذہبی معالج۔ مسلمان مردوں کا رہبر۔ عورتوں کا معلم۔ بچوں کا اتالیق۔ مفید اصلاحی مضامین کا دلکش مجموعہ

ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے

محال ست سعدی کہ راہِ صفا ✤ تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ✤ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

محمد انوار ہاشمی پرنٹر و پبلشر نے جدید عصری پریس میرٹھ میں چھپوا کر شائع کیا

اُسوۂ حسنہ کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ مسلمان حقیقی طور پر مسلمان بنجائیں یعنی محض زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار سے بھی پکے مسلمان ہونیکا ثبوت دیں قرآن پاک کے حقایق و معارف اور اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں خوف خدا و عظمت دین کو ہمارے [illegible] اسلام کی روح کو مضبوطی سے تھام کر دنیاوی ترقی حاصل کرنے میں پیش پیش نظر آئیں تعصب اور کورانہ تقلید سے اپنے ذہن پاک و صاف کرکے غیر مسلم اقوام کی [illegible] باتوں کی حقیقت کو سمجھیں [illegible] رسوم [illegible] اور اسراف سے بچ کر اعتدال کی راہ اختیار کریں [illegible] تو جیسی بیش بہا نعمتوں کو بیدردی سے [illegible] سوائے اپنی قومیت کی بنیادوں [illegible] مخالفوں کو مقابلے پر بڑھا کر [illegible] ہمدردی و خلوص کو اپنی حصہ [illegible] ہمیشہ [illegible] اپنا وجود دوسروں پر نہ ڈالیں اپنی مدد آپ [illegible] مفید علوم و فنون کی تحصیل [illegible] ضرورت کی طرف پوری توجہ کریں شیخت دور [illegible] اسلاف کے کارناموں پر گھمنڈ کرنا چھوڑ دیں [illegible] تمام [illegible] اور [illegible] فضول خرچی [illegible] بیاہ وغیرہ کی [illegible] کو خلاف سنت تصور کریں [illegible] ہرگز قائل نہ [illegible] کی عادت چھڑوا دیں ایسے مولویوں ایسے صوفیوں [illegible] اور ایسے مدرسوں کو چندہ دینا بند کر دیں جو مسلمانوں کو آپس میں [illegible] ضائع کرتے ہیں [illegible] سیاسی شور و شغب پر مفید قومی [illegible] دینی کاموں کو [illegible] انسان میں ہونے چاہئیں تاکہ زمین کی وراثت کو وہ حق سمجھے جائیں ۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

قواعد و ضوابط

(۱) اُسوۂ حسنہ ہر انگریزی مہینہ کی [illegible] تاریخ کو (انشاء اللہ) شایع ہوا کرے گا اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہونچے [illegible] تاریخ تک منگا لینا چاہیئے ورنہ [illegible] قیمتاً بھی نہ مل سکے۔ (۲) اُسوۂ حسنہ دو قسم کے کاغذ پر چھپا ہے قسم اول [illegible] قیمت [illegible] قسم دوم کے پرچہ کی [illegible] مقرر ہے جو بہر حال پیشگی آنی چاہیئے۔ (۳) جو حضرات بطور اعانت و امداد اُسوۂ حسنہ کی سالانہ قیمت مبلغ پانچ روپیہ یا اس سے زائد عطا فرمائیں گے وہ معاونین خاص سمجھے جائیں گے ان کے اسمائے گرامی اُسوۂ حسنہ میں شایع ہوا کریں گے اور ان [illegible] غیر مستطیع حضرات کے لیئے [illegible] معمولی سالانہ قیمت میں رعایت کی جائیگی (۴) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں نہیں پہونچے گی تو ہم آیندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لیئے وی۔پی بھیجنے کے مجاز ہوں گے اور خریدار کو یہ وی۔پی قانوناً وصول کرنا ہوگا (۵) اُسوۂ حسنہ کا نمونہ اس شرط پر مفت دیا جا سکتا ہے کہ اگر نمونہ دیکھنے کے بعد رسالہ کی خریداری منظور نہ ہو تو اسے واپس کر دیا جائے ورنہ ایک سال کی قیمت بذریعہ منی آرڈر [illegible] وی پی وصول کر دی جائے (۶) جواب طلب امور کے لیئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے نیز تمام خطوط میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے اور نام و پتہ صاف و خوشخط لکھنا چاہیئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی (۷) اُسوۂ حسنہ [illegible] چھپوانے والوں کے لیئے مطبوعہ [illegible] منگا لیا جائے

مضمون نگاروں کیلیئے

اُسوۂ حسنہ کے قلمی معاونین کو مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے (۱) مضمون صاف اور خوشخط لکھیں (۲) آیات و احادیث پر اعراب لگائیں اور منقول عنہ کا حوالہ ضرور دیں (۳) ایسے مضامین اُسوۂ حسنہ کے لیئے نہ بھیجیں جو غیر ضروری۔ بے نتیجہ اور غیر محققانہ ہوں یا اُسوۂ حسنہ کے مقاصد کے صراحۃً یا کنایۃً منافی ہوں یا جنہیں لفاظی و تخیل [illegible] مفید علمی و اصلاحی مطالب کم ہوں یا جو مناظرہ و مجادلہ بازی کے رنگ میں لکھے گئے ہوں۔ (۴) اگر مضمون کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شایع ہو چکا ہو یا شایع ہونے کیلیئے بھیجا گیا ہو تو مضمون نگار صاحب کو اپنے خط میں اسکی تصریح کر دینی [illegible] ورنہ رسالہ کی بدنامی کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوگی (۵) مضمون لکھنے سے قبل اُسوۂ حسنہ کے مقاصد کا پڑھ لینا ضروری ہے جو اسی صفحہ پر چھپے ہوئے ہیں (۶) اُسوۂ حسنہ میں مختلف النوع مضامین [illegible] اصول مقرر ہیں مضامین میں ان کی مناسبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (۷) طویل اور غیر دلچسپ مضامین حتی الامکان اُسوۂ حسنہ کے لیئے نہ لکھے جائیں چھوٹے چھوٹے دلچسپ [illegible] کے مفید تراجم بھی شکریہ کے ساتھ قبول کیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ کوئی اصلاحی علمی یا ادبی خصوصیت رکھتے ہوں (۸) دلکش اصلاحی اور تاریخی نظمیں بشرطیکہ [illegible] اُسوۂ حسنہ میں نہایت شوق سے شایع کی جائیں گی۔

میںیجر

براہ کرم

[illegible] صفحہ ۲۸۵ پر درج ہیں [illegible] اسوۂ حسنہ [illegible] باتیں [illegible] گئی ہیں۔ [illegible] اطلاع [illegible]

[illegible] اسوۂ حسنہ [illegible] ۔ اگست لغایت دسمبر [illegible] پانچ ماہ [illegible] جنوری [illegible] شروع کی جائیگی [illegible] سالانہ [illegible]

[illegible]

قلمی معاونین سے التماس ہے

[illegible]

نمبر ۴	رسالہ اسوۂ حسنہ بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ماہ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ	جلد ۲

طاقت بڑھانیوالا پھل

گولا نامک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کیوجہ یا کسی بیماری تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکا استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دماغ کو بڑھاتا ہے اسلئے لمبے سفر کی سواری یا سائیکل کی چڑھائی کشتی کسرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا ہول دل بھوک کو روکتا ہے۔ رات کو جاگتا ہو اسکو پی لے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے۔

قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ



سائنس و قرآن کا مقابلہ

[illegible] امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم الشان تفسیر کبیر میں قرآن کریم کے تمام مقدس [illegible] و دقیق مضامین کو فلسفۂ قدیم اور سائنس جدید کے ساتھ جس خوبی اور خوش اسلوبی سے [illegible] ہے تاقیام قیامت تمام ابنائے اسلام اُن کی شکر گزار رہے گی۔ خصوصاً حروف مقطعات کے [illegible] کی کیفیت [illegible] اور [illegible] ثبوت وجود باریتعالیٰ قرآن [illegible] [illegible] ملائکہ وجود پر مکمل بحث [illegible] عالم برزخ۔ قیامت بہشت و دوزخ اور زمین و آسمان کی بے نظیر ترکیب و ترتیب اور اُن کے عجائبات [illegible] فرمائی ہیں اُن کی نظیر [illegible] بلکہ [illegible] ناممکن ہے۔ تمام مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر [illegible] [illegible] کی ہے۔ [illegible] اسلام کے [illegible] سوال و جواب دکھایا ہے۔ [illegible]

تقطیع کلاں [illegible] قیمت فی جلد پانچ روپئے [illegible] کے پتہ سے طلب فرمائیے۔

منیجر کتب خانہ اسلامیہ قلعہ اسٹریٹ امرتسر

نادر و نایاب کتابیں

زینت التجارت [illegible] انسانی فرض ہے کیونکہ دنیا داری کا یہ کام [illegible] یورپ امریکہ [illegible] دولت کمائی [illegible] مزدوری [illegible] ترقی کر کے کروڑپتی بنجاتا ہے [illegible] متعلق ہدایات اور کروڑپتیوں کے دولت کمانیکے راز [illegible] بیان لکھے گئے ہیں [illegible] ہر شخص دولتمند ہو سکتا ہے تجارت کے اصول [illegible] تجارتی معلومات کا بے نظیر ذخیرہ۔ آجتک کوئی کتاب ایسی شائع نہیں ہوئی [illegible]

سپوت اس نادر کتاب میں اُن لوگوں کے حالات درج ہیں جنھوں نے ادنیٰ درجہ سے ترقی کر کے اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہے اور باپ دادا کا نام دنیا میں [illegible] جنکے حالات [illegible] نوجوانوں [illegible] ملک و قوم کے دل میں ترقی کے اُمنگ خود پیدا ہوتی ہے اگر آپ اپنے بچوں کو کامیابی کی منزل پر پہونچانا چاہتے ہیں [illegible] کرانا چاہتے ہیں تو ضرور اسکا مطالعہ کرائیں۔ مشاہیر عالم کی سوانح عمریاں ہیں بالتصویر [illegible] حالات کا انکشاف۔ **قیمت** مع محصول گیارہ آنہ (۱۱؍)

خزانۂ کرامات یہ کتاب مشہور گوشائیں سوامی دیال جی [illegible] کی تصنیف [illegible] ہے۔ اس میں علم تصوف اور علم [illegible] مسمریزم [illegible] متعلق نہایت مفصل [illegible] اُن کو ضرور اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے [illegible]

منیجر قیصر ہند ایجنسی نمبر ۱۸ سہارنپور

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسوۂ حسنہ

معارف القرآن

منطق الطیر

قرآن مجید کی سورت النمل میں مولائے کریم حضرت سلیمان کی زبان سے ارشاد فرماتے ہیں: "یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر" اے لوگو مجھے خدا کی طرف سے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ بعض دفعہ ہمارے دل میں یہ بات آتی ہے کہ پرندوں کی بولی حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس طرح سکھائی گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام انسان ہو کر کس طرح پرندوں۔ جانوروں اور حشرات الارض کی بولیاں سمجھ سکتے تھے۔

قبل اس کے کہ ہم پرندوں۔ جانوروں۔ حشرات الارض کی بولیاں سمجھنے پر اعتراض کریں اور شک لائیں ہمیں پانچ باتوں کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

(الف) کیا انسان کے سوائے اور جس قدر زندہ مخلوق ہے اُس کے بھی کوئی گروہ ہیں؟

(ب) کیا ایسے گروہوں کا کوئی طریق زندگی یا کوئی تمدن ہو؟

(ج) کیا اُن کی بھی کوئی ضروریات اور احساسات ہیں؟

(د) کیا ایسے گروہ اپنے اپنے گروہ کے اندر کوئی تفہیمی یا افہامی صورت یا طریق رکھتے ہیں؟

(ہ) کیا ہم بھی ایسی تفہیمات یا افہامات کا کوئی احساس کر لے یا کر سکتے ہیں؟

ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ انسان کے سوائے اور جس قدر زندہ انواع ہیں اُن کی بھی ایک جماعت اور ایک جتھا ہے اور بہ رو سے آیت کریمہ "الا امم امثالکم" پرندوں۔ جانوروں اور حشرات الارض کی بھی کئی ایک امتیں انسان کی طرح ہیں۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ جس طرح انسان کی زندگیوں کا ایک ضابطہ ہے اسی طرح دوسری زندہ مخلوق کی زندگیاں بھی ایک ضابطہ اور ایک تمدن کے ماتحت گزرتی ہیں ذرا الفاظ "امم امثالکم" کو غور سے پڑھو اور سوچو اس کا مطلب کیا ہے۔

جو لوگ حیوانات کے سلسلۂ حیات اور طریق حیات پر غور کرنے کے عادی ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کی زندگیاں بھی ایک ضابطہ اور ایک تمدن رکھتی ہیں اور اُن کی بھی انسانوں کی طرح ایک روش اور ایک طریق ہے۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس کائنات میں جس قدر جماعتیں اور گروہ حیوانات کے ہیں اُن کا طرز زندگی دوسرے گروہ سے جدا گانہ ہے اُن کے جتھے جداگانہ روش سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کا تمدن اپنے دائرہ کے اندر ہی محدود رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہے کہ انسانوں کی طرح ان جماعتوں کی ضرورتیں اور احساسات

بھی ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے جُداگانہ اور نرالی ہیں۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اپنے اپنے گروہ کے اندر یہ مخلوق ایک دوسرے کی بولی یا اشارات و کنایات سمجھتی ہے دیکھو جس وقت ایک مرغی اپنے بچوں کو بلاتی یا آواز دیتی ہے تو کس طرح بچے کشاں کشاں اُس کی طرف چلے آتے ہیں جس وقت ایک کوا بولتا ہے تمام کوّے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جس وقت ایک کونج اُڑتی ہوئی آواز دیتی ہے۔ اُس وقت دوسری کونجیں سن کر فوراً ہی اُس کا رُخ کرتی ہیں۔ یہ سب کی آوازیں اور حرکات ایک دوسرے کو فوراً ہی خبردار کر دیتی ہیں۔

کیا اِن باتوں سے ہم یہ سمجھ نہیں سکتے کہ یہ زندہ جماعتیں بھی اپنے اپنے گروہ کے اندر کوئی نہ کوئی بولیاں اور طریق تفہیم و افہام رکھتی ہیں۔ جب قدرت نے ان کی ضروریات کا سلسلہ رکھا ہے تو اُس پر یہ بھی لازم تھا کہ اُسے کوئی بولی اور کوئی طریق تفہیم و افہام بھی عطا کرے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ انسان تو صاحب ضروریات ہو کر ایک قسم کا احساس و ادراک اور بولی رکھے اور یہ گروہ محروم رہیں۔ انسان زبان سے بولتا اور لسانی حرکات سے سمجھاتا اور سمجھتا ہے یہ حیوانات بھی ایک منہ اور ایک زبان رکھتے ہیں ان کا بھی ایک دل اور ایک کلیجہ ہے یہ دوسری بات ہے کہ اُن کا نمونہ اور طرز کسی اور قسم کا ہے۔ اس سے صرف یہ فرق پڑ جاوے گا کہ اُن کی بولیوں اور سمجھنے سمجھانے کا انسان کے خلاف کوئی اور ڈھنگ اور طریق ہوگا۔ نہ یہ کہ اُنہیں یہ حاصل ہی نہ ہو۔

سو اس سے کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ جماعتیں جماعت وار کوئی طریق تفہیم و افہام بولی بولیاں یا سمجھنے اور سمجھانے کا ڈھنگ نہیں رکھتی ہیں۔ تو یہ ایک ایسا باطل قیاس ہوگا کہ جس کے ابطال پر کسی اور دلیل لانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے جب ہم اُن کی ضروریات اور ایک قسم کے احساس اور نوعی تمدن کا وجود پاتے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ قدرت کی جانب سے اُنہیں کوئی طریق سمجھنے سمجھانے کا نہیں دیا گیا ہے۔ ایک طرح سے قدرت کو الزام دینا ہے کیا ہم دیکھتے نہیں کہ ایک گروہ حیوانات کے اندر کوئی نہ کوئی طریق تفہیم و افہام پایا جاتا ہے اور ہمارے سامنے اِس سے کام لیا جاتا ہے۔

اور ہم خود بھی بعض اوقات ایسی وضاحت سے سمجھ جاتے ہیں کہ ایک حیوان اپنی جنس کے دوسرے حیوان کی بولی سمجھتا اور خود بھی اُسے کچھ سمجھاتا ہے۔ کیا حیوانات ہمیں دیکھ کر یا ہماری آواز اور آہٹ سن کر ڈر کے مارے بھاگ نہیں جاتے۔ کیا بندوق دیکھ کر یا شکاری کو تاڑ کر حیوانات اور پرندے دوڑ اور اُڑ نہیں جاتے۔ کیا شکاری سو جان جوکھوں سے شکار کے وقت خود کو شکار سے چھپاتے نہیں۔ کیا کتے۔ گھوڑے۔ گائے وغیرہ وغیرہ اپنے مالکوں اور اپنے پالنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ایک گھوڑی گھوڑا۔ گائے اور بیل کبھی کبھی دوسرے غیر لوگوں کے بس میں نہیں رہتا لیکن اُن لوگوں کے بس میں آجاتا ہے جو اُنہیں دانہ گھاس دیتے یا جنگل میں چرانے کو لیجاتے ہیں۔ کیا جانور ہمیں پہچان نہیں لیتے۔ یہ سب باتیں وہی ہیں جو ایک دوسرے رنگ میں انسان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جب حیوانات اِن امور اور ان باتوں میں ایک اختلاف کے ساتھ ہمارے ساتھ مشترک ہیں تو کیا اپنے اپنے رنگ میں اُن کا کوئی نہ کوئی طریق تفہیم و افہام رکھنا یا اپنے اپنے دائرہ کے اندر بولیاں بولنا کوئی خلاف عقل بات ہے۔

بے شک ہم ناطق ہیں لیکن اس کا یہ منشا نہیں ہو سکتا کہ دوسری حیوانی جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں کوئی نطق رکھتی ہی نہیں۔ ہمارے نطق کا ایک اور رنگ ہے اور حیوانات کا نطق ایک اور رنگ رکھتا ہے۔ حسیات اور نطق میں ایک نسبت ہے اور اگر سچ پوچھو تو نطق ہمیشہ حسیات کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی حسیات کا نمبر مقابلتاً بڑھا ہوا ہے اس واسطے ان کے نطق کی حد اور وسعت اور طریق کچھ اور ہے اور دیگر حیوانات کے حسیات اور نطق کی کیفیت کچھ اور۔ اختلاف کیفیت سے کسی شئے کی ہستی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ ثابت ہے کہ دوسرے حیوانات ایک قسم کی حس اور شعور رکھتے ہیں اور اُس حس اور شعور سے ہمیشہ اپنے دائرہ کے اندر کام بھی لیتے ہیں اور اُن کے طریق تفہیم و افہام بھی ہیں تو کہنا ہی نہیں پڑے گا بلکہ یقین بھی کرنا پڑیگا کہ اُن کی بولیاں بھی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے اپنے اپنے رنگ میں باتیں بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھاتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔

رہی یہ بات کہ اِن جماعتوں کی باتیں اور تفہیم و افہام کیسے یا کن الفاظ کے ذریعہ ہوتا ہے یہ اب تک انسان پر کھلا نہیں ہے۔ کہ کس طور پر یہ گروہ باتیں کرتے ہیں اور آیا انسانی نقطۂ خیال کی رو سے اُنہیں باتیں کہا جا سکتا ہے یا کچھ اور۔ بظاہر اِس امر کی ضرورت بھی نہیں کہ ہم بوجہ اِس لاعلمی کے اِس بات سے ہی انکار کر دیں کہ دیگر حیوانات اپنے دائروں کے اندر نہ کچھ سمجھتے ہیں اور نہ کچھ سمجھا سکتے ہیں۔

میاں مٹھو (طوطا) اور مینا سکھانے پر اُسی طرح انسانی الفاظ رٹتے ہیں جس طرح انسان بولتا ہے۔ جب انسانی الفاظ پرندوں کی زبان پر چڑھ سکتے ہیں تو یہ دلیل ہے اِس امر کی کہ پرندوں کے اپنے الفاظ اس سے بھی بسہولت اُن کی زبان سے بولے جاتے ہونگے اگرچہ اُن الفاظ کا رنگ کچھ اور ہو اور ہمارے انسانی نقطۂ خیال سے اُنہیں الفاظ کہا جاوے یا کچھ اور۔

ایک روشن خیال انگریز مدتوں سے اس کوشش میں ہے کہ پرندوں کی زبان سمجھ سکے اور جہاں تک بعض اخبارات میں نکلا ہے وہ کسی حد تک اپنی اِس کوشش میں کامیاب بھی ہوا ہے۔ اس سے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ صحیح کوشش سے انسان رفتہ رفتہ حیوانات کی بولیوں سے واقف ہو سکتا ہے اور اُن کے نشانات مقررہ سے کچھ نہ کچھ مطلب بھی نکال سکتا ہے۔

شاید کوئی یہ کہے کہ حیوانات کوئی بولی تو نہیں بولتے ہیں بلکہ اپنے مقررہ اشارات و کنایات کے ذریعہ سمجھتے اور سمجھاتے ہیں۔ اس واسطے اُن کی بولیوں کا معترف ہونا صحیح نہیں۔ اوّل تو اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ قدرت انسان کو ایک قسم کا نطق دے اور دیگر حیوانات باوجود ضروریات

سکھے اور تسیات کے اس سے محروم رہیں جب اپنے اپنے دائرہ میں ہماری طرح اُنہیں خاص خاص قوتیں حاصل ہیں تو کیوں اُنہیں کوئی بولی بھی حاصل نہو۔

مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم نے ترجمہ قرآن مجید میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر لکھا ہے کہ:۔

کسی ڈاکٹر نے بڑی کاوش سے چیونٹیوں کے اشاروں کا مطلب تحقیق کر کے لغت کی طرح ایک کتاب لکھی ہے۔ اس سے ڈاکٹر صاحب کا منشا یہ ہے کہ اُن اشارات سے چیونٹیوں کی حسیات اور اغراض سے آگاہی حاصل کی جاوے اور یہ دیکھا جاوے کہ کس طور پر چیونٹیاں ایک دوسری سے بات چیت کرتی ہیں اور کس طرح ایک دوسری کو مطلب سمجھاتی اور سمجھتی ہیں۔

جب ایک انسان چیونٹیوں کے اشارات سے اُنکی اغراض کا پتہ لگا سکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ چیونٹی کی اِس حرکت اور اس اشارہ سے یہ مطلب ہے تو اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ خود چیونٹیاں کس سہولت سے اُن سے کام لیتی ہونگی۔ کیا اس سے ہم یہ قیاس نہیں کر سکتے کہ یہی اُن کی بولی ہے اور اسی طریق پر وہ ایک دوسری کو سمجھاتی اور ایک دوسری سے سمجھتی ہیں۔

جب ایک ڈاکٹر تجربہ اور مشاہدہ کے زور سے چیونٹیوں کی حرکات اور اشارات سمجھ لیتا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کیوں ملکہ ذہنیت سے منطق اور پرندوں کی بولیاں یا اشارات سے مطلب نہیں نکال سکتے تھے یا خدا کی مرضی کے تحت اُنہیں ایسا ملکہ نہیں مل سکتا تھا یا خدا اُنہیں ایسا سکھا نہیں سکتا تھا

ہم بعض وقت اپنے خیالات کے تقلید سے خدا اور خدا کی قدرت یا اختیارات کو ایسا محدود بنا دیتے ہیں کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا محض مجبور ہے۔ حالانکہ وہ "فعّال لما یرید" ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام کا یہ فرمانا کہ مولا کریم نے اُنہیں پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دی ہیں یہ معنی بھی رکھتا ہے کہ قدرت کی جانب سے اُنہیں ایسا ملکہ بخشا گیا ہے جس سے وہ اُن کی باتیں سمجھ لیتے ہیں اور اگر یوں بھی سمجھا جاوے کہ خدا نے اپنی مہربانی سے اُنہیں پرندوں اور چیونٹی کے اشارات کنایات اور طرز کلام سے بذریعہ الہام یا القا ان کے واقف کر دیا تو اس میں کیا قباحت ہے۔ کیا خدا ایسا کرنے سے عاری ہے یا اس میں قدرت کا کوئی ضابطہ اور رسم ٹوٹتی ہے اور اس میں کون سا استحالہ لازم آتا ہے۔

منطق الطیر سے حسب ذیل مراد ہو سکتی ہے

(۱) نطق الطیر
(۲) اشارات طیر
(۳) کنایات طیر

اشارات اور کنایات بھی نطق کے معنوں میں ہیں دیکھو تار برقی کے ذریعہ بڑے بڑے پیغام پہنچائے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اشارات ہی ہوتے ہیں۔ جو اس فن سے واقف ہیں وہ مختلف ضربات ہی سے مطلب نکال لیتے ہیں۔ اگر مان لیا جاوے کہ حیوانات صرف اشارات اور کنایات ہی سے کام لیتے ہیں تو اس صورت میں بھی منطق الطیر ثابت ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام اُس سے واقف تھے۔ اور مولاے کریم ہر شخص کو ایسا ملکہ عطا کرنے پر قادر ہیں اور جسے ایسا ملکہ حاصل ہوتا ہے وہ پرندوں اور جانوروں کی بولیاں سمجھنے لگتا ہے اور اُن کے اشارات و حرکات یا کنایات سے اُن کی اغراض کا تجربہ اور مشاہدہ کے زور سے پتہ لگا سکتا ہے۔ دیکھو شکاری لوگ سے اُسی جنس کو دور دور سے اکٹھا کر لیتے ہیں تیترا اور بٹیر پکڑنے کے واسطے تیترا اور بٹیر کا کھیتوں اور جنگلوں میں رکھ کر یا لگا کر شکار کر لیتے ہیں۔ جب ایک تیتر بولتا ہے تو اُس کی آواز پر دوسرے تیتر بھی آجاتے ہیں۔ اگر دوسرے تیترا اور بٹیرا اپنے ہم جنس کی بولی سے واقفیت نہیں رکھتے تو وہ کیوں آجاتے ہیں اور کیوں تیترا اور بٹیر کبوتر کے بولنے پر نہیں آجاتے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ہر نوع پرند۔ درند چرند وغیرہ اپنی اپنی جماعتوں کی بولیاں سمجھتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قصہ منطق الطیر کے قرآن مجید میں لانے سے صرف یہی منشا نہ تھا کہ بطور ایک قصہ کے اُسے بیان کیا جاوے بلکہ یہ بھی کہ پڑھنے والے اس بات سے بھی مطلع رہیں کہ دیگر حیوانات بھی حسیات ضروریات اور بولیاں رکھتے ہیں۔ اُن کی بھی امم ہیں وہ بھی ایک سلسلۂ تمدن رکھتے ہیں۔ اُن کا بھی ایک عالم ہے۔ انسانوں کا یہ بھی فرض ہے کہ علم حیوانات کی طرف بھی متوجہ ہوں اور دیکھیں کہ اس گروہ میں خدا کی قدرتوں۔ عجائبات اور حکمتوں کا کیا کچھ نمونہ ہے اور قدرت نے اُن میں بھی کیا کچھ رکھا ہے۔

جو لوگ بچشم بصیرت حیوانات کا مشاہدہ کرتے ہیں اُن میں بہت کچھ پاتے اور اُن سے علمی رنگ میں مستفید بھی ہوتے ہیں اور اس علم سے اپنے خالق کی گوناگوں حکمتوں اور عجائبات کے معترف ہو کر اُس کی حمد میں لگے رہتے ہیں۔

اگر تم غور سے حیوانات کی آوازیں سنوگے تو تمہیں پتہ لگ جائیگا کہ اُن کا بھی ایک تلفظ ہوتا ہے یا یہ کہ انسان اپنے رنگ میں اُن کا بھی تلفظ کر سکتا ہے۔

مثلاً۔ جب کبوترا اور فاختہ بولتی ہے تو اُن کی بولیاں کوئی نہ کوئی تلفظ ضرور رکھتی ہیں۔ یا یہ کہ اُن کا کوئی نہ کوئی انسانی لہجہ میں تلفظ ہو سکتا ہے۔

اگر حیواناتی ڈکشنری سے ہم واقف ہوتے تو شاید اس سے بھی زیادہ واقف ہو سکتے ٭

سلطان احمد
(جہلم)

زمین کے وارث صالح بندے ہیں

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ (پ ۱۷ - الانبیاء ع ۷)

اس آیۂ پاک میں خداوند کریم نے قانون فطرت کا ایک کلیہ بیان کیا ہے جس کے اچھی طرح نہ سمجھنے سے لوگوں نے اس کے معانی و مطالب کے بیان کرنے میں غلطیاں کی ہیں۔ وہ کلیہ یہ ہے کہ قانون الٰہی مستحق کو دیتا ہے غیر مستحق کو نہیں دیتا۔ مستحق سے مراد وہ شخص ہے جس نے قانون قدرت کے مطابق مطلوب کے حاصل کرنے میں صحیح محنت کی ہو۔ اسی کلیہ کی توضیح قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر اس طرح کی گئی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۔ "جو شخص اچھا کرتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے اور جو برا کرتا ہے اسی کو اسکا ضرر ہوتا ہے۔"

دنیا میں جس قدر چیزیں قدرت نے انسان کے لیے مفید یا مضر پیدا کی ہیں۔ ان کے لیے قانون الٰہی یہ ہے کہ انسان جس مفید چیز کو حاصل کرنا چاہے اس کے لیے صحیح طریقوں سے محنت کرے۔ جہاں تک امدادی فعلوں کو اس کے ملنے میں دخل ہے وہ چیز ضرور ملے گی۔ اور اگر کسی مفید چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے چند امدادی فعل ناگزیر ہوں۔ تو جبتک وہ امدادی فعل نہ کرے گا وہ چیز نہ ملے گی۔ صحیح محنت کر لینے کے بعد ہی وہ مطلوب حاصل کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی خارجی مانع نہ آئے تو مطلوب بے ملے نہیں رہتا۔

اس قانون قدرت کو سامنے رکھکر انسان جب دنیا کی تاریخ کو غور سے دیکھے تو اسکو نظر آ جائیگا کہ جو افراد و اقوام اپنی قوت بازو سے فطرتی اصول۔ راستبازی و اخلاص و عدل و اعتدال و احسان کے پابند ہو کر دنیا کی نعمتوں کے حاصل کرنے میں دل توڑ کر محنت کرتے ہیں وہی آخر کو کامیاب ہوتے ہیں اور جو افراد و اقوام اس کی مخالفت کرتے ہیں گو اُن کو سرسری ارتقاء اور کامیابی ہو۔ لیکن آخر کو اُن کا پردہ فاش ہوتا ہے اور عادل حقیقی غیر مستحقوں سے مغصوب نعمتوں کو چھین کر اُن کو دیتا ہے جو مستحق ہوں۔ مستحق کون ہیں؟ خدا کہتا ہے کہ جو صالحین میں داخل ہیں۔ اور صالحین سے مراد وہ سچے اور راستباز بندے ہیں جو فطرتی اصول راستبازی و اخلاص و عدل و اعتدال و احسان کے پابند ہیں۔

چونکہ ہمارا اسلام اب آبائی ہو گیا ہے۔ اس لیے اب ہمکو اس سے بحث نہیں کہ ہمارا مذہب ہے کیسا اور ہم کو اس کی رو سے کیا کیا کرنا چاہیے۔ بس ہمارے لیے اس قدر کافی ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے اور زندہ کیا جانا چاہیے۔ ہم مسلمانوں کو اسلام آباؤ اجداد سے میراث میں ملا تھا۔ ہماری کمائی کا نہ تھا۔ اس کو ہم نے اس طرح بے قدری سے برباد و تباہ کر دیا جس طرح ناخلف اولاد اپنے مر جانے والے ماں باپ کا اندوختہ بیہودہ بے دردی کے ساتھ آوارگی میں اڑا دیتی ہے۔ ہم میں اسلامی خوبیوں کی خوشبو کہیں نام کو بھی نہیں پائی گئی ہے۔ دنیا میں جس قدر بڑی باتیں ہیں۔ وہ سب ہم میں اسی طرح بھری ہوئی ہیں جیسا ہمارے اسلاف میں کبھی خوبیاں تھیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم قرآن حکیم کے اُن حکیمانہ اصول کے سمجھنے سے عاری ہیں۔ جن پر قومی ترقی و کامیابی کا انحصار ہے۔ عام مسلمانوں نے تو اسلام کا منشاء صرف یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ خدا کی خدائی اور نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کا قائل ہو جانا ہی اسلام ہے۔ بس اور کچھ نہیں۔ حالانکہ سچے مسلمان اُن تمام صفات کے جامع تھے۔ جن کا سبق قرآن حکیم دیتا ہے۔ زہد اُن پر فخر کرتا تھا۔ اور پرہیزگاری ان پر ناز کر رہی تھی۔ بزرگی ملوک کی اُن کو عار تھا جس سے ملتے تھے خلق سے ملتے تھے۔ خلوص اور بھائی اُن کا شعار تھا۔ اپنے پرائے کے حقوق کو وہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ان باتوں پر اُن کا عمل تھا۔

اسلام فقط ایکبار لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ کہہ لینے کا نام نہیں ہے بلکہ اس پر سچے دل سے اعتقاد لانا اور اس کے ساتھ ان احکام پر ایمان بھی مشروط ہے جن کے کرنے نہ کرنے کے لیے اُس کا کلام پاک نصیحت کا مجموعہ بنکر نازل ہوا تھا یا جس کی ہدایت اُس کے رسول برحق نے فرمائی تھی۔ صوم۔ صلوٰۃ۔ حج اور زکوٰۃ خیر یہ تو اسلام کے رکن ہیں ان کو فرض نہ جاننے والے پر تو کفر کا اطلاق ہوتا ہے لیکن حسن خلق۔ حسن معاشرت۔ تمدن۔ صلۂ رحم۔ ذوی القربیٰ کے حقوق۔ مسافر فقراء اور یتیموں کے ساتھ ہمدردی و مروت۔ عہد کی وفا۔ قول کی راستی جہاں نفس۔ اخلاص۔ عدل۔ احسان اور ان کے علاوہ وہ سب باتیں جن سے انسان انسان ہو سکتا ہے اور جن پر عمل کرنا بھی سچے مسلمان کا فرض ہے بالکل بھلا دیا ہے حالانکہ یہی وہ صراط مستقیم ہے کہ جس پر انسان چلکر صالحین کی جماعت میں ملکر زمین کا وارث بنتا ہے۔ یہ علم الاخلاق کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ جس مادہ سے آدمی بنا ہے اُس میں ایک حد تک اس بات کی قوت فطرتاً موجود ہے۔ کہ جیسے ماحول (گرد و پیش کے حالات یعنی جو مرکبات مادہ و قوت مانند آب و ہوا حیوانات و نباتات و معدنیات انسان کی گرد و پیش ہیں اور اس کی راحت و اذیت میں اثر کرتے ہیں) میں وہ رہے رفتہ رفتہ اُنکے مناسب ہونے کے لیے ترقی کرے۔ اس لیے ماہرین علم الاخلاق کا قول ہے کہ "اگر آدمی کی ساخت میں ماحول (گرد و پیش) سے مناسبت کی طرف ترقی کرنے کی قوت نہ ہوتی۔ تو ایسے ماحول میں پیدا ہونے کے بعد جس میں اُسکو زندہ رہنے کے لیے جد و جہد اور مفید کے حاصل کرنے اور مضر سے بچنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ زندہ رہنا محال ہو جاتا۔"

اس کے ساتھ وہ اس کو بھی مانتے ہیں۔ کہ جہد للبقا (یعنی زندہ رہنے کے لیے کوشش کرنا) میں بعضوں کو زیادہ کامیابی ہوتی ہے۔ اور بعض کو کم۔ جو اپنے تغیرات باطنیہ کو خارج کے تغیرات سے زیادہ مناسب کر لیتے ہیں۔ وہ زندہ رہنے میں زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور جو ماحول سے مناسبت پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ وہ حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔ جو

لوگ اپنے اندر ان تغیرات میں ایسی اصلاح کر سکتے ہیں کہ وہ خارجی تغیرات کے مناسب ہو جائیں صرف وہی بچتے ہیں اور جو اصلاح نہیں کر سکتے وہ فنا ہو جاتے ہیں تمام عالم کون و فساد ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس میں ایک چیز بنتی ہے تو دوسری بگڑتی ہے۔ الہٰی نظام اس کی شہادت بدیں الفاظ اہل دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے:۔

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۔ "خدائے پاک جس چیز کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم کرتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے"

سچ تو یہ ہے کہ عالم کائنات اسی ام الکتاب کا ایک ورق ہے۔ اس پاک کتاب کے بنظر غائر مطالعہ کرنے والوں کو صاف نظر آتا ہے کہ دنیا ایک قانون الٰہی کے نظام میں کسی ہوئی ہے۔ اور اس سے ہرگز تجاوز نہیں کر سکتی۔ تمام نظام عالم اسی قانون پر چل رہا ہے۔ دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ ایک چراغ بجھتا ہے تو دوسرا جلتا ہے۔ ایک گھر بگڑتا ہے تو دوسرا بنتا ہے۔ مگر انسان اس قدر غافل ہے کہ وہ کبھی ان تغیرات کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ چونکہ انسان کو حقیقت سمجھنی تھی اس لیے خدائے پاک نے خود ہی اس کی نسبت کھلے لفظوں میں بتا دیا ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۔ "سورج کی یہ طاقت نہیں ہے کہ چاند کو پالے۔ اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب اپنے دائرہ وجود میں گھوم رہے ہیں" (پ ۲۳ ۔ یٰس ۔ ع ۳)

بلکہ انسان کو یہاں تک یہ دقیق حقیقت آسانی سے سمجھا دی گئی ہے کہ:۔ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (پ ـ ع) یعنی تمہارے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں (صرف باہر ہی نہیں) بلکہ خود تمہارے وجود کے اندر بھی موجود ہیں۔ پھر کیا تم اپنے وجود کو بھی نہیں دیکھتے۔"

پس قدرت کا یہ عمل اُفقِ عالم کے سوا خود انسان کے اندر بھی جاری ہے انسان کو بتایا جاتا ہے کہ اس کے جسم کے ذرات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں۔ مگر انسان ہے کہ وہ اپنے اندر کے مخفی اثرات کا بھی احساس نہیں کرتا۔ مختصر یہ کہ کوئی علمی یا حسی خدائے پاک کے اس اٹل قانون کو بدل نہیں سکتی۔ یہ ابدی قانون ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

اصلاح کر کے زندہ رہنے کے واقعہ کو حکیم سپنسر نے خلافۃ الاوفق اور ڈارون نے انتخاب طبیعی کہا ہے۔ خلافۃ الاوفق کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ اپنے ماحول کے سب سے زیادہ موافق ہوتے ہیں وہی زندہ رہتے ہیں۔ اور خلیفہ یا قائم مقام ہوتے ہیں اُن کے جو ناموافق ہونے سے فنا ہو گئے۔ انتخاب طبیعی کے یہ معنی ہیں کہ فطرت اُن فردوں اور نوعوں کو چن چن کر زندہ رکھتی ہے جو اپنے ماحول سے مناسب ہوں۔ اور جو مناسب نہیں ہوتے اُن کو ہلاک کر دیتی ہے۔

مگر قرآن کریم اُن تمام حکیمانہ علوم و اصول کا جامع ہے۔ اور اُسے دعوٰی ہے کہ وہ تمام دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں اور سائنس دانوں کا ہادی ہے۔ تو ایک مومن بالقرآن کو اس قانون الٰہی کے مطابق اس آیت پاک کے مفہوم سمجھنے میں کسی عذر کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (پ ۱۷ ۔ انبیاء ۔ ع ۷) "تحقیق زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے"

اگر "صالح" کے معنی "مناسب ماحول" کے لیے جائیں۔ اور اس آیت شریفہ سے علم الاخلاق کے عالموں کے کلیہ "خلافۃ الاوفق" کو سمجھ لیا جائے اور درحقیقت ایسا ہی ہے۔ تو کس قدر ماہرین علم الاخلاق کے ایوانوں کے زندہ رہنے کی وجہ اور سبب ہے۔

علم الاخلاق کے نزدیک دنیا کے بادشاہ "صلحا" کی جماعت میں داخل ہیں۔ یعنی صالح سے ولی یا وظیفہ خواں یا شب بیدار انسان ہی مراد نہیں۔ بلکہ وہی لوگ مراد ہیں جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ متعدد غیر صالح قوموں نے اپنی سلطنت کھو دی۔ متعدد قومیں ایک مدت تک وارث تاج و تخت رہ چکی تھیں۔ متعدد حکمران قومیں اعمال فاسدہ کے نشہ میں چور ہیں۔ اور سمجھتی ہیں کہ یہی اعمال تہذیب و تمدن کے زیور ہیں۔ اُن کا ایسا سمجھنا غلطی ہے بلکہ خدائے پاک جو قانونِ قدرت اور قانونِ فطرت کا خالق و مالک ہے یہی شرط لگاتا ہے کہ زمین کے وارث صالح بندے ہی رہے ہیں اور اب ہیں اور آئندہ رہیں گے۔ دنیا میں اب تک جتنی قومیں پیدا ہوئیں اُنہوں نے عروج پایا اور فنا ہو گئیں اور آئندہ جتنی قومیں پیدا ہوں گی عروج کریں گی۔ اور نابود ہوں گی۔ وہ سب کی سب يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ کی مثالیں ہوں گی۔ قرآن حکیم نے یہ ایک ایسا قانونِ قدرت بیان فرمایا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور جس میں کبھی تبدیلی نہ ہو گی۔

صحیفۂ فطرت پر غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ تمام عالم وجود و حیات میں "تنازع البقاء" یعنی بقا اور زندگی کے قائم رکھنے کے لیے ایک دائمی جنگ اور مقابلہ قائم ہے اور اسی حالت سے "انتخاب طبیعی" اور "بقاء امثل و اصلح" کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ جس کا مطلب کھلے اور صاف لفظوں میں یہ ہے کہ فطرت صحیح اور طاقتور کو بقا اور زندگی کے لیے چھانٹ لیتی ہے۔ اور کمزور و غیر صالح کو فنا کے لیے چھوڑ دیتی ہے۔

جس طرح جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا اور کمزور شکست کھاتا ہے اسی طرح اس جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا اور کمزور شکست کھاتا ہے یعنی طاقت اور صحت فتح پاتی ہے اور ضعف و نقص شکست کھا کر رفتہ رفتہ ہلاک ہو جائیگا اور یہی دراصل فطرت کا قانون تغلب ہے طاقت کو باقی رکھنے کیلیے الگ کر لینا اور ضعف کو ہلاکت کے لیے جدا کر دینا اسی کا نام "انتخاب طبیعی" اور "نیچرل سلکشن" ہے۔ انتخاب طبیعی اسی کا نام ہے۔ قوت اور صحت ہی کو فطرت باقی رکھے گی نہ کہ ... اور وہی قوم جس کے بازو میں قوت اور جس کے عمل میں صلاحیت ہو گی۔ وہی ہمیشہ زمین کی وارث رہیگی۔

البتہ عمل صالح سے مراد قرآن حکیم میں یہ ہے۔ کہ جس کو دوسرے مواقع پر

حق کے بقا اور باطل کی شکست و ہلاکت سے تعبیر کرتا ہے۔ اور اس کو صدہا آیتوں میں مختلف پیرایوں سے بیان کرتا ہے جن کا خلاصہ اور حاصل مطلب یہ ہے کہ "حق کا خاصۂ قدرتی یہ ہے کہ وہ صرف کامیابی و فتح اور بقا و دوام کے لیے ہے۔ نقصان اور ہلاکت کبھی اس کے لیے نہیں۔ اس کے بالمقابل "باطل" ہے۔ یہ صرف فنا و ہلاکت کے لیے ہے۔ اس کو کبھی بھی کامیابی نہیں مل سکتی۔ حق کا ساتھ دینے والی اور اس کی حمایت و طلب میں اپنی ہمت و قوت کو صرف کرنے والی جماعت کا نام صالحین کی جماعت ہے۔ وہ تمام قرآن اسی قانون بقاء حق و فنا باطل کے ذکر سے لبریز ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا "(اے پیغمبر!) کہدے کہ حق آیا اور باطل نابود ہوا۔ کہ باطل صرف نابود ہونے ہی کے لیے ہے۔"

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ "اور اللہ اپنے کلمات سے حق کو حق کر دکھلائیگا اگرچہ باطل پرستوں پر یہ شاق گزرے"

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (پ۳۔ آل عمران ع ۶) "جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے خدا اُن کو پورا پورا معاوضہ دیگا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔"

قرآن حکیم تلاوت کرنے۔ نماز پڑھنے۔ سجدہ و رکوع کرنے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کو بھی عمل صالح میں شمار کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن حکیم یہ بھی کہتا ہے کہ صلحا برائی کا کسی حالت میں ساتھ نہیں دیتے۔ نیکی اُن کی فطری وراثت ہے۔ صلحا مصیبت اور تکلیف کے وقت مایوس نہیں ہوتے۔ وہ ناشکری نہیں کرتے۔ خوشحالی اور فارغ البالی میں خود و فخر سے بھی بچتے ہیں۔ وہ لوگوں کی امانت ادا کرتے ہیں۔ ہر حالت میں عدل اور انصاف کو مد نظر رکھتے ہیں اور نہایت منصفانہ فیصلہ سناتے ہیں۔ احکام الٰہی کی مخالفت نہیں کرتے۔ وہ خدا کی مخلوق کو نہیں ستاتے اور اُن کو غلامی کی زنجیر میں جکڑنے کی بجائے اُن کی آزادی اور حریت کے برقرار رکھنے میں اپنی جان تک خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ وہ جو کام کرتے ہیں محض اپنے نور ایمان کی ہدایت سے کرتے ہیں۔ اُن کو ترغیبات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ ہر ایک انسان سے باخلاق پیش آتے اور جھک کر ملتے ہیں۔ عاجزی اور تواضع اُن کا شیوہ ہوتا ہے۔ وہ عدل الٰہی کے قیام کے لیے اپنی تمام قوتوں کو وقف کر دیتے ہیں۔ وہ حرکت میں برکت سمجھتے ہیں۔ ان کی زندگی کی بنیاد ارادہ نہیں بلکہ عمل ہوتا ہے۔ وہ ہر معاملہ کو دیانتداری سے نباہتے اور ہر مشکل اور مصیبت میں صبر سے کام لیتے ہیں۔ شکرگزاری ان کی عادت میں داخل ہوتی ہے وہ کبھی ذلت و رسوائی کو پسند نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ معزز اور بلند و ممتاز ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ حق اور قربانی کی باہم وصیت کرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔ اس دعوت کی اشاعت و حمایت میں ظلم و غصب حقوق کی ان کو کبھی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ دلیری کے ساتھ ظلم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور طاقت کے ساتھ اپنے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری ان کی ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ نہایت پاک و بامراد زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کا دل حرص و طمع سے خالی ہوتا ہے۔ رشک و حسد سے اُن کو نفرت ہوتی ہے۔ وہ جزاء اُخروی کے آگے دنیوی مال و دولت کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ وہ ہر سچی کوشش۔ ہر سچی خدمت بلکہ ہر نیک نیت کو بھی اعمال صالحہ ہی کو سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کا ولی اور رفیق و مددگار خداے پاک بن جاتا ہے۔ پھر ہر قوت اور طاقت اُن کے سامنے کھڑی ہوتی ہے وہ پست اور کمزور ہو کر شکست کھا جاتی ہے۔ انہی کے حق میں ارشاد ہے کہ "زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہونگے"۔

آجکل مسلمان اتو فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ اس پاک جماعت میں کس قدر شامل اور اس کے وعدہ کے کس قدر حقدار ہیں۔ جب تک مسلمان قرآن حکیم کے ان وعدوں کو آنکھ سے نہیں دیکھیں گے۔ وہ کبھی حقیقی ترقی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ فقط

محمد عظیم واعظ اسلام (از گکھڑ ضلع گوجرانوالہ)

کفایت شعاری اور میانہ روی

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (پ۱۵ ع۴) اور نہ تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے ہی جوڑ رکھ اور نہ اُس کو کلیۃً کھول دے کہ ملامت کا مارا تنگ حال ہو بیٹھے۔

اس آیت میں اُس انجیلی افراط کی اصلاح مد نظر ہے جو متی ۱۹ باب ۱۶–۲۲ میں اس طرح پر ہے "ایک دولتمند نے حضور مسیح کے پاس رہنا اور خدائی بادشاہت میں داخل ہونا چاہا اُسے حکم دیا۔ تمام مال و اسباب دے ڈال تب میرے ساتھ رہ۔" متی ۶ باب ۲۱–۱۹ میں ہے "مال اپنے لیے آسمان پر جمع رکھ جہاں کیڑا نہ مورچہ خراب کرے نہ چور سیندھ دے جہاں مال ہے وہاں دل ہے۔"

یہ ایسے احکام ہیں کہ ان پر نہ عمل ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہاں خاص صورتوں میں ان کی تعمیل ہو تو مضائقہ نہیں۔ مگر ایسے حکم ابدی نہیں ہو سکتے۔ اور آیات قرآنی اس مسئلہ میں حسب ذیل ہیں۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۸/۱۲) کھاؤ اور پیو اور خطاکاری مت کرو۔ تحقیق اللہ خطاکاروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۱۵/۳) بے شک فضول خرچ شیطان کے بڑے بھائی ہیں۔

تمام مہذب یورپ کا عمل انجیل مقدس کے خلاف اور قرآنی آیات کے موافق ہے۔ وہ عیسائی بھی جو اشاعت انجیل میں سرگرم ہیں اس حکم انجیلی کے موافق اپنا مال و اسباب نہیں دیتے۔ علم اقتصاد کے اصول بھی آیات قرآنی کے مطابق ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ ہے

السیرۃ المحمدیۃ والخصائص النبویۃ

برگزیدہ نبی کے برگزیدہ خصائل

ورود وفود

"وفد نجران کا جناب رسالت مآب صلعم کی خدمت میں حاضر ہونا اور ابطال الوہیت و ابنیت جناب مسیح علیہ السلام و تردید تثلیث"

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا (پ ۶ ـ س ـ النساء ـ ع ۲۳)

ترجمہ "اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد اعتدال سے تجاوز (یعنی افراط و تفریط) نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو۔ حق بات تو اتنی ہی ہے کہ مریم کے بیٹے عیسےٰ مسیح بس اللہ کے ایک رسول ہیں اور خدا کا حکم جو اس نے مریم کی طرف کہلا بھیجا تھا (کہ بلا شوہر حاملہ ہو جاؤ اور وہ ہو گئیں) اور وہ ایک روح تھی جو خاص خدا کی طرف سے دنیا میں آئی تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو۔ اس سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بس اللہ ہی اکیلا معبود ہے وہ اس سے بری ہے کہ اس کے کچھ اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کا کارساز بس ہے۔ مسیح کو خدا کا بندہ ہونے میں ہرگز کسی قسم کی عار نہیں اور نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں اور جو خدا کا بندہ ہونے سے عار رکھے اور برائی کی لے تو عنقریب خدا ان سب کو اپنے پاس کھینچ بلائیگا"

سنہ ہجری کے اوائل میں حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے دعوت اسلام کے ہدایت نامے مختلف ممالک کے بادشاہوں کے نام اپنے سفیروں کے ہاتھ ارسال فرمائے۔ جو خطوط عیسائی بادشاہوں کے نام بھیجے گئے ان میں مندرجہ ذیل آیۂ مجیدہ بھی درج تھی۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (پ ۳ ـ س ـ آل عمران ـ ع ۱۵/۷)

ترجمہ "اے اہل کتاب! آؤ اسی بات کی طرف رجوع کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں مانی جاتی ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم کو ئی کسی کو اپنا مالک نہ سمجھے پھر اگر ایسی سیدھی اور سچی بات کے ماننے سے منہ پھیریں تو ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو مانتے ہیں"

جس وقت نجران صوبہ یمن کے باشندوں کے پاس جو عیسائی مذہب رکھتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہدایت نامہ پہنچا اور ان کے اسقف اعظم نے اس کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے ۶۰ اہل و صنادید قوم کو طلب کر کے اس خط کے متعلق ان کی رائے دریافت کی۔ شرحبیل بن وداعہ جو قبیلۂ ہمدان کا ایک معزز و ممتاز شخص اور قوم کا معتمد علیہ و مشار الیہ تھا اور معظمات امور بغیر اس کی رائے کے طے نہیں ہوتے تھے اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اولاد اسمٰعیل میں نبوت عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ امر غیر ممکن نہیں کہ یہ وہی شخص ہو جس کی نسبت وعدہ کیا گیا ہے کہ خدا ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا ایک

نبی پیدا کرے گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالے گا اور جو کچھ خدا اسے فرمائیگا وہ سب ان سے کہے گا۔ لیکن نبوت کے متعلق میری رائے قابل اعتماد نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی دنیوی معاملہ ہوتا تو میں اس پر بخوبی غور وخوض کرکے اپنی رائے عرض کرسکتا تھا۔ دیگر ارکان دولت اور اعیان حضرت نے بھی شرجیل کا سا جواب دیا۔ جب اسقف اعظم نے دیکھا کہ امراء و رؤساء میں سے کوئی شخص قطعی جواب نہیں دیتا تو اس نے خیال کیا کہ اس امر اہم واقدم کے متعلق کل علاقہ کے لوگوں کو جمع کرکے اُن سے رائے دریافت کرنی چاہیئے۔

کلیسائے نجران کے متعلق کوئی تہتر گاؤں تھے جن میں ایک لاکھ سے زائد مردان نبرد آزما آباد تھے جو کلہم عیسائی تھے۔ اس زمانہ میں دستور تھا کہ جب کوئی امر عظیم الشان درپیش آتا جس میں اجتماع کافۂ انام ضروری ولابد سمجھا جاتا تو اس امر کا اعلان عام کرنے کے لیے گرجا کے گھنٹے بجائے جاتے اور گرجا پر ٹاٹ کے پردے لٹکائے جاتے تھے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق بھی ایسا ہی کیا گیا۔ جب اسقف اعظم کے حکم سے کل علاقہ کے لوگ جمع ہوگئے تو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نامۂ مبارک پڑھکر سنایا گیا اور عامۃ الناس کی رائے دریافت کی گئی۔ بعد مشورہ کے قرار پایا کہ قوم کے چیدہ ارکان کا ایک وفد زیر قیادت اسقف مدینۂ منورہ میں بھیجا جائے جو وہاں کے حالات من وعن معلوم کرکے واپس آئیں پھر اس کا قطعی فیصلہ کیا جائیگا۔ الغرض اسقف ابو الحارث جو گرجا کا امام اور مرجع انام تھا ملک قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ بھی اس کی بڑی عزت وحرمت کیا کرتے تھے بمعیت ایہم نامی ملقب بہ سید وحاکم وتبع علاقہ ونیز عبد المسیح ملقب بہ عاقب امیر ووالیِ علاقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ اِن کے ساتھ دیگر چیدہ سردار بھی تھے اور کل قافلہ ساٹھ نفوس پر مشتمل تھا۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس وفد کی بے حد خاطر داری کی ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور وہیں اُن کو اُن کے اپنے طور پر نماز پڑھ لینے کی بھی اجازت دی۔ بعض مسلمان مسجد نبوی میں عیسائی نماز سے مانع ومزاحم ہوئے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مزاحمت سے ممانعت فرمائی۔ اِس واقعہ سے اُن مسلمانوں کو عبرت ونصیحت حاصل کرنا چاہیے جو اپنے مسلمان بھائیوں کو ایک ذرا سے اختلاف پر اپنی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے اور وعید الٰہی پس پشت پھینک دیتے ہیں جو قرآن حکیم میں اس طرح وارد ہے۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا (پ ۱ - س - البقرہ - ع ۱۴) یعنی اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لیے جانے کو منع کرے اور ان کی بے رونقی کے درپے رہے۔

جب وفد نجران حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سے حضرت عیسے علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو کی اور پوچھا۔ کیا تم اس بات کے قائل ومعتقد ہو کہ اللہ حی وقیوم ہے؟

اُنہوں نے اِس کا جواب اثبات میں دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جناب مسیح علیہ السلام حی وقیوم نہیں ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسے علیہ السلام خدا نہیں ہیں۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر کوئی چیز آسمان وزمین میں مخفی نہیں۔ وفد اہل نجران نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک اللہ پر کوئی شے کہیں بھی مخفی نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جناب مسیح علیہ السلام کا علم تمام اشیاء پر محیط نہ تھا اور اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام خدا نہیں ہیں۔

پھر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ مستجمع جمیع صفات حمیدہ اور تمام عیوب ونقائص اور حوائج بشری سے منزہ ہے۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ قضائے حاجت کا محتاج ہے۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہاں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسے علیہ السلام کھاتے تھے پیتے تھے۔ اور حوائج بشری کو رفع کرتے تھے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام خدا نہیں ہیں۔

پھر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق کل شے اور مصور فی الارحام ہے۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو ایک عورت نے حمل میں لیا عورت کے حمل کی طرح خدا نے اس کی تصویر رحم مادر میں بنائی۔ اس کی ماں نے اس کو جنا جس طرح عورتیں جنا کرتی ہیں۔ اس کی پرورش کی جس طرح بچوں کی پرورش کی جاتی ہے وفد نجران نے اِن سب باتوں کو تسلیم کیا۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اِن باتوں کا اعتراف کرے وہ اُلوہیتِ جناب مسیح کا کیونکر قائل ومعتقد ہوسکتا ہے؟

غور کرو وفد نجران کے مقابل حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے ابطال اُلوہیتِ جناب مسیح علیہ السلام پر مندرجۂ ذیل آیات سے استدلال فرمایا

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ ۳ - س - آل عمران ع ۱)

ترجمہ :- میں اللہ بہت جاننے والا ہوں اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا ہے۔ اے پیغمبر! اُسی نے تم پر یہ کتاب برحق اُتاری جو ان آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اِس سے پہلے نازل ہوچکی ہیں اور اسی نے اِس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے توریت اور انجیل اُتاری اور اُسی نے اور چیزوں کو بھی نازل کیا جن سے حق وباطل کا فرق

ظاہر ہوتا ہے جو لوگ خدا کی آیتوں سے منکر ہیں بے شک اُن کو سخت عذاب ہوگا اور اللہ زبردست ہے۔ بدلا لینے والا اللہ ایسا دانا و بینا ہے کہ اُس سے کوئی چیز چھپی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ وہی قادر مطلق ہے جو ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تم لوگوں کی صورتیں بناتا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زبردست ہے حکمت والا ہے۔"

نصاریٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس بات پر بہت جھگڑے کہ عیسےٰ بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اِس کے جواب میں مندرجۂ ذیل آیۂ مجیدہ نازل ہوئی:۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (پ ۳۔ س۔ آل عمران۔ ع ۶)

ترجمہ:۔ "اللہ کے ہاں جیسے آدم ویسے عیسےٰ کہ خدا نے مٹی سے آدم کے پُتلے کو بنا کر اُس کو حکم دیا کہ آدم بن اور وہ آدم بن گیا"

غور کرو مرقومۂ بالا آیۂ شریفہ میں یہود و نصاریٰ دونوں پر اتمام حجت کیا گیا ہے۔ یہود کو تو متنبہ کیا گیا ہے کہ جب خدا نے آدم کو مٹی سے بے ماں باپ کے پیدا کر دیا اُس سے عیسےٰ کا بے باپ کے پیدا کرنا کیا عجب ہے۔ پھر عیسےٰ کی پیدائش میں بدگمانی کیوں کی جاتی ہے؟ نصاریٰ پر اِس طرح اتمام حجت کیا گیا ہے کہ اگر عیسےٰ کا بے باپ کے پیدا ہونا اس کے خدا یا ابن اللہ ہونے پر دال ہے تو آدم کے ماں اور باپ دونوں نہ تھے اِس بنا پر آدم کو بطریق اولیٰ اللہ یا ابن اللہ ہونا چاہیے۔

وفد نجران نے کہا کیا عیسےٰ کلمۃ اللہ نہ تھا؟ آپ نے فرمایا بے شک جناب مسیح علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے لیے اسی قدر کافی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو متشابہات کی پیروی ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے مندرجۂ ذیل آیۂ مجیدہ نازل فرمائی:۔

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ۔ (پ ۳۔ س۔ آل عمران۔ ع ۱)

ترجمہ:۔ "جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔"

غور کرو حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم سے استدلال کر کے وفد نجران کے سامنے چند اصولی امور پیش کیے جن سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام بشر ہیں اور انسان سے بڑھکر نہیں۔ اس کے بالمقابل اُنھوں نے کوئی اصول پیش نہیں کیا بلکہ ایک خصوصیت پیش کی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اصول کے بالمقابل ایک خصوصیت پیش کرنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تتبع متشابہات ہے۔ اِس سے یہ نتیجہ نکلا کہ خصائص و فروع کو اصول و قوانین کے ماتحت رکھنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن حکیم نے اصول کی تشریح و توضیح کر کے تمام امور ضروریہ کی تکمیل کر دی ہے۔ لیکن فروع کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ استقصا نہیں کیا جا سکتا بلکہ ہر زمانہ میں نئے فروع پیدا ہوتے رہتے ہیں اور تا قیام قیامت پیدا ہوتے رہینگے۔ اسی بنا پر فروع میں سے بقدر ضرورت کچھ حصہ بیان کیا گیا ہے اور ایک محکم قانون بتایا گیا ہے کہ متشابہات کو محکمات کے یا مخصوصات کو اصول کے ماتحت کیا جاوے۔ اِسی قانون کو ہاتھ میں لیکر ایک مسلمان اسلام کی صداقت دیگر مذاہب کے مقابل میں روز روشن کی طرح ظاہر کر سکتا ہے۔ اِسی اصول کی خلاف ورزی سے ایک ہی کتاب کے پیرو اور ایک ہی رسول کے نام لیوا مختلف فرقوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق سے قومی وحدت کو مستاصل کر رہے ہیں۔ فعتبروا یا اولی الالباب۔

اِس امر کی توضیح بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے معتقدات کی بنا توہمات، باطل پرستی پر ہوتی ہے وہ اصولی بحث سے گریز کر کے متشابہات۔ یا مخصوصات کی آڑ میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ چنانچہ وفد نجران نے بھی الوہیت مسیح علیہ السلام پر یہی دلیل پیش کی کہ ان کو کلمۃ من اللہ کہا گیا ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام سے کسی کو اس شرف سے ممتاز نہیں فرمایا گیا۔ غور کرو یہ ایک دعوےٰ ہے بے دلیل۔ کیا اِس سے الوہیت مسیح کا اثبات ہوتا ہے؟ کیا جناب مسیح علیہ السلام کلمۃ من اللہ ہونے سے دائرۂ بشریت سے نکل جاتے ہیں؟ حاشا و کلا۔ اصل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں تدبر و تفکر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام ہی اکیلے کلمہ نہیں بلکہ کلموں میں سے ایک کلمہ ہیں چنانچہ خدائے عزوجل اپنے بے حد و لاتعد کلمات کے متعلق قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔ (پ ۱۶۔ س۔ الکہف۔ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ "اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لکھنے کے لیے سمندر کا پانی سیاہی کی جگہ ہو تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات تمام ہوں سمندر نبڑ جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور سمندر اُسکی مدد کو لائیں"

آیۂ مجیدہ مرقومۂ بالا میں غور کرو تو تم اِس نتیجہ پر پہنچو گے کہ اس لاانتہا تعداد میں سے جو حق سبحانہ و تعالےٰ کے کلموں کی ہے ایک کلمہ جناب مسیح علیہ السلام بھی ہیں۔ اِس بنا پر یہ اُن کی خصوصیت بھی نہ رہی۔ الوہیت یا ابنیت کا تو کیا ذکر ہے۔

جب حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دلائل و براہین سے وفد نجران پر اتمام حجت کر دیا تو عقل کی رو سے تو وہ قائل ہو گئے۔ لیکن پھر بھی ان کے دلوں میں یہ شبہ کھٹکتا رہا کہ ۱+۱+۱=۱۔ اور الوہیت اور ابنیت مسیح کا مسئلہ اسرار دین میں سے ہے جو بالاتر از قیاس و عقل۔ بلاشبہ یہ بات عقل میں نہیں آتی مگر مذہباً ہم کو ایسا ہی تسلیم کرنا چاہیے۔ آپ نے یہ دیکھکر کہ کورانہ تقلید کے سلسل [illegible] سے وہ اقبال حق سے منحرف ہیں۔ اُن کو مباہلہ کے لیے بلایا۔ یاد رہے کہ [illegible] کے قائل [illegible] عیسائی بھی ہیں،

اور اہل اسلام بھی چونکہ متیقن تھے کہ دعا کا مقرون باجابت ہونا فریقین میں ایک مسلم امر تھا۔ اس بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اب اس پہلو سے باتباع ارشاد باری تعالٰے عزاسمہٗ اتمام حجت کرنا چاہا۔ چنانچہ قرآن حکیم فرماتا ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (پ ۳ - س آل عمران - ع ۱۴)

ترجمہ۔ "پھر جب تم کو عیسٰے کی حقیقت معلوم ہو چکی اس کے بعد بھی تم سے ان کے بارہ میں کوئی کٹ حجتی کرنے لگے تو ایسے لوگوں سے کہو کہ اچھا تو میدان میں آؤ۔ ادھر ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور اُدھر تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور نیز ہم اپنی بیٹیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنے تئیں بھی شریک کریں اور تم بھی اپنے تئیں شریک کرو پھر ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔"

ان آیات کے نزول پر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مباہلہ کے لئے اس شان سے نکلے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام گود میں لیے ہوئے تھے اور جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کو انگلی سے پکڑے ہوئے تھے۔ آپ کے پیچھے خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے پیچھے جناب علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ تھے۔ گروہ نصاریٰ میں سے ایک بڑے پادری نے کہا کہ اس شخص کی نسبت ہم جو پیشگوئی پاتے تھے وہ ... ... پوری ہو گئی ہے۔ وفد کے عام پادریوں سے لوگوں نے اس امر ... ... کی تحقیق و تنقیح کے لیے ... ... اگر یہ نبی ہے جب بھی اس سے مباہلہ کرنا ... ... ہم پر اس کی لعنت ... ... اس کی لعنت سے ہمارا قلع قمع ہو جائیگا ... ... قبول کریں اور اس کی ... ...

... ... جو کہ ... ... اور ... ... ہو چکا ہے ... ... ایسی صورتیں دیکھ ... ... کی دعا مانگیں تو بلا شبہ ان کی دعا مقرون باجابت ہو جاسے۔ خبردار! مباہلہ پر ہرگز آمادہ نہ ہونا۔ ورنہ تمہارا استیصال ہو جائیگا۔ وفد نجران اپنے امام کے یہ کلمات سنکر مرعوب ہو گئے اور گلے پڑے ڈھول نے ان کو قطعی فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیا۔

غور کرو وفد نجران نے دلائل حقہ اور حقائق ثابتہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو عاجز پایا اور مباہلہ کے مقابلہ میں بھی مرعوب ہو گئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت اور دین فطرت کی حقانیت کا اثر اُن کے دلوں پر ہو چکا تھا۔ صرف گلے پڑا ڈھول بجانے کی خاطر انہوں نے قبولیت اسلام اور اعتراف صداقت سے گریز کیا۔

فی زمانا پیروان عیسائیت کو دنیوی امور میں علم و عقل کا انتہائی ارتفاع حاصل ہے۔ بڑی بڑی تحقیقاتیں کرتے ہیں اور اپنے علم و عقل کے بل پر نت نئی نئی باتیں دریافت کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے مذہبی عقائد کا اثبات دلائل علمی و براہین عقلی سے نہیں کر سکتے۔ مسئلہ تثلیث اور الوہیت و ابنیت مسیح علیہ السلام نہ فلسفہ کی رو سے ثابت کر سکتے ہیں نہ سائنس کی رو سے۔ علمائے نصاریٰ کا صاف اعتراف کرتے ہیں کہ یہ اسرار دین اور آمنا و صدقنا کہنے کی باتیں ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کا ان پر اجماع ہے۔ غور کرو یہ ہے الہیات میں ان کا پایۂ علوم مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (پ ۱۵ - س الکہف ع ۱) نہ تو ان ہی کو اس بات کی کچھ تحقیق ہے اور نہ ان کے باپ دادوں ہی کو تھی۔ بڑی سخت بات ہے جو ان کے منھوں سے نکلتی ہے۔ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جو لوگ دنیوی علوم و فنون میں ترقی کا معراج حاصل کئے ہوں۔ یہ ضرور نہیں کہ الہیات میں بھی ان ہی کو مقتدا سمجھا جائے ... کی کورانہ تقلید یا عقل پرستی اور توہمات کی پیروی ... ... مقید ہو کر عقیل و فہیم انسان حریت رائے اور ... فکر سے محروم ... ...

بالآخر تمام سے نجران نے کامل غور و خوض کے بعد رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مباہلہ کے لیے تیار نہیں ہو سکتے ہیں لیکن ذمیوں کی طرح اسلامی سلطنت کی رعایا ... ... واجبات ادا کرتے رہینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ... منظور فرمائی اور ان کی استدعا کے موافق حضرت ... ... اختلافات رفع کرنے کے واسطے ان کے ساتھ ... ... عہد نامہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تحریر فرمایا ... ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر محمد نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب سے ہے اسقف ... کے لیے۔ نجران کے دیگر اسقفوں کاہنوں، راہبوں ان کے پیرو ... پولیس والوں کے متعلق اور ان کم و بیش چیزوں کے متعلق جو ان کے قبضہ میں ہیں سب کو خدا و رسول کی حفاظت ہو گی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائیگا۔ کسی قسم کے حق یا اختیارات میں مداخلت نہ رکھی جائیگی۔ ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ و خیر اندیش رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں۔ پچھلے زمانہ کے خونبہا یا قتل کے دعوے ان پر نہ چلائے جائینگے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائینگے۔ ان سے دہ یکی نہ لی جائیگی۔ ان کے علاقہ سے فوج نہ عبور کریگی۔

بروقت روانگی کے وفد نجران نے درخواست کی کہ ایک امانتدار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیا جائے جس کو ہم جزیہ ادا کر دیا کریں۔ اس پر رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ان ...

ساتھ بھیج دیا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ شخص میری امت کا امین ہے۔

یہاں اس امر کی تشریح بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جو غیر مسلم ذمیوں کی طرح رہنا اور جزیہ ادا کرنا منظور کرتے تھے ان کی حفاظت اسی طور پر کی جاتی تھی جس طرح مسلمانوں کی اور ان کے واسطے وہی قواعد ہوتے تھے جو مسلمانوں کے لیے۔ کیونکہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ غیر مسلم جزیہ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون کی اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے۔ غرض کہ جزیہ ایک خراج تھا جو غیر مسلم رعایا سے نہایت قلیل مقدار میں لیا جاتا تھا۔ اس کے بدلے میں ان کو مسلمانوں کے حقوق حاصل ہو جاتے تھے اور فوجی خدمات اور ادائے زکوٰۃ و عشر سے [illegible] سمجھے جاتے تھے۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد نامہ اہل نجران کے متعلق [illegible] لکھتے ہیں:-

حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنی حارث اور نجران کے پادریوں [illegible] دینے کا اقرار کیا تاکہ اپنے طریقہ پر اپنے گرجاؤں میں جس طرح [illegible] عبادت کریں۔ بشپ اور راہب اپنی اپنی جگہ پر بحال رہیں جب تک یہ [illegible] سے ساتھ رہیں ان کے ساتھ کچھ تعرض نہ ہوگا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اعتقاد اور یقین ایسی چیز ہے جو دل سے تعلق ہے [illegible] سے مومن نہ ہو اسلامی اصطلاح میں اسے منافق کہا جاتا ہے۔ شریعت [illegible] جکڑا گیا ہے۔ اس بنا پر مذہب میں جبر و اکراہ [illegible] ہے۔ [illegible] اس وقت تک دنیا کی سمجھ میں نہ آیا جب [illegible] لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (پ۳-س-البقرہ ع۳/۲)

[illegible] کا کچھ کام نہیں۔ اسلام کے اس مقدس حکم اور داعی اسلام علیہ [illegible] السلام کے طریق عمل پر غور کرو۔ ان حقائق ثابتہ کے مقابلہ میں کیا [illegible] ہے کہ اسلام بزور شمشیر دنیا میں پھیلایا گیا؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و فیضان صحبت سے نجران کے علاقہ میں اسلام پھیل گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں کے چند علماء و فضلاء دین فطرت [illegible] کے احکام قوانین قدرت کے مطابق دیکھکر اور اہل اسلام کی [illegible] اخلاق و عادات حسنہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام بن گئے۔ اسلام [illegible] کا اصلی راز انہی امور میں مضمر ہے فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ [illegible] لِلْإِسْلَامِ (پ۸-س-الانعام ع۱۵/۲) تو جس شخص [illegible] راہ راست دکھائے اس کے سینہ کو قبول اسلام کیلیے

واقعات مندرجہ بالا کے نتائج

[illegible] نے مقابلہ مذاہب کے لیے ایک عظیم الشان اصول قرار دیا ہے کہ

تمام مذاہب کا امر مشترک لیا جائے تو صاف یہی نتیجہ نکلے گا کہ معبود حقیقی سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا اور یہ امر صداقت اسلام پر دال ہے جس کا تمام تر دار و مدار لا الٰہ الا اللہ پر ہے۔

(۲) بعض اوقات انسان کی ضمیر تو ایک صداقت کو تسلیم کر لیتی ہے لیکن وہ دنیوی وجاہت و وضعداری کے مارے زبان سے اس کا اعتراف نہیں کرسکتا۔ اسلامی اصطلاح میں ایسی حالت پر موٗ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ نجران کے سردار شرجیل کے دل میں یقین آگیا تھا کہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مثیل موسیٰؑ ہیں مگر زبان سے علیٰ رؤس الاشہاد اس کا اقرار نہ کیا۔

(۳) فی زماننا اہل سنت اہل تشیع و مقلدین غیر مقلدین کو اپنی اپنی مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیتے وہ غور کریں کہ وہ اسوۂ حسنہ داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہاں تک پیرو ہیں جنہوں نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا اور ان کو وہیں گرجا کرنے کی بھی اجازت دی۔ معترضین اسلام اسی واقعہ سے اسلام کی بے تعصبی، وسعت قلبی و فراخ حوصلگی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ کیا کوئی غیر مسلم اپنے معبد میں ساتھ مسلمانوں کو ٹھہرانا اور اذان و صلوٰۃ کی اجازت دینا گوارا کرسکتا ہے؟

(۴) اللہ وہ ذات ہے جو ہر قسم کا ذاتی کمال رکھتی ہے اور اس کے لیے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں۔ اللہ نام ہے اس ذات کا جو سب نقصوں سے پاک اور سب کمالات کی جامع ہے۔ یہی اس کے معنی ہیں اور یہی اس معبود حقیقی کا اسم ذات ہے۔ عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نام کے واسطے کوئی ایسا مفرد لفظ نہیں جو خاص اسی کے واسطے ہو اور کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہ کیا جائے۔ آیۂ مجیدہ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم میں تردید تثلیث اور ابطال الوہیت و ابنیت جناب مسیح علیہ السلام مضمر ہے۔

(۵) اصول کے بالمقابل کسی خصوصیت کو پیش کرنا متشابہات کی پیروی کرنا ہے۔

(۶) خصائص فروع کو قوانین و اصول کے ماتحت رکھنا چاہیے۔

(۷) حق سبحانہ وتعالیٰ کے کلمات بے حد و لاتعد ہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی ایک کلمہ ہیں۔ اس بنا پر ان کا کلمۃ من اللہ ہونا ان کو دائرۂ بشریت سے خارج نہیں کرسکتا۔

(۸) جب مخالفین و معاندین حق دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے رجوع الی الحق نہ کریں اور کج بحثی اور کٹ حجتی پر اڑے رہیں تو آخرین طریق فیصلہ یہ ہے کہ ان سے مباہلہ کیا جائے۔

(۹) جو لوگ دنیوی علوم و فنون میں ترقی کا معراج حاصل کر چکے ہوں یہ ضرور نہیں کہ الٰہیات اور دینی امور اور اخلاق و عادات میں بھی ان ہی کو مقتدا سمجھا جائے۔

(۱۰) آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید باطل پرستی اور توہمات کی پیروی ایسے سلاسل و اغلال ہیں کہ ان میں مقید ہو کر ایک عقیل و فہیم انسان بھی حیرت رہے

اور اصابت فکر سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۱۱) اسلامی جمہوری سلطنت کی غیر مسلم رعایا برابر ایک خفیف ٹیکس سالانہ ادا کرنے پر فوجی خدمات اور ادائے عشر و زکوٰۃ سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے اور اُن کو مسلمانوں کے حقوق حاصل ہو جاتے تھے گویا مسلمانوں سے فائدہ میں رہتے تھے۔

(۱۲) توانین قدرت کی ایک مقدس دفعہ کا منشا و مقتضا یہ ہے کہ مذہب کوئی زبردستی کی چیز نہیں۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے غیر مذہب والوں کو پوری مذہبی آزادی عطا فرمائی۔ اس بنا پر یہ ایک بالکل غلط اور بے بنیاد دعوے ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر دنیا میں پھیلایا گیا؟

(۱۳) اسلام کی اشاعت کا اصلی راز اس کی سادگی میں اس کے احکام کی فطرت انسانی کے مطابق اور قوانین قدرت کے موافق ہونے میں اور اس کے پیرووں کی حسن سیرت اور اخلاق و عادات و معاملات کی خوبی و خوش اسلوبی میں مرکوز ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نور الدین

حضورِ انور کا عدل

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ قُرَیْشًا اَھَمَّھُمْ شَاْنُ الْمَرْاَۃِ الْمَخْزُوْمِیَّۃِ الَّتِیْ سَرَقَتْ۔ فَقَالُوْا مَنْ یُّکَلِّمُ فِیْھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالُوْا وَمَنْ یَّجْتَرِئُ عَلَیْہِ اِلَّا اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَلَّمَہٗ اُسَامَۃُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ۔ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَھْلَکَ الَّذِیْنَ قَبْلَکُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَاِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الضَّعِیْفُ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ۔ وَایْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ (مشکوٰۃ شریف)

جناب عائشہ صدیقہؓ سے یہ مروی ہے حدیث کی کتب مستند میں ہے مذکور
کہ ایک قرشیہ[۵۱] عورت تھا جسکا فاطمہ[۵۳] نام سمایا سر میں تھا مخزومیہ[۵۲] کا جس کے غرور
ہوئی وہ مکہ میں چوری کی مرتکب اک بار اور اسکو شامت اعمال نے کیا مقہور
بروئے شرع تھی وہ قطع ید کی مستوجب کہ ثابت ہو چکا تھا شاہدوں کو اسکا قصور
سنا قریش نے جب حال بنت اسود کا ہوئے حمیت قومی سے انکے دل رنجور
کہا یہ زید کے بیٹے اسامہ[۵۴] سے سب نے بجز تمہارے یہاں اور کس کو ہے مقدور
کہ جاکے خدمت سلطان دیں میں عرض کرے اور اُس کی سعی سے ہو فاطمہ کا عفو قصور
اسامہ جو کہ تھے محبوب سرور عالم قریش مکہ کے اصرار سے ہوئے مجبور
چلے وہ کرنے سفارش رسول اکرمؐ سے ہوئے یہ دیکھکر اہل قبیلہ سب مسرور
پہنچکے حضرت خیر الوریٰ کی خدمت میں نہایت عجز و ادب سے یہ عرض کی کہ حضور
قصور وار حقیقت میں بنت اسود ہے مگر قریش کے دل اسکے غم سے ہیں معمور
یہ چاہتے ہیں غلامان حضرت اقدس کہ ہو معاف کسی طرح فاطمہ کا قصور
یہ اُن سے حضرت ختم الرسل نے فرمایا امور شرع کی تعمیل پر ہوں میں مجبور
کرو نہ مجھ سے سفارش حدود شرعی میں کہ اس سے ہوتا ہوں نادم میں پیش رب غفور
کروں گا گر میں رعایت قرشیوں کے ساتھ نظام دنیا و دیں میں پڑیگا سخت فتور
ہوئی اسی لیے ہیں تم سے پہلی قومیں ہلاک کہ رائج ہو گیا تھا اُن میں یہ برا دستور
شریف کرتے تھے چوری تو رہتے تھے محفوظ ضعیف سارقوں کو ملتی تھی سزائے قصور
تو کیا تمہارے دلوں میں بھی یہ خیال اُٹھے نشہ میں اپنے نسب کے جو رہتے ہو مخمور
نہ رکھو مجھ سے رعایت کی تم کبھی امید کہ ہے یہ عدل و مواخات سے سراسر دور
اگرچہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے فاطمہ زہرا اور اُسکے رنج سے ہوتا ہے دل مرا رنجور
مگر قصور یہ اُس سے بھی ہوتا گر سرزد تو حد شرع میں اُس پر بھی جاری کرتا ضرور
یہ اُسوۂ حسنہ ہے نبی امّی کا کہ جن کا خلق حسن ہے جہان میں مشہور
سیاست اور تمدن میں جو کہ ماہر تھے رموز حکمت و اخلاق پر تھا جن کو عبور
عمل سے اپنے وہ دیتے تھے لوگوں کو تعلیم سکھاتے باتوں ہی باتوں میں تھے وہ عقل و شعور
وہ قدر و منزلت عدل سے جو واقف تھے کسی کی سعی و سفارش نہ کرتے تھے منظور
ہمیشہ ایک نظر سے تھے دیکھتے سب کو ہو امیر یا بندۂ مفلوک یا کہ ہو مقہور
رعایت ایسی کہ جو ہووے باعث مفاسد ہو کہ جس سے قوم کے اخلاق میں ہو پیدا فتور
کسی کے واسطے جائز نہ رکھتے تھے اس کو ہمیشہ اُس سے رہا کرتا تھا وہ سخت نفور
شرافت اور رذالت تھی تابع تقویٰ اخوت اور مساوات سے تھے دل معمور
نظر میں اُنکی تھا زیادہ معزز و محبوب امیر فاسق و فاجر سے متقی مزدور
ملیں گی تم کو نصیحت کی اور بھی باتیں پڑھو گے غور سے گر تم روایت مذکور
مگر نصیحتیں یہ سب ہیں مفلسی بے سود نہ ہو عمل میں بھی جب تک اثر کا اُنکے ظہور

[۵۱] قبیلۂ قریش کی۔۱۲
[۵۲] بنی مخزوم قریش کا ایک معزز قبیلہ تھا۔۱۲
[۵۳] فاطمہ بنت اسود جس نے چوری کی تھی۔۱۲
[۵۴] اسامہ بن زید مشہور صحابی۔۱۲

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

اب ہم تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا

تعلیم الاسلام

علم و اسلام

(سلسلہ کے لیے دیکھو اسوۂ حسنہ بابت مارچ ۱۹۱۱ء)

مسلمانوں کی موجودہ حالت

تمام عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

[illegible] بزم [illegible] چراغاں — اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
[illegible] اسلام — [illegible] کی زمانہ [illegible] ہے
[illegible] کوئی حریف آتا — بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے
[illegible] ہلایا تھا حکماء کو — وہ علم تہ تیغ جہالت سے فنا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی — اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے
ملبوس ان کے کمالات کا لٹکا ہے اب آتا — گم دشت میں اک قافلۂ بے طبل و درا ہے

اس [illegible] مسلماں بود [illegible] تمام کہانی سے حاصل کیا؟ بجز اس کے

آنانکہ فخر خویش بآبا همی کنند — چوں سگ باستخواں دل خود شاد می کنند

اگر وقت اپنے تخیل سے پہچانا جاتا ہو تو اپنی موجودہ حالت کی زندہ و مجسم شہادت سے زیادہ وسیع اور معتبر کونسی شہادت سمجھی جائیگی لیکن تاریخ کا عمیق مطالعہ دید العصر علامہ مصر مفتی محمد عبدہ کے اس فیصلہ کی تائید کریگا کہ:-

"جس روز سے مسلمانوں نے مذہب سے انحراف کیا اسی روز سے علم نے ان سے انحراف کرنا شروع کیا۔ جوں جوں وہ علم دین سے دور ہوتے گئے علم دنیا بھی اُن سے دور بھاگتا گیا"

اس وقت جس چیز کا نام اسلام ہے وہ حقیقت میں اسلام نہیں ہے۔ اسلام کے ظاہری اعمال میں سے صرف نماز۔ روزہ حج کی شکلیں باقی رہ گئیں ہیں مگر ان کی روح غائب ہو گئی ہے۔ اسلامی احکام کے الفاظ کی تحریف کر دی گئی ہے۔ اور بیرونی خیالات نے دخل دیکر ایک عام ابتری پیدا کر دی ہے۔ موجودہ حالات کو اسلام سے مطلق تعلق نہیں ہے وہ ایک اور چیز ہے جس کا نام اسلام رکھدیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید اس بات پر گواہ ہے کہ یہ مصنوعی اسلام اصلی اسلام سے بالکل جدا اور اسکے مخالف ہے۔

اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی غیرت مند عالم اس گمراہانہ حالت کو دیکھ کر کھڑا ہو اور قرآن مجید و احادیث معتبر کا ہتھیار ہاتھ میں لیکر ان بدعات و خرافات سے جنگ کرے۔ عام مسلمانوں کی اخلاقی و عقلی حالت ایسی خراب ہو گئی ہے کہ جو باتیں درحقیقت دین میں داخل نہیں ہیں ان کو وہ دینداری خیال کرتے اور سنی سنائی باتوں پر بغیر دلیل و حجت کے ایمان لے آتے ہیں۔

مذہب اسلام جب اپنی اصلی حالت پر تھا۔ تو وہ مسلمانوں کی عقلوں کو علم کے میدان میں دوڑاتا تھا اور ان کو زمین کی تہ میں اور آسمان کی بلندی پر لیجاتا تھا تاکہ وہ اسرار قدرت کا سراغ لگائیں۔ قوانین فطرت کی تحقیقات کریں۔ شریعت کے احکام کا استنباط کریں۔ مگر جب وہ اپنی اصلی حالت پر نہ رہا تو علم کی رفتار بھی مسلمانوں میں بہت سست ہو گئی۔

افسوس! صد افسوس!! ہزار افسوس!!! مسلمانوں کے جم غفیر کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں ان کا وجود اسلام کے لیے موجب ننگ و عار ہے۔ وہ اپنی بدکرداریوں سے مخالفین اسلام کو موقع دیتے ہیں کہ وہ مذہب اسلام کی ہنسی اڑائیں۔ عقلیں مسخ ہو چکیں۔ دل زنگ آلودہ ہو گئے۔ قرآن کے نور ہدایت کی طرف آنکھ

اٹھاکر نہیں دیکھتے۔ اس روحانی آواز کو وہ سننا نہیں چاہتے۔ آنکھیں موجود مگر اندھی، کان ہیں مگر بہرے، اپنے قول و فعل کو اسلام و کمال ایمان سمجھتے ہیں حالانکہ ایمان و اسلام سے ان کے حالات کو کوئی تعلق نہیں"۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ممکن ہے مخالف نکتہ چین کی تشفی خاطر کے لیے یہ داستان عبرت کافی نہ ہو لیکن ایک محقق نکتہ سنج کے لیے اس میں دانی ہدایت ہے کہ سوامی دیر انند مہاجانی کی سبق آموز اور درد مندانہ نصیحت کو علمی قدردانی کی نظر سے دیکھا جانے اور بیش بہا کو اپنا آویزہ گوش بنایا جائے۔

"علم النباتات اور علم طبیعات کے مطالعہ کرنے والے کے لیے۔ شاید اسلام کی تاریخ آغاز اور ترقی سے دلچسپ مضمون کوئی اور نہ ہوگا جس نے ایشیا کو عیسائیوں کی بت پرستی سے بچایا اور ایک صدی سے کم عرصہ میں دنیا میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی جو اہل روما کی سلطنت سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ جب میں ان گہرے روزمرہ کے تعلقات پر غور کرتا ہوں جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان بحیثیت ایک شہنشاہ کی رعیت ہونے کے ہیں اور ان اسباب پر غور کرتا ہوں کہ کیوں شرع محمدی کا دنیا کی ان قوموں نے بھی جہاں اسلام کے جھنڈے نہیں پہنچے۔ اس قدر شوق سے استقبال کیا۔ تو قدرتاً طبیعت اس طرف مائل ہوتی ہے کہ اسلامی آئین ملکی و مذہبی کا مطالعہ کیا جائے۔ جو قرآن مجید میں نازل ہوئے ہیں۔ اور جو نہ صرف ایک لاثانی دستور العمل بننے کے لائق کتاب ہے بلکہ دنیا میں علم ادب کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔

میں نے ایک صدی کا چوتھا حصہ قرآن مجید اور احادیث کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تعصب کی عینک آنکھوں سے دور کر کے کلام مجید کو غور و خوض سے پڑھے تو ضرور ہے کہ ہم بہ واسطہ وشیوہ اس عبارت ورش کو زیادہ خوش حال بنا سکتے ہیں۔ اور اس نااتفاقی کے گڑھے کو جو اب ہم میں اور پیغمبر عرب کے پیرووں میں حائل ہے پر کر سکتے ہیں"۔ ۵

من آنچہ شرط بلاغ است با تو مے گویم تو خواہ پندا ز و گیر خواہ گیر ملال

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن ﴿ عبد الکریم (از کسیلہ)

خاندان کی ادبی اِصلاح

ہر شخص جو خاندان کی ادبی اصلاح کا فرض ادا کرنے میں دو اصولی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ وہ اپنی عورت کو تمام خاندانی معاملات میں اپنا شریک سمجھے اور اُن کی واجبی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھے۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو خاندان کے اُن بچوں کا مربی اور سرپرست خیال کرے جو عنقریب مثل اُسکے خاندان کے سرپرست اور اُس قوم کے ممبر ہونیوالے ہیں جس پر اُن کی اچھی یا بُری تربیت کا اثر پڑیگا! اور اس امر کا یقین رکھے کہ قوم میں کبھی ایسے افراد پیدا ہونگے جو کہ انکو ذلت اور ادبار کے تحت الثریٰ میں گرادینگے اور یہ دونوں باتیں صرف بچپن کی تربیت پر منحصر ہیں اور نیز یہ کہ خاندان کا سرپرست اُن تمام جرائم کا جواب دہ ہے جو اُسکے خاندان کے افراد سے بوجہ سوء تربیت کے سرزد ہوتے ہیں۔ یہی اصول ہیں جو جدید تمدن کی شریعت نے نافذ کیے ہیں اور جن پر خاندانی تربیت کے تمام مسائل کا دار و مدار ہے۔

اسلام نے تمام دنیا سے پہلے ان اصول کو قائم کیا ہے۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے عورتوں کی واجبی تعظیم و تکریم کی ترغیب میں فرمایا ہے کہ[۵۱] "جو شخص صاحب عزت ہیں وہ عورتوں کی عزت کرتے ہیں اور جو پاجی ہیں اُن کی توہین کرتے ہیں"۔ اور فرمایا ہے کہ "عورتوں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دو"[۵۲] قرآن مجید کی یہ آیت "وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا"[۵۳] اس بات کی روشن دلیل ہے کہ بچوں کی تہذیب و تربیت میں عورت کو بہت کچھ دخل ہے۔

دوسرے اصول کو اسلام کے ساتھ منطبق کرنے کے لیے صرف ایک جامع حدیث کافی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ[۵۴] "تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر ایک راعی سے اُس کی رعیت کی بابت سوال کیا جاویگا"۔ اس نقل صریح سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خاندان کے تمام افراد کی ذمہ داری صرف باپ کی طرف عائد کی گئی ہے اور اُن کو اچھی خصلتوں اور شریفانہ عادتوں کے مطابق تربیت کرنا اُس کے ذمہ فرض کیا گیا ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو اس مجرمانہ غفلت کی نسبت کی اُس کو جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اور اُس سے کہا جائیگا "يَا رَاعِيَ السُّوءِ[۵۵] اَكَلْتَ اللَّحْمَ وَشَرِبْتَ اللَّبَنَ وَلَمْ تَرُدِّ الضَّالَّةَ وَلَمْ تَجْبُرِ الْكَسِيرَ الْيَوْمَ اَنْتَقِمُ مِنْكَ" (حدیث قدسی)

(ماخوذ)

[۵۱] اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مَا اَكْرَمَ النِّسَاءَ اِلَّا كَرِيمٌ وَّلَا اَهَانَهُنَّ اِلَّا لَئِيمٌ۔ ۱۲

[۵۲] ابن عدی نے کامل میں اس حدیث کو ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ ۱۲

[۵۳] ترجمہ۔ کہہ۔ اے خدا تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے بچپن کی حالت میں مجھکو پرورش کیا ہے۔ ۱۲

[۵۴] اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ ۱۲

[۵۵] ترجمہ۔ اے نالائق چرواہے تو نے گوشت کھالیا اور دودھ پی لیا۔ نہ بھٹکے ہوئے کو پناہ دی اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑا آج میں تجھ سے انتقام لوں گا۔ ۱۲

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی بے شک اُس نے بڑی دولت پائی

حِکمت و موعِظت

مشقت

کبھی کوئی چیز ضائع نہ کرو' اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وقت نہ ضائع کرو۔ آج کا دن صرف ایک ہی مرتبہ آتا ہے پھر واپس ہونے والا نہیں۔ وقت عطیات قدرت میں سب سے زیادہ بیش قیمت چیز ہے' اگر یہ دولت ایک دفعہ کھو گئی تو پھر اس کا ملنا امر محال ہے شاید یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ خود قدرت کو بھی زمانہ گزشتہ پر دسترس حاصل نہیں' کیونکہ جو کچھ ہوا وہ ہو چکا' اور مجھے اپنا جو وقت ملنا تھا وہ مل چکا۔

آج اپنے وقت کو اس طرح صرف نہ کرو کہ کل پھر اپنے ہی اوپر لعنت وملامت کرنی پڑے۔ ان دو خیالات سے زیادہ اور کوئی بات تکلیف دہ نہیں ہے کہ "اب تو دیر ہو گئی" اور "کاش ایسا ہو گیا ہوتا"۔ وقت ایک قسم کی ودیعت ہے اور یاد رکھو کہ تم کو ہر ساعت کا حساب دینا ہوگا۔ قلت طعام وقلت منام سے کہیں زیادہ کفایت وقت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

ایک مرتبہ نلسن (Nelson) یہ کہتا تھا کہ میری زندگی کی تمام کامیابیاں صرف ایک بات کی طرف منسوب کی جا سکتی ہیں کہ میں ہر کام کے مقررہ وقت سے ہمیشہ پندرہ منٹ پہلے تیار رہا کرتا تھا۔ لارڈ ملبورن کا قول ہے کہ نوجوان کو سوا اسکے اور کچھ نہ بتانا چاہیے کہ تم کو اپنے لیے خود ہی راہ تیار کرنا ہے۔ اب اس بات کا انحصار کہ آیا تم فاقہ کشی کرو گے یا نہیں' تمہاری اور صرف تمہاری ہی جد وجہد پر ہے۔

صرف یہی نہیں کہ کامیابی کے لیے مشقت ایک ضروری سی چیز ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی کیریکٹر (عادات وخصائل) پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے "کبھی کاہل نہ ہو" جرمی ٹائیلر کہتا ہے "بلکہ اپنے اوقات کو محنت اور کارآمد مشاغل سے پُر کر لو کیونکہ جہاں کہیں دماغ مصروف کار نہیں ہوتا' اور جسم آرام وآسائش میں پڑ جاتا ہے تو زندگی کے خالی اوقات میں شہوت رانی اپنی جگہ کر لیتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک صحیح وسالم انسان مگر کاہل اور تن آسانی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا ایک ذرا سی ترغیب کے مقابلہ میں بھی محتاط نہیں رہ سکتا۔ تمام مشاغل میں جسمانی محنت دفع شیطان کے لیے سب سے زیادہ مفید وسودمند ہے۔

حوصلوں اور امیدوں میں جو انسانی قلوب کو گرماتی اور انسانی سینوں کو مشتعل کرتی رہتی ہیں۔ سب سے زیادہ بلند یہ ہیں کہ وہ انسان کچھ کرے۔ چاہے وہ کام کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو وہ دوسروں کی مسرت میں اضافہ کرنے کی اور اُن کی زندگیوں کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگا رہے۔ یہ مسرت خواہ کیسی ہی مختصر کیوں نہ ہو۔

روما کا بڑا فلسفی سینکا (Seneca) کہتا ہے کہ "ہم لوگ ہمیشہ وقت کی کمی کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ مگر کام اتنے سمیٹ لیتے ہیں کہ ہم کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو کیونکر کریں۔ ہماری زندگیاں یا تو کچھ نہ کرنے میں صرف ہوا کرتی ہیں' یا فضول کاموں کے نذر ہو جایا کرتی ہیں' یا اپنی زندگی میں ہم وہ کام کیا کرتے ہیں جو کرنے کے نہیں' ہم ہمیشہ شاکی رہتے ہیں کہ زندگی تھوڑی ہے۔ مگر کام اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہماری زندگی ختم ہونے والی ہی نہیں"۔

زندگی میں کامیابی وشادمانی کا ایک عنصر عظیم بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ تنہا عنصر ایمانداری کے ساتھ خوش کام کرنے کی صلاحیت ہے' سسرو (Cicero) کہتا ہے کہ سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ دلیری ہے۔ پھر جو چیز درکار ہوتی ہے وہ بھی دلیری ہے اور اس کے بعد بھی جس شے کی طرف انسان محتاج ہے وہ دلیری ہی ہے" لیکن شاید اس سے زیادہ صحیح یہ مقولہ ہے کہ "استقلال وہ شے ہے جس کی ضرورت انسانی زندگی کے مختلف مدارج میں یکساں ہے۔

جو تمہارا جی چاہے کرو' مگر ہاں کچھ کرو ضرور' ستے' اکسیر جیسی شے کے بنانے کے لیے جو کوشش کی گئی ہے' اور ایک دائرہ کو مربع بنانے میں جو جو جہل دماغ سوزیاں ہوئی ہیں وہ بھی مفید نتائج سے خالی نہیں۔ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے پوری طرح کرو' جی لگا کے کرو' اپنے قویٰ کی تربیت کرو کیونکہ وہ ہی صورتیں ہیں یا تو تم اُنہیں کام میں لاؤ' یا پھر اُن سے ہاتھ دھو بیٹھو۔

یہ جو تم ذہنی قابلیتوں کی داستانیں (جہاں تک کہ وہ بیان کی جا سکتی ہیں) [illegible] کرتے ہو حقیقتاً اُس پیہم مشقت کی داستانیں ہیں جو باوصف تمام رکاوٹوں

کی جاتی ہے اور وہ لوگ جو غیرمعمولی قابلیت کا معیار قرار دیے جاچکے ہیں اِس بات کو دعوے سے کہتے ہیں کہ وہی قابلیت مشقت و جفاکشی سے ماوراء کوئی شے نہیں ہے۔ پریسیڈنٹ، انٹ، ڈکولٹ کہا کرتا تھا کہ وہی قابلیت کوشش کرنے کی قوت کا نام ہے۔

گداگری کرنا بہرحال کام کرنے سے زیادہ سخت ہے، اور بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو ایسی زیادہ نافع بھی نہیں، علاوہ بریں ہر شخص کو اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونا چاہیے، فرینکلن (Franklin) کہتا ہے کہ ایک ہل جوتنے والا جو اپنے پاؤں پر کھیت میں کھڑا ہوتا ہے اُس جنٹلمین سے بہتر ہے جو کسی دوسرے کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکا ہوا ہو۔

کابٹ (Cobbet) اپنی مشہور انگریزی گرامر کے بارے میں کہتا ہے کہ "میں نے گرامر اُس وقت پڑھی جب میں صرف چھ پنس روزانہ پر ایک معمولی سپاہی تھا، میرا سونے کا تختہ ہی میرے مطالعہ کا کمرہ تھا، میرا تھیلا میری کتاب کی الماری، اور میری گود میں ایک لکڑی کا تختہ میری میز تھا۔ اور پھر بھی اِس کام میں یہ نہیں ہوا کہ میری زندگی کا کوئی پورا قیمتی سال صرف ہوگیا ہو، میرے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا کہ میں تیل یا موم بتی خرید کرسکتا، جاڑے کے دنوں میں کبھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ آگ کے سوا مجھے روئی اور روشنی نصیب ہوئی ہو اور وہ بھی تب ملتی جب میری باری آتی۔ تم میرے اُس فارڈنگ کی تحقیر نہ کرنا جو مجھے کبھی کبھی روشنائی قلم و کاغذ کے لیے دینا پڑتا تھا، اُف! وہ فارذنگ تو میرے لیے ایک رقم کثیر تھا مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ نہ معلوم کن کن تدبیروں سے تمام ضروری اخراجات کے بعد میں نے ایک حبہ کو نصف پنی بچایا تھا کہ صبح کے وقت مچھلی لونگا، لیکن رات کو جب میں نے کپڑے اُتارے ہیں اور اُس وقت مارے بھوک کے میرا بُرا حال تھا، تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ نصف پنی بھی کہیں گر گیا، میں نے اپنے منہ کو چادر سے ڈھانپ لیا اور بچوں کی طرح رونے لگا۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ باوصف ان مشکلات و موانعات کے میں نے اس کام کا مقابلہ کیا اور اُس پر فتح پائی، تو پھر کیا دنیا میں کوئی نوجوان آدمی کسی کام کے نہ کرنے پر کوئی عذر پیش کرسکتا ہے؟" دیکھو کابٹ (Cobbet) کے پاس پیسہ نہ تھا مگر اُس کے پاس قوت و ہمت تھی۔ بیکن کہتا ہے کہ بہت سے لوگ نہ تو اپنی دولت کو سمجھتے ہیں اور نہ قوت کو، اوّل الذکر سے وہ ایسی بڑی بڑی باتیں وابستہ کرلیتے ہیں جو اُن کو نہ چاہئیں۔ اور مؤخر الذکر سے جتنا چاہیے اُس سے کم اُمیدیں وابستہ کیا کرتے ہیں، اعتمادِ نفس و ایثارِ نفس انسان کو خود اپنے ہی حوض سے پانی پینا اور اپنی ہی پیدا کی ہوئی میٹھی روٹی کھانا سکھاتے ہیں، یہ دونوں خوبیاں انسان کو محنت کرنا اور اُن چیزوں کو جو اُس کے سپرد کی گئی ہیں جائز طور پر صرف کرنا سکھاتی ہیں۔

نیچر انسان سے کہا کرتی ہے کہ کام کر، ہر گھڑی کام کر، اُجرت ملے یا نہ ملے، بس دیکھ کہ تو کام کر رہا ہے یقین رکھنا کہ تو انعام سے بچ نہیں سکتا، تیرا کام نازک ہو یا بھدا، تو کھیت لگائے یا رزمیہ شاعری کرے، مگر ہاں کام ایمانداری سے اور اطمینانِ قلب کے موافق کیا گیا ہو تو تو انعام کا مستحق ہے۔ اِس کی مطلق پرواہ نہیں کہ تم کتنی مرتبہ شکست کھاتے ہو۔ تم تو آخر میں فتحمند ہونے کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ کسی چیز کے خوش اسلوبی سے انجام پانے کا انعام یہی ہے کہ وہ کام انجام پاگیا۔ کاہلی کو آرام نہیں کہا کرتے، یہ تو کام سے بھی زیادہ تھکا دینے والی چیز ہے، رومیوں میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تمہارے پاس کچھ بھی کرنے کو نہ ہو تو اُس وقت آرام کرنا بڑا مشکل ہوجاتا ہے + کبھی عجلت نہ کرو، دیکھو نیچر عجلت نہیں کیا کرتی، جو کچھ بھی عجلت سے کرلیا جاتا ہے جلد رست جاتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں جو لوگ پہاڑوں کی سیر کو جاتے ہیں تو وہاں کے رہنما و رہبر سب سے پہلی نصیحت یہی کرتے ہیں اور اسی نصیحت کو اکثر دہراتے رہتے ہیں کہ "آہستہ آہستہ، اور اطمینان سے" نہ تو بہت تیز چلو، اور نہ بہت سستی سے کام لو" زندگی میں بھی ترقی کا بڑا راز یہی ہے کہ نہ تو کبھی عجلت کرو اور نہ سہل انگاری سے کام لو۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنی جلد بازی سے کچھ وقت بچالیں گے، یہ بڑی غلطی ہے۔ بغیر ترقی سے کام کرنا [illegible] بات ہے۔ لیکن کسی کام کو اچھی طرح سے کرنا زیادہ ضروری ہے بجائے اس کے کہ وہ کام عجلت سے کیا جائے اور خراب کیا جائے، علاوہ بریں اگر خود کام کی طرف دیکھو تو معلوم ہوجائیگا کہ اگر وہ بہت عجلت سے عجلت میں لیا جائے تو کہیں زیادہ تھکانے والا اور گراں ہوجاتا ہے، بہ نسبت اس کے کہ وہی کام [illegible] اطمینان، باقاعدگی [illegible] انجام پائے [illegible] بلکہ زندگی کو بھی برباد کردیتی ہے [illegible] سخت محنت کرو لیکن عقل پکارتی ہے [illegible] شتاب کاری کو دخل نہ دو۔

عجلت: [illegible] رفتار [illegible] کام [illegible] نہیں [illegible] ہمیشہ [illegible] تو سب غور کرلو [illegible] اپنی قوت کا اندازہ کرلو۔ اگر [illegible] تو [illegible] میں بھی نہ ہوسکے گی۔

استقلال ایک مدبر کے لیے بمنزلہ دماغ کے ہے، وہ ایک سپاہی کی تلوار ہے اور ایک موجد کی کامیابی کا راز۔ ملکہ وکٹوریہ صفحاتِ تاریخ میں کیسی مشہور ہوئی ہے؟ اِس میں شک نہیں کہ اُس میں بہت سے اوصاف تھے۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ محنت سے کبھی منہ نہیں موڑتی تھی، ایک مرتبہ کسی نے اُس کو لکھ بھیجا تھا کہ "معاف کیجیے گا میں آپ کو ایک تکلیف دے رہا ہوں" اُس نے جواب میں یہ لکھا کہ میرے لیے تکلیف کا لفظ نہ استعمال کیا کرو۔ مجھے صرف اتنا بتادیا کرو کہ فلاں کام کرنا ہے، اور اُس کے کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے، میں حتی المقدور اُسے ضرور کرونگی۔" پس زندگی میں تمہارے جو کچھ بھی فرائض ہوں، جو کچھ بھی کاروبار ہوں اُنکو اس خوش اسلوبی سے انجام دو جس انتہائی خوش اسلوبی سے وہ انجام پاسکتے ہیں۔

ڈیوک آف ولنگٹن کی کامیابی کی بڑی وجہ جہاں اُس کا ایک کامیاب سپہ سالار ہونا ہے وہاں قریب قریب اُس کا کاروباری آدمی ہونا بھی ہے، وہ سامان رسد کی جزئیات تک کو بڑی توجہ سے دیکھتا تھا۔ اُس کے گھوڑوں کے سامنے کافی سے زیادہ گھاس پڑی رہا کرتی، اُس کی فوج کے پاس گرم کپڑے جوتے اور اچھے کھانے کی افراط رہتی۔ مشقت تو اپنا

انعام خود ہی لاتی ہے۔ کولمبس ہندوستان کا مغربی راستہ دریافت کرنے گھر سے نکلتا ہے مگر امریکہ کا اکتشاف ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ گیٹے کہتا ہے۔ ساؔل اپنے باپ کے گدھے ڈھونڈھنے نکلتا ہے مگر اُس کو سلطنت مل جاتی ہے۔

رَسکن لکھتا ہے کہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہمیشہ کرلیا کرو اور پھر جس بات کا ارادہ کرلیا کرو وہ کرکے رہا کرو۔

کبھی کبھی یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ محنت کرنے کے بجائے غیر معمولی دماغی قوت کام دے جایا کرتی ہے۔ میں نے اُن لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے کالج کا ابتدائی زمانہ تو سستی و کاہلی میں کاٹ دیا اور آخر وقت میں تھوڑے ہی دنوں محنت کرکے اپنے اپنے سروں پر ٹھنڈے کپڑے باندھکر پڑھا اور بڑی بڑی سندیں حاصل کریں۔ لیکن تم یقین کرو کہ آئندہ چلکے اِس ٹھنڈے کپڑے کی اُن کو بڑی گراں قیمت دینی پڑی ہے (یعنی اُن کی صحت پر اِس ناگہانی جفاکشی کا بڑا اثر پڑا ہے) اور اگر تھوڑی دیر کے لیے اُن کی کامیابی تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی آخر کار اُن کو محنت تو کرنی ہی پڑی بہت سے بڑے بڑے لوگوں کے طالب علمی کا زمانہ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی کامیابی کا راز جفاکشی ہے نہ چالاکی و ہوشیاری۔ ولنگٹن، نپولین، لارڈ کلائیو، گلیڈسٹن، اور سروالٹر اسکاٹ وغیرہ تُشلسٹ کے سب کے سب غبی لڑکوں میں سے تھے۔

اِس میں شک نہیں کہ بعض لوگوں کو عطیات قدرت سے نسبتاً زیادہ حصہ ملا کرتا ہے مگر ذرا تھوڑی دیر کے لیے فرض کرو کہ دو آدمی زندگی میں قدم زن ہوتے ہیں، جن میں سے ایک نہایت شاندار قابلیتیں رکھتا ہے مگر ہے لاپرواہ، کاہل، سُست، اور دوسرا آہستہ رو لیکن خبردار و با اصول، تم تھوڑی ہی دیر میں دیکھ لوگے کہ یہ آہستہ رو اُس شاندار قابلیتوں والے کو بہت پیچھے چھوڑ دیگا اور اِس طرح اُن دونوں میں بڑا فاصلہ ہو جائیگا، جفاکشی بلا کسی ذہنی قابلیت کے یقیناً اُس ذہنی قابلیت سے جس کے ساتھ جفاکشی نہ ہو زیادہ سود مند و مفید ہے۔ جفاکشی و کیرکٹر کی کمی سے جو نقائص واقع ہو جاتے ہیں اُن کا دفعیہ نہ تو مواقع زندگی میں کسی تفوق سے ہو سکتا ہے، نہ چالاکی سے، نہ دولتمند دوستوں سے، اور نہ قابو یافتہ رشتہ داروں سے۔

ایک دن لنکن کے ایک پادری کے پاس جو بڑا مدبر بھی تھا اُس کا ایک بھائی آیا جو بڑا کاہل تھا اور کہنے لگا کہ تم مجھے بڑا آدمی بنا دو، پادری نے جواب دیا کہ اگر تمہارا بیل ٹوٹ گیا ہو تو میں اُس کی مرمت کی اُجرت دے سکتا ہوں، اگر بیل مر گیا ہو تو میں تمہارے لیے دوسرا بیل خرید سکتا ہوں، لیکن تم کو بڑا آدمی بنانا میرے اختیار سے باہر ہے یہ صرف تمہارے ہی بس کی بات ہے میں نے تم کو ایک کھیت جوتنے والا پایا تھا اور وہی کھیت جوتنے والا میں تم کو چھوڑ جاؤنگا۔

اپنے کام کو ایک غیر دلچسپ فرض نہ خیال کیا کرو، تم اگر چاہو تو اُسے دلچسپ بنا سکتے ہو، اُس میں جی لگاؤ، اُس کے معانی و مطالب پر حاوی ہو جاؤ، اُس کی گزشتہ تاریخ اور تمام اسباب و علل کا پتہ لگاؤ، اُس کے تمام پہلوؤں پر غور کرلو اور یہ دیکھ لو کہ آیا اُس کے کتنے پہلو ہو سکتے ہیں، تم کو معلوم ہوگا کہ معمولی سے معمولی محنت بھی مفید ہوتی ہے۔ اور ہمارے فرائض میں مشکل سے کوئی فرض ایسا نکلیگا جس پر ہم جوش مسرت کے ساتھ نگاہ نہ کرسکیں۔ تم رفتہ رفتہ اپنے کام سے محبت کرنے لگو گے، اگر تم کسی کام کو ہنسی خوشی کرو تو وہ بہ سہولت انجام پا جائیگا۔

یہ ایک بہت بڑا سوال ہے کہ نیند کے لیے کتنا وقت دینا چاہیے۔ نیچر خود اِس کو طے کردیگی کسی کو زیادہ وقت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور کسی کو کم کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنا وقت نیچر چاہتی ہے اُس کا کم کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ جو کچھ بھی وقت نیند میں صرف ہوتا ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ضائع ہو رہا ہے، عصبی قوت کو یہ خوب تر و تازہ کرتی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں چھ گھنٹے سونا چاہیے بعض کہتے ہیں سات، لیکن میرے نزدیک نہ چھ نہ سات، ہم کو اتنی دیر سونا چاہیے کہ جب ہم اُٹھیں تو تر و تازہ ہوں۔ نہ کہ افسردہ و پژمردہ۔

مصیبت کے دنوں میں وہ شغل جس سے جی ذرا پھیر میں پڑا رہے، بڑا آرام دہ ہے، زندگی کی شادمانی بس اسی میں ہے کہ آدمی کچھ کرے، اُسے کسی شے سے محبت ہو اور اُس کے پہلو میں کچھ امیدیں بیتاب ہوں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ اپنی فرصت کے اوقات میں خواہ مخواہ بھی غیر ضروری تفکرات و بے بنیاد خوف سے اپنے آپ کو دُکھ دیا کرتے ہیں۔ تم اپنے آپ کو ہمیشہ منہمک رکھو، تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کام سے جو سکون نصیب ہوا کرتا ہے وہ غم کرنے سے نہیں ملا کرتا۔

ہاں ایک بات اور بھی ہے جہاں تک ہو سکے نیچر کے ساتھ ساتھ کام کرو نہ کہ اُس کے خلاف۔ اگر ممکن ہو تو دریا کے بہاؤ کے خلاف کشتی نہ چلاؤ لیکن اگر مجبور ہو جاؤ تو پھر مضائقہ نہیں چلاؤ اور ضرور چلاؤ، پھر اُس وقت تھکنا نہیں چاہیے۔ لیکن اگر ہم نیچر کی مخالفت نہ کریں تو عموماً یہی ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کریگی ہمارے موافق ہی ہوگا۔

جو کیفیت اُس قوت کی ہے جو نیچر سے بلند و بالا ہے بالکل وہی حال نیچر کا بھی ہے کہ جہاں کسی نے ایک قانون قدرت توڑا تو وہ تمام قوانین قدرت توڑنے کا مجرم قرار دیا جاتا ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری کائنات اُس کے خلاف مسلح ہو گئی ہے اور قدرت اپنی تمام لاتعداد و مخفی قوتوں کے ساتھ اُس سے اور اُس کی آنے والی نسل سے انتقام لینے پر آمادہ ہو جاتی ہے اور اس غریب کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہ انتقام کب اور کہاں لیا جائیگا۔ برخلاف اسکے جو شخص دل و جان سے قوانین قدرت کی فرمانبرداری کرتا ہے تمام چیزیں اُسکی فلاح و بہبود کیلیے سرگرم کار ہو جاتی ہیں، اُسکے اور قوانین قدرت کے درمیان مصالحت ہو جاتی ہے، سورج اُسکی مدد کرتا ہے، پاؤں کے نیچے زمین اُسکا ساتھ دیتی ہے کیونکہ وہ اُن قوانین کا فرمانبردار ہے جسنے سورج و خاک دونوں کو پیدا کیا اور جسنے اُنکو ایک ایسا قانون عطا فرمایا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔

لارڈ ایوبری (ماخوذ)

عرض ضروری

معاونین اُسوۂ حسنہ نے توسیع اشاعت کی جانب توجہ مبذول فرمانی کم کر دی ہے۔ حالانکہ آج ہی کل اُن کی اعانت و امداد اور ہمدردی و سرپرستی کی سخت ضرورت ہے۔ — مینیجر

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

وہ اپنی نفسانی خواہش سے کچھ نہیں کہتے بلکہ یہ وحی ہے جو اُن پر نازل ہوتی ہے

لطائف الحدیث

لارھبانیۃ فی الاسلام

اسلام پاک نے سکھایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو خدائے پاک کے لیے اور اُس کے ارادوں کی پیروی کے لیے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کر دے اور پھر نیک کاموں پر خدائے پاک کیلئے قائم ہو جائے۔ پس اسلام انسان سے صرف یہی چاہتا ہے کہ وہ خدائے پاک سے رشتہ اور تعلق کو مضبوط رکھے اور اُسے ٹوٹنے نہ دے اور دنیا میں جس طرح چاہے رہے۔ کیونکہ اسلام کا اصل موضوع یہ ہے کہ انسان کو اُس کی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہ دی جائے اور اُس پر ایسے احکام کا بوجھ نہ ڈالا جائے جس کو وہ اُٹھا نہ سکے:۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا "اللہ کسی شخص پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا"۔ (سورۃ بقرہ)

جیسے نامہذب اور نامعقول بوجھ دیگر مذاہب نے تجویز کیے ہیں۔ اور جنہیں غلو کرکے اکثر لوگ اپنی جسمانی قوتوں اور طاقتوں کو برباد کرکے خدا رسیدہ کہلاتے ہیں۔ اسلام اُس کو ہرگز پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ خدائے رحمٰن کی نگاہ خالص انسان کے دل کے ایک نقطہ پر ہوتی ہے۔ جسے وہ دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اُس کے اندر کس قدر اُسکی محبت اور اُس کا عشق بھرا ہوا ہے۔ اسی لیے اُس کی طرف پہنچنے اور اُسکی خاطر کی حاصل کرنے کے لیے ایسی صعوبتوں اور مشقتوں کی ضرورت نہیں۔ جو انسان کے قوائے عملی کو بیکار اور نکما کر دیں۔ بلکہ یہاں "دل بیار و دست بکار" ہے۔ اور جس دل میں محبت اور عشق ہو اُسکو ایسی ظاہری جسمانی مشقتوں اور ریاضتوں کی ضرورت نہیں جو خود انسان کے لیے اور اُسکی اولاد و بیوی اور رشتہ داروں کے لیے باعث اذیت و دل آزاری ہوں۔ وہ دلوں کا مالک خدا اس سے واقف ہے اور خوب جانتا ہے کہ اُسکی خاطر اُس کا محب اپنے دل کی خوشی سے ہر صعوبت و تکلیف کو برداشت کریگا۔ اس لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان خواہ مخواہ سخت مشقتیں کرکے اپنی محبت کا اظہار کرے ہر وقت کی حاضر باشی کی بھی ضرورت نہیں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیں اگر ہمارے ہمارے مکان میں آکر ہر روز بڑی تکلیف اُٹھاتا ہے اور ہمارا کام وہ کرتا ہے تمہارا ایک معزز مخلص دوست وہ کام نہیں کر سکتا اگر ہم اپنی غلط فہمی اور نادانی سے اپنے دوست احباب کو بے قدر سمجھیں اور خاکروب کو معزز و مکرم سمجھکر اُنپر ترجیح دیں تو دنیا کے عقلمند ہمکو کیا کہینگے۔ کیا ہمارا ایسا کرنا یا سمجھنا کسی حالت میں درست ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بعض ہمارے دوست و عزیز ہیں جو مدت کے بعد تشریف لاتے ہیں اور ہمارے پاس بیٹھنا یا ملنا ہر وقت اُنہیں میسر نہیں آتا۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ اُنکے دلوں کی حالت ایسی ہے۔ وہ اخلاص و محبت سے ایسے بھرے ہوئے ہیں کہ ایک وقت ہمارے بڑے بڑے کام آسکتے ہیں۔ جو نظام قدرت پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہاں سے بھی ہمکو یہی سبق ملتا ہے کہ جتنا شرف بڑھتا ہے اتنی ہی محنت اور کام ہلکا ہو جاتا ہے۔ ایک چپراسی کو دیکھو۔ افسر پروانوں کا دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ ایک ہفتے اندر سب کی تعمیل کرکے حاضر ہو جائے۔ دھوپ ہو۔ جاڑا ہو برسات ہو دیہات کے راستے خراب ہوں۔ کوئی عذر نہیں سنا جاتا۔ اور تنخواہ پوچھو تو یہی پانچ یا سات روپیہ۔ اسکے مقابل حکام بالا دست کا معاملہ بالکل اسکے برخلاف ہے۔ یہ قانون کہ قدرت نے سلسلہ کو صاف کر دیتا ہے کہ خدائے پاک کا قانون بھی ایسے برگزیدہ وقت ایسا ہی ہے۔ خطرناک ریاضتیں کرنا اور عضا اور قوای کو نامعقول مجاہدات میں بیکار کر دینا محض نکمی اور لاحاصل بات ہے۔ اسی لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں جوگ نہیں) جب انسان صفت اسلام (گردن نہادن برحکم خدا و موافقت تامہ بقضا و برائیہ) میسر آجائے تو پھر رہبانیت یعنی ایسے مجاہدوں اور ریاضتوں کی ضرورت نہیں اور نہ جوگی لباس کی منزلوں میں پڑنے کی حاجت ہے۔ اور یہ انعام الہٰی ہے۔ کہ اُسے وہ دولت اور نعمت ملتی ہے جو کسی دوسرے کو نہیں ملتی۔ صحابۂ کرام نے ایسی جوگی لباس کی مطلق تعلیم نہیں دی اور اُنکو جو ملا وہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں۔ حضرت عمرؓ ایک دفعہ حج سے واپس آئے تو جوتے ایک روز کھٹی ہو گئے۔ کوئی آدمی ساتھ تھے۔ رعب کے سبب کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی کہ وجہ دریافت کرے۔ مگر حضرت حذیفہؓ کو جناب سے بے تکلفی تھی۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یہاں کھڑے رہنے میں کیا حکمت ہے؟ تو آپ نے فرمایا "خطاب کا بیٹا (یعنی میں) یہاں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اُسکے باپ نے اُسے یہاں چرواہی دی تھی۔ آج اسلام پاک نے اُسے اس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ لاکھوں آدمی اُسکے ایک اشارہ پر خون بہانے کو تیار ہیں"۔

ہم ان حضرات کو جو آجکل رہبانیت اور جوگی لباس کی طرف زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور اپنے مریدین و معتقدین کی خطرناک ریاضتوں کی تیز اثر انکو اپنے اور اپنی قوم کے لیے وبال جان بنانے پر فخر کرتے ہیں۔ وہ خدارا ان چند سطروں پر غور سے نگاہ ڈالیں اور لارھبانیۃ فی الاسلام کے پاک ارشاد پر ضرور توجہ کریں۔ مبارک ہیں وہ جو ان پاک اقوال پر عمل کرکے اسلام کو زندہ رکھتے ہیں۔

محمد عظیم واعظ اسلام (از گلکتہ)

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

بے شک عقل والوں کے لیے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے ۔

تذکرۃ السلف

حضرت عمرؓ کی خدا ترسی

حضرت فاروق اعظم نائب خیرالوریٰ　　جنکی ہیبت اور سطوت سے لرزتی تھی زمیں
جنکے عہدِ معدلت میں گزرا ہی اک واقعہ　　غیر بھی سن کر جسے کہتے ہیں ان کو آفریں
ذکر ہے اک مرتبہ پردیسیوں کا قافلہ　　آکے اترا خطۂ پاکِ مدینہ کے قریں
تھا رعایا کی خبر گیری کا از حد اہتمام　　خود ہی نکلے گشت کرنے کو امیرالمومنیں
گوش شنوا کو دیدۂ بینا سے تھی مصروف گشت　　کان میں آئی یکایک ایک آواز حزیں
جاکے دیکھا رو رہا ہے ایک طفل شیرخوار　　گود میں ہے ماں کی لیکن ہے بہت اندوگیں
پوچھا ماں سے تو نے بچہ کو رلا رکھا ہی کیوں　　رحم اور شفقت کا کیا احساس کچھ تجھکو نہیں
کرکے تنبیہ مادرِ نامہرباں کو وہ چلے　　تاکہ دیں انجام اپنا فرض جاکر اور کہیں
دیکھا بچہ کو اُسی صورت سے مصروف بکا　　گزرے جب پھر اُس طرف سے وہ امام المسلمیں
سخت برہم ہوکے حضرت ماں سے فرمانے لگے　　سنگدل، بے درد، اور بے رحم ہے تو بالیقیں
بتیں سب سنکر دیا یہ غمزدہ ماں نے جواب　　بے سبب کرتے ہو ورق واقف حقیقت سے نہیں
قاعدہ اک یہ نکالا ہے عمر فاروق نے　　کہتے ہیں سب آج کل جس کو امیرالمومنیں
دودھ بچوں کا نہ چھوٹے جبتلک وظیفہ نہیں　　اُن کو بیت المال سے روزینہ ملسکتا نہیں
اس غرض سے اپنے بچہ کا چھڑاتی ہوں میں دودھ　　بھوک سے بیتاب ہوکر روتا ہی اندوگیں
سُن کے یہ طاری ہوئی حضرت پہ رقت خوف سے　　دل میں یہ کہتے ہوئے لوٹے وہ گریان و حزیں
جان کتنے بچوں کی لی ہوگی میرے حکم نے　　کیا کہونگا رب سے اپنے گر ہوئی پرسش کہیں
گھر پر آتے ہی منادی یہ کرادی شہر میں　　ہوگیا منسوخ وہ حکم امیرالمومنیں
پیدا ہوتے ہی وظیفہ سارے بچے پائینگے　　یاد رکھو قید اب کچھ دودھ چھٹنے کی نہیں
چھوٹوں پر کرتے تھے شفقت بادر بڑونے ڈرتے تھے　　تھا بزرگانِ سلف کا بس یہی حسن حصیں
فلسفی اب وہ خدا ترسی رعایا پروری　　ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی بالائے زمیں
تھا یہ سب کچھ اُس نبی کے فیض صحبت کا اثر　　جسکے ادنے خادم درگاہ تھے روح الامیں
تم بھی اُس شاہ عرب کے رکھو قدموں پر قدم　　فلسفی کی یہ نصیحت خوب کرلو دلنشیں

امام حنبلؒ

ولادت سنہ ۱۶۴ھ وفات سنہ ۲۴۱ھ

امام احمد بن محمد بن حنبل، اہل سنت و جماعت میں چوتھے امام فقہ سمجھے جاتے ہیں، یہ امام شافعی کے شاگرد تھے اور بڑے ذی علم، متقی اور متوکل تھے اور متوکل بھی ایسے کہ لوگوں کے گرانبہا تحائف سے انکار کرتے تھے ۔

سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رح نے اس ضرورت کا احساس کیا کہ قرآن اور حدیث کے موافق ایک مجموعہ قانون بنایا جائے تاکہ اختلاف آرا قوم میں پیدا نہ ہو اور نہ غلط مسائل کی اشاعت ہونے پائے ۔ آپ کے اس خیال کی تائید آئندہ چلکر دربار خلافت سے بھی ہوئی ۔ آپ کے دو شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد آپ کے مددگار رہے ۔ امام ابو یوسف بغداد کے قاضی القضاۃ قرار پائے اس لیے ابوحنیفہ رح کی شہرت اور بڑھی ۔ جو لوگ حنفی ہیں وہ ابوحنیفہ کے اجتہاد کے قائل ہیں اور جہاں امام ابو یوسف اور امام محمد کا اتفاق آرا امام ابوحنیفہ کے خلاف ہوتا ہے وہاں امامین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے مانی جاتی ہے ۔ اور باوجود اس کے ان تینوں کے مقلدین اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں ۔ بعد امام ابوحنیفہ کے امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام مالک نے اپنے اُستاد سے اتنا زائد اختلاف کیا کہ وہ دوسرے امام قرار پائے ۔ اسی طرح امام مالک کے شاگرد امام شافعی اپنے اُستاد سے بھی بڑھ گئے ۔ اور امام شافعی کے شاگرد امام حنبل نے بھی جدا درجۂ امامت پایا ۔ یعنی ابوحنیفہ سے

لیکر امام حنبل تک شاگردوں نے اپنے اُستادوں کی رایوں سے جو اختلافات کیے انہیں قوم نے منظور کیا، اور سلطنت نے "جس کا کام ہے قانون بنانا" اِن ائمہ کی ملکی خدمتوں کو تسلیم کیا - اس کے بعد عربوں کی سلطنت میں ضعف شروع ہوا اور دیگر اقوام کے مسلمان بادشاہوں نے یہ جرأت نہ کی کہ علماء وقت کی حوصلہ افزائی کریں اِس لیے اجتہاد امام حنبل پر ختم ہوگیا -

لیکن ایسا نہ ہوتا تو اچھا ہوتا - ائمہ کا اختلاف آرا ، بعینہٖ ججان ہائیکورٹ کے اختلاف آرا وسے مشابہ ہے - جدید نظائر قدیم نظائر سے زائد تر صحیح ہوتے ہیں امام مالک نے امام ابوحنیفہ کے معلومات کی نظرثانی کی اور امام شافعی نے امام مالک کے مسائل کی نظرثانی کی، امام حنبل نے گویا تینوں ائمہ سابق کے مدوّن مسائل فقہ کی نظرثانی کی - اِن ائمہ کو محض تحقیق حق کی فکر تھی - اپنے استادوں کے بار احسان سے وہ کبھی اپنے آپ کو سبکدوش نہیں سمجھتے تھے -

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی بھی حنبلی تھے - گو ان کے فتاوے شافعی اور حنبلی دونوں طریقوں پر بنظر بہ ضرورت زمانہ وحالات طالبان فتوے جاری ہوتے تھے - امام حنبل کے پیرو اب کم ہیں لیکن اس سے ان کی تحقیقات فقہ کی بے وقری نہیں ہوسکتی - ایک زمانہ میں شاہ مصر کو یہ احتمال پیدا ہوا کہ ان چار اماموں کے مقلد باہمی تعصبات کی بنیادیں نہ قائم کریں اس لیے اُس نے خانۂ کعبہ کے چاروں طرف چار مصلّے چاروں فرقوں کے لیے قائم کر دیے جنمیں گو امام نماز تو چار مختلف فرقوں کے ہوتے تھے لیکن مقتدیوں میں تفریق نہوتی تھی - یہی دستور اب تک قائم ہے - اس طرح ان چاروں فرقوں میں اتحاد تو قائم ہوا لیکن آئندہ اجتہاد کا سدِّ باب ہوگیا، اور پیغمبر خدا نے مسائل اسلام کے متعلق جس آزادی خیالات کا دروازہ مفتوح رکھا تھا وہ مسدود ہوگیا -

اُس زمانہ میں شیعہ سُنّی میں یہ تفریق نہ تھی جو اب ہے اور نہ شیعوں کی فقہ جداگانہ مدون ہوئی تھی ورنہ شاید ان کا بھی ایک مصلّے کسی ایک مصلّے کی جگہ پر قائم ہو جاتا اور ایسا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا کہ نفاق باہمی کا سدِّ باب ہو جاتا اور اس نتیجہ تک حالت نہ پہنچتی کہ ایک دوسرے کو ناری اور اپنے آپ کو ناجی سمجھتا - اب بھی اگر علمائے بلادِ اسلام متفق ہوکر مالکی اور حنبلی مصلّے ایک سمت میں کر کے شیعوں کا بھی ایک مصلّے قائم کردیں تو شیعوں اور سُنّیوں کے اختلافات جاتے رہینگے

امام حنبل کی والدہ مرو سے بغداد آئیں اور یہیں امام حنبل پیدا ہوئے - یا بحالت شیرخواری میں یہ ماں کے ساتھ بغداد آئے - مسئلہ خلق قرآن کے متعلق انہوں نے جواب شافی خلیفۂ وقت کو نہ دیا اِس لیے یہ بھی سنہ ۲۲۰ھ میں قید کیے گئے اور ۲۸ روز قید خانہ میں رہے اور سات روز تک بیمار ہوکر فوت کر گئے - قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کی بحث مامون الرشید نے قاضی احمد بن داؤد معتزلہ کی ایما سے پیدا کی تھی - حالات سُنکر حیرت ہوتی ہے کہ مامون الرشید ایسے ہوشیار خلیفہ کے زمانہ میں ایسی لاطائل بحث پر بہت سے علمائے کرام کو صدمے پہنچے اور جانیں تلف ہوئیں - علماء قرآن کو غیر مخلوق، اور خلیفہ مخلوق کہتا تھا لفظی بحث تھی ورنہ خدا کے خالق مطلق ہونے میں کسی کو کلام نہ تھا ممکن ہے کہ ملکی مصلحتیں بھی پردہ میں رہی ہوں - مامون الرشید نے امام حنبل کو طلب کیا تھا مگر ان کے پہنچنے کے قبل وہ مرچکا تھا - اور امام کی قید کا حکم اُس کے بیٹے خلیفہ معتصم نے دیا تھا - جو اپنے باپ کا ہم خیال یا اُس کے حکم کا نافذ کرنے والا تھا +

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

بہتر یہی عمل ہے نصیحت عمل سے کر

(از چودھری دتو رام صاحب کوثری قصبہ ماندری ضلع حصار)

یوروشلم کی راہ کو اب تک یہ یاد ہے ———— یعنی کیا جو کوچ سپاہ تمام نے
منزل جو نصف طے ہوئی آقا نے بس کہا ———— چھوڑی نکیل اونٹ کی فوراً غلام نے
اسلم[52] چڑھا جناب عمرؓ[51] پیچھے آ گئے ———— پکڑی مہار عادل عالی مقام نے
یوں چڑھتے اور اُترتے کیا طے وہ سب سفر ———— حتےٰ کہ پہنچے بیت مقدس کے سامنے
چڑھنے کی باری اب کے تھی اسلم کی تھی ضرور ———— پیدل عمرؓ تھے ناز کیا گردِ گام نے
مضطر عمرؓ تھے اور تھا اسلم چڑھا ہوا ———— اس حال میں حضور کو دیکھا تمام نے
ہر چند تھے تھکے ہوئے لیکن پیادہ تھے ———— جھنڈا نہ عدل ہاتھ ذی احتشام نے
جبّہ کا پیرہن تھا کہ پیوند تھے ہزار ———— عش عش کیا خلیفہ پر اک اژدہام نے
فاروق نامدار نے اُس وقت یوں کہا ———— ہم کو یہی سکھایا ہے خیر الانام نے
یہ دیکھ کر عمل جو دلوں پر اثر ہوا ———— کلمہ پڑھا نبی کا گروہ عوام نے

یوروشلم میں فوج ظفر موج جب گئی ———— پوچھا "خلیفہ کون ہے"؟ یہ اہل شام نے
سب نے کہا کہ آتے ہیں پیچھے امیر ملک ———— یہ سُن کے انتظار کیا خاص و عام نے
بہتر یہی عمل ہے ہدایت عمل سے کر ———— جیسے کیا تھا شیخ عدالت مرام نے
ہم کوثری کہیں گے تجھے قادر الکلام ———— سو سو اثر دکھائے ترے اِک کلام نے

[51] حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ [52] اسلم حضرت عمرؓ کا مشہور غلام ۱۲

جلد ۴ | رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ جون و جولائی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۳۵ و ۳۶

سنو! خدا کا رسول کیا فرماتا ہے؟

اور پڑھو کہ اس کے خطبات میں کیا لکھا ہے؟

[illegible]

جامع الخطب یعنی مجموعۂ خطب نبویہ

اسمیں کیا ہے؟ [illegible]

اردو ترجمہ منظوم

[illegible]

ابو الفخر مولانا مولوی عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی (اکبر آبادی)

کا نام نامی نہیں کرتے ہیں جو ان عربی خطبوں کے ترجمے کے ناظم ہیں انھوں نے پوری تحقیق کے ساتھ ترجمہ کر کے ان کو نظم کیا ہے زبان کی لطافت۔ بیان کی نزاکت دیکھنے کے قابل ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ترجمہ کی شان کہیں بھی نظر انداز نہیں کی گئی ہے

ملک کے مشہور رسالوں اور اخباروں نے

اس کتاب پر قابل رشک ریویو کیا ہے اور ترجمہ کی خوبیوں کی داد دی ہے کیا اب بھی آپ اپنے پیارے رسول اور سچے نبی کے مواعظ و اقوال سے مستفید نہ ہونگے۔ کیا اب بھی آپ ہماری محنتوں کی داد نہ دینگے۔ لیجئے وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے اپنے بچوں کے لیے اور

اپنی مسجدوں کے اماموں کے لئے

ایک ایک جلد اس کتاب کی فوراً منگا لیجئے جو عمدہ دبیز کاغذ پر نہایت خوشخط جلی قلم سے چھپی ہے جسکا ٹائیٹل سنہری حرفوں میں چھاپا گیا ہے اور جسے صوری و معنوی ہر اعتبار سے نفیس اور دلکش بنانے کی کوشش کی گئی ہے صاحبان مقدرت پر فرض ہے کہ اسکی متعدد کاپیاں مفت اسلامی مدارس میں تقسیم کرائیں اور ثواب آخرت حاصل کریں باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف (۱؎) علاوہ محصولڈاک مقرر ہے اگر آپ اب بھی اسکی زیارت سے محروم رہیں تو ہم بری الذمہ ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

ملنے کا پتہ ـ حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب نمبر ۲۹۹ [illegible] بنگلور

ولقد اهلكنا القرون من قبلكم لما ظلموا وجاءتهم رسلهم بالبينات وما كانوا ليؤمنوا كذلك نجزي القوم المجرمين ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور تم سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں جب انہوں نے ظلم کیا ... اور ہم مجرموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں پھر ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو

اسوۂ حسنہ

جلد ۴	بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۷ء و جولائی سنہ ۱۹۱۷ء	نمبر ۳۵ و ۳۶

عذر خواہی

من نگویم کہ خدمتم بپذیر ‖ قلم عفو بر قصورم کش

ڈھائی سال تک اسوۂ حسنہ کو سخت مالی نقصانات اور گوناگوں افکار و تردّدات کے ساتھ جاری رکھنے میں کبھی ایسی روحانی اذیت نہیں پہنچی تھی جیسی کہ اس چھ مہینے کے عرصہ میں اسوۂ حسنہ کی اشاعت کے بالکل غیر اختیاری اسباب کی بنا پر ملتوی ہو جانے سے ہمکو برداشت کرنی پڑی۔ رسالہ کے نہ شائع ہو سکنے کا غم ویسے ہی ہمارے لئے کچھ کم سوہان روح نہ تھا کہ بعض احباب کے غیر ہمدردانہ اور عتاب آمیز رویہ نے "نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ" کا منظر دکھا کر اسے اور بھی دوبالا کر دیا۔ اور ہمکو زمانۂ التواء اشاعت کا ایک ایک منٹ پہاڑ معلوم ہونے لگا ؎

دوگونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را ‖ بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلیٰ

اگر مجبوریوں کا علاج ہماری انتہائی جد و جہد کی دسترس سے باہر نہ ہوتا تو ہم بستر علالت پر لیٹ کر بھی رسالہ کو ترتیب دیتے اور کسی نہ کسی طرح اسکو شائع بھی کرتے۔ مگر جس حالت میں کہ ہماری زندگی فی الحقیقت ایک مجموعۂ آلام و مصائب بنی ہوئی تھی جبکہ طویل و مسلسل علالت نے دل و دماغ کو معطل کر رکھا تھا۔ جبکہ قدم قدم پر مایوسی و ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا تھا اور بالخصوص جبکہ ناقابل بیان مالی دقتیں ہماری سخت سے سخت کوششوں کے راستہ میں کانٹے بچھا رہی تھیں ہمارا ہاتھ پاؤں مارنا ایک مقید قفس و بے بس طائر کے پر پھڑپھڑانے سے زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا تھا اور نہیں ہوا۔ مجبوریاں ہماری قدرت و کوشش پر غالب رہیں اور پانچ ماہ کے رسالے انتہائی کوششوں کے باوجود شائع نہ ہو سکے۔ اشاعت گزشتہ میں مارچ اور اپریل سنہ ۱۹۱۷ء کے رسالے منضم کئے گئے تھے۔ اشاعت ہذا کو بردست مئی، جون اور جولائی سنہ ۱۹۱۷ء یعنی ۳ ماہ کے رسالوں کا مجموعہ قرار دینا پڑا۔ اور یہ برائے نام سہ ماہی مجموعہ بھی ایسی بے اطمینانی اور بے سر و سامانی کی حالت میں مرتب ہو کر شائع ہوا کہ جسے اسکے شائع ہو جانے ہی کو غنیمت سمجھا۔ مئی اور جون سنہ ۱۹۱۷ء کے رسالوں کی کچھ کاپیاں عرصہ سے چھپی ہوئی رکھی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ وہ کسی طرح کام میں آجائیں اور اشاعت ہذا پر چوتھی جلد ختم کر کے آئندہ پانچویں جلد شروع کر دی جائے۔ اسوۂ حسنہ کا سال جولائی پر ختم ہوتا تھا اسلئے نئی جلد اگست سنہ ۱۹۱۷ء کے پرچے سے شروع ہونی چاہئے تھی

لیکن اگست سے دسمبر ۱۹۱۱ء تک کے رسالوں کا شائع ہونا اب بے سود بھی ہے اور ناممکن بھی۔ اسلئے یہ طے کیا گیا ہے کہ پانچویں جلد کا آغاز بجائے اگست ۱۹۱۱ء کے جنوری ۱۹۱۲ء سے ہو۔ اور جنوری کا پرچہ جلد سے جلد تیار کر کے جنوری کے پہلے ہفتہ تک ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ آیندہ اسوۂ حسنہ کی اشاعت میں باقاعدگی پیدا کرنے اور اسکو پابند وقت بنانے کیلئے اب اسکے سوا اور کوئی سبیل نہیں تھی جو طوعاً و کرہاً اختیار کی گئی۔ خدا کرے کارگر ثابت ہو اور آیندہ اپنے معاونین سے ہم کو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

آیندہ کے متعلق بعض تجربہ کار احباب کی رائے ہے کہ جو جدید انتظام اسوۂ حسنہ کو زیادہ کفایت شعاری و عاقبت بینی کے ساتھ چلانے کا کیا گیا ہے اُس سے امید تو ہوتی ہے کہ غالباً اب اس قسم کی دقتیں پیش نہ آئیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جبتک رسالہ کی مالی حالت درست اور اُسکی آمدنی اخراجات کیلئے کافی و وافی نہو جائے اُسوقت تک ہمیں اُسکی طرف سے کامل اطمینان نہیں ہوسکتا اور نہ ہم اپنے ناظرین کرام کو اس مغالطہ میں رکھنا پسند کرتے ہیں کہ وہ اسوۂ حسنہ کو بھی مالی اعتبار سے کامیاب پرچوں میں شمار کریں۔ جہانتک ممکن ہوگا ہم اسوۂ حسنہ کو قائم رکھنے اور وقت پر شائع کرنے کی کوشش کرینگے مگر پھر بھی کامیابی ہمارے بس کی چیز نہیں ہے تمام اسباب کامیابی کے موافق بنانے کیلئے ہمارے علاوہ اوروں کی بھی کوششیں درکار ہیں۔ جن حضرات کو ہمارے ساتھ محض تجارتی تعلق ہے وہ تو غالباً ان سطور کو پڑھکر اور آیندہ اسوۂ حسنہ کی اعانت کو تاجرانہ مآل اندیشی کے خلاف سمجھکر اُسکی خریداری ترک کر دینا ہی مناسب سمجھینگے۔ مگر وہ حضرات جو اسوۂ حسنہ کو اسکی خدمات سابقہ کی بنا پر مستحق اعانت سمجھتے ہیں ایک ایسے نازک زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے رسالہ پر مصائب و مشکلات کا نرغہ ہو رہا ہے اُسکی امداد و دستگیری کو اور زیادہ ضروری تصور فرمائینگے اور کم از کم توسیع اشاعت یعنی اسوۂ حسنہ کیلئے جدید خریدار مہیا کرنے میں تمام ممکن ذرائع سے کام لیکر رسالہ کو اس قابل بنا دینگے کہ اسکے چلانے والے بہ اطمینان و فراغ خاطر اُسے کامیابی و پابندی وقت کے ساتھ شائع کئے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صرف توسیع اشاعت کے متعلق ناظرین کرام اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر محسوس فرمالیا کریں تو باوجود ملکی مساعی کی ناقدری و کس مپرسی اور کاغذ و سامان طباعت کی روز افزوں ہلاک گرانی کے قومی رسائل و اخبارات کو مالی خطرات کی طرف سے بہت کچھ اطمینان حاصل ہوسکتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ قوم کے پرجوش ثنا خواں بھی ایسے ضروری معاملہ میں اکثر لاپرواہی برتتے ہیں اور بعد میں خود ہی نادم ہوتے ہیں۔

اسوۂ حسنہ کی عدم اشاعت کے دوران میں جن دوستوں نے ہمپر اپنی ناراضگی و خفگی کا اظہار فرمایا ہے گو اُن کی بعض بدگمانیاں ہمارے لئے تکلیف دہ ہوں تاہم بنا بر شکایات کے جائز ہونے سے ہم انکار نہیں کر سکتے اور تاجرانہ نقطۂ نظر سے شکایات مذکور کی تمامتر ذمہ داری یقیناً ہمپر ہی عائد ہوتی ہے۔ اسلئے ہم ان احباب سے اپنے قصور کی بادب معافی چاہتے ہیں اور امید ہے کہ وہ بھی اسوۂ حسنہ کے مطالعہ سے دوبارہ محظوظ ہوکر اور ہماری مذکورہ بالا مجبوریوں اور پریشانیوں پر نظر فرماکر ہمکو معاف کرنے میں پس و پیش نہ فرمائینگے۔ باقی وہ حضرات جنھوں نے ہماری مشکلات پر مطلع ہوکر یا اسوۂ حسنہ کی غیر حاضری کو از خود ہماری پریشانیوں پر محمول فرماکر عملی، تحریری یا زبانی ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ انکا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ایسے ہی دردمند نفوس کی مستقل اعانت و سرپرستی اسوۂ حسنہ کے بقا و ترقی کا باعث ہوگی جزاہم اللہ خیر الجزا۔

آیندہ پرچہ انشاء اللہ جنوری ۱۹۱۲ء کے پہلے ہفتہ میں شائع ہو جائیگا اور حسب معمول مفید و دلچسپ مضامین سے آراستہ ہوکر نکلیگا۔ پانچویں جلد کا پہلا پرچہ ہوگا چوتھی جلد کی مکمل فہرست مضامین بھی حسب معمول اُسی کے ساتھ شائع کی جائیگی۔ فہرست مضامین کا چونکہ جلد کے ساتھ ہونا نہایت ضروری اور بیحد مفید ثابت ہوا ہے اسلئے ناظرین کرام چوتھی جلد کے رسالوں کو ابھی مجلد نہ کرائیں اور فہرست مضامین کا انتظار کریں۔

چونکہ بباعث اختتام سال اکثر معاونین کی میعاد خریداری اختتام سال ۱۹۱۱ء ہوتے ہی ختم ہو جائیگی۔ لہذا انکی خدمت میں اگلا پرچہ سال ۱۹۱۲ء کی قیمت وصول کرنے کیلئے وی۔پی ارسال ہوگا۔ جو حضرات خریداری جاری رکھنا نہ چاہیں وہ براہ کرم اپنے اس فیصلہ کی اطلاع ایک پیسہ کے کارڈ کے ذریعہ سے فوراً دفتر کو دیدیں تاکہ آیندہ رسالہ انکی خدمت میں وی۔پی نہ بھیجا جائے۔ وی۔پی کے دفتر سے روانہ ہونیکے بعد اسکا بے نیل مرام واپس آنا ہمارے لئے سخت تکلیف دہ اور نقصان رساں ہوتا ہے۔ کم از کم خریداری ترک کرنے والے حضرات ہمپر اتنی ہی عنایت فرمائیں کہ واپسی وی۔پی کی تکلیف و زیر باری سے ہمیں محفوظ رکھیں۔

امید ہے کہ محترم معاونین اسوۂ حسنہ رسالہ کی مالی مشکلات ہماری مجبوریوں اور پریشانیوں پر نظر فرماکر اپنی اعانت و سرپرستی کے سلسلہ کو جاری رکھینگے۔

تبصرہ

نئی کتابیں

کی بدولت سخت شرمندہ ہیں۔ اور ان تمام حضرات سے جن کو اس بارے میں شکایت ہے ادب معافی کے خواستگار ہیں۔ ریویو کیلئے جو کتابیں آئی ہوئی ہیں [illegible]

اُن کے پڑھنے کیلئے کم ازکم تین ماہ کی ضرورت ہے۔ آج کی اشاعت میں چند کتابوں پر سرسری طور پر رائے زنی کردی گئی ہے۔ اگر یہ رائے زنی ہمارے بعض محترم احباب کی توقعات کے خلاف ہو تو امید ہے کہ وہ ہمیں معذور سمجھینگے۔ باقی کتب پر بھی انشاء اللہ آیندہ پرچوں میں بتدریج ریویو لکھا جائے گا۔ مگر چونکہ علالت کی وجہ سے دماغی کام آجکل ہم سے کم ہوتا ہے۔ اسلیئے کل کتابوں پر ریویو کرنے میں دیرضرور لگیگی اور شاید ریویو کا حق بھی پورے طور پر ادا نہ ہو سکے گا۔ پھر بھی ہم اپنے ایک ایسے فرض سے جسکو ہم ہمیشہ بہت اہم سمجھا کئے ہیں۔ بلا ضرورت انشاء اللہ بے اعتنائی نہیں برتینگے۔ بشرطیکہ ریویو کیلئے تقاضے کر کے ہم کو پریشان نہ کیا جائے۔

ارض القرآن یہ محققانہ تالیف جسکی اشاعت سے مسلمانوں کے ذخیرۂ علوم دینیہ میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوا ہے۔ جناب مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کی محنت و کاوش اور تلاش و تحقیق کا نتیجہ ہے۔

مولوی سید سلیمان صاحب جانشین شبلی ہونے کا اپنے آپکو ہر طرح پر اہل ثابت کرچکے ہیں اور آپکی تحریرات و تصنیفات علی العموم اُسی تحقیقی اور علمی رنگ میں ڈوبی ہوتی ہیں جو اس دور آخر میں بعض اعتبارات سے مولانا شبلی مرحوم کا مخصوص حصہ تھا۔ چنانچہ موصوف کی جدید تالیف ارض القرآن بھی اس خصوصیت میں ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب ہے۔ اور ایک مفید و ضروری مقصد کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے۔

تالیف ارض القرآن کا مقصد مؤلف کے لفظوں میں یہ ہے کہ "بتطبیق معلومات قدیمہ وجدیدہ ارض قرآن (عرب) کے حالات قبل القرآن کی اسطرح تحقیق کی جائے کہ قرآن مجید کی صداقت اور معترضین کی لغزش علی الاعلان آشکارا ہو جائے"

مختلف ازمنہ میں ترقی عقل و تمدن کے ساتھ ساتھ معیار صداقت قرآن میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ ایک زمانہ میں محض فصاحت و بلاغت صداقت قرآن کی بین و محکم دلیل سمجھی جاتی تھی۔ اسکے بعد قرآن کے تعلیم کردہ عقائد و اصول کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کیا گیا۔ اور علم کلام کی بنیاد پڑی۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ ہر دو معیار ہائے مذکور کو مؤخر کر کے اس امر کے ثبوت کا مطالبہ کیا گیا کہ قرآن کے فروعی احکام اور مجموعی تعلیم ترقی معاشرت و تمدن میں بارج اور جدید ترین اصول اخلاق و معاملت کے منافی نہیں ہے۔ جب اس بارے میں بھی معترضین کی تشفی کردی گئی تو ایک نیا سلسلۂ اعتراضات اس بنیاد پر اٹھایا گیا کہ جدید علوم طبیعیہ و ریاضیہ وغیرہ کی رو سے قرآن کریم کی بعض آیات (نعوذ باللہ) محض مجموعۂ توہمات ہیں۔ چنانچہ اسی ذیل میں ایک اہم اصولی اعتراض جو اور بہت سے اعتراضوں کا مبنی تھا۔ یہ بھی کیا گیا کہ بعض اقوام و قبائل اور بلاد و مقامات کا جو ذکر قرآن میں آیا ہے وہ اُن جدید تحقیقات کی رو سے جو تاریخ و جغرافیۂ عرب قدیم کے متعلق علماء مغرب نے کی ہیں۔ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور قابل تسلیم نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حسب تصریح مؤلف ارض القرآن بعض اثری اکتشافات کی بنا پر بعض مدعیان تاریخدانی نے یہ سخت بات بولنا بھی گوارا کر لیا کہ "عرب قبل القرآن کی حالت عرب عہد القرآن سے بدرجہا بہتر تھی"۔ اس قسم کے اعتراضات جنکا تعلق براہ راست آن قصص و حالات کی صحت و عدم صحت سے ہے جو قرآن پاک میں بغرض عبرت و لبصیرت بیان کئے گئے ہیں موضوع قرآن سے بھی بالواسطہ کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتے ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ قصص و حالات کا ذکر قرآن میں تاریخی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ اسلیئے ان اعتراضات کا جواب دیا جانا بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ موضوع قرآن سے براہ راست تعلق رکھنے والے اعتراضات کا۔

مولوی سید سلیمان صاحب نے اسی اہم اصولی مقصد کو مد نظر رکھکر ارض القرآن تالیف کی ہے جو گویا قرآن پاک کی ایک تاریخی اور جغرافیائی تفسیر ہے۔ اس کتاب میں ان عرب اقوام و قبائل کی تاریخی اور اثری تحقیق کی گئی ہے جنکا ذکر قرآن میں آیا ہے اور یورپ کے علماء تاریخ جن معلومات و تحقیقات کو قرآن کی مخالفت میں پیش کرتے ہیں اُنھیں سے لائق مؤلف نے نہایت کاوش و کوشش کے بعد قرآن کی موافقت کے پہلو پیدا کئے ہیں۔ مؤلف ارض القرآن لکھتے ہیں کہ اس موضوع پر تیرہ سو برس میں ابتک کوئی مستقل و مخصوص کتاب نہیں لکھی گئی تھی اور تفاسیر وغیرہ میں جو معلومات منتشر پڑی ہوئی تھیں وہ بے احتیاطانہ زبانی روایات پر مبنی ہونے کی وجہ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں تھیں۔ مسلمانوں کی اس عدم واقفیت سے مخالفین کو بے محابانہ نکتہ چینی کی اور بھی جرأت ہوتی تھی اور وہ ہماری اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاکر صریح بے جا اعتراضات کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ اسلیئے مولوی سید سلیمان صاحب کی یہ کوشش واقعی نہایت قابل قدر ہے کہ آپ نے بحیثیت مسلمانوں کے واسطے یورپ کے علماء تاریخ کے حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے ایک ایسی سپر تیار کردی ہے کہ اب غالباً کسی کو ان کی مقدس کتاب پر تاریخ کے ہتھیار سے حملہ کرنیکی جرأت نہوگی۔

جس حالت میں کہ ارض القرآن کے موضوع پر مسلمانوں کی لکھی ہوئی کوئی مستقل کتاب موجود نہیں تھی اور اُسکے متعلق ضروری معلومات بھی ذخائر علوم دینیہ میں نہ صرف منتشر بلکہ غیر مستند تھیں۔ ظاہر ہے کہ ارض القرآن کے مؤلف کو اُسکی تالیف میں بے حد محنت و کوشش کرنی پڑی ہوگی۔ چنانچہ دیباچہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے پورے تین برس اس کام میں صرف ہوئے ہیں اور تراجم میں اختلافات ہونے کی وجہ سے اصل تورات کی طرف رجوع کرنیکے لئے آپکو عبرانی زبان میں بھی اتنی واقفیت حاصل کرنی پڑی جو رفع اختلافات مذکور کیلئے ضروری تھی۔

قابل مؤلف سے کہیں کہیں بے احتیاطیاں اور لغزشیں بھی ہوئی ہیں مگر کچھ اُنکے زیادہ اہم نہونے اور کچھ اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے ہم بالفعل ان کو قلم انداز کرتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی مؤلف کی کوشش و جانفشانی مستحق داد و قابل قدر ہے۔ امید ہے کہ مسلمان ارض القرآن خرید کر اپنی قدردانی کا ثبوت دینگے۔

ارض القرآن کا پیرایۂ بیان نہایت سنجیدہ اور تاریخ سے مس رکھنے والوں کیلئے دلچسپ ہے۔ دلیلیں مضبوط۔ مباحث محققانہ ہیں۔ اور ان قابل قدر معنوی خوبیوں کے ساتھ لکھائی چھپائی بھی ولفریب اور کاغذ اعلیٰ درجہ کا لگایا گیا ہے۔ ضخامت ۲۴۰ صفحے اور قیمت عہ جو ایک قابل مصنف کے صرف وقت اور محنت و جانکاہی کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت کم ہے۔ ارض القرآن دار المصنفین اعظم گڈھ سے مل سکتی ہے۔

انقلاب الامم یہ کتاب بیسویں صدی کے مشہور و معروف اور یورپ کے نامور فرانسیسی مؤرخ و حکیم موسیو لیبان کی فلسفیانہ تصنیف موسومہ بعروج و زوال اقوام کے قوانین نفسیہ کا اردو ترجمہ و خلاصہ ہے جسکو جناب مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے کتاب مذکور کے عربی ترجمہ "سر تطور الامم" سے مرتب کیا ہے۔ "تمدن عرب" اور "تمدن ہند" کے مصنف ہونے کی حیثیت سے ڈاکٹر لیبان کا نام ہندوستان کے علمی حلقوں میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے مگر لیبان کی علمی زندگی کا یہ عظیم الشان اور مفید جس کارنامہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس نے علم النفس (سائکالوجی) سے باوجود اسکے کہ وہ فلسفۂ الٰہیات کا ایک شعبہ ہونے کی حیثیت سے عملاً زیادہ کارآمد نہیں خیال کیا جاسکتا تھا۔ اجتماعی۔ تمدنی۔ تعلیمی اور تاریخی مباحث میں نہایت مفید کام لیا اور مشہور اقوام عالم کی تاریخ و تمدن کے ناقابل التفات جزئیات کا فلسفیانہ نظر سے بغور مطالعہ کرکے ایسے گراں بہا اصول و قوانین مستنبط کئے جنسے علم تاریخ و نفسیات میں ہمیشہ کیلئے ایک گہرا رشتہ اور پائدار تعلق قائم ہوگیا اور جنکی رہنمائی سے یورپ نے عظیم الشان مادی فوائد حاصل کئے۔

لیبان کی یہ حکیمانہ اور مجتہدانہ خصوصیت اگرچہ اسکی تمام تصانیف میں پائی جاتی ہے مگر جس کتاب کا انقلاب الامم ترجمہ ہے وہ چونکہ اُسنے خاص طور پر اپنے اجتہادات کے اساسی اصول اور فلسفہ پر لکھی ہے۔ اسلیئے جہانتک فلسفۂ لیبان کا تعلق ہے اُسکو لیبان کی تمام تاریخی تصانیف کا لب لباب او خلاصہ کہا جاسکتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اُسکو لیبان کی دیگر تصانیف پر ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ ایسا امتیاز جس سے ان دوسری تصنیفات کی تحقیقی قدر و قیمت واضح ہوتی ہے۔

فلسفۂ لیبان کے اصول و نتائج اور لیبان کے طریق استقرا پر رائے زنی کرنیکے لئے ایک مفصل و مبسوط مضمون کی ضرورت ہے۔ اور اُسکی کسی کتاب کے ترجمہ پر ریویو کرنیوالے کا یہ فرض بھی نہیں ہے۔ تاہم مجملاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ لیبان نے گو نہایت دقت نظر اور عمیق مشاہدہ سے کام لیا ہے اور بلاشبہ اُسکو ایک علمی اجتہاد کا فخر حاصل ہے مگر اسکے قائم کردہ اصول کو مسلمات شدہ قرار دے لینا صحیح نہیں ہے بلکہ مزید غور و فکر اور تحقیق و تفتیش سے انمیں اصلاح و تصحیح کیلئے گنجائش موجود ہے اور کیا عجب ہے کہ یورپ کے کسی محقق نے اس طرف توجہ کی بھی ہو۔

انقلاب الامم کے ساتھ قابل مترجم نے ایک بسیط مقدمہ خود لکھکر شامل کیا ہے جسمیں صرف اس پہلو پر بحث کی گئی ہے کہ اہل یورپ جس فلسفہ کا لیبان کو موجد اول بتاتے ہیں وہ اسکا موجد اول نہیں بلکہ مدون اول ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں بھی لیبان کے دریافت کردہ اصول کی جانب حسب ضرورت اشارات موجود ہیں اور علامہ ابن خلدون اور مولانا شاہ ولی اللہؒ کی بعض تحریرات بھی لیبان کے بعض مہتم بالشان اور اصولی اجتہادات پر منطبق ہوتی ہیں۔ اس بنا پر لائق مترجم کا یہ کہنا صحیح ہے کہ "لیبان کے نظریات سے اسلامی لٹریچر بالکل ناآشنا نہیں ہے"۔ زیادہ اچھا ہوتا اگر مولوی عبدالسلام صاحب لیبان کے فلسفہ پر تنقیدی نقطۂ نظر سے بھی ایک سرسری تنقید کردیتے۔ تاکہ ان کے تحریر کردہ مقدمہ سے مطالعہ کتاب میں ازدیاد بصیرت کا نفع حاصل ہوسکتا کہ تحریر مقدمہ کی غایت اصلی یہی ہوا کرتی ہے۔

انقلاب الامم عربی سے اُردو میں ترجمہ کی گئی ہے اور ترجمہ میں بھی حسب ضرورت تلخیص و توضیح کو جائز رکھا گیا ہے۔ اسلیئے باوجود ایک دقیق فلسفیانہ کتاب ہونے کے "سر تطور الامم" کے مباحث علمی کو اُردو جامہ پہنانے میں مولوی عبدالسلام صاحب جیسے مشاق اہل قلم اور عربی و اردو پر عبور رکھنے والے مؤلف کو زیادہ دقت نہیں ہوئی ہوگی۔ تاہم مولوی صاحب موصوف کی یہ علمی خدمت کچھ کم قابل تحسین نہیں ہے کہ آپ نے ترجمہ کیلئے ایک ایسی کتاب کا انتخاب کیا جسکا مطالعہ خصوصاً اس زمانہ میں بیحد مفید ثابت ہوگا۔ اور اس طریقہ سے موصوف نے اردو لٹریچر کی ایک محتاجی کو رفع کردیا۔

انقلاب الامم اگرچہ ترجمہ ہے مگر ترجمہ کی سلاست و روانی اور پیرایۂ بیان کی موزونیت نے اُسکو ایک مستقل تصنیف کے مشابہ کردیا ہے۔ کہیں کہیں اگر اغلاق بھی پایا ہے تو اُسکی وجہ کسی علمی بحث کا اشکال ہے نہ کہ موزون الفاظ کا نہ ملنا۔ پھر قدرتی طور پر ترجمہ اور اصل تصنیف میں کچھ نہ کچھ فرق ہونا بھی ضرور ہے۔ مگر بایں ہمہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انقلاب الامم ایک بہترین اردو ترجمہ کا نمونہ نہیں ہے اور اس کی سب سے زیادہ تصدیق غالباً وہ لوگ کرسکتے ہیں جو عربی پیرایۂ بیان سے مانوس نہ ہونے کی وجہ سے عربی طرز کی اُردو کے سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں بحیثیت مجموعی ترجمہ بہت اچھا ہے اگر علمی کتابوں کے اس سے کمتر درجہ کے ترجمے بھی اُردو میں ہونے لگیں تو اُردو کی قسمت کھل جائے۔

چونکہ انقلاب الامم کا مطالعہ مسلمانوں کیلئے خاص طور پر مفید ہے اور اس سے اُسوہ حسنہ کے اہم مقاصد کی تکمیل میں مدد ملنے کی اُمید ہے اسلیئے ہم ناظرین اسوۂ حسنہ سے اس کی خریداری کی خاص طور پر تحریک کرتے ہیں۔

لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور کاغذ بہت نفیس لگایا گیا ہے۔

قیمت صرف ۱۲ ہے۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ سے ملیگی۔

سخت بے انصافی ہوگی اگر اس موقع پر ہم قوم کی جانب سے جناب محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ بانوے محترم جناب محمد جنید صاحب نعمانی کا شکریہ نہ ادا کریں جنھوں نے انقلاب الامم جیسی مفید کتاب کے تمام مصارف طبع قرض حسنہ کے طور پر ادا فرماکر ایک مفید مثال قائم کی ہے۔ ہمارے نزدیک قابل مصنفین و مؤلفین کی حوصلہ افزائی کا بہترین طریقہ ہے کہ کم از کم انکی تالیفات و تصنیفات کے مصارف طبع کا بار افراد قوم اپنے ذمہ لے لیا کریں۔ امید ہے کہ محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ کی نیک مثال کی تقلید کی جائیگی۔ جزاہا اللہ خیر الجزاء۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

(قرآن مجید) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ سمجھ رکھنے والے (اسکے مطالعے) نصیحت حاصل کریں

معارف القرآن

لیڈروں کے فرائض

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی

زخم کفار از پا کشتم محل نہاں شد از نظر   یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

مجاورین بیت اللہ

سرزمین عرب میں مکہ کو نہایت ہی عزت و احترام، قدر و منزلت اور اجلال و تبجیل سے دیکھا جاتا تھا۔ یہی وہ اولیں ارضی مرکز تھا جہاں کائنات خلقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم الہی کی اساس و بنیاد رکھی اور تمام دنیا کے لیے اس کو "مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا" بنا دیا اور یہی وہ مقام تھا جہاں انہوں نے "اُمۃ وسطا" کے لیے دعا کی جو دائمی خلافت الہی کی مستحق ٹھہرنے والی تھی۔

نضر بن کنانہ کی اولاد نے دوراندیشی اور حزم و احتیاط سے کام لیکر مستقبل قریب میں منازعات باہمی پیدا ہونے کے خطرہ کو رفع کرنے کی غرض سے بیت اللہ کی مختلف خدمات کو قریش میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم عمل و مصالحت نے صدہا تکالیف و شدائد کا آن واحد میں خاتمہ کر دیا۔ اب ہر خاندان اپنے مخصوص فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گیا۔

بیت اللہ کی عزت و حرمت مشرکین عرب کے نزدیک مذہباً و اعتقاداً نہایت ہی ضروری تھی اس لیے جو لوگ اس کے خادم مقرر ہوئے اُن کی کرامت و مجد بھی ضروری ہو گئی، اُن کو بھی احترام سے دیکھا جانے لگا اور اس تعلق باللہ و انتساب الی بیت اللہ نے اُن کو تمام بادیہ نشینان عرب میں معزز و ممتاز بنا دیا۔ اُن کے لیے شدید رحال ہوتا اگر خدمت میں نذر و ہدایا پیش ہوتے، ڈاکوؤں اور رہزنوں سے ان کو بچانے کی پوری کوشش کی جاتی۔

عرب ایک بے آب و گیاہ ملک تھا۔ تجارت کے لیے ان کے قافلے ساحلی شہروں اور دور دراز علاقوں میں جاتے تھے مگر عرب کے غارتگر کسی قافلہ کو نہ چھوڑتے شب و روز ڈاکے ڈالکر ملک کا امن غارت کر دیتے مگر باوجود ان فواحش کا ارتکاب کرنے کے کسی وحشی سے وحشی عرب کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ قریش کے قافلہ پر حملہ آور ہو اور ان کو کسی قسم کی اذیت و تکلیف پہنچے۔

سورۂ قریش

قریش کا عام قاعدہ تھا کہ تجارت کی غرض سے وہ سال میں دو سفر کیا کرتے تھے سردی کے زمانہ میں یمن کا سفر ہوتا اور گرمی کے دنوں میں شام کی طرف۔ جہاں کہیں ہوتا ان ممالک میں ان کا داخل ہوتا تھا کہ لوگ جوق جوق ان کی زیارت کو آتے۔ تقدس و احترام کے باعث ان کی چیزیں معمول سے زیادہ قیمت میں فروخت ہوتیں۔ الغرض دوسروں کے مقابلہ میں بہت جلد فارغ ہو کر یہ اپنے وطن مالوف کو لوٹ آتے۔

تذکیر بآلاء اللہ

اس عزت و تکریم، اس دولت و ثروت اور اس رفع ذکر و علو مرتبت کا ایک یہی سبب تھا کہ ان کو بیت اللہ سے ایک قسم کا ربط و تعلق حاصل تھا۔ قدوس حق کے گھر کی خدمت اور اس کی مجاورت ان کے لیے لوگوں کے دلوں کو کھول دیتی تھی۔ اور جہاں جاتے تھے قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ ربّ الارباب نے قریش کو اس نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ کی جانب متوجہ کیا اور کہا:

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ

قریش میں باہمی بغض و عناد کی آگ بھڑک رہی تھی مگر اس خداوند قدوس نے اس رنج و کدورت کو الفت و محبت سے بدل دیا اور سردی و گرمی کے سفروں کے اندر مودت پیدا کر دی۔ جب وہ ان عنائم الہیہ میں تمام دنیا سے ممتاز ہیں تو اور دل

سے مقابلہ میں ان کا فرض اولین ہے کہ وہ صرف رب واحد کی غلامی کریں اور صرف اسی کے قانون کو بلند و برتر کرنے کے لیے جان و مال قربان کریں، جس نے انکو بھوک سے نجات دلائی اور کھانا دیا، باوجود یکہ عرب کا [illegible] قتل و غارت اور خونخوار ملک بنا ہوا تھا۔ مگر ان پر آنچ نہ آنے دی اور دشمن سے ان کو اپنے حفظ وامان میں لیا۔

سُورۂ قریش کی مثالی تعلیم

اس سورہ کا موضوع اصلی یہ ہے کہ جن لوگوں کی عزت محض اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق حاصل ہے اسی تعلق باللہ کی بنا پر ان کو احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی خاک پا اکسیر تصور ہوتی ہے اور ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی و بے ادبی اللہ کے حضور میں شوخی خیال کی جاتی ہے، ان کی زندگی کا مقصد حقیقی یہی ہونا چاہیے کہ وہ کلمۂ حق و صدق کے نشر و اعلان کے لیے وقف ہو جائیں صرف اللہ کے قانون کے آگے خمیدہ گردن ہوں اور اس مالک یوم الدین کے غلام رہیں۔

العَالمُ فِیْ وَاحِدٍ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں "علم و عمل" ایک ہی وجود مقدس میں جلوہ افروز تھے، قرآن حکیم کی تعلیم قانون الٰہی کے اسرار و معارف اور تزکیۂ نفوس و تہذیب اخلاق کا خود رسول سلام علیہ سے تعلق تھا، خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اسی منہاج قویم پر کاربند رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا دور تنزل و انحطاط شروع ہو گیا۔

جب عیش پرستی اور فاسقیت کی ابتدا ہوئی تو ان فرائض کو ایک کر دیا گیا، علم کے حامل علما کے مقدس لقب سے سرفراز ہوئے اور عمل کے وارث ارباب تصوف و اصحاب ہوئے گویا اس وقت یہی دونوں گروہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جانشین کہے جاسکتے ہیں۔ پس علماء صوفیہ کرام کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کی جانب لوگوں کو دعوت دیں اور اگر اس راہ حق و صدق میں جان و مال کی قربانی کا موقع ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کریں کہ ان لوگوں کی عزت کا اصلی سبب یہی ہے کہ ان کو اللہ کے ساتھ خاص ربط و تعلق حاصل ہے۔

فرائض کیا ہیں؟

سورۂ جمعہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض حسب ذیل بیان کیے گئے ہیں
ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ ؕ
خداوند ملکوت السموات والارض نے سرزمین عرب کے جاہل و ناخواندہ لوگوں کے پاس ایک رسول بھیجا جو یہ کام کرتا ہے۔

(الف) تلاوۃ آیات
(ب) تزکیہ نفوس
(ج) تعلیم کتاب
(د) تعلیم حکمۃ

تلاوۃ آیات

قرآن حکیم لوگوں کو سنانا، جس میں ترجمہ بھی آجاتا ہے، کیونکہ دنیا میں تلاوت قرآن میں یہ کبھی خیال نہیں ہوتا کہ محض الفاظ پر عبور رہو اور معانی سے اعتنا نہ کیا جائے جیسے آجکل کے مسلمان اس مرض میں مبتلا ہیں۔

تزکیۂ نفوس

معلم خود اس تعلیم کا پیکر مجسم بن جائے، اس کا وجود مقدس ہی قائم تصویر ہو اور اپنے اُسوۂ حسنہ سے لوگوں کو اتباع کتاب و سنت کی دعوت دے، احسان و تصوف سے ان کو روشناس کرائے اور ان کے باطنی نقائص و ذمائم رفع کرنے کی کوشش کرے۔

تعلیم کتاب

قرآن حکیم کا پڑھانا اور لوگوں کو اس میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوں اُن کو دور کر کے ثابت کر دینا کہ یہی ایک کتاب ہے جو دنیا میں علم صحیح شائع کرنے کی ذمہ دار و کفیل ہے۔ تمام علوم ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھتے صرف کتاب الٰہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یقین و اذعان کا دعوے کرے۔

تعلیم حکمۃ

تعلیم کتاب میں تو ازالۂ شکوک مقصود ہوتا ہے مگر اس باب میں بلند تر نظر کی ضرورت ہے، ان اصول کلیہ کو زاویہ نگاہ بنایا جائے جن پر قرآن حکیم کی تعلیم کا دار و مدار ہے، اور جو تمام احکام قرآن کے لیے اساس و بنیاد کا حکم رکھتے ہیں۔ دنیا میں صدہا قوانین رواج پذیر ہیں ہر ایک کا دعوے ہے کہ اس سے بہتر کوئی قانون نہیں، صرف اسی کے ذریعہ عالم میں امن قائم ہو سکتا ہے، ایک حامل حق و صدق کا فرض ہے کہ وہ ان تمام اقاویل باطلہ کا تار و پود بکھیر [illegible] اور دنیا کو دکھا دے کہ صرف قانون الٰہی دنیا میں قیام امن کا باعث ہو سکتا ہے، اگر تمام اقوام ایک مرکز پر جمع ہو کر ایسے قانون کی متلاشی ہوں جہاں سب [illegible] اور کسی قوم کو باوجود اختلاف [illegible] کی وجہ سے شکایت [illegible] قانون صرف قرآن حکیم ہو سکتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ان احکام الٰہیہ کے اسرار و مصالح [illegible] بتانا اسی تعلیم حکمت میں داخل ہے۔

اگر ہم [illegible] کی زندگی [illegible] [illegible] اس کی [illegible] کے [illegible]

[illegible] گروہ کی نسبت [illegible] اور [illegible]
[illegible] کو محبت الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ [illegible] اور
[illegible] ان کی [illegible] ہو۔

ادائے غرض کی شرطیں

[illegible] سیاست مدنیہ کا اصول اساسی اور جہانگیری و جہانداری کے قوانین [illegible] کے بعد حفاظت کرنے کا ذکر تیسرے پارہ سے شروع ہوتا ہے، ابتدا میں خلیفۂ اسلام کے فرائض بیان کیے گئے ہیں بعد میں اسباب دولت کو [illegible] وجہ دلائی ہے کہ وہ بیضۂ اسلام کے تحفظ و بقا کے لیے اپنی تمام دولت وقف کر دیں لیکن صرف کرتے وقت ان امور کو پیش نظر رکھیں۔

(الف) "الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی"

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی اولین شرطیں یہ ہیں کہ نہ تو کسی قسم کا احسان جتایا جائے اور نہ اس اعانت مالی کی وجہ سے ان کو آماجگاہ ہدف و ملام بنایا جائے اگر تم من و اذی سے محروم نہیں رہ سکتے تو پھر قول معروف و مغفرت بہتر ہے کہ من و اذی سے صدقات باطل ہو جاتے ہیں۔

(ب) ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل واللہ بما تعملون بصیرO

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اس لیے اپنا مال صرف کرتے ہیں کہ اُن کو رضائے الٰہی حاصل ہو اور دنیا میں سرفراز و سربلند اور آخرت میں جنت ابدی کے مستحق ہوں اور ان کے نفوس کو ثبات و اطمینان حاصل ہو ان کی مثال بالکل اس باغ کی سی ہے جو کسی بلند مقام پر واقع ہو اگر بارش زور کی ہوئی تو اور باغات کی نسبت اُس کا پھل [illegible] ہو گا ورنہ جریان باراں کی صورت میں شبنم ہی اس کے لیے کافی ہو گی۔ [illegible] کاموں میں کس قدر اخلاص و صداقت اور حسن نیت سے کام [illegible]

(ج) یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت
[illegible] وہ بہترین ہو، بُری اور نکمی چیز ہرگز اللہ کے [illegible]

گزشتہ پر ایک نظر

[illegible] سورۃ البقرہ سے حسب ذیل حقائق مستنبط ہوتے ہیں۔
(۱) [illegible] کسی پر احسان [illegible]
[illegible]

(۳) اور ساتھ ہی غیر اخلاقی حد تک تنگی جائیں بلکہ محض ان سے محروم کی تلاش ہو اور اسکو اللہ کی طرف کرنے کی کوشش ہو۔

(۴) تمام دو سروں کی خواہش اور تحسین و ستائش کی آرزو نہ ہو بلکہ اس تمام سعی و جہد میں رضائے الٰہی مقصود ہو کہ وہ انعم اللہ علیھم من النبیین الصدیقین والشہداء والصالحین کے گروہ میں داخل کرے، اس کی رضا کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنی نیابت و خلافت ارضی کے لیے اس قوم کو چن لے اور اس کے تمام افراد کو جنت ابدی میں جگہ دے۔

(۵) جو کچھ خرچ کیا جائے اس کا اثر نفس پر ضرور ہو گا تاکہ ایسا نہ ہو کہ خواہش نفسانی اور خارجی اثرات ضلالت سے متاثر ہو کر انفاق فی سبیل اللہ پر افسوس و ندامت حاصل ہو بلکہ اس کا مقصد ثبات قدم اور راہ حق و صداقت میں ایثار و فدویت ہو۔

یہ شرطیں کن کے لیے ہیں؟

یہ تمام شرطیں اُن لوگوں کے لیے ہیں جو مالدار ہیں، جن کے پاس خزائن و دفائن ہیں، وہ اپنا مال اللہ کے راستہ میں صرف کریں اور ان شرائط کو ملحوظ رکھیں۔

اس کے ساتھ اس آیت کو بھی ملا لو۔

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب۔

خدا جس کو چاہتا ہے علم و حکمت عطا فرماتا ہے اور جس شخص پر نزول دولت حکمت ہوئی اس کو خیر کثیر مل گئی، لیکن ان آیات کا باہمی ربط و تعلق اور صرف مال کی شرطیں ذکر کرنے کے بعد اس آیت سے تذکیر صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو ارباب فہم و ذکاوت ہیں۔

خیر کثیر

"خیر کثیر" کے معنی قرآن حکیم کے ہیں، خیر کا جس جگہ قرآن میں تذکرہ آتا ہے مال و دولت کے معنی میں آتا ہے پس جس شخص کو علم و حکمت کی دولت ارزاں ہوئی اُس کو خیر کثیر عطا ہوئی گویا جن شرائط کی حفظ و صیانت مالداروں کو مال صرف کرنے کے وقت ہو گی اسی طرح علمائے حق اور صوفیۂ صافیہ کو تعلیم کتاب و حکمت و تلاوت آیات اور تزکیۂ نفس کے وقت ان شروط کا خیال رکھنا ضروری ہو گا۔

رہبران گمراہ

ہمارے پیشواؤں نے خود ہماری بربادی کے سامان کر دیے ہیں، قوم کے [illegible] پیشوا اور مذہب تھے، اگر قرآن مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح کا ضامن [illegible]

جس جماعت کے پاس قرآن کا علم ہوگا وہی علمائے مرحومہ کی دینی و دنیوی امامت و پیشوائی کی اہل ہوگی علیکن ہمارا مرض پاؤں میں نہیں بلکہ دماغ میں ہے ہمارے پاؤں میں لنگ نہیں، مگر دماغ میں قوت ارادی باقی نہیں رہی، علمائے سو نے پہلا پیغمبرانہ فعل کو خیرباد کہا اور پھر انہیں کی ضلالت سے قوم کی تمام گمراہیوں کی تاسیس ہوئی۔

اب حالت یہ ہے کہ ایک گلہ ہے جس کا کوئی چرواہا نہیں، جو لوگ مسند پیشوائی پر بیٹھے ہیں اُن کا جہل مرکب اور نفس خادع جو کچھ ان کے قلب پر القا کرتا ہے اُسی کو اسلام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ہر تعلیم پذیرفتہ، ہر خطاب یافتہ اور ہر سکرٹری حق رکھتا ہے کہ اپنے ہر القاء شیطانی کو تعلیم اسلامی قرار دے اور اپنے ہر ہیجان نفسانی کو اجتہاد دینی سے تعبیر کرے۔ الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون (۲:۱۲)

اصل گمراہی

افسوس رہبران قوم کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ قرآن سے ان کو بعد و ہجر ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی دلچسپی نہیں، اقاویل زید و بکر اور سیاسیات مغرب و مشرق ان کے نزدیک عمود ملت و قومیت ہیں ؎

امین مشو کہ مرکب میدان مرد را
در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

مسلمان کدھر جائیں اور کس سے اپنے مرض کا علاج تلاش کریں، طبیب خود مرض میں مبتلا ہے، وہ کتاب جو "شفاء لما فی الصدور" تھی پس پشت ڈال دی گئی ہے، فلسفہ و منطق کے درس و فکر میں ان کی تمام عمر صرف ہوتی ہے، مگر قرآن کے لیے ایک لمحہ بھی وقف نہیں ہو سکتا۔

یہ کیا مصیبت ہے کہ یہی لوگ اصنام و طواغیت کی پرستش میں مصروف ہو گئے ہیں، دجاجلہ کفر و شیطنت کے آگے سربسجود ہیں اور اُن کے ہر القاء شیطانی کو کتاب و سنت پر ترجیح دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسی سے انکی ہلاکت ہے۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل

دہ کار ماست نالہ و ما در ہوائے او ؎ پروانہ چراغ مزار خودیم ما

فقیر۔ عبدالحی کان اللہ لہ

فحش شاعری اور لغویات پردازی

عرب میں آنحضرت صلعم کے زمانہ سے پیشتر فی الحقیقت کوئی تعلیم نہیں تھی اُن کی تعلیم کا منبع و منتہا یہی تھا کہ فحش اور لغو شاعری۔ قومی مدّاحی۔ خیالی قصوں۔ جھوٹے فسانوں اور لغو قصیدوں میں اپنی زندگی خرچ کیا کرتے۔ فاحشہ عورتوں کی تعریفیں میں غزلیں بنایا کرتے خیالی اور جھوٹے فسانے تراشا کرتے میلوں اور مجلسوں میں لچھے اپنے شعر و سخن کا مقابلہ کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے لوگ راست گوئی راست بازی اور صدق پسندی سے دور جا پڑے۔ لغویت۔ مبالغہ حشو اور کذب اُن کی فطرت ثانی بن گیا اُنکے اخلاق بگڑ گئے، محنت کشی۔ سادگی اور کسب حلال مفقود ہو گئے قرآن مجید نے ان تمام بیہودگیوں کی بیخ کنی کی سچے علوم سچی شاعری اور علم تاریخ کی طرف اُن کو مائل کیا۔ اور اپنے حقانی بیان سے جو تمام کمالات فصاحت و بلاغت اور معانی کو اپنے اندر لیے ہوئے تھا ہر قسم کے فحش۔ لغو۔ کذب اور مبالغہ سے قطعاً پاک ہو ثابت کر دکھایا کہ صدق بیانی کیسی دلربا اور جاں بخش ہو سکتی ہے۔

ایک فسانہ گو کی طرف جس کا نام نضر بن حارث تھا قرآن مجید اشارہ کر کے فرماتا ہے:۔

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین ○

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں سے ایک ایسا ہے جو لغویات خریدتا ہے تاکہ بے سمجھے بوجھے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے بہکا دے اور اُسکی ہنسی بنا دے ایسے لوگوں کے واسطے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

[illegible] جھوٹے شاعری اور فسانہ گوئی اُن پر [illegible] جنہوں نے اسلام کی عظیم الشان عمارت کو گرا دیا، مسلمانوں کے مذاق اور اخلاق کو ایسا بگاڑ دیا کہ وہ کسب علوم و فنون کے ناقابل ہو گئے۔ قرآنی علوم سے بے بہرہ اور متنفر ہو گئے۔ یہاں تک کہ بے معنی پڑھنا ہی کو کافی سمجھنے لگ گئے، علم حدیث کا بھی حس و مذاق نہیں رہا۔ آنحضرت صلعم کے وقت میں ایک شاعر نضر بن حارث مسلمانوں کو رستم و اسفندیار کے قصے اور فاحشہ عورتوں کے راگ سنا کر قرآن مجید سے پھیرا کرتا تھا۔ جو قرآنی پیشینگوئی کے مطابق جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اس طرح یہ عذاب مہین اور عذاب الیم کی سزاؤں کو پہنچا مگر افسوس یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد خاص مسلمانوں میں ہی بے حد نضر پیدا ہو گئے جنہوں نے لاتعداد غزلیات و دواوین و قصائد و قصص جو سراسر لغو کذب، فحش [illegible] سے بھرے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں سے [illegible] نکال دیا اور اُنکی بجائے آوارگی، شرارت، بے ایمانی کو بھر دیا [illegible] اس لعنت سے [illegible]۔ حدیث شریف میں ہے کہ شعر ایک قسم کا [illegible] جس شعر کا مضمون اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جس کا مضمون بُرا ہے وہ بُرا ہے۔ حسان کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حسان کو شعر گوئی میں خدا کے حکم سے جبرئیل مدد کرتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن تلوار سے بھی جنگ کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تمہارے شعر کفار کو تیر [illegible] (مشکوٰۃ) مگر نہایت ہی قابل افسوس بات ہے کہ جس [illegible] شاعری کو [illegible] فرمایا تھا وہ مسلمانوں میں [illegible] بلکہ اسکو قدرتی اور سچی شاعری کا لحاظ نہیں [illegible]

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکا اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا)

تعلیم الاسلام

علم و اسلام

(سلسلہ کے لیے دیکھو اسوۂ حسنہ بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء)

تحقیق کتب خانہ اسکندریہ

"معترضین کی دلیل روایت کی حیثیت سے صرف اس قدر ہے کہ "اس واقعہ کو عبداللطیف بغدادی مقریزی حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے۔ یہ مورخین نہایت معتبر ہیں اور ان کی شہادت سے انکار نہیں کیا جا سکتا"

"اگر یہ واقعہ صرف ابوالفرج کے بیان پر مبنی ہوتا تو ہم کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا لیکن یہ واقعہ صرف اس کی سند پر مبنی نہیں مقریزی اور عبداللطیف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے" (مسٹر کریچٹن)

"جو اعتراض ابوالفرج کے بیان پر کیے جاتے ہیں ان میں یہ نہایت قوی اعتراض خیال کیا جاتا ہے کہ عرب کے مورخ ایسے عظیم واقعہ سے خاموش ہیں لیکن اس اعتراض کا زور عبداللطیف اور مقریزی کی شہادت کے بعد گھٹ جاتا ہے" (پروفیسر ساسی)

"ہم کو ایک منفیانہ دلیل کے مقابلہ میں دو عربی مورخوں کی اثباتی شہادت پیش کرنا چاہیے۔ اس سے عبداللطیف و مقریزی کو مراد لیتا ہوں" (پروفیسر ...)

"مسٹر ساسی نے اپنے ایک لمبے نوٹ میں جو انہوں نے عبداللطیف کے ترجمہ پر لکھا ہے عربی مصنفوں کی کتابوں سے مختلف شہادتیں جمع کی ہیں اور ان سے ابوالفرج کا بیان قابل اعتبار ثابت ہوتا ہے" (مسٹر کریچٹن)

"میں نے چند اور نئی خاص سندیں پیدا کی ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ عربوں نے جب اس شہر کو فتح کیا تو عمرو بن عاص نے عمر کے فرمان کے مطابق یہ حکم دیا تھا کہ ایک مجموعہ جس میں بہت سی کتابیں تھیں اور جو اسکندریہ میں تھا آگ پر رکھ دیا جائے" (پروفیسر ساسی)

[illegible] حاجی خلیفہ نے مقدمہ ابن خلدون کی عبارت نقل کی ہے۔ نئی خاص سندیں انہیں کچھ نہ ملیں۔ پیرس کے عظیم الشان کتب خانہ کو چھان کر صرف دو سندیں ہاتھ آئیں۔ اس فہرست میں اب ہم ہر شخص کا نام اور ایراد ذکر کرتے ہیں۔

حاجی خلیفہ کو دو سو برس سے زیادہ نہیں گزرے۔ کشف الظنون کے سوا کوئی کارنامہ ہم کو معلوم نہیں۔ تاریخ میں اس کی نہ کوئی کتاب ہے نہ اس کو کسی نے مورخوں میں شمار کیا ہے۔ اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔

یروی انہم احرقوا ما وجدوا من الکتب فی فتوحات البلاد

بیان کیا جاتا ہے ان لوگوں (اہل عرب) نے شہروں کی فتوحات میں جو کتابیں پائیں جلا دیں۔ اسکندریہ کا نام و نشان تک نہیں صرف ایک عامیانہ روایت ہے۔ یروی کے لفظ اور عبارت کے طرز نظام سے ہرگز نہیں پایا جاتا کہ مصنف اس کہانی کو واقعہ مسلمہ قرار دیتا ہے۔

ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون میں ایک موقع پر شہنشاہ ایران کے ایک کتب خانہ کا بیان آگیا ہے جو تمام صحیح و مستند تاریخوں کے خلاف ہے۔ اگر کوئی نتیجہ نکلتا ہے تو یہ کہ اسکندریہ کا واقعہ محض بے اصل ہے ورنہ جس طرح ایران کے متعلق ابن خلدون نے بیان کیا تھا کوئی نہ کوئی عربی مورخ اسکندریہ کے قصہ کو بھی حیثیت سے ذکر کرتا حالانکہ عربی کی سینکڑوں ہزاروں تاریخوں میں سے ایک میں بھی اس کا پتہ نہیں۔

مقریزی نے عمود السواری کے لفظ سے عنوان قائم کیا ہے اور حرف بحرف عبداللطیف کی عبارت نقل کر دی ہے۔ مقریزی نے اپنی کتاب

میں اسکندریہ کی فتح کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے لیکن کتب خانہ کے متعلق ایک حرف بھی نہیں۔ موسیو لانگل فرانس کے مشہور عالم کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ:۔

"مقریزی کا بیان کوئی مستقل شہادت نہیں بلکہ صرف عبداللطیف کے فقرے کی نقل ہے" (موسیو لانگل)

"لوگوں کو یہ کہنے کا موقع حاصل ہے کہ مقریزی کا قول صرف عبداللطیف کے فقرے کی نقل ہے" (ڈساسی)

عبداللطیف بغدادی

اخیر سہارا ہے جو بے شبہ بہت بڑا طبیب تھا لیکن کیا اس کو کسی نے مورخ کہا ہے فارابی و بوعلی سینا کے حوالہ سے اگر کوئی تاریخی واقعہ لکھا جائے تو کس قدر اعتبار کے قابل ہوگا اس نے مصر کی ایک تاریخ لکھی ہے جس کا نام ہے کتاب الافادہ والاعتبار فی الامور المشاهدة والحوادث المعاینة بارض مصر یہ کتاب اس نے ۱۰ شعبان ۶۰۰ھ میں تمام کی اور اس کا موضوع صرف وہ حالات و واقعات ہیں جو عبداللطیف نے خود مصر میں مشاہدہ کیے اس میں ایک موقع پر عمود السواری کے لفظ سے ایک عنوان قائم کیا ہے اس کے تمام حالات بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ اس ستون کے گرداگرد چار سو اور چھوٹے ستون تھے لکھتے لکھتے آخر میں ضمناً یہ عبارت لکھی ہے۔

"اور کہا جاتا ہے کہ یہ ستون منجملہ ان ستونوں کے ہے جن پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا رواق تھا اور جہاں ارسطو حکمت کا درس دیا کرتا تھا اور کہ وہ دارالعلم تھا اس میں وہ کتب خانہ تھا جس کو عمرو ابن العاص نے عمر بن الخطاب کے اشارے سے جلا دیا۔"

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عبداللطیف نے اس کہانی کو کس حیثیت سے ذکر کیا ہے یہ تمام قول یذکر کے تحت میں ہے جس سے کسی طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مورخانہ حیثیت سے لکھتا یا اس کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔

"یہ بیان محض علی سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے اور اس سے کوئی خاص غرض معلوم نہیں ہوتی۔ یہ کسی خاص واقعہ کا یاد دلانا نہیں بلکہ ایک مشہور روایت کا اعادہ کرو دیتا ہے جس کو اس زمانہ کے سیاحوں نے بار بار کہا ہے اور یہ من قبیل اسی قسم کی "غیر معتبر" اور "خلاف عقل" بیانات کے ہے جو زمانۂ وسطیٰ کے سیاحوں میں ایسے ایسے کے بارے میں مشہور تھے۔" (مسٹر گیبرل جرمن فاضل)

مزے کی بات یہ ہے کہ عبداللطیف نے چونکہ بازاری گپوں کا ذکر کیا اس جملہ میں بعض واقعات بیان کیے اتفاق سے سب غلط نہ یہ مقام ارسطو کا رواق تھا۔ نہ ارسطو نے کبھی وہاں درس دیا "پیکفیشر" میں عبداللطیف کے بیان کی غلطی پر عجیب لطف سے استدلال کیا گیا تھا۔

"کتب خانہ کا جلایا جانا تو ایک طرف عبداللطیف نے اس کے ساتھ اور جو واقعات بیان کیے وہ کونسے سچ ہیں!!!"

ابوالفرج

اکثر مصنفین نے تصریح کی ہے کہ یورپ میں یہ روایت ابوالفرج کے ذریعہ سے پہنچی۔

"جب سے ابوالفرج کی تاریخ لاطینی میں ترجمہ ہو کر دنیا میں شائع ہوئی یہ قصہ بار بار منقول ہوا ہے۔" (گبن)

فاضل مسیحی پشپ نے بھی اس واقعہ کو اس حیثیت سے نہیں لکھا جس سے ثابت ہو کہ وہ یقیناً تسلیم کرتا اور صحیح سمجھتا تھا اس کی اصل تاریخ سریانی میں فتح اسکندریہ کا حال تفصیلاً مذکور ہے اس میں ذکر تک نہیں۔ البتہ اس تاریخ کا خلاصہ جو عربی میں ہے اس میں اس کا ذکر ہے لیکن مسٹر گیبرل اس خلاصہ کی نسبت کہتے ہیں کہ اس میں بہت سی ایسی باتیں جو اصل سریانی میں ہیں اور یہ امر کہ آیا یہ مقامات زمانہ مابعد کے الحاق ہیں یا خود ابوالفرج نے بڑھائے ہیں بخوبی معلوم نہیں ہوتا اس خلاصہ کا کل نسخے ناکامل ہیں۔ واقعہ اسکندریہ اصل سریانی میں نہیں پایا جاتا۔ اس عبارت کے الحاق ہونے کا گمان اس وجہ سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے کہ عربی خلاصہ کو پروفیسر پوکاک نے اپنے اہتمام و تصحیح سے چھپوایا ہے اور ان کو مسلمانوں کے خلاف واقعات گھڑ لینے میں کمال حاصل تھا۔

روایت کا صحیح ماخذ

قفطی اور ابوالفرج دونوں ہمعصر تھے۔ دونوں کی عبارت بعینہ ایک ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ "مختصر الدول" ابوالفرج کی ابتدائی تصنیف ہو اور "اخبار الحکماء" قفطی کی آخری اور قفطی کا ماخذ "مختصر الدول" ہو دونوں کی عبارتیں حرف بحرف ایک ہیں۔ ایک درحقیقت اصل ہے دوسرا ماخذ۔ اگر قفطی کا ماخذ ابوالفرج تسلیم کیا جائے تو یہ مسئلہ نہایت آسانی سے طے ہو جاتا ہے کہ ایک عیسائی مورخ اس قصہ کا موجد ہے۔ اور اگر خود قفطی کی تاریخ ابوالفرج کا ماخذ ہو تو یہ مشکل بھی اس وقت حل ہو جاتی ہے جب ہم ابن الندیم کی کتاب الفہرست میں کتب خانۂ اسکندریہ کا ذکر پاتے ہیں اور وہ بعینہ قفطی کے بیان موجود ہے اور ابن ندیم نے تصریح کی ہے کہ یہ اسحق راہب کی تاریخ سے ماخوذ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں میں یہ روایت عیسائیت کی راہ سے آئی ہے۔ ایک اور امر جس کی وجہ سے قفطی کی شہادت نہایت ضعیف ہو جاتی ہے یہ ہے کہ یحییٰ نحوی اور کتب خانۂ اسکندریہ کے حالات قفطی نے لکھے ہیں ان کی عبارت تقریباً حرف بحرف ابن ندیم سے ملتی ہے لیکن جہاں سے قفطی میں جلانے کی حکایت شروع ہوتی ہے وہیں سے ابن ندیم خاموش ہے۔

جن عربی مورخین نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ سب آخر کی چھٹی یا ساتویں صدی کے مورخین ہیں۔ بغدادی قفطی سلطان صلاح الدین کے دربار سے تعلق رکھتے تھے اس سے ثابت ہے کہ اس زمانہ میں اس قصہ نے کمال شہرت حاصل کی تھی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب تمام دنیا کے عیسائی مصر و شام پر صلیبی جنگ کے جوش میں مسلمانوں کے خلاف سینکڑوں مفتریانہ روایات مشہور کر رہے تھے اس لیے قرین قیاس ہے کہ اس صدی کے ایک دو مورخین ایسے واقعہ کے متعلق جو پہلی صدی کے شروع میں واقع ہوا وہ شہادت معتبر ثابت ہو سکتی ہے جس کو ان لوگوں نے بیان کیا ہو جو پانچ سو برس بعد پیدا ہوئے جن کی نہ کوئی سند نہ کوئی حوالہ؟

[illegible] واقعیت کے جس قدر ذخیرے ہیں سب پر تاریکی کا پردہ پڑا ہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخیں اور قدیم واقعات کی نسبت سب کا ماخذ فتوح البلدان بلاذری .... تاریخ یعقوبی، تاریخ ابو حنیفہ دینوری، تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری، کامل ابن الاثیر، ابن خلدون ہیں۔

خصوصاً اسکندریہ کے خاص حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ اگرچہ وہ تمام کتابیں آج نہیں ملتیں لیکن زمانہ مابعد کی متعدد تصنیفات ایسی موجود ہیں جن میں تمام قدیم کتابوں کی روایتیں جمع کر دی گئیں ہیں مثلاً حسن المحاضرہ سیوطی جس کے دیباچہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ میں نے اٹھائیس تاریخیں دیکھیں اور ان سے یہ کتاب تیار کی سب سے مفصل و بسیط مواعظ الاعتبار بذکر الخطط والآثار ہے جو مقریزی کی تصنیف ہے۔ جس میں مصر و اسکندریہ کے متعلق ایک ایک جزوی واقعہ کا استقصا کیا گیا ہے۔ یہ تمام بیش بہا کتابیں جن کے سوا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے ان کتابوں میں فتح اسکندریہ کے نہایت تفصیلی حالات مذکور ہیں لیکن کتب خانہ کا ذکر تک نہیں۔

جن تصنیفات میں ضمناً اس کا تذکرہ آسکتا تھا ان میں بھی واقعہ مفروضہ کا کہیں پتہ نہیں۔ مثلاً حکمائے اطبا کے حالات جن میں یحیٰی نحوی کا تذکرہ عموماً کیا گیا ہے۔ عربی میں اس کی تمام کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ طبقات الاطبا اور کتاب الفہرست میں یحیٰی کے تمام حالات اور اس کی تصنیفات کے نام لکھے ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ "وہ عمرو ابن عاص کے پاس حاضر ہوا اور عمرو نے بہت کچھ اس کی تکریم کی" ان تمام تصریحات کے ساتھ کتب خانہ کا ذکر تک نہیں۔

جغرافیوں، سفرناموں، بیوگرافیوں میں ضمناً ذکر آسکتا تھا لیکن نام و نشان نہیں خود قدیم عیسائی تاریخوں میں اس کا پتہ نہیں۔ یوسکس متوفی سنہ ۹۴۰ء جو دسویں صدی میں اسکندریہ کا بطریق تھا۔ اس نے فتح اسکندریہ کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔ اسی طرح المکین جو واقعہ مفروضہ کے تین سو برس بعد پیدا ہوا یعنی ابو الفرج سے دو سو برس پہلے اسکندریہ کی فتح کے حالات تفصیل سے لکھے۔ یہ دونوں مصنف متعصب عیسائی تھے جن کی نسبت کسی قسم کی طرفداری کا گمان نہیں ہو سکتا اسی کے ساتھ محقق اور علم دوست تھے۔ ان کی نگاہ میں اتنے بڑے علمی سرمایہ کی بربادی کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتی۔ مصر کے قیام اور ذاتی شوق کی وجہ سے مصر کے متعلق انکو وسائل معلومات بھی پہنچے تھے۔ ان باتوں کے ساتھ ان دونوں مورخوں کا کچھ نہ لکھنا صریح اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں جیسا کہ گبن و کریل نے اس واقعہ کے بے اصل ہونے کے لئے عموماً اس سے استدلال کیا ہے۔

بعض نے یہ دعوٰی کیا کہ عمرو نے جو کتب خانہ تباہ کیا وہ شاہی کتب خانہ تھا بلکہ [illegible] کا تھا لیکن یہ توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ "مدعی سست گواہ چست" کی مصداق ہے۔ ابو الفرج کے صاف الفاظ یہ ہیں کتب الحکمۃ التی فی خزائن الملوک "فلسفہ کی وہ کتابیں جو شاہی خزانہ میں تھیں" لیکن اگر تسلیم بھی کیا جائے تاہم یہ ثابت ہو گا کہ کتب خانہ مذکور کل یا قریباً کل پہلے ہی برباد ہو چکا تھا۔ سراپیم اور اس کے کتب خانہ کا حال اس وقت تک تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ سراپیم کا معبد جس سے وہ کتب خانہ متعلق تھا تھیوڈوسیس کے عہد میں ۳۹۱ء میں گرا دیا گیا تھا۔ لیکن یہ امر کہ اس وقت وہ کتب خانہ موجود تھا یا ضائع ہو گیا تھا یا قسطنطنیہ کو منتقل ہو گیا تھا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ اخیر خیال قسطنطنیہ جانا زیادہ قرین قیاس ہے (کریل)

موسیو سیڈیو سراپیم تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"کسی ہمعصر مورخ نے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا لیکن اگر وہ صحیح بھی ہو تو محدود سے چند کتابوں سے متعلق ہو گا کیونکہ اس کتب خانہ کے حصے سنہ [illegible] میں سیزر کے عہد میں اور تھیوڈوس کے عہد میں برباد ہو چکے تھے" (سیڈیو)

ابو الفرج نے جن خصوصیتوں کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا ہے وہ تو اس قدر لغو ہیں کہ عموماً مورخین موافق و مخالف اس کو افسانۂ باطل سمجھتے ہیں۔

"ابو الفرج کے بیان میں جو تفصیلیں ہیں صحیح نہیں۔ ایسی تفصیلیں نکتہ چینی کی برداشت نہیں کر سکتیں" (پروفیسر ڈساسی)

برٹش انسائکلوپیڈیا کے لکھنے والوں نے بھی اس کی ہنسی اڑائی ہے۔ ایک کتب خانہ کا چار ہزار حماموں میں تقسیم کیا جانا! چھ مہینوں تک کتابوں کا جلتا رہنا!! اربعہ مناسبہ کی رو سے فی حمام ایک کتاب کا بھی پرتہ نہیں بلکہ نصف سے تجاوز ہیں!!! یا تو تمام ایسے مختصر کہ نصف کتاب کافی تھی یا کتابیں اس قدر ضخیم تھیں کہ ایک کتاب کا آدھا حصہ سارے دن ایندھن کا کام دے سکتا تھا۔

"اس کتب خانہ کی آدھی کتابیں تو جولیس سیزر نے جلا دی تھیں باقی اسکندریہ کے پادریوں نے اپنے اہتمام سے ضائع کرا دیں۔ عظیم الشان اور قدیم کتب خانہ جس کو تاجداران سلسلہ بطلیموسیہ نے جمع کیا تھا اور جو سیزر کی آتش زنی سے بچ رہا تھا جاہل متعصب پادری تھیافلس کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔ اگر بفرض محال یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس وحشیانہ بربادی کے بعد بھی یہ عظیم الشان کتب خانہ بچ رہا تو ہزار سال کی فرسودگی اور شاید تصرف بیجا کے اثر کا مقابلہ کرنے کے بعد اس کی تعداد کتب بہت ہی کم رہی ہو گی۔ اس کے علاوہ ایک اور غریب یحیٰی نحوی اس مستحق بات ان کتب خانہ کے قائم رکھنے اور چلانے کے مصارف کا کیونکر متکفل ہو سکتا تھا جس پر بطلیموسیوں کے شاہانہ مصارف محاصل کا ایک بیش قرار حصہ صرف ہوا کرتا تھا کتب خانہ کے جلانے کی جو مدت چھ مہینے بتائی گئی ہے اس سے کتابوں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

"جھلی کے کاغذ سے زیادہ بُرے ایندھن کا ہونا ممکن نہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکندریہ کے حمامیوں نے دوسرا ایندھن چھوڑ کر جھلی اوراق جلانے پسند کئے ہوں۔ جس کی آنچ جیسی تیز ہو سکتی ہے وہ تو ظاہر ہے البتہ چراہند کے ہر جگہ پھیل جانے میں شک نہ تھا" (ڈریپر) (باقی آئندہ)

عبدالکریم (از کسیلہ)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

اصلاح الاخلاق والاعمال

تہذیب النفس · تدبیر منزل · سیاست مدن

شہر رمضان

پھر لطف ہوا موجو خلاق جہاں کا آنا ہو مبارک تمہیں ماہ رمضان کا

مبارک ہو اے برادران اسلام! عید مبارک

وہ مبارک اور متبرک مہینہ جس کا گیارہ ماہ سے برابر انتظار رہتا تھا پھر نصیب ہوا شکر الحمد کہ پھر اس ماہ مبارک کی زیارت ہوئی۔ گناہوں کی نادُ غارت ہوئی۔ جنت کی بشارت ہوئی ہے!

یہ ہی وہ متبرک ماہ ہے کہ جس کی خاطر سال[51] بھر تک جنت کو سنوارا جاتا ہے یہی وہ مبارک مہینہ ہے کہ جس کی تیسری تاریخ کو صحف ابراہیم اور چھٹی کو توراۃ اور تیرھویں کو انجیل اور چوبیسویں کو قرآن مجید فرقان حمید لوح محفوظ سے آسمانِ[52] دنیا پر نازل ہوا۔

اسی مبارک ماہ کے آنے سے شیاطین مقید اور ابواب جہنم کے مسدود اور ابواب جنت کے مفتوح ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مرقوم ہے:۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ أَخْرَجَهُ السِّتَّةُ [illegible] أَوْ دَ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور شیاطین کے زنجیریں ڈالی جاتی ہیں۔ ابوداؤد کے سوا چھٹوں کتب احادیث اس کی راوی ہیں۔ اور اسی مہینہ کو حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "شہر مبارک[53]" فرمایا ہے۔

اور اسی ماہ کے اول روز سے ہی ایک ہوا[54] عرش کے نیچے برگ درختان بہشت سے حوروں پر چلتی ہے اور وہ کہتی ہیں یا اللہ اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے شوہر بنا کہ اُن کی آنکھیں ہم سے اور ہماری آنکھیں اُن سے ٹھنڈی ہوں۔

فضیلت طاعت رمضان و وعید معصیت

اس مبارک ماہ میں نفل کا ثواب[55] برابر فرض کے اور فرض کا برابر ستر فرض کے ہوتا ہے۔ اور

ہر شب ایک پکارنے والا[56] پکارتا ہے کہ اے طالب خیر کے دوڑ اور اے طالب برائی کے باز آ اور اللہ تعالے بہتوں کو جہنم سے آزاد کر رہا ہے شاید تو بھی اُن میں داخل ہو۔

حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سے بہت ڈرو اور اُس میں اپنے کو محفوظ رکھو کیونکہ اُس میں جیسے کہ نیکیاں بڑھتی ہیں ویسے ہی گناہ بھی سخت ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ میری اُمت کبھی رسوا نہ ہوگی

---

[51] رواہ البیہقی۔ ۱۲

[52] رواہ الاصبہانی وطبرانی۔ ۱۲

[53] رواہ النسائی۔ ۱۲

[54] رواہ البیہقی۔ ۱۲

[55] رواہ البیہقی۔ ۱۲

[56] رواہ الترمذی۔ ۱۲

جبتک کہ رمضان کو تمام مکمل کسی انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رمضان کے ضایع کرنے سے اسکی کیا سزا ہوگی۔ فرمایا جو اسمیں برا عمل کرے یا زنا کرے یا چوری کرے اسکا رمضان مقبول نہ ہوگا اور اسپر تمام سال فرشتے اور جانور لعنت کرتے رہیں گے۔ اگر اگلے رمضان سے پہلے مرگیا تو اسکو جہنم کی بشارت ہو

فضیلت صیام

فرمایا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ انمیں ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے یعنی سیرابی کا دروازہ۔ اُس میں سوائے روزہ داروں کے کوئی اور داخل نہ ہوگا۔ جیساکہ حدیث شریف میں مرقوم ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ اَحَدٌ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَا دَاؤُدَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَمَنْ دَخَلَهُ لَا يَظْمَأُ اَبَدًا

(ترجمہ) سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت میں ایک دروازہ ہے جسکو ریّان کہتے ہیں سوائے روزہ داروں کے کوئی اُس میں داخل نہ ہوگا اور جب وہ داخل ہو چکینگے تو بند کیا جائیگا پھر اُس میں کوئی نہ جائیگا۔ سوائے ابوداؤد کے پانچوں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے زیادہ کیا ہے کہ جو اسمیں داخل ہوگا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص روزہ رکھے رمضان کا واسطے ایمان اور طلب ثواب کے۔ اُسکے تمام گناہ (گذشتہ) معاف کردیے جاتے ہیں۔

اور فرمایا ہر عمل نیک ابن آدم کا دس سے سو تک مضاعف ہوتا ہے۔ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے۔ اور اُسکی میں خود جزا دونگا کہ اپنی خواہشات نفسانی اور کھانا پینا میرے لیے چھوڑتا ہے۔

روزہ دار کو دو فرحتیں ہیں۔ ایک افطار کیوقت دوسرا اپنے رب کی ملاقات کے وقت۔ اور روزہ دار کی منھ کی بو زیادہ پاکیزہ ہے اللہ کے نزدیک خوشبوئے مشک سے اور روزہ قیامت میں سفارش کرے گا اور کہیگا کہ اے پروردگار میں نے اسکو دن کے وقت طعام و شہوات سے باز رکھا۔ میری شفاعت اسکے حق میں قبول فرما۔ پس شفاعت مقبول ہوگی جیساکہ حدیث شریف میں مرقوم ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ اَجْلِيْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ شَاتَمَهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ رَبِّيْ صَائِمٌ اَخْرَجَهُ السِّتَّةُ

۵۰ "ریّان" یعنی سیراب کرنے والا ۱۲

(ترجمہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے آدم کے ہر ایک عمل نیک دس مثل سے سات سو مثل تک مضاعف کیا جاتا ہے اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں اسکا بدلہ دونگا اور وہ اپنی شہوت اور کھانا میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشی ہیں ایک افطار کیوقت اور دوسری اپنے رب سے ملنے کیوقت۔ روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے پاکیزہ تر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے پس جب تمھارے روزہ کا دن ہو تو فحش کرو اور شور نکرو اور اگر کوئی اسکو دشنام دے یا لڑائی کرے تو کہدے میں روزہ دار ہوں میں روزہ دار ہوں۔ اس حدیث کو چھوں کتب احادیث نے روایت کیا ہے۔

فضیلت قیام لیل یعنی تراویح وتلاوت قرآن

فرمایا حضور سرور کائنات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص کھڑا ہو رمضان کی شب میں یعنی واسطے نماز کے واسطے ایمان اور طلب ثواب کے اُسکے تمام گذشتہ گناہ بخشدیے جاویں۔

اور فرمایا قرآن شریف سفارش کریگا اور کہیگا کہ میں نے اسکو رات کے وقت سونے نہ دیا تھا میری شفاعت اسکے حق میں قبول فرما۔ چنانچہ اُسکی شفاعت قبول ہوگی۔

فضیلت سحری کھانے کی

فرمایا آقائے نامدار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سحری میں برکت ہے اور فرمایا کہ فرق ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں سحری کھانا ہے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا اور حضور سحری نوش فرما رہے تھے ارشاد ہوا کہ یہ برکت ہے جو اللہ تعالی نے تمکو عطا فرمائی ہے اسکو مت چھوڑنا۔

اور حضور نے اسکو غذائے مبارک فرمایا ہے جیساکہ حدیث شریف میں مرقوم ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَا دَاؤُدَ

(ترجمہ) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ سوائے ابوداؤد کے پانچوں احادیث نے روایت کیا ہے۔

۵۱ بانم کی ۱۲

۵۲ ذکر جامع ۱۲

۵۳ رواہ البخاری ومسلم ۱۲

۵۴ رواہ البیہقی ۱۲

۵۵ متفق علیہ ۱۲

۵۶ رواہ المسلم ۱۲

۵۷ رواہ النسائی ۱۲

فرق اہل کتاب اور اہل اسلام کے روزوں میں سحری کھانیکا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مرقوم ہے

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ فَصْلَ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَكْلَةُ السَّحُوْرِ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ

(ترجمہ) عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب اور ہمارے روزوں کے درمیان میں یہ فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں۔ سوائے بخاری کے پانچوں نے روایت کیا ہے۔

فضیلت افطار کرنے کی و آداب افطار صیام

فرمایا حضور سرور کائنات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کراوے اسکے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے اور اسکی گردن جہنم سے چھوٹ جاتی ہے اور اسکو برابر روزہ دار کے ثواب ہوتا ہے اور اسکے[1] ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب کو کو اتنا نہیں ملتا جو روزہ دار کو افطار کرا دیویں۔ ارشاد ہوا کہ یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسکو عنایت فرماتا ہے جو دودھ کی لسی پر یا ایک خرمہ پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر افطار کرا دیوے اور جو پیٹ بھر کر کھلاوے روزہ دار کو پلاوے اسکو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے آب شربت کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا[2] نہو۔

اور فرمایا روزہ تازہ خرمہ سے افطار نا افضل ہے۔ اگر میسر نہو تو خشک ہی کہ خرما برکت ہے۔ اگر وہ بھی نہ ملے تو پانی کے گھونٹ پر[3] افطار کرے۔ اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

(ترجمہ) اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیری دی ہوئی روزی پر افطار کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نزدیک پیارا وہ ہے جو روزہ جلدی افطار کرے یعنی بعد غروب یقینی آفتاب کے پھر تاخیر نکرے جیسا کہ حدیث شریف میں مرقوم ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ اَخْرَجَهُ الثَّلٰثَةُ وَالتِّرْمِذِيُّ

(ترجمہ) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ بھلائی کے ساتھ رہینگے جبتک کہ افطار میں جلدی کرینگے۔ ترمذی نے اور تینوں نے اسکو روایت کیا ہے۔

فضیلت آخری شب رمضان

فرمایا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ رمضان کی آخری شب میں امت محمدیہ کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ شب شب قدر ہے جو اسکی اتنی بڑی بزرگی ہے۔ فرمایا نہیں! بلکہ سبب یہ ہے کہ کام کرنیوالے کی مزدوری[1] اسوقت پوری دیجاتی ہے کہ جب وہ اپنا کام پورا کر چکتا ہے۔

فضیلت اعتکاف

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف کے حق میں کہ وہ تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اسکی نیکیاں جاری رہتی ہیں ایسے شخص کے برابر جو تمام نیکیاں کرتا[2] ہو۔

عمداً بلا عذر روزہ نہ رکھنا یا روزہ رکھکر توڑ ڈالنا

بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھے یا رکھکر توڑ ڈالے سخت گنہگار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص افطار کرے (یعنی نہ رکھے یا رکھکر توڑ ڈالے) ایکدن بھی رمضان سے بلا رخصت کے نہ کفایت کریگا اسکو تمام عمر روزہ[3] رکھنا۔

اور اگر کھاوے کوئی شخص قصداً کھلم کھلا بلا عذر کے قتل[4] کیا جاوے۔ کیونکہ وہ شخص دین کے ساتھ استہزا کرنے والا ہے۔ یا منکر ہے اس حکم کا کہ جو دین سے بالضرورت ثابت ہے اور ایسے شخص کا قتل حلال ہونے میں اور اسکے حکم کیے جانے میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔

اور جو لوگ بلا عذر روزہ ترک کریں انکے ساتھ میل جول نکرنا چاہیے۔ اسی طرح جو خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں ان سے دور رہنا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ مثال برے ہمنشین کی مثل دھونکنے والی بھٹی[5] کی ہے یا تیرے کپڑے جلادیگی یا اس سے بدبو پائیگا۔

کیا خوب فرمایا ہے مولانائے روم قدس سرہ نے

یار بد بدتر بود از مار بد	دور شو از اختلاط یار بد
یار بد بر جان و بر ایمان زند	مار بد تنہا ہمیں بر جان زند
صحبت طالح ترا طالح کند	صحبت صالح ترا صالح کند

اللہ تعالیٰ ہمیں و تمام مسلمانوں کو روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرماوے اور خدا و رسول کی نافرمانی کرنے سے بچائے۔ آمین ثم آمین

وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ ۝

[1] یعنی روزہ دار کے ۱۲
[2] رواہ البیہقی ۱۲ [3] رواہ الترمذی ۱۲

[1] رواہ الاظہر ۱۲
[2] رواہ ابن ماجہ ۱۲
[3] رواہ ابن ماجہ صفحہ ۱۲۱ ۱۲
[4] رواہ الدر المختار ۱۲
[5] انتہیٰ مختصراً متفق علیہ۔ تفسیر مظہری جلد اول صفحہ ۳۷۹ ۱۲

عزم بالجزم

کامیابی حاصل کرنے کا راز

رو کہ ندکوشش لگاکے تارے سپہر رفعت کے توڑلاؤ

لینے کو تو یہ ایک معمولی لفظ ہے مگر حقیقت میں تمام اور جہان کی ترقیوں اور کامیابیوں کی جڑ ہے۔ ارادہ۔ عزم۔ اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کسی کام کے لئے ایک آخری فیصلہ کر لیتا اور پھر اسکو تکمیل تک پہونچانے کے لیے ہر ایک قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے۔

لیکن جن لوگوں کی طبیعت میں تلون۔ کمزوری۔ قوت فیصلہ کا فقدان ہو ان کی کوئی خواہش اور کوئی کام پروان نہیں چڑھتا۔ وہ آج ایک کام شروع کرتے اور چند دن کے بعد اسکو اس طرح سے ادھورا ہی چھوڑ دیتے ہیں گویا بالکل ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ ایسے لوگ کسی کام کو بھی مکمل نہیں کرتے۔ اور یہ صرف اپنا ہی نقصان نہیں کر بیٹھتے بلکہ لوگوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی بن جاتے اور ان کے پھندے میں پھنسے رہتے ہیں۔ اور استقلال جیسی صفت سے کورے ہوتے ہیں

استقلال کی ضرورت

ہر انسان کا یہ ایک فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی طبیعت میں استقلال پیدا کرنے کی عادت ڈالے جس کام کا وہ ایک دفعہ ارادہ کرے اسکے راستہ کی تمام مشکلات پر غالب ہونے کیلئے مردانہ وار جدوجہد میں مصروف رہے۔ ترقی اور کامیابی کا یہی ایک راز ہے کہ طبیعت میں بلا کا استقلال ہو۔ جس کام کا ایک دفعہ عزم کرے اسکو پورا کرکے چھوڑے۔ ہر انسان اسکی عادت پیدا کر سکتا ہے۔

اس کی ابتدا اول چھوٹے چھوٹے کاموں سے کرنی چاہیئے۔ مثلاً آپ اس بات کا عزم کرلیں کہ صبح پانچ بجے بیدار ہوکر صبح کی نماز پڑھا کرینگے اور کھلے میدان میں ہوا خوری کرینگے اور اسکو ہمیشہ کیلئے اپنا ایک قاعدہ بنالیں۔ یا آپ اس امر کا عزم کرتے ہیں کہ کھانے میں کثرت سے پانی نہ پیئینگے جس سے آپکی صحت دن بدن گر رہی ہے۔ تو آپ کر سکتے ہیں۔

اول میں چھوٹے چھوٹے امور میں عزم بالجزم کی عادت ڈالنی چاہیئے پھر آہستہ آہستہ جب یہ عادت راسخ ہو جائیگی تو تمام بڑے بڑے کاموں اور کاروباری امور میں بھی عزم بالجزم کو قائم رکھ سکینگے

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ کہ عزم نیک اور عزم بد کسکے لئے کیا مہیا و قائم کیا جائے کیونکہ عزم ایک ایسے پکے ارادے کا نام ہے جو اگر ایک شخص شراب پینے کا یا چوری کرنیکا عزم کرے تو کیا یہی عزم درست ہے۔

یہ ہے تو درست مگر عزم و استقلال کی راہ نما

عقل و تمیز

اور ضمیر انسانی ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہر فیصلہ۔ ہر ارادہ اور ہر عزم کا خود محاسب ہو۔ انکو عقل کی کسوٹی پر پرکھے۔ تمیز وادراک وعلوم کی عینک لگا کے نیک وبد پر ایک نظر غائر ڈالے۔ اور ضمیر سے اسکے کرنے یا نہ کرنے کا آخری فیصلہ طلب کرے۔ انکے علاوہ فطرت انسانی اور مذہب الٰہی عزم کا حقیقی راہ نما ہو سکتا ہے۔ ان اصولوں کی تقلید کرتے ہوئے اگر وہ کسی بات کا عزم کریگا تو وہ فیصلہ یقیناً راست ہوگا۔ پھر اسکو مدارج کمال تک پہونچانے واسطے عزم بالجزم کی ضرورت ہوگی۔ اگر ہمت ہار کر اس کو چہ سے پھر قدم ہٹالیگا تو قعر مذلت میں گریگا۔ اور کبھی کسی کام میں کامیابی کا منہ نہ دیکھیگا۔ یاد رکھو کہ پہلی ناکامیابی آخر اپنے ساتھ کامیابی کا سہرا لاتی ہے۔

عزم کے فوائد

جو لوگ ارادہ کے پکے ہوتے ہیں ان میں بہت سی صفات حسنہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ انمیں خودداری۔ پرہیزگاری۔ شرافت۔ پابندی عہد۔ پابندی اوقات۔ بیانداری جیسی بیش بہا صفتیں دیکھی جاتی ہیں جب وہ کسی برے کام سے بچنے۔ اپنی کسی کمزوری کو دور کرنیکا عزم کر لیتے ہیں تو اسکو دور کرکے چھوڑتے ہیں۔ ان میں خودداری جیسی بے نظیر عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے اقوال و افعال کی خود عزت کرتے۔ وعدہ کو نباہتے ہیں۔ انکا ہر فعل ایک نظام۔ ایک مکمل فیصلہ کی تحت میں ہو۔ وقت مقررہ پر انجام پاتا ہے۔

کامیابی کا راستہ

وہ لوگ جو گھروں میں تنہائی میں بیٹھکر اپنی بدقسمتی کا رونا رویا کرتے یا دوست احباب میں اپنی لیاقت و قابلیت کے فسانے سنا کر اپنی گمنامی۔ اور لاچاری کا نوحہ پڑھا کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ باوجود کئی قسم کے علوم کے ماہر اور اپنے فن میں یگانۂ روزگار ہونیکے وہ قسمت کے شاکی ہوں انکی ناکامیابی کا صرف ایک ہی راز ہے کہ وہ عزم بالجزم کی صفت سے کورے ہیں۔ کیا وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ بام رفعت پر کامیابی کے منارے پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ وہ یونیورسٹیوں کے ڈپلوموں یا خاندانی رسوخ کے طفیل اس بلند ترین مقام ترقی پر پہونچے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ حقیقت میں انھوں نے اپنی خواہشات پر حکومت کی ہے اپنے آپ کو ہمیشہ قابو میں رکھا ہے اور اپنے ہر عزم کو پورا کرکے چھوڑا ہے۔ وہ جس کام کو ایک دفعہ کرنے پر آمادہ ہوگئے پھر اس راستہ میں جان تک کی پرواہ نہیں کی۔ پھر کامیابی انکا پا دکیوں نہ چومے عزم راسخ کے مرید سچی اور حقیقی خوشی کے مالک ہوتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کوشش نہ کریں۔ کیونکہ

انسان صرف کوشش سے کامیاب

ہوتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو اپنے عزم کا پورا اور اپنے ارادے پر قائم رہکر ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا جائے۔

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور اُن کے ساتھ بحث پسندیدہ طور پر کیا کرو

مذاکرہ و مناظرہ

ابطال التنقید

(از جناب مولوی سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری مولوی فاضل و صدر الافاضل)

مسافر آگرہ کا آیہ کتابت پر اعتراض آیۃ حسب ذیل ہے۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

(ترجمہ) اے ہمارے حبیب (منافقین ظاہر میں) کہتے ہیں کہ ہم آپ کے مطیع ہیں پس جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں تو انہیں سے ایک گروہ رات کے وقت تمہاری باتوں کے علاوہ مشورہ کرتا ہے۔ حالانکہ خدا جمع کر لیتا ہے تمام ان باتوں کو جو رات کو (خلاف تمہارے) کہتے ہیں۔ تو تم انسے منہ پھیرے رہو اور خدا پر بھروسہ کرو۔ اور کافی ہے خدا اصلاح کار کے واسطے۔

مسافر آگرہ اس آیۃ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "اس آیت میں کئی امور قابل غور ہیں اول یہ کہ آیات میں حضرت محمد صاحب کو خطاب کیا گیا ہے بدقسمتی سے جنکا وجود مبارک صفحہ ہستی پر موجود نہیں اور ایسی صورت میں یہ آیات بالکل بیکار و معطل تصور ہونگے۔ کیونکہ جس کلام کا مخاطب ہی موجود نہیں ہے تو وہ کلام ہی کیسا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص وقت اور خاص مقام کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ شق دوم۔ ان آیات میں صاف الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ منافق لوگ جو بات چیت اور سرگوشیاں رات کو کرتے ہیں خدا تعالےٰ بحیث اسکو ان کے اعمال نامے میں لکھ لیتے ہیں اور روز قیامت میں اسکے مطابق سزا دیجاویگی۔ جائے غور ہے کہ آیا خدا برتر و بزرگ جو علیم کل و ہر ایک کے اندرونی سے اندرونی بھید سے واقف ہے اور جس سے انسان کا کوئی راز مخفی نہیں رہ سکتا جو سہو و خطا سے مبرا و منزہ ہے کیا سچ سچ وہ خدا تعالیٰ اس امر کی ضرورت محسوس کر سکتا ہے کہ وہ کسی کے اعمال نامے کے لکھنے کی تکلیف گوارا کر سکے یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ لکھنا سہو و خطا پر دلالت کرتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر سچ مچ خدا تعالےٰ اعمالوں کو اپنے ہاتھ سے لکھتا یا لکھواتا ہے تو وہ اعمال کس کتاب پر لکھے جاتے ہیں اور وہ کتاب کہاں رکھی جاتی ہے۔ کسکے سپرد رہتی ہے اسکی ضخامت کسقدر ہے قلم دوات کہاں سے آتی ہے یا پنسل ہی سے اعمال نوٹ کیے جاتے ہیں۔ الخ"

جواب اعتراض اول اس تقریر میں مسافر آگرہ نے تین اعتراض پیش کیے ہیں۔ ایک تو وہی پرانا سوال کہ آیت میں آنحضرت سے خطاب ہے اور وہ موجود نہیں لہذا آیت بیکار ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ کسی طرح کسی وقت میں بیکار نہیں ہو سکتی۔ اسلئے کہ مقصود اس سے اہل دنیا کو مطلع کرنا ہے کہ رسول اللہ ص کے وقت میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو ظاہر میں کچھ کہتے تھے اور پس پشت کچھ اور وہ خدا کے نزدیک نہایت مذموم و معیوب تھے۔ اسی طرح اگر آیندہ بھی کوئی شخص ایسا ہوگا یعنی منافق ہوگا وہ بھی ایسا ہی مذموم و ملعون ہوگا۔ پس اس صورت سے یہ آیت قیامت تک کیواسطے ہدایت ہے نہ کہ بیکار۔

دوسرا فائدہ اس آیت کا الی یوم القیامۃ یہ بھی ہے کہ سب کو معلوم رہے گا کہ عہد رسول میں بھی لوگ منافق تھے اور منافق کی باتیں کبھی قابل قبول نہیں ہوتیں۔ لہذا ضروری ہوگا کہ عام طور پر احادیث و روایات کی جانچ کی جائے جو روایت کسی منافق کی ہو اُسے ترک کیا جائے۔ اور جو مؤمن کی روایت ہو اُسے تسلیم کیا جائے۔ یہ فائدہ بھی قیامت تک باقی رہنے والا ہے جو اسی آیت سے حاصل ہوتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کتب کے معنی صرف لکھنے ہی کے نہیں۔ افسوس کہ مسافر کے اڈیٹر نے عربی لغات کی کوئی کتاب نہیں دیکھ لی۔ ورنہ معلوم ہو جاتا کہ لازم نہیں کہ جہاں کتب یکتب کا استعمال ہو وہاں لکھنے ہی کے معنی لیے جائیں۔

کَتَبَ اور کتابۃ کے معنی کئی ہیں ۱ فرض کرنا ۲ حکم کرنا ۳ جمع کرنا ۴ مشک کے دہن سینا وغیرہ وغیرہ۔ منجملہ ان معنوں کے لکھنا بھی ہے۔ ایسی صورت میں کیونکر مان لیا گیا کہ یکتب کے معنی لکھنے ہی کے ہیں حقیقۃً اس مقام پر یکتب کے معنی جمع و احصا کے ہیں جو مشتق ہے کتبت البغلۃ یعنی جمعتہا سے (دیکھئے صراح اللغۃ اور قاموس اللغات وغیرہ) اور یقیناً یہ شان خدا تعالیٰ کی

کی ہے یعنی ہر ایک کے اقوال و اعمال محفوظ اور جمع رکھنا تاکہ قیامت کے دن اُس کے موافق جزا و سزا دے۔ پس اِس آیت سے کمال حفظِ خدا سمجھ میں آتا ہے نہ کہ سہو و نسیان جیسا کہ مسافر نے سمجھا ہے۔ ہم اس مقام پر اور بہت کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن "اسوۂ حسنہ" کی فرمائش اختصار سے مجبور ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب | جناب بندہ! خدا کے حفظ و جمع کے واسطے نہ کاغذ، قلم، دوات کی ضرورت ہے اور نہ پنسل کی۔ نہ دفتر کی جلد بند ہونے کی۔ اسکا علم صرف کافی ہے۔ یہ سوال تو اُس وقت وارد ہو سکتا ہے جبکہ "کتب" کے معنی "لکھ رکھنا" ہی کے ہوں حالانکہ ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ کتب کے معنی جمع و فراہم آوردن اور حفظ کے بھی ہیں۔

مسافر کا سوال آیت اذاعت پر۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ "جبکہ ان منافقوں کے سامنے کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اُسے رسول کی طرف اور صاحبان امر کی طرف لوٹا دیتے تو وہ لوگ جو استنباط والے ہیں اُسے جان لیتے یا تحقیق کر لیتے"۔

مسافر کی تنقید کا خلاصہ "یہ آیت جو کہ ایک موقع پر نازل ہوئی ہے اور ایک خاص واقعہ سے تعلق رکھتی ہے لہذا عام فائدہ کیلئے نہ ہوئی۔ آیات کے اس طرح موقع و محل پر نازل ہونے سے لازم آتا ہے کہ اگر آنحضرت ابھی زندہ ہوتے تو روزانہ نئی نئی آیتیں نازل ہوا کرتیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہ قرآن ناقص ہے۔ اِس قرآن میں خدا کے وجود۔ خدا کی عبادت۔ انسان کی حقیقت۔ انسان کے فرائض وغیرہ بیان نہیں ہوئے بلکہ محض واقعات جو ایک انسان سے تعلق رکھتے ہیں مذکور ہوئے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ یہ کتاب خدا کی کتاب نہیں بلکہ بروقت واقعہ کے مرتب کی گئی ہے"۔

پہلے سوال کا جواب | اگرچہ اس آیت کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ کتب تفاسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے الفاظ و معنوں کی ترکیب سے الی یوم القیامۃ فائدہ رسانی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آیت مبارکہ مذکورہ صاف لفظوں میں بتاتی ہے کہ کوئی راز کی بات اور کوئی ایسی خبر جو امن و خوف کے متعلق ہو فوراً سنتے ہی مشتہر نہ کر دینی چاہیے بلکہ لازم ہے کہ اُسے رسول یا اُن کے قائم مقاموں کی طرف لوٹائیں اور اُس کی تحقیق اُن سے معلوم کریں۔ یہ ایک کلیہ قاعدہ علم سیاست کا ہے جس کا سبق اس آیت میں دیا گیا ہے اور وہ ہر وقت قابل العمل بلکہ واجب العمل ہے یعنی راز کا افشا نہ کرنا کسی بات کو بے تحقیق بیان نہ کر دینا کسی امن و خوف کی بات کو مشتہر نہ کر دینا جس سے شخص خاص یا پوری قوم کو ضرر پہنچ سکے اور جب ایسا ہے تو آیت بھی مفید عام ہے نہ مفید خاص۔

دوسرے سوال کا جواب | واقعات سے مرتبط آیات کے نزول سے لازم نہیں آتا کہ ابھی قرآن کا بہت سا حصہ باقی ہے اور یہ قرآن ناقص ہے بلکہ اسلام کا دعوے ہے کہ انسانی زندگی کی جس قدر ضروریات ہیں وہ سب اتنی ہی مقدار میں آچکی ہیں کوئی مختلف فیہ بات ایسی نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو چکی ہو۔ تفاسیر کو ذرا نیک نیتی سے پڑھیئے تو آپ پر امر واضح ہو ورنہ اس فقیر محمد بار دن سینی زنگی پوری کی کتاب علوم القرآن اور اوائل القرآن اور توحید القرآن پر ایک نظر مطالعہ کیجیے معلوم ہوگا کہ کوئی انسانی [illegible] ایسی نہیں جو قرآن میں مذکور نہ ہو چکی ہو۔

تیسرے سوال کا جواب | یہ کہنا کہ قرآن میں خدا تعالےٰ کا بیان اُس کی عبادت کا ذکر انسان کی حقیقت اور اُس کے فرائض بالکل مذکور نہیں۔ ایسا صریح جھوٹ ہے جسے وہی کہہ سکتا ہے جس نے قرآن مجید کو نہ تو دیکھا اور نہ اُس کے معانی کو سمجھا ہے۔ ہزاروں آیتیں توحید باری کے بیان میں موجود ہیں۔ ہزاروں تعلیم اخلاق میں ہیں۔ ہزاروں تعلیم سیاست میں۔ سینکڑوں فرائض و احکام میں سینکڑوں عبر و نصائح میں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں یہ امر مذکور ہی نہیں۔ عجب ثم عجب۔

خیال اختصار بسط و تفصیل سے روک رہا ہے لیکن میں نمونے کے طور پر ایک ایک دو دو آیتیں ضرور لکھ دونگا۔

کیا توحید کے بیان میں اس سے بہتر کوئی آیت دنیا کی کسی کتاب میں موجود ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

کیا بیان اوصاف خداوندی میں سورۂ حشر کی آخری آیتوں سے بہتر دنیا میں کوئی زبان خدا کی توصیف کر سکتی ہے۔ هو الله الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشهادة هو الرحمٰن الرحیم۔ هو الله الذی لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتكبر سبحان الله عما یشركون۔ هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنىٰ یسبح له ما فی السمٰوٰت والارض وهو العزیز الحكیم۔ (پارہ ۲۸ ع ۶)

اخلاق کی تعلیم کے واسطے کیا اس سے بہتر کوئی کلام ہو سکتا ہے۔ ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربىٰ وینهىٰ عن الفحشاء والمنكر والبغی یعظكم لعلكم تذكرون۔ (پارہ ۱۴ ع ۱۹)

پھر ملاحظہ فرمائیے (پارہ ۱۹ ع ۴) وعباد الرحمٰن الذین یمشون على الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما۔

پھر ملاحظہ ہو والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وكان بین ذلك قواما۔

پھر ملاحظہ ہو والذین لا یشهدون الزور واذا مروا باللغو مروا كراما وغیرہ وغیرہ آیات جن کا احصار اس مرتبہ پر ناممکن ہے کیونکہ بیان کا اختصار مانع قوی ہے۔

فرائض و احکام کے بیان کے واسطے وہ پانچ سو آیتیں کافی ہیں جنکی تفسیریں علیحدہ علیحدہ علمائے اسلام نے کی ہیں۔ مثلاً تفسیر احمدی فارسی [illegible] آیات [illegible]

اردبیلی۔ تفسیر آیات الاحکام فاضل مقداد۔ تفسیر آیات الاحکام مطبوعہ مصر وغیرہ وغیرہ اگر آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں تو ان کا کوئی جواب نہیں ورنہ قرآن تو اس سے مملو ہے۔

انسانی خلقت کے بیان میں کیا اس سے بہتر کوئی حکیم یا ڈاکٹر بیان کر سکتا ہے؟ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأناہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اگر ان مطالب کی تفصیل دیکھنی ہو تو ملاحظہ ہو محمد ہارون زنگی پوری کی کتاب توحید القرآن۔ علوم القرآن وغیرہ۔

مسافر آگرہ جلد ۱۲ نمبر ۹ میں | اس آیت کے متعلق تنقید کرتا ہے۔ فمالکم فی المنافقین فئتین واللہ ارکسہم بما کسبوا اتریدون ان تھدوا من اضل اللہ ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا ۰ ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء الخ ترجمہ۔ اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کی بابت دو گروہ بن گئے ہو کوئی انہیں مومن کہتا ہے کوئی کافر حالانکہ انہوں نے انہیں جنگ لڑائی کو خدا نے پلٹا دیا ہے یا جان لیا ہے اور خدا جس کو گمراہی کو جان لے تو اس کے مومن ثابت کرنے کی کوئی راہ نہ پاؤ گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔ تو وہ اور تم دونوں ملازم ہو جائیں۔

تنقید مسافر آگرہ کا خلاصہ مطلب چار سوالوں پر منقسم ہے۔

۱ یہ کہ آیت بتاتی ہے کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے۔ خدا ہی ہدایت فرماتا ہے پھر گنہگار۔ وں کا کیا قصور اور بہشت و دوزخ کے بنانے کی کیا وجہ ؟

۲ عجیب بات یہ ہے کہ جو کوئی کسی سبب سے لڑائی میں شریک نہ ہو (جیسے وہ تین سو آدمی جو جنگ احد سے عبد اللہ بن ابی منافق کے ساتھ واپس آئے تھے جن کے متعلق یہ آیت ہے) وہ مسلمان نہیں رہتا۔

۳ عجیب فلاسفی یہ ہے کہ قرآن ہدایت کرتا ہے کہ جو کوئی تم سے متفق نہ ہو اُسے قتل کر دو۔ مذہبی اختلاف کی وجہ سے بلا قصور کسی کو قتل کرنا خدائی حکم نہیں ہو سکتا۔

۴ چوتھے وہی پرانا سوال کہ جب وہ تین سو آدمی اور رسول اللہ اس وقت موجود نہیں تو آج اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

پہلے سوال کا جواب | اس آیت میں تریدون ان تھدوا من اضل اللہ استعمال ہوا ہے اضل باب افعال کا ماضی ہے۔ عربی علم صرف کے معمولی پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ باب افعال متعدد معنوں اور فائدوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (دیکھیے خاصیۃ ابواب شافیہ وغیرہ) منجملہ اُن معنوں کے ایک وجدان بھی ہے یعنی کسی کو کسی صفت پر پانا یا سمجھنا۔ جیسے احمدتہ میں نے فلاں شخص کو قابل توصیف پایا یا سمجھا ابخلتہ میں نے فلاں شخص کو بخیل پایا یا سمجھا اسی طرح اَضَلَّ بھی ضلالت پر پانے یا سمجھنے کے معنی میں ہے۔ یعنی خدا نے انہیں ضلالت پر پایا۔ اس صورت میں کوئی اعتراض کسی قوم کا اس آیت پر نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر باب افعال کا خاصہ صرف متعدی بنانا ہی ہوتا تو ضرور شبہ ہو سکتا تھا (وھنا ابحاث لطیفۃ یمنعنا من ایرادھا خیال الاختصار)

دوسرے سوال کا جواب | ہر معمولی عقل اور علم کا آدمی جانتا ہے کہ اسلام کے معنی اطاعت و انقیاد کے ہیں مسلم وہی شخص ہو سکتا ہے جو خدا و رسول کا فرمانبردار و منقاد ہو۔ لہذا جو کوئی اطاعت سے نکل جائیگا وہ خود بخود مسلمان نہ رہیگا اس میں تعجب کیا ہے۔؟

جبکہ معلوم ہو چکا کہ وہ تین سو آدمی اطاعت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے علیحدہ ہو کر مدینہ کو واپس آئے تو خود ہی اسلام یعنی انقیاد سے نکل گئے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی کو قتل کرے وہ قاتل نہ کہا جاوے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو جو شخص کفر کا کام کرے وہ ضرور کافر کہا جائیگا اور اسلام سے خارج سمجھا جائیگا

تیسرے سوال کا جواب | اپنے مخالف کو ایسے موقع پر قتل کر دینا جبکہ اُس سے اپنے گروہ کو ضرر پہنچنے کا ڈر ہو کوئی عجیب فلاسفی نہیں ہے بلکہ فلسفہ سیاست کے نہایت قریب اور بالکل مطابق ہے ہر دنیا کا بادشاہ اپنے مخالف کو قتل کر دینا جبکہ اُس پر وعظ و نصائح کا اثر نہ ہو واجب سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ نظام تمدن کے لیے یہی ضروری ہے یہ بات کچھ اسلام ہی سے خاص نہیں بلکہ وید میں بیشتر آیتیں موجود ہیں جن میں دشمن کو قتل کر دینا ضروری بتایا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب انکار کرینگے تو میں اُن آیات کو پیش کر سکونگا۔ اور آپ کو تو خود ہی امروہہ کا مناظرہ آریہ و اہل اسلام اور اُن آیات کا پیش ہونا یاد ہوگا جس کا جواب آریہ حضرات کچھ نہ دے سکے تھے۔

چوتھے سوال کا جواب | آج بھی اس آیت کا فائدہ اُسی طرح موجود ہے جیسے آنحضرت کے وقت میں تھا۔ یعنی یہ آیت ہمکو آج بھی یہی سبق سکھاتی ہے کہ جو کوئی حقیقی خلیفۃ المسلمین کے حکم سے سرتابی کرے وہ مسلم نہیں ہے۔ اور جس کی مخالفت سے آئندہ فرقہ اور مذہب پر ضرر پہنچنے والا ہو اُسے فوراً قتل کر دینا چاہیے۔ یہی طریقہ مہذب اور غیر مہذب دونوں قوموں کا ہے اور یہی نظام تمدن کے مطابق ہے۔ اس بنا پر کسی طرح آیت مذکورہ کسی زمانہ سے خاص نہیں ہو سکتی اور نہ کسی شخص سے۔

مسافر آگرہ کا ایک دوسری آیت پر اعتراض اور اس کا جواب

آیت حسب ذیل ہے الا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینھم میثاق او جاؤکم حصرت صدورھم ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومھم ولو شاء اللہ لسلطھم علیکم فلقاتلوکم فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم فلن یجعل اللہ لکم علیھم سبیلا ۰

ترجمہ۔ مگر وہ لوگ جو اُس قوم سے مل جائیں جن سے تم سے معاہدہ ہے۔ یا اس طرح تمہارے پاس آئیں کہ اُن کے دل تم سے اور اپنی قوم سے لڑنے سے تنگی کرتے ہوں (نہ تم سے ملنا چاہتے ہوں اور نہ تمہاری طرف سے ہو کر اپنی قوم سے

رنا چاہتے ہوں) اور اگر خدا چاہتا تو اُنہیں تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ ضرور تم سے جنگ کرتے۔ پس اگر وہ لوگ تم سے کنارہ کش ہوں اور تم سے لڑنا نہ چاہیں تو خدا نے تمہیں اُن پر کوئی رستہ نہیں دیا ہے (کہ اُنہیں خواہ مخواہ قتل کرو)

مسافر کا اعتراض "کہاں شانتی اور امن و امان کا اُپدیش اور کہاں لوگوں کو جنگی رازونیاز کے سمجھانا۔ مانا کہ اس زمانہ میں جب یہ آیت نازل ہوئی ہیں محمد صاحب منکران اسلام سے برسر پیکار و جنگ تھے لیکن ہم کہتے ہیں کہ کیا وہ کلام جو ایک خاص وقت اور صرف جنگی پند و نصائح سے پُر ہو وہ خدائی کلام کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے"

مسافر کے سوال کا جواب | اسلام والوں کا اعتقاد ہے کہ دنیا میں ہر نبی جو بھیجا گیا وہ اس لیے تھا کہ عالم میں امن و امان پھیلائے خواہ تعلیم و پند و وعظ سے اور خواہ کسی اور ذریعہ سے ہو۔ اسی لیے جب وہ دیکھتا تھا کہ عالم میں امن و امان کچھ شریر النفس آدمیوں کے قتل کیے بغیر نہیں قائم ہو سکتا تو وہ اُنہیں قتل بھی کرتا تھا۔ مگر بجز پند و نصائح اور موعظہ نامہ کے۔ اسی طرح ہر بادشاہ جو انتظام ملکی کے درپے ہوا ہے بنائے ملک اور درستی نظام سلطنت کے لیے ایسا ہی کرتا ہے اور یہی قتل و کشت امن و امان کا باعث ہوتے ہیں۔ اہل ہند آریہ صاحبان نے بھی بیحد مقاتلات اور محاربات دنیا میں کیے ہیں۔ سورج بنسی اور چندر بنسی راجاؤں کی لڑائیاں آج دنیا کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہیں۔ رام و لچھمن جو پرمیشر کے اوتار کہلاتے ہیں اُن کی جنگ عظیم کے کارنامے جو رامائن میں مندرج ہیں ہر شخص پڑھ سکتا ہے اور آپ بھی جانتے ہیں۔ پس اصلاح حالات عالم کے لیے اگر کوئی قانون جنگی بنایا جاوے اور خدا تعالے اپنے رسول کو اس سے مطلع کرے اور آئندہ بھی ہر اُس کے قائم مقاموں کے لیے کارآمد ہو تو کیا محل استبعاد ہے اور کیا خلاف عقل لازم آتا ہے۔ حقیقۃً یہ اعتراض ہی خلاف عقل ہے یعنی ہدایات اصلاح نظام عالم کو بے عقلی کی بات کہنا بے عقلی ہے۔

دوسرا جواب | علاوہ بریں آیت کے محصل پر اگر نظر ڈالیے تو وہ یہ بتاتی ہے کہ جو لوگ تم سے لڑنا نہ چاہیں اور نہ تم سے ملکر اپنی قوم کو قتل کرنا چاہیں اور تم سے کنارہ کش رہیں تو اُنہیں قتل نہ کرو تم کو اُن سے لڑنا ہرگز روا نہیں۔ یہ ایک نہایت حکیمانہ قانون ہے جس کی خوبی کسی عاقل پر مخفی نہیں رہ سکتی۔ اور فائدہ بھی اس کا عام ہے یعنی ہر زمانہ میں اس پر عمل درآمد ہو سکتا ہے ایسے قانون کو خلاف عقل کہنا آپ ہی بتائیے کیسا ہے۔ انصاف شرط ہے۔

مسافر آگرہ اپنے نمبر ۵۲ جلد ۲ میں خدا کے مجسم ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے

آیت معترض علیہا | یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقداره الف سنة مما تعدون۔

ترجمہ۔ خدا تدبیر کرتا ہے کام کی بلندی سے زمین تک پھر وہ تمام کام خدا کے پاس اُس دن (قیامت کے دن) موجود ہونگے جسکی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار برس کی ہوگی۔

جواب | اس آیت سے ہرگز خدا تعالے کا مجسم نہیں نکلتا۔ بلکہ خاص آیت شریفہ جیسا کہ ظاہر الفاظ سے ہر عربی دان سمجھ سکتا ہے اسی قدر ہے کہ پروردگار عالم ہی تمام امور سماوات و ارض کا انتظام کرتا ہے۔ اور وہ تمام امور قیامت کے دن جو بہت بڑا دن ہوگا اور انسانی برسوں کے شمار سے ہزار برس کے برابر ہوگا خدا کے حضور میں پیش ہونگے۔ اُس وقت اہل عالم کو اُس کا کمال انتظام معلوم ہو جائیگا جس میں کوئی شبہ نہ رہیگا۔ اس مطلب کو خدا کے تجسم سے کیا واسطہ ہاں اس کا کوئی جواب نہیں کہ سے

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

مسافر آگرہ کا سوال | ایک جگہ مخلوقات کے بارے میں کان فیکون کہا ہے یہاں ہزار سال کی قید یہ امر قابل غور ہے۔

جواب | خدا تعالے نے اپنی کتاب میں کہیں کان فیکون نہیں فرمایا ہاں کن فیکون ضرور فرمایا ہے۔ مگر وہ کسی اور مقام پر ارشاد ہوا ہے اور ہزار برس کے دن کا بیان دوسرے مقام پر ہے۔ ہزار برس کا دن قیامت کا دن بیان کیا گیا ہے اور وجہ اس کی صرف اسی قدر ہے کہ اس دن تمام انسانوں کے سزا و جزا کا معاملہ پیش ہوگا ہر ایک کو اُس کے نیک و بد کام بتلائے جائیں گے۔ اُس کے بعد جنت یا جہنم کی طرف اُس کو بھیجا جائیگا تو ضرور ہے کہ اس کے لیے بڑا وقت صرف ہو۔ پھر اگر اُس دن کو ہزار برس کی برابر بنا دیا جاوے تو کیا اعتراض ہے۔؟

رہا کن فیکون وہ اُس موقع پر ارشاد ہوا ہے جہاں کسی شے کی خلقت کا ذکر ہے اور اُس سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ خدا تعالے ایسا قادر ہے کہ محض اُس کا ارادہ ہی کسی شے کے پیدا کر دینے کے لیے کافی ہے (اس بحث کو آپ ہمارے رسالہ ابطال تناسخ میں جو عنقریب بجواب پنڈت لیکھرام صاحب آنجہانی شائع ہونے والا ہے مفصل ملاحظہ فرمائینگے۔

دونوں مضمونوں کو ایک سمجھنا یا ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے اور نیز ناانصافی۔

ایک اور آیت "اعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه" جان رکھو کہ خدا تعالے خود انسان اور اُس میں دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے"

ہمارے مخاطب کا خیال ہے کہ اس سے تجسم خدا تعالے نکلتا ہے

جواب | مخاطب کا فرض ہے کہ پہلے محاورات عرب پر اطلاع حاصل کرے تب اعتراض کرے یہاں حائل ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان کے اور اُس کے دل کے درمیان خدا تعالے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ خدا تعالے میں وہ قدرت ہے کہ اگر چاہے تو انسان کے اور قلبی آرزوؤں کے درمیان ایسا پردہ ڈالدے جس سے وہ اپنی مراد تک نہ پہنچ سکے یہ کہ اُس کے قلب کی ہمتوں کو پست کر دے

اور اپنے خیالات میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے مقصود صرف اظہار قدرت ہی اور جتانا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جو چاہو گے کر لو گے بلکہ ہمیں اختیار ہے کہ جب چاہیں تمہیں تمہاری مراد تک پہنچنے سے روک دیں۔ اس کو تحکم سے کیا واسطہ۔ دیکھو تفسیر مدارک صفحہ ۲۳۵ وغیرہ۔

مسافر کا ایک اور اعتراض اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ ترجمہ۔ بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں کی لذتوں میں رہینگے جو اُن کے بادشاہ قادر کے نزدیک پسندیدہ مقام ہوگا۔ مسافر کو اس آیت میں ایک تو خدا کا تحکم دکھائی دیا ہے اور دوسرے لفظ مقعد ناپسندیدہ معلوم ہوا۔

جواب لیکن ہر عاقل عربی دان سمجھ سکتا ہے کہ آیت میں کہیں سے حسبانیت پڑ دگار عالم پر روشنی نہیں پڑتی۔ کیونکہ آیت کا واضح اور صریح مطلب صرف اسی قدر ہے کہ جو لوگ پرہیزگار رہیں وہ جنتوں اور نہروں کی سیر ولذت میں ایسے مقام پر ہونگے جو بادشاہ مقتدر یعنی خدا تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ و مرضی ہوگا۔ **مقعد صدق** سے مراد مقام مرضی (پسندیدہ) ہے دیکھو تفسیر مدارک التنزیل وتفسیر بیضاوی وغیرہ۔ رہا آپ کا مذاق وتمسخر لفظ مقعد پر وہ بالکل بے محل ہے اس لیے کہ ہر عربی دان بلکہ معمولی صرف خواں آدمی جانتا ہے کہ مفعل اسم ظرف کا وزن ہے اور معنی اس کے جائے نشست کے ہیں جس طرح مقام کے معنی جائے قیام کے ہیں۔ کسی زبان میں کسی لفظ کا غیر معنی حقیقی میں مستعمل ہونا اُس کے اصلی معنی میں استعمال ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا اور نہ کوئی باعقل آدمی جبکہ وہ لفظ اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہو اعتراض کرسکتا ہے۔

مسافر آگرہ جلد ۱۳ ۲/ے اور تحریف قرآن کا دعویٰ

سورۃ تبت یدی ابی لہب الخ کے نزول کی وجہ جو صحیح مسلم میں لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے آیہ انذر عشیرتک الاقربین کے نازل ہونے کے بعد اپنے اہل قبیلہ کو طلب فرمایا اور اپنی نبوت کا اظہار کیا اُس پر ابوجہل نے کوئی سخت کلمہ کہا جس کے جواب میں خدا نے یہ سورہ نازل فرمایا۔ اس مقام پر امام مسلم نے لفظ "تبت" کی تفسیر میں قد تبت لکھ دیا ہے جسے مسافر آگرہ نے "تحریف قرآن کا بیّن ثبوت" سمجھا ہے۔ لیکن اُسے کیونکر سمجھایا جاوے کہ اصل اور تفسیر دو چیزیں ہیں۔ کسی جملے کی شرح وتفسیر میں اگر کوئی لفظ توضیح مطلب کیلیے بڑھایا جاوے تو اُسے تحریف نہیں کہا جاتا بلکہ اُس کا نام وہی شرح یا تفسیر رہیگا۔ مسلم نے قد کا لفظ محض موقع تفسیر میں اضافہ کیا ہے نہ یہ کہا ہے کہ اصل میں "قد تبت" تھا اور اب صرف "تبت" رہ گیا ہے جس سے تحریف معلوم ہو سکے۔ عقل اور انصاف دونوں کی ضرورت ہے۔ (باقی آئندہ)

سید محمد ہارون، زنگی پوری (ممتاز الافاضل)

نبوت کی تصدیق کیونکر ہوتی ہے

نبوت کی تصدیق اور نبی کی باتوں کو سچ سمجھنا، خود انسان کی فطرت صحیح کا اقتضا ہے۔ اگر شخص حق کا تشنہ ہے، جس کا وجدان صحیح ہے، جو سچ اور جھوٹ میں تمیز کرسکتا ہے نیک دل میں سچی بات آپ سے آپ اُتر جاتی ہے، وہ جب کسی نبی سے تلقین وہدایت سنتا ہے تو بیہودہ کج بحثیوں میں نہیں پڑتا بلکہ آپ سے آپ اُسکا دل مان لیتا ہے کہ یہ سچ ہے اور سچائی کے مرکز سے نکلا ہے۔ مولانا روم نے اسکی یہ تشبیہ دی ہے کہ اگر کسی پیاسے کو پانی دیاجاوے تو کیا وہ یہ بحث پیش کریگا کہ پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ یہ پانی ہے، یا اگر ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پینے کے لیے بلاوے تو کیا اس کو شک ہوگا کہ یہ میری ماں ہے اور واقعی دودھ پلانے کے لیے بلا رہی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں ؎

تشنہ را چون بگوئی تو شتاب ۔۔۔ در قدح، آب ست بستاں زود آب
ہیچ گوید تشنہ کایں دعوی ست رَو ۔۔۔ از برم اے مدعی ۔ مہجور شو
یا گواہ وحجتے بنما کہ ایں ۔۔۔ جنس آب ست وازاں ماءِ معیں
یا بطفلِ شیر ۔ مادر بانگ زد ۔۔۔ کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
طفل گوید ۹ مادرا حجت بیار ۔۔۔ تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
در دل ہر امتی کز حق مزہ است ۔۔۔ روی وآواز پیمبر معجزہ است
چون پیمبر از برون بانگ زند ۔۔۔ جان امت در درون سجدہ کند
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں ۔۔۔ از کسی نشنیدہ باشد گوش جاں

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ انبیاء کو دو قسم کے معجزے دیئے جاتے ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ وہ پاک نسب ہوتے ہیں، اُن کے چہروں پر وہ نور ہوتا ہے جو دلوں کو فریفتہ کرلیتا ہے۔ اُن کے اخلاق ایسے ہوتے ہیں جو قلوب کو مسخر کر لیتے ہیں، اُن کی تقریر ایسی ہوتی ہے جس سے سامع کو تشفی ہو جاتی ہے بھر جاتے ہیں۔

وَهٰذِهِ الْاَحْوَالُ اِذَا حَصَلَتْ لَا يَحْتَاجُ ذُو الْبَصِيْرَةِ مَعَهَا اِلٰى مُعْجِزَةٍ وَّلَا يَطْلُبُهَا۔

ترجمہ

اور یہ حالات جب پائے جاتے ہیں تو سمجھ دار آدمی کو اور کسی معجزہ کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ کسی معجزہ کا طالب نہیں ہوتا۔
امام غزالی نے منقذ من الضلال میں جہاں نبوت پر بحث کی ہے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرتؐ کے ہدایات وارشادات پر بار بار غور کرے گا اُس کو خود آنحضرتؐ کی نبوت پر یقین ہو جائیگا۔

(ماخوذ)

ترجمۂ قرآن مجید بزبان اردو

حضرات! کیا ایک ذی علم مسلمان کے لئے یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ قرآن کو دین و ایمان جانتا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے۔ مصر، ترکی، ایران، ترکستان، افغانستان میں ملکی زبان میں ترجمۂ قرآن مجید شایع نہیں ہوا۔ لیکن اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں علم سے علم عربی مراد ہے وہاں کوئی اشرف مسلمان ایسا نہیں ہے کہ ذی علم ہو اور قرآن عربی کو سمجھ نہیں سکتا۔ چین کے مسلمان بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ یہ صرف آج کل کا ہندوستان ہے کہ یہاں کے ذی علم حضرات قرآن عربی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسی ضرورت پر نگاہ کر کے علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی نے جن کی جملہ تصانیف کی فہرست اس صفحہ پر درج ہے۔ پورے قرآن مجید کا ایک بامحاورہ اردو ترجمہ عبارت قرآنی سے علیحدہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اور مضامین کی ایک فہرست نہایت مکمل شایع کر دی ہے۔ اور شروع میں ایک دیباچہ نہایت مبسوط لکھا ہے۔ جس کی سرخیاں حسب ذیل ہیں:-

(۱) ترجمہ کرنے کا خیال کب اور کیوں پیدا ہوا۔ (۲) ترجمہ قرآن کی ضرورت زمانۂ ماضی اور زمانۂ اخیر میں (۳) زمانۂ حال میں ترجمہ کی ضرورت (۴) ترجمہ کے متعلق مترجم کے خیالات مختلف (۵) مولانا نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ (۶) ترجمہ موجودہ کی اشاعت کے اسباب (۷) ترجمہ کی دقتیں (۸) مختلف ترجمے (۹) مذہبی کتابوں کی ضرورت (۱۰) اصول مذاہب مختلف (۱۱) مذہب اسلام (۱۲) کتب آسمانی اور پیغمبر (۱۳) دیگر ممالک کے پیغمبر (۱۴) حضرت جبرئیل اور نزول قرآن (۱۵) رسالت اور آنحضرت محمد (۱۶) قرآن مجید کا نزول (۱۷) قرآن کی سورتیں اور آیتیں (۱۸) تدوین قرآن (۱۹) اعراب قرآن (۲۰) قرآن کے تیس پارے (۲۱) متضاد احکام قرآن میں نہیں ہیں (۲۲) مضامین قرآن کا اجمالی ذکر (۲۳) مکرر باتیں کس واسطے آئی ہیں۔ (۲۴) قرآن کے مضامین کا سمجھنا۔ (۲۵) قرآن مجید کے ساتھ تاریخ الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے۔ (۲۶) برکات اسلام (۲۷) چند احکام قرآن جن پر صرف یورپ کے مذہب والوں کا عمل ہے (۲۸) برکات اسلام کے لیے الاسلام بھی دیکھنا چاہیئے (۲۹) معجزات (۳۰) مولف کی معذرت (۳۱) آیات قرآنی میں علماء کا اختلاف (۳۲) درخواست مسلمانوں سے۔

اس ترجمہ میں توضیح معنی کی گئی ہے اور جتنے مسائل شرعی قرآن سے نکلے ہیں ان کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف قرأت و علماء حنفی المذہب و اہل تشیع میں جو مسائل فقہ مختلف فیہ ہو گئے ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر مذہب کے موافق یہ ترجمہ اختلافی ہیں یا علماء حنفی المذہب نے باہمی اختلافات کئے ہیں حاشیۂ زیریں میں سب کا بیان ہو۔ تاکہ ترجمہ سب مذاہب کے لیے یکساں مفید ہو لیکن متن میں وہی ترجمہ اختیار کیا گیا ہے جو سنی حنفی المذہب کے موافق ہو۔ کیونکہ انہیں کی کثرت ہندوستان میں ہے۔

فارسی و اردو کے قدیم ترجمے اور اردو کے بہت سے جدید ترجموں کو مقابلہ کر کے نہایت محنت و اہتمام سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور باعتبار مفہوم اور باعتبار زبان صحیح ترین ترجمہ اسے کہنا بیجا ہے۔ یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ علامہ نے پچیس برس کی محنت شاقہ سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے۔ بعض ناظرین کو یاد ہوگا کہ علامہ نے اوّل اوّل ۱۸۹۲ء میں ڈھائی پارہ کا ترجمہ شایع کیا تھا۔ اس سے چار برس کے بعد ۱۸۹۶ء میں مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ شایع ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد علامہ اسی کام میں مشغول رہے۔ اور اسکا نتیجہ ظاہر ہوا ہے۔ ناظرین کمال ترجمہ دیکھکر انشاء اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ دیر آمد درست آمد۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ خود یہ ترجمہ بذریعہ وی۔پی طلب فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور کم سے کم اتنا تو ہو کہ یہ ترجمہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے ہاتھوں میں پہونچکر اشتہار کا باعث ہو۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ سلیس زبان میں عام فہم طریقہ پر جس کے لیے علامہ کی تحریرات خاص شہرت رکھتی ہیں کیا گیا ہے۔

ہدیہ قیمت فی جلد مذہّب تین روپیہ (ع۳) (نوٹ) جہاں سینکڑوں ہزاروں روپیے اور کاموں میں خرچ ہوتے ہیں اتنی قیمت سے قرآن کو سمجھنے میں خرچ ہوں تو کیا بیجا ہے

تالیفات و تصنیفات علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبرشمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	[illegible]	[illegible]	کیفیت	نمبرشمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	[illegible]	[illegible]	کیفیت	نمبرشمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	[illegible]	[illegible]	کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو مکمل ۳۰ پارہ	اردو	مذہب اسلام	۴۳۰	۳	۳	مجلد	۶	محمد الاول	اردو	[illegible]	۲۰	۱	۱	۰	۱۱	شرح [illegible]	اردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	مجلد
۲	تاریخ الاسلام	اردو	مذہب اسلام	۹۸۰	۶	[illegible]	[illegible]	۷	نشر حق	[illegible]	[illegible]	۵۰۰	[illegible]	[illegible]	۰		[illegible]						
۳	الاسلام	اردو	[illegible]	۸۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۸	زبان اردو	اردو	پالیٹکس	۳۲	۲	۲	۰	۱۲	[illegible]	[illegible]	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰
۴	نماز	اردو	مذہب اسلام	۲۷	[illegible]	۱۰	[illegible]	۹	[illegible]	انگریزی	۰	۱۸	۴	۲	۰	۱۳	[illegible]	۰	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰
۵	المباح	اردو	[illegible]	۱۸۰	[illegible]	[illegible]	۰	۱۰	[illegible]	۰	۰	۴۴	۴	۲	۰	۱۴	[illegible]	۰	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰